(۷۸۶)

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

تاریخ خاندان آل عثمان

(۲)
(جلد دوم)

سلطان سلیمان ثانی کی تخت نشینی سے لیکر سلطان عبد العزیز شہید و مراد خامس
خلافت عظمیٰ سلطنت عثمانیہ کی تاریخ کے مفصل حالات اور فتوحات معہ نتائج و اسباب اور فرمانروا کے حالات
امیر المؤمنین سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی ایداللہ الی یوم الدین کے عہد سعادت مہد کے واقعات اور
... وہ سلطنت کا ذکر بیست سالہ عہد حکومت و دیگر کتب متعلقہ میں نہیں ہوا ۔ بالاجمال سچ کر گئے ہیں

{مؤلفہ و مترجمہ}

مولوی محمد انشاء اللہ صاحب منیجر انعام آباد و چٹھہ ضلع گوجرانوالہ

{ایڈیٹر وکیل امرتسر}

مطبع روزنامہ وکیل امرتسر میں باہتمام فاضل منشی شیخ غلام محمد مالک طبع ہوئی

سنہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء

طبع اول ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قیمت ...

فہرست مضامین

ترکی زبان سیکھنے کی کتاب

اس سے جامع اور

بسیط کتاب اب تک ترکی مین اردو کی تیار نہین ہوئی یہ جو صاحب عربی زبان سے واقف ہون وہ ترکی زبان کے قواعد اس سے تھوڑے عرصہ مین کامل طور پر سیکھ سکتے ہین مقام استنبول مین ٹایپ کے واضح حروف مین نہایت نفیس اور دبیز ولایتی کاغذ پر چھپی ہوئی ہے حجم ۰۰ صفحون سے زیادہ ہے اس کے ساتھ علم ادب کی چند ابتدائی کتابین لغات کی مدد سے پڑھنے رہنے سے ذہین شائقین تین چار مہینون مین ترکی زبان مین رفت خواندگی کے قابل ہو سکتے ہین۔ اس غرض کے لیے لغات اور ادب کی کتابون کے بھی چند نسخے منگوائے گئے ہین جن کی نام و قیمت کتابون کے موصول ہونے پر مشتہر کیے جائینگے۔ مفتاح اللسان الاناتی کی قیمت فی جلد چھ (۶) روپیہ ہے جو اس کے فوائد اور حجم کے لحاظ سے اور ترکی گرامرون سے جو انگریزی مین تیار کی گئی ہین بہت ہی کم ہے۔ جن مین سے معمولی سی گرامر بھی اس قیمت پر دستیاب نہین ہوتی۔

فیوچر آف اسلام یعنی اسلام کی حالت مستقبلہ کا بیان

مسٹر ولفرڈ بلنٹ [illegible] اسلامی دنیا اور ہندوستان کی سیاحت کر چکے ہین بظاہر [illegible] کر خیالات مین تحریر کی تھی مگر اصل منشا مدعا مقصود ایسا [illegible] پہنچانا تھا۔ لیکن بعض خلیفۃ المسلمین کی اور نظام حمیدیہ [illegible] ہم کی بری نیست کرنا و الاشخص انکا مخالف ہے بغیر نہین [illegible] کتاب کا ترجمہ کر دینا جب تک کہ مصنف کے خیالات اور رائے فاسد کی [illegible] تردید نہ کی جائے صرف نا مناسب ہی نہین بلکہ سخت مضر ہے [illegible] اشارہ سید صاحب حیدر آباد نظام آباد دکن نے کمی کو پورا [illegible] کا اردو ترجمہ کر کے مسٹر بلنٹ کی ظاہری تحریر کی بخوبی قلعی [illegible] درست نہین [illegible] تقریر کی تردید بھی کر دی ہے [illegible] قیمت عہ

مضمون [illegible] آرمینیا و یونان حملہ کا انتظام عہد نامے [illegible] جس مین عہد نامون کی شرائط اور مفروضہ مظالم [illegible] بحث کر کے عیسائی طاقتون کی سلطنت کی خوش سلوکی۔ اور [illegible] کی بخوبی [illegible] کھول دی گئی ہے۔

قیمت مجلد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عہ

(وکیل)

اسلامی دنیا کی حالت کا آئینہ۔ تازہ خبرون کا گنجینہ [illegible] ین کا میگزین معاملات رواں پر اعلیٰ درجہ کا مستند ہیرا۔ اردو زبان کا مشہور [illegible]

قیمت

	سالانہ	ششماہی
خریداران ممالک بیرونی سے	۸ شلنگ	۵ شلنگ
عوام سے	۔ سے روپیہ	للعہ روپیہ
طلبا اور کم استطاعت اصحاب سے بشرط تصدیق	للعہ	عہ

بغیر ششماہی یا سالانہ چندہ پیشگی وصول ہوئے اخبار جاری نہ ہوگا۔ نمونہ کا پرچہ مفت ۔

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ خاندان عثمانیہ جلد دوم

باب ششم

سلیمان ثانی کی تخت نشینی ۔ مسلسل بغاوتیں اور ترک کی فوج کی متواتر شکستیں ۔ روس پر غلبہ ۔ کوپرلی زادہ مصطفےٰ کی وزارت ۔ اوس کے اوصاف و تدابیر حسنہ اور عیسائی رعایا سے خوش سلوکی ۔ کامیاب محاربہ ۔ سلیمان ثانی کی وفات ۔ احمد ثانی کی تخت نشینی ۔ کوپرلی کی شکست اور شہادت بمقام سلان کیمان ۔ احمد ثانی کا بدقسمت عہد حکومت ۔ اور اوسکی وفات ۔ مصطفیٰ ثانی تخت پر رونق افروز ہوکر خود فوج کی کمان لیتا ہے ۔ ابتدا میں وہ کامیاب رہا ۔ مگر آخر یوجین سے بمقام زنٹا شکست فاش اٹھائی ۔ حسین کوپرلی کی وزارت ۔ پطر اعظم کی فتوحات ۔ آزاف مفتوح ہوگیا ۔ صلح کے لئے نامہ وپیام ۔ عہدنامہ کارلووتز ۔

سلیمان ثانی کی تخت نشینی

محمد چہارم کے معزول ہونیکے بعد وزرا اور اعیان سلطنت اوس کے چھوٹے بھائی سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ وہ ۴۵ برس سے گوشہ تنہائی میں زندگی کے دن بسر کر رہا تھا اور ہر وقت ہلاکت کا اندیشہ اوسکے پیش نظر رہتا تھا ۔ یہ تنہائی کا وقت اوس نے بدمعاشی اور عیاشی میں بسر نہیں کیا تھا ۔ اوسکو دینیات اور دیگر علوم کا بہت شوق تھا اور یہی اوس کے مونس وغمگسار ہوتے تھے ۔ اوس نے پہلے تو کتابوں کو چھوڑ کر تخت شاہی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب علماء نے اوس کے ذہن نشین کر دیا کہ محمد کو تخت پر سے ہٹا دینا اپنے ہاتھوں سلطنت کی بیخ کنی کرنے کے برابر ہوگا ۔ اور نیز اوسے یہ بھی بتا دیا کہ رعایا ۔ فوج ۔ اور ارکان سلطنت کا عزم اب کبھی ٹل نہیں سکتا ۔ تو اوس نے مجبوراً تخت قیصری پر رونق افروز ہونا منظور کیا ۔ مگر غسل وغیرہ کرکے تخت پر بیٹھنے کے وقت تک اوسے اپنے معزول بھائی کی طرف سے برابر خدشہ رہا ۔ اس سعادتمند کو برادر بزرگ کا اس قدر ادب اور پاس ملحوظ تھا ۔ اور اوسکی بزرگی اوسکے دل میں ایسی متمکن ہو رہی تھی کہ اوس نے عہدہ داران سلطنت اور متوسلین دربار کو صاف کہدیا تھا ۔ کہ اگر میرا بھائی میرے سامنے

آگیا تو اوسکی سمجھ گئی ہیں ہیں کہ ہیں تخت پر نہیں بیٹھونگا۔ برابری کرنا تو کیا اوسکا [illegible] آلودنگاہ ہی صبر کا کام تمام کرنے
کے لئے کافی ہے بعض عیسائی مورخین نے سلیمان کے انکار کا باعث [illegible] ہے لیکن اوسکو حالات مابعد
اس قیاس کی تردید کرکے صاف بتارہے ہیں کہ محض سعادتمندی [illegible] اوسے مانع ہوا تھا۔ بادشاہ
ہوکر اوسنے بہادری تدبر اور زیادہ اولوالعزمی شجاعت اور قابلیت [illegible] ظاہر کی۔ اسی سے بعض مورخ یہاں تک
لکھتے ہیں کہ اگر وہ پہلے سلطان بنایا گیا ہوتا تو غالباً سلطنت عثمانیہ اوس [illegible] تباہی عظیمہ سے جو اوس پر احمد کوپرلی کی
وفات کے بعد سلطان محمد چہارم کی کمزوری اور اوسکی بدچلنی اور بدنیتی [illegible] قرہ مصطفی کی بداعمالی سے
جسنے محض ذاتی اغراض کو پورا کرنیکے لئے اپنا پچپاہی کرنیکی تحریک کی تہی [illegible] ہو گئی ہوتی۔ لیکن یہہ افسوس
فضول ہے۔ اول تو یہ شاید ہی کے بغیر کچہہ نہیں ہو سکتا۔ دوم سلیمان کے اوصاف سعایا گر اوس کے بادشاہ
ہونیکے بعد معلوم ہوئے۔ اس سے پہلے اوسکے اچھے یا برے ہونیکا کسی کو علم نہیں [illegible] محمد چہارم کی کمزوریوں نے
اپنا رنگ دکہانا شروع کردیا۔ اوسکو فی الفور معزول کرکے سلیمان کو سلطان [illegible]۔ اس سے بھی خرابی کی جڑ عثمانیہ
شاہزادوں کی محبوسی تہی جو رسم افسوس ابتک برابر چلی آتی ہے۔ یہہ [illegible] خالی نہیں۔ ایک بڑا فایدہ
یہی ہے کہ ملک اندرونی بغاوتوں اور شہزادوں کی سرکشی سے محفوظ [illegible] لیکن ایک یہی نقص سب
فایدوں پر پانی پہیر رہا ہے کہ سلاطین کے عیب تو اب تخت نشینی سے [illegible] نہیں کہل سکتے۔ اور جب معلوم ہوتے
ہیں تو اونکا تدارک مشکل ہو گیا ہوتا ہے سلطنت اور قوم کی قسمت اچھی [illegible] طبیعت شاہزادہ وارث
تاج و تخت ہو گیا۔ اور اوسنے کچہہ عرصہ محنت کرکے اسرار ملکداری سے واقفیت [illegible] جہانبانی میں مہارت
پیدا کرلی۔ تب سے بڑے ہوئے تو کیسی کمزور یا عیش پسند ہاتھوں میں ملک کی قسمت [illegible] چلی گئی اور سلطنت
میں خرابیاں اور زیادہ بڑھ گئیں۔

مسلسل بغاوتیں

سلیمان کو بیہودہ لہو ولعب اور عیاشیوں سے کمال نفرت تہی۔ اوسنے تخت پر قدم
رکھتے ہی فوج کی اصلاح اور بشرط امکان مسلسل ہزیمت اور تباہی کے سیلاب
بلاخیز کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے صدق دل سے کوشش شروع کردی۔ مگر کچہہ عرصہ تک وہ ینگچریوں کی
شورہ پشتی اور وحشیانہ سرکشی کو روکنے سے بالکل عاجز رہا۔ یہہ پہلے باب میں بیان ہو چکا ہے کہ ینگچری فوج ابہی
دارالخلافہ میں نہیں پہونچی تہی کہ سلطان محمد کا عزل اور سلیمان کی تخت نشینی وقوع میں آ گئی تہی۔ اس انقلاب سے
تہوڑا عرصہ بعد وزیراعظم سیاوش پاشا مفسد فوج کو لئے ہوئے قسطنطنیہ میں پہونچ گیا۔ [illegible] سرکشی میں کمی ہونیکی
بجائے اپنی خواہشوں کے پورا ہونے جانے سے اور اضافہ ہو گیا تہا ینگچریوں اور سپاہیوں نے اب مطالبہ کیا۔
کہ تخت نشینی کے موقع پر سپاہ کو جو انعام ملتا ہے اوسکی مقدار بڑھا دیجائے اور فلاں فلاں وزیر اور سرداری کو

جلاوطن کر دیا جائے۔ سلیمان نے اون کو منہہ مانگی رقم دیے جانیکا حکم دیکر دو سرغنہ باغیوں کو جو سلیبا اور جدیدہ کی گورنریوں پر مامور کر دیا۔ سلطان کی اس نرمی سے فوج اور دلیر ہو گئی۔ اودہر چند وزرا نے اوس کے مطالبات کی مخالفت کی۔ اس پر خوفناک فساد شروع ہو گیا۔ سپاہیوں اور ینگیچریوں نے اپنے آغاؤں کو قتل کر کے تمام وزرا کے محلوں کو لوٹ لیا۔ اور پہر خود وزیر اعظم کے محل پر حملہ کر دیا۔ شہر کے تمام بدمعاش جن میں بلا تمیز مذہب یہودی عیسائی مسلمان سب شامل تہے مفسدوں کے ساتہہ شامل ہو گئے ہوئے تہے۔ سیاوش پاشا نے کمال دلاوری سے مقابلہ کیا مگر دوسرے دن باغی محل کے پہاٹک کو توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔ اور جو ملا اوسے تہ تیغ کر دیا۔ سیاوش پاشا اپنے معدودے چند باقیماندہ ملازموں کو ہمراہ لیکر حرم سرا کے دروازہ پر کہڑا ہو گیا۔ مگر کشتوں نے مذہب شریعت اور ناموس قومی و شخصی سب کی پابندیوں کو بالائے طاق رکھ کر حرم سرا یعنی اوس حصہ پر جو عورتوں کی رہائش کیلئے مخصوص تہا حملہ کر دیا۔ مالک مکان نے آخری دم تک مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور سوا شقیا کو تلوار کی گہاٹ اتارنیکے بعد جام شہادت نوش کر کے حرم کی دہلیز پر بیجان گر گیا۔ راستہ صاف ہوتے ہی بدبخت بے تحاشا حرم میں گہس گئے۔ اور ایسی حرکات قبیح کے مرتکب ہوئے کہ الامان۔ مقتول کی ہمشیر اور اسکی بیوی کی جو محمد کوپرلی کی لڑکی تہی سخت بیحرمتی کرنیکے بعد اونکے ہاتہہ پاؤں۔ اور ناک کان کاٹ دیے گئے اور پہر انہیں برہنہ تن بازاروں میں گہسیٹا گیا۔ کنیزکوں کے ساتہہ بہی یہی سلوک کیا گیا۔

ان سفاکیوں کو دیکھ کر باشندوں کے رونگٹے کہڑے ہو گئے۔ اون کا غیظ و غضب مشتعل ہو گیا اور فوراً ہی ہر ایک کو یہہ خیال آ گیا۔ کہ اگر ان بدذاتوں کو اسی طرح شتر بے مہار رہنے دیا تو کل ہمارا بہی یہی حال ہوگا۔ اودہر باغیوں نے دیگر محلات اور بازاروں و دکانوں کو لوٹنا شروع کر دیا جس سے اون کے اس خیال کو اور مضبوط کر دیا۔ جامع سلیمان اعظم کے بڑے امام اور دیگر علماء نے کمر ہمت چست باندہ لی۔ اون کے وعظ و نصیحت سے ایک طرف تو نیک نہاد باشندے ان خرابیوں کے دفعیہ پر تیار ہو گئے اور دوسری طرف اکثر ینگیچری جو شہر کے بدترین شہدوں اور بدمعاشوں کی دیکہا دیکہی اور محض عارضی جوش سے مغلوب النفس ہو کر باغیوں کے ساتہہ شریک ہو گئے تہے فی الفور اپنی حرکات سے نادم ہو گئے۔ حضرت سرور کائنات کا علم سلطانی محل کے درمیانی پہاٹک پر نصب کیا گیا۔ اور مسلمان جوق درجوق آپنے رسول کے نائب اور خلیفہ کے ارشاد کی تعمیل میں اوس مقدس نشان کے گرد جمع ہونے لگ گئے۔ سرغنہ باغی اور قاتل گرفتار ہو کر قتل کر دیے گئے۔ باقی فوج بارکوں میں بند کر دی گئی۔ مفتی اعظم اور بعض دیگر بڑے علما جنہوں نے باغی ینگیچریوں کی طرفداری کا میلان ظاہر کیا تہا۔ برطرف کر دیے گئے اور اونکی جگہ سلامت رو اور معتدل مزاج آدمی مقرر کیے گئے۔ اس طرح دارالخلافہ میں فروری ۱۶۸۸ء میں کسی قدر امن قائم ہو گیا۔ مگر اوسکی قطعی تکمیل نہ ہوئی۔ سرکشی اور شورہ پشتی کے پہر پہوٹ پڑنے کا دیر تک اندیشہ رہا۔

صوبجات میں بدانتظامی اور بدنسقی موجود تھی۔ آخر کار رفتہ رفتہ ان خرابیوں کا انتظام کر کے سلطان نے جون ۱۶۸۸ء کے آخیر میں جرار فوج تیار کر لی۔ اور اوسے سرحد ہنگریا پر بھیجدیا گیا۔ اہالی آسٹریا اور اونکے رفقا نے سلطنت عثمانیہ کی ان اندرونی خرابیوں سے خوب سیر ہو کر فایدہ اٹھایا۔ صدر اعظم کا عہدہ سیاوش کے بعد معمر اسمعیل پاشا کی تحویل میں کر دیا گیا تھا۔ اوس بیچارہ سے بھی کچھہ نہ ہو سکا۔ دشمن سب طرف سے کامیابی پر کامیابی حاصل کرتے چلے آتے تھے۔ آسٹرین فوج اب زمانہ کے تین قابل ترین جنگی ماہروں کے زیر کمان تھی۔ یعنی نامور جنرل چارلس حاکم لورین۔ لوئیس والی بیڈن اور شاہزادہ یوجین تھے۔ ترکی فوج لائق سپہ سالار کی عدم موجودگی کے علاوہ باہمی نااتفاقی اور شکستہ دلی کا شکار ہو رہی تھی۔ ۱۳ ستمبر ۱۶۸۷ء کو ہنگری کے مشہور قصبہ البا نے جو سو سال سے مسلمانوں کے زیر فرمان رہا تھا۔ آسٹریا کی اطاعت قبول کر لی۔ ۱۶۸۸ء کے محاربہ کا نتیجہ سال ماقبل سے بھی بدتر رہا۔ اس کے بعد مقامات لپّا اور مین کاکس بھی جنکو بچانے کیلئے ترکی کی جوشی فوج نے مردانہ مقابلہ کیا آسٹرین جنرل کرفا نے فتح کر لئے۔ یہہ دونوں شہر بھی ہنگری میں واقع ہیں۔ بوسنیا کا سرحدی قصبہ گرادسکا بیڈن کے شاہزادہ لوئیس کے قبضہ میں آ گیا۔ وہاں کی ترکی فوج غنیم کے آنے سے پہلی ہی اوسے خالی کر کے بھاگ گئی۔ مقامات ایلوک اور پیٹر وارڈن کی ترکی فوجوں نے بھی یہی کیا۔ اور قلعہ شاہ وسن برگ کا آسٹرین فوج نے محاصرہ کر لیا جس سے بلغراد کا رستہ مخالف کیلئے بالکل کشادہ ہو گیا۔ اس مقام کی حفاظت پر یگن عثمان نام ایک جنرل کو مقرر کیا گیا۔ مگر جونہی آسٹرین فوج آگے بڑہی وہ بزدلی یا غداری سے شہر کو آگ لگا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اوسکی فراری کے بعد آسٹرین فوراً ہی پہنچ گئے جنہوں نے آگ کو بجہا کر بلغراد کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ وہاں کی ترکی فوج نے کمال دلاوری سے مقابلہ کیا۔ مگر آخر کار بیرونی کمک سے ناامید اور کئی دن کی مسلسل گولہ باری سے عاجز آ کر اوسے مجبوراً ۲۰ اگست اور بقول بعض ۱۸ اگست ۱۶۸۸ء کو دشمن کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔ شاہ وسن برگ کو اہالی آسٹرین نے بتاریخ ۱۷ ستمبر لڑ کر کے نیوک سنگین فتح کر لیا۔ اور ان فتوحات سے بعد جب عیسائی اور آگے بڑھے تو یگن عثمان مقام سمندریا کو بھی آگ لگا کر بھاگ گیا۔ ڈلمیشیا میں وینشی جنرل کورنارو نے مقام نِن کو لے لیا۔ ادہر بوسنیا میں شاہزادہ لوئیس نے ایک ترکی جیش کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ الغرض آسٹرین اور وینشی سپہ سالاروں نے جو صوبجات ٹرینسلوینیا۔ بوسنیا ہنگری اور ڈلمیشیا کے مختلف حصص اور اطراف و جوانب میں یکے بعد دیگرے تقریباً تمام شہر ترکوں سے چھین لئے۔ ۱۶۸۹ء کے محاربہ میں بھی ترکوں پر اسی طرح تباہی و ادبار چلتی رہی۔ آخر کار سلطان نے بذات خود فوج کی کمان کا ارادہ کر کے دار الخلافہ سے قدم باہر نکالا۔ اور صوفیا تک بڑہا چلا گیا۔ ترکی عساکر کا ایک حصہ بطور ہراول قصبہ نِسا میں مقیم تھا۔ شاہزادہ لوئیس نے حملہ کر کے اس فوج کو ہزیمت فاش دی۔ جسمیں

ترکوں نے نِشا کو خالی کر دیا۔ اور آسٹرین اوس پر قابض ہوگئے جب اس ہزیمت کی خبر ترکی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں پہونچی تو سلطان گھبرا کر کوہ بلقان کو عبور کر کے بقصد فلیپ پولی کو ہٹ گیا۔ قیصر کی افواج نے نِشا کے بعد ودین۔ فلورنٹین اور فتح اسلام کو فتح کر لیا حتی کہ ۱۶۸۹ء کے ختم ہونے سے پہلے اون وسیع فراخ صوبوں میں جو دریائے ڈینیوب کے شمال میں ترکوں کے ماتحت تھے صرف دو مقام تیمیسوار۔ اور واراڈین کلاں اون کے تصرف میں رہ گئے۔ اور دریائے مذکور کے جنوب میں بھی بوسنیا اور سرویا کے بہتر حصہ میں قیصر آسٹریا کا قبضہ ہو گیا۔

سلطان نے ان ہزیمتوں سے تنگ آ کر اب پہلی مرتبہ مصالحت کیلئے ذوالفقار آفندی اور یونانی اور وکوڈاٹو کو قیصر آسٹریا کے پاس بھیجا۔ اور دس ماہ تک نامہ و پیام ہوتا رہا۔ مگر پولینڈ، آسٹریا۔ اور روس نے ایسی کڑی شرطیں پیش کیں جو کبھی تسلیم نہیں کی جا سکتی تھیں۔ قیصر فتح سے سرمست کی خواب دیکھ رہا تھا۔ اور ترکی کو بالکل معدوم کر دینا اوسکو نہایت سہل نظر آ رہا تھا۔ ادھر لوئیس چہاردہم نے جس نے اعلان جنگ کر کے سلطان کو لڑائی کرتے رہنے کے لئے کہلا بھیجا چنانچہ لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ مگر سلطنت کے یورپین حصہ کو جنوبی علاقہ میں بھی لڑائی کا پانسہ زیادہ تر سلطان سلیمان کے مخالف پڑتا رہا۔ وینشی جنرل ہوآستی نے جسکی تعریف پہلے کیجا چکی ہے صوبہ سرویا کو تمام و کمال فتح کر کے اوسے چار ضلعوں میں تقسیم کر دیا اور ان پر وینشی حکومت قائم کر دی۔ البتہ نیگرو پانٹ اور سالونیکا کے مقابل اوسے ترکی فوج سے شکست کھا کر جنرل مرام پیچھے ہٹنا پڑا نیگرو پانٹ کے محاصرہ میں اونکی فوج کا تہائی حصہ ضائع ہوا۔ ان شکستوں کے علاوہ ترکوں کی خوش قسمتی سے وینشی افواج میں وبا پھیل گئی جس سے نہ صرف اونکی پیش قدمی ہی رک گئی۔ بلکہ اون کا دوسرا نامور جنرل کونٹ کونگز مارک بھی اوسکا شکار ہو گیا۔ مگر اوس ترکی فوج میں جو اوس نواح میں مامور تھی اس قدر ہمت اور طاقت نہ تھی کہ وہ اعداء کے ان نقصانات اور ناکامیوں سے فایدہ اوٹھا کر دافعانہ پہلو سے جارحانہ کارروائی پر آمادہ ہو سکے۔

روس پر غلبہ

اس تاریک مطلع میں جو اوس وقت ترکی پر چھایا ہوا تھا صرف ایک طرف کچھ روشنی کی جھلک نظر آ رہی تھی یعنی پولینڈ اور روسیوں کے مقابلہ پر ترکوں اور اونکے رفقا تاتاریوں کو یہی نہیں کہ ہزیمتیں نہ اوٹھانی پڑیں بلکہ کسی قدر چیرہ دستی بھی نصیب ہوئی عظمت غوری خاں کریمیا اپنے ملک سے تاتاریوں کی جرار فوج لیکر پولینڈ پر حملہ آور ہوا۔ اور ۱۶۸۸ء میں اوسکو ایک حصہ کو پامال کر ڈالا۔ کامنی نیاک کی تاتاری فوج کو کہ جا پہونچا تھی اور دریائے پرتھ کے کناروں پر پولوں کو سخت شکست دی۔ روسی جنرل گالت زن نے کریمیا پر حملہ کرنیکی کوشش کی۔ اور روسی تاتاری فوج کے چند صوبے چھوڑ بیٹھے اور کچھ فتوحات بھی نصیب ہوئیں۔ مگر جب ۱۶۸۹ء کے موسم خزاں میں وہ خاکنائے پریکاپ کی

طرف بڑھا تو اوسے معلوم ہوا کہ تاتاری فوج واپسی کے وقت میدانوں کے خشک گھاس کو آگ سے جلا کر اونہیں بالکل صاف چٹیل میدان بنا گئی ہے جس سے جنرل نادر کو مجبوراً واپس لوٹ جانا پڑا۔ ۱۷۸۹ء میں روسی فوج نے جب پھر پیشقدمی کی تو عثمانیہ فوج نے جو اب کریمیا کی حفاظت کیلئے وہاں متعین تھی اوسے کامل ہزیمت دیکر منتشر کر دیا مگر ان فتوحات کی کمزوریوں سے وہ شکست [illegible] جو ہنگری اور [illegible] پیش کیں اٹھانے سے ترکی پر چھا رہی تھی ہرگز دور نہیں ہو سکتی تھی۔ نہ یہ کہ [illegible] اون نقصانات کی تلافی کر سکتی تھیں۔ اس بات کو ابھی بہت [illegible] سال نہیں ہوئے تھے کہ ترکوں کی عالیشان فوج قرہ مصطفی کے زیر کمان کسی شخص تین ساعت میں وی آنا کو غارت اور آسٹریا کو صفحہ ہستی سے معدوم کرنے کا بیڑا اٹھا کر شمال مغربی سرحد سے جو اوس وقت دور دراز مسافت میں پھیلی ہوئی تھی آگے بڑھی تھی۔ [illegible] معاہدہ [illegible] نہیں ہوا ہی عرصہ ہوا کمال [illegible] سمجھا جاتا تھا اور [illegible] کیا گیا تھا خاندان عثمان کی [illegible] سلطنت [illegible] سلسلہ کوہ بلقان کو عبور کر آئیں گے۔ اور اس ترکی کا [illegible] الدین [illegible] کے تا [illegible] مشرقی کنارہ آب ہوا تھا اب بحیرۂ روم پر نام و نشان نہیں رہ گیا تھا۔ [illegible] کی موجودگی یا عدم موجودگی سے قوموں کی قسمت پر جو اثر پڑتا ہے۔ اوسکی وضاحت جیسی اس [illegible] محاربوں میں ہوئی ہے عیسائیوں کی طرف سوائے اسکی یوجین۔ لوئس۔ چارلس [illegible] لڑنے نہیں بلکہ اوس کے مالک تھے۔ مگر ترکوں کی طرف ایک بھی ممتاز شخص فوج کی سپہ سالاری یا مجلس شوریٰ میں شریک تھا لیکن ترکی قوم بہادر اور عقلمند لوگوں سے خالی نہیں ہو گئی تھی۔ اوس میں ابھی [illegible] اشخاص موجود تھے۔ اور آخر مصیبتوں کے تواتر سے قوم کو ہوش آگیا اور [illegible] سمجھا کہ واقعی قابل اور لائق شخصوں کیلئے اعلیٰ مدارج کا راستہ صاف ہو گیا۔

مصطفیٰ کوپرلی

وزیر اسمعیل تین مہینوں کے بعد برطرف ہوکر اوسکی جگہ تکفور مصطفیٰ سابق روڈوسٹو وزیر اعظم بنایا گیا تھا۔ مگر وہ بھی ناقابل ثابت ہوا۔ نومبر ۱۶۸۹ء میں سلیمان نے اڈریانوپل میں دیوان کا غیر معمولی اجلاس منعقد کرکے اپنے مشیروں سے صلاح پوچھی کہ سلطنت کا انتظام کس شخص کے سپرد کیا جائے۔ اوس خطرۂ عظیم کے وقت خود غرضی، رشک، حسد اور سازش کا کسی کو خیال نہیں رہ گیا ہوا تھا سب نے یکزبان ہوکر عرض کیا۔ احمد کوپرلی کے بھائی مصطفیٰ کوپرلی کو دارالخلافہ سے بلا کر وزارت عظمیٰ کی خاتم نگین اوسکے سپرد کی جائے۔

کوپرلی زادہ نے جب وزارت کا اہتمام لیا اوس وقت اوسکی عمر باون سال کی تھی۔ اپنے باپ اور بھائی

محمد و احمد کوپرلی کے اپنے وزارت میں اوس نے فن تدبیر و سیاست میں کمال ملکہ حاصل کر لیا ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۶۷۶ء میں احمد کوپرلی کی وفات پا جانے پر ہر ایک کو امید اور توقع تھی کہ سلطان محمد چہارم اسی کو وزیر بنائیگا مگر عثمانیہ قوم کی بدقسمتی سے سلطان نے قوم و سلطنت کے مفاد پر خویش پروری کو غالب آ جانے دیا اور اپنے داماد قرہ مصطفیٰ کو اس عہدہ پر مامور کر دیا۔ اور قوم کو بھی کوپرلی خاندان کی طرف توجہ ہوئی آخر جب تیرہ برس کی مسلسل نسبتی اور تباہیوں نے سلطنت کا تقریباً کام تمام کر دیا تو اوس وقت پھر اس نامور خاندان کی طرف رجوع کیا گیا اور اوسکے تیسرے رکن کو اوسکے باپ اور بھائی کے عہدہ یعنی سپہ سالاری افواج سلطنت عثمانیہ اور مجلس شوریٰ کی صدارت پر مقرر کیا گیا۔

مصطفیٰ کے اوصاف اور اوسکی تدابیر حسنہ

مصطفیٰ شریعت غرا محمدیہ کا سخت پابند اور عیاشی و بدچلنی کا جانی دشمن تھا۔ اوس کے یہ اوصاف کل ملک میں مشہور تھے۔ اس شہرت اور نیک نامی نے اوسکے اقتدار کے بڑھانے میں بڑی مدد دی عہدہ کا اہتمام لینے پر سلطان کی قدمبوسی کر چکنے کے بعد اوس نے سلطنت کے تمام اعلیٰ عہدہ داروں کو دیوان میں طلب کیا اور ملک کی ابتر حالت پر اون سب کو طویل تقریر میں سخت ملامت کی۔ اوس نے اون کو بڑی سختی کے ساتھ وہ فرائض جو بحیثیت مسلمان اون پر عاید تھے اور نیز اون کے گناہ اور بداعمالیاں یاد دلا کر کہا کہ "خداوند کریم کی طرف سے تم کو جو سزا مل رہی ہے تم بیشک اسی کے مستحق ہو" بعد ازاں اوس خطرہ عظیم کی جس میں سلطنت مبتلا ہو رہی تھی وضاحت کر کے بیان کیا کہ "اگر ہم اسی طرح کاربند ہوتے رہے تو دوسرے محاربہ میں اعدا قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے پہونچ جائیں گے۔ لیکن اگر اب بھی تم سچے مسلمانوں کی طرح عمل کرو تو کچھ نہیں بگڑا۔ دشمن کو چوطرفہ تم کو تنغ نہیں گھیرے ہوئے ہیں مگر ملک کی حفاظت کیلئے کمر ہمت چست باندھ لو اور دلوں کو مضبوط کرو۔ خداوند سبحانہ و تعالیٰ اپنا فضل و کرم کریگا"۔ سلطنت کی حالت جیسا کہ ناظرین کو حالات مندرجہ بالا سے معلوم ہو گیا ہوگا فی الواقع سخت ابتر ہو رہی تھی۔ اور ان مجتمع مسیحی افواج کے مقابلہ پر ابھالی کے پاس صرف اوسان خطا کردہ اور ہزیمت خوردہ فوج موجود تھی۔ عالی ہمت وزیر نے عام اصلاح کا اہم کام شروع کر دیا اور اپنی نیک نیتی اور خلوص کی بدولت اون جملہ وسایل کو کام میں لانے کی بغیر جو اوس کے مرحوم باپ نے اسی غرض کیلئے استعمال کئے تھے تھوڑے سے عرصہ میں اپنے مدعا میں کامیاب ہو گیا۔

اعیان و ارکان سلطنت کو نصیحت کر چکنے کے بعد سب سے اول اوس نے مالی درستی کی طرف توجہ کی۔ تاکہ خزانہ کو معمور کر کے فوج کو مطیع فرمان بنا اور لوازمات حرب بہم پہونچا سکے۔ مگر اسکے ساتھ ہی اوس نے یہ بھی پختہ عزم کر لیا تھا کہ ناجائز طور پر ایک کوڑی بھی خزانہ میں داخل نہیں کریگا۔ مالی صیغہ میں سلطنت کے دیگر

شعبوں سے کچھ کم ابتری نہیں تھی یہی حالت امن وزرا اور درباری خزانہ کو کمال ابتدائی
اور بے رحمی سے اٹھا دیا کرتے تھے یا رشوتیں لیکر ادنیٰ منظوران نظر کو خراج معاف کر دیتے تھے۔ اور اسکی کسر
نکالنے کے لئے دوسروں پر اندازہ سے زیادہ محصول لگا دیتے۔ اور جب کوئی جنگ شروع ہوجاتا تو دفتردار
اور محصل جبر ستم اور ہر طرح کے حیلوں بہانوں سے رعیت کو لوٹ کھسوٹ کر خزانہ بھرنے کی کوشش
کرتے جس سے رعایا کے آہ و نالے ان جفاکاروں کو اون کے مکافات کا عوض دلانے کیلئے آسمان تک بلند
ہوجاتے۔ وزیر نے ان خرابیوں کا تدارک مقدم سمجھا۔ اوس نے اون تمام محالوں پر جنہیں اوس سے پہلے وزرا
اور صوبوں کے گورنروں بلکہ معمولی محصلوں اور کارداروں نے باختیار خود مالگذاری سے مستثنیٰ کر دیا تھا پھر
محصول لگا دیا۔ کئی ایسے محصول جو معزول وزیر اعظم نے رائج کئے تھے اور جن سے آمدنی تو خاک نہ ہوتی مگر رعیت
کو تکالیف بہت پہونچتی یک قلم موقوف کر دئیے لیکن ساتھ ہی اوس نے اون عہدہ داروں سے جو سرکاری پیسہ
تغلب کرکے اور رعیت کا خون چوس چوس کر موٹے ہوگئے تھے بھاری جرمانے وصول کئے۔ اور سب سے بڑھکر
جوانمردی کا یہہ کام کیا کہ مساجد اور خانقاہوں کیلئے جو جائدادیں یا نقد رقمیں وقف تھیں نقدی خزانہ میں داخل
کرکے املاک کی آمدنی کو سرکاری آمدنی کا جزو قرار دیدیا۔ مفتی نے اس کارروائی کو غصب اور شریعت کی
بیحرمتی تصور کرکے اوس پر اعتراض کیا تو وزیر نے جواب دیا کہ جو دولت مذہبی کاموں کیلئے وقف ہوا اوسکے
لئے مذہبی لڑائیوں سے بڑھکر موزوں اور کوئی مصرف نہیں۔ اوسکو انہی پر خرچ کرنا لازم ہے۔ مسلمانوں کی
اغراض و بہبود متقاضی ہیں کہ دشمنوں اور لٹیروں (یعنی کاہل و اپاہج مجاوروں اور متولیوں) کو موٹا کرنے کی
بجائے اوس کو اون لوگوں پر خرچ کیا جائے جو متبرک مقامات کے واقعی محافظ ہیں یعنی فوج پر خرچ کیا جائے۔
کاش کہ اسلامی حکومتوں میں وہاں کے اولیاء امور کو اور دیگر ممالک میں وہاں کے علماء اور مقتدر مسلمانوں کو
خداوند کریم اب پھر اوس جوانمرد کی تقلید کرنیکی توفیق عطا کرے۔ اگر ایسا ہوجائے تو ابھی کروڑوں روپیہ کا سرمایہ قومی
ضرورتوں کے لئے بہم پہونچ جاتا ہے۔ اوس نے سلطانی محل کے تمام زاید طلائی و نقرئی ظروف جنگی خزانہ کی
مصرف کیلئے ٹکسال میں بھجوا دئیے تاکہ دوسرے عہدہ داروں اور امراء دولت کے لئے نیک مثال قایم ہو اور وہ
بھی قومی کام میں اسی طرح امداد کریں۔ اوس نے اپنے تمام نقرئی برتن دارالضرب کے حوالہ کر دئیے۔ اور اون کے
عوض آئندہ مٹی کے برتنوں کا استعمال شروع کر دیا۔ ان تدابیر سے جنگی اخراجات اور فوج کی مشاہرہ کے لئے
کافی روپیہ بہم پہونچا کر اوس نے اب شکستہ دلوں کے حوصلے بڑھانے کی کوشش کی یہہ کوشش بھی اپنی نوعیت
میں سابقہ کوششوں سے بالکل مختلف تھی۔ فوج کی فراہمی کے لئے کوئی سختی یا جبر نہ کیا گیا بلکہ صرف ایک فرمان
صادر کرنے پر قناعت کی گئی جسکا ترجمہ ذیل میں دیدیا جاتا ہے۔

"جلالت مآب بادشاہ سلامت نے ازراہِ نوازش خسروانہ مجھکو وزارت کا منصب جلیلہ عطا فرمایا ہے اور میں نے سمجھکر ارادہ کر لیا ہے کہ اہالی چمن کے مقابلہ پر جو فوج بہیجی جائیگی اوسکی کمان اپنے سوا اور کسی کی تحویل میں نہیں دونگا۔ میں اس فرمان کے ذریعے سے سب کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ میں فوج مذکور میں کسی ایسے سپاہی کو ہرگز نہ لونگا۔ جو بجبر بھرتی کیا گیا ہو مجھے فقط ایسے آدمی درکار ہیں جو برضا و رغبت خلوص نیت اور سچے دل سے خدمت کرنیکے مشتاق ہوں خدا کے نزدیک صرف خلوص نیت ہی مقبول ہے۔ اور اوسکا درجہ افعال سے کئی گنے زیادہ ہے۔ البتہ میں مسلمانوں کو خدا اور اوس کے رسول کے اون احکام کے وجوب کی طرف توجہ دلا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو یہ حکم دیتے ہیں کہ جب شریعت محمدیہ کی حفاظت اور کفار کی بیخکنی کے لئے تلوار اٹھائی گئی ہو تو غزا و شہادت سے ہرگز پہلو تہی نہ کرنا چاہئے اور فتح سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔ پس ضرور ہے کہ ہر ایسا مسلمان جو ان احکام کو صدق دل سے واجب التعمیل سمجھتا ہو۔ بشرطیکہ وہ اپنے مذہب کیلئے ہر طرح کی مصیبت اٹھانے پر تیار ہو گھر سے نکلکر فوج میں بھرتی ہو جائیگا۔ برعکس اسکے وہ شخص جسکو ان احکام میں شبہ ہو۔ یا جو شہادت سے ڈرتا ہو۔ بلکہ وہ لوگ بھی جنکو ایسے ضروری معاملات درپیش ہوں جنکی وجہ سے وہ خدا کے نزدیک معذور سمجھے جا سکتے ہوں انکو میں صلائے عام دیتا ہوں کہ وہ بیشک اپنے گھر میں بیٹھا رہے۔ اوس سے کوئی تعرض نہیں کریگا۔ اگر وہ گھر میں با امن و امان رہکر افواج سلطانیہ کی فتح و نصرت کیلئے دعا کرتا رہیگا۔ تو خداوند کریم اس حال میں بھی اوس سے خوشنود رہیگا۔ خواہ وہ شخص سپاہی پیشہ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی نہیں کہ اوسے طلب نہیں کیا جائیگا اور نہ اوسے سزا دیجائیگی۔ بلکہ نوازش سلطانی اوس کے حال پر بدستور مبذول رہیگی اور اوس کو اوسی طرح تنخواہ ملتی رہیگی کہ گویا وہ فوج میں شامل ہے۔"

اس فرمان کا وہی نتیجہ ہوا جسکی وزیر کو توقع تھی۔ اوس نے کل سلطنت اور بالخصوص ایشیائی علاقہ کی سپاہیو اور مسلمانوں کے جوش تازہ کر دیئے۔ مسلمانوں کو اونکی حمیت اور ناموس کا ہی نہیں بلکہ مذہب کا بھی واسطہ دلایا گیا تھا پھر ایسی صورت میں کون شخص ہمعصروں کی نگاہ میں بزدل یا کافر بنیا گوارا کر سکتا تھا علاوہ بریں ترکوں کو اپنے وزیر کے تقدس اور قابلیت پر بھی پورا اعتماد تھا۔ نئے رنگروٹ ہر طرف سے جوق درجوق آکر اوس فوج میں جو دارالخلافہ کے قریب جمع کیجا رہی تھی داخل ہو گئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں کوپرلی کے پاس اس قدر فوج جمع ہو گئی کہ اوس کے قبل لشکر زنجیر و توپخانہ اور دھمکیوں سے اوس سے آدہی بھی کبہی جمع نہ کر سکے تھے۔ نوجوانوں کی پر جوشی کا سبب یہہ عالم تھا تو اون آزمودہ کار جانبازوں سے جو سالہا سال ورا تک تلوار سے اسلام کی خدمت کرنیکے بعد پنشن لیکر گھروں کو چلے گئے تھے کب صبر ہو سکتا تھا۔ وہ بہترین منتظمین کی حمایت کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور مدبر وزیر نے اون کو تازہ رنگروٹوں کی پلٹنوں میں حسب ضرورت تقسیم کر دیا۔ عدالتوں کی حالت بھی ہر جگہ ناگفتہ بہ تھی۔ سو میں سے ایک حاکم بمشکل ایسا تھا جو رشوت کا عادی نہ ہو۔ اور اکثر جگہ جھوٹی گواہی کی ایک طرح سے خود حکام کی طرف سے

عام اجازت ملی ہوئی تھی۔ کوپرلی زادہ نے ایسی بد طینت عہدہ داروں کو موقوف کر کے لائق و متدین اشخاص کو مقرر کر دیا۔ اور ہر جگہ ادنیٰ اعلیٰ سب کے برخلاف قانون کا نفاذ یکساں ہونا شروع ہو گیا۔ اس تغیر و تبدل کے ساتھ ہی اوس نے اہم ترین صوبوں پر ایسے گورنر مقرر کئے جن پر اوس کو کلی اعتماد تھا۔ بحری طاقت کی درستی کیلئے بھی قابل آدمیوں اور مناسب تدابیر سے کام لیا گیا۔ میر لی زادہ ابراہیم جس نے نیگرو پانٹ میں مردانہ مقابلہ کر کے اہالی وینس کو پسپا کیا تھا۔ بحیرہ روم کے ترکی بیڑہ کا سپہ سالار بنایا گیا۔ اور ایک اور بہادر و لائق شخص مسمّی [illegible] کو دریائے ڈینیوب پر چھوٹے جہازوں کا بیڑہ تیار کر کے اوس سے کام لینے پر مامور کیا گیا۔

عیسائی رعایا سے نیک سلوک

بقول سر ایڈورڈ کریسی کوپرلی زادہ مصطفیٰ کی سب سے بڑی قابلیت یہ تھی کہ اوس نے معلوم کر لیا کہ باب عالی کو اپنی تقویت کیلئے عیسائی رعایا کے دلوں کو نرمی اور محبت سے مسخر کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ گو وہ ایسا پکا مسلمان اور اپنے مذہب کے احکام کی ایسی پابندی کرتا تھا کہ معاصرین اوسے ولی سمجھتے تھے۔ اور ولیوں ایسا اوسکا ادب و احترام کرتے تھے۔ تاہم تعصب کا اوس میں شائبہ تک نہیں تھا۔ اور وہ اس امر کو اچھی طرح سے سمجھتا تھا کہ عیسائی رعایا پر ظلم کرنے سے سلطنت جلد برباد ہو جائیگی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ مسیحی حملہ آور جب صوبہ میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں کے عیسائی اونکی امداد پر کمربستہ اور اونکی فوجوں میں بطور مجاہد شامل ہو جاتے ہیں۔ عیسائی البانوی وینس کی فوج میں داخل ہو رہے ہیں سرویا آسٹرین فوج کے ممد و معاون ہو کر بغاوت کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور کہ یونان میں موروسینی کی فاتحانہ پیشقدمی کا زیادہ تر باعث وہاں کے کوہستانی قبائل اور دیہاتی میونسپلٹیوں کی اطاعت اور عیسائی مجاہدین کی مساعدت ہے جو انہوں نے ترکی قلعوں کے محاصرات میں اوسکی کی تھی۔ کوپرلی زادہ درست تشخیص پر ہی قناعت کئے نہ بیٹھا رہا۔ اوس نے ان خرابیوں کے باعث کو جو اوسے فی الفور معلوم ہو گئی تھی دور کرنیکے لئے عملی کارروائی کرنے میں بھی کچھ تامل نہ کیا۔ اوس نے وزارت کا اہتمام لیتے ہی تمام پاشاؤں کے نام نہایت واضح اور سخت تاکیدی احکام جاری کر دیئے کہ کوئی ترکی افسر نہ خود عیسائی رعایا پر جبر و ستم کرے اور نہ ہونے دے۔ جب فوج عیسائی رعایا کی دیہات سے گذرے تو رسد وغیرہ کی اسی وقت بازاری نرخ کے مطابق نقد قیمت ادا کر دی جائے اور اس صورت میں بھی خلاف مرضی کبھی کوئی چیز نہ لیجائے۔ اور جزیہ[1] کے سوائے

---

[1] ترک جزیہ کو خراج کہتے ہیں۔ اس حقیقت کو محصول کے مقابلہ میں جو مخالفین نے اسلام پر طعن کرنے کے لئے بزور دست آلہ بنا رکھا تھا جو خاص ٹیکس اور نیز خدمات ادا کرنی پڑتی ہیں ان کا اس کتاب کی پہلی جلد میں مفصل ذکر ہو چکا ہے اور مولانا شبلی بھی اس مضمون پر اپنے رسالہ جزیہ میں پوری تشریح و بسط سے بحث کر کے مخالفین کی اعتراض کو بیہودہ بلکہ احسان فراموشی کو واضح کر چکے ہیں۔ مولف

اون سے کوئی اور زاید محصول نہ لیا جائے جزیہ کی وصولی کے لئے اوسنے آمدنی کے لحاظ سے عیسائی رعایا کے تین درجے بنا کر متمول ترین یعنی اول درجہ کے عیسائیوں کے واسطے بارہ لیونائن یا چار ڈیوکٹ متوسط الحال جماعت کے افراد کے لئے دو ڈیوکٹ۔ اور ادنے درجہ والوں کے لئے ایک ڈیوکٹ سالانہ خراج مقرر کیا۔ اس آئین کا نام نظام جدید رکھا گیا۔

"ان انتظامات کے علاوہ کوبرلی نے دوراندیشی سے کام لیکر ایک عیسائی یونانی کو یونان کے صوبہ موریا کے علاقہ منیا کا گورنر بنا دینے کی بھی دلیری کر گذرا۔ اس شخص کا نام لائبری اس جیرات شاری تھا۔ اور وہ سات برس ترکی بیڑہ پر بحالت غلامی جہاز کھینے کا کام دے رہا تھا۔ اوسے اب ہائی دیگر وینشی حکام کے برخلاف جنہوں نے اپنی بیوقوفی اور مذہبی تعصب سے یونانیوں کو بہت کچھ برگشتہ خاطر کر دیا تھا۔ رعایا کو ترکوں کا طرفدار رہنا لئے کیلئے بھیجا گیا۔ وینشی رومن کیتھولک مذہب کے پابند تھے۔ اور یونانی کلیسا یونانی کے۔ وینیہ کی یہ مدبرانہ چال پوری کارگر ثابت ہوئی صوبجات پیلوپونی سس اور اٹیکا کے یونانیوں نے اہالی وینس کا ساتھ ترک کر دیا اور اہالی منیا نے خود بخود بابعالی کی اطاعت کو تسلیم کر لیا۔ وان ہیمر لکھتا ہے کہ کوبرلی زادہ مصطفی نے اس معاملہ میں خود کو بحیثیت مدبر فقط اپنے بڑے بھائی احمد سے جس نے قلعوں کی تعمیر اور جابجا فوجیوں کی تعیناتی سے موریا کے باشندوں کی اٹھتی ہوئی سرکشی کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ بلکہ وزیر راجد سے بھی افضل ثابت کیا۔ آخر الذکر کے پاس جب موریا کو والڈیویا اور ولیشیا کی طرح ریاست بنا کر وہاں کے کسی عیسائی کو گورنر مقرر کر دیئے جانیکی تجویز پیش کیگئی تھی تو انہوں نے اس کو بابعالی کے مزیل شان سمجھکر نامنظور کر دیا تھا۔"

اوسوقت کے حالات کو مدنظر رکھنے پر یقینًا ہر ایک صائب الرائے کوبرلی زادہ کی تدبیر کو درست تسلیم کر کے عیسائی مورخین کی رائے کی تائید کریگا۔ مگر ترکی مدارات کی پالیسی سے غیر مذہب و غیر جنس رعایا کے ہمیشہ مطیع فرمان رہنے کا بطلان خود مندرجہ بالا اقتباس کے ایک فقرہ سے ہو رہا ہے۔ ناظرین نے اوس میں ایک جگہ دیہاتی میونسپلٹیوں کا نام پڑھا ہو گا جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ گو عملی طور پر یورپ میں ترکی عمال نے کیسا ہی کیوں نہ ظلم و ستم کیا ہو۔ مگر اصولاً رعایا کو بہت بڑی آزادی حاصل تھی ہندوستان پر انگریز بہت کچھ شائستگی سے حکومت کر رہے ہیں۔ بلکہ اکثر حکمران افراد کا دعوی ہے کہ وہ صرف ہماری بہتری اور رہنمائی کے لئے اور محض ہمدردی کے تقاضا سے ہندوستان پر سلطنت کرنیکی تکلیف گوارا کر رہے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے لوکل سلف گورنمنٹ کو یہاں رائج ہوئے ابھی تیرہ برس بھی نہیں ہوئے اور دیہات تو کجا اکثر قصبات میں بھی ابھی تک میونسپلٹی کا وجود نہیں پایا جاتا۔ برخلاف اس کے ترکوں نے جو ملک لیا اوسی وقت وہاں کے باشندوں کو اندرونی معاملات اور مقامی انتظام میں پوری خود مختاری دیدی۔ لیکن اس نرمی کے باوجود

ان لوگوں کے دلوں سے کبھی کدورت نہ گئی۔ اور جب موقع ملا انہوں نے فاتح قوم سے پوری آزادی حاصل کرنے اور اوسے ایذا پہونچانے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اسی معاملہ کے متعلق ایک عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ کوپرلی زادہ کو مالڈیویا کی نظیر سے موریا کے عیسائی صوبہ پر ایک عیسائی کو عامل مقرر کرنے کا خیال سوجھا تھا۔ کیونکہ مالڈیویا میں ترکوں سے کبھی بغاوت نہیں ہوئی تھی۔ اس سے اوس نے نتیجہ نکال لیا کہ عیسائی رعایا کو مطیع رکھنے کے لئے مسلمان کی نسبت عیسائی گورنر زیادہ موزوں ہے۔ مگر میں اس استدلال کی صحت کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ والیشیا کے ساتھ بھی تو یہی رعایت مرعی تھی۔ وہاں کیوں ہر وقت فساد ہوتا رہا۔ اور بالآخر مالڈیویا بھی باوجودیکہ وہاں برابر عیسائی گورنر مامور ہوتے رہے ہے۔ آخر آج دوسرے ریجی صوبوں کی طرح ترکوں کی اطاعت سے کیوں مطلقاً آزاد اور ٹرکی کا ہم پلہ رقیب ہے۔ اسلام بیشک غیر مذہب رعایا سے مشفقانہ برتاؤ اور نیک سلوک کئے جانیکی سخت تاکید کرتا ہے۔ اور انسانیت کا تقاضا بھی یہی ہے مگر فاتح قوم کی حکومت کی قیام کیلیو اس امر کی احتیاط لازمی ہے کہ کہیں یہہ برتاؤ حد اعتدال سے زیادہ نرم نہ ہو جائے۔ تاریخ عالم کو غور سے دیکھا جائے تو ثابت ہو جائیگا کہ آخر کار یہی نرمی غالب اقوام کی بربادی کا باعث ہوتی رہی ہے۔ اس نرمی سے مفتوح قوم کا وجود ہی محفوظ نہیں رہتا۔ اوس میں نئی سکت وہمت اور اوس کے ساتھ پہر آزاد ہونے کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور مرور زمانہ سے بالعموم فاتحین میں عیاشی۔ کاہلی اور دیگر قباحات عدیدہ پیدا ہو گئی ہوتی ہیں جو سب مل ملاکر مالک کو غلام اور غلام کو آقا بنا دیتی ہیں۔ اس تقریر سے میری یہہ ہرگز مراد نہیں کہ مفتوح قوموں کو جس طرح کہ ہسپانیوں نے مسلمانان اندلس سے کیا تھا۔ یا اب ٹرکی کی سابق باجگذار اور تحت ریاستیں اپنی اپنی مسلمان رعایا سے کر رہی ہیں بالکل معدوم کر دیا جائے یا اون کو انسان نہ سمجھا جائے اور اون پر جور و تشدد روا رکھا جائے۔ ایسا کرنے سے ہسپانیہ مسلمانوں کی طرف سے تو بیشک بالکل بے فکر ہو گئی۔ مگر کیا اوس کے ہم جنس اور ہم مذہب باشندے کبھی دس سال بھی آپس میں امن و امان سے رہے ہیں۔ انسانی طبیعت میں محبت کے ساتھ ہی بغض و عداوت کی خاصیت بھی ودیعت کی گئی ہوئی ہے جو اوسے کبھی نچلا نہیں بیٹھنے دیتی۔ اگر غیر نہ موجود ہوں تو پہر آپس میں ہی سر پھٹول ہوتی رہتی ہے۔ اس کل بحث کا لب لباب یہہ ہے کہ غیر مذہب اور غیر جنس رعایا کو نہ اس قدر منہ لگاؤ کہ ہمسری کا خبط اوس کے دماغ میں پیدا ہو جاوے۔ اور پہر یہہ خبط فساد و بدامنی کا موجب ہو۔ اور نہ اوسے ایسا ذلیل و خوار بناؤ کہ وہ انسانی مرتبہ سے بھی نیچے گر جائے۔ یا تنگ آکر برسر مقابلہ ہو جائے۔ ایسی صورت میں غضب الٰہی کے دریا کا موجزن ہو جانا یقینی امر ہے اور وہ ضرور ظالموں کو تباہ کر دیگا۔ اور ساتھ ہی کبھی نشۂ حکومت و جہانبانی سے مست ہوکر اپنی طاقت کو مضبوط بلکہ ہر وقت تیار رکھنے سے غفلت نہ کیجائے اور مستعدی۔ دور اندیشی اور معدلت گستری اور خلق اللہ کی فلاح جوئی کو ہاتھ

سے نہ چھوڑا جائے۔ ورنہ غیر مذہب رعایا یا ہمسایہ حکمران اقوام تو درکنار خود اپنی ہی ہم مذہب اور ہم قوم رعایا خود سر ہو کر کل شیرازہ پراگندہ کر دیگی۔

کوپرلی زادہ کی بے تعصبی اور اخلاقی جرأت کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ وہ جس طریق و رواج کو نامنصفانہ یا مضر سمجھتا تھا خواہ وہ کیسا ہی قدیم کیوں نہ ہو اوسے فی الفور موقوف کر دیتا۔ ترکی مفتیوں اور علماء نے عرصہ دراز سے یہہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ عیسائی اون گرجوں کو تو بیشک قایم رکھ سکتے ہیں جن پر وہ قابض ہیں۔ مگر نئے گرجے نہیں بنا سکتے۔ نہ پرانوں کو وسیع کر سکتے ہیں۔ ایک دفعہ چند دہقانیوں نے اپنے گرجہ کی مرمت کی اجازت ملنے کے لئے درخواست کی۔ کوپرلی نے درخواست منظور کر کے اوس اہلکار کو جس کے متعلق یہہ کام تھا۔ اجازت نامہ تحریر کرنے کا حکم دیا جس نے حسب دستور قدیم سند میں یہہ لکھہ دیا کہ مرمت پرانی عمارت کی ہی لکڑی چونہ اور اینٹوں سے کیجائے۔ دستخط کرتے وقت جب کوپرلی کی نظر اس فقرہ پر پڑی تو وہ بے اختیار پکار اٹھا۔ "جن لوگوں نے یہہ شرط قایم کی تھی وہ بیوقوف تھے۔ اور وہ اون سے زیادہ احمق ہیں جو اسکی پیروی کرتے ہیں۔ یہہ لوگ اپنے گرجا کی مرمت کرنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ ایسا بوسیدہ ہو گیا ہے کہ مرمت ناممکن ہو گئی ہے۔ تو اون کو کیوں نئی عمارت کی اجازت دیجائے ہمیں صرف اس امر کی احتیاط کر لینی چاہئے کہ وہ یہہ عمارت مسلمانوں کے روپیہ سے نہیں بلکہ اپنے روپیہ سے تیار کرینگے جب تک یہہ لوگ خراج باقاعدہ ادا کرتے رہیں ہمیں اونکے ذاتی معاملوں سے کوئی سروکار نہیں ہو سکتا۔" اوس دن سے خواہ کہیں نئی گرجہ بنانے کی درخواست گذرتی وہ فی الفور منظوری دیدیتا۔ اس رعایت سے تھوڑے ہی عرصہ میں اون اضلاع میں جہاں پہلے مصیبت زدہ اور برگشتہ خاطر حریان نصیبوں کی قلیل التعداد جماعتیں منتشر طور پر رہائش پذیر تھیں بے شمار بارونق دیہات آباد ہو گئے۔

بے تعصبی کے فواید

ایک مرتبہ کوپرلی زادہ سربیا کے علاقہ میں سے گذرتا ہوا عیسائی رعایا کے ایک غیر آباد اور بیرونق سی بستی میں شب باش ہوا۔ وہاں نہ کوئی گرجہ تھا اور نہ کوئی پادری مصطفیٰ نے حکم دیا کہ اس جگہ گرجا تعمیر کیا جائے اور امامت کرنیکے لئے ایک پادری بلا یا جا کر یہاں متعین کر دیا جائے۔ اس لطف و کرم کے عوض میں جس سے غریب عیسائی دہقانی خوشی کے مارے کپڑوں میں پھولے نہ سماتے تھے۔ وزیر نے اون کو کہا کہ جب کبھی میں یہاں سے گذرا کروں ہر ایک خاندان ایک ایک مرغ سے میری تواضع کیا کرے۔ اوسوقت وہاں تین گھر آباد تھے۔ اوسی وقت اوس قدر مرغ حاضر کر دیئے گئے۔ دوسرے برس جو ملک کی بدقسمتی سے کوپرلی کی حیات کا آخری برس تھا۔ اوس کو اتفاق سے پھر اوسی موضع سے گذرنا پڑا۔ اس اثنا میں وہاں ۱۲۵ گھر آباد ہو گئے ہوئے تھے۔ اور

کل باشندے وزیر کی رعیت پروری سے خوش و خرم اور فارغ البال تھے۔ وزیر کی آمد کی خبر سنتے ہی بڑی خوشی سے کل خاندانوں کے بزرگ یونانی پادری کے پیچھے پیچھے ۱۲۵ مرغ لیکر وزیر کے استقبال کو راستہ پر کھڑے ہو گئے۔ کوپرلی نے اس جم غفیر کو دیکھ کر اپنے سٹاف کے ترک افسروں کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھو بے تعصبی کے پھل یہ ہیں۔ میں نے اس سے سلطان کی طاقت و قوت میں نمایاں اضافہ کر دیا ہے۔ اور ان لوگوں کی زبانوں نے اوسکی حکومت کے حق میں دعائیں کرائی ہیں جو پہلے لعنتیں اور تبرّے بھیجا کرتے تھے۔ سلطنت کی مسیحی رعایا کا یہ عام مقولہ تھا کہ کوپرلی نے قیصر جسٹینین سے جس کا اور جسکی [illegible] کا پہلے مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ زیادہ گرجے اور معابد تعمیر کرائے ہیں۔ مسٹر کریسی اس جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر وزرائے مابعد بھی عیسائی رعایا کے ساتھ کوپرلی کی پالیسی کے مطابق برتاؤ کرتے۔ تو سلطنت عثمانیہ کو آج صرف اپنی مسلمان رعایا کی ہی وفاداری اور شجاعت پر ہی بھروسہ کرنا پڑتا۔ بلکہ عیسائی بھی ویسے ہی اوس کے جان نثار خادم اور مددگار ہوتے۔ اور اوسکی اندرونی کمزوری کے اہم ترین باعث عرصہ مدید کے کافور ہو گئے ہوتے" صاحب موصوف کا قیاس ممکن ہے درست ہو۔ مگر صفحات تاریخ سے زیادہ تر مثالیں اسی امر کی ملتی ہیں کہ جب فاتح قوم تن آسانی۔ غفلت۔ جہالت اور مختلف قسم اسباب سے کمزور ہو جائے تو غیر مذہب غیر دین رعایا خواہ اوس کے ساتھ کیسا ہی عمدہ سلوک کیوں نہ ہوتا رہا ہو۔ مدد دینا تو کجا گرتے ہوئے کو خود بھی دو چار ٹھوکریں لگا دینے سے شاذ و نادر ہی محترز رہتی ہے۔ کریسی صاحب کے بیان سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ کوپرلی کے بعد ترکوں نے بلا سبب محض تعصب کی وجہ سے عیسائیوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک کرنا چھوڑ دیا۔ مگر ویسے ہی محقق اور مستند کئی دوسرے عیسائی مورخ اسکے برعکس تحریر کرتے ہیں کہ ترک ذاتی طور پر تو مسیحی رعایا سے ویسا ہی برتاؤ کے خواہشمند ہیں۔ مگر ×× [1] عیسائی سلطنتوں کی دراندازی اون کو اونکی منشا کے برخلاف مسیحی رعایا سے کبیدہ خاطر ہونے پر مجبور کرتی رہی ہے۔ ان مورخوں میں سے بعض کی تحریروں کا ترجمہ کسی مناسب موقع پر بجنسہ دیدیا جائے گا۔

عابد پرہیزگار اور صدق دل سے اپنے مذہب کا فدائی ہونے کے ساتھ ہی بے تعصبی کا اعلیٰ وصف رکھنے کے علاوہ کوپرلی علوم جدید علم سیاست مدن میں بھی اپنے زمانہ میں فرد بلکہ ایک طرح سے اوس کے اہم اصولوں کا واضع تھا۔ آزادی تجارت کے فواید یورپ کی مہذب ممالک کو اب انیسویں صدی میں آکر معلوم ہوئے ہیں۔ مگر اوس نے آدم سمتھ [2] سے بھی جس نے سب سے اول اپنی کتاب "دولت اقوام" کے ذریعہ سے

---

[1] دیکھو تاریخ جنگہائے روم و یونان [illegible] مصنفہ اولیور۔ جلد ا صفحہ ۲۶۹ مصنف۔
[2] سکاٹ لینڈ کا مشہور مدبر سنہ ۱۷۲۳ء میں پیدا اور سنہ ۱۷۹۰ء میں فوت ہوا۔ مذکرہ صدر کتاب اوس نے سنہ ۱۷۷۶ء میں شائع کی تھی۔

اس اصول کو یورپین ممالک میں رائج کرنیکی کوشش کی ۲۶ برس پہلے اس کو معلوم کر لیا اور اوس پر عملدرآمد شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ یورپ و امریکہ میں ایسی آزادی تجارت کا رواج زیادہ تر اندرونی و شخصی تجارت ہی میں ہوا ہے۔ اکثر ممالک نے انٹرنیشنل یعنی ایسے بیع بیوپار میں جو ایک ملک دوسرے ملک سے کرے اوسکے دائرہ کو زیادہ وسیع نہیں کیا۔ برعکس اسکے ٹرکی میں انٹرنیشنل تجارت کو تو ابتدا سے ہی پوری آزادی حاصل تھی۔ مگر تقریباً کل اشیا و اجناس کی خوردہ فروشی کے نرخ جابجا مقامی نرخ سرکاری طور پر مقرر ہوتے تھے۔ کوپرلی نے اسی کی اصلاح کی۔ چونکہ پولیٹیکل ایکانومی (سیاست مدن) کا بڑا اصول ہے کہ چند بہت ہی شاذ و نادر اور کمال مخصوص مستثنیات کے سوا وہ تجارت جو ایک شخص دوسرے سے کرے سرکاری مداخلت سے آزاد رہنی چاہئے۔ یہی اصول کوپرلی نے ہمیشہ مدنظر رکھا۔ چنانچہ جب ایک دفعہ اوس سے ایک شہر نے خرید و فروخت کی متعلق قواعد منضبط کئے جانیکے لئے اوس پر بڑے اصرار سے تقاضا کیا تو اوس نے جواب دیا "قرآن شریف اس بارہ میں کچھ ...

یعنی بائع و مشتری کے اپنی ہی منشا و مرضی پر چھوڑ دینا ... اس انتشار سے ترکی گورنمنٹ کے تہ دل سے شکر گذار ہونگے
بعض چند اجناس کا نرخ سرکاری طور پر مقرر ... احتیاج انسانی کے نرخ اور فروخت کو بھی تاجروں کے رحم پر چھوڑ دیا ہے اونکا
سے دولت ہی جنبیں ... تی اور اپنی ... ملوں اپنی رعایا کی بربادی اور اوس کے لازمی ضمیمہ بدامنی و تباہی سے اپنی ناعاقبت
پسند نہیں کریگا۔ اور بنی نوع انسان ... نازل ہی ہے۔ کوپرلی کی اس آزادانہ وسیع خیالی و عقلمندانہ پالیسی سے ممالک
جن ممالک کی گورنمنٹوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کو زیادہ فائدہ پہنچایا۔ اور پہنچ رہا ہے۔ کیونکہ ملک کی تقریباً کل اندرونی
ان انسانی درندوں کے ... زیادہ تر انہی دونوں مذاہب کے معتقدین کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اوس سے کوپرلی پر کوئی الزام عائد نہیں
اندیشی اور بیوقوفی کی ... اگر اس شریف پیشہ سے معاش پیدا کرنیکو اپنی کسرشان سمجھکر یا کسی اور اسی طرح کے بیہودہ باعث
مسلمانوں کی ... اس اصول سے مستفید نہ ہوئے اور نہ ہوں تو اونکی اپنی کوتاہی ہے۔

بہبودئی تجارت ... صاحب لکھتے ہیں کہ ترکی مورخین مصطفیٰ کو کوپرلی فاضل لکھتے ہیں۔ مگر یہ درست نہیں۔ قوم نے فاضل کا خطاب
ہو سکتا۔ مسلمانوں ... جس کے بڑے بھائی احمد کو دیا تھا۔ گو کئی باتوں بالخصوص دینداری اور اتقا میں مصطفیٰ اوس سے بڑھا ہوا فضیلت
اس عہد میں ہو ادا ادو ... تھا۔ ترکی مورخین کا بیان ہے کہ اوس سے کبھی کوئی جرم سرزد نہ ہوا۔ اور نہ کبھی ایک ہی بیفائدہ لفظ اوس کے
منہ سے نکلا۔ اوسکی بے حد سکوت اور خاموشی پسندی کا ایک واقعہ عام مشہور ہے۔ وزارت کے دوران میں ایک بار تقریر
علماء جو پہلے قاضی عسکر رہ چکے تھے۔ اوس سے رسمی طور پر ملاقات کرنے آئے۔ اور کچھ عرصہ بیٹھے رہے لیکن نہ

ہوا جس ... کر لیا ... ۱۶۹۰ء
ہو جس ع
وفات ۱۶۹۱ء ... دوسری ... سال ...

نے اون کو ایک لفظ نہ کہا۔ اور آخر وہ یونہی اُٹھہ کر چلے گئے۔ یہہ کیفیت دیکھہ کر اوس کے اپنا نے میر منشی نگاہی افندی نے عرض کیا "میرے آقا۔ آپ اون سے کچھہ تو بات چیت کرتے" کوپریلی نے جواب دیا۔ "میں منافق نہیں ہوں"۔ اوسکی سادگی ریاضت اور جفاکشی کا یہہ عالم تہا کہ محاربوں میں وہ عموماً عام سپاہیوں کی طرح پیدل سفر طے کرتا۔ فوجی باجے کو ناپسند کرتا تہا اور شام سے پہلے بہت کم کوچ شروع کرتا۔ شاہی دربار ہو یا فوجی کیمپ۔ دوسرے افسروں اور عہدہ داروں کی زرق برق کی پوشاکوں کے جمگھٹے میں وزیر اعظم اپنے لباس کی سادگی سے ہر وقت پہچانا جاسکتا تہا۔ علم کا سچا شیدائی تہا۔ اور مطالعہ سے کبھی نہ اکتاتا تہا۔ میدان کارزار میں ہو تو خیمہ میں اور قسطنطنیہ میں ہو تو اپنے محل میں کتاب ہر وقت اوسکے ہاتھہ میں رہتی تہی۔

ترکی مورّخوں نے اوس کے جو اوصاف قلمبند کئے ہیں اون میں سے یہہ ابہی چند ایک ہیں۔ اوس کے تدبر کے عیسائی مسلمان کل مورّخ مداح اور معترف ہیں۔ حالانکہ اوسے اپنی منتظمانہ لیاقت کے اظہار کے لئے بہت ہی مختصر سا زمانہ نصیب ہوا۔ وزیر ہونے سے دو برس کے اندر ہی وہ میدان جنگ میں شہید ہو گیا تہا۔ اوسکے معاصرین نے احمد کی طرح اوسکی نسبت بہی یہہ رائے قائم کی کہ وہ سپہ سالاری کی بجائے ایوان شوریٰ کے زیادہ مناسب تہا۔ لیکن مصطفی کوپریلی کا جنگی کارنامہ اوسکی شجاعت اور قابلیتوں کی پوری پوری تصدیق کرتا ہے یہہ درست ہے کہ اوسے آخر کار شکست اٹہانی پڑی۔ مگر اون فتوحات سے جو اوسے اوّل اوّل حاصل ہوئیں سلطنت عثمانیہ کو دشمنوں کے نرغے سے ایسی مہلت اور فرصت مل گئی تہی کہ اوس کی اہمیت اور قدر و منزلت کا کچھہ اندازہ نہیں ہو سکتا۔

کامیاب محاربہ

جب اوسے وزیر بنایا گیا تہا اُن دنوں قیصر آسٹریا کی حملہ آور افواج میں سے ایک لشکر شمالی مقدونیہ کے قصبہ اسکوپ تک بڑہہ آیا ہوا تہا۔ سربیجی اور البانوی اور اونکا بطریق اوسکے ساتہہ شامل ہو گئے تہے۔ اور علاقہ مذکور کے ایک سردار جس کا پوس نے قیصر مذکور سے سند سیاست قبول کر کے کرال کا یعنی شاہی خطاب اختیار کر لیا تہا اور قصبہ اگری پلنکہ کو خوب محفوظ کر کے اپنا صدر مقام بنا لیا تہا۔ اس علاقہ سے جو یورپین ترکی سے وہی تعلق رکہتا تہا جو قلب کو باقی جسم سے ہو۔ دشمن کو نکالنا نہایت ضروری تہا۔ کوپریلی نے ایڈریانوپل میں جنگی کونسل کا اجلاس کیا۔ اوس میں سلیم غیری خان کریمیا اور تکلی ہنگرین جو سفر سراہی حاضر تہے۔ خواجہ خالد پاشا سرعسکر بوسنیا کو جو اوسکوپ کا رہنے والا تہا جس قدر باقاعدہ ترکی فوج جمع ہو سکی دیکر مقام مذکور کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور خان کریمیا کو بہی جو جرار تاتاری فوج لیکر آیا تہا اوس کے ساتہہ کر دیا گیا۔ ان کو جرمنوں ہنگیریوں اور البانویوں کے مجتمعہ و متفقہ لشکروں پر جنہوں نے صلیبی مجاہدین کی طرح صلیب کا نشان اختیار کر لیا ہوا تہا یکے بعد دیگرے دو عظیم الشان فتحیں حاصل ہوئیں

تاتاریوں نے سردار کاراپوس کو گرفتار کر کے اوسکوب کے پل پہ پھانسی دیدیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ تمام مشہور
قلعے اور مقامات جو حملہ آوروں اور اون کے باغی مددگاروں کے قبضہ میں چلے گئے تھے سلطانی افواج نے فتح کر لئے
اور سلطنت کے اوس ضروری حصے سے جہاں دشمنوں کا قیام سخت خطرناک اور مہلک تھا اعدا کو تقریباً بالکل خارج
کردیا گیا۔ ان فتوحات سے دلیر ہو کر وزیر نے دوسرے محاربہ کی تیاریوں کو اور زیادہ سرگرمی سے مکمل کرنا شروع
کردیا۔ ادھر لوئی چہاردہم شاہ فرانس نے جس نے قیصر جرمنی پر چڑھائی کردی ہوئی تھی ۱۶۸۹ع کے موسم
سرما میں ماکوئس شاتو نیف کو جدید سفیر مقرر کر کے قسطنطنیہ بھیجدیا کہ وہ ترکوں کو آسٹریا کے ساتھ لڑائی جاری
رکھنے کی صلاح دیتا رہے اور ساتھ ہی اوسے بشرط امکان پولینڈ اور ترکی میں صلح کرا دینے - بابعالی کو (ولیم
اورنیج (ثالث) کے شاہ انگلستان تسلیم کرنے سے باز رکھنے اور فلسطین کے رومن کیتھولک عیسائیوں کو مسیح کی
قبر کا قبضہ دلانے کی کوشش کرنیکی جو کچھ عرصہ سے یونانی الطریق کی تحویل میں کردیگئی تھی ہدایت کیگئی تھی۔ سفیر
کوپریلی کے وزیر ہونے سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے آیا تھا۔ اوسے مندرجہ بالا مقاصد میں سے اول و آخر میں کامیابی
ہوئی۔ آخری میں بابعالی کی رعایت سے اور اول میں اسلئے کہ نئے وزیر کا بھی خود یہی منشاء تھا کہ آسٹریا کے ساتھ
صلح نکیجائے۔ مگر ترکوں نے پولینڈ کے ساتھ جنگ ملتوی کرنے سے انکار کردیا اور تخت انگلستان اور
شاہزادہ ولیم کے متعلق کوپریلی نے صاف جواب دیا کہ جس کو خود انگریزی قوم نے اپنا بادشاہ بنایا ہے اوسے
ہم کیوں بادشاہ تسلیم نکریں۔ ہم ترکوں کو جو کئی دفعہ خود اپنے بادشاہوں کو معزول کرچکے ہیں یہ امر ہرگز
زیبا نہیں کہ اگر کوئی دوسری قوم اپنے استحقاق سے کام لیکر اپنے فرمانرواؤں کو بدل دے تو ہم اوس کے

سلہ ولیم والی اورنیج (فرانس کا شہر) چارلس اول شاہ انگلستان کی بیٹی میری اور ولیم والی اورنیج کا بیٹا تھا۔ ۱۶۵۰ع
میں بمقام ہاگ (ہالینڈ کا شہر) پیدا ہوا۔ ۱۶۷۲ع میں ہالنڈ کی افواج کا سپہ سالار بنایا گیا۔ ۱۶۷۷ع میں اوس
نے میری دختر جیمس ثانی شاہ انگلستان سے جو چارلس اول کا دوسرا بیٹا اور چارلس ثانی بڑے بھائی کے بعد ۱۶۸۵ع میں
تخت نشین ہوا تھا شادی کی۔ انگلستان کے اکثر امراء نے جیمز ثانی سے جو رومن کیتھولک اور کینہ مزاج تھا برگشتہ خاطر ہو کر
اوسکے داماد ولیم کو بلا بھیجا کہ آ کر تخت انگلستان پر تصرف کر لے۔ ولیم معہ بیوی ۱۶۸۹ع میں ہالنڈ سے انگلستان داخل
ہوا جیمس بجز مقابلہ کرنے کے بغیر فرانس کو بھاگ گیا۔ اور ولیم اور اوسکی بیوی یعنی شاہ مفرور کی بیٹی نے تخت پر قبضہ
کر لیا۔ اور اوسی سال تاج پوشی کی رسم باضابطہ ادا کیگئی۔ شاہ فرانس نے ولیم کو بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کردیا مگر
۱۶۹۷ع کے معاہدہ ریسوک کے رو سے شاہ فرانس اور اوسکی سرکار نے اوسے بادشاہ انگلستان تسلیم کرلیا۔ اوسکی بیوی
جو حسن صورت کے ساتھ ہی حسن سیرت سے بھی ممتاز تھی جب ۱۶۹۴ع میں فوت ہوگئی تو پارلیمنٹ نے اوسکی بادشاہی کو برقرار کیا۔
وہ ۱۷۰۲ع میں گھوڑے سے گر کر لاولد مر گیا۔ اور اوسکے بعد جیمز کی دوسری بیٹی این ملکہ انگلستان ہوئی جسکے عہد میں مارلبرا اعلیٰ سپہ سالار تھا۔

اس استحقاق کو تسلیم نہ کرکے اوس کے ساتھ تنازعہ کریں"

اگست سنہ ۱۶۹۰ء میں کوپرلی نے اون عثمانیہ افواج کی کمان جو بلگیریا اور شمالی البانیا سے اہالی آسٹریا کے مقابلہ کے لئے سروبا کی طرف تھیں اپنے ہاتھ میں رکھی۔ آسٹرین جنیل تشکلن ڈوریٹ جنو فیا اور فنسا (دنش) کے درمیان بمقام دراغومان خوب محفوظ موقع پر مقیم تھا۔ اوسے دونوں کی جانگداز معرکہ آرائی کے بعد شکست فاش دیکر بھگا دیا گیا۔ اوس کے بعد وزیر نے نسا کا محاصرہ کیا۔ اور وہاں کی آسٹرین فوج نے تین ہفتوں کے بعد ہتھیار ڈالدیئے۔ وزیر نے آسٹرین جنیلوں کو اس مقام کی مدد اور کمک کیلئے اپنی فوجوں کے منہج کرنے سے روکنے کا پہلے سے انتظام کرلیا تھا۔ اونکی توجہ کو اس طرف سے ہٹانے کیلئے ہنگرین پیا گین تکلی کے ماتحت ایک ترکی لشکر اور والیشی کنٹنجنٹ ٹرنسلوینیا کو بھیجدیا گیا تھا۔ تکلی نے درہ کھر اس برگ کے راستہ صوبہ مذکور میں داخل ہوکر آسٹرین فوج کو مقام زرنشت کے قریب شکست فاش دیکر اوس کے سپہ سالار جنرل ہاسلر کو گرفتار کرلیا۔ اور پھر اپنے تئیں شاہ ٹرنسلوینیا اور سلطان کو وہاں کا شہنشاہ مشتہر کیا۔ نسا کے بعد وزیر اعظم نے سمندرا پر فوجکشی کی۔ جو چار دن کی جانتوڑ مدافعت کے بعد ہلہ کرکے فتح کیا گیا۔ اور پھر ویدن بھی فتح ہوگیا۔ بعد ازاں بلغراد پر چڑھائی کیگئی۔ اور وہاں کا محاصرہ کرلیا گیا۔ بارہویں دن ترکی بارود کا ایک گولہ شہر کے بڑے میگزین کی چھت کو پھاڑ کر بارود میں جا پڑا جس سے کل میگزین یکبارگی اڑ گئے اور شہر بآسانی ترکوں کے ہاتھ آگیا۔ اس فتح سے آسٹرین سروبا کے کل علاقہ سے خارج ہوگئے اور کوپرلی اس مہم سے تین ہی مہینہ میں بصد شان فتح مندین کرکے قسطنطنیہ کو واپس چلا گیا۔ جہاں اوسکی ویسی ہی عزت و قدر کیگئی جس کا کہ وہ مستحق تھا۔ اس قلیل المدت مگر شاندار محاربہ میں اوس نے حملہ آور کافروں کو دریائے موراوا اور دریائے ڈینیوب و ساوا کے کنارے تک دھکیلدیا اور ساوا کے کناروں پر ہٹاکر کئی وسیع اور زرخیز علاقوں پر پھر سلطانی تسلط قائم کردیا تھا۔ البتہ ونیشیوں کے مقابلہ میں عثمانیہ عساکر کو ایسی کامیابی نہ ہوئی۔ ونیشی فوج نے صوبہ ڈلمیشیا میں مقام والونا اور صوبہ موریا میں مقام نابلی ڈی مالوسیا فتح کرلیا لیکن میدان جنگ میں ترکوں نے اسکی کسر نکال لی۔ ونیشی فوج کو شکست فاش دی اور اوس کے پانسو آدمی گرفتار کرلئے گئے جو بعد میں قتل کردیئے گئے۔ یہ لڑائی بھی سنہ ۱۶۹۰ء میں ہوئی تھی۔

سلیمان کی وفات-احمد ثانی کی تخت نشینی-اور کوپرلی کی شہادت

۱۰ مئی سنہ ۱۶۹۱ء کو سلطان سلیمان ثانی نے دوبارہ مقدس علم اپنے وزیر اعظم مصطفی کے حوالہ کیا۔ لیکن محاربہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا کہ سلیمان بمرض استسقا ۲۳ رجون سنہ ۱۶۹۱ء مطابق ۲۶ رمضان سنہ ۱۱۰۲ ہجری تین سال نو مہینہ حکومت کرکے دار جاودانی کو چلدیا اور اوسکی جگہ اوس کا چھوٹا بھائی احمد ثانی تخت نشین ہوا جسکی کمر سے دستور قدیم کے مطابق ۲۱ رجولائی

کوسٹنٹیہ عثمانی بالذہبی گئی سلیمان مرحوم کو باغوں اور مکانوں کی تعمیر کا بہت شوق تھا۔ اوسکی وفات کے بعد امرا نے حیاتی زادہ حکیم سلطانی کو مقید کردیا کہ اوسی نے آب نان بند کر کے سلطان کو جان سے ہلاک کیا ہے نئے سلطان نے کوپرلی کو وزارت پہ بحال رکھا۔ جو بلغراد جاکر فوج جمع کرنے اور دریا ساوپر پل بنانے میں مصروف ہوگیا۔ ان کاموں سے فارغ ہوکر وہ دریا ڈینیوب کے دائیں کنارہ کو پار بہا یہ اہالی آسٹریا کے مقابلہ کے لئے شمال کو روانہ ہوگیا۔ ادہر سے آسٹرین بھی بیڈن کے شاہزادہ لوئیس کے زیر کمان پیٹرواردن سے جنوب کو چل پڑے۔ اور ۱۹ اگست کو دونوں لشکر بمقام سالان کیمان ایک دوسرے سے بالمقابل ہوگئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے بیڑوں میں بہی جو اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ ساتھ دریا میں بڑھتے رہے تھے اوسی وقت مقابلہ ہوگیا۔ ترکی بیڑہ کو کامل فتح نصیب ہوئی۔ مگر خشکی پہ یہ دن خاندان کوپرلی اور نیز آل عثمان کے لئے نہایت نامبارک ثابت ہوا۔ تمام آزمودہ کار فوجی پاشاؤں کی صلاح تھی کہ ترکی لشکر مورچوں کے پیچھے رہ کر آسٹرین فوج کے حملہ کا انتظار کرے۔ وزیر نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ عمر رسیدہ خواجہ خالد نے وزیر کو اوسکی تیزی اور شتابکاری پہ طعن کیا تو وزیر نے جواب دیا "میں تجھے نمائش کیلئے نہیں بلکہ اسلئے ساتھ لایا تھا کہ تو اپنے تئیں مرد ثابت کریگا" کہن سال خالد نے بیضنوی اپنی سفید ڈاڑہی کو ہاتھ لگا کر کہا "میری عمر تو اب کوئی زیادہ نہیں رہ سکتی۔ اسلئے مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ آج مرونگا یا کل۔ مگر کاشکے میں ایسا نظارہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھتا جس میں سلطنت کو بدنامی۔ اور مصیبت کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوسکتا" کوپرلی نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور غصہ میں آکر توپخانہ کو آگے بڑہانے کا حکم دینے کے بعد سپاہیوں کو لڑائی کے لئے خود صف آرا کیا۔ اور کمان کش پاشا نے چھ ہزار کردی اور ترکمان بقاعدہ سواروں کو ہمرکاب لیکر عیسائیوں کے مورچوں پہ حملہ کرنے سے لڑائی کا آغاز کردیا۔ چلتے وقت کمان کش نے اپنے سواروں کو للکار کر کہا "شاباش میرے بہادرو۔ حوران جنت تمہارے انتظار میں ہیں" سوار اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہوئے بازوں کی طرح دشمن کی طرف جھپٹ پڑے۔ مگر عیسائیوں نے ثابت قدمی سے ایسی پے درپے باڑیں چلائیں کہ اونکی صفوں میں کئی رخنے ہوگئے اور آخر اون کو واپس ہٹ آنا پڑا۔ سواروں نے پہر دوبارہ حملہ کیا۔ لیکن اسدفعہ بہی اونکی صفیں پراگندہ ہوگئیں کچھ دشمن کی گولیوں کا شکار ہوگئے اور باقیماندہ بہاگ گئے۔ اب آسٹرین لوگ اوس طرف کو جہاں مسلمانوں کے لشکر میں مقدس علم لہرا رہا تھا بڑھنا شروع کیا۔ ادہر سے اسمعیل پاشا گورنر قرامانیہ ایشیائی افواج کو لیکر اونکے مقابلہ کے لئے آگے بڑہا۔ شاہزادہ لوئیس نے اپنے میمنہ کی حفاظت کیلئے درخت گراکر اونکی باڑ کردی ہوئی تھی۔ اسمعیل کے رسالے اس باڑ میں پھنس گئے۔ اور اسپہ عیسائیوں کی متواتر باڑہوں نے سونے پہ سہاگہ کا کام دیدیا۔ ایشیائی سواروں کے قدم ڈگمگا گئے اور وہ پسپا کردیئے گئے۔ عیسائیوں کی قادراندازی ہونیکی

چیدہ فوج میں بھی جو اوس کے گرد جمع تھی بہت نقصان ہو رہا تھا۔ یہہ کیفیت دیکھ کر کوپرلی نے اپنے گارڈز (محافظ یا اردلی کی فوج) کے افسروں سے دریافت کیا "اب کیا کیا جائے" انہوں نے جواب دیا "ہم دشمن سے گتھ کر تلوار سے لڑائی کریں" وزیر جو اوسوقت سیاہ پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ اللہ کا نام لیکر شمشیر بدست دشمن کی طرف اٹھ دوڑا۔ گارڈز بھی اوس کے ساتھ آگے کو جھپٹ پڑے۔ اور سخت خونخوار اور جانگداز معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ مگر مسلمانوں کی بدقسمتی سے کوپرلی کو جبکہ وہ شیر نر کی طرح آسٹرین صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا جا رہا تھا۔ گولی آ لگی اور وہ شہید ہو کر فرش خاک پر لیٹ گیا۔ اوس کے گارڈز اپنے افسر کو گرتا دیکھ کر بے اوسان ہو گئے۔ اور شہادت کی خبر پھیلتے ہی کل عثمانیہ لشکر میں سراسیمگی اور پریشانی چھا گئی مسلمان ابھی تو شیروں کی طرح کفار کی صفوں میں گھستے چلے جا رہے تھے کہ دفعتہً بے سر ہو جانے سے اسلامی لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے عیسائیوں کو کامل فتح نصیب ہو گئی۔ اور کل ترکی کیمپ مع ایک سو پچاس توپوں کے فاتحوں کے ہاتھ لگا۔ لیکن عیسائیوں کو یہہ فتح بہت گراں قیمت پڑی۔ گو ترکوں کے ۲۰ ہزار شہید و فوت ہوئے۔ مگر فاتحین کے افسر اور سپاہی بھی اس تعداد سے کم ہلاک نہ ہوئے تھے۔

اس شکست سے عثمانی ہنگریا سے بیدخل کر دیئے گئے گو تکلی کا بھی سلوینیا میں یہی انجام ہوا اور آسٹرین افواج نے اوس کو صوبہ مذکور سے باہر نکال دیا۔ سلیمان احمد نے تقریباً چار برس حکومت کی جس کے بدقسمت عہد میں ہزیمت و شکست کے سیلاب میں کوئی کمی نہ آئی۔ بلکہ کفار کی فتوحات کے ساتھ ہی سلطنت آفات ارضی و سماوی اور اندرونی فتنہ و فساد کا آماجگاہ رہی۔

کوپرلی کے بعد علی پاشا وزیر اعظم بنایا گیا۔ اوس نے متواتر شکستوں سے تنگ آکر شاہ فرانس کے منشا کے برخلاف انگلستان اور ہالنڈ کے سفراء کی اس درخواست کو کہ وہ فریقین میں صلح کرا دینے میں منظور کر لیا۔ ناظرین کو یہہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ کوپرلی نے شاہ ولیم کے متعلق لوئی چہاردہم کی درخواست کو مسترد کر کے آسٹریا کے متعلق اوسکے مشورہ کو قبول کر لیا تھا۔ مگر علی پاشا پر دربار انگلستان کا بہت رسوخ حاصل ہو گیا تھا۔ اور شاہ ولیم نہیں چاہتا تھا کہ اوس کے دشمن شاہ فرانس کو اوس کے معاون قیصر آسٹریا و جرمنی کے برخلاف ترکوں پر رسوخ حاصل ہو۔ لیکن آسٹریا نے ایسی سخت شرائط پیش کیں کہ باوجودیکہ اوس نے جنگ سالان کیمان کے بعد قصبہ واراڈن کلان کو بھی فتح کر لیا تھا ترکوں نے ایسی ذلیل شرائط پر صلح کی گفتگو کرنی بھی منظور نہ کیا۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد علی پاشا جسکی بدمزاجی کی وجہ سے لوگ اوس سے متنفر ہو گئے تھے معزول ہو کر جزیرہ قبرس میں بھیجدیا گیا اور اوسکی جگہ حاجی علی پاشا والی حلب وزیر مقرر ہوا۔ اس اثنا میں بوسنیا دلمیشیا اور ہنگری میں خفیف سی معرکہ آرائیاں ہوتی رہیں۔ اور تاتاریوں نے بھی پولنڈ پر چند مرتبہ یورشیں کیں۔ اسی دوران احمد

عظیم سے سمرنا کا حصہ کثیر منہدم ہوگیا۔ اور چند ماہ بعد ستمبر ۱۶۹۳ء (مطابق ۱۱۰۴ ہجری) میں قسطنطنیہ کا چوتھا حصہ آگ کی نذر ہوگیا۔ حاجی علی موقوف کیا گیا اور مصطفیٰ نام ایک اور شخص وزارت پر مقرر کیا گیا قیصر نے ان اندرونی مصائب سے فایدہ اٹھا کر بلغراد پر بھی اپنی فوج بھیجدی جس نے اوس کا محاصرہ کر لیا۔ مگر دیوان نے غیر معمولی مستعدی سے کام لیکر ۵ ذیقعدہ ۱۱۰۴ ہجری کو وافر سامان رسد و دیگر جرار فوج قسطنطنیہ سے بلغراد کی کمک کو روانہ کر دی۔ جس کے قریب پہونچنے پر عیسائیوں نے محاصرہ اٹھا لیا اور محصورین کو کافی کمک پہونچ گئی بعد ازاں ترکی فوج نے پیشقدمی کر کے پیٹر وارڈن کا محاصرہ کیا مگر یہ کام واپس ہٹ آئی۔ پولنڈ اور ڈلمیشیا میں بھی ترکی عساکر کو مزید زکین اٹھانی پڑیں ۱۶۹۴ء میں اہالی وینس نے بحیرۂ مجمع الجزائر کے مشہور جزیرہ کیوس (ساقز) کو فتح کر لیا۔ اور محرم ۱۱۰۵ھ میں قسطنطنیہ کا پانچواں حصہ آتشزدگی سے خاک سیاہ ہوگیا سلطان ان مسلسل تباہیوں اور مصیبتوں کے ہجوم کا زیادہ مقابلہ نہ کر سکا۔ بیمار وہ پہلے سے ہی تھا۔ مایوسی اور شکستہ دلی نے رشتہ حیات کو اور چھوٹا کر دیا اور وہ ۶ فروری ۱۶۹۵ء (مطابق یکم جمادی الاول ۱۱۰۶ھ) کو مرض استسقا اس دار فانی سے رحلت کر گیا۔ یہ بادشاہ فاضل و خوشنویس اور سیر و شکار اور موسیقی سے بہت انس رکھتا تھا۔

قسطنطنیہ کی دوسری آتشزدگی کے بعد مصطفیٰ کی جگہ احمد پاشا وزیر بنایا گیا تھا۔ اس نے یہ سخت کر ان مشکلات عدیدہ کے نازک زمانہ میں صرف یہ اصلاح نہایت ضروری معلوم ہوئی کہ مسلم و کافر میں تمیز رکھنے کے لئے نمایاں نشان مقرر کئے جائیں چنانچہ اوس نے قطعی ممانعت کر دی کہ کوئی نصرانی رنگین لباس۔ زرد پاپوش اور سمور کی ٹوپی نہ پہنے۔ نہ گھوڑے پر سواری کرے عیسائی سیاہ پوشاک پہنیں اور گدھے کی سواری کریں۔ ملک کی خوش قسمتی سے یہ مدبر و فرزانہ دستور اعظم چند دنوں کے بعد ہی معزول کر دئیے گئے اور علی پاشا والی طرابلس و شام وزارت کی خدمت پر مامور ہوا۔

مصطفیٰ ثانی کی تخت نشینی اور اوس کا خود سپہ سالار بننا

احمد ثانی کے بعد معزول سلطان محمد چہارم کا فرزند مصطفیٰ تخت نشین ہوا۔ اور اوس نے ثابت کر دیا کہ وہ اس قابل تھا کہ اس تباہی و نکبت کے زمانہ کی بجائے کسی بھلے دنوں میں جہانبانی کرتا تخت نشینی سے تیسرے دن بعد اوس نے خط شریف (فرمان سلطانی) صادر کیا اور اس میں تمام تباہیوں اور مصیبتوں کا الزام چند گذشتہ سلاطین کی ذہنیت پر لگا کر دستور قدیمہ کو از سر نو جاری کرنے اور فوج کی خود سپہ سالاری کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

بقول جرمن مورخ ہال ہمر یہ فرمان بیشک اسی قابل ہے کہ اوسکو بجنسہ درج کیا جائے۔ وہ حسب ذیل ہے:۔

خداوند کریم نے جو کل برکتوں اور بھلائیوں کا تقسیم کنندہ ہے مجھ گنہ گار کو کل عالم کی خلافت عطا فرمائی ہے جو

بادشاہ بندۂ نفس، عیش پرست اور کاہلی کے غلام ہوتے ہیں۔ خدا کی مخلوقات کو ان کے ماتحت کبھی امن و آرام نصیب نہیں ہوتا۔ آج کے دن سے عیاشی، فضول سیر و تفریح اور بیکاری کو اس دربار سے خارج کر دیا گیا ہے۔ ان بادشاہوں نے جو ہمارے نامور باپ محمدؒ کے بعد حکمران رہے ہیں تن پرستی اور عیش و آرام کے سوا اور کسی کام سے سروکار نہ رکھا جس سے فائدہ اٹھا کر ناپاک کفار نے بلاد اسلام کی چاروں سرحدوں پر فوج کشی کر دی۔ انہوں نے ہمارے صوبے فتح کر لئے ہیں۔ پیروان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مال و اسباب کو لوٹ کھسوٹ لیا ہے۔ اور مومنوں اور ان کی بیویوں اور معصوم بچوں کو غلام و اسیر بنا لیا ہے۔ یہ کل باتیں جیسی کہ مجھ کو معلوم ہیں ویسے ہی تم سب کو ان کا علم ہے۔ پس میں نے بعون الملک الوہاب ان فرنگ کے کندوں کفار ملاعین سے پورا بدلہ لینے کا عزم بالجزم کر لیا ہے۔ اور میں بذات خود اب ان کے ساتھ جہاد شروع کرونگا۔ ہمارا جد نامدار سلطان سلیمان (انار اللہ برہانہ و مرقدہ) اپنے ۴۶ سالہ عہد حکومت میں نہ فقط اپنے وزیروں کو ہی ناپاک عیسائیوں کے مقابلہ پر بھیجتا رہتا تھا۔ بلکہ خود بھی لشکر مجاہدین کی سپہ سالاری کیا کرتا تھا۔ اور اس طرح کفار سے وہ بدلہ لیا کرتا تھا جس کا خداوند کریم حکم کرتا ہے۔ اسی طرح میں نے بھی بنفس نفیس جنگ کرنیکا عزم کر لیا ہے۔ بنا بریں اے میرے وزیر اعظم۔ دیگر وزیرو۔ عالمو۔ اور میری فوج کے آغاؤ اور افسرو تم سب میرے سامنے جمع ہو کر میرے اس فرمان سلطانی پر غور و فکر کرو۔ اور صلاح و مشورہ کر کے مجھے اطلاع دو کہ آیا میں بذات خود قیصر آسٹریا سے محاربہ شروع کروں یا آپ اڈریانوپل میں ہی مقیم رہوں۔ ان دونوں باتوں میں سے اسے اختیار کرو جو مذہب ملت۔ دولت و سلطنت اور عباد اللہ کے واسطے مفید ترین ہوں۔ اور اپنا جواب جو سب آمیزشوں سے پاک اور بالکل سچا ہو پایۂ عرش خلافت کے سامنے پیش کرو۔ والسلام۔‘‘

دیوان نے اس فرمان پر تین دن تک خوض و فکر کیا۔ اکثر کی رائے تھی کہ سلطان کا فوج کے ساتھ جانا مناسب نہیں بعض کو یہ وہم ہو رہا تھا کہ بادشاہ نے صرف مشیروں کا عندیہ معلوم کرنے کے لئے یہ فرمان صادر کیا ہے۔ آخر سب نے باتفاق رائے یہ فیصلہ کیا کہ فوج کی سپہ سالاری لینے کے لئے سلطان کے جانے سے یہی نہیں کہ اوس واجب الاحترام وجود کو سخت تکلیف و جوکھم پیش آئیگا۔ بلکہ اس سے خرچ بھی بے اندازہ بڑھ جائیگا۔ چنانچہ اسی فیصلہ کے مطابق دیوان نے سلطان کی خدمت میں عرض کر بھیجا کہ حضور ممدوح کو ذات شوکت سمات سلطانی کو محاربہ کے خطرات میں ڈالنا واجب نہیں۔ لڑائی کا اہتمام وزیر اعظم پر چھوڑ دیا جائے۔ شیر دل مصطفیٰ نے اس بزدلانہ عرضداشت کا یہ مختصر جواب تحریر کیا ’’میں ضرور جاؤنگا‘‘ اس پر محاربہ کی تیاریوں کو سرعت مکمل کرنیکے لئے کمال سرگرمی سے تدابیر لازمہ کو عمل میں لایا گیا۔ اور شروع شروع میں فتوحات سلطان کو اپنی بہادری کے صلہ میں پوری کامیابی نصیب ہوئی۔ سنہ ۱۶۹۵ء کے موسم گرما میں وہ بلغراد سے

تمنیسوگیا۔ اور قران سیبس۔ لتپا اور لوگاس کے مشہور مضبوط قلعی اعداء سے پہر فتح کر لئے۔ ۲۲ ستمبر کو اوسکا آسٹرین فوج سے لوگاس کے قریب مقابلہ ہوا۔ سلطان کو کامل فتح ہوئی۔ اور آسٹرین سپہ سالار سمی ڈیبی رانی اور اوسکی نصف فوج میدان جنگ پر کھیت رہی مسٹر سنر لکہتا ہے۔ کہ جنرل ڈیبی رانی زخمی ہوکر پکڑا جانیکے بعد قتل کیا گیا تھا۔ اس لڑائی میں ایک طرف سے ترکوں نے اور دوسری طرف تاتاریوں نے حملہ آور ہوکر عیسائیوں کو آتشبازی کی دوہری بوچہار میں گھیر لیا تھا۔ جو اس دو طرفہ بلا کی زیادہ تاب مقاومت نہ لا سکے اور جلد میدان سے بھاگ کہڑے ہوئے۔ اس فتح سے فارغ ہوکر تاتاریوں نے پولنڈ پر حملہ کیا۔ اور لمبرگ تک ملک کو تاخت و تاراج کرتے چلے گئے۔ اسی سال ہتیس ہزار فوج کثیر اکر زار پیٹر اول کو آزاف کے محاصرہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ اسکا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ سمندر بہی اس سال عثمانیوں کے لئی نہایت مبارک ثابت ہوا۔ تو قسی حمزہ امیر البحر مینرو مرتو (حسین پاشا) نے جزیرہ ساقز اہالی وینس سے پہر واپس لے لیا اور دو دفعہ اون کے بیڑہ کو سخت شکست دی۔

مصطفی کی ہزیمت

ان فتوحات سے مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ موسم سرما میں مصطفی اور اوس کے مشیر شہر ادرن میں مقیم رہ کر سلطنت کی مالی حالت درست کرنے اور فوج کی تعداد بڑہانے اور اوس کے نظام و ترتیب کو سنوارنے کے لئی لگا تار سعی بلیغ کرتے رہے تیناگو حبشی غلاموں اور دیگر اسباب تکلف سامان عیش پر بہاری محصول لگائے گئی۔ اور رعایا نے بہی خود بہی فوج کے اخراجات کے لئی معقول رقموں سے مدد کی۔ اکثر امراء نے سلطان کی نیک مثال سے متاثر ہوکر اپنے خرچ سے پلٹنیں تیار کیں اور خود اون کے کمانڈر بن کر سلطانی فوج میں آملے سلطان نے قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل کے شاہی محلات کے باغبانوں (بوستان جیوں) کے جم غفیر سے تین ہزار پیدل فوج کا لشکر تیار کیا تہا۔ اون کے لئی اب علیحدہ وردی تجویز کیگئی۔ اور فوجی مشق قواعد میں خوب طاق کر کے اون کی تین رجمنٹیں بنائی گئیں۔ ان تیاریوں سے فارغ ہوکر سلطان نے جرار اور خوب قواعد دان فوج لیکر ۱۶۹۶ء میں پہر جنگ شروع کر دیا۔ ڈیوک آف سیکس کے زیر کمان آسٹرین فوج کو تمنیسو کے قریب بمقام ولاش شکست فاش دے کر تمنیسو کو محاصرہ سے مخلصی دلوائی گئی۔ ڈلمیشیا میں اہالی وینس کی پیشقدمی روک دیگئی۔ اور پولنڈ کو جو اس سال جان سوبی اسکی کے مرجانے سے بے سر ہوگیا تہا۔ تاتاریوں نے پہر سیر ہوکر تاخت و تاراج کیا۔ ان فتوحات کی خوشی میں آزاف کے نکلجانے کا جس کو اسی سال پیٹر نے دوبارہ دو مہینہ محاصرہ کر کے فتح کر لیا تہا کسی کو زیادہ افسوس ہوا۔ مصطفی ہنگری کے اون قلعوں میں جو ابہی تک ترکوں کے قبضہ میں تہے۔ فوج کی کافی جمعیتیں چہوڑ کر اپنی فتوحات اور کامیابیوں پر نازاں ایڈریانوپل واپس آگیا۔ اوس کا یہہ فخر و ناز بیجا نہ تہا لیکن سلطان سلیمان

اعظم جس کو اوس نے اپنا نمونہ بنایا تھا۔ غالباً ایسے موقع پر جب تک شکستہ دل اور خوف زدہ دشمن کو خوب پامال نہ کر لیتا کبھی واپس ہٹنے کا نام نہ لیتا۔ بہر حال ترکوں کے دل پھر مضبوط اور اونکی امیدیں دوبارہ تازہ ہونی شروع ہوگئی تھیں لیکن عیسائیوں کی خوش قسمتی سے قیصر نے ۱۶۹۷ء میں شاہزادہ یوجین[1] کو آسٹرین افواج مقیمہ ہنگری کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اور اوس کے سامنے ہلالی علم جلد سرنگون ہوگیا۔ سلطان مصطفیٰ اس نامراد محاربہ کے لئے صوفیا میں عساکر عثمانیہ جمع کر کے بلغراد گیا۔ اور وہاں قیام کر کے متواتر جنگی کونسل کے اجلاس کئے۔ دریں ولا چند چھوٹے چھوٹے معرکوں میں ترک چیرہ دست رہے تمیسوکی ترکی فوج کو بلغراد سے کمک بھیجی گئی۔ اور دریائے ڈینوب کے کنارہ پر کئی قلعے فتح کر لئے گئے۔ مگر وہ امر جو فتح و ظفر کا اصل سرمایہ ہوتا ہے مفقود تھا۔ ترکی افسروں میں باہمی نا اتفاقی تھی۔ اور خود سلطان بھی کوئی پختہ رائے قائم نہیں کر سکتا تھا کہ لڑائی کا کیا نقشہ باندھا جائے۔ وزیر اعظم الماس (جسے کبھی الماس محمد لکھا ہے) سے دوسرے پاشا ناراض تھے۔ اور انہوں نے متفق ہو کر اوسکی تجاویز کی مخالفت اور اوسکی تدابیر کو بیکار کرنے کی ٹھان لی تھی اودھر خود وزیر بھی ایک خواب کی وجہ سے پژمردہ دل ہو رہا تھا جسکو سنا کر اوس نے اپنے رفقا کو بھی بودا ہی

---

[1] پورا نام فرینکواس یوجین۔ شاہزادہ سیوائے[2]۔ وہ فرنچ وزیر مازارین کی ایک بھانجی اور کونٹ سواسونز کا بیٹا تھا۔ لوئی چہاردہم نے جب اوسکی ماں کو الزام میں جلاوطن کر دیا اور اوس کے خاندان کو اور بھی تکلیفیں پہونچائیں۔ تو وہ شاہ فرانس کے رقیب قیصر آسٹریا و جرمنی کے پاس وینا چلا گیا۔ اور آسٹرین فوج میں داخل ہو کر آسٹریا کے مخالفین بالخصوص فرانس کو ہمیشہ لوہے کے چنے چبواتا رہا۔ ترکوں کو اس کے ہاتھوں جو ہزیمتیں اٹھانی پڑیں اون کا مفصل ذکر اس کتاب میں درج ہے ۱۷۰۱ء میں چارلس ثانی شاہ ہسپانیہ کے لاولد مر جانے پر آسٹریا اور فرانس میں جو جنگ ہوا۔ اوس میں انگلستان بھی آسٹریا کے ساتھ شریک ہوگیا تھا۔ محاربہ مذکور میں انگلستان کے مشہور جنرل ڈیوک آف مارلبرو کے ساتھ مل کر یوجین نے فرانسیسیوں کو متواتر شکستیں دیں۔ لیکن ۱۷۱۳ء میں انگلستان نے جب طویل محاربے سے تنگ آکر حسب معمول اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور فرانس سے بمقام یوٹرکٹ معاہدہ کر کے صلح کر لی تو یوجین کی فتوحات کا سلسلہ رک گیا۔ اور آسٹریا نے بھی ۱۷۱۴ء میں بمقام راسٹاٹ فرانس سے صلح کر لی ۱۷۱۸ء میں عام صلح ہو جانے پر امن کے چند برس اوس نے علم و فن کی ترقی و اشاعت پر صرف کئے۔ نپولین اوسکو فریڈرک اعظم اور تورین ایسے نامور سپہ سالاروں کا ہم پلہ سمجھتا ہے۔ اوس کے مرنے کے بعد آسٹریا کو جب کٹھن مہمیں شروع ہوئیں تو چارلس ششم قیصر آسٹریا اکثر رنج و اندوہ سے پکار اٹھتا۔ افسوس سلطنت کی خوش قسمتی یوجین کے ساتھ چلدی۔ وہ ۱۶۶۳ء میں بمقام پیرس پیدا اور ۱۷۳۶ء میں بمقام وینا فوت ہوا۔ اوسکا قد درمیانہ مگر جسم خوب گٹھا ہوا اور نہایت تندرست تھا۔ اور ان تمام خرابیوں سے جن سے اکثر بڑے آدمی ملوث ہوتے ہیں بچا ہوا تھا۔ مولف۔

[2] سیوائے فرانس کے جنوب مشرقی حصہ میں اوس کے ایک صوبہ کا نام ہے جو اٹلی کے شمال مغرب میں واقع ہے۔ مولف

مزاج ہونے میں اوس سے کچھہ کم نہ تھے بدل بنا دیا۔ خواب یہہ تہا کہ مرحوم وزیر مصطفی کوپرلی زادہ شہید سالان کیہان اوس کے خیمہ میں داخل ہوا۔ اور اوس کو پہلے خود چکھہ کر شربت کا پیالہ دیا۔ وزیر نے خواب کا ذکر کرتے وقت اوسکی تعبیر بہی ساتھہ ہی کردی کہ یہہ جام شہادت تہا جو اس محاربہ میں مجھ کو بہی نصیب ہوگا" وہ فوج کو ڈینوب کے دائیں کنارہ پر لیکر دریا ساوا کو عبور کرکے پیٹر وارڈن کے مشہور قلعہ کو فتح کرنیکی کوشش کرنا چاہتا تہا۔ دوسرے افسران نے تجویز پیش کی کہ دریا ڈینوب اور تہی اس کو عبور کرکے یوجین کی فوج پر جو دریا بلکہ کے کنارہ خیمہ زن تہی اچانک جا پڑنے کی کوشش کیجائے طویل طویل مباحثہ کے بعد جس میں فریقین بہت کچھہ گرم ہوگئے تہے۔ آخری تجویز کو اختیار کیا گیا۔ فوج دونوں دریاؤں کو عبور کرگئی لیکن معلوم ہوگیا کہ یہ کالڑ آتش یوجین کو غافل پاکر اوس پر جا پڑنے کی امید رکہنا محض فضول ہے۔ اب دونوں فریق اس کوشش میں مشغول ہوگئے کہ جس طرح ہو دوسرے سے پہلے ہم قلعہ زنٹیل پہونچیں یہہ قلعہ ڈینوب اور تہی اس کے محل اتصال پر واقع ہے۔ عثمانیہ فوج یوجین کے ایک دستہ کو مغلوب کرکے زنٹیل پہلے پہونچ گئی اور اسکو تباہ و غارت کردیا۔ وہاں جاکر پہر پیٹر وارڈن کو محاصرہ کرنیکی صلاح ہوگئی۔ اور فوج مقام والو وا کی طرف چلدی۔ جہاں پہونچکر دریا کو عبور کرکے ڈینوب کے دائیں ساحل پر پہونچے اور پیٹر وارڈن پر حملہ کرنیکے لئے پل بنانے شروع کردیئے گئے۔ کیونکہ یہ اپنے پلوں میں سے بعض کو آسٹرین نے توڑ دیا تہا۔ اور باقیماندہ پر قبضہ کرلیا ہوا تہا۔ اسجگہ ترکوں کو معلوم ہوا کہ یوجین نے پیٹر وارڈن کی حفاظت کا پورا بندوبست کرلیا ہوا ہے۔ اس پر پہر جنگی کونسل منعقد کیگئی اور اوس میں فیصلہ ہوا کہ دریا تہی اس کے مغربی یعنی دائیں کنارہ کنارہ شمال کو جاکر سنر غدن زنبجات پر حملہ کیا جائے۔ یوجین کی مستعدی سے یہہ منصوبہ بہی پورا نہ ہوا۔ وہ زبردست جمعیت زنبجات کے قلعہ میں متعین کرکے باقیماندہ فوج سے مناسب موقع ملنے پر حملہ کردینے کے لئے ترکوں کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ ایسا موقع اوسے بڑی بخت سے جلد ملگیا۔ آسٹرین سواروں نے ایک ترکی پاشا مسمی جعفر کو پکڑ لیا۔ اور اوس نے جان کے خوف سے یوجین کو بتا دیا کہ سلطان نے زنبجات پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کردیا ہے اور اب زنٹا کے قریب تہی اس کو عبور کرکے بالائی ہنگری اور ٹرنسلوینیا جانے کا عزم رکہتا ہے۔ یہہ سنتے ہی آسٹرین سالار بایں توقع کہ شاید وہ ایسے وقت ترکوں کے سر پر جا پہونچے جبکہ وہ دریا کو عبور کررہے ہوں بعجلت تمام زنٹا کی طرف چلدیا۔ اور خوبی تقدیر سے وہی صورت پیش آئی جسکی اوسے توقع یا تمنا تہی۔

۱۱ ستمبر ۱۶۹۷ء کو دو بجے بعد دوپہر کا وقت تہا کہ سلطان نے اپنے زبردست حریف کو وار دی ہوتے دیکہا۔ ترکوں نے دریا پر عارضی پل بنالئے ہوئے تہے۔ اور سلطان کل فوج سواران۔ اور توپخانہ کا حصہ

کیلیر یا بین یعنی مشرقی کنارہ کو عبور کر گیا ہوا تھا مگر فوج پیادہ ابھی تک شہر ہی کے اندر تھی سلطان اور اسکی فوج نے یہ پیش بندی کی کہ اپنے عقب کیطرف احتیاط کیلئے
مضبوط مورچے اور گہری خندق تیار کرلی ہوئی تھی اور نیز دریا کے پل پر بھی کافی سپاہیوں کو تعینات کر دیا ہوا تھا۔ یوجین نے
دشمن کی ان زبردست تیاریوں اور احتیاطوں کی کچھ پرواہ نہ کرکے اپنی فوج کے کالموں کو جوں جوں وہ پہنچتے
گئے حملہ کے لئے صف آرا کرتا گیا۔ لیکن اس موقعہ پر ایک قاصد وائنا سے قیصر کا تاکیدی حکم لایا کہ دشمن
سے کہلا میدان میں لڑائی نہ کیجائے۔ بہادر جنرل نے قیصری احکام کی بھی کچھ پرواہ نہ کی اور فیصلہ کن لڑائی
کے لئے اپنی صفوں کو برابر درست کرتا رہا۔ عیسائی مورخ لکھتے ہیں کہ اگر ترک یوجین کی تمام فوج کے پہنچ جانے
اور استر دی بادیوں کے موقعہ بموقعہ نصب قائم ہو جانے سے پہلے ثابت قدمی اور جوانمردی کے ساتھ
پیشقدمی کرکے آسترین فوج کے قلب پر چند حملے آور ہو جاتے تو غالب تھا کہ وہ آسترین فوج کو بالکل پامال کر دیتے
مگر پیشقدمی کرکے حملہ آور ہونا تو درکنار وہ حملہ کو روکنے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ نااتفاقی اور پھوٹ نے
سلطانی لشکر میں کامل ابتری اور پریشانی برپا کر رکھی تھی۔ وزیر اعظم نے پاشاؤں اور سپاہیوں رسالے
باقاعدہ سواروں، کو جن میں سے اکثر دریا کو عبور کر گئے تھے واپس بلایا۔ مگر مورچوں سے باہر نکلنے کی
جرأت نہ کی۔ سلطان بھی دوسرے کنارہ پر ہی کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ لڑائی میں شریک ہونے اور
فوج سے کام لینے کے لئے دوسری طرف پھر واپس جانے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ جب یوجین صف بندی سے
فارغ ہوا۔ تو دن صرف دو گھنٹے باقی تھا۔ اوس نے توپوں کو ایسی جگہ قائم کیا۔ جہاں سے پل بھی اونکی زد
میں تھا۔ اور فوج کو ہلال کی شکل میں صف آرا کیا تاکہ ترکی مورچوں پر جو نیم دائرہ کی شکل میں تھے یکبارگی ایک
سرے سے دوسرے سرے تک حملہ کیا جائے۔ کل انتظام مکمل کرکے عیسائی فوج نے ترکی لشکر کے
ہر حصہ پر ایک ساتھ حملہ کر دیا جس میں ہر جگہ کامیابی ہوئی۔ اور ہوتی کیوں نہ۔ ترک منتشر بے چارہ ہو رہے تھے
اور یہ ظاہر ہے کہ جہاں اتحاد و اتفاق نہ ہو سپاہیوں کو اپنے پر کوئی اعتماد نہیں ہوتا۔ اور جب اعتماد
جاتا رہتا ہے۔ قدرے قلیل نے بیدلی سے کسی قدر مقابلہ کیا۔ کہ اتنے میں ینگچریوں کے جم غفیر نے عین
اوس وقت جبکہ تنور حرب خوب گرم ہو رہا تھا۔ خود سر ہوکر حملہ آوروں کے سامنے خود اپنے ہی افسروں کو
قتل کرنا شروع کر دیا۔ عیسائیوں کو ایسے موقعے روز کب ملتے تھے۔ اونکی تلواریں اس طرح کام کر رہی
تھیں جیسے گیہوں کے پختہ کھیت میں کسان کی درانتی۔ کسی فرد بشر کو امان نہ دیگئی۔ اور جو سامنے آیا۔ اوسے
تلوار کی گھاٹ اتار دیا گیا۔ یہ اعداء دین و ملت مستوجب بھی اسی پاداش کے تھے۔ ۲۰ ہزار ترک میدان
میں ڈھیر ہوئے۔ اور ۱۰ ہزار دریا کو عبور کرنیکی جدوجہد میں ڈوب کر فنا ہو گئے۔ وزیر اعظم اور کثیر التعداد
پاشا بھی وہیں کھیت رہے۔ الغرض سورج ابھی غروب نہ ہوا تھا کہ لڑائی ختم اور فتح و شکست کا تصفیہ

ہوگیا اور بقول پوجین گویا عروج فاتح آستر ویوں کے مظفر و منصور جہنڈوں کو اپنی آخری شعاعوں سے منور کرنیکے لئے لڑائی کے خاتمہ تک رکا رہا تہا۔ سلطان جو دوسرے کنارہ سے اپنی فوج کی بربادی کا نظارہ کر رہا تہا فوج سواران کا بقیۃ السیف ہمراہ لیکر جو اسقدر ہراساں تہی تیمسوار کو بہاگ گیا۔ جہاں سے وہ قسطنطنیہ واپس چلا گیا اور پہر کبہی میدان میں نہ آیا۔ آستر وی اس فتح سے چند دن بعد بوسینا میں داخل ہوگئے۔

حسین کوبرلی کی وزارت

زنتا کی شکست سے سلطنت عثمانیہ کی حالت پہر نہایت سقیم ہوگئی اس مصیبت کیوقت پہر خاندان کوبرلی سے رجوع کیا گیا۔ اور اس نامور خاندان نے پہر ایک ایسا وزیر بہم پہونچا دیا جس نے اوسے پہر سابقہ عروج پر نہ پہونچایا تو بہی دن بدن اور زیادہ تعر ذلت اور پستی میں گرتے جانے سے تو تہام لیا۔ اس کا نام حسین کوبرلی تہا جسو احمد کوبرلی فاضل کے زمانہ وزارت میں عمو صاحبزادہ کا لقب ملا تہا۔ کیونکہ وہ احمد کے چچا اور محمد کوبرلی کے چہوٹے بہائی حسن کا بیٹا تہا۔ حسین اوائل میں عیاش و کاہل نوجوان تہا۔ مگر ونتا کی مہم میں ترکی افواج پر پے در پے مصائب کے نازل ہونے سے یکلخت اسکی کایا پلٹ ہوگئی۔ اور اوسے اپنے خاندان کی ناموری اور ملک کی عزت قائم رکہنے کا سخت خیال ہوگیا۔ اوس نے پوری سرگرمی اور لیاقت سے ملکی خدمات سرانجام دینی شروع کر دیں۔ کئی اہم ذمہ داری کے عہدوں کے فرائض کمال تندہی سے ادا کئے۔ اور جب ۱۶۹۷ء میں وزارت پر مقرر کیا گیا تو اوس نے ثابت کر دیا کہ مالی اور انتظامی صیغوں کی اصلاح و درستی کیلئے جو اوسکے خاندان کا نمایاں وصف اور خاصہ تہا اوسے بہی خالق ارض و سما نے پوری قابلیت عطا کر رکہی ہے۔ اوس نے سلطنت کے اعداء کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے مزید مزاحمت کا سامان بہم پہونچانے کیواسطے کوئی کوشش جو ممکن تہی باقی نہ اٹہا رکہی۔ قہوہ پر ٹیکس لگایا گیا اور سلطنت کے تمام اعلی عہدہ داروں سے ایک قسم کا چندہ وصول کیا جسکو انکم ٹیکس کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ کریسی لکہتا ہے کہ حسین کوبرلی کمال آزادی سے کام لیکر مذہبی اوقاف کی آمدنیوں سے متعلق رقوم ملک کی اشد ضرورت کیوقت اپنے تصرف میں لانے سے نہ جہجکا۔ اس بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ فعل گویا اب پہلی مرتبہ ظہور میں آیا تہا۔ مگر اوپر لکہا جاچکا ہے کہ یہہ مناسب بیجا اور قابل تعریف جرأت کی وزراء سلطنت عثمانیہ میں سب سے اول مصطفی کوبرلی حسین کے چچا نے دکہلائی تہی۔ لیکن حسین کی یہہ تقلید بہی تعریف کی مستحق ہے کیونکہ ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ بعض علماء کو مصطفی کی یہہ کارروائی ناگوار گذری تہی حسین نے دوبارہ اس کام کو کر کے اونکے اعتراضات کو ہمیشہ کیلئے ساکت کر دیا۔ اور اس تکرار سے اخلاف کے لئے زبردست نظیر قایم کر دی۔ ان تدابیر سے حسین یورپین صوبجات کی حفاظت کیلئے پچاس ہزار پیدل اور دس ہزار

ا؎ حسین مورخ وان ہیمر نے ایک ترکی مورخ کے حوالہ سے اپنی تاریخ کی ساٹہویں کتاب کے ایک حاشیہ میں اُن سپاہ بحری عثمانیہ افواج کی فہرست دی ہے جو حسین نے بہم پہونچائی تہیں۔ اس میں صوبہ وار تفصیل دیکر بتایا گیا ہے کہ ہر صوبہ سے اس قدر فوج بہم پہونچی تہی اور فوج مذکور کا اکثر حصہ پیادہ تہا۔ مولف

سواروں کی فوج فراہم اور آراستہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ جب یہہ فوج میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئی تو آسٹروی دریا ساو کو عبور کرکے ہنگری واپس چلے گئے اور موسم سرما کے لئے وہاں ڈیرہ جا ڈالے۔ وزیر نے دوسری طرف ایک بیڑہ بحیرہ روم کو اور دوسرا بحیرہ اسود کو بھیجدیا۔ مگر ان فوجی تیاریوں کے ساتہہ ہی اوسکی دلی خواہش یہہ تہی کہ صلح کرلیجائے۔ اوسکو بخوبی معلوم تہا کہ سلطنت بالکل بگڑ گئی ہے۔ اور اگر لڑائی جاری رہی تو مزید بربادی کا روکنا تقریبًا ناممکن ہے۔ صرف جنوبی صوبوں ہی میں لڑائی کا پانسہ ترکی کے برخلاف نہیں پڑرہا تہا۔ اہالی وینس ڈلمیشیا میں برابر قدم آگے بڑہاتے چلے آرہے تہے۔ اور یونان میں بہی کونیگزمارک کی ترکی فوج نے مردانہ مقابلہ کرکے اون کو وہاں سے پسپا کردیا تہا۔ اور بہادر امیر البحر میزو مورٹو (حسین) کی جوانمردی سے اون غنیمانہ افواج کو جو یونان کے ساحل اور مجمع الجزائر کے جزیروں میں ماہو تہیں عین بروقت کمک پہونچگئی تہی۔ وینسی خاکنائے کارنتھ سے آگے بڑہے چلے آرہے تہے۔ پولنڈ البتہ اب[1] بےحس و حرکت بیٹہا تہا مگر اسکے عوض روس فی الواقع ایک زبردست رقیب ہوگیا ہوا تہا۔ یہہ وسیع سلطنت اب پیٹر اعظم[2] ایسے شخص کے

[1] پیٹر زار الیکسس آئی میکائیلووچ کا دوسری بیوی سے بیٹا تہا۔ پہلی بیوی سے اوسکے دو بیٹے فیوڈر اور ایوان اور ایک بیٹی صوفیا تہی۔ باپ کے بعد فیوڈر تخت پر بیٹہا۔ جو پیٹر کو اپنا جانشین مقرر کرکے ۱۶۸۲ء میں مرگیا۔ ایوان کو اوسنے اسلئے عاق کیا تہا کہ اوسکا دماغ کمزور تہا۔ مگر شاہزادی صوفیا نے جو اپنے بہائی کے توسط سے خود حکومت کرنے کا ارادہ رکہتی تہی۔ بغاوت بپا کردی۔ جس پر ایوان بہی پیٹر کے ساتہہ زار تسلیم کیا گیا اور صوفیا دونوں کی ولیہ مقرر ہوئی جسکا مدار المہام اور معتبر شاہزادہ گالت زن تہا۔ مگر جب پیٹر نے ۱۷ برس کی عمر میں شادی کرلی اور اوسکی بیوی کو حمل ہوگیا۔ تو گالت زن نے دوبارہ بغاوت کردی۔ جو فرو کردیگئی۔ اور گالت زن۔ صوفیا اور ایوان نظربند کردیے گئے۔ ایوان ۱۶۹۶ء میں فوت ہوگیا اور صوفیا ۱۷۰۴ء میں۔ یہہ بغاوت ۱۶۸۹ء میں ہوئی تہی۔ اوس کے بعد پیٹر مطلق العنان ہوکر بادشاہی کرنے لگا۔ اور وحشی ملکی اور اپنی رعایا کو شائستہ و مہذب بنانے میں مصروف ہوگیا۔ ۱۶۹۷ء و ۱۶۹۸ء میں اوس نے جرمنی ہالنڈ اور انگلستان کی سیر کی۔ اور وہاں کے کارخانوں کا بخوبی معاینہ کرکے کئی کاریگر اور انجنیر ساتہہ لیتا آیا۔ وہاں اوسنے بدمعاشی اور شراب نوشی میں بہی کوئی کسر باقی نہ چہوڑی تہی۔ مگر اپنے ملک کی بہتری کی تدابیر سے کبہی ایک لحظہ کیلئے بہی غافل نہ ہوا۔ ترکوں سے اوسکی جو لڑائیاں ہوئیں انکا اس کتاب میں مفصل ذکر آجائیگا۔ ۱۷۰۳ء میں اوسنے شہر سینٹ پیٹرزبرگ کی ایک گہری دلدل پر بنا قائم کی جسکی عمارت نو برس میں ختم ہوئی اور ایک لاکہہ سپاہی اور مزدور سردی اور بہوک سے ضایع ہوئے۔ اور دوسرے برس چارلس دوازدہم شاہ سویڈن پر چڑہائی کرکے زک اوٹہائی۔ لیکن اس سے اوسکا حوصلہ پست نہ ہوا۔ بلکہ یہہ کہکر دوسروں کا بہی حوصلہ قایم کردیا۔ جانتا تہا کہ اہل سویڈن شروع شروع میں ہمیں پسپا کردینگے۔ مگر آخر ہم اون سے اون کو مغلوب کرنا سیکہہ جائینگے۔ ۱۷۰۹ء میں بمقام پلٹووا کی لڑائی سے اسکی تصدیق ہوگئی جس میں سویڈش فوج کا حصہ کثیر اسیر کرلیا گیا اور شاہ سویڈن

زیر فرمان تہی جوتا حال جاہل وکندۂ ناتراش روسیوں کو اونکی طاقت سے واقف کر کے اوس طاقت کو جو مہیب ہولناک دیو کی طاقت سے کم نہ تہی۔ استعمال میں لانا سکہا رہا تہا۔ اوس نے مغربی یورپ سے اس وقت بہی کثیر التعداد انجینیر اور قابل افسر بلا کر اپنے پاس جمع کر لئے ہوئے تہے۔ اور فرنچ و آسٹرین افواج کے نمونہ پر ایک لشکر بہی تیار کر لیا ہوا تہا۔ مگر جن چیزوں کی اوسے بیحد تمنا تہی وہ جہاز۔ بندرگاہ اور بحری طاقت تہی۔ اور سے شروع سے ہی اس امر کی بڑی آرزو تہی کہ کسی طرح بحیرہ اسود پر پورا قبضہ ہو جائے۔ اس کو اوس نے تا زیست مد نظر رکہا۔ اور اوس کے جانشینوں نے اسے کبہی فراموش نہ کیا۔ بلکہ سلطنت کی طاقت کی افزونی کے ساتہہ ہی ساتہہ اس آرزو کا دائرہ بہی وسیع ہوتا گیا۔ چنانچہ اب خلیج فارس۔ بحیرۂ روم بحر الکاہل۔ بحر ابیض۔ اور بحیرہ جرمن بہی اسی دائرہ میں داخل ہیں۔ ان میں سے بعض کے متعلق اوسکی آرزو پوری ہو گئی ہے۔ اور باقیماندہ کے لئے سر توڑ کوشش ہو رہی ہے جس میں اوسے بظاہر حال الیقینی کامیابی ہوگی۔ کیونکہ جو سلطنت سینٹ پیٹرزبرگ سے چلکر سائبیریا۔ اور ترکستان کے ہزار ہا میل لمبے لق و دق جنگل اور صحراطے کر کے چین کی بندرگاہ آرتہر وغیرہ پر قابض اور بحر الکاہل کے جینی ناکوں پر متصرف ہو گئی ہے۔ دوسری طرف میں اوسکی ترقی کا رکنا قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔ پیٹر نے اس مدعا کو پورا کرنے کے لئے گالٹ زن اور دیگر سابقہ روسی کمانڈروں سے بالکل مختلف روش اختیار کر کے مناسب تعدی اور ہنر و لیاقت کے ساتہہ ٹرکی سے معرکہ آرائی شروع کردی۔ اور سب سے پہلے ازوف کو جسکی قدر و منزلت سے ترک بیخبر نہ تہے لینے کا ارادہ کر کے سنہ ۱۶۹۵ء میں ساٹہہ ہزار فوج سے جس میں یورپین طریقہ پر تیار کی گئیں رجمنٹیں بہی شامل تہیں۔ اوس پر فوجکشی کر دی۔ کثیر التعداد چہوٹے چہوٹے جہازوں کا بہت بڑا بیڑہ بہی جو کم عمیق پانی میں چل سکتے تہے اوسکی ہمراہ تہا۔ ان فوجوں سے ازاف کا محاصرہ کر لیا گیا۔ ترکوں نے حال ہی میں جیسا کہ پہلی جلد میں بتایا جا چکا ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ ۔ ٹرکی کو بہاگ گیا۔ اور اوس کے کئی صوبے روس کے ساتہہ شامل کر لئے گئے۔ اسیران جنگ میں ایک نوعمر لڑکی تہی جس کا خاوند سویڈش فوج میں سارجنٹ تہا اور لڑائی میں قتل ہو گیا تہا۔ اوس بدقسمت کی لڑائی سے صرف ایک دن پہلے شادی ہوئی تہی۔ یہہ لڑکی کئی روسی جرنیلوں کی معشوقہ رہنے کے بعد آخر پیٹر کی منظور نظر ہو گئی۔ اور کچہہ عرصہ اوسکی آشنا رہنے کے بعد سنہ ۱۷۱۱ء میں بیوی بنگئی۔ اوسکا نام کیتہرائن تہا۔ سنہ ۱۷۲۲ء میں پیٹر نے کاسپین کے راستہ ایران کے بندر دربند پر حملہ کر کے اوسے اور تین اور ایرانی صوبے فتح کر لئے۔ جو بعد میں نادر شاہ نے روسی قبضہ سے چہڑا لئے۔ اس مہم کے بعد تادم مرگ پیٹر ملک کی اندرونی اصلاح میں مصروف رہا۔ سنہ ۱۷۱۳ء میں اوسکے بڑے بیٹے نے بغاوت کی۔ جو شکست یاب ہو کر گرفتار ہو گیا اور قید میں ڈالدیا گیا۔ اور بقول بعض باپ نے زہر دیکر اوسے مروا دیا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ وہ قضائے آلہی سے بمرض سکتہ فوت ہوا۔ پیٹر سنہ ۱۶۷۲ء میں ماسکو میں پیدا اور سنہ ۱۷۲۵ء میں بمقام سینٹ پیٹرزبرگ فوت ہوا۔ اور اوسکے بعد کیتہرائن تخت نشین ہو کر دو برس حکومت کرتی رہی۔ پیٹر سے اسکی آٹہہ لڑکے لڑکیاں ہوئیں جن میں سے صرف دو لڑکیاں کیتہرائن کے بعد زندہ رہیں اور اون میں سے ایک ایلزابیتہ جوباپ سے کچہہ کم [illegible]

اوسکی حفاظت کا خوب انتظام کر لیا ہوا تھا۔ نارکو ولوسے میں اگرچہ اس وقت ناتجربہ کار ... تھا۔ اور دوسری طرف بہت ناقص
تھا تو بھی پیٹر المعروف آزاف کی طرف رخ کرتا ہے کہ اُسی سال ۱۶۹۵ء میں تیسرے بیرہ ... فوج کو تیغ کر کے
اوسنے اپنے علاقہ سے بھگا دیا۔ مگر پیٹر دوسرے ہی برس قلماق اور کوسکوں کو ... ساتھ لیکر ... بڑی فوج
لیکر پھر آزاف پہونچ گیا۔ اور اوس کے بیڑہ نے ترکی جہازوں کے بیڑہ کو جو کمک لایا تھا شکست کر
پسپا کر دیا۔ اور کیپیا سے جو ترکی پاشا کی فوجیں لیکر ساحل کے کنارہ کنارہ آزاف کے پہنچانے کو آئی
ہوئی تھیں اونکو بھی ادہر آگے نہ بڑھنے دیا چنانچہ محصورین فاقہ سے مجبور ہو کر ۱۸ جولائی ۱۶۹۶ء کو ہتیار ڈالدیئے اور
آزاف پر پیٹر کا قبضہ ہو گیا جس نے فی الفور وہاں کے قلعوں اور لنگرگاہ کو مضبوط اور درست کر لیا اور جنگی جہاز تیار کرنے
کا کام اپنے بڑے پیمانہ پر شروع کر دیا کہ اگر پہلے کچھ شبہ باقی تھا تو وہ اب دور ہو گیا اور یہ بات واضح ہو گیا
کہ روس زار اپنے مقصد کو مد نظر رکھ کر آزاف کیواسطے بیتاب ہو رہا تھا۔

گفتگوئے صلح اور انگلستان و فرانس

شاہ انگلستان کی طرف سے پہلے اصلاح مصطفی کوپرلی کی شہادت کے بعد ہی
باب عالی نے آسٹریا سے صلح کی سلسلہ جنبانی ایک ... اپنے وکلا
روانہ بھیج دیئے تھے مگر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا تھا۔ اس وقت لارڈ پیجٹ
قسطنطنیہ میں سفیر تھا اوس نے اب پھر عثمانیہ وزرا کو صلح کر لینے کی تحریک کرتے کہا کہ انگلستان اور ہالنڈ
ثالث بن کر صلح کرا دینگے سلطان اور اوس کے وزیر اعظم نے متذکرہ صدر خطرات کو مد نظر رکھکر سفیر کی تجویز
کو منظور کر لیا۔ سفیر کی کامیابی کی اور بھی وجہ تھی جو آگے معلوم ہو جائیگی۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ... آسٹریا میں بھی
۱۶۸۹ء اور ۱۶۹۱ء والی شدت نہیں رہی تھی سوا فرانس اور ترکی کے بر خلاف کامیابی تو ضرور ہوئی تھی
اور وہ کامیابی ایسی تھی کہ غالباً کسی معمولی سمجھ کے حریف مثلاً بادشاہ اور کسی لیڈر سے ہی وانیا کے متواتر
محاصروں کا بدلہ لینے کے واسطے ہی قسطنطنیہ پر فوج کشی کر دیتے۔ مگر ایک تو ان لڑائیوں سے اوسکا ملک بھی
فریق مخالف کے ملک کی طرح بنجر کیا ہوا تھا اور جنگ کے جاری رہنے کی صورت میں مفتوح علاقوں کا پھر ہاتھ
سے نکل جانا بعید از قیاس تھا۔ دوسرے اسی سال شاہ ہسپانیہ کی وفات کے بعد جو نظاہر حال چند ایسا
بعید نہیں دکھائی دیتی تھی تخت و تاج ہسپانیہ کیلئے فرانس سے جسکے ساتھ ۱۶۹۷ء میں بمقام ریسوک صلح ہو گئی تھی
پھر لڑائی یقینی ہو رہی تھی جس کے واسطے تیار ہونیکے لئے ترکی سے لڑائی بند کر دینا ضروری ہو گیا تھا۔

لوئی چہاردہم نے بھی جو کئی برس تقریباً نصف یورپ سے لڑائی کرتے کرتے تھک گیا تھا جب آسٹریا کے
صلح کر لینے کا ارادہ کر لیا تھا تو باب عالی کو اپنے منشا سے اطلاع دیکر کہلا بھیجا تھا کہ میں صلح کے نامہ میں
ترکی کو بھی شریک کرائے دیتا ہوں۔ مگر سلطان نے جس نے شمشیر اپنے صوبے واپس لینے کی توقع تھی صاف

انکار کر دیا تھا۔ اس توقع کے علاوہ سلطان کو فرانس کے سفیر جسکی معرفت یہہ تجویز پیش کیگئی تھی اعتبار نہ تھا۔ اس کا نام مانسیور دی فیرال تھا جو شاٹونف کے بعد مقرر ہوا تھا۔ سو حسن اتفاق ترکوں میں رہنے کے باوجود یہہ اون کے آداب سے واقف نہ ہوا تھا۔ اور مزید برآں اپنی سپاہیانہ روش اور گرم مزاجی سے اوس نے اون کو اور بھی افروختہ کر دیا ہوا تھا۔ ایک دفعہ وہ تلوار لگائے دربار میں سلطان کے روبرو چلا گیا تھا۔ اس سے سلطان بڑا اوس سے کبیدہ خاطر ہو گیا تھا۔

مگر جب انگریزی سفیر نے صلح کی تحریک کی تو اب لوئی نے باوجودیکہ وہ معاہدہ رسوک کو روسو آسٹریا صلح ہو چکا تھا۔ دیوان کو پیغام بھیجا کہ "میں نے جو چال میں صلح کی ہے وہ محض عارضی ہے۔ چارلس ثانی شاہ ہسپانیہ کے عنقریب فوت ہونے پر مجھے اپنی پوری طاقت سے خاندان آسٹریا کے ساتھ لڑائی کرنی پڑیگی۔ بابعالی اوس سے ہرگز صلح نہ کرے"۔ بابعالی نے اس پیغام کی کچھہ پرواہ نہ کی۔ وہ شاہ فرانس کے سابقہ طریق عمل سے ہی ناراض تھا۔ بلکہ اب اوسے یہہ بھی خیال ہو گیا تھا کہ فرانس اکیلا ایک طرف ہو اور باقی دول ایک طرف۔ وہ اس مقابلہ میں کبھی پورا نہیں اتریگا۔ اور سب سے بڑی بات یہہ تھی کہ فرانس کے رقیب ولیم سوم شاہ انگلستان نے دیوان کے اکثر اراکین کی مٹھی گرم کر دی تھی۔ ان سب باتوں کا یہہ نتیجہ ہوا کہ بابعالی نے لوئی کی نصیحت برخلاف ہالنڈ اور انگلستان کی ثالثی منظور کر کے آسٹریا سے نامہ پیام شروع کر دیا۔ ناظرین حیران ہونگے کہ ولیم کو کیا پڑی تھی کہ اوس نے دو اجنبی سلطنتوں میں ثالث بنکر صلح کرا دینے کیلئے زبانی کوشش پر ہی اکتفا نہ کرکے ایثار روپیہ خرچ کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ مگر یہ ایسی گہری اور بار آور چال تھی کہ ایسی ہی تدبیروں کی بدولت انگلستان کو آج یہہ عروج حاصل ہے۔ اور ٹرکی نادانی سے اون چالوں میں آجانے کی بدولت ایسی پابند اور مجبور ہو رہی ہے[1]۔ اور ہر کس و ناکس اپنے تئیں اوس کے اندرونی معاملات میں دراندازی کا مجاز سمجھتا ہے۔ ولیم بہادر جنیل ہی نہیں۔ اول درجہ کا مدبر بھی تھا۔ اس تدبیر کی کامیابی سے کئی فائدے نکلتے تھے۔ ایک تو فرانس کے مقابلہ پر آسٹریا کو یکسوئی حاصل ہوتی تھی۔ دوسرے ٹرکی پر جہاں ہالنڈ اور انگلستان کی تجارت کو بہت عروج حاصل ہوتا جا رہا تھا بمصداق کرم داشتنی...... اور اوسے ممنون احسان بنا کر عملاً اوسکے معاملات میں آیندہ دخیل ہونے کے لئے ایک زبردست نظیر قایم ہوتی تھی۔

لوئی کو جب خبر ہوئی تو اوس نے پھر بابعالی کو سمجھایا کہ ایسا کرنے سے وہ سخت غلطی کا مرتکب ہوگا۔

---

[1] ترک ان چالوں کو ٹھیک ایک سو برس بعد جاکر سمجھے اور خوب سمجھے۔ مگر اوس وقت کا سمجھنا فضول تھا۔ وہ جال میں پھنس چکے تھے جس کی تاریں دن بدن زیادہ مضبوط اور کثیر اور وہ برعکس اسکے زیادہ ضعیف ہوتے جاتے تھے۔ ترکوں کے اس نقائص و بہبود بیداری کی مفصل کیفیت اپنے موقع پر درج کیجائیگی۔ مولف۔

اور اپنے قول کی تائید میں یہہ زبردست دلیل پیش کی کہ ٹرکی کے اعدا صرف ایسی شرائط پر صلح کرینگے کہ جبتک وہ اون سے بچی رہے تب ہی تک اوسکا وجود قائم ہے۔ کیونکہ اب تک جتنی لڑائیاں عیسائیوں سے اوسکی ہوئی ہیں۔ اوس نے اپنا قدم کبھی پیچھے نہیں ہٹایا ہے۔ اگر اب کے اوس نے ایسا کیا تو اوسکی طاقت و قوت کا دنیا میں جو دبدبہ ہے وہ کافور ہو جائیگا۔ اس لئے میں تاکیداً نصیحت کرتا ہوں کہ فرانس کے مناسب کو شروع کرنیکے وقت تک ٹرکی لڑائی کو برابر جاری رکھے۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ جبتک ٹرکی جنگری اور اپنے تمام دیگر صوبجات کو پہر فتح نہ کرلے میں ہتھیار ہاتھ سے نہیں رکھونگا۔ اور آسٹریا سے صلح نہیں کرونگا۔ لوئی جیسا کچھہ ترکوں کا خیر خواہ تہا۔ اوسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ مگر اوسکی یہہ صلاح جیسا کہ واقعات مابعد سے ثابت ہو گیا بالکل مخلصانہ اور ٹرکی کے لئے نہایت مفید تہی۔ لیکن وہی پہلے موانع اب بہی حایل تہے۔ ایک تو نفیرال ان پیغاموں کا پہونچانے والا تہا۔ اور دوسرے ہالنڈ و انگلستان کے سفرا روسکی ولاسا۔ چالبازی اور نقد رشوت کی ذریعہ سے اعلیٰ وزرا پر پورا قابو حاصل کر چکے ہیں۔

لوئی کو خشک جواب ملا۔ کہا گیا کہ فرانس اپنی مرضی سے صلح و جنگ کرتا رہا ہے۔ اوس نے ٹرکی سے کبھی استمزاج نہیں کیا۔ اوسی طرح ہم بہی اپنی رائے پر چلتے ہیں۔ جب نامہ و پیام شروع ہو گئے تو فیروال نے اوسوقت بہی اون کو رکوا دینے کے لئے بڑی کوشش کی۔ لیکن جب دیوان نے اوسے علانیہ کہدیا کہ صلح کا مصمم ارادہ کر لیا گیا ہے۔ اور ضرور صلح کیجائیگی۔ تم خواہ مخواہ مخالفت کرنیکی تکلیف نہ اٹہاؤ۔ تو وہ بیچارہ خاموش ہو گیا۔ اور ۱۶۹۹ء میں بمقام کارلووز معاہدہ صلح پر دستخط ہو گئے۔

انگریزی سفیر لارڈ پیجٹ نے تجویز پیش کی کہ انگلستان فریقین میں اس اصول[۱] پر صلح کرائے کہ گفتگوئے صلح کے وقت ہر ایک فریق کے قبضہ میں جو علاقہ ہو وہ اوسی کے پاس رہنے دیا جائے۔ سلطان مصطفیٰ اس تجویز سے کب متفق الرائے ہو سکتا تہا۔ اس اصول کے مطابق اوسکی سلطنت کے کئی زرخیز اور وسیع علاقے ہمیشہ کے لئے اوس کے اعدا کو ملتے تہے۔ مگر اودہر صلح کی بہی سخت ضرورت تہی۔ اس لئے اوس نے تجویز مذکور کو قطعاً منظور کرنیکی بجائے اوس میں چند اہم ترمیمیں کئے جانیکی کوشش کی۔ اور خود اپنے ہاتھ سے نئی تجویز لکہہ کر لارڈ پیجٹ کو دی۔ یہہ پہلا موقعہ تہا کہ کسی ترکی سلطان نے ایسا کیا ہو۔ سلطانی تجویز کے ساتہہ ایک خط بہی منسلک کیا گیا۔ جو وزیر اعظم نے شاہ انگلستان کی طرف لکہا تہا۔ اس میں شاہ انگلستان سے بیچ بچاؤ کرکے چند شرائط اور مستثنیات کے ساتہہ بالعموم متذکرہ صدر اصول کے مطابق صلح کرا دینے کی درخواست کی گئی۔ شرطیں یہہ تہیں کہ آسٹرین صوبہ ٹرانسلوینیا کو چہوڑ دیں۔ شہر پیٹروارڈن برباد کر دیا جائے۔ اور کہ

---

[۱] اس اصول کو لاطینی میں یوٹی پاسی ڈیٹس کہتے ہیں۔ مولف۔

آسٹرین اون تمام قلعوں کو جو دریا اراونا کے ترکی ساحل پر واقع ہیں خالی کر دیں۔ اسی طرح کی چند اور استثنیات
تھیں۔ لارڈ پیجٹ نے وزیراعظم کا خط اپنے سکرٹری کو دیکر اوسے وائنا روانہ کیا۔ اور آسٹرین گورنمنٹ
کو اطلاع دیگئی کہ انگلستان بخاصمین میں صلح کرا دینے کے لئے بیچ بچاؤ کرنے پر بہمہ وجوہ تیار ہے۔ اسکی جواب میں
بابعالی کو لکھا گیا کہ قیصر نمسہ (آسٹریا) لیوپولڈ صلح کے لئے گفتگو کرنے پر آمادہ ہے۔ مگر بایں شرط کہ ہر فریق
کو اوس علاقہ پر جو اب اوس کے تصرف میں ہے۔ قابض رہنے دیا جائے۔ اور روس کو بھی معاہدہ میں شامل کر لیا
جائے۔ بابعالی نے مجبور ہو کر ان شرطوں کو تسلیم کر لیا۔ بعد میں وینس اور پولنڈ کو بھی گفتگوئے صلح میں شریک
کر لیا گیا۔ اور ہالنڈ بطور ثالث انگلستان کے ہمراہ ہو گیا۔ زار پیٹر گو تنہا ٹرکی کے ساتھ لڑائی جاری رکھنے
کا خواہاں نہ تھا۔ تاہم وہ صلح ہو جانا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔ اور مجوزہ اصول اوسے سخت ناگوار تھا۔ کیونکہ وہ صرف
مفتوحہ بندر آذاف کو ہی قابو میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ بلکہ کریمیا کے مشہور شہر کرچ کو بھی لینے کا خواہشمند تھا۔
۱۶۹۸ء میں اوس نے وائنا جا کر قیصر لیوپولڈ سے ملاقات کی اور آخرالذکر سے دریافت کیا کہ تم کیوں صلح کے
آرزومند ہو۔ لیوپولڈ نے جواب دیا "میں نے بذات خود صلح کی خواہش ظاہر نہیں کی۔ اول اول انگلستان
نے اسکی تحریک کی۔ اور اوسکی ثالثی سے کوئی اندیشہ نہیں۔ متحدہ مسیحی فرمانرواؤں یعنی آسٹریا۔ وینس۔ پولنڈ
اور روس کے بادشاہوں میں سے ہر ایک مفتوحہ علاقوں پر قابض رہیگا" زار نے کہا "میں بھی نہیں چاہتا۔ بلکہ
کرچ کے لینے پر بھی اصرار کرتا ہوں۔ معاہدہ میں یہ شرط بھی ضرور لکھوائی جائے۔ اور اگر ٹرکی اوسے دینا قبول نہ
کرے تو آسٹریا اور روس بابعالی کے برخلاف از سر نو جدید اتحاد کر لیں" قیصر نے زار کو کرچ دلا دینے کی کوشش
کرنے کا وعدہ کرکے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ "ایسے وقت جبکہ صلح کرا دینے کے لئے دول یورپ کی
کانگرس مجتمع ہونیوالی ہو جارحانہ اتحاد کی تجدید موزون نہیں یعنی اگر ٹرکی نے کرچ کا دینا قبول نہ کیا تو اوسپر
اعلان جنگ کر دینا مناسب نہیں۔" انہی دنوں دو سکرٹری پیٹر زار نے آسٹرین وزیر کونٹ کنسکی سے دوران گفتگو
دریافت کیا "صلح پر کونسی طاقت زور دے رہی ہے" وزیر نے جواب دیا "ہمارے مقدس دین سلطنت
(یعنی پوپ) اس پر مصر ہے۔ ہسپانیہ اس پر مصر ہے۔ انگلستان اور ہالنڈ اس کے لئے تقاضا کر رہے
ہیں۔ الغرض کل مسیحی طاقتوں کی یہی خواہش ہے" یہ سنکر زار کا پارہ اٹھا "خبردار! انگلستان اور ہالنڈ کے
بچھوں میں نہ آنا۔ اون کو صرف اپنی تجارت کی بہتری منظور ہے۔ اپنے رفقا کے اغراض کی انہیں کچھ
پرواہ نہیں" شاہ پولنڈ بھی "یوٹی پاسی ڈیٹس" اصول پر معترض تھا۔ اسکے رو سے کامی نیک ترکوں کے
قبضہ میں رہتا تھا۔ اور پولنڈ کی کلید یہی مقام تھا۔ آخر بیشمار قیلوں اور تعویقوں کے بعد پانچوں جنگ
کنندہ اور دونوں ثالث سلطنتوں کے وکلا ۲۴ر اکتوبر ۱۶۹۸ء کو قصبہ کارلووٹز میں جو کانگرس کے لئے

تجویز کیا گیا تھا جمع ہوگئے اور مصالحت کی گفتگو اور کارروائی شروع ہوگئی۔ یہ قصبہ ڈینوب کے داہنے ساحل پر پیٹرواردن سے تھوڑے سے فاصلہ پر جانب جنوب واقع ہے۔

معاہدہ کارلووٹز اور اُس کے نتائج

اس گفتگو میں بہت وقت صرف ہوا۔ ہر ایک فریق اپنے اپنے دعاوی پر اس قدر زور دیتا تھا کہ کئی دفعہ کانگریس کے درہم برہم ہو جانے میں شک نہ رہ گیا۔ اور تا لشونگو کلا اشنی مشکل سے اوسے قایم رکھہ سکے۔ آداب احترام۔ ترتیب نشست دا جلاس اور بادشاہوں کے القاب القاب کے متعلقہ تنازعوں کے علاوہ کانگریس کو بے شمار اہم دعاوی اور اعتراضات کا تصفیہ کرنا پڑا۔ آسٹریا اور وینس کے سوا ہر فریق اپنے اپنے حق میں قبضہ کے عام اصول سے کچھہ نہ کچھہ انحراف کا خواستگار تھا۔ روسی ایلچی عرصہ تک کرچ کے ملنے کا بڑے زور شور سے تقاضا کرتا رہا۔ عثمانی مصر تھے کہ آسٹریا ٹرانسلوینیا کو چھوڑ دے یا اوس سرزمین کے عوض باب عالی کو خراج دیتا رہے۔ ساتھہ ہی اون کا یہہ بھی تقاضا تھا کہ وینس موریا سے شمال کی طرف کے اکثر مفتوحہ مقامات واپس کر دے اور دسی آذات کو خالی کر دیں۔ پول کامی نیاک کے واپس ملنے کا راگ الاپتے رہے۔ اور آسٹریا بھی گو وہ اصول مقررہ کا پابند رہا کئی نئی حجتیں کھڑی کر دیں۔ اوس نے مطالبہ کیا کہ قبر مسیح علیہ السلام کی تولیت پھر فرانسسکن طبقہ کے پادریوں کو دیجائے جنبیہ کیوس (ساؤ) میں فرقہ جیسوائٹ کو عیسائی جہاں جہاں قابض ہیں۔ اون کا قبضہ ہمیشہ کیلئے تسلیم کیا جائے۔ اور باب عالی ٹرینی ٹیرین (معتقدان تثلیث) انجمن کو چند رعائتیں عطا کرے۔ یہہ انجمن زر فدیہ دیکر عیسائی اسیروں کو غلامی سے آزاد کرنیکی غرض سے قایم ہوئی تھی یونانی ماوروکورڈاٹو نے جو عثمانیہ دربار کی طرف سے اعلی سفیر تھا۔ ان مطالبوں کے جواب میں کہا۔ "باب عالی نہیں جانتا۔ ٹرینی ٹیرین یا فرانسسکن یا جیسوائٹ کون بلا ہیں" تاہم معاہدہ میں چند ایسی دفعات درج کر دینے کا فیصلہ کیا۔ جن کے رو سے سلطان نے سابقہ کیپی تولیشنز (امتیازات) اور خطوط شریفہ (فرامین سلطانی) کے مطابق عیسائیوں کو برابر اپنے ظل عاطفت میں رکھنے کا وعدہ کیا۔ مگر (بقول کریسی) ایک امر عثمانی قابل تعریف طور پہ ثابت قدم رہے جس کے لئے وہ صد آفرین کے مستحق ہیں۔ انہوں نے اپنی قومی لاج کو بٹہ نہ لگنے دیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ مہمان نوازی اسکا نام ہے۔ آسٹریا نے مطالبہ کیا کہ ٹرکی پناہ گزین ٹکلی کو بحیثیت باغی قیصر کے حوالہ کر دے۔ باب عالی نے صاف انکار کر دیا۔ اور آخر بڑے اصرار اور مشکلوں کے بعد سلطان نے صرف اس قدر وعدہ کیا کہ ہنگرین کونٹ ٹکلی اور اوسکے رفقا کو سرحد سے اتنے فاصلہ پر رکھا جائیگا۔ کہ وہ قیصر کے ممالک محروسہ میں فتنہ و فساد برپا نہ کر سکیں۔ اس وعدہ کے معاوضہ میں آسٹریا نے ٹکلی کی بیوی ہیلن زرینی کی ضبط کردہ جایداد کو واپس کر دینا اور اوسے اپنے خاوند کے پاس چلے جانے کی اجازت دیدینا منظور کر لیا[1]

[1] سنہ ۱۶۸۹ء کی گفتگوئے مصالحت میں بھی ڈچ سفیر کی وساطت سے وائنا میں شروع ہوکر بیت لیجہ

کئی ہفتوں کی بحث و مباحثہ۔ لڑائی جھگڑا۔ دہمکیوں اور سازشوں کے بعد آخرش صلح کی شرائط مرتب ہو گئیں آسٹریا اور ٹرکی میں ۲۵ برس کے لئے معاہدہ ہوا جس کے روسے قیصر لیوپولڈ صوبہ ٹرنسلوینیا ہنگری کے اون تمام علاقے کا جو دریا ماروش (مارسک) کے شمال اور دریا تہی اس کے قرب میں ہے بجز تموسوار کے حصے کے ماسوائے جو دریا ڈینیوب اور دریا ساوا کے درمیان ہے کل حصہ سلیوونیا کا بادشاہ تسلیم کیا گیا۔

پہلے دونوں صوبوں کا جس قدر علاقہ دبا لیا گیا تہا۔ اوسکی حدبندی کے لئے قدرتی نشان موجود تہے لیکن صوبہ سلیوونیا یا سرمی آم کی سرحد کے کچھ حصہ پر ایسے نشان نہ تہے جن کے عوض دریا ڈینیوب اور تہی اس کے محل اتصال سے لیکر اوس مقام تک جہاں دریا بوسوت ساوا میں گرتا ہے خندقیں کہودی گئیں اور باڑ لگا دی گئی۔ اسسے آگے دریا ساوا کا گذرگاہ اور اوس سے آگے دریا اونا قدرتی نشان موجود تہے۔ پولنڈ اور وینس کے ساتہہ بلا تعیین میعاد معاہدات ہوئے۔ پولنڈ کو پوڈولیا۔ یوکرین اور کامی نیک مل گئے۔ وینس کو ڈیلمیشیا اور موریا کے مفتوحہ حصوں پر قابض رہنے دیا گیا۔ مگر جو مقام اوس نے خاکنائے کارنتھ کے شمال میں فتح کئے تہے وہ ترکوں کو واپس دلا دیئے گئے۔ مگر اہالی وینس لیپانٹو کو خالی کرنے سے پہلے اوس کے تمام قلعوں کو منہدم کر گئے۔ روس نے اوسوقت قطعی معاہدہ کرنے سے انکار کر کے صرف دو برس کیلئے عارضی صلح کی۔ مگر بعد میں جلد ہی اوسکی میعاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) ہی تہی۔ آسٹرین سفرا نے بڑا زور دیا تہا کہ ٹکلی کو آسٹریا کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ اوسے غداری کی سزا دیجائے۔ اسکی جواب میں عثمانیہ سفیر ذوالفقار آفندی نے کہا "میں خود ٹکلی کو اپنے ملک کا دشمن اور اس محاربہ کا بانی مبانی سمجہتا ہوں ٹکلی سلطان کے کتے سے زیادہ حیثیت حقیقت نہیں رکہتا۔ اور میرے بادشاہ کو ایسے شخص کی حیات و ممات کی کچھ پرواہ نہیں مگر ساتہ ہی یہہ یاد رہے کہ میں ٹکلی کا قاتل بننے کے لئے اس سفارت پر اس قدر مسافت طے کر کے نہیں آیا" اس پر ثالث یعنی ڈچ سفیر نے کہا "جبکہ تم اوسکی حیثیت کتے سے زیادہ نہیں جانتے تو ظاہر ہے کہ تم اوسکی حوالگی کو کوئی ایسی بڑی بات نہیں سمجہو گے۔ اور اس مسئلہ کو طول دیکر اہم معاملہ نہیں بناؤ گے" ذوالفقار نے جواب دیا "ہاں ٹکلی بیشک کتا ہے ایسا کتا جسکا اٹہنا بیٹہنا۔ لیٹنا۔ بہونکنا۔ خاموش رہنا سلطان کے حکم پر موقوف ہے جیسا حکم ہوتا ہے اوسی طرح کرتا ہے۔ مگر یہہ کتا بادشاہ عثمانیہ کا کتا ہے۔ اور اوس کے ذرہ سے اشارہ سے یہہ کتا چشم زدن میں مہیب شیر ببر ہو سکتا ہے" مولف۔

لہ یعنے اس معاہدہ سے ٹرنسلوینیا اور سلیوونیا کے چہوٹے چہوٹے حصے اور ہنگری میں صرف تمیسوار ترکوں کے پاس رہ گیا۔

ٹہ ہیمر صاحب لکہتے ہیں کہ وینس کو ڈیلمیشیا کا مفتوحہ علاقہ بہی تقریباً کلہم واپس کر دینا پڑا۔ کریسی صاحب جیسا کہ متن میں درج ہے اوس کے برعکس لکہتے ہیں۔ اولیور صاحب کا بیان ہے کہ ڈیلمیشیا میں اہالی وینس کے پاس بہت تہوڑا سا حصہ رہ گیا۔ مولف

تئیس برس کر دیگئی۔ کیونکہ اٹھارہویں صدی کے شروع میں زار پطرس کی کا خیال چھوڑ کر سویڈن کے علاقے فتح کرکے اپنی مملکت کو بڑھانے کی تدابیر میں مصروف ہو گیا۔ معاہدہ کارلووز کے رو سے آزاف کا بندرگاہ اور وہ علاقہ جو روسیوں نے بحیرہ آزاف کے شمال میں فتح کیا تھا زار کے قبضہ میں رہنے دیا گیا۔ اور کل خراج جو متعدد عیسائی طاقتیں باب عالی کو دیا کرتی تھیں موقوف کر دیئے گئے۔ اس معاہدہ پر ۲۶ جنوری ۱۶۹۹ء (۲۴ رجب ۱۱۱۰ھ) کو دستخط ہوئے۔

ہنگری۔ ٹرنسلوینیا۔ موریا۔ ڈلمیشیا۔ پوڈولیا۔ یوکرین اور آزاف یکبارگی اس قدر صوبوں کا ایک ہی وقت سلطنت سے جدا ہو جانا سلطنت عثمانیہ کے انحطاط کو دنیا سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ یہ پہلا بڑا رخنہ تھا جو اس اسلامی حکومت کی حدود میں پڑا۔ اس سے یورپ والوں کے دلوں سے ترکوں کی دہشت اڑ گئی۔ فتح و ظفر مندی کا سہرا ترکی کے سر سے اتر گیا۔ اور وہ عیسائیوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل سہی ویسی ہی ایک سلطنت ہو گئی جیسی کہ دوسری تھیں۔ اوسکی بڑائی اور فوقیت کا بڑا باعث یہی تھا کہ وہ کل یورپین سلطنتوں سے الگ تھلگ تھی۔ اور مغربی یورپ کے معاملات سے کچھ سروکار نہ تھا۔ اگر تعلق تھا تو صرف وہی جو ایک زبردست اولوالعزم اور فاتح سلطنت کو غیر جنس کمزور ریاستوں سے ہوتا ہے۔ اس معاہدہ سے وہ علیحدگی کافور ہو گئی۔ اور وہ بھی یورپ کے کل معاملات اور جھگڑوں میں شریک ہو گئی۔ ایک عیسائی مورخ نے کیا ٹھیک کہا ہے۔ وہ لکھتا ہے "ٹرکی نے اپنے قدیم اور گہرے رفیق (یعنی فرانس) کی نصیحت نہ مانی اور چند بعض طامع ہمسایوں اور خود غرض دوستوں (انگلستان وغیرہ سے مراد ہے) کے مشوروں میں آ کر اونکے پھندے میں پھنس گئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اوسکے تنزل و انحطاط کا رکنا محال ہو گیا۔"

جرمن مورخ وان ہیمر لکھتا ہے کہ "معاہدہ کارلووز ان معاہدوں میں سے ہے جو خاص غور و فکر چاہتے ہیں۔ بعض لڑائیاں شائقین تاریخ کی خاص توجہ کی متقاضی ہوتی ہیں۔ اور اون پر پوری توجہ سے غور کیا جاتا ہے۔ یہی کیفیت بعض معاہدوں کی ہے۔ کارلووز کے معاہدہ نے وسیع ترکوں کی سرحد پولینڈ اور ہنگری کی طرف ڈنیسٹر۔ ساوا اور اونا کے دریاؤں سے محدود ہو گئی۔ وسیع رقبہ اون کے تصرف سے نکل گیا۔ دنیا کو اونکی فتوحات و طاقت کا کوئی خوف نہ رہ گیا۔ اوس کا تنزل جسے مراد چہارم کے آہنین پنجہ اور کوپرلی اوّل کی زبردست اور خوفناک تدابیر نے کچھ عرصہ کیلئے تھام لیا تھا کل عالم پر ہویدا ہو گیا۔ اور پھر اوسے نہ اس خاندان کے وزرا کی دانائی روک سکی اور نہ وہ اون غیر تربیت یافتہ اور بے قاعدہ سپاہیوں کے ہجوم غفیر اور جیالے فوجوں سے جنہیں باب عالی مشکل کے وقت میدان جنگ میں بھیجتا رہا دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھا جا سکا۔ مگر یہ عہد نامہ

سلہ مسٹر بنرزیہ تاریخ عثمانیہ۔ جلد اول صفحہ ۱ تا ۳۔

اسی وجہ سے قابل یادگار نہیں۔ بلکہ اس لئے بھی کہ اس معاہدہ کیوقت روس اور ٹرکی پہلی مرتبہ ایک عام یورپین کانگریس میں شریک ہوئے۔ اور نیز اس لئے کہ انگلستان اور ہالنڈ کے سفرا کہ جن ملکوں میں سے کوئی بھی جنگ میں شریک نہیں تھا۔ اون کا کانگریس میں داخل کرنے سے زار اور سلطان نے تسلیم کر لیا کہ یورپین طاقتیں عام بہبود و بہتری کے لئے ایک دوسرے کے معاملات میں ثالث بالخیر بن سکتی ہیں"۔ میں حیران ہوں کہ وان ہیمر نے اس ثالثی کو عام بہبود و بہتری پہنچنی ہونا کس طرح تحریر کر دیا ہے۔ یورپین سلطنتوں کے لئے ایسا ہو تو ہو۔ ٹرکی کے لئے یہ دونوں جذبیں سم قاتل سے کم مہلک ثابت نہیں ہوئیں۔ اور یہی وہ عام بہبود کے معاملے ہیں جو اوسے کبھی سنبھلنے نہیں دیتے۔ مگر ان دونوں باتوں پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

معاہدہ کارلووٹز نے ایک کو مٹایا اور دوسری کو کامیابی ملجانے سے وینس اور پولنڈ کی کمزور ریاستوں کی پھر کچھ عرصہ کیلئے عزت و وقعت قایم ہو گئی۔ مگر در اصل قابل غور وہ تغیر تھا جو جنگ سترہ سالہ سے نتیجوں سے مستقل صورتوں کی حالت میں واقع ہو گیا تھا۔ ۱۶۸۲ء میں روس گوشہ گمنامی میں پڑا تھا۔ اب بحیرہ اسود اور بحیرہ آزاف کے ساحل تک سلطنت وسیع کر لینے سے یورپین نظام کا ایک فرد بن گیا۔ آغاز محاربہ کے وقت آسٹریا کو اپنے دارالخلافہ اور قومی وجود تک کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ انجام جنگ صمت پر خاندان ہیپسبرگ (آسٹریا کی خاندان) کی سلطنت نہ صرف محفوظ بلکہ وسیع۔ اور نہ صرف وسیع بلکہ ہمیشہ کے لئے مضبوط و مستحکم اور اوسکی طاقتیں مجتمع ہو گئیں۔ برعکس اسکے خاندان عثمانیہ وا اپنا لتیا لتیا خود اپنے ہی کئی زنجیر صلوبیہ ہاتھ سے کھو بیٹھا۔ اور بقول کریسی "عیسائی حملہ آور دلّی باقیماندہ صوبوں کے بچا رہنے کیلئے اوسے دو دیگر ثالث مسیحی طاقتوں کا مشکور ہونا پڑا[1] شلاسر اپنی کتاب "اٹھارہویں صدی کی تاریخ" کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔ کہ اوسوقت سے یورپ میں کسی کو ٹرکی کی فوجی طاقت کا ایسا بڑا خوف نہیں رہ گیا تھا۔ اوسکی قدر و منزلت ڈپلومیٹیک (یعنی یورپین سلطنتوں کے باہمی جوڑ توڑ اور تدابیر میں کارآمد ہونیکی) رہ گئی اور دوسری قومیں فنا فنا اوس سے آسٹریا یا روس کی روزافزوں طاقت کے برخلاف پولیٹکل مشین کا کام لینے کی کوشش کرتی رہی ہیں۔ چنانچہ جس قدر روسی فرمانرواؤں کے دلوں میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے بحیرہ اسود پر پورا تسلط کرنے کی خواہش بڑھتی گئی اوسی نسبت سے ٹرکی کی اس ڈپلومیٹیک وقعت میں اضافہ ہوتا گیا۔" کریسی صاحب نے ایک سبب لطیف نکتہ اس موقعہ پر تحریر کیا ہے۔ پہلی جلد میں میں لکھ چکا ہوں کہ ترکوں کی موجودہ کمزوری اور اعدار کی دلیری کا سرنہاں یہ ہے کہ وہ جارحانہ پہلو کو چھوڑ کر صرف مدافعت پر انحصار کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ اونکے پاس اول الذکر پالیسی اختیار کرنیکے جمیع سامان موجود ہیں۔ کسر فقط اولعزمی اور امنگ کی ہے۔

[1] کمرسیبیر پر اسی ثالثی کے مان لینے کو زوال کا نوری باعث سمجھتے ہیں۔ اور گو جب وزراء عثمانیہ نے صلح کر لینے کا عزم کر لیا سلطنت

مسٹر کریسی کی تحریر سے میرے اس بیان کی بالواسطہ طور پر پوری تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "ترکی معاملات میں دوسری طاقتوں کو برابر کمال دلچسپی اور تردد آمیز لگاؤ ہونے کا بڑا باعث جو ساتھ ہی دیرپا بھی ہے یہ ہے کہ ہر ایک طاقت کو یہ اندیشہ ہے کہ اگر کسی سلطنت نے عثمانیہ مقبوضات کو فتح کر کے اپنے ممالک محروسہ میں شامل کر لیا تو اس سے اوسکی جارحانہ طاقت میں خطرناک اضافہ ہو جائیگا۔ یہ سلطنت ترکوں کے ماتحت گو بہ تقاضائے عمر جارحانہ مقاصد اور فاتحانہ اغراض کیلئے معطل ہو رہی ہے۔ مگر دوسروں کے ماتحت وہ دُنیا کی آزادی کو ملیامیٹ کرنے یعنی دیگر آزاد قوموں کو محکوم و مفتوح بنانیکے لئے کافی وسایل اور سامان و سپاہ و جہاز وغیرہ کی صورت میں بہم پہونچا سکتی ہے"

اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ ٹرکی کے پاس فاتحانہ اغراض کیلئے بدستور سامان موجود ہے۔ مگر ترک اوس سامان کو زمانہ کے حسب حال صورت میں ڈھال کر اوس سے کام نہ لیں تو یہ اون کا اپنا قصور اور اپنی ہمت کی کوتاہی ہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ عبدالحمید خان ثانی الغازی کے ظل عاطفت میں چند برس تربیت پانے سے اون میں پھر کچھ نہ کچھ "سپرٹ" اور اُمنگ پیدا ہو گئی ہے اور پچھلے برس (سنہ ۱۸۹۷ء) سے اُنہوں نے کئی صدیوں کے خواب خرگوش کے بعد پھر اس میدان میں قدم رکھ دیا ہے۔ مگر پھر بھی ابھی تک وہ بہت دبے ہوئے ہیں اور جب تک ہمت مردانہ کر کے اس رنگ میں اوسی طرح نہ رنگے جائیں گے جیسے کہ اونکے فاتح بزرگ اسلاف تھے۔ یا جیسے کہ اب دُنیا کی چند خوش اقبال مسیحی طاقتیں اور قومیں ہیں۔ تب تک اونکی حالت میں بہتری کی طرف بہت کم تغیر ہو سکے گا۔ وہ اس میدان میں اس قدر پیچھے ہیں کہ اون کو شب و روز اس کمی کو پورا کرنیکے سوائے اور کوئی فکر نہیں ہونا چاہئے۔ اور چونکہ اکثر دوسری طاقتوں پر اون کو یہ فوقیت حاصل ہے کہ اون کے پاس اس مدعا کے لئے خداداد سامان اور وسایل موجود ہیں پس تھوڑی کوشش کرنے سے تھوڑے عرصہ میں مسیحی طاقتوں کے ہم پلہ بن سکتے ہیں۔ اور خداوند کریم کے فضل و کرم سے قوی اُمید ہے کہ امیرالمومنین عبدالحمید خان ثانی کے ظل ہمایون میں اونکی یہ سست رفتاری بہت جلد ویسی ہی سرگرم مستعدی و چستی سے جسکی فی زمانہ سخت احتیاج ہے متبدل ہو جائے گی۔

الا ما شاء اللہ واللہ یہدی من یشاء الی سبیل الرشاد۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۔ کی حالت بہت خستہ و تباہ ہو رہی تھی۔ پھر بھی مجھ کو کریسی صاحب کے برخلاف مسٹر [illegible] صاحب کے الفاظ سے اتفاق کرنے میں کچھ بھی تامل نہیں۔ لوسی کی نصیحت مان کر اگر ایسی ذلیل شرایط کی سچائی کو جاری کہا جاتا تو غالباً ایسا برا نتیجہ نہ نکلتا۔ مولف۔

باب ہفتم

حسین کوپریلی کا انتظام۔ متعدد بغاوتوں کا انسداد اور اوس کی وفات۔ مصطفیٰ ثانی کی معزولی۔ احمد ثالث کی تخت نشینی۔ فرانس چارلس دوازدہم شاہ سویڈن کا ٹرکی میں ورود۔ روس کے ساتھ محاربہ۔ ترکوں کی فتحیابی اور معاہدہ پرتھ۔ وینس کے ساتھ محاربہ۔ موریا کا پھر فتح کر لینا۔ آسٹریا کے ساتھ محاربہ۔ ترکوں کی شکست بابلی معاہدہ پاسارووٹز۔ ایران کے برخلاف روس سے اتحاد۔ احمد ثالث کی معزولی صوبجات ڈینوب کے گورنران یعنی ہوسپودار۔ خاندان فناریان۔

معاہدہ کارلووٹز کے بعد آسٹریا، پولنڈ۔ اور روس کے سفرا اوسکی آخری تصدیق کے لئے قسطنطنیہ پہونچے۔ اور گو روس کے ساتھ عرصہ تک سلسلہ صلح پر جھگڑا رہا۔ مگر دوسری سلطنتوں سے فوراً معاہدہ کی تصدیق کر دیگئی۔ کیونکہ حسین کوپریلی اندرونی اصلاحات کے لئے ہی امن کی سخت ضرورت نہیں دیکھتا تھا۔ بلکہ مصر۔ کریمیا۔ عرب۔ عراق عرب اور افریقہ کے دیگر صوبجات میں بھی کچھ عرصہ سے کمال ابتری پھیل رہی تہی جسکا تدارک نہایت ضروری تہا۔ عراق عرب میں رعایا کی ناراضگی کا بڑا باعث وہاں کی مشہور نہر دیاآب کا ٹوٹ جانا تہا۔ یہہ نہر دریاے فرات کو دجلہ سے ملاتی ہے۔ متواتر بیرونی جنگوں سے اندرونی انتظام کی کل ایسی بگڑ رہی تہی کہ عرصہ سے اوسکی مرمت و درستی کی طرف کوئی توجہ نہ کیگئی۔ اوس کے کنارے اور پشتے برسوں کی بے توجہی سے کمزور اور بوسیدہ ہو گئے۔ اور آخر طغیانی کے ہوشمند پانی اون کو توڑ کر کل دوابہ میں پھیل گیا اور زرخیز میدان لق و دق دلدل بن گئے جس سے رعایا محاصل اراضی ادا کرنے سے بالکل عاجز ہو گئی۔ مگر مقامی حکام نے اونکی حالت زار پر رحم کرنے اور اونکی زمینوں کی درستی کا انتظام کرنیکی بجائے مالگذاری بہ جبر وصول کرنے کی کوشش کی۔ رعیت پہلے ہی زیادتی سے تنگ آئی ہوئی تہی۔ وہ برسر فساد ہو گئی۔ اور ہمسایہ ایرانیوں نے جلتی آگ پر تیل ڈال کر زمینداروں کو امداد کا وعدہ کر کے بغاوت پر ثابت قدم رہنے کے لئے درپردہ اکسانا شروع کر دیا۔ لیکن بے سر و سامان دہقانیوں کی شاہی طاقت کے سامنے کیا حقیقت تہی۔ وہ بری طرح سے شکست یاب ہو کر پامال کر دیئے گئے۔ اور فتح کی یادگار اور بقیۃ السیف کی عبرت کیلئے مقتولین کے سروں کو چن کر ایک بلند مینار بنا دیا گیا۔ مگر رعیت کی بربادی خود سلطنت کی خوشحالی کی بیخکنی ہوتی ہے۔ اسی واسطے دانا کہہ گئے ہیں کہ رعیت کی بغاوت بعض نزدیک بیرونی محاربہ سے بہی زیادہ مضر ہے۔ کیونکہ بغاوت کی کامیابی اور ناکامیابی دونوں ملک و حکومت کیلئے نقصان سے خالی نہیں۔ چنانچہ اس فتح سے سلطانی سطوت کا سکہ تو بیٹھ گیا مگر رعیت کی خونریزی اور تباہی اپنا پہلا

دستے بغیر نہ رہی۔ دیہات کے میدانوں کو پھر کبھی پہلے ایسی زرخیزی حاصل نہ ہوئی۔ نہ تجارت کو کبھی ویسا عروج ہوا۔ شاہی محاصل میں بہت کمی ہو گئی اور ایسی دقت ہوئی جبکہ گورنمنٹ کو جس کا خزانہ بیرونی لڑائیوں سے بالکل خالی ہو گیا تھا روپیہ کی سخت احتیاج تھی۔ اسی قلت کی وجہ سے سلطان حجاز کے بدوؤں کو جنہیں حاجیوں کے قافلوں کی حفاظت کے معاوضہ میں سالانہ وظیفہ ملتے ہیں حسب معمول زر وظیفہ نہ بھیج سکا۔ اور انہوں نے برافروختہ ہو کر حاجیوں کے قافلوں کو بیدریغ لوٹ لیا۔ ادھر ترکمانوں اور کردوں نے ایشیائی صوبجات کے کئی علاقوں میں تباہی برپا کر دی۔ کئی قزاق گرفتار کر کے قتل کئے گئے اور اون کے سر قسطنطنیہ کو بھیجے گئے۔ مگر اس سختی سے دبنے اور مخوف ہونے کے بجائے تاخت و تاراج کے فطرتی شوق کے ساتھ ہی ان وحشی قبایل میں عوض کشی کا جوش بھی پیدا ہو گیا۔ کریمیا میں ریاست کے وارثوں کی خانہ جنگیوں نے کل ملک میں زلزلہ ڈال دیا۔ اور بابعالی کو یہ خطرہ پڑ گیا۔ کہ مخالف فریقوں میں سے کوئی روس سے حمایت کی درخواست نہ کر بیٹھے لیکن کوپریلی کا حسن انتظام ان تمام خرابیوں پر غالب آ گیا۔ اور اوسکی وزارت کے آخری حصے میں سب جگہ امن و امان ہو گیا

ان بد امنیوں کے فرو کرنے کے وقت حسین الملقب بہ عاقل اندرونی اصلاحات اور رعایا کی تسخیر قلوب کی تدابیر سے غافل نہ رہا۔ سب سے اول اوس نے اپنے چچا مصطفی کی تقلید کر کے عیسائی رعیت کو لطف و مدارات سے خیر خواہ سلطنت بنانے کی کوشش کی اور معاہدہ پر دستخط ہوتے ہی سریا و ضلع تمیسوار کے عیسائی باشندوں کو ایک سال کا خراج و جزیہ معاف کر دیا۔ جدید و سلیپا اور یونان کے عیسائیوں کو جنگی ٹیکس کا بقایا جو ۵ لاکھ قرش کے قریب تھا چھوڑ دیا اور شام کے باشندوں کو سرکاری چراگاہوں میں مویشی چرانے کی عام اجازت دیدی۔ وہ مسلمانوں کی اصلاح سے بھی غافل نہ رہا۔ وہ ہر وقت اون کو بھی نصیحت کرتا رہا کہ اپنے مذہب کے احکام سے واقف ہو کر خلوص دل سے اونکی تعمیل کریں اور علم و ہنر سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں۔ مالی صیغہ کی کامل اصلاح کی گئی۔ جنگی بیڑے اور فوج کا پورا انتظام کیا گیا۔ تمام ایسے شخصوں کے نام جو فوجی رجسٹروں میں درج اور بابت تنخواہ پاتے تھے مگر خدمت انجام نہ دیتے تھے رجسٹروں سے کاٹ دیئے گئے اور صرف ایسے آدمی بھرتی کئے گئے۔ جو فی الواقع سلطنت کی خدمت کر سکتے تھے۔ بحری فوج کی بھی بااحسن طریق درستی کی گئی۔ اور ترقی فقط لیاقت پر منحصر کر دی گئی۔ بہت سے رفاہ عام کی عمارتیں۔ آبپاشی کی نہریں۔ پل۔ مساجد۔ مدارس۔ تجارتی منڈیاں۔ فوجی بارکیں۔ شہروں میں آبنوشی کے لئے پانی لانے کی مسقف نہریں اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کچھ اپنے ذاتی اور بعض اوقات سرکاری خرچ سے تعمیر کرائیں اور بلغراد و تمیسوار و نش کے قلعوں کو خوب مضبوط کر دیا۔ مگر افسوس یہ علم دوست۔ عالی ہمت دیانتدار اور قابل وزیر زیادہ عرصہ تک قوم و ملک کی خدمت نہ کر سکا۔ اور ایک نامراد حادثہ غیر مترقبہ کی وجہ سے اوسے اپنے عہدے سے مستعفی ہو جانا پڑا۔ اوس کا بھتیجا علی بک ایک شاہی کنیز کے عشق میں مبتلا ہو گیا تھا جو ضبط

نہ کرسکا اور معشوقہ پر اپنا جذبۂ اشتیاق ظاہر کر دیا۔ یہ راز دربار کے چند اعدا کو معلوم ہو گیا اور انہوں نے سلطان کو کل معاملہ کی خبر کر دی عاشق و معشوق کی نوبت ملک عدم کو پہنچ گئی۔ حسین کو اپنے بھتیجے کی بداعمالی سے ایسا سخت رنج اور صدمہ پہنچا کہ وہ سلطان کی اجازت لیکر شکستہ دل و مغموم خانہ نشین ہو گیا اور چند ہفتوں کے بعد ۲۲ ستمبر ۱۷۰۲ء میں جنت الماویٰ کو سدھار گیا۔ اور اپنی دیانت تقویٰ اور دانائی کی ایسی نیک شہرت پیچھے چھوڑ گیا کہ اب تک بہت کم ترکی مدبروں کو ویسی حاصل ہوئی ہے۔

محاربۂ گذشتہ کی فتوحات سے روس کو بحیرۂ آزاف اور اسود کے ساحل پر قدم رکھنے کی جگہ مل جانے سے عثمانیہ مدبرین کو سخت تردد پیدا ہو گیا تھا۔ اور وہ ہر وقت اسی ادھیڑبن میں رہتے تھے کہ جس طرح ہو سکے اس نئے دشمن کا کوئی کماحقہ انتظام کیا جائے۔ اسی لئے گو دو سالہ معاہدہ صلح کی کوئی خلاف ورزی نہ کیگئی لیکن صلح کی قطعی شرائط چھ ماہ کے مسلسل نامہ و پیام کے بعد جس عرصہ میں کئی مرتبہ شکر رنجیاں ہوئیں بمشکل طے ہوئیں۔ یہ گفتگو ۱۷۰۰ء میں ہوئی تھی۔ اس معاہدہ کی اول دفعہ کے رو سے صلح کی میعاد تیس برس قرار دیگئی۔ دوسری شرط کی رو سے روسیوں نے چار نو مفتوحہ مقامات طوغان، غازی کرمان، شاہین کرمان اور نصرت کرمان کے قلعوں کے مسمار کر دینے کا اقرار کیا۔ پانچویں دفعہ میں فریقین نے عہد کیا کہ دونوں سلطنتوں میں حد فاصل قائم کرنے کیلئے آزاف اور پریکاپ کے درمیان بارہ لیگ[1] عریض علاقہ بیابان رکھا جائے گا دفعہ ششم کے رو سے روسیوں اور تاتاریوں کو پریکاپ اور قلعہ مئوش کے درمیانی ضلع میں شکار ماہی، شکار جانوروں کا چمڑا اتارنے لکڑی کاٹنے اور نمک جمع کرنے کیلئے یکساں حقوق عطا کئے گئے۔ بروئے دفعہ ہفتم روس کو قصبۂ آزاف کے متعلق دریائے کوبان (جنوب) کیطرف سات لیگ چوڑا علاقہ دیا گیا۔ اور ترکوں نے ذمہ لیا کہ نوغائی تاتاری اور چرکس روسیوں کو اس علاقہ میں کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے۔ ہشتم دفعہ کا منشا یہ تھا کہ آئندہ کریمیا کے تاتار روسی علاقہ میں یورش نہ کریں۔ نہم دفعہ اسیران جنگ کے تبادلہ کے متعلق تھی۔ دہم میں آزادیٔ تجارت یازدہم میں روسی حاجیان یروشلیم کی حفاظت کی شرط کیگئی۔ نیز سیزدہم میں روسی گماشتوں اور ترجمانوں کو چند رعایتیں دیگئیں اور چودہویں دفعہ میں یہ لکھا گیا کہ فریقین دو مہینوں کے اندر اپنا اپنا سفیر ان شرائط کی تصدیق آخری کیلئے بھیجدے۔

اس معاہدہ سے چند ماہ بعد لارڈ پیجٹ کی جگہ سر رابرٹ سٹن قسطنطنیہ میں انگریزی سفیر مقرر ہوا۔ انگلستان نے سلطان کو سبز باغ دکھا کر کچھ ایسا گرویدہ کر لیا ہوا تھا کہ وہ یہی نہیں کہ اس کی چالوں کی تہ تک نہ پہنچا بلکہ الٹا اپنے تئیں انگلستان کا بہت ممنون احسان سمجھتا رہا۔ چنانچہ لارڈ موصوف جب الوداعی ملاقات کیلئے حاضر خدمت ہوا تو سلطان نے اسے ان الفاظ سے مخاطب کیا: "انگریز ہمارے قدیم اور مخلص دوست ہیں اور جب کبھی موقعہ آیا اون کو دکھا دیا جائیگا کہ ہم بھی اونکے سچے دوست ہیں۔ بالخصوص تم نے ہمارے بادشاہ پر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ معاہدہ کارلووز میں اوسکی دوستانہ ثالثی اور مداخلت ہمیں بخوبی یاد ہے اور ہمکو کامل اعتبار ہے کہ ہمارا سچا دوست ہے۔"

کریسی صاحب لکھتے ہیں کہ انگریزی دوستی کی ایسی عالی قدر غالباً اس لئے بھی کیگئی تھی کہ ۱۷۰۰ء کو معاہدہ کی باضابطہ تصدیق ہو جانے کے وقت بھی روس اور ترکی کے تعلقات برابر کشیدہ تھے اور نئے انگریزی سفیر کے قسطنطنیہ وارد ہونے کے وقت بحیرۂ اسود کے شمال میں روسی

---

[1] معاہدہ میں ٹین آور لکھا گیا تھا۔ ۱ لیگ انگلستان میں تین اور جرمنی اور ہالینڈ میں چار میل کا ہوتا ہے۔ مؤلف

اور ترک کی نوجوان ہیئت مقابلہ ہو جانیکا قوی احتمال تھا۔ خان کریمیا اور کئی دیگر اعلیٰ سلطان عہدہ دار لڑائی از سر نو شروع کرنا چاہتے تھے اور روسی بھی قسطنطنیہ کو مبالغہ آمیز خبریں بھیجتے رہتے تھے کہ روسی بحیرۂ ازاف میں زبردست بحری تیاریاں کر رہے ہیں اور نہایت مضبوط و مستحکم قلعے تیار ہو رہے ہیں۔ روسی سفیر نے ان خبروں کی تکذیب کی۔ اور سلطان نے خان کریمیا کو جھوٹی خبریں دینے کے جرم میں معزول کر دیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ترک اپنی سرحدوں کو مضبوط کرنے میں نسبتاً زور و شور سے مصروف ہو گئے۔ دریائے ڈنیپر کو بحیرۂ ازاف میں بند رکھنے کیلئے کریمیا کے مشرقی گوشہ پر ایناکیچ کے شمالی دہانہ کی نگرانی کے لیئے زبردست قلعہ تعمیر کیا گیا۔ اور اسکا نام ینی (نیا) قلعہ رکھا گیا۔ اس کی عمارت ۱۷۰۶ء میں ختم ہوئی اور اس میں بلیچ ایک کے برابر بڑی توپیں نصب کی گئیں جس سے کوئی جہاز جو جبراً گذرنے کی کوشش کرتا ان کی گولوں کی زد سے نہیں بچ سکتا تھا۔ اوچاکوف (اوزی) کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ اوزاف کو خوب مستحکم کیا گیا۔ اور بمقام طغان (طوغان) جو اب تاغن روک کے نام سے مشہور ہے نیا قلعہ تعمیر کر کے کامی نسکا (کامی نیکا) واقعہ بر دریائے نیپر کے پرانے قلعوں کی بھی مرمت کی گئی۔

کوپرلی کو مستعفی ہونے پر سلطان نے مفتی فیض اللہ کے مشورہ سے دولت بان پاشا کو وزیر بنایا۔ یہ شخص ترکی نژاد اور جاہل محض تھا لکھنا پڑھنا مطلقاً نہیں جانتا تھا۔ مگر بہادری اور شجاعت کی وجہ سے سپاہ میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ اس نے اہتمام لیتے ہی فرمان صادر کر کے یہودیوں، عیسائیوں اور عورتوں کے لباس و پوشاک کے متعلق جدید ضوابط و قواعد مقرر کیئے جس سے عام اہل مسلمانوں میں وہ اور زیادہ ہر دلعزیز ہو گیا۔ آخر حسین کوپرلی کی جائداد ضبط کر کے اس خاندان کو اور بہت ایذائیں پہنچائیں۔ نیز یہودیوں اور پادریوں کے برخلاف سخت احکام نافذ کیئے۔ سابقہ وزراء اور امراء نے بھی ان کو تکلیف کبھی نہیں پہنچائی تھی۔ دولت بان روس کے ساتھ لڑائی کرنیکا بہت خواہاں تھا۔ اور کریمیا میں بدامنی ہونے سے سرحد پر چار فوج جمع کرنیکا بہانہ بھی مل گیا۔ مگر آسٹریا میں توجہ بر بنا حالات توقع بہ وقت جمع ہو گیا۔ اور رامی پاشا اس امر کے مخالف میں کارلوٹز کو جو عثمانیہ سفیر بھیجے گئے تھے رامی پاشا ہی ان میں شامل تھا۔ وزیر نے اس مخالفت کو دور کرنے کیلئے مفتی کو زہر سے ہلاک کرنے کی صلاح کی۔ اور اس غرض کیلئے اسکو اپنے مکان پر مدعو کیا مگر فیض اللہ کو اس سازش کا پتہ چل گیا اور جس وقت وہ سلطان کے پاس شکایت کی۔ دولت بان کی سفاکی اور درشت اطواری سے مصطفیٰ پہلے ہی آزردہ ہو رہا تھا آخر مفتی کی شکایت سنتے ہی وزیر کو بلا بھیجا جسکو اپنی نسبت کوئی اندیشہ نہیں تھا فوراً حاضر خدمت ہو گیا۔ سلطان نے اسے معزول کر کے زندان میں بھیجدیا۔ جہاں تین دن کے بعد اسکو قتل کر دیا گیا جسکو صرف چار مہینے وزارت کی۔

مصطفیٰ ثانی کی معزولی

دولت بان کے بعد رامی پاشا وزیر ہوا۔ اسکی سفارش بھی فیض اللہ نے کی تھی مگر دولت بان کے برعکس وہ اس چالاک شیخ الاسلام کے ہاتھ میں محض کٹ پتلی بن گیا۔ رامی خود بھی صلح کا خواہان تھا اور فیض اللہ کا بھی یہی منشا تھا۔ رامی نے حسین کے قدم بقدم چلکر اسکی اصلاحات کی تکمیل کا عزم بالجزم کر لیا۔ اور مالی صیغہ کے انتظام میں کئی ضروری اور مفید تبدیلیاں کیں۔ ان معقول تدابیر سے اس نے خزانہ میں معقول رقم جمع کرلی۔ جو بدوان حجاز کو وظیفہ دینے اور ایڈریانوپل کی شفقت نہروں کی مرمت پر خرچ کی گئی۔ وہ خزانہ کی بہبودی کے لیئے کسی جائز وسیلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑتا تھا لیکن ساتھ ہی نہ فقط اپنے ذاتی معاملات بلکہ سرکاری امور کے انصرام میں

بھی شیطبیر منصلت مزاجی اور میانہ روی سے کام لیتا رہا۔ اوسنے کوپرلی خاندان کی جائیداد واگذار کر دی۔ اور تا وقتیکہ وہ شاہی خزانہ کا مقروض نہ ہو کسی سرکاری عہدہ دار کے مرنے پر اوسکی جائیداد سے تعرض نکرتا۔ اوسنے ینگچری فوج کے کئی افسروں کو جو تغلب کے مجرم ثابت ہوئے تھے تازیانہ کی سزا دلوائی جو سرسپاہ اسے اپنی ہتک سمجھکر ناراض ہو گئی۔ ادھر اکثر ملازم اس وجہ سے ناراض ہو گئے کہ انہیں فیض اللہ کے پاس خاطر سے اوس کے اکثر رشتہ داروں کو جن میں سے اکثر محض نااہل تھے مختلف بڑے بڑے عہدوں پر مقرر کر دیا تھا۔ انہی دنوں فوجکو تنخواہ ملنے میں کچھ توقف ہو گیا۔ اوسنے قسطنطنیہ میں ہنگامہ برپا کر دیا جو افسروں کی تائید و اعانت سے زبردست بغاوت کی شکل میں بدل گیا۔ دار الخلافہ کے عام باشندے بھی سلطان کے زیادہ تر ایڈریانوپل میں رہنے سے آزردہ ہو رہے تھے اور اکثر علمائے بھی معاہدہ کارلووٹز کے وقت سے برگشتہ خاطر ہو گئے تھے لہذا انہوں نے بغاوت کے جواز کا فتویٰ دیدیا۔ سلطان مصطفی بھی اب وہ پہلا مصطفی نہیں رہگیا تھا۔ اراروں کی ناکامی نے اوسے شکستہ دل بابوس و لاپرواہ بنا دیا تھا بہادرانہ مستعدی وغیرہ تو درکنار اوسے اپنے منصبی فرائض ادا کرنیکا بھی شوق نہیں رہگیا تھا۔ اللہ اکبر یہی شخص جو کبھی سلطان سلیمان عظیم الشان کو اپنا نمونہ بناکر اپنی افواج کی خود سپہ سالاری کیا کرتا تھا اب ابراہیم ثانی یعنی اول درجہ کا کاہل اور عیاش ہو گیا ہوا تھا۔ اوسنے ملامت و مدارات اور طول طویل نامہ و پیام سے باغیوں کو راہ راست پر لانا چاہا مگر ینگچری اس سے کب رکتے تھے۔ اور قسطنطنیہ سے ایڈریانوپل پہنچ گئے۔ وہاں وزیر کی فوج بھی جو آکر جمع کی تھی۔ باغیوں سے مل گئی مصطفی نے ملک میں خانہ جنگی برپا کرنی مناسب نہ سمجھکر یا کاہلی و عیاشی و مقابلہ کے قابل نہ رہ جانیکی وجہ سے خود بخود تخت چھوڑ دیا۔ اور اپنے بھائی احمد کے پاس جاکر کہا بھائی مسلمان تجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہیں یہ کہکر تاج و عصا اوسکے سامنے رکھدیے اور خود عزلت گزین ہو گیا۔ یہ واقعہ ۱۷۰۳ء میں گذرا۔

سلطان احمد کی تخت نشینی

احمد ثالث اوسیوقت سلطان مشتہر کیا گیا۔ اور اوس نے باغیوں کو خوش کرنے کے لیے انہی کے پسند کردہ لوگوں کو وزیر مفتی اور آغائے ینگچریان مقرر کر دیا تخت نشینی سے دوسرے دن احمد ثالث جلوس شاہانہ مسجد کو جا رہا تھا کہ باغیوں نے اوسکے گھوڑے کو گھیر کر کل امیروں اور افسروں کو جنہیں وہ غدار سمجھتے تھے اور بالخصوص مفتی فیض اللہ کو سزا دیئے جانیکا طالب کیا۔ مفتی اس سے پہلے کا ہی جلا وطن کر دیا گیا تھا مگر تعاقب کر کے راہ پر وہ راستہ سے واپس منگوا کر اون کے حوالہ کر دیا گیا۔ انہوں نے اوس کے جانشین سے فتویٰ لیکر عالم کے قتل کی اجازت دیدی اس اثنا میں اسے طرح طرح کی سختیاں پہنچائی گئیں اور جب نوبت یہ پہنچ گئی تو کہنے لگا کہ جہانتک موت کو عذاب دو اور ذلت بخش پاتی ہے۔ ویسا ہی قتل میں لایا گیا معزول شیخ الاسلام کو مفتیانہ لباس میں الٹا منہ کیے گدھے پر سوار کیا گیا اور لگام ایک یہودی کے ہاتھ میں دیدی گئی۔ اس طرح بازاروں میں تشہیر کرکے پھر اسکا سر قلم کیا گیا۔ اوسکے غضب آلود رعایا نے اوسکی لاش کو لیکر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ احمد یہ خوفناک نظارہ بچشم خود دیکھتا رہا۔ اور دم نہ مار سکا۔ بعد ازاں حسب دستور عثمانی شمشیر مسجد ایوب میں زیب کمر کر کے قسطنطنیہ چلا گیا۔ احمد کی عمر اوس وقت تیس سال کی تھی سلطانی سواری ٹھاٹھ سے دار الخلافہ کو روانہ ہوئی جنازہ سلطان مصطفی کی پالکی ساتھ ساتھ لگی تھی۔ وہ بند پالکی میں تھی اور سفید غلام اس کے محافظ تھے۔ اس کو بعد معزول سلطان کی والدہ اور

ہمشیرہ کی سواریاں نہیں۔ اور تیس گارڈوں پر اوس کے حرم کی کنیزکیں سوا تیس حبشیوں کے جن میں سے کسی کو دیکھنا پھر اوسے نصیب نہ ہوا۔ شمشیر بندی کی رسم کے بعد مصطفیٰ اور اوس کے چار دن بیٹے محل سرا کے اوس حصّہ میں جو شہزادوں کے محبس کا کام دیتا تھا بھیجدیئے گئے جہاں وہ چند مہینوں کے بعد فوت ہو گیا۔

احمد ثالث کو تخت پر بیٹھتے ہی محسوس ہو گیا تھا کہ جب تک پچھلی بغاوت کے سرغناؤں کو ہلاک یا اُنکے اقتدار کو معدوم نہ کیا جائے حکومت کا قیام محال ہے مگر اوسنے صبر سے کام لیکر پہلے اپنی طاقت کو مضبوط اور اقتدار کو استوار کرنا ضروری سمجھا۔ دریں اثنا وہ اُن لوگوں سے مدارات پیش آتا رہتا۔ آخر سب سے بڑا شریر اوس کے قابو میں آگیا جسے فوراً جلادوں کے سپرد کر دیا گیا جس طرح زیبکو باغیوں نے منتخب کیا تھا اوس کی جان تو بخشدی گئی۔ مگر جسقدر روپیہ ناجائز طریق سے اوس نے جمع کیا تھا وہ سب اگلوا لیا گیا اور اسے لیبانٹو جلا وطن کر دیا گیا۔ اسکی جگہ داماد حسن وزیر مقرر ہوا اسکی پہلی ہی کارروائی سے اوسکی نیکدلی واضح ہو گئی۔ اوس نے رامی پاشا کو بلا کر اُسکو حوصلہ و اطمینان دلایا۔ اور اوسکی جان و مال کی حفاظت کیلئے جو دونوں قسطنطنیہ میں ہر وقت معرض خطر میں تھے۔ اوسے قبرس کا گورنر مقرر کر دیا۔ بعد ازاں اُنہوں اون افسروں کو برطرف کیا جو باغیوں نے سلطان سے جبراً مقرر کرائے تھے۔ مفتی اور اکثر سرکش علما قبل اس کے کہ کسی کو خبر ہو گرفتار کرکے جہاز پر سوار کرا دیئے گئے لیکن وہ سلطان کی اس اہم خدمت سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اُسے معزول کر دیا گیا بلکہ اسکی تمام اور جائداد چھین لی گئی۔ اوس کے جانشین احمد پاشا نے چند مہینے وزارت کرکے محمد[1] پاشا المعروف بلسان جی ملکیا کیلئے جگہ خالی کر دی یہ بھی ناقابل پایا گیا۔ اور اسکی جگہ علی پاشا شارلی مقرر ہوا جو اگرچہ خاندانی نہ تھا مگر اوس نے اپنے قبل نشینوں سے کہیں حقیقۃً زیادہ قابلیت ظاہر کی۔

سلطان احمد نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی جو کام کیئے ایک اُنمیں سے یہ تھا کہ اُس نے زار پیٹر کو خط لکھکر روس کے جنوبی صوبجات میں اوس کی زبردست تیاریوں کی شکایت کی در آخر میں تحریر کیا کہ ٹرکی تمہارے وعدوں اور دوستی کو قبول اور اعتبار نہیں نہیں کر سکتی لیکن ایک تو احمد بالطبع جنگجو طبیعت کا آدمی نہ تھا۔ دوسرے اندرونی فساد جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے بیرونی محاربہ شروع کرنیسے مانع تھے۔ ادہر روس بھی اوس وقت سویڈن کے ساتھ مشغول کارزار تھا اور اسوقت وہ ٹرکی کے ساتھ نئی لڑائی ہرگز چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ دونوں سلطنتوں میں ۱۷۰۳ء میں پھر عارضی طور پر تنازعات کا تصفیہ ہو گیا۔ تاہم باب عالی زار کی ہر ایک فعل کی نہایت احتیاط اور خبرداری کے ساتھ نگرانی کرتا رہا۔ ہر سال ترکی جہازات کا بیڑہ بحیرۂ اسود کے سواحل کے کنارے کنارے چکر لگانے اور جو کوئی نیا قلعہ روسیوں نے تیار کیا ہو اوس کا معائنہ کرنیکے لیئے بھیجا جاتا۔ کرچ اور ینی قلعہ کو خوب مضبوط کرکے انہیں باقاعدہ ترکی فوج کے زبردست دستے مامور کئے گئے۔ اور آبنائے کرچ کے ایشیائی ساحل پر مقام ٹمن کے قریب ایک اور قلعہ تعمیر کیا گیا۔

اٹھارہویں صدی کے پہلے عشرے میں ترکوں کو سنبھلنے بلکہ اپنے مفصوبہ علاقات کو بھی واپس لے سکنے کا غیر مترقبہ موقعہ حاصل ہوا جس سے افسوس کوئی فائدہ نہ اُٹھایا گیا۔ ایک تو پچھلی لڑائی نے انکو ایسے چھکے چھڑا دیے تھے کہ پھر جنگ کا نام لینے سے ترکی مدبرین

---

[1] محمد پاشا ابتدا میں یہی کام کرتا رہا تھا۔ مولف

کے ہوش پران ہوتے تھے دوم بدقسمتی سے مصطفےٰ کے عہد کے آخری حصے اور احمد کے عہد کے ابتدا میں ملک کی اندرونی حالت ناگفتہ بہ اور
خود سلاطین عیش و عشرت میں منہمک ہو۔ اول تو خود یہ موقعہ ہی کچھ ایسا قلیل المیعاد نہ تھا کہ یہ عذر پیش ہو سکے ترکوں کو اوسکی خبر نہ ہوئی
اور وہ ہاتھ سے نکل گیا بلکہ وہ اتنے برسوں تک موجود رہا کہ غافل سے غافل کو اسکا علم ہو سکتا تھا۔ مگر یہی نہیں ترکوں کو اس سے
مستفید ہونے کیلئے باربار خوب زور سے متنبہ بھی کیا گیا لیکن منشاء ایزدی کے سامنے کوئی تدبیر پیش نہیں جا سکتی۔ وہ بدستور مگن رہے
اور اگر کچھ اٹھے تو اسوقت جب کہ وہ موقع گذر چکا تھا اور ہتھیار اٹھانا ہرگز مناسب نہ تھا۔ شروع صدی کے آغاز میں یورپ کی تمام
کل عیسائی سلطنتیں ایک دوسرے کے ساتھ مشغول کارزار تھیں۔ ٹرکی کا نیا جانی دشمن سویڈن کے ساتھ جو اس وقت یورپ
کی اول درجہ کی طاقتوں میں شمار ہوتی تھی۔ لڑ رہا تھا۔ اور اگر ترکوں کو خداوند کریم عقل دیتا تو وہ اوس وقت اوسپر حملہ آور ہو کر
اس کا نام و نشان صفحہ ہستی سے معدوم کر سکتے تھے۔ دوسری طرف آسٹریا نے فرانس سے تخت ہسپانیہ کیلئے جسے وہاں کا لاولد بادشاہ
چارلس ثانی لوئی چہار دہم کے پوتے فلپ کے حق میں وصیت کر گیا تھا سنہ ۱۷۰۱ء میں جنگ شروع کر دیا تھا جس میں انگلستان۔ ہالینڈ
سیوائے پرشیا اور پرتگال آسٹریا کے طرفدار تھے اور یہ لڑائی جہانتک آسٹریا کے رفقاء کا تعلق تھا ۱۷۱۳ء تک اور آسٹریا کے
ساتھ ۱۷۱۴ء تک جاری رہی یعنی ترکوں کو اپنے اس قدیم دشمن کو تباہ کرنیکا کئی برس تک موقعہ حاصل تھا جس سے [illegible]
کوئی فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ لوئی چہار دہم نے جب یہ لڑائی شروع کر دی۔ تو اوس نے اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ مسمی فیریول کی معرفت
باب عالی کو کہلا بھیجا کہ یہ سابقہ شکستوں کا عوض اور مفتوحہ صوبوں کو واپس لینے کا اب ٹھیک موقعہ ہے ہسپانیہ اور اٹلی کی طرفداری
سے فرانس کی طاقت دوگنی ہو گئی ہے۔ ترکوں کو اس طاقت سے ضرور مستفید ہو کر اپنے دشمن سے بدلہ لینا چاہئیے اسے ۱۶۸۴ء
والے اتحاد مقدس (یعنے آسٹریا۔ روس۔ پولینڈ اور وینس کے اتحاد) کا کوئی اندیشہ نہیں رہا۔ پولینڈ اور وینس کبھی لڑائی
نہیں کرینگے۔ وہ الگ رہنے کا ارادہ ظاہر کر چکے ہیں ہنگری ابھی تک برسر فساد ہے ترک وہاں پھر داخل ہو جائیں اور روس کی
بربادی کیلئے جو سویڈن کے ساتھ مصروف پیکار ہے خان کریمیا کو اوسپر حملہ آور ہونے کی اجازت دیدیجائے۔ اس نصیحت کا کوئی اثر
نہ ہوا پہلے تو جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے اندرونی ابتری مانع رہی جب وہ دفع ہوئی تو سلطان احمد عیش و عشرت میں غرق ہو گیا۔ اوس نے
جواب دیا کہ کافر کافر ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں ہمیں کیا افتاد پڑی ہے کہ لڑائی میں شریک ہوں جب فرانس کو متحدہ دول کی
فوجوں سے متواتر شکستیں ملیں تو اسنے پھر باب عالی پر زور ڈالا۔ کہ اب ہی جاگو۔ یہ غفلت سخت خطرناک اور ذلت بخش ہے۔ مگر اوسکا
اصرار محض فضول تھا۔ ایک تو میدان جنگ میں ہزیمتیں اٹھا اٹھا کے اوس کا وقر و اقتدار کم ہو گیا تھا۔ دوسرے ہالینڈ اور انگلستان
کا ربیلے ور چالیں اپنا کام کر رہی تھیں جن کے سامنے غریب فیریال کی کوئی پیش نہ گئی۔ اس بزدلانہ سکوت سے باب عالی نے اپنے
ودا عداء کو جو اب تک اس کیلئے وبال جان بنے ہوئے ہیں ہمیشہ کیلئے پامال کرنیکا موقعہ ہی ہاتھ سے نہ کھو دیا۔ بلکہ اپنے دشمن کے
دشمن کو کمزور ہو جانے دینے سے بھی اپنے اغراض کو سخت نقصان پہنچایا۔ فرانس کو ٹرکی کی خاموشی سے ہسپانیہ کے بیشمار مقبوضات کی حفاظت
کیلئے جو جا بجا بکھرے ہوئے تھے اپنی بحری طاقت کو منتشر کرنا پڑا جس سے بحیرہ روم پر اسکا کوئی اقتدار نہ رہا اور اوسکی جگہ انگلستان نے

سکے لی۔ اور ۱۷۷۴ء میں کہ اوتہ ارکل مشرق میں اقتدار [illegible] و دستر انقضان پہنچایا کہ معاہدہ کارلووٹز سے ٹرکی کی جنگی ہیبت تو کم ہو ہی گئی تھی اب اس کی ڈپلومیٹک شوکت بھی تنزل پذیر ہوئی۔ سوم روس کو اس ملک کا یہ کی طفیل اسپیڈ سیڈن کو خوب پامال کرکے پہلے سلطنت عثمانیہ کی پوری توجہ ہٹانے کا موقع ملگیا۔

روسی کلیسیا یونانی کلیسیا کی شاخ ہے اور سلطان قسطنطنیہ کی بیعت ایک عیسائی قوم کی بیعت کو قبول کر دیا تو ویسے بھی یہ مناسب ہوگا کہ مسٹر بیری کہتے ہیں وہ یونانی کلیسیا کی جو روم سے اسی شہر بلا کے سے کم تا شناسا نہیں ہوا جیت کا بل اٹھا لیا جو آخری اور بکروہ سفید گوشہ اور چین مستحسن تھا۔ وہ روسی کلیسیا تہا... جو بیدایش سے [illegible] تعلیم اور روحانیت کی ہوا نہ چھوئی۔ اور جس نے اس تعلیم سے دنیاوی اقتدار کی پولیٹیکل اغراض کی تکمیل کے لئے دنیاوی اقتدار و طاقت ایشی کلیسیا مذکور کو ہمیشہ اپنا محکوم و غلام بنائے رکھا ہے کبھی کوئی فائدہ نہ اٹھایا... جس نے آگے ہی خواہش پیدا کی کہ اون اقوام کو جو کلیسیا کی معتقد ہیں متحد و متفق کیا جائے اور اس خواہش سے لازمی طور پر یہ بات پیدا ہوئی کہ وہ اپنا اقتدار کا وارث ہو اور شاہان سلاو کے زیر روما مشرقی سلطنت کو پھر دوبارہ قائم کرنے کی تمنا پیدا ہوگئی لیکن پطر اعظم ابھی تک اس کے پورا کرنے کی کوئی تدبیر نہ کر لی تھی۔ صرف ایک عثمانی سلطنت مالک تھا جس کے پاس بندرگاہیں بحر اسود اور بحر مارمورا کی تھیں... یورپ میں سلطنت عثمانیہ کے قبضہ میں حائل تھیں ان رکاوٹوں کو دور کرنے کیلئے اون کی مختلف طریقہ اختیار کئے گئے بجز فوجی طاقت کے [illegible] پہلا اقدام کہ اوس کی عیسائی رعایا بالخصوص یونانیوں کو سرکشی پر آمادہ کرنا شروع کر دیا۔ یونانیوں سے دلی تعلق جو ابھی کی لاطینی کلیسیا کے منقطع نہیں ہوا تھا اونہوں نے شمال کی وحشیوں کے بادشاہ کی دعوت کو بسرو چشم قبول کیا اور انہیں امید ہوگئی کہ یہ قوم ہمیں ایک دن آزادی دلانے والی ثابت ہوگی۔ مسلمانوں کی ماتحتی سے اون کی یہ توقع باطل نہ ہوئی اور آخر اون کو ایک دن آزادی ملگئی۔ انگریز مورخ میکارٹ جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے ۱۸۷۱ء میں لکھا ہے یونانی سکوتی اون کو زار کے حسن تدبر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور کل عیسائی بادشاہوں کی نسبت زار روس کو سب سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ اوسکو اپنا شہنشاہ اور محافظ سمجھتے ہیں۔ اونکی بیان کے مطابق اون کی بزرگوں کی پیشینگوئیاں ہیں کہ زار اونکی کلیسیا اور اون کی آزادی کو بحال کریگا۔ دوسرا اقوال [illegible] جس کو ۱۸۵۲ء میں مسٹر بیری صاحب کی تھی یہ کہتا ہے کہ یونانی یہ سمجھتے ہیں کہ [illegible] زار ایک دن اونکو ... دولت اور [illegible] دلائیگا اور ترکوں کی سلطنت کو تباہ و پامال کردیگا اور ایک عیسائی شہنشاہ میں بنا دیگا۔

بہ ہمیون کی اس تندی کے مقابلہ میں ترک بدستور اپنے خیالات میں مست و مگن رہے۔ جیسے [illegible] اپنے [illegible] شاہ سیوڈن کو پامال کرچکا تو خیال کیا سلطان کو بعض وزراء کو تحریک کرتا ہے [illegible] لیکن [illegible] حملے دیکھی۔ چارلس دوازدہم شاہ سیوڈن کے شکست [illegible]

---

[1] تاریخ میں ... رومی کلیسیا ... لاطینی کلیسیا ... یونانی کلیسیا ... [illegible] مسلمانین میں لاطینی اور یونانی کلیسیا کا فرق [illegible]

پیٹر کا عزم اور پختہ اور اوسکی تیاریون مین اور اضافہ ہوتا گیا اور آخر کامیاب ہوگیا۔ پولینڈ مین بھی روس کی چالین اپنے کام مین مصروف تھین۔ جہان سوبی اسکی کے بعد ۱۶۹۷ء مین جرمنی کی ریاست سیکسنی کا حاکم آگسٹس فریڈرک ثانی پولینڈ کا بادشاہ منتخب ہوا۔ اور اوس نے بالمعاوضہ اور سویڈن کے برخلاف روس سے معاہدہ کر لیا۔ سویڈن نے پولینڈ پر حملہ کیا اور ۱۷۰۲ء مین بمقام کلیسو شکست فاش دی جس پر اوسے تخت سے دست بردار ہونا پڑا۔ کچھ عرصہ تخت خالی رہا۔ ۱۷۰۴ء مین پولینڈ کی مجلس امرا نے سٹانس لاس لیکزنسکی کو عہد و پیمان کیلئے بمقام وارسا سویڈن کی حمایت سے روانہ کیا۔ اور آخر الذکر نے ۱۷۰۵ء مین تخت پر بٹھلا دیا۔

۱۷۰۸ء مین پیٹر نے سلطنت سویڈن پر جو اوس وقت بحیرہ بالٹک کے مشرقی اور جنوبی کنارہ پر بھی وسیع صوبون کی مالک تھی چڑھائی کر دی۔ مگر ابتدا مین بہادر بالٹک سویڈن سے ... کام رہا۔ ۱۷۰۸ء مین چارلس مشرقی جرمنی کے قصبہ الٹ رانسٹاڈ سے جو لیپسک کے قریب واقع ہے ۴۵ ہزار جرار فوج لیکر ماسکو کی طرف روانہ ہوا اور ماسکو کو فتح کرنیکے لئے پولینڈ آیا۔ اور دس ہزار فوج سٹانس لاس کی حفاظت کیلئے وارسا مین چھوڑ گیا۔ ۲۰ ہزار سپاہ اپنی فوج کونٹ لیون ہاپٹ کی ماتحت بالٹک کی بندرگاہ مین اتری۔ اور پندرہ ہزار فوج صوبہ فنلینڈ مین موجود تھی۔ جنکی کل اسی ہزار فوج سے جو دنیا کی بہترین سپاہ تھی چارلس روس پر حملہ آور ہوا۔ شروع شروع مین اسے روسیون پر کئی اہم فتوحات حاصل ہوئین جس سے زار ایسا گھبرا گیا کہ اوس نے صلح کی سلسلہ جنبانی کر دی۔ جولائی ۱۷۰۸ء مین ماسکو اوس مقام سے جہان چارلس ٹھہرا تھا صرف ... دن کے فاصلہ پر تھا مگر بجائے اسکے ... پولینڈ اور ریگا ... تو بہم ... اور کمک ... بآسانی پہونچ سکتی تھی۔ ... دشمن کے حملہ ... لیکن ... سے ... صوبون کو پیش نظر رکھنے کی اہم غلطی سرزد ہوگئی۔ وہ ... ہزار کاسکون کی فوج کو جو روس سے باغی ہو کر مزپا کے ماتحت تھی ساتھ ملانے کیلئے ماسکو جانے کی بجائے یوکرین کی طرف چلا گیا جس سے وہ سویڈش فوج اپنے بیس آف آپریشن سے بہت دور ہوگیا۔ اور اوسکا پاز دوبارہ ... نا ممکن ... کر سکتا تھا۔ آخر روس کو موقعہ ملگیا کہ ... جب موقعہ مناسب سمجھا تو ... دشمن کے قریب ہو جائے۔ زار نے ایک لاکھ فوج جمع کر لی ہوئی تھی جسکو یورپین افسرون نے خاصہ قواعد دان بنا دیا ہوا تھا۔ ... افسرون کی طفیل زار خود بھی سپہ سالاری مین خوب مہارت پیدا کر چکا تھا۔ وہ اپنے رقیب کی غلطی کو تاڑ گیا۔ اور اکتوبر ۱۷۰۸ء مین جب کہ کونٹ لیون ہاپٹ اپنا دستہ لیکر چارلس کو یوکرین مین جا ملنے کیلئے کوچ کرتا جا رہا تھا اسپر جا پڑا۔ لیون ہاپٹ تین دن کمال بہادری سے لڑتا رہا مگر بیس ہزار کی ایک لاکھ کے ساتھ کیا حقیقت تھی پھر بھی وہ چار ہزار فوج لیکر دشمن کی صفون کو چیرتا ہوا اپنے بادشاہ کو جا ملا لیکن کل توپخانہ اور سامان رسد سب کچھ پیچھے چھوڑ جانا پڑا۔ اب سویڈش چارلس اور اوسکی نیم فاقہ کش فوج کو سخت ضرورت تھی۔ اس لڑائی مین ... ہزار سویڈش قتل ہوئے۔ چارلس کو سرمائی یوکرین مین کاٹنا پڑا ۱۷۰۹ء کے موسم بہار مین اوس نے ماسکو کیطرف

ایک جنگ پلٹوا مین چارلس کو شکست ملنی پر ... بادشاہ پولینڈ ہوگیا۔ اور سٹانس لاس نکالا گیا۔ ۱۷۳۳ء مین آگسٹس کی موت پر سٹانس لاس نے پھر دوبارہ بادشاہی کی۔ مگر روس نے پھر نکال دیا۔ البتہ اسے آٹھ ہزار پونڈ سالانہ وظیفہ ملگیا۔ اور شاہی خطاب برقرار رکھا گیا۔ ۱۷۶۶ء مین فوت ہوا۔ مولف

کوچ کیا۔ اور راستہ مین شالی بند قصبہ پلٹووا کا محاصرہ کر لیا۔ اس کے فتح ہوجانے سے سویڈش فوج کو کل ضروریات بہم پہنچ سکتی تھین زار ایسے مقام کو کب دشمن کے قبضہ مین جانے دیسکتا تہا۔ وہ ساٹھ ہزار فوج لیکر آ پہنچا۔ چارلس کی فوج ایک چھوٹے سے دوآبہ مین مقیم تھی۔ زار بھی دریا عبور کرکے اس دوآبہ مین پہنچگیا۔ اور اونہون نے اپنی فوج کو دو صفون مین آراستہ کرکے اپنی کمپ کو مورچون سے محفوظ کرلیا۔ سویڈش فوج دوآبہ کے اوس طرف تھی جدہر دوآبہ کے دونون دریا آپسمین ملتے تھے یعنی شکست کہانے کی صورت مین اون کو دونون دریاؤن مین سے کسی کو عبور کرنا پڑتا۔ چارلس کے پاس اپنی فوج کے صرف بارہ ہزار آدمی رہگئے تھے۔ اور بارہ ہزار معاون کاساک اور ولیشی تھے۔ چارلس نے عقلمندی کی بجائے تہور سے کام لیا۔ اوسکی حمیت جاہلانہ نے گوارا نہ کیا کہ خود روسی اوس کے کمپ پر جو اوس نے پلٹووا کے سامنے قایم اور خندقون اور مورچون سے محفوظ کیا ہوا تھا حملہ آور ہون۔ اور وہ مدافعت کی پہلو پر رہے۔ وہ اوس سے باہر نکلکر خود روسی مورچون پر حملہ آور ہوا جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہوا کہ اون تک پہنچنے سے پہلے ہی اوسکی فوج کا حصہ کثیر روسی توپون اور بندوقون کی نذر ہوگیا۔ پھر بھی اونہون نے دو مورچے فتح کرلیئے اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی دونون بادشاہون نے رن مین گھسکر خوب داد شجاعت دی آخر سویڈش ہزیمت یاب ہوئے اور جو تلوار و تفنگ سے بچے تھے اونہون نے دریا کے کنارون پر پہنچکر مجبوراً ہتھیار ڈالدیئے یا دریا مین غرق ہوگئے فقط چارلس جو زخمی بھی ہوگیا تھا [illegible] سو سپاہی دریا کو عبور کرنے مین کامیاب ہوئے۔ اور وہ ترکی علاقہ کو بھاگ گئے۔ اس لڑائی مین جو ۸ جولائی ۱۷۰۹ء مین ہوئی دس ہزار سویڈ اور اون کے معاون قتل ہوئے۔ اور اس لڑائی نے فقط سویڈن کی قسمت کا ہی فیصلہ نہ کردیا بلکہ کل دنیا کو روس کی طمع و آز کا آماجگاہ بنادیا۔ اگر زار کو شکست ملتی تو بقول مورخ فلاسفر والٹیر آج روس کی عظیم الشان سلطنت نہ دیکھتے بلکہ وہ برابر گوشہ گمنامی مین پڑی ہوئی ہوتی۔ کریسی صاحب[1] اس لڑائی کو اون معارکون کی ذیل مین شمار کرتے مین جن سے تنہا [illegible] کی قسمتون کا ہی فیصلہ نہین ہوا بلکہ دنیا کی تمام سلطنتون کے تعلقات باہمی اور پولیٹکل طاقت کی موازنہ مین انقلاب عظیم پیدا ہوتا رہا ہے۔ اس فتح سے زار کو اسقدر خوشی ہوئی کہ وہ میدان جنگ مین ہی باآواز بلند پکار اٹھا کہ "ابن الصبح آسمان سے گر پڑا ہے اور سینٹ پیٹرزبرگ کی بنیادین آخر مضبوط و مستحکم ہوگئی ہین" جب چارلس سلطنت ٹرکی مین پناہ گزین ہوا اوس وقت علی پاشا شارلی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے وزیر اعظم تہا۔ جو دمیر باشی (لوہے کے سر والا۔ چارلس کو ترک اسی نام سے پکارتے تھے) اور آق بیک (سفید مونچھ پیٹر کا نام) کے باہمی قتال کو بڑے غور اور شوق سے دیکھتا رہا تھا۔ سلطان احمد کی عشرت پسندی

[1] سر کریسی اپنی کتاب "دنیا کے پندرہ فیصلہ کن محاربات" مین (یہ کتاب صاحب ممدوح نے ۱۸۵۱ء مین لکھی تھی اس لیئے صاحب ممدوح روس کی اوس ترقی کو جو انہون نے ۱۸۵۱ء کے بعد کی معرض بحث مین نہین لاسکتے تھے۔ مولف) اس جنگ پر مورخانہ بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہین کہ پولٹووا کے میدان جنگ مین ہی سب سے اول جو خیال زار کو پیدا ہوا وہ اپنی سلطنت کو وسعت دینے کا تھا۔ بحیرہ بالٹک کے کنارہ کے جن صوبون پر اوسکی نظر تھی وہ روس کو معاہدہ نسٹاٹ کی رو سے مل گئے۔ اور ٹرکی اور ایران پر بھی اس فتح کے بعد فوراً ہی حملہ کردیئے گئے اور گو سلطان کے برخلاف اوسکی اپنی پہلی کوششون مین کامیابی نہ ہوئی۔ مگر اوس کے جانشین ٹرکی اور ہر ایک دوسری سلطنت کو برخلاف

کی وجہ سے وہ عملی طور پر اس محاربہ میں کوئی حصہ نہیں لے سکتا تھا تاہم روس نے یوسف پاشا گورنر اوزاکو (وغیرہ) کو کہلا بھیجا کہ

(ملاحظہ ہو صفحہ ۴۴) ایشیائی ہو یا یورپین جو زبردستی سے روس کی ہمسایہ بنتی یا ہے روس کی غاصبانہ حکمت عملی کی پوری کامیابی کو ساتھ تعمیل کرتے رہے ہیں۔

روس اور سلطنت روما میں موازنہ اور فاتحین یا غاصبوں کا معمولی حیلہ

یہی صاحب آگے چلکر لکھتے ہیں کہ ان مصنفوں اور مقرروں نے جنہوں نے روس کی ترقی پر بحث کی ہے تھوڑا اور مشابہت کا ذکر کیا ہے جو روس کی زمانہ حال کی وسعت اور سلطنت روما کی زمانہ قدیم کی وسعت میں پائی جاتی ہے مگر سطحی بہت کم توجہ کیگئی ہے کہ یہ مشابہت صرف وسعت فتوحات ہی میں نہیں بلکہ ان وسائل میں بھی پائی جاتی ہے جن سے حصول فتوحات کا کام لیا گیا سلطنت روما کو اسکی ڈیڑھ صدی میں جو کارتھیج کے دوسرے محاربہ کے بعد آئی سب زمانوں سے زیادہ وسعت حاصل ہوئی تھی۔ اوس ڈیڑھ صدی کی تاریخ روما کو پچھلے ڈیڑھ سو برس ۱۷۵۰ء تا ۱۹۰۰ء کی تاریخ روس سے اچھی طرح مقابلہ کرو تو تمہیں ان دونوں کی مشابہت تمام معلوم ہو جائیگی تاریخ قدیم کے جاننے والے سلطنت روما کی سینیٹ یا مجلس اعلیٰ مشیران سلطنت کی پالیسی یا عملی پوشیدہ نہیں کہ وہ جب کبھی کسی دوسرے ملک پر چڑھائی کرتے تھے تو عام طور پر بڑے اہتمام سے پہلے یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ مظلوموں کی حفاظت و حمایت کیلئے لڑائی کرنے لگے ہیں جب مقدونیہ پر حملہ کیا تو وہ یونانی شہروں اور ریاستوں کی حفاظت کیلئے تھا صوبہ ایشیا اور دیگر ایشیائی فتوحات پرگامس کو شامی بادشاہوں سے بچانے کیلئے حملہ کیا گیا۔ کارتھیج پر نومیدیا کی حفاظت کیلئے چڑھائی کیگئی۔ الغرض اس طرح کی بیشمار مثالیں پیش ہوسکتی ہیں جن میں اہالی روما نے یہ پیرایہ اختیار کیا مگر جو ملک ریاست روما کی حفاظت کی وہ آخرش محکوم ہوکر سلطنت میں ملحق ہو گئی۔ انہی معنوں میں روس پولینڈ کریمیا کورلینڈ جارجیا آرمینیا منگریلیا چرکسیا اور کاکیشیا کا محافظ رہا ہے۔ اول انکی حفاظت و حمایت کی اور پھر ان سب کو ہڑپ کرلیا۔ اب وہ مالڈیویا اور والیشیا کا محافظ ہے یہ ریاستیں پچھلے برسوں عملی طور پر خلاف وہ ٹرکی کا بھی محافظ ہوا تھا۔ اور ۱۸۳۳ء سے وہ آسٹریا کا محافظ بنا ہوا ہے شاید روس کی طرف سے یہ کہیں کہ روس نے بالکل بے غرضی سے حفاظت کا ذمہ لیا تھا دیکھو جب ضرورت ہی تو اس نے قسطنطنیہ اور ہنگری سے اپنی امداد کی یا محافظ فوجیں واپس منگوا لیں۔ افسوس وہ اوسکی پالیسی کی تہ کو نہیں پہنچے اس بارہ میں بھی روس روما سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ زمانہ قدیم میں جبتک متعدد آزاد سلطنتیں موجود رہیں روما بظاہر بے غرضی اور میانہ روی کی چال چلتا رہا۔ کیونکہ اگر وہ اپنے ظالمانہ اور غاصبانہ ارادوں کو کھلم کھلا بیان کر دیتا تو ان آزاد سلطنتوں کے متحد ہو جانیکا اندیشہ تھا۔ اور وہ اتحاد سلطنت روما کو حق میں بہت برا ثابت ہوتا فیلقوس کے ساتھ پہلا محاربہ کرنے کے بعد اسی طرح انطاکیوس کی لڑائی اور کئی دیگر محاربوں کے بعد بھی روما نے اپنی افواج کو علاقجات متصرفہ سے فوراً واپس منگوا لیا وہ دنیا پر یہ ظاہر کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتی رہی کہ وہ محض دوسروں کو بچانے کیلئے لڑائی کرتی ہے مگر جونہی مناسب موقعہ پہنچ جاتا تو ایسے علاقوں میں جنپر اوسکی نظر ہوتی اپنی فوجیں بھیجدیتے اور روس کو ملحق کر لینے کا ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ ملجاتا۔ یاد رکھو قدیم روما اور آجکل روس ایسی طاقتوں کی پیشقدمی انصاف و اعتدال سے نہیں بلکہ محض قوت سے رکا کرتی ہے یعنی حسن انصاف ان کی طمع کو کبھی نہیں

لہ الجزائر کا پرانا نام۔

چارلس کے پاس سفیر بھیجکر اُسے فتوحات کی مبارکباد دی اور روس کے برخلاف اوسے ٹرکی کے ساتھ متحد بنانے کی کوشش کرتے
یہ سفیر چارلس کو بمقام تہارن جا ملا تھا۔ بعد ازان جب شاہ مذکور صوبہ یوکرین مین تہا تو ٹرکی گورنر نے اوسکو کہلا بھیجا کہ خان کریما
تمہاری مدد کریگا۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ چارلس اسی امداد کے بھروسہ پر یوکرین مین ٹھیرا رہا۔ اور پلٹووا کیطرف بڑھا
تہا۔ بہرحال جنگ پلٹووا کے بعد وہ ترکی علاقہ مین اسغرض سے آیا تہا کہ وزیر سے اوس کا وعدہ پورا کرائے بعض انگریزی
کہتے ہیں ٹرکی آنے کی چندان احتیاج نہ تھی مگر وزیر نے یہ وعدہ سلطان کو بلا علم کئے تھے۔ چارلس کی آؤبھگت ترک کمال شان
وشوکت سے کیگئی لیکن سلطان نے محض اوسکی خاطر روس سے لڑائی کرنا پسند نہ کیا۔ چارلس بڑھتا گیا اور چند دنون کے بعد
وہان سے قصبہ بندر کو چلا گیا۔ جہان باب عالی نے اوس کی حفاظت کیلئے تھوڑی سی فوج روانہ کردی۔ اور جب زار نے یہ
مطالبہ کیا کہ چارلس کو ترکی علاقہ مین نرہنے دیا جائے اور دہمکی اور نرمی ہر وسیلہ سے ہمین مزاہمی کا تقاضا کیا تو
باب عالی نے صاف انکار کردیا۔

چارلس کیحفاظت کیلئے فوج بھیجنے کی ضرورت اسلئے محسوس ہوئی تھی کہ چارلس نے عشا کو آتے ہوئے اپنے ہمراہیون مین سے
ایک ہزار سویڈ بالٹر یوبانت بھیجدیے تھے کہ وہ وہان سے پولینڈ کی سرحد کی نگرانی کرتے رہین۔ زار کی افواج نے اچانک سرحد سے
گذر کر مقام نداردوکر کے قریب سویڈش دستہ پر حملہ کردیا۔ اور چند کو قتل کرکے تقریباً کل باقیماندہ کو اسیر کیا۔ روس کی [illegible]
علاقہ کی اس بیحرمتی سے قسطنطنیہ مین سخت نارضگی پھیل گئی۔ اور اعلان جنگ ہوجانیکا قوی احتمال ہوگیا لیکن روسی سفیر ٹالسٹائی
کی جدوجہد سے ایسا نہ ہونے پایا۔ چارلس کو شکست یاب ہوجانے پر علی پاشا کی رائے بھی بدلگئی تھی۔ مسٹر تن تنہا روس سے لڑائی کرنا
بعید از مصلحت سمجہا۔ اودہر چارلس تقاضے پر تقاضا کررہا تھا کہ سلطان تیس ہزار سپاہی اور پچاس ہزار تاتاری اوس کے ساتھ کردے
تاکہ یہ فوج اُسے پولینڈ کے رستہ سویڈن پہنچا آئے۔ اسقدر فوجکو چارلس کے ساتھ بہیجنا پولینڈ اور روس دونون کے ساتھ لڑائی
ہوجانیکا باعث ہوتا۔ علی شارلی جسکو کریسی شعلی علی لکھتا ہے پولٹاوا کو پچھلے محاربہ کے نتائج یاد دلاکر اس مخمصہ مین پڑنے سے منع کرتا
رہا۔ مگر سلطان کی والدہ جو چارلس کی بہادری دیکھکر اوسکی بڑی طرفدار ہوگئی تھی بڑی سرگرمی سے سلطان کے پاس اوسکی سفارش
کرتی رہی۔ اور بار بار اپنے بیٹے سے یہ سوال کرتی "تم کب تک اوس کے برخلاف میرے شیر ببر (چارلس) کی امداد کروگے" اور
آخیر مین صلح کی طرفدار جماعت کی رائے دیوان مین غالب آگئی۔ اور مصطفیٰ ثانی کے عہد مین جو معاہدہ روس اور ٹرکی کے بیچ ہوا تھا اوسکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹) روک سکتی صرف فریق مقابل کی طاقت کا خوف دن کو مانع ہوتا ہے) اور حرص کی مقدار اُس حد تک [illegible]
کی مقدار کے مطابق ہوتی ہے جس کو دوسری سلطنتین اپنی آزادی اور قومی وجود کے مشترک دشمن کے برخلاف کام مین لانا پسند کرین۔"
ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ یہ ریمارک صرف روس پر ہی نہین بلکہ ایسی سلطنت پر جو فتوحات اور وسعت مقبوضات کی دلدادہ و شیدا ہو
برابر عائد ہوتے ہین۔ روس کو صرف بطور مثال پیش کردیا گیا ہے کیونکہ اس وقت کی ان سلطنتون مین جن کو لارڈ سالسبری زندہ قومون
کے نام سے موسوم کرتے ہین وہ اسبارہ مین سب سے بڑھا ہوا ہے۔ ورنہ بجائے خود ان سب سلطنتون مین اس بات مین کوئی فرق نہین کرسکتے۔ مولف

سنجیدہ ہو کر یہ مزید دفعہ اوس مین بڑہا دی گئی کہ شاہ سویڈن کو اختیار ہے جس راستہ سے چاہے اپنے ملک کو چلا جائے۔ کوئی اوس کا متعرض نہ ہوگا۔ سلطان نے اس امر کی چارلس کو اطلاع کی۔ اور ساتہہ ہی دس ہزار ڈیوکٹ زادراہ کے لیئے اور کئی گہوڑے اور دیگر تحائف بہیجدیئے۔ چارلس نے تحائف تو قبول کر لیئے لیکن ٹرکی سے جانے کی کوئی تیاری نہ کی۔ وزیر نے بہت کوشش کی کہ چارلس کسی طرح ٹرکی سے چلا جائے مگر چارلس نے ایک نہ مانی۔ آخر سلطان وزیر کی تدابیر کی ناکامیابی سے برافروختہ ہو گیا۔ اور علی پاشا کو وزارت سے برطرف کر کے جون سنہ ۱۷۱۰ء مین نعمان کوپرلی کو وزیر اعظم بنا دیا۔

نعمان کوپرلی مصطفےٰ متقی کا بیٹا تہا۔ اس مشہور خاندان کے ہر ایک رکن کو وزارت پر ممتاز دیکھکر سلطنت کے کل باشندون کو کمال مسرت ہوئی اور ہر ایک کو قوی امید ہو گئی کہ وہ اپنے بزرگون کی طرح سلطنت کی شان و شوکت کو پہر تازہ کر دیگا۔ یہ امیدین پوری بہی ہوئین۔ نعمان نے مسلم اور عیسائی دونون مذاہب کی رعایا سے اپنے باپ کیطرح عقلمندی۔ انصاف اور غیر تعصبی سے برتاو کیا مگر وہ ایسے مدبرین مین سے تہا جو کچہہ تو خود اوٹہی رہتے اور کسیقدر دل کی کمزوری سے کل کام اپنے ہی ہاتہہ سے کرنا چاہتے ہین۔ ان کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تو معمولی کاروبار کی جزئیات مین غلطان و سرگردان رہتے ہین۔ اور اہم معاملات یا تو معرض تعویق مین پڑ جاتے ہین یا مصاحبون اور مشیرون پر چہوڑ دیئے جاتے ہین۔ اور ادہر جزئیات مین بیفایدہ اور بے ہنگام مداخلت کرتے رہنے سے وہ اپنے ماتحتون اور ساتہیون کو متنفر اور آزردہ خاطر بنا دیتے ہین۔ یہی انجام نعمان کی مداخلت کا ہوا۔ کل کاروبار پراگندہ ہو گئے۔ اور دیوان مین نا اتفاقی پڑ گئی۔ اور قاعدہ ہے کہ لوگون کو کسی شخص سے جسقدر زیادہ امید ہو اوس کے نہ پورا ہونے پر اسیقدر مایوسی اور آزردگی زیادہ ہوتی ہے نعمان سے بہی بڑی امیدین تہین جب وہ باطل ثابت ہوئین تو وہ ویسا ہی سخت نا ہر دلعزیز ہو گیا چنانچہ وہ چودہوین مہینہ وزارت سے علیحدہ ہو کر اپنے سابقہ عہدہ پر جو وزارت سے کمتر درجہ کا مگر معزز تہا یعنی مشہور جزیرہ یوبوا[1] کی گورنری پر واپس چلا گیا۔

محاربہ روس و روم

امور خارجیہ معاملات مین نعمان کوپرلی کی ایک تدبیر کا نتیجہ اوس کے منشا کے عین برعکس ہوا تہا۔ وہ بہی علی پاشا کی طرح صلح قایم رکہنے کا طرفدار تہا۔ اور گو کامیاب نہ ہو سکا۔ چارلس کو بامن و امان چلے جانے کیلیئے بہتر سمجہتا تہا۔ مگر ساتہہ ہی اوسنے دنیا پر یہ ظاہر کر دینا مناسب سمجہا کہ سلطنت عثمانیہ کو جنگی وسائل اور اوس کی فوجی طاقت مین کوئی کمی نہین ہوئی۔ اسغرض کیلیئے اوس نے جرار فوج جمع کیئے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ اور دیوان کیطرف سے یہ اعلان مشتہر کیا کہ باب عالی چارلس کے ساتہہ اسقدر فوج بیکران بہیجنے کا ارادہ رکہتا ہے جس قدر کہ قرہ مصطفےٰ کے ماتحت وائینا کو بہیجی گئی تہی۔ اس تجویز اور ساتہہ ہی اجتماع سپاہ کا یہ اثر ہوا کہ کل عثمانیہ فوج مین اسقدر جنگی جوش پیدا ہو گیا کہ اوس کو روکنا مشکل ہو گیا۔ سپاہ ایک تو پہلے ہی سے شاہ سویڈن کی حامی تہی اور دوسرے وہ سابقہ بدنامیون کو دور کرنیکا موقعہ ملنے کیلیئے بیتاب ہو رہی تہی۔ اس پر وزیر کی کارروائی نے سونے پر سہاگہ کا کام دیدیا۔

[1] اس کو نگروپونٹ۔ اور اگری پاس بہی کہتے ہین یونان کے مشرق مین چند میلون کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ اور اب اسی کی ماتحتی سے۔ مؤلف ۱۲

اوہر روسیون کی متواتر یورشون اور ہتیار بندیون سے تنگ آکر سرحدی اضلاع کے باشندے اپنی حفاظت اور نقد مال و اثاث کی تلافی کرانے جانے کیلئے مسلسل عرضداشتین سلطان کیخدمت مین بہیج رہے تھے۔ مزید برآن چارلس کے جنیلے جو دربار عثمانیہ مین تھے بطور سلطان احمد کو لڑائی پر آمادہ کرنیکے لیئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کرتے تھے۔ اور ترکستان کا سفیر بھی اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا تھا۔ دولت گری (گرائی) خان کریمیا بھی شاہ سوئیڈن کیطرح روس کے ساتھ جنگ کا اعلان ہو جانے کیلئے کمال بیکل ہو رہا تھا زار کی غاصبانہ تیاریون کو سلطنت عثمانیہ کے کسی حصہ کو آشنا اندیشہ نہ تھا جتنا کہ بہ عینہ کریمیا اور اس کے ملحقہ صوبون کو تھا۔ روسیون نے مقام کامنی (؟) کے قریب جو پوڈولیا سے نہر کے متصل ہے کئی قلعے تیار کر لیئے تھے دریائے نیپر و سمارا کے محل اتصال پر بمقام سمند جیک اور بمقام طیغان بھی قلعے تعمیر کر لیئے گئے۔ آزاف اور ٹیگان روگ کی قلعہ بندیان اور زبردست روسی بیڑہ کی موجودگی بھی جسے زار نے وہان تیار کیا تہا خان کریمیا کیلئے کچھ کم خطرناک نہ تھے۔ ان تمام معاملات کی سلطان کو خبر پہنچا دی۔ چارلس کے ایلچی کونٹ پونی آٹوسکی نے سلطان کو ذہن نشین کر دیا کہ زار جو اوس وقت آزاف و بحیرہ آزاف (ماؤٹس) کے سواحل کا مالک ہے یہ سب تیاریان کریمیا کو فتح کرنیکے لیئے کر رہا ہے جس کے بعد فاتح روسی جلد قسطنطنیہ پر حملہ کر دین گے۔

علاوہ برین سلطان کو جتایا گیا کہ روس کا اقتدار پولینڈ مین بہت بڑھ رہا ہے اس وقت اوسکی فوجین وہان کے مضبوط ترین قلعہ کامی نیاک مین مقیم ہین۔ مزید برآن اوسنے کاسکون کے قبائل یوکرائن اور ساحل کو فتح اور مالڈیویا کے سرحدی مقام جاسی کے قریب قلعہ سلطان کشتی پر قبضہ کر لیا ہے لیکن اگر روسیون سے ایک غلطی نہ ہو جاتی تو غالبًا یہ سب تحریکین بے اثر رہتین۔ زار نے صلح کو برقرار رکھنے کیلئے سلطان کے پاس سفارت روانہ کی جو بحیرہ اسود کے رستہ قسطنطنیہ آئی اور خود محلسرائے شاہی کی دیوارون کے نیچے اوس کے جہاز لنگر زن ہوئے بحیرہ اسود کو ترک اسلامی سمندر سمجھتے تھے۔ اور کسی عیسائی قوم کے جہاز کو اوس مین داخل ہونے کی اجازت نہ تھی عام مسلمان تو اس جسارت سے اور خود سلطان بیڑہ کو اوس کے محل کے نیچے آجانے سے برافروختہ ہو گیا سلطان نے سفیر دولت خان کو کریمیا سے اپنے حضور طلب کیا جس نے شرف باریابی حاصل ہونے پر روسیون کے ساتھ فی الفور اعلان جنگ کر دینے کی ضرورت کو بخوبی ثابت کر دیا۔ اونہون نے عرض کیا کہ زار کے ایجنٹ عیسائی رعایا کو در پردہ سرکشی پر آمادہ کر رہے ہین اگر اونکی ان چالون کو مؤثر ہو جانے کی مہلت دیگئی تو روسی ان وسائل سے کل یورپین علاقون کو فتح کر لین گے۔ اونکی دلیلین سلطان پر اثر کر گئین۔ اونکو خلعت ہائے فاخرہ و بیش قیمت تحفہ تحائف دیکر بعزت رخصت کر دیا گیا مفتی سے استفتاء کیا گیا کہ آیا ان حالات مین روس کے ساتھ جس سے میعادی صلح کیگئی تھی۔ اور ابھی تک وہ میعاد ختم نہین ہوئی لڑائی کرنا درست ہے مفتی نے فتوٰے دیا کہ لڑائی درست و جائز ہی نہین بلکہ ضروری ہے۔ اوسیوقت بیس ہزار ینگچری اور دیگر اقسام کی تیار فوج کو بھرتی کیئے جانیکا حکم صادر کیا گیا۔ اور ساحلی صوبجات کی تمام گورنرون کو فہمائش کیگئی کہ ہر ایک اتنی تعداد مین جہاز جو چھوٹے پانی مین چل سکین (کیونکہ بحیرہ آزاف مین پانی گہرا نہین) تیار کر کے کپتان پاشا کے پاس جس کا بیڑہ منزل مقصود کی طرف جانے کو

بالکل تیار رہے بہر صورت ان تیاریوں کے ساتھ ہی روسی سفیر کو حسب دستور قدیم جو تھوڑے ہی عرصے سے منسوخ ہوا ہے یعنی ٹالسٹائی کو بتاریخ ۲۱ یا ۲۸ نومبر ۱۷۱۰ء قلعہ یدی قلہ میں قید اور جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔

پیٹر باب عالی کے اس مردانہ عزم و فیصلہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اُسے اپنے سفیر کی چالوں، ترکی وزرا کی بد دیانتی، دیوان کی سہل انگاری اور خود سلطان احمد کی کاہل الوجودی پر پورا بھروسہ تھا مگر اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ ترکی سے مطلقاً لڑائی نہیں کرنا چاہتا تھا برعکس اس کے وہ لڑائی کا خود سخت مشتاق تھا۔ وہ صرف اپنی تیاریوں کے مکمل ہونے کا منتظر تھا۔ اور ان کی تکمیل پر دوسرے برس خود حملہ آور ہو جاتا۔ بالٹک کے سویڈش صوبہ لیوونیا سے اس نے ابھی تازہ تازہ (۱۷۱۰ء کے اخیر میں) فارغ ہو کر اپنی فوجیں اہل سویڈن اور ان کے بعض معاون پولوں کے مقابلہ سے واپس منگوائی تھیں۔ اور سپاہ اِس وقت ترکوں کے ساتھ لڑائی کرنے کے لیئے بالکل ہی تیار نہیں تھا مگر پھر بھی اگر جنگ اور ایک سال کے لیئے ملتوی ہو جاتا تو وہ اپنی طاقت کو خوب مضبوط کر لیتا لیکن جب اوس کے نامہ و پیام سے سلطان اپنی فوجی تیاریوں سے نہ رکا تو ۲۵ فروری ۱۷۱۱ء کو اوسنے بھی ماسکو کے بڑے گرجہ میں باضابطہ اعلان جنگ کر دیا۔ اور اپنی فوج کے مذہبی جوش کو ابھارنے اور نیز ترکی کی عیسائی رعایا کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے لیئے لڑائی کو مذہبی پیرایہ میں ظاہر کیا۔ معمولی جھنڈوں کی بجائے روسی افواج کو سرخ علم دیئے گئے جن کی ایک طرف الفاظ "خدا کے نام اور دین مسیحی کی حمایت میں" اور دوسری طرف قسطنطین کے ساتھ عیسائی قیاصرہ کا نشان منقوش تھا۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے یونانی المذہب اور سلیو النسل روس کی طاقت عظیم کے سریع نشو و نما سے ٹرکی کی یونانی اور سلیو رعایا کو اپنی آزادی کے خواب آنے لگے تھے اور ان میں بیحد پرجوشی اور امنگ و تحریک پیدا ہو گئی تھی۔ سویڈن سے فارغ ہوتے ہی زار نے ترکوں کی عیسائی رعایا کو ورغلانا شروع کر دیا تھا جس کا اثر مانٹی نیگرو (جبل اسود) کے قلیل الجماعت اور مسافت بعید پر رہنے والے قبائل تک پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے زار کے پاس قاصد بھیجکر اپنا عندیہ ظاہر کیا کہ جب تم ٹرکی پر حملہ کروگے تو دوسری طرف سے ہم اوس پر حملہ کر دینگے۔ زار نے خط اور تحائف بھیجکر اون کا شکریہ ادا کیا۔ مگر ٹرکی کی عیسائی رعایا کے ساتھ نامہ و پیام شروع کرنے سے اوس کا اصل مدعا یہ تھا کہ مالڈیویا اور والیشیا کے عیسائی گورنروں کو اپنا رفیق بنا لے کیونکہ وہ پہلے وہیں اپنی فوج لیجانے کا ارادہ رکھتا تھا اور ٹرکی پر حملہ کرنے کیواسطے مزید تیاریوں کے لیئے ان صوبجات کو قاعدۃ الجیش (بیس آف آپریشن) بنانا چاہتا تھا۔

چنانچہ دونوں گورنروں کو بطمع زر اپنے ساتھ ملا لیا گیا۔ اور اعلان جنگ کے بعد نے الفور یہ اشتہار مشتہر کیا گیا کہ زار اس امر کا ذمہ اٹھاتا ہے کہ مالڈیویا اور والیشیا ترکوں کی محکومی سے آزاد کر دیئے جائینگے۔ اور یونانی کلیسا کے سوا اور کوئی کلیسا وہاں نہیں رہنے دیا جاویگا۔ ادہر یروشلیم میں ایک بشپ نے (جو روسی گماشتوں کا سرغنہ تھا) یہ روایت مشہور کر دی کہ قسطنطین کی قبر سے ایک کاغذ برآمد ہوا ہے جس میں یہ پیشنگوئی درج ہے کہ روس ہی ترکوں کو یورپ سے نکالینگے۔ پیٹر کو یونانی المذہب عیسائی رعایا کی بغاوت کے بھروسہ پر فتح کا ایسا یقین تھا کہ اوسنے علانیہ کہدیا کہ عنقریب روسی علم محلسرا سلطانی پر لہلہاتا دکھائی دیگا۔ سارا دربار اوس کے ہمراہ تھا گویا کہ وہ کسی تفریحی مہم پر جارہا تھا۔ عیسائی مؤرخ لکھتے ہیں کہ ایسا تیقن یا سرمستی اوس سے پہلے کبھی ظہور میں نہ آئی تھی۔

اس کا یہ بجز دھوکہ دہی یا پیچال کو پسند نہ آیا اور شیطان لعین کی طرح اوس کو اوس کا خمیازہ بھگتنا پڑا جو مدت العمر اوس سے فراموش نہ ہوا۔

برنکووان والیشیا کا ہوسپوڈار عرصہ سے روس کے ساتھ خط وکتابت کر رہا تھا باب عالی کو اس کی کچھ بھنک پڑ گئی اور اوس لیے پرنس کانٹی مر گورنر مالڈیویا کو باغی گورنر پر حملہ آور ہو کر اوسے گورنمنٹ سے علیحدہ کرنیکا حکم بھیجدیا۔ مگر یہ شخص بھی جس کا پہلی جلد میں مفصل ذکر آچکا ہے روسیوں کے ساتھ ملگیا ہوا تھا بلکہ زار کے ایسے منہ لگ گیا تھا کہ برنکووان آتش حسد سے جل گیا اور بظاہر روسیوں کا طرفدار رہکر در باطن ترکوں کے ساتھ ملگیا اور روسیوں کی فوج کو ایسی جگہہ لا ڈالا جہاں تک اوس کو باسانی مفتوح ومغلوب کر سکیں۔ ادہر کانٹی مر کو خود روسیوں کا معاون ہو گیا تھا مگر اوس کی رعایا کو ترکوں سے کوئی رنجش نہ تھی اوسنے باغی کا ساتھ نہ دیا۔ دوسری طرف سلطان نے خود اپنی زیر نگرانی فوج کو تیار کیا تھا جس میں جنگی آراستہ اور تیار سپاہ نے مئی سنہ ۱۷۱۱ء میں بلتاجی محمد پاشا کی زیر کمان جس کو علی پاشا کے بعد وزارت کا اہتمام دیا گیا تھا قسطنطنیہ کے نواح سے سرحد پیشقدمی شروع کی۔ زار نے اپنی فوجیں پولینڈ کے جنوب میں جمع کیں اور جون میں مالڈیویا کے صوبہ میں داخل ہو گیا۔ جاسی پہونچنے تک رستہ میں اوسکی فوج کو سخت مصائب برداشت کرنے پڑے۔ اور بیشمار جانیں بھوک اور بیماری کو ضائع ہو گئیں پیٹر نے جاسی میں کچھ عرصہ قیام کرکے فوج کے لیے سامان رسد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر مالڈیوی وفاداری میں ثابت قدم تھے کانٹی مر بہت کم رسد جمع کر سکا۔ والیشیا گورنر اس وقت علانیہ ترکوں کا طرفدار ہو گیا ہوا تھا۔ اوس سے کسی مدد کی توقع فضول تھی۔ بایں ہمہ کیونکہ کانٹی مر نے نیک نیتی سے یا جیسے کہ بعض مورخین کا بیان ہے کہ وہ بھی اب روسیوں کی حالت نا امید دیکھکر اپنے بچاؤ کے لیے ترکوں کا طرفدار ہو گیا تھا۔ از راہ شرارت زار کو یہ کہکر جنوب کی طرف بڑہنے کا مشورہ دیا کہ وہاں نیچے دریائے سرتھ کے جنوبی حصہ میں ترکوں کے بڑے بڑے گودام اور میگزین بے حفاظت پڑے ہیں بآسانی ہاتھ آجائیں گے اس کے ساتھ ہی زار کو دہوکہ دیا گیا کہ وزیر کی فوج نے ابھی تک دریائے ڈنیوب کو عبور نہیں کیا۔ اس پر زار کچھ حصہ فوج کا مالڈیویا میں چھوڑ کر اور باقی فوج ساتھ لیکر دریائے پروتھ کے مغربی (دائیں) ساحل کے کنارہ کنارہ جنوب کو چلدیا۔ یہ دریا جاسی کے مضافات سے تقریباً سیدھا جنوب میں بہتا ہوا اوس مقام سے جہاں سرتھ ڈنیوب میں گرتا ہے کسیقدر نیچلی طرف کو قصبہ گالاٹز کے قریب ڈنیوب سے ملتا ہے۔ مگر روسی فوج ابھی جاسی میں ہی تھی کہ وزیر اعظم دریا پروتھ کے اتصال سے نیچلی طرف کو بمقام اسحاقچہ ڈنیوب کو عبور کر گیا تھا اور صوبہ بیسیربیا میں خان کریمیا تاتاری سواروں کی جرار فوج لیکر اوسے آملا تھا۔ عثمانیہ کمانڈروں کو جب زار کی جنوب رویہ کوچ کی خبر ملی تو وہ اپنی متفقہ فوج کو لیکر دریائے پروتھ کے مشرقی کنارہ کی طرف چلدیئے تاکہ اوسے عبور کر کے روسیوں پر مالڈیویا میں حملہ کریں۔ یہ فوج دریا کے جس حصہ پر پہنچی۔ وہاں روسی جنرل [illegible] زاری فوج کا کچھ دستہ لیکر متعین تھا۔ اوس نے ترکوں کو دریا کو عبور کرنے سے روکنے کی کوشش کی مگر دس ہزار تاتاری تیر کر دریا سے گذر گئے۔ اور رات بھر میں بیلداروں نے دریا پر چار پل تیار کیے گئے جن پر سے ترکی فوج کی زبردست جمعیت مغربی کنارہ پہنچ گئی

روسی جنرل تاب مقاومت نہ لاکر پیچھے ہٹ گیا۔ اور مقام قاتاش کے قریب زار سے جا ملا۔ جنرل شین کر زار کے چھوٹے چھوٹے گروہ کی فوج بیماری اور فاقہ ہی سے کمزور نہیں ہوگئی ہوئی تھی بلکہ جنرل بیلان جنرل اہو ناس کے زیر کمان دو دو ہزار دستے مولڈیویا اور والیشیا کے اندرونی اضلاع میں بھیج دیئے جانے کی وجہ سے ترکی فوج کے مقابلہ پر جس میں دو لاکھ ترک اور تاتاری تھے اوسکی جمعیت بھی بالکل بے حقیقت تھی۔ زار نے بھی دائیں ساحل کو کنارے کنارے سنیقہ پیچھے ہٹ کر موضع کوش کے قریب دریا پر تھا اور ایک دلدل کے درمیان خیمہ زن ہوگیا۔ اور کیمپ کو خندق وغیرہ سے محفوظ کر دیا۔ یہ موقع بظاہر نہایت مضبوط معلوم ہوتا تھا۔ اور اوس کو پسند کرنے میں اوسنے سوئیڈن کی تقلید کی تھی جس نے بھی بمقام زردانا ایسا ہی موقع پسند کیا تھا لیکن بدقسمتی زمین جہاں پیمپ روسی خیمہ زن ہوئے تھے پہاڑیوں سے گھری ہوئی تھی جو تھوڑے سے فاصلہ پر واقع تھیں ترکی لشکر کی بدولت وزیر نے دن پر بآسانی قبضہ کر لیا۔ اور روسی اپنے کیمپ میں بالکل محصور ہوگئے۔ اون کو پاس رسد تقریباً نہ ارد تھی۔ سپاہیوں نے اونکی حالت ابتر کردی ترکوں نے دریا کے بائیں کنارے پر توپیں نصب کردی تھیں۔ دوسرا ساحل اونکی زد میں تھا۔ روسیوں کا دریا کے قریب جانا یقینی موت کو منہ لگانا تھا۔ وزیر عقلمندی سے کام لیکر خود روسی کیمپ پر حملہ آور ہونیسے محترز رہا۔ اور روسیوں کے حملہ کی مدافعت کرنے پر قانع رہا۔ اونہوں نے دو دن سخت جانگداز معرکہ آرائی کر کے ترکوں کو پہاڑیوں سے ہٹانے کی کوشش کی مگر ہر مرتبہ ناکام پسپا کر دیئے جاتے تھے۔ پھر روسی اسوقت میں ہتیار ہوگئے تھے اگر کیتھرائن کا دم نہ ہوتا تو وہ ضرور بھوک و پیاس سے تنہا ہو جاتے یا بلاشرط دشمن کے سامنے ہتیار ڈال دیتے۔ اس عورت کا ذکر پہلے بھی ہوچکا ہے سنہ ۱۷۱۲ء میں زار نے خفیہ شادی کرلی تھی۔ جنگ پیرن کے بعد یہ کئی روسی افسروں کی جن میں جنرل شرمی ٹوف بھی شامل ہیں معشوقہ رہی جب پیٹر اوس کے دام محبت میں گرفتار ہوا۔ اس وقت وہ جنرل منشی کوف کی پاس تھی یہ عورت محض ناخواندہ تھی مگر یہ قابلیت رکھتی تھی کہ جن سے اوس کا تعلق ہوتا اون کے دلی حالات وخیالات اور مذاق سے فوراً واقف ہو کر خود بھی انہی کا رنگ اختیار کر لیتی تھی پیٹر کی تمام تجاویز میں بڑے شوق کے ساتھ فی الفور متفق الرائے ہو جاتی تھی اوس نے اون کو دل پر ایسا پورا پورا تسلط کر لیا ہوا تھا کہ بظاہر تو لوگوں کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اوسکی دلداری کر رہی اور اوسکی   ہاں میں ہاں ملا رہی ہے لیکن درحقیقت وہ حکومت کر رہی تھی اور زار اوسکی تابعداری کرتا تھا۔ روسی فوج کے کل افسروں کی جنگی کونسل نے فیصلہ کیا کہ بچاؤ کی ایک ہی سبیل ہے کہ وزیر سے صلح کی سلسلہ جنبانی کی جائے۔ مگر کسی کو یہ جرأت نہ پڑتی تھی کہ زار کو جو خیمہ میں تن تنہا بیٹھا ہوا ہجوم افکار و تردد میں غرق تھا اس فیصلہ کی جا کر خبر کرے۔ کیتھرائن نے اس بات کا ذمہ لیا۔ اوس نے خیمہ میں جا کر خاوند کو پہلے پیار و دلاسہ سے تسلی دی پھر آہستہ آہستہ اوسکو وزیر کے پاس ایلچی بھیجنے کو راضی کر لیا۔ اگر کوئی اور اس کام کا بیڑا اٹھاتا تو ضرور ہلاک کر دیا جاتا۔ بعد ازاں کیتھرائن نے وزیر کو نذرانہ دینے کیلئے جو ایسی موقعوں پر سائل فریق اوس زمانہ میں غالب فریق کے سامنے پیش کر کے صلح کی التجا کیا کرتا تھا۔ فوج کے اعلیٰ افسروں سے روپیہ جمع کیا اور پھر اپنے زیورات بھی اوس میں شامل کر دیئے۔ یہ روپیہ اور زیورات چانسلر (مدار المہام) شافروٹ کے ہاتھ وزیر کے کیمپ میں

بھیج گئے، اور ساتھ ہی اسکے جنرل شرمی ٹرف زار کی طرف سے خط لکھدیا جس مین صلح کی التجا کی گئی۔ وزیر اعظم کے کتخدا یکو جو بیحد
بڑا اقتدار حاصل تہا شافیروف پہلے اوسی کے پاس گیا تہا جسنے تحائف لے لینے اور وزیر کے پاس صلح کی سفارش کی۔ محمد بالتہ
جی رضامند ہوگیا اور معاہدۂ صلح کی شرائط کے متعلق گفتگو شروع ہوگئی۔ چارلس کا ایلچی پونیاٹوسکی بھی وزیر کے ہمراہ تہا
اوسنے اور نیز خان کریمیا نے صلح کی سخت مخالفت کی مگر وزیر نے اون کی ایک نہ سنی اور اوس کے منشی عمر آفندی نے
وہ مشہور عہدنامہ لکھدیا جس سے زار اور اوسکی فوج کو بتاریخ ۲۱ جولائی سال ۱۷۱۱ء ورطۂ ہلاکت سے نجات ملگئی۔ یہ عہدنامہ معاہدۂ
پروتھ اور معاہدۂ فالکسن کے نام سے مشہور ہے۔

عہدنامہ پروتھ

عہدنامہ مذکور کی تمہید یہ تہی کہ خداوند کریم کی عنایت و نصرت سے فاتح اسلامی لشکر نے ماسکو کے
زار اور اوسکی فوج کو چارون طرف سے گھیر لیا جس پر اوس نے صلح کی التجا کی اور مندرجہ ذیل
شرائط پر صلح کرلیگئی۔ پہلی دفعہ کی رو سے زار نے قلعۂ آزاف واوس کے ملحقہ علاقے اور مضافات اوسی حالت مین جس حالت
مین وہ اوس وقت تہے جب کہ زار نے اون پر قبضہ کیا تہا واپس کردینے کا اقرار کیا۔ دوسری دفعہ کی رو سے زار نے قصبہ
ٹاگن روک کو جسے اوسنے بحیرۂ آزاف کے ساحل پر آباد کیا تہا اور نیز کامنی کی آسکی کے قلعہ بنا رہا ہون اور سمر پایست کے نئے
قلعہ کو منہدم کردینے کا اقرار کرکے وعدہ کیا کہ وہ پہر نہ بنائے جاوینگے۔ کامنی کی اسکی کے توپخانہ اور تمام جنگی سامان کی نسبت
شرط کیگئی کہ وہ باب عالی کے سپرد کردیا جاویگا۔ تیسری دفعہ مین زار نے عہد کیا کہ وہ پولینڈ اور نیز ان کاسکون کے معاملات مین جو
اہل پولینڈ یا خان کریمیا کے ماتحت ہین آئندہ کبھی دخل نہین دیگا۔ اور تمام روسی فوجین جو ان ممالک مین ہین واپس بلالیجاینگی
چوتھی دفعہ آزادی تجارت کے متعلق تہی۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط کیگئی کہ آئندہ کوئی روسی سفیر قسطنطنیہ مین نہین رہیگا۔ یہ شرط غالباً اون
سازشون کیوجہ سے کیگئی جو روسی یونانیون اور دیگر عثمانیہ عیسائی رعایا سے کرتے رہتے تہے۔ پانچوین دفعہ مین زار نے اون تمام
مسلمانون کو جو لڑائی کے دوران مین یا اس سے پہلے گرفتار کئے گئے یا غلام بنائے گئے تہے رہا کردینے کا وعدہ کیا۔ چھٹی دفعہ کی عبارت
یہ تہی چونکہ شاہ سویڈن باب عالی کی ظل حمایت مین آگیا ہے اسکو زار روس کسیطرح کی تکلیف نہ پہنچائینگے اور اوس کو بلا مزاحمت
بحفاظت تمام اپنے ملک کو واپس چلا جانے دین۔ اور ساتھ ہی دوستانہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ اگر باہمی سمجھوتہ ہونا ممکن ہو تو روس
اور سویڈن آپس مین صلح کرلین۔ دفعہ ہفتم کا مضمون یہ تہا کہ آئندہ باب عالی ماسکو یون (روسیون) کو کوئی نقصان نہ پہنچاوے اور
نہ آئندہ روسی باب عالی کی رعایا اور باجگذارون کو کوئی اذیت پہنچائینگے۔ خاتمہ پر وزیر کی طرف سے یہ عبارت لکہی گئی "مین
اپنے شہنشاہ اور آقا سے نعمت سے ان شرائط کو منظور فرما لینے اور زار کی سابقہ بداعمالیون کو نظر انداز کردینے کی متوقعانہ التماس
کرتا ہون مینے یہ معاہدہ اون کامل اختیارات کی رو سے کیا ہے جو جلالت مآب نے مجہے عطا فرمائے ہوئے ہین" اس کے بعد جو
عبارت درج تہی اوس کا مدعا یہ تہا کہ زار ان شرائط کے ایفاء کی ضمانت مین یرغمال حوالہ کرے اور ترتیب سے لشکر کو اپنے
ملک کو واپس چلا جانے سے عثمانیون کا مظفر ومنصور لشکر نیز تاتاری یا اور کوئی شخص اسے کوئی تکلیف نہین پہنچائیگا۔ زار نے

چانسلر بیرن شافیروت اور جنرل شیرمی ٹوف کو بطور یرغمال وزیر کے حوالہ کر دیا۔ اور خود اپنے بقیۃ السیف لشکر کو لیکر تباہی و ہلاکت سے بچ جانے پر خوش اور اپنے نقصانات اور ذلت سے شرمسار اور غمگین پروتھ کے ناسبارک کناروں سے اپنے ملک کو چلدیا۔

فرانس کا مشہور مؤرخ فلاسفر والٹیر جس کی رائے جنگ نروا کی نسبت اوپر درج ہو چکی ہے اس معاہدہ کے متعلق لکھتا ہے کہ "معاہدہ پروتھ زار کے حق میں جنگ نروا سے زیادہ مہلک اور مضر ہوا۔ کیونکہ نروا کی لڑائی کے بعد (جس میں اوسے چارلس سے شکست ملی تھی) اوس نے اس شکست سے بھی فایدہ اوٹھا لیا تھا۔ اور اپنے نقصانات کی درستی کرلی۔ اور آخر چارلس دوازدہم سے مقام انگریا فتح کر لیا۔ مگر معاہدہ تاکسن کر روس کو بحیرہ آزاف کے قلعوں کو چھوڑ دینے سے اوس بحیرہ اسود کی بادشاہی سے دست بردار ہونا پڑا" مگر میں والٹیر کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس معاہدہ سے روسیوں کو کوئی ویسا نقصان نہ پہنچا۔ اور برعکس اس کے ترکوں نے ایک ایسا موقعہ کھو دیا۔ جو پھر ابتک اون کو نصیب نہیں ہوا۔ اور نہ غالباً آیندہ نصیب ہوگا۔ سب سے مدلل اور درست رائے ترکی تاریخ دانوں میں دائمی کے قابل محقق مسٹر تھارنٹن نے ظاہر کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "جب معاہدہ پروتھ پر دستخط ہوئے تھے اوس وقت سلطنت عثمانیہ کی نیک طالع سو رہی تھی" "انگریزی مثل ہے کہ بہے ہوئے دودھ پر افسوس کرنا بیہودہ ہے۔ اسیطرح اب یہ کہنا کہ اگر بلتہ جی زار کے ساتھ صلح نہ کرتا۔ بلکہ اپنے دشمن کو نیست و نابود کر دیتا تو یہ ہوتا یا وہ ہوتا محض فضول ہے۔ لیکن چونکہ انسان ایسا کمزور مخلوق ہوا ہے کہ باوجود اس بیہودگی کے علم و یقین کے وہ بالعموم اپنا دل اندوہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہتا۔ اکثر مؤرخین نے آخر یہ لکھ ہی دیا ہے کہ "اگر زار اور اوسکی فوج کو اوس وقت معدوم کر دیا جاتا اور چارلس کو کافی کمک اور سامان ویکر جنگ پلٹوا کا بدلہ لینے کیلئے سویڈن واپس بھیج دیا جاتا تو اغلب قیاس ہے کہ روس پھر سابقہ جہالت اور وحشت میں غرق ہو جاتا۔ کیونکہ جو اصلاحیں روس میں پیٹر کی طفیل ہوئی ہیں۔ اونمیں سے اکثر اوسوقت تک شروع ہی نہیں ہوئی تہیں۔ اور جو قدرے قلیل شروع ہو گئی ہوئی تہیں وہ بھی پختگی تک نہیں پہونچی تہیں۔ اور علاوہ بریں سویڈن کو دول یورپ میں وہی غلبہ حاصل ہو جاتا جو گسٹاوس[1] اڈولفس نے اسے بخشا تھا۔ یعنی وہ اول درجہ کی طاقتوں میں شمار اور شمال کی سب سے زبردست سلطنت محسوب ہوتی۔"

جب روسی فوج اس طرح سے محصور ہو گئی کہ اوسکا بچکر نکلنا محال ہو گیا تھا تو پونی آٹوسکی نے فوراً اپنے آقا کی طرف بمقام بندر[2] قاصد دوڑا دیا اور اوس سے التجا کی کہ جلد پہنچکر اپنے دشمن کی تباہی کو بچشم خود معاینہ کریں۔ چارلس اوسی وقت چل کھڑا ہوا۔ مگر جب اوس نے ترکی کیمپ کے قریب پہنچکر دور فاصلہ پر روسی فوج عقب کی آخری صفوں کو اپنے ملک کیطرف واپس جاتے دیکھا تو اوس کے غم و غصہ اور رنج والم کا کوئی پایان نہ رہا۔ اوسنے وزیر کو سخت ملامت کرنیکے بعد شکایت کی کہ خدا کیلئے مجھے بیس تیس ہزار سپاہی دیدو میں ابھی زار اور اوسکی کل فوج کو اسیر کرکے واپس لاتا ہوں۔ لیکن وزیر پر کچھ ایسی مہلک نحوست اور لاپروائی چھا رہی تھی کہ اوسنے کروٹ تک نہ بدلی اور حرمت معاہدہ کا عذر کر دیا۔ یہ سنکر چارلس نے بلند حقارت آمیز قہقہہ لگایا۔ اور اوسیوقت وزیر کے خیمہ سے باہر نکلکر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اوسیطرح سرپٹ دوڑاتا ہوا بندر واپس چلا گیا۔

۱؎ سویڈن کا اس بہادر بادشاہ کا پہلی جلد میں ذکر ہو چکا ہے مؤلف۔ ۲؎ یہ شہر جنوبی روس میں اوڈیسہ کے شمال میں ہے +

اس موقعہ پر فریقین کے اون سرکردہ اشخاص کی ذاتی روش پر جنہون نے محاربہ و مصالحت پر دستخط مین نمایان حصہ لیا کچھ تحریر کرنا بیہودہ نہ ہوگا ۔ ہر چند کہ اس لڑائی مین اصول فن حرب کے متعلق بیشک سخت غلطیان سرزد ہوئین ۔ مگر سپہ سالار یا صدر اعظم [illegible] نازک موقعہ پر بحیثیت محب ملک اور فرمانروا جو عالی ہمتی اوسنے دکہائی اوس سے اون سب غلطیون کی تلافی ہی نہین ہو رہی بلکہ ہمیشہ کے لیئے اس اولوالعزم نیم وحشی بادشاہ کا نام لوح زمانہ پر ثبت ہوگیا ہے ۔ اوس وقت وہ ایک سخت مرض کا شکار ۔ اور صاحب فراش ہو رہا تہا ۔ مگر اوس کی ہمت بدستور قائم تھی ۔ اسی حالت مین صلح کیلیئے کیتھرائن کے سلسلہ جنبانی کر دینے سے ایکدن پہلے اوس نے اپنے خیمہ سے ماسکو کے سینیٹ کو جو خط لکھا اوس سے بقول مورخ شلاسر پیٹر اوسی شہرت و عزت کا مستحق ہوگیا جو زمانہ قدیم کے مشاہیر کو حاصل ہے کیونکہ خط مذکور مین اوسنے اپنی ذات اور اپنے خاندان کو سلطنت کی بہتری پر قربان کر دیا تہا [illegible] کریم کو بھی اس عالی حوصلہ شخص کی عام شہرت منظور رہتی ۔ قاصد جسے یہ خط دیا گیا تہا بخیریت ترکی مورچون کی صفون مین سے گذر گیا اور راستے روسی سینیٹ کے پاس پہونچا دیا ۔ اوس وقت ابھی صلح ہو جانے کی کسیکو خبر نہ ہوئی تھی ۔ یہ خط سینٹ پیٹرزبرگ کے شاہی محل مین بحفاظت تمام رکھا ہوا ہے ۔ اس کے اصلی ہونے مین کسی طرح کا شبہ نہین ہے ۔ اور نہ ہی اون خیالات و احساسات کے حقیقی ہونے مین کوئی شبہ ہو سکتا ہے جو زار پیٹر نے اوس مین ظاہر کیئے ہین کیونکہ وہ موقع ہی ایسا تہا کہ تصنع کسی کارآمد نہین ہو سکتا تہا وہ خط حسب ذیل ہے ۔

” مین تمکو اطلاع دیتا ہون کہ غلط خبرون سے دہوکہ کہا کر جس مین میرا کوئی قصور نہین مین اس جگہ اپنے کیمپ مین ترکی فوج کے محاصرہ مین آگیا ہون جس کی جمعیت مجھ سے چوگنی ہے ہمین کسی طرف سے رسد نہین پہنچ سکتی ۔ اور ہر لحظہ یہی توقع ہے کہ ہم پامال کر دیئے جائین گے یا گرفتار کر لیئے جائین گے ۔ ہان خداوند کریم کسی غیر مترقبہ طریق سے ہماری مدد کر دے تو دوسری بات ہے ۔ اگر ترک مجھی اسیر کر لین تو پہر تم مجھے اپنا زار اور فرمانروا نہ سمجھنا ۔ نہ میرے کسی حکم کی جو میری طرف سے تمہارے سامنے پیش کیا جائے کچھ پروا کرنا خواہ تم میرے دستخط کو پہچان ہی کیون نہ لو ۔ بلکہ میرے بذات خود واپس آنیتک منتظر رہنا ۔ اگر مین یہان ہلاک ہوگیا ۔ اور تمکو میری موت کی پختہ خبر پہنچ جائے تو پہر تم نے کسی ایسے شخص کو جو تم مین سب سے قابل ہو میرا جانشین منتخب کر لینا “

کہیں اس موقعہ پر لکہنا ہے کہ یونانی شجاع لیونائیڈاس[1] اور کاڈرس[2] بھی اس سے زیادہ بے غرضانہ جوانمردی نہین دکہا سکے ۔ فرانسس اول (بادشاہ فرانس) اور چارلس دوازدہم کی تو کوئی حقیقت ہی نہین ۔

کیتھرائن نے روس پر واقعی احسان عظیم کیا تہا ۔ وہ اوس وقت اپنے خاوند اور اوس کے ملک کیلیئے فرشتہ رحمت ہوکر آئی تہی

[1] یونانی بہادر جو قلیل جماعت سے کئی لاکھ ایرانیون کو درہ تہرمو پایلی پر کئی دن روکے رہا ۔ اور آخر دغا سے میدان جنگ مین ہلاک کیا گیا ۔

[2] ایتھنز کا آخری بادشاہ ۔ اسے اطلاع ہوا کہ اہل ڈوریا اور ایتھنز کے محاربہ مین وہی فریق غالب رہیگا جس کا بادشاہ لڑائی مین قتل ہو ۔ اسپر اپنے شہر کی فتح کیلیئے وہ دلیرانہ دشمن مین گہس گیا اور وہان ہلاک ہوگیا ۔ اہل ایتھنز نے اوسکی یادگار قائم کرنیکے لیئے یہ فیصلہ کر دیا کہ اسکے بعد کسی کو بادشاہ ہی نہین بنائین گے ۔ چنانچہ اوس وقت سے حکومت مجسٹریٹون کے سپرد کر دیگئی سنہ ۱۰۶۸ قبل مسیح مین پیدا اور سنہ ۱۱۳۲ قبل مسیح مین فوت ہوا ۔ مؤلف ۔

نہ ہوئی۔ اوس نے زنانہ فراست و ذہانت اور کامل مردانہ استقلال سے کام لیا۔ ۱۷۱۲ء مین زار نے اوسکو بحیثیت قیصرہ باضابطہ تاج پہنا کر اس ذہین عظم کا پورا پورا اعتراف کیا۔ اور کل دنیا اور اپنی رعایا کو بتا دیا کہ وہ دریاے پروتھ کے محاربہ مین کیتھرائن نے جبکہ ہماری (یعنی روسی) فوج صرف ۲۲ ہزار رہ گئی تھی۔ اور ترک تعداد مین دو لاکھ ستر ہزار تھے میری کیسی بینظیر امداد کی تھی۔ اس سخت مشکل کے موقع پر اوس نے بالخصوص اپنی جنس سے بڑھکر شجاعت اور سرگرمی ظاہر کی۔ اس امر کی کل فوج اور کل سلطنت شاہد ہے" اس عورت کی تعریفون مین جس نے پروتھ پر ایسی شاندار فرزانگی دکھلائی کل اقوام کے مورخ متفق و یکزبان ہین مگر اس قابل یادگار معرکہ کے تیسرے بڑے ایکٹر یعنے ترکی کمانڈر کی نسبت اوس کے ہمعصر اور نیز بعد کے مورخون مین بہت اختلاف ہے۔ بڑا الزام اوسپر یہ لگایا جاتا ہے کہ اونسے کیتھرائن سے رشوت لیکر اپنے ملک کے جانی اعدا کو بچ جانے دیا۔ اس کا جواب محمد پاشا کے طرفدار یہ دیتے ہین کہ کیتھرائن بلتان جی اور اوس کے تابعین کو بھی روپیہ اور تحائف بھیج سکتی تھی جو اوس وقت روسی کیمپ مین موجود تھے۔ اول تو ان سب کو جمع کرنا محال تھا۔ اور بفرض محال اگر کل افسرون اور سپاہیون سے اونکی نقدی لے بھی لی گئی ہو پھر بھی وہ اور کیتھرائن کے اپنے زیورات اور سموری پارچات اس قدر مالیت کے نہین ہوسکتے تھے کہ وزیر اعظم کے رتبہ کا شخص اون کو بطور رشوت قبول کرے۔ مزید برآن اگر وہ طامع ہوتا تو وہ اپنے طمع کو زار کو بلا شرط اطاعت گزینی پر مجبور کر دینے سے بدرجہا زیادہ اچھی طرح سے پورا کر سکتا تھا۔ اس صورت مین سرکردہ اسیران جنگ کی دوست اونکو سپارش کرکے نہین رہائی دلوانے کے لیے بڑی بڑی رقمین دینے سے دریغ نہ کرتے۔

بعض کا خیال ہے کہ چارلس وزیر کے ساتھ نا واجب درشتی اور نخوت کے ساتھ پیش آیا تھا جس پر وہ اوس سے چڑھ گیا تھا اور اس لیے اوسنے چارلس کے رقیب پیٹر کے ساتھ نرمی کی تھی مگر وزیر چارلس کی بدطواری کا اگر چاہتا تو اور بہتر طرح سے بدلہ لے سکتا تھا۔ لہذا طبیعت کبھی قبول نہین کر سکتی کہ کوئی ایسی وجہ اُسے روسیون کے ساتھ معاہدہ صلح کرنے کی محرک ہوئی تھی۔ ایک مورخ نے لکھا ہے کہ زار نے صلح کی درخواست کرتے وقت خط مین یہ بھی دھمکی دی تھی کہ اگر صلح نہ کیگئی تو مین تمہاری صفون کو چیر کر باہر نکلنے کی کوشش کرونگا۔ اور اس دھمکی کو موثر کرنیکے لیئے اپنی فوجون کو صف آرا بھی کر دیا تھا۔ یہ دھمکی اپنا کام کر گئی۔ اور وزیر نے صلح کی گفتگو شروع کر دی۔ ایک اور روسی مورخ مسمی لیوسٹ یہ رائے ظاہر کرتا ہے کہ اگر روسی دلیرانہ حملہ کر دیتے تو وہ غالباً کامیاب ہو جاتے مگر اول الذکر بیان محض غلط اور آخر الذکر قیاس بالکل لغو ہے۔ روسی کئی دفعہ حملہ کرکے منھ کی کھا چکے تھے۔ اور بلتان جی کی فوج کا نظام اور جوش اون ستواتر ہزیمت خوردہ عثمانیہ فوجون کے نظام سے جن کی صفون کو بعد مین روسی جنرل رومانوف اسطرح کے ایک موقع پر چیر کر باہر نکل آیا تھا۔ بدرجہا بہتر اور اعلےٰ تھا۔ مزید برآن خود زار کا اعتراف عجز ایک موقعہ پر نہین بلکہ چار مرتبہ (اوس خط مین جو سینیٹ کو لکھا۔ معاہدہ صلح مین۔ اور پھر ۱۷۱۲ء کے معاہدہ مابعد مین۔ اور آخری دفعہ اوس شاہی اعلان مین جو اوسنے کیتھرائن کو تاج پہنا کر اپنا ہمقرین بنانے کے وقت مشتہر کیا تھا) اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ جس وقت وزیر نے صلح کی گفتگو پر رضامندی ظاہر کی تھی اوس وقت روسی فوج کی حالت بالکل مایوسی کی تھی۔ اس کشمکش کا فیصلہ بقول کریسی یہی ہو سکتا ہے کہ غالباً کسی واحد مستقل اصول یا متعین

کی وجہ سے وزیر نے یہ کوشش اختیار نہیں کی تھی جس میں اونسے اوسنے ادہورا کام کیا تھا جبکہ اپنے شکار کو ایسی خطر پر رہائی دیدی جس سے اوسکو ذلت و نقصان تو پہونچا مگر ایسا ناقابل نہ ہوا کہ پھر بدلہ نہ لے سکے۔ محاربہ کا نقشہ اوسنے ایسا عمدہ باندہا تھا کہ بحیثیت سپہ سالار بلتہ جی پوری تعریف و توصیف کا مستحق ہے۔ مگر گو اوسے رشوت کے الزام سے بری کر دیا جائے۔ اوسکی صلح کی متعلقہ کارروائی پر ہر مجتہد ایسی رائے ظاہر کریگا کہ وہ سخت غیر مدبرانہ تھی۔ اگر وہ فیاضانہ سلوک سے روس کو ٹرکی کا دوست بنانا چاہتا تھا تو اوسکی صورت میں یہہ کہا جائیگا کہ اوسنے حد اعتدال سے زیادہ سنگین شرائط سے اس مطلب کو فوت کر دیا۔ اور اگر اوسکا مدعا روس کی طاقت کو بالکل پامال کر دینے کا تھا تو کہا جائیگا کہ اس صورت میں جو کارروائی ضروری تھی۔ اوس نے وسکو بہت ہی کم کیا۔ اوسکو اوس نصیحت پر کاربند ہونا چاہیے تھا جو کہن سال سامنیس ہیری نی اس پونٹی اس نے اپنے بیٹے کو اوس وقت دی تھی جب کہ بمقام کانی ام رومی لشکر بعینہٖ اوسی طرح اوس کے قابو میں آ گیا تھا جس طرح پیروتھ کے کنارے پر روسی لشکر ترکون کے۔ وہ نصیحت یہ تھی کہ ایسے موقعون پر پوری پوری فیاضی دکہانے سے دشمن کو دوست بنالیا جا سکتا ہے۔ یا پوری سختی سے اوسے ہمیشہ کیلئے معدوم کیا جا سکتا ہے۔ ان دونون کے بیچ میں کاربند ہونا سخت مہلک کمزوری ہے۔ پونٹی اس کے بیٹے نے بھی میانہ روی اختیار کی تھی جس کا خمیازہ سام نی ام کو بری طرح اوٹھانا پڑا۔ ویسے ہی اس میانہ روی سے ٹرکی کو ہمیشہ کیلئے پشیمان ہونا پڑا۔ یہ درست ہے کہ پیٹر کی جیتے جی پھر باب عالی اور روس میں لڑائی نہ ہوئی۔ مگر یہہ عام معلوم بات ہے کہ زار کا ارادہ پھر جنگ کرنیکا تھا۔ اور اس غرض کیلئے اوس نے بڑی زبردست تیاریان کی تہیں جن سے روسی جرنیلون نے اوس محاربہ میں جو سنہ ۱۷۸۳ع میں کریمیا کے ساتھ کیا گیا پورا پورا فائدہ اوٹھایا۔ علاوہ برآن ترکون کی نفرت و عداوت کی کیفیت جو پیٹر کے جانشینون کو بعد دیگرے میراث میں ملتی رہی۔ اور آخر سنہ ۱۷۷۴ع میں روس نے معاہدہ کناری جی کیلئے وہی دن مقرر کر دیا جس دن کہ معاہدہ پروتھ پر دستخط ہوئے تہے۔ ٹرکی کو بتا دیا کہ محمد بلتہ جی کے ہاتھون اون کے زار اعظم کو جو ذلت اوٹھانی پڑی تھی اوس سے درگذر نہیں کیا گیا تھا نہ وہ فراموش کیگئی تھی"

شاہ چارلس بیدر پہنچتے ہی وزیر کے برخلاف باب عالی میں سازشین شروع کر دین۔ خان کریمیا نے بھی وزیر کی مخالفت میں کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا۔ روسیون کی تعلل اور معاہدہ کی جب اول اول قسطنطنیہ میں خبر آئی تھی تو مسلمانون نے بڑی خوشی ظاہر کی تھی۔ مگر جب یہ سازشین پہونچین تو اونکی مسرت رنج و افسوس سے بدل گئی اور وزیر کے برخلاف عام ناراضگی پھیل گئی۔ بلتہ جی معزول ہوکر جزیرہ لمناس کو جلاوطن کر دیا گیا اور قاپیہ عثمان آغا اور رئیس منشی عمر آفندی جنہون نے صلح کے انعقاد میں بڑی سرگرمی دکھائی تھی قتل کر دیئے گئے۔ زار کے شرائط معاہدہ کی ایفاء میں لیت و لعل کرنے سے باب عالی جو پہلو ہی پھیر بیٹھا تھا اور برافروختہ ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ اعلان جنگ کر دیا جائے۔ مگر انگریزی سفیر سر رابرٹ سٹن اور ڈچ سفیر کالیر نے بیچ بچاؤ کر کے ترکون کا غصہ فرو کیا۔ اور ۱۶ اپریل سنہ ۱۷۸۷ع کو

ہنیبال نے سام نی ام کا رہنے والا ہے۔ اٹلی کا پرانا صوبہ تہا جو نیپلز کے مشرق میں تہا۔ کانی ام اسی صوبہ کا شہر تہا جس کے قریب ایک میدان میں رومی فوج اور اون کے دو اعلیٰ جرنیل غنیم کے قابو آ گئے تھے۔ یہ واقعہ ۲۱۶ قبل مسیح میں گذرا تھا۔ مولف ۱۲

روس وٹرکی مین بمقام قسطنطنیہ اور نیا معاہدہ ہوگیا۔ جس مین معاہدہ پروتھ کی شرائط کی تجدید کرنے کے بعد یہہ تاکیدی شرط ایزاد کیگئی کہ روسی فوجین تیس دن کے اندر پولینڈ کو خالی کردین۔ مگر امیا نداز رار نے پولینڈ کے بدقسمت ملک مین فوجی مداخلت سے باز آجانے پر کوئی آمادگی ظاہر نہ کی۔ اور ادہر مشرقی علاقہ مین بھی گو چند چھوٹے چھوٹے قلعے جو بحیرہ اسود و آزاف کے ساحل پر تعمیر کیئے گئے تھے گرادیے گئے۔ لیکن نہ تو شہر طاگن روک کی ایک اینٹ نہ اکھاڑی گئی۔ اور نہ آزاف کا قبضہ ترکون کو دیا گیا۔ اس مکرر بدعہدی پر ٹرکی پھر جنگ کیواسطے تیار ہوگئی مگر انگریزی ڈچ (ہالینڈی یا ولندیزی) سفیر بیچ آپڑے آخر تو۔ اور ۱۳ جون ۱۷۱۳ء کو بمقام ایڈریانوپل فریقین مین قطعی معاہدہ ہوگیا۔ اوسکی پہلی چھہ اور نیز گیارہوین دفعہ اون سات دفعات کے مطابق تہین جو بلتان جی نے معاہدہ پروتھ مین لکھائی تھین۔ گیارہوین دفعہ کی رو سے دریا سمارا اور اوریل کے مابین دونون سلطنتون کی صدود اسطرح سے معین کیگئین کہ جو علاقہ دریا سمارا کے ساحل کے قریب ہو وہ آیندہ ترکون کے پاس رہے اور جن علاقون کی آبپاشی دریا اوریل سے ہوتی ہو وہ روسیون کے پاس رہین۔ ان دریاؤن سے بجانب شرق دریا ڈوان اور آزاف کیطرف حد رکھی گئی۔ جو آزاف پر روسیون کے قابض ہونیسے پہلے تھی۔ ساتھہ ہی یہہ شرط کیگئی کہ ایکطرف کاساک اور چکاس جو روسی رعایا تھے۔ اور دوسری طرف کریمیا کے تاتار۔ نوغائی تاتار اور چرکس جو باب عالی کے زیر فرمان تھے آیندہ ایکدوسرے کو اذیت نہ پہنچائین۔ معاہدہ کی شرائط کے مطابق حدبندی کیلئے پانچ کمشنر مقرر کئے گئے۔ جو ۱۷۱۴ء مین اس کام سے فارغ ہوگئے اور اسپر روسیون نے آزاف ترکون کے حوالہ .... اور طاگن روک کو منہدم کردیا جس سے روس اور ٹرکی کے درمیان عرصہ دراز تک لڑائی کا اختتام ہوگیا۔ گو جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے زار کے دل سے ان شکستون کی خلش کبھی دور نہ ہوئی۔ اور وہ پورا بدلہ لینے کیلئے آخری دم تک دریا ڈوان پر سیگزین اور جنگی سامان جمع کرتا رہا جس سے اوس کے جانشینون نے فایدہ اٹھایا۔

بلتان جی کے بعد سلطان نے سلیمان پاشا کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ اونسے بھی شاہ سویڈن کو جو معاہدہ فاکسن کو توڑ دینے جانے پر سخت اصرار کررہا تھا ٹرکی سے چلے جانیکے لیئے بہت کہلایا۔ مگر اوس نے ایک نہ مانی۔ اور کہا کہ اگر مجھے ساٹھہ لاکھہ ڈیوکٹ نقد اور تیس ہزار فوج دیجائیگی تو جاؤنگا۔ باب عالی صرف چھہ ہزار فوج دینے پر رضامند ہوا جب کئی مہینے اسطرح گذر گئے۔ تو مجبور ہوکر انہو جبر سے کام لینا پڑا۔ اوسکا وظیفہ بند کردیا گیا۔ اور فوج محافظ کو اوسے زندہ یا مردہ گرفتار کرلینے کا حکم دیا گیا۔ چارلس نے اس موقعہ پر بھی حسب معمول تصدد اور تہور سے کام لیا۔ اس قدر ترکی فوج[1] اوسے گھیرے ہوئی تھی کہ مقابلہ کرنا محض حماقت تھی لیکن اونہو اپنے مٹھی بھر ہمراہیون سے جن کی تعداد صرف تین سو تھی۔ اپنے کیمپ کی جو بندر کے قریب موضع ورنتزا مین تھا آخری وقت تک حفاظت کرنیکا عزم کرکے کرسیون چارپائیون بیزون بچھونون الغرض جو چیز ہاتھہ آئی اوسی سے کیمپ کے گرد دیوار قایم کردی۔ ینگچریون کو مجبورا حملہ کرنا پڑا اور دست بدست لڑائی شروع ہوگئی۔ چارلس پہلے تو ایک مکان مین پناہ گزین ہوگیا۔ مگر پھر وہان سے شمشیر بدست باہر نکل آیا۔ باہر نکلتے وقت اوسکی لمبی مہمیزین ایکدوسرے سے اٹک گئین۔ وہ گر پڑا۔ اور ینگچریون نے اوسے گرفتار کرلیا۔ یہہ واقعہ فروری ۱۷۱۳ء مین گذرا۔

[1] بیس ہزار باقاعدہ ترکی فوج جو اوسکی حفاظت پر مامور تھی اور ۴ ہزار تاتاری سوار ۱۲ مؤلف ۱۲

سلیمان نے چارلس کو کچھ عرصہ قلعہ دیمہ طاش مین قید رکھکر ایڈریانوپل کے قریب دیموتیکا مین بھیجا۔ سلطان چارلس کو پہلے سے خوش نہین تھا مگر اوسکی حمیت اور شان مہربانی یہ بھی کبھی گوارا نہین کرسکتی تھی کہ مہمان کے ساتھ جبر کیا جائے۔ اونسے شاہ مذکور کیلیئے پہر دو ماہ مقرر کردیا۔ اور سلیمان کو اس قصور پر کہ اونھون نے اجازت زیادتی کی موقوف کر دیا۔ مگر چارلس کو اوسکی سازشون کیوجہ سے ایکطرح نظر بندی مین رکھا۔ چارلس اس حالت مین بھی اپنی کوششون سے باز نہ آیا حتی کہ جب سٹانس لاس نے تنگ آکر دیموتیکا مین کہلا بھیجا کہ مین تخت پولینڈ سے دستبردار ہوجاتا ہون تاکہ آگسٹس اور ہم مین مصالحت ہو جائے تو انھون نے اسکو بھی کرسنا بھی پسند نہ کیا۔ اوس کو ابھی تک امید تھی کہ وہ بابعالی کو اپنی اور سٹانس لاس کی حمایت پر آمادہ کرنے مین کامیاب ہو جائیگا۔ چنانچہ اوسکی کوششین کچھ بار ور بھی ہوگئین۔ اور اگر انگلستان اور ہالینڈ بیچ مین نہ آجاتے تو وہ ترکی کو پھر روس کے ساتھ لڑا دینے مین پورا کامیاب ہو جاتا۔ مگر جب ایکطرف بابعالی نے آگسٹس سے معاہدہ کرکے عہدنامہ کارلووٹز کی تجدید کردی اور ادھر روس کے ساتھ بھی قطعی مصالحت ہوگئی تو اونہی اقامت کی بیہودگی کا یقین ہوگیا۔ ادھر اہالی وطن اور اوسکی ہمشیرہ نے اوسے اپنے ملک کو واپس آجانے کیلیئے تاکیداً لکھا۔ اور جرمن قیصر کے سفیر جنرل بیوین نے اوسے اپنے آقا سے یہ وعدہ دلایا کہ وہ بغیر جرمنی اور آسٹریا کے علاقون سے گذر جانے کوئی مزاحمت نہین کریگا۔ اونسے عزم سفر کرلیا۔ سلطان نے اوس کو بعزت رخصت کیا۔ آٹھ گھوڑے معہ زین مرصع۔ قبا و شمشیر زرنگار بطور تحفہ ارسال کیئے۔ اور چھ سو چاؤش ہمراہ کر دیئے۔ اور چارلس تبرک واقعہ شام و سیہ دن کی اقامت کے بعد ۲۱ اکتوبر ۱۷۱۴ء (۱۱۲۶ھ) کو دیموتیکا سے روانہ ہوگیا۔ مگر ہمراہی ترک اپنی سست رفتاری سے پلٹے تو کہ وہ اونکی رفاقت سے اکتا گیا۔ اور صرف دو رفیق ہمراہ لیکر ترکی سرحد کو عبور کرنیکے بعد ہرمانشاٹ (ٹرنسلوینیا کا صدر مقام) بوڈاپیسٹ (ہنگری کا صدر مقام) وی آینا۔ راٹس بان اور نہاؤ کے رستہ سے سٹارلینڈ (واقع شمالی جرمنی) پہنچ گیا۔ یہ کل مسافت طویلہ جو گیارہ سو میل کے قریب تھی اوسنے زیادہ تر زین سواری کرکے ۱۶ دنون مین طے کی۔ اہالی ملک نے اوسکی آمد پر بے اندازہ مسرت ظاہر کی۔ اور گھر گھر خوشی منائی گئی۔ سنہ ۱۷۱۵ء مین اونھون نے ناروے پر چڑھائی کی۔ اور ۱۱ دسمبر ۱۷۱۸ء کو محاصرہ فریڈرک شال مین توپ کا گولہ سے ہلاک ہوگیا۔

محاربہ وینس و فتح موریا

سلیمان کے بعد سلطان نے ابراہیم پاشا کو وزیر بنایا۔ جو ۱۲ دن ہی وزارت کرکے علیحدہ ہوگیا۔ اور سلطان کا منظور نظر داماد علی پاشا[1] جسے بعض مورخ علی کومرجی بھی لکھتے ہین نیا کی گورنری سے وزارت پر سرفراز کیا گیا۔ روس کو ساتھ قطعی معاہدہ اسی کے زمانہ وزارت مین ہوا۔ اونے روس کے ساتھ اسلیئے مصالحت کرلی تھی کہ وہ اہالی وینس سے صوبہ موریا کو فتح کرنیکیلیئے یکسوئی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ اعلے انتظامی قابلیت کا مدبر فصیح و بلیغ مقرر۔ اور جلیل القدر عالم تھا۔ بعض مورخون نے اوسے درشت خو متعصب اور سفاک لکھا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ معاہدہ کارلووٹز کے وقت سے ہی ترکون نے وینس سے بدلہ لینے کی ٹھان رکھی تھی۔ اور اوسوقت بھی اس جمہوری ریاست کی کمزوری پوشیدہ نہین تھی۔ وہ جانتے تھے کہ یہ صرف حمایتیون کے سر پر کود رہی ہے۔ جو نہی ہمین اوسے تنہا میدان مین لانیکا موقع ملیگا

[1] انگلستان کا مشہور شاعر لارڈ بائرن نے جو یونانیون کی طرف سے ترکون کے ساتھ لڑا تھا اپنی نظم محاصرہ کارنتھ مین اس کا ذکر کیا ہے

ہم آسانی موریا اوس کو واپس لینے گے۔ وراثت تخت ہسپانیہ کے محاربہ عظیم[2] مین یہ ریاست بالکل الگ رہی تھی۔ اس علیحدگی کا باعث وہ تو یہ ظاہر کرتی رہی کہ اوسکو دونون فریق یکسان ہین مگر اصل باعث یہ تھا کہ اوسے اپنی کمزوری سے اندیشہ تھا۔ اوس نے علیحدہ رہنے سے اوسکو چھپانا چاہا جو بیفایدہ کوشش تھی۔ فریق متخاصم ہسپانیہ کا اوس کی حدود سے گذر کر ایک دوسرے پر دراز ہوتے رہتے یہ کمزوری ٹرکی سے چھپی نہ رہی۔ مزید برآن ریاست کا مشہور جنرنیل موروزینی جس کی ذاتی قابلیت کے طفیل ہی اوسے پچھلے محاربہ مین فتوحات عظیمہ حاصل ہوئی تھین فوت ہوگیا ہوا تھا۔ اور اوس کے عمال نے بلطف و مدارات سے عیسائی مذہب یونانیون کو مسلمان ترکون سے برخلاف اپنے ساتھ یکدل و یکجان بناکر صوبہ موریا پر اپنے قبضہ و تصرف کو مضبوط کرنے کی بجائے قبرس اور کریٹ کی رعایا کی طرح مذہبی تعصب اور جبر و ستم سے اونھین سخت متنفر بنا دیا تھا۔ چنانچہ اہالی موریا لاطینی مذہب اہالی وینس کی محکومی کی نسبت مسلمانون کی حکومت کو باعث غنیمت سمجھنے لگ گئے۔ ترکون اور روس کے ساتھ پھر لڑائی ہو جانے کی بخیتہ توقع ہونیکی وجہ سے سنہ ۱۷۱۴ء اور ۱۷۱۵ء مین عظیم الشان جنگی تیاریان کی تھین جب اوسطرف لڑائی کا اندیشہ نہ رہا تو ریاست وینس پر اچانک زبردست حملہ کرنیکے لیے ان تیاریون سے کام لینے کا فیصلہ کیا گیا۔ داماد علی علم نجوم کا بھی بڑا قائل تھا۔ اور منجمون نے اوسکو بتا دیا تھا کہ ۱۷۱۵ء مین وہ موریا کو فتح کریگا۔ اس پیشنگوئی سے اوس کا عزم اور بھی بخیتہ ہوگیا۔ انہی دنون ٹرکی اور وینس کے چند جہازون کی آپہین مین مڈبھیڑ ہوگئی تھی۔ اودہر مانٹی نیگرو کے چند قبائل نے بغاوت برپا کر دی تھی۔ باب عالی نے جہازون والے معاملہ کے ساتھ ہی اس بغاوت کو بھی جس مین اہالی وینس پر باغیون کی مدد کرنیکا الزام لگایا گیا موجب جنگ قرار دیدیا۔ اور وزیر ایک لاکھ فوج اور ایک سو جنگی جہاز لیکر کارنتھ پر حملہ آور ہوگیا۔ اہالی وینس کو اعلان جنگ کیوقت سے غنیم کے آپہونچنے کے وقت تک اپنی طاقت درست کر لینے کیلیے کافی مہلت حاصل تھی جس سے کوئی فایدہ نہ اٹھایا گیا چنانچہ جب ترک کارنتھ پہونچے تو اوس کے قلعے بدستور ویسے منہدم

[1] ایبرسن ٹی ہنٹ اپنی کتاب موجودہ یونان کی تاریخ مین لکھتا ہے ”وینس کی ذاتی کمزوری اور اپنی ابتر قابلیت کی علمی ہی کی وجہ سے کہ جب مناسب موقع ملا وہ اپنے مقبوضات وینس سے چھین لیے گئے۔ ترکون نے کارلوز کے معاہدہ کو منظور کر لیا تھا۔ کاؤنٹی مراسی بارہ مین ایک روایت لکھتا ہے کہ سفرائے دول کی کانفرنس مین شرائط کے تصفیہ سے پہلے وینس کا سفیر ترکی سفرا سے ذرا اکھڑ و مغرور سے پیش آیا تو رئیس آفندی نے اوسے اوس جیب کترے کی کہانی سنا کر جو دو پہلوانون کو کپڑے جنہین اتار کر وہ کشتی مین مشغول تھے چورا لے گیا تھا یہ بھبتی ہوئے الفاظ مین چوٹ کی کہ وہ دن بعید نہین جب کہ چور کو مال یغما واپس کرنا پڑے گا۔ اور غالباً لباس عاریت کے ساتھ اوسکو اپنا چمڑا بھی دینا پڑ جاے“۔

[2] یہ محاربہ جیسا کہ پہلے کسی جگہ لکھا جا چکا ہے عہد ناموجات یوٹرکٹ اور راسٹاٹ پر ختم ہوا تھا۔ اول الذکر ۱۷۱۳ء مین ایک طرف فرانس و ہسپانیہ اور دوسری طرف انگلستان۔ ہالنڈ۔ پرشیا۔ پرتگال اور سیوائے مین ہوا۔ اور دوسرا ۱۷۱۴ء مین آسٹریا اور فرانس مین ہوا۔ ان معاہدون کی رو سے فرانس کے شاہزادہ فلپ کو ہسپانیہ کا بادشاہ تسلیم کر لیا گیا مگر نیپلز۔ میلان صوبہ ٹسکنی اور ہالینڈ و بلجیم کے کسیقدر مقبوضات آسٹریا کو دلا دیے گئے۔ انگلستان کو فرانس نے براعظم امریکہ مین خلیج ہڈسن کے آس پاس کے علاقے۔ جزائر سینٹ کرسٹوفر و نیوفونڈلینڈ اور نووا اسکوشیا دیے اور ہسپانیہ نے قلعہ جبل طارق اور جزیرہ منورکا جو انگلستان نے لڑائی مین فتح کیے تھے اوسی کے قبضہ مین رہنے دیے۔ شاہ پرشیا اور سیوائے کو بھی مزید علاقے ملے۔

اور بوسیدہ پائے گئے۔ جن میں ترک حملہ کرکے داخل ہونے ہی والے تھے کہ محصورین نے ۲۵ جون کو چند شرائط پر اطاعت قبول کرلی۔ آخر میں اتفاقیہ یا کسی کی شرارت سے قلعہ کا میگزین اُڑ گیا۔ وزیر نے اس حادثہ کو جس کا الزام فریقین ایکدوسرے پر لگاتے ہیں معاہدہ کی خلاف ورزی تصور کرکے قتل عام کا حکم دیدیا اور تقریباً سب باشندے تہ تیغ کردیئے گئے۔ اس فتح سے بعد تھوڑے ہی دنون میں ترکی فوج نے قصبات پالامیڈی، ناپولی ڈی رومانیا، مودون اور کرون اور بحری فوج نے جزیرہ ایجینیا اور وہان کا بڑا شہر آرہ گوس فتح کرلیا۔ اور سو دنون کے اندر نومبر ۱۷۱۵ء کے ختم ہونے سے پہلے کل صوبہ موریا اور مجمع الجزائر کے تمام جزیرے ترکون کے قبضہ میں آگئے بعد ازان کریٹ کے وہ دو مقام بھی جو ابھی تک عیسائیون کے پاس تھے فتح کرلیئے گئے۔ ان فتوحات سے فارغ ہوکر فاتحین نے جزیرہ کارفو کا محاصرہ کرلیا جس کو فتح کرلینے کے بعد وہ وینس کے ادن تمام مقبوضات پر جو بحیرہ ایڈریاٹک کے سواحل پر واقع تھے یکے بعد دیگرے حملہ آور ہونیکا ارادہ رکھتے تھے۔ مگر اس محاصرہ سے ترکی فتوحات کا سیلاب رک گیا ۔

محاربہ آسٹریا۔ ترکون کی شکستیابی و معاہدہ پسارووٹز

اٹالی وینس نے چارلس ششم[1] قیصر جرمنی و آسٹریا سے جو صلح کارلووٹز کی شرائط کی نگہداشت اور نفاذ کا (ورانتا) ضامن تھا مدد کی التجا کی۔ آسٹریا کا رقیب لوئی چہاردہم ۱۷۱۵ء میں فوت ہوگیا تھا۔ اور اوسکے بعد اوس کا پانچسالہ پوتا لوئی پانزدہم تخت نشین ہوا تھا جس کے ولی فلپ ڈیوک آف اورلینز نے لوئی چہاردہم کی پالیسی کو بالکل ترک کردیا تھا۔ اور اس وجہ سے چارلس کو اودہر کا کوئی خوف نہین رہگیا ہوا تھا۔ اور وہ بے فکری کے ساتھ ترکی سے مصروف کارزار ہوسکتا تھا۔ اوس نے پہلے تو بیچ بچاؤ کرنے کی کوشش کی مگر جب عثمانیہ دیوان نے ثالثی کو قبول نہ کیا تو اوسنے بظاہر اٹالی میں وینس کی حفاظت و حمایت اور درحقیقت مزید ترکی علاقے فتح کرنیکے لیئے ۱۳۔ اپریل ۱۷۱۶ء کو ریاست وینس سے معاہدہ اور اتحاد

[1] چارلس ششم قیصر لیوپولڈ کا جس کے عہد میں معاہدہ کارلووٹز ہوا تھا۔ دوسرا بیٹا تھا۔ لیوپولڈ ۱۷۰۵ء میں مرگیا اور اوس کے بعد اوس کا بڑا بیٹا جوسف تخت نشین ہوا۔ جو ۱۷۱۱ء میں بلا اولاد نرینہ فوت ہوا۔ اور چارلس تخت نشین ہوگیا۔ لیوپولڈ نے ترجیح شاہزادہ کے مقابلہ پر اوسی کو تخت سپانیہ کے لیئے پیش کیا تھا۔ اور اوسی کو تخت دلانے کے لیئے فرانس و ہسپانیہ کے ساتھ محاربہ وراثت ہوا تھا۔ یہ ۱۷۴۰ء میں بمقام وائنا فوت ہوا۔ اور اوسپر خاندان ہپسبرگ کی نسل ذکور کا خاتمہ ہوگیا۔ اس کے بعد اوس کی بھتیجی (دختر جوسف) کا خاوند چارلس ہفتم شاہ بویریا مدعی تخت ہوا۔ اور کل جرمن ریاستون نے ۱۷۴۲ء میں اوسے قیصر تسلیم کرلیا۔ مگر چارلس ششم کی بیٹی میریا تھیریسیا ملکہ ہنگری نے جسے اوس کے باپ نے اپنے اکلوتے بیٹے لیوپولڈ کے مرجانے پر ولیعہد بنا دیا تھا۔ اس فیصلہ کی مخالفت کی اور اس کی فوجون نے چارلس ہفتم کو کئی مرتبہ فاش شکستین دین۔ یہ لڑائی بھی جس میں یوروپ کی اکثر عیسائی طاقتین باہم شریک کارزار تھیں عرصہ دراز تک ہوتی رہی تھی جس کا ذکر اپنے موقعہ پر آئیگا۔ چارلس ہفتم ۱۷۴۵ء میں مرگیا۔ اور میریا تھیریسیا نے اپنے خاوند فرانسس سٹیفن ڈیوک لورین کو فرانسس اول کے لقب سے بمقام فرینکفورٹ قیصر بنادیا۔ مولف ۔

اتحاد کرکے ترکی کو کہلا بھیجا کہ لڑائی بند کردیجائے اور ریاست وینس کو اوس کے نقصانات کا معاوضہ ادا کردیا جائے یہ پیغام اعلان جنگ کے مترادف تہا۔ اکثر ترکی مدبر اور جرنیل جرمنوں سے لڑائی نہ کرنا مناسب سمجھتے تھے۔ مگر وزیر اعظم اون پر حملہ آور ہونیکے لیئے بیقرار ہورہا تھا۔ اوس نے اب پہر اوسی علم سے استصواب کیا جس کا وہ کمال دلدادہ تہا۔ اور اصطرلاب اور ستارون نے اوس کے زعم میں اُسے ایکبار پھر فتح وظفر نصیب ہونیکا مژدہ سنایا۔ پچھلی فتوحات نے اُس کو دماغ میں ہوا پہلے ہی بھردی ہوئی تھی۔ اور بقول ترکی مؤرخ رشید بے غرور و تکبر نے اوس کی چشم بصیرت پر پردہ غفلت ڈالدیا ہوا تھا۔ فتح موریا سے فارغ ہوکر وزیر اعظم ایڈریانوپل آگیا ہوا تھا۔ وہان مشیران سلطنت کی کونسل منعقد کیگئی جس نے آسٹریا کی دعوت جنگ کو قبول کرکے ترکی کیطرف سے بھی اعلان کردیا۔ اور مفتی کا فتوے کل اصحاب قلم وشمشیر کو جلسہ میں پڑھکر سنا دیا گیا۔ وزیر پہلے دیوانون میں جو اسغرض کیلیئے جمع ہوئی تھے۔ اپنے طریق عمل سے ظاہر کرچکا تھا کہ وہ اپنی رزمیہ پالیسی میں کسیطرح کی مخالفت گوارا نہیں کریگا۔ چنانچہ اس جلسہ میں اوسنے دوسرون کی رائے حاصل کرنیکے لیئے حاضرین کو ان الفاظ میں خطاب کیا "ہم یہان محاربہ کے ضروری یا غیر ضروری ہونیکے متعلق جسکا نتیجہ عزم کیا جاچکا ہے فضول بحث کرنیکے لیئے نہیں بلکہ اُسے بطریق مناسب وحسن اور جاہد الکفار واغلظ علیہم (سورۃ توبہ) کے ارشاد ربانی کو مطابق بر سر انجام پہنچانے کے لیئے اپنی طبیعتون میں مناسب جوش وستعدی پیدا کرنے کو وسطے جمع ہوئے ہین پس اے علمائے دین متین تم اسبارہ میں کیا کہتے ہو؟ چند علماء نے جواب دیا کہ "خدا تمہین فتح ونصرت دے بسم اللہ کرو" باقیماندہ نے کہا کہ اس سوال کا درست جواب جرنیل دیسکتے ہین۔ وزیر نے دیوان کے فوجی ارکان کیطرف دیکھا ان سب نے باآواز بلند بڑی گرمجوشی سے عرض کیا "ہم بادشاہ کے غلام اور مذہب وملت اور سلطنت کی خدمت میں جسم وجان قربان کرنیکیلیئے ہمہ تن تیار ہین" یہ سنکر وزیر اعظم پکار اٹھا اگر ہم اس ارشاد ربانی "ولاتہنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین" (آل عمران رکوع ۱۴) (اور تم سست نہ ہوا ورنہ مایوس وا داس ہو تم ہی غالب ہوگے۔ اگر ایماندار ہو) کی تعمیل کرینگے تو بالیقین مظفر ومنصور ہونگے۔ بعد ازان دربار سلطانی کے امام نے بھی اسی مطلب کی آیات قرآنی پڑھکر سنائین۔ اور جلسہ ملتوی ہوا۔ مسٹر تھلاسر اپنی کتاب اٹھارہوین صدی کی تاریخ میں لکھتا ہے :-

"اس دفعہ آسٹریا کے کان کھڑے ہوگئے۔ اور خوش قسمتی سے اوسوقت شاہزادہ یوجین کو قیصر پر بہت ہی بڑا اقتدار حاصل تھا۔ شاہزادہ نے حالات موجودالوقت کو نہایت مفید پایا۔ علاوہ بریں ترکون کے ساتھ لڑائی کردینے سے فوج کو دوسری عیسائی طاقتون کے دلون میں کسیطرح کا شبہ پیدا ہونے دینے کے بغیر قایم اور حاضر باش رکھنے کیلیئے بہت اچھا بہانہ ہاتھ آتا تہا ورنہ یا تو فرانس کے ساتھ لڑائی ختم ہوجانے پر فوج کو حسب معمول گھرون کو رخصت کردینا پڑتا۔ یا دوسری عیسائی طاقتون کو آسٹریا کی طرف سے کسی شرارت کا اندیشہ ہوجاتا۔ فوج کو اس لیئے بھی قایم رکھنا نہایت ضروری تھا۔ کہ گو صلح ہوگئی تھی مگر سپانیہ کے تیور بدستور بگڑے ہوے تھے۔ ان مصلحتون کے علاوہ شہزادہ مذکور نے قیصر کو یہ بھی ذہن نشین کرادیا تھا کہ اگر ترک جزیرہ ایڈریاٹک پر قابض ہوگئے تو اوس کا اطالین مقبوضات بلکہ جرمن ریاستون کیلیئے بھی سخت خطرہ پیدا ہوجائیگا"

برخاست ہو گیا۔

داماد علی نے اوس فوج کی جس سے آسٹریون کا مقابلہ کیا جانا تھا بذاتِ خود کمان لی یہ فوج ماہ جولائی میں بلگریڈ میں جمع ہو گئی تہی۔ اور وہاں جیسے کہ ۱۶۹۶ء کے محاربہ کے آغاز میں جس میں خود سلطان مصطفےٰ شریک تہا کیا گیا تھا۔ اس امر کے تصفیہ کیلئے جنگی کونسل منعقد کیگئی۔ کہ آیا تیمیسوار کے راستہ پر پیشقدمی کی جائے یا پیٹروارڈن پر حملہ کیا جاوے۔ آغا سے ینگچریان جس نے تیمیسوار کیطرف بڑہنے کی صلاح دی۔ خان کریمیا نے حسب معمول تاتاری سواروں کی فوج لیکر ٹرانسلوینیا پر عثمانیہ عساکر کو آگاہ تہا ٹرانسلوینیا پر حملہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ رومیلیا کے بیلر بیگ نے زنطا کی ہزیمت کا واقعہ یاد دلاکر پہلی تجویز کی نسبت کہا کہ پرنس یوجین کی موجودگی میں تیمیسوار کا دشوار گذار رستہ کبھی اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور خان کریمیا کی تجویز پر یہ رائے دی کہ اگر ایسا کیا گیا تو تاتاری سوار رعایا کو لوٹ کھسوٹ کر اسقدر بوجہل ہو جائینگے کہ وہ لڑائی کیلئے حاملہ عورتوں سے زیادہ کار آمد نہیں رہجائینگے اسلئے مناسب ہو کہ پیٹروارڈن پر پیشقدمی کی جائے۔ اور اگر دشمن برسرِ مقابلہ ہو تو اوس کے ساتھ لڑائی کی جائے ورنہ شہر مذکور کا محاصرہ کر لیا جائے۔ وزیر اعظم نے مباحثہ میں اپنی رائے ظاہر نہ کی لیکن اوس نے پیٹروارڈن کیطرف جانے کا دلمیں فیصلہ کر لیا کیونکہ اسکو خیال تہا کہ وہاں صرف پندرہ سو آسٹرین فوج کونٹ فالفی کے زیر کمان موجود ہے۔ دشمن کی فوج کا بڑا حصہ پرنس یوجین کے ماتحت مقام فوٹاکس میں جمع ہو رہا ہے اس غرض کیلئے دریا ساوپر پل بنایا گیا۔ اور ترکی فوج ڈینوب کے جنوبی کنارہ کے برابر پیٹروارڈن کو روانہ ہو گئی۔ وزیر نے دریا ساوے سے منگل کے دن اور سہ پہر کے وقت عبور کیا عام سپاہیوں نے اسے سخت بدشگونی سمجہا۔ اون سب کی رائے تھی کہ جب کہ شنبہ دوشنبہ یا پنجشنبہ کے سعد ایام میں کسی دن عبور کیا جاسکتا تہا۔ تو پھر منگل کو کیوں دریا کو عبور کیا گیا اور منگل ہی میں صبح کا مبارک وقت چھوڑ کر سہ پہر کا وقت کیوں پسند کیا گیا۔

آسٹریون کے ساتھ پہلا مقابلہ مقام کارلووز کے قریب ہوا۔ ترکی فوج ہراول نے وہاں کونٹ فالفی کے زیر کمان بقول عثمانیہ مورخین ۸ ہزار اور جرمن جرنیلوں کے بیانات کے مطابق تین ہزار فوج مقیم تھی۔ حسن پاشا کمانڈر ہراول نے وزیر اعظم سے اجازت منگوا کر غنیم پر حملہ کر دیا۔ اتفاق سے کہتے ہیں کہ جس پہلے معرکہ نے صلحنامہ کارلووز کو درہم برہم کیا۔ وہ اسی جگہ کے قریب وقوع میں آیا۔ جہاں عہدنامہ مذکور پر دستخط کئے گئے تھے ترکوں کو اسمیں فتح ہوئی۔ اور اونہوں نے سات آسٹرین افسر جن میں جنرل کونٹ بریز بہی تہا اسیر کر لیے۔ دوسرے دن وزیر پیٹروارڈن کی طرف جو کارلووز سے صرف ۸ میل کے فاصلہ پر ہے بڑہا۔ مگر یوجین اوس کے پہنچنے سے پہلے ہی آکر ادنہی مورچوں میں جن کو پچھلی محاربہ میں سرسیلی پاشا نے تیار کیا تہا قائم ہو گیا یہ مورچے پیٹروارڈن کے متصل اوسی راستہ پر تہے جس پر وزیر کی فوج چلی آرہی تھی۔ داماد علی نے اوان کے قریب پہنچکر اپنی فوج کو ٹہرا لیا۔ اور یہاں توقع کہ شاید عیسائی مورچوں سے باہر نکلکر اسپر حملہ کرینگے۔ اپنے سپاہیوں کو تین گھنٹوں تک مرتب رکہا لیکن آسٹرین فوج نے حرکت نہ کی۔ اور ادہر وزیر نے مورچہ بند مقام میں اون پر حملہ کرنا مناسب نہ سمجہا۔ اسلئے اپنی فوج کو خندقیں کہودنے اور مورچے

بنانیکا حکم دیا جس سے بظاہر یہی پایا جاتا تھا کہ وہ عیسائیون کا محاصرہ کرنیکا ارادہ رکھتا ہے۔ ترکون نے ساری رات اسی تندہی سے کام کیا کہ صبح تک وہ اپنی خندقون کو آسٹرین کیمپ کے بالکل قریب تک پہنچا لیگئے اور اونکا فاصلہ بمشکل تیس گز رہ گیا۔

دوسرے دن بتاریخ ۱۵ اگست ۱۷۱۶ء (اور بقول بعض ۵ اگست ۱۷۱۶ء) یوجین نے کیمپ سے باہر نکلکر اپنی فوجکو باقاعدہ لڑائی کیلئے صف آرا کیا۔ داماد علی کا بھی یہی منشاء تھا کہ کسیطرح لڑائی ہو۔ یوجین کے پاس[1] ۱۸۷ رسالے اور ۶۲ بٹالین فوج پیدل کی تہین۔ اوس نے فوج کو اسطرح مرتب کیا کہ اسکا میسرہ ایک دلدل سے اور میمنہ ایک چھوٹی سی بلندی سے محفوظ تہا یعنی اوسکی صفون کی ایک طرف دلدل اور دوسری طرف بلندی تھی۔ ترکی فوج تعداد مین ڈیڑہ لاکھ تھی۔ چالیس ہزار ینگچری (باقاعدہ پیدل) تیس ہزار سپاہی (باقاعدہ سوار) اور باقیماندہ تاتاری۔ ولیشی۔ البانوی اور مصری بیقاعدہ فوج پیدل وسواران تھی بعض مورخ ترکی فوج کی جمعیت ایک لاکھ لکہتے ہین۔ علی پاشانے اپنی کیولری کو میمنہ پر آسٹرین کیولری کے مقابلہ پر اور فوج پیدل کو قلب اور میسرہ مین صف آرا کیا۔ لڑائی صبح کے سات بجے شروع ہوئی۔ جرمن سوارون کے تواعد دان بہت جوان مسلح اور مضبوط وگرانڈیل گھوڑون پر سوار تھے۔ بالفاظ دیگر آسٹرین فوج کے سواران[2] ہیوی کیولری "اگرانبار فوج سواران" تھی۔ ترکون مین اس کا ابھی تک رواج نہین ہوا تھا۔ اور انکی فوج سواران "لائٹ کیولری" (سبکبار فوج سواران) تھی۔ فی زمانہ ہر مہذب طاقت کی فوج مین دونون قسم کی کیولری موجود ہے۔ ترکی کیولری جرمنی کیولری کے باقاعدہ ناقابل توڑ حملون کی تاب مقاومت نہ لاسکی۔ اس کے پاؤن اکھڑ گئے۔ اور بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ عیسائیون نے میدان جیت لیا ہے کہ اتنے مین ترکی میسرہ کے ینگچریون نے آسٹرین فوج پیدل کی صفون کو درہم برہم کرکے عیسائیون کے میمنہ کو پراگندہ کر دیا اور پھر انکو قلب مین گہس گئے۔ یوجین نے کچھ سوار ریزرو مین رکھے ہوئے تھے۔ ان سے اوس نے فوراً ینگچریون پر حملہ کرکے لڑائی کے پانسہ کو پھر الٹ دیا۔ وزیر اعظم لڑائی کے آغاز مین سرور کائینات کے مقدس علم کے قریب جو اوس کے خیمہ کے سامنے نصب تہا کہڑا رہا تھا مگر جب اوس کے میمنہ کا کمانڈر ترک احمد قتل ہوگیا۔ اور اوس بازو کے سپاہی اوس کے پاس سے گذر کر اندہا دہند پیچھے کو بہاگنے لگ گئے اور اس کی ملامتون اور تلوار کی ضربات سے اونکی بھاگڑ مین کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہوئی تو وہ اپنے سٹاف کے افسرون کو ساتھ لیکر شیر نر کی طرح عین اوس جگہ جہان معرکہ کارزار ہو رہا تھا جا پہنچا مگر ترکون کی بدقسمتی سے ایک گولی اوسکی پیشانی کو چھیدتی ہوئی نکل گئی۔ اور وہ بیہوش زمین پر گر پڑا۔ ہمراہی اسے گھوڑے پر ڈالکر کارلووز لیگئے۔ جہان پہنچتے ہی اوس کا طائر روح جسد خاکی سے

[1] یعنی تقریباً ۷۰ ہزار آدمی۔ مؤلف +

[2] "ہیوی" اور "لائٹ" کیولری مین یہ فرق ہے کہ اول الذکر کے سوار اور گھوڑے زیادہ گرانڈیل۔ لباس زیادہ مہیب اور اسلحہ زیادہ بھاری ہوتے ہین۔ اور بروقت یلغار دشمن کی صفون کو تہ کرکے توڑنیکو کام آتی ہے۔ جو کام لائٹ کیولری ویسی خوبی سے نہین دیسکتی۔ اس کو وہ کام لیئے جاتے ہین جن مین پھرتی تیزی اور جلدی مطلوب ہو۔ مؤلف +

پر دھاوا کر گیا۔ مقدس علم دو ترکی جرنیلوں اور مورخ رشید کی حفاظت میں تھا۔ جو اُسے لیکر بلگریڈ کو چلدیئے۔ اور وہاں بخیریت پہنچ گئے۔ ترکی میمنہ کے بگڑی سوار جدا ناطولیا کو بکلر بیگ کے زیر کمان ابھی تک دشمنوں کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے۔ مگر جب اُنکو علم کے محافظین کی گریز اور وزیر کی شہادت کی خبر ملی تو اون کے حوصلے بھی پست ہو گئے۔ وہ بلگریڈ کو پیچھے ہٹ گئے۔ لڑائی دوپہر کو ختم ہو گئی۔ اس میں تین ہزار جرمنی اور ۶ ہزار ترک قتل ہوئے۔ اور یوجین کو ترکوں کا کل کیمپ۔ ایک سو چالیس توپیں ایک سو پچاس چھوٹے علم۔ پانچ بادشاہی جھنڈے۔ اور سامان حرب و ضرب کی بے اندازہ مقدار غنیمت میں ملی۔ ترک بھاگتی دفعہ اسیران جنگ کو مع جنرل برینیر قتل کرتے گئے تھے جسکی لاش کو دیکھکر عیسائیوں کی خوشی میں بہت کچھ بھنگ پڑ گئی۔

تقیہ السیف اعلیٰ ترک افسروں نے اپنی ہزیمت خوردہ افواج کو بلگریڈ میں جمع کر کے جہاں داماد علی کی لاش کو بھی دفن کیا گیا قسطنطنیہ کو اس تباہی بخش شکست کی رپورٹ بھیجی اور وہاں کوئی سپہ سالار کو آنے تک عارضی کمانڈر مقرر کرنیکو تھے علم مقدس کے خیمہ میں کونسل منعقد کی شہید وزیر کے بعد بلحاظ عہدہ بکلر بیگ روملیا سب سے اعلیٰ افسر تھا۔ اور سپہ سالاری اُسی کا حق تھی۔ مگر اس نے قابیہ کو حسام زنشکا اور سازش و فتنہ کی خوف سے جو فوج کے ساتھ تھا اور سب اُس سے نفرت کرتے اور ڈرتے تھے اس عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ دوسرے جرنیل بھی اسی وجہ سے جرأت نہ کر سکے۔ لیکن اس پر وہ سب متفق الرائے تھے کہ قابیہ کو سپہ سالار نہیں بنو دیا جائے گا۔ ایک ممبر نے یہ قیاس ظاہر کیا کہ سلطان اعظم کا منشا بھی عہدہ دار مذکور کو سپہ سالار بنانیکا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُسکو پاشائی دگھوڑوں کے دموں والا جھنڈا نہیں ملا ہوا۔ اگر سلطان کا منشا ہوتا تو اُسکو پاشائی کے مرتبہ پر سرفراز کرکے وزیر کے ساتھ بھیجتے۔ سب نے اس دلیل کو قطعی تسلیم کیا۔ اور آخر کار فوج کیطرف سے ایک ڈیپوٹیشن ابراہیم کے پاس حاضر ہوا۔ اور انہوں نے اعلیٰ کمان منظور کر لی۔ مگر وہ چند دن ہی سپہ سالار رہا۔ اُنہی کسی خطا پر بلگریڈ کی دو حصوں نے جو تعینات کی تھیں نے اس سے بگڑ کر بغاوت کر دی۔ اور ابراہیم پاشا کو قتل کر دیا۔

پرنس یوجین نے فتح پیٹر وارڈن سے بیس دن بعد مقام تیمسوار کا محاصرہ شروع کر دیا جو ہنگری میں اسلامی حکومت کا ایک آخری حصن حصین تھا۔ ترکوں نے محصورین کو امداد پہنچانے کی چنداں کوشش نہ کی۔ خورد پاشا کو تھوڑی سی فوج دیکر بھیجا گیا جسکو یوجین نے شکست دیکر پسپا کر دیا۔ اور ۲۸ نومبر ۱۷۱۶ء کو تیمسوار کی فوج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور ۱۶۴ برس کے بعد یہ اہم مقام پھر عیسائیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ لڑائی کے شروع میں یوجین نے اہالی سرویا اور دریا ساو کے ترکی علاقوں کے دیگر عیسائی قبائل کو بغاوت پر آمادہ کرکے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی۔ اور اون سے وعدہ کیا تھا کہ تیمسوار ترکوں کی محکومی سے آزاد ہونے میں امداد دیگا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ سرولی نوجوان جوق جوق یوجین کے پاس جمع ہونے لگ گئے۔ چنانچہ فتح تیمسوار کے بعد بارہ سو سرویوں کی فوج آسٹریا کی جنرل ڈیلٹن کے زیر کمان والیشیا کو بھیجی گئی۔ جو تمام راستہ ملک کو تاخت و تاراج کرتی چلی گئی۔ اس یورش سے ڈر کر حاکم والیشیا بھی آسٹریا کا طرفدار ہو گیا۔ مگر اوسکی طرفداری سے آسٹریا کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اہالی آسٹریا نے ان فتوحات پر قناعت نہ کرکے لڑائی کو برابر جاری رکھا فتح بلگریڈ ان کا بڑا مدعا تھا جس کا جون ۱۷۱۷ء میں محاصرہ کر لیا گیا۔ یوجین کے پاس اوس وقت اسی ہزار فوج تھی جس میں جرمنی اور فرانس کے کثیر التعداد شہزادگان والا تبار اور امراء والا دودمان بھی شامل تھے۔ جو یوجین ایسے نامور سپہ سالار کے زیر فرمان اور پھر ایسے معارک میں جو کہ فاتح ترکوں کے برخلاف ہو شمشیر زنی کرنے کو اپنے لیے بڑے فخر و مباہات کا موجب سمجھتے تھے۔ بلگریڈ میں تیس ہزار ترکی فوج مقیم تھی جس نے محاصرین کا جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور دو ماہ تک محاصرہ کی مصائب و شدائد کو تحمل مردانہ سے برداشت کیا۔ شروع اگست میں جب وزیر اعظم خلیل پاشا سابق والی بغداد ڈیڑھ لاکھ فوج جرار لیکر اڈریانوپل کے راستہ قسطنطنیہ سے بلگریڈ کی مدد کو آیا۔ کریسی صاحب بحوالہ وان ہیمر لکھتے ہیں کہ یوجین کی فوج بدوران محاصرہ نہایت شکستہ حال ہو گئی ہوئی تھی اگر ترک پہنچنے کے ساتھ ہی حملہ کر دیتے تو باغلب وجوہ انہیں کامل فتح نصیب ہو جاتی۔ اونکی تعداد دشمن سے بہت زیادہ تھی۔ اونکی فوج کی حالت بدرجہا بہتر تھی۔ اونہیں اس عظیم کمک کو دیکھکر عیسائیوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہوئے تھے۔ مگر وزیر نے ایسا نہ کیا۔ اور متواتر جنگی کونسلوں کو ہی منعقد کرتا رہا۔ اسنے حملہ کرنے کی بجائے آسٹرین فوج کے گرد مورچا اور دمدمے تیار کروا کر اوسکو محصور کر لیا۔ مگر عیسائی لشکر نے جب دیکھا کہ دشمن باوجود کثرت تعداد حملہ کرنے میں درنگ کر رہا ہے۔ تو اون کے حوصلے پھر تازہ ہو گئے۔ اور انہوں اپنے سپہ سالار پر پھر پورا بھروسہ ہو گیا۔ یوجین کی سپاہ کا حلقہ کثیر بلگریڈ کے گرد دریائے ڈینیوب اور ساؤ کے درمیان منقسم تھا۔ مگر شہر کے محاصرہ کی تکمیل اور محصورین کو باہر نکلنے سے روکنے کیلئے ان دریاؤں کے پرلے کناروں پر بھی زبردست دستے متعین تھے۔ وزیر کی فوج یوجین کی سپاہ کے حلقہ عظیم کے عقب میں دریائے ڈینیوب کے جنوبی اور ساؤ کے مشرقی ساحل کے درمیان نیم دائرہ کی شکل میں صف آرا تھی۔ پندرہ دن تک وزیر کی فوج آسٹرین مورچوں پر سخت گولہ باری کرتی رہی۔ یوجین اس کے جواب کیلئے جسقدر توپیں وہ اپنی بائیوں سے جو شہر کے بالمقابل نصب تھیں بچا سکتا تھا۔ وزیر کے مورچوں کے سامنے لے آیا اور جہانتک اوسکا امکان پورا پورا کام لیتا رہا۔ مگر اس کا لشکر بیماری، تھکان اور قلت رسد سے ایسا نڈھال ہو رہا تھا کہ محصورین کی مخلصی اور خود محاصرین کی گرفتاری یا تباہی میں بظاہر کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا۔ وزیر کے مورچے اور خندقیں بھی اب آسٹرین کیمپ کے بہت قریب پہنچ گئی تھیں۔ اون کے توپخانہ کی گولہ باری زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ اور صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ترک آسٹریوں کے کیمپ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس سخت مشکل اور نازک موقعہ پر یوجین نے دشمن کے حملہ سے پہلے خود پیشدستی کر کے اپنی کمزور اور کم تعداد فوج سے وزیر کے جرار لشکر اور اوس کے مضبوط مورچوں پر حملہ کرنیکا متہورانہ عزم کر لیا۔ اور یہ حملہ ۱۶۔ اگست کی رات کو دو بجے پوری کامیابی سے کر دیا گیا۔ ترکی بے قیدی چوکیوں کے سنتری خواب غفلت میں مدہوش پڑے تھے۔ کل فوج کا انتظام بھی ویسا ہی ابتر تھا۔ سب سپاہی اپنے خیموں میں سوتے ہوئے تھے کہ گویا وہ میدان جنگ میں نہیں بلکہ اپنے گھروں میں ہیں۔ عیسائی حملہ آور بلا مزاحمت مورچوں میں در آئے۔ اس وقت ترکوں کی آنکھیں کھلیں مگر وہ سراسیمگی و پریشانی میں بیدار ہوئے۔ اور انکا حصہ کثیر کسی طرح کا مقابلہ کرنا تو درکنار مقابلہ کی کوشش کئے بھی بغیر فرار ہو گیا

دس ہزار عثمانی تہ تیغ یا بہا گئے ہیبت سے حملہ آوروں کے قدموں تلے پامال ہوئے۔ کل ترکی کیمپ سارا توپ خانہ اور تمام سامان حرب اور ذخائر رسد و بارود فاتحین کو غنیمت میں ملا۔ اور بلگریڈ کی فوج نے مجبوراً لڑائی سے دوسرے دن اطاعت قبول کرلی یوجین نے موقعہ پر کمال دانائی اور عقلمندی سے کام لیا۔ وہ جانتا تھا کہ گو محصورین کو اب باہر سے کمک کی کوئی امید نہیں رہ گئی تاہم ان کی اتنی تعداد ابھی باقی رہی ہے کہ اگر سخت شرائط پیش کرینگے اون کو آخری وقت تک لڑنے پر مجبور کیا گیا۔ تو خانگیا آسترودی شکستہ حال فوج کے لیئے اچھا نہ ہو گا۔ یہ امر مدنظر رکھکر اوس نے محصور فوج سے بہت نرم شرائط پر حوالگیٔ شہر کا معاہدہ کیا۔ اور اسطرح سے جو اس محاربہ کو جس کا انجام بظاہر آسترین فوج اور خود یوجین کی کامل تباہی اور بربادی نظر آتا تھا شاندار فتح اور نہایت ہی اہم کامیابی کے ساتھ ختم کیا۔

خلیل پاشا شکست کھا کر قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ جہاں اوس کو معزول کرکے محمد پاشا کو پھر وزیر بنایا گیا۔ مگر آٹھ مہینوں کے بعد وہ بھی معزول ہو گیا۔ اور داماد ابراہیم پاشا صدارت عظمیٰ پر مامور ہوا۔ فتح بلگریڈ کے بعد آسترین جنرل پیرویش نے منو بوسینیا پر حملہ کر دیا۔ اور اہالی وینس کو بھی صوبہ ڈلمیشیا میں خفیف سی فتوحات حاصل ہوئیں۔ ابراہیم نے صدارت کا اہتمام لیتے ہی صلح کر لینے کا مستقل ارادہ کر لیا۔ انگلستان اور ہالینڈ نے حسب معمول ثالثی کی درخواست کی جو باب عالی نے خوشی سے منظور کرلی قیصر چارلس ششم کو ہسپانیہ کے وزیر اعظم کارڈنیل[1] البرونی کی مستعدی اور دانائی سے پھر ہسپانیہ کے ساتھ لڑائی ہو جانے کا

---

[1] جیولیو البرونی۔ ایک غریب طالین دہقان کا بیٹا تھا۔ اوائل عمر میں ایک گرجہ میں گویا رہا۔ پھر اٹلی کے قصبہ پارما کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں کا پادری ہو گیا۔ وہاں اوس نے ایک مرتبہ ہسپانوی ڈیوک وینڈوم کے سکرٹری کو جسے قزاقوں نے لوٹ لیا تھا اپنے مکان میں پناہ دیکر اوسکی خوب خاطر و مدارات کی تھی۔ اس واقعہ سے کچھ عرصہ بعد ڈیوک مذکور نے اٹلی پر فوج کشی کی۔ مگر دہقانوں نے اپنا غلہ چھپا دیا۔ اور اوسکی فوج رسد کے نہ پانے سے فاقہ سے مرنے لگی حسن اتفاق سے ڈیوک اوسی گاؤں کے قریب مقیم تھا۔ اوسکے سکرٹری کو جیولیو کا خیال آگیا۔ اوس کو بلایا گیا۔ اور اوس نے دہقانوں کے خفیہ گڑھوں کا پتہ بتا دیا۔ ڈیوک اس خدمت سے بہت خوش ہو کر واپسی کے وقت اوس کو پیرس ساتھ لے گیا اور وہاں شہزادی ارسنی اس کو جو فلپ پنجم شاہ ہسپانیہ کی معشوقہ اور منظور نظر تھی بہت مہربان کر دیا جس کی سفارش سے اسے دن بدن عروج حاصل ہوتا گیا حتی کہ وزیر اعظم اور کارڈنیل ہو گیا۔ عہد البرونی اوسنے ہسپانوی قوم کی بہتری اور ترقی کے لیئے بہت کوشش کی۔ بری فوج کا نظام درست کیا۔ بحری فوج کی بنیاد ڈالی۔ کئی بے قاعدگیوں کی اصلاح کی جن سے ہسپانیہ کو پھر سابقہ عروج حاصل ہو گیا۔ اوسنے زار پیٹر اور چارلس دوازدہم شاہ سویڈن سے اتحاد کرنے۔ آسٹریا اور ترکی میں لڑائی جاری رکھوانے۔ ہنگری میں فساد برپا کرانے اور فرانس کی طاقت کو کمزور کرنیکے لیئے وہاں بھی آتش فتنہ و فساد مشتعل کرانے کی کوشش کی۔ اسکا بڑا مدعا یہ تھا کہ دیگر یورپین طاقتوں کو کمزور کرکے سلطنت ہسپانیہ کو ویسی ہی زبردست بنا دے جیسی کہ وہ چارلس پنجم کے عہد میں تھی (چارلس پنجم فرڈیننڈ وازبیلا کی بیٹی اور آسٹریا کے آرچ ڈیوک فلپ کا بیٹا تھا جو سنہ ۱۵۰۰ء میں پیدا ہوا سنہ ۱۵۱۶ء میں تخت ہسپانیہ پر بیٹھا سنہ ۱۵۱۹ء میں جرمنی و آسٹریا کا قیصر ہوا اور سنہ ۱۵۵۸ء میں فوت ہوا سنہ ۱۵۵۶ء میں اوس نے تاج و تخت

جس کو شعلے لازمی طور پر کل مغربی یورپ میں پھیلجاتے سخت اندیشہ ہو رہا تھا۔ ادہر خورد سال لوئی پانزدہم (شاہ فرانس) کے ولی ڈیوک اورلینز نے جارج اول شاہ انگلستان سے ہسپانیہ اور آسٹریا کو عہد نامہ یوٹرکٹ کی حرمت نگاہداشت کرنے پر مجبور کرنے کیلئے اتحاد کر لیا تھا جس سے فرانس اور آسٹریا میں لڑائی ہو جانی اٹل ہو رہی تھی۔ اسی لیئے مارکوئیس ڈی بوناک فرنچ سفیر نے باب عالی کو اپنے بادشاہ کی امداد کا وعدہ دیکر لڑائی جاری رکہنے کی صلاح دی۔ مگر چارلس ششم نے انگلستان اور فرانس کے مطالبات کو قبول کر کے ادہر پرنس یوجین کو مزید پیشقدمی سے روک دیا۔ اور دوسری طرف جدید فتوحات کو ہمیشہ کیواسطے × × × × × × × × ملحق سلطنت کرنیکیلئے اُتی پوسیڈیٹیس (یعنی قبضہ کا اصول) پر ٹرکی سے صلح کا نامہ پیام شروع کر دیا۔ اس اصول سے اس کے معاون وینس کو جس سے موریا وغیرہ ترکوں نے فتح کر لیئے تھے۔ اور جس کی ہی امداد کیلئے بظاہر جنگ کیا گیا تھا سخت نقصان پہنچتا تہا۔ مگر دوستوں کو نقصان پہنچاکر خود فایدہ اٹھانا یا اپنے مفاد کے مقابلہ پر رفیق کی اغراض کو نظر انداز کر دینا دنیا میں کوئی نئی بات نہیں۔ ریاست وینس نے ان دو برسوں (۱۷۱۵ء و ۱۷۱۶ء) میں ترکوں پر کوئی نمایاں فتح نہیں پائی تھی۔ البتہ متعدد بحری لڑائیوں میں اوس کا پلڑا بھاری رہا اور اوس کے مقبوضہ جزیرہ کارفو کو بھی آسٹرین کونٹ شاہمبرگ اور اوس کی فوج نے ترکوں سے جنہوں نے وس کا محاصرہ کر لیا تھا بچائے رکھا۔ ریاست وینس نے پہلے تو اس اصول کو ماننے سے انکار کر دیا۔ لیکن آخر اُسے اپنے زبردست رفیق کی بات ماننی پڑی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ تنہا ترکوں کا مقابلہ مشکل ہے۔ ترکوں کو بھی گو اس اصول سے وسیع شمالی علاقوں سے دست بردار ہونا پڑتا تھا مگر صوبجات موریا وغیرہ کی بحالی سے اونکی کسیقدر اشک شوئی بھی ہو جاتی تھی۔

مصالحت کی گفتگو کیلئے سرویا کے چھوٹے سے قصبہ پاسارووتز کو منتخب کیا گیا۔ جہاں متخاصمین اور ثالث سلطنتوں کے وکلا ۵ جون ۱۷۱۸ء میں جمع ہوئے۔ اور ۲۱ جولائی کو باضابطہ معاہدہ صلح پر سب کو دستخط ہو گئے۔ وینس نے موریا ٹرکی کو حوالہ کر دیا اور گو صوبجات ڈیلمیشا اور البانیا میں چند مفتوحہ قلعے اس کے پاس رہنے دیئے گئے تاہم صلاح ذرینی، اوٹروا اور زیری جن کو ترک فتح نہیں کر سکے تھے اس کو واپس کر دینے پڑے تاکہ مقام راگوسا سے ترکوں کی آمد و رفت میں کوئی روک نہ ہو۔ عیسائی مورخ لکہتے ہیں کہ موریا کو دیدینے سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ وینس کی شان و شوکت اور طاقت جس کا کسی زمانہ میں عالمگیر سکہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰) اپنے بیٹے فلپ کو سپرد کر کے خود عزلت گزینی اختیار کر لی تھی۔ سنہ ۱۷۳۲ء میں الجزائر کو فتح کرنیکے لیئے اوس نے چڑہائی کی۔ مگر نے نیل مرام واپس آیا۔ اس کے حالات پہلی جلد میں بھی مذکور ہو چکے ہیں) پانچ برس تک البیرونی ہسپانیہ میں مختار کل رہا۔ مگر آخر کار بادشاہ کے اجنبی درباریوں کی سازش کا شکار ہو کر وزارت سے برطرف اور ملک سے خارج کر دیا گیا۔ پوپ کلیمنٹ یازدہم نے کارڈینل کا مرتبہ بھی اس سے چھین لیا۔ مگر پوپ انوسنٹ سیزدہم نے ۱۷۲۳ء میں اُسے پھر اس عہدہ پر بحال کر دیا۔ سنہ ۱۷۴۰ء میں البیرونی نے اطالین قصبہ پیاسنزا میں عزلت اختیار کر لی۔ ۱۶۶۴ء میں پیدا اور ۱۷۵۲ء میں فوت ہوا۔ مولف ٭

بیٹھا ہوا تھا۔ اوس کے آخری شجاع مورسینی کے ساتھ ہی رخصت ہو گئی تھی۔ پاسورووٹز کے بعد وینس کے پاس یونان کا کوئی حصّہ جزائر ایونین کے سوا نہ رہگیا۔ اور ساحل البانیا پر فقط اضلاع بوٹرنٹو۔ پریجہ اور پریویسا رہ گئے۔ اس علاقہ کا طول ساٹھ میل اور عرض چھ میل تھا۔ ہسپانیہ کی طرح وینس بھی سمجھی دنیا کو ترکون کے برخلاف جب کہ اونکی طاقت کمال عروج پر تھی رہ سکندری کا کام دیتی رہی تھی۔ اور ہسپانیہ کی طرح یہ بحیرہ اڈریاٹک کی ملکہ (یعنی ریاست وینس) بھی پاید بہ عزت زوال پکڑتے ہوئے دشمن سے بدرجہا زیادہ جلد خرابی اور انحطاط کے قعر عمیق میں غرق ہو گئی ؛؛

اس معاہدہ سے آسٹریا کو فقط شہر تمیسوار اور اوس کا علاقہ ہی نہ ملا جو ہنگری میں ترکون کے آخری مقبوضات تھے بلکہ والیشیا اور سرویا کا بھی بہت بڑا حصّہ اوس کے تصرّف میں آگیا۔ بلگریڈ جو بہ علاقے زیادہ عرصہ اوس کے پاس نہ رہے جس کا اوس کے فرمانروا بیرن کو اب تک افسوس اور ان کے واپس لینے کی اب تک تمنا ہے۔ معاہدہ مذکور کی طفیل آسٹریا کو قصبات بلگریڈ سمندر اور رینیک۔ کراسووا اور کئی دیگر شہر مل گئے۔ والیشیا کی طرف دریا ا لوتا کو حد فاصل مقرر کیا گیا یعنی آسٹریا کو والیشیا خورد کا کل علاقہ ملگیا۔ باقی سرحد کی تعیین دریا ڈینیوب تیموک بورا اور دریا اونا کرتے تھے بالفاظ دیگر تقریباً کل سرویا اور بوسنیا کے چند بیش قیمت علاقے ٹرکی سے آسٹریا کو منتقل ہو گئے الغرض گو آسٹریلین کو وہ بات نصیب نہ ہوئی جس کی اون کے جرنیلون نے شروع محاربہ میں دھمکی دیکر کہا تھا کہ جب تک آسٹرین سلطنت بحیرہ اسود اور بحیرہ ابیض تک نہ جا پہنچے گی ہم برابر پیشقدمی کرتے رہیں گے تاہم قیصر چارلس ششم کو مشرقی یورپ میں وہ اقتدار حاصل ہو گیا جو کبھی نامور سے نامور قیصر کو حاصل نہین ہوا تھا۔ اور جو اس کے قابل سپہ سالار کے مرجانے کے بعد جلد ہی قیصر مذکور کو بھی حاصل نہ رہگیا۔

ولیم ثالث کو اس معاہدہ سے جو فایدہ پہنچا۔ اوسکی توضیح خود ایک عیسائی مورخ کے الفاظ میں زیادہ موزون ہو گی مسٹر منیر یہ لکھتا ہے کہ ؛؛ فرانس (جس کا بادشاہ کا دلی انگلستان کے ہاتھ میں کٹ پتلی بنا ہوا تھا۔ اس معاہدہ کو تمام دیا میں کچھ دخل نہ دیا۔ اور سلطنت ثالث (یعنی انگلستان) کو اول (اپنے تجارتی و بحری رقیب) ریاست وینس کو نیچا دکھانے کا جسمین بعد معاملات یورپ میں کوئی وقعت و عزت حاصل نہ رہگئی اور بعد ازان آسٹریا کو مقبوضات ٹرکی اور عثمانیہ گورنمنٹ پر مزید نیا اقتدار قایم کرنے کا پورا پورا موقعہ مل گیا ؛؛ یہی ثالث بینی کی نئے طرح عجیب و غریب پالیسی ہے جس کی بنیاد دور اندیش ولیم ثالث نے قایم کی تھی آج صرف مشرقی یورپ میں انگلستان کو جو اقتدار حاصل ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ مالٹا جبرالٹر سویز مصر اور عدن اسی پالیسی کی بدولت یونین جیک (انگریزی علم) لہرا تا دکھائی دے رہا ہے ؛؛

اس معاہدہ کی جب زار پیٹر کو خبر پہنچی تو اوسنے بھی تاکسن ایڈریانوپل اور قسطنطنیہ کے معاہدون کی ترمیم کا تقاضا کیا اور اپنے مطالبہ میں کامیاب ہو گیا۔ نیا معاہدہ لکھا گیا جس میں دو عجیب دفعات شامل کیگئیں ۔ امین سے ایک پولنڈ کے

دوسری ارض مقدس کے متعلق تھی۔ اُس کی عبارت حسب ذیل تھی:۔

"موثر الحلفا اقرار کرتا ہے کہ وہ پولینڈ کا کوئی علاقہ نہیں ملحق کرے گا۔ اور نہ ریاست مذکور کی حکومت میں کسی طرح کی مداخلت کرے گا۔ اور چونکہ دونوں سلطنتوں کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ پولینڈ کا تاج و تخت موروثی نہ ہونے دیا جاوے۔ اس لیے وہ اس ریاست کے آئین میراث اور حقوق کو قائم رکھنے میں باتفاق ساعی رہیں گی۔ اور اگر کوئی سلطنت (خواہ وہ کوئی سی ہو) پولینڈ میں سپاہ بھیج کر یا وہاں موروثی سلسلہ کو قائم کرنے کی کوشش کرے تو معاہد سلطنتوں میں سے ہر ایک اپنی اغراض کی حفاظت کے لیے تدابیر ضروریہ پر عمل کرنے کی مجاز نہیں ہوگی۔ بلکہ دونوں سلطنتوں پر لازمی ہوگا کہ وہ حیلہ اور ہر ایک ذریعہ سے جو ممکن ہو تاج پولینڈ کو موروثی اور ریاست کے آئین و قوانین کی خلاف ورزی اور اس کے علاقہ کی قطع برید نہ ہونے دیں۔

دفعہ ۴۔ دونوں قوموں کے تاجروں کو ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے اور تجارت کرنے کی پوری آزادی ہے۔ روسیوں کو یروشلیم اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے کی اجازت ہوگی۔ اور اون سے یروشلیم یا کسی اور جگہ خراج (جزیہ) نہیں لیا جائیگا نہ راہداری کے پروانوں کی بابت کوئی نقدی لیجائے گی جو روسی پادری یا اہالی کہ ممالک محروسہ میں اقامت پذیر ہوں اونہیں کوئی ایذا نہ پہنچائی جائے گی۔

پہلی دفعہ کی شرائط پابندی سے تعمیل ہوئی ہے وہ اس سے ظاہر ہو جائے گی کہ روس ہی کی تحریک پر کیسی دفعہ پولینڈ[1] کی تکابوٹی کی گئی۔ اور آخر آسٹریا، جرمنی اور روس نے اس ریاست کا نام یورپ کے نقشہ سے بالکل ہی معدوم کر دیا۔ اس کی مفصل کیفیت آگے درج کی جائے گی۔ دوسری دفعہ کی نسبت عیسائی مورخ قیصر فامن لکھتا ہے تمام چیزوں کی بناء ہوئی ہے اس طرح بلاد عثمانیہ میں عیسائیوں کی حفاظت کے بہانہ سے روس کی مداخلت کے لیے یہ دفعہ پہلا زینہ تھی۔ گو یہ پہلا قدم ایسا مختصر ہے کہ اُس وقت اُسے دیکھکر یہ کبھی گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ ایکدن اسی بنیاد پر روس اتنے لمبے چوڑے دعوے کریگا جن سے ٹرکی کی ہواخواہ طاقتوں کو کمال اندیشہ پیدا ہو جائیگا اور اونکی توجہ اس معاملہ کی طرف متوجہ ہو جائے گی۔

صلح سے فارغ ہو کر داماد ابراہیم ملک کی اندرونی اصلاح اور شاہی شان و شوکت کو بڑھانے میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں یہ سلطنتوں روس و آسٹریا نے صلح کا قائم رکھنے کا پختہ عزم کر لیا ہوا تھا۔ چنانچہ گو انگریزی سفیر بہت زور لگاتا رہا۔ آخر شمالی اور مغربی یورپ کے معاملات میں کوئی دخل نہ دیا۔ اوس کے عہد میں سلاطین کا دبدبہ اور غیر معمولی جاہ و جلال اور تجمل شاہانہ سے منائے جانے رہنے لگے۔ بڑے بڑے شہروں کی مساجد کو از سر نو مرمت کر کے نیا روپ چڑھا دیا گیا۔ سرحدوں کے قلعوں کی درستی کی گئی۔ اور سلطانی

---

[1] ناظرین کو پہلی جلد سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ امرائے سلطنت بادشاہ کے مرنے کے بعد دوسرا بادشاہ اپنی جماعت میں سے یا ممالک یورپ کے شاہزادوں سے منتخب کیا کرتے تھے۔ شاہی موروثی نہ تھی۔ مگر بعض وقت مجلس امرائے متوفی بادشاہ کے بیٹے کو بھی منتخب کر دیا کرتی تھی۔ مؤلف

محلات کی ترتیب و زینت نہایت نفیس اور نئے نئے طرز کے ایوانوں اور قصرات کی تعمیر سے دولا کی گئی۔ لیکن وہ اس کام میں زیادہ عرصہ مصروف نہ رہ سکا۔ ایران کی اندرونی خرابیوں سے روس کو اوس طرف اپنی سلطنت کی توسیع کا موقعہ مل گیا جس سے قسطنطنیہ میں سخت تشویش اور پرجوشی پھیل گئی۔ اور باب عالی کو بھی موازنہ طاقت قائم رکھنے کے لیے ایران کی خوان یغما سے حصہ لینا پڑا۔ لیکن اس داستان کو شروع کرنے سے پہلے ذرا یورپ کی چند دیگر حکومتوں کا مجمل حال بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ناظرین کو واقعات مندرجہ بالا سے معلوم ہو چکا ہے کہ گو فرانس نے آخری وقت کسیقدر فائدہ اوٹھایا مگر معاہدہ آسٹریا و ترکی میں کوئی دخل نہیں دیا تھا۔ اس عرصہ میں وہ سویڈن اور پولینڈ کے برخلاف اپنی خفیہ تدبیروں اور چالوں کی تعمیل و تکمیل میں مصروف رہا۔ روس نے ترکی کو انہی دونوں ریاستوں سے جدا کرنے پر قناعت نہ کر کے فرانس اور ترکی کی رفاقت قدیمہ کو بھی توڑنے کی کوشش کی ۱۷۱۷ء میں وہ پیرس گیا اور وہاں نابالغ بادشاہ کے ولی سے اتحاد کے لیے کہا۔ مگر انہوں نے صرف تجارتی معاہدہ پر رضامندی ظاہر کی جو دونوں ملکوں میں ہو گیا۔ تاہم زار چند فرنچ امرا کو اپنا طرفدار بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ ادہر انگلستان اور آسٹریا کو فرانس کو جانی دشمن سمجھتے تھے۔ سویڈن پولینڈ اور ترکی کے اتحاد کی جگہ جو اب ان سلطنتوں کی کمزوری کی وجہ سے اولی رائیگاں ہونے کی بجائے زیادہ تر وبال جان ہو رہا تھا۔ روس کو ساتھ اتحاد کر لینے کو زیادہ مفید خیال کرنے لگے تھے۔ عثمانیہ دربار کو زار کی سیاحت پیرس سے خدشہ پیدا ہو گیا۔ یورپین معاملات اور ڈپلومیسی میں دخیل ہو جانے کے باعث باب عالی کو اب عیسائی طاقتوں کی پالیسیوں سے راز معلوم کرتے رہنے کی ضرورت محسوس ہو گئی تھی۔ چنانچہ مغربی یورپ کے حالات کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ۱۷۲۱ء میں ایک غیر معمولی سفارت پیرس بھیجی گئی۔ جس پر محمد آفندی کو جو نہایت ہوشیار اور باخبر ہونے کے علاوہ پاسارووٹز کی مصالحت کے وقت ترکی کے سفرا میں شامل تھا اس کام پر مامور کیا گیا۔ بظاہر تو یہ بہانہ کیا گیا کہ سلطان نے بادشاہ فرانس کو تحائف اور فرامین سلطانی ارسال کئے ہیں جن کے رو سے مقامات مقدسہ کے متعلق فرانس کے مطالبات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اس سفارت کا شور و غل تو بہت ہوا مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ محمد آفندی کی بڑے تپاک سے آؤ بھگت کی گئی۔ اور انہیں اچھی طرح سے سمجھا دیا گیا کہ ترکی کی بہتری فلاں فلاں امر میں ہے۔ گورنمنٹ فرانس نے اپنی طرف سے یہاں تک رفاقت قدیمہ کا پاس کیا کہ دونوں سلطنتوں میں جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد کی تجویز پیش کی مگر ایک تو عثمانیہ دربار کو اوسکی بہ حالت لاپروائی و رعونت جاہلانہ نے کچھ نہ کرنے دیا۔ دوسرے زار نے کمال تدبر سے فرانس کی چالوں کو مات کر کے باب عالی کو اپنے دہرے پر ایسا لگا لیا کہ کجا زار کی تدابیر کو زک پہنچانے کے لیے فرانس کو سفارت بھیجی گئی تھی اور کجا وہ اوس کو اپنا خیرخواہ و مخلص سمجھنے لگ گیا۔ اور روس و ترکی میں دائمی صلح اور دوستی کا معاہدہ ہو گیا۔ زار کو اس وقت دشمن ترکی کے علاوہ اکثر سابقہ رقبا کے اتحاد کا بھی اندیشہ ہو گیا تھا۔ انگلستان اور آسٹریا کے سفرا نے باب عالی کو بھی اس اتحاد میں شامل کرنے کے لیے بہت سر پٹکا مگر باب عالی روس کی ایسی چکنی چپڑی باتوں میں آ گیا ہوا تھا کہ انہوں نے ایک نہ سنی لیکن زار نے صرف فتح پانے کے لیے ایسا کیا تھا۔ اپنی مسلمان ہمسایہ سلطنتوں کے علاقہ غصب کر کے روس کی مملکت بڑھانے کی تدبیریں سوچ رہا تھا

بھی اوسکا دماغ خالی نہین ہوا تھا۔ فرانس سوئیڈن کو روس کے پنجہ سے بچانے کے لیئے شمالی یورپ کی لڑائی کو ختم کرانا چاہتا تھا۔ اُنہوں بھی ٹرکی کو روس کے برخلاف اتحاد مین شامل کرنیکے لیئے بیدلائل معقول سمجھایا جس کا کچھ اثر ہوا۔ آخر فرانس کو خود عملی مداخلت کرکے لڑائی کو بند کرنے کے لیئے کروڑ ہا روپیہ کے صرف سے جنگی تیاریان کرنی پڑین جن سے دب کر ۱۷۲۱ء مین روس نے بمقام نسٹاٹ سوئیڈن سے صلح کر لی۔ اور اس طرح سے گو سوئیڈن کی روس سے مخلصی ہو گئی۔ مگر ٹرکی نے اپنے جانی دشمن کو پامال و برباد کرنیکا ایک اور موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔

روس و ٹرکی کا اتحاد ایران کی تقسیم کیلئے

سوئیڈن کے محاربہ سے فرصت پاتے ہی زار پیٹر دوسری طرف اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کے درپے ہو گیا جس کے لیئے اوسنے ایران کی اندرونی خرابی سے کافی موقعہ اور بہانہ ملگیا۔ یہ خرابی افغانون کے ایران پر حملہ آور ہو جانیسے پیدا ہوئی تھی۔ اس سے پہلے افغانستان مین کبھی کوئی منتظم افغانی[۱] بادشاہت قائم نہین ہوئی تھی۔ ہر ایک قبیلہ خود سر تھا۔ اور یہ ملک برائے نام تاتاریون مغلون یا ایرانیون کے ماتحت رہتا رہا۔ جہانگیر کے عہد مین شاہ عباس صفوی نے قندہار پر تصرف کر لیا۔ شاہجہان کے عہد مین ہندی افواج نے اُسے ایرانیون سے چھین لیا تھا۔ مگر تھوڑے عرصہ کے بعد اسے پھر ایرانیون نے فتح کر لیا۔ ہرات بھی ایران کے تصرف مین تھا۔ خاندان صفویہ کے آخری بادشاہ سلطان حسین کے زمانہ مین جو نہایت نرم مزاج۔ رحمدل یا بشدمراعات ظاہر مذہبیاور ملائون کے ہاتھ مین کٹ پتلی تھا۔ قندھار کے غازیون نے ایرانی حکومت سے سرتابی کا ارادہ کر لیا نیز شاہ ہند کیطرف سے بھی قندہار پر حملہ ہونیکا ہر وقت خدشہ رہتا تھا۔ شاہ حسین نے گرگین خان سابق والی جارجیا (گرجستان) کو جو شکست کھا کر مسلمان اور سلطنت کا معتبر اور معتمد علیہ جرنیل ہو گیا تھا۔ ۲۰ ہزار فوج سے قندھار روانہ کیا۔ اُسکی سخت گیری سے آتش فسادی اور فرو ہو گئی۔ غلزیون مین سب سے متقدرا اور مدبر شخص میرویس تہا جو قندھار کا کلانتر بھی تھا۔ اوس کی ایما سے سرداران قندہار نے شاہ کی خدمت مین گرگین خان کی سختیون کی شکایت مین طویل عرضداشت روانہ کی۔ اسکا تو کچھ اثر نہ ہوا۔ مگر جب گرگین خان کو اوسکی خبر پہنچی تو اُسنے میرویس کو قید کرکے اصفہان مین بھیجدیا۔ جہان اُسنے اپنی دانائی اور لیاقت سے شاہ تک رسائی حاصل کر لی۔ اور اس سے حج کی اجازت لیکر مکہ معظمہ گیا۔ جہان کے علماء سے سُنیون شیعون کے ساتھ لڑائی کرنے کا فتوی حاصل کیا۔ اس اثناء مین چند درباری گرگین خان کے مخالف ہو گئے تھے۔ ادہر میرویس نے حج سے واپس آکر شاہ کے کان بھرنے شروع

---

[۱] افغان بنی اسرائیل اور ادنکا نام کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب بخت نصر شاہ بابل یروشلیم کو تاخت و تاراج اور وہان کے باشندون کو اسیر کرکے واپس آیا تو اوس نے قیدیون کا کچھ حصہ اس علاقہ مین جو اب افغانستان کے نام سے مشہور ہے روانہ کر دیا اور چونکہ یہ لوگ وطن اور خویش و اقربا کی جدائی سے راستہ مین نالہ و فغان کرتے جاتے تھے۔ ایرانیون نے اُنکا نام افغان رکھدیا یا افغانون کا بیان ہے کہ عرب کے بنی اسرائیل سے اونکی خط و کتابت برابر ہوتی رہتی تھی چنانچہ آنحضرت صلعم کی مبعوث ہونیکی اونکو حضرت سرور کائنات کے زمانہ مین ہی خبر پہنچ گئی۔ اور وہ اُسی مبارک قرن مین مشرف باسلام ہو گئے۔ دیکھو تاریخ ملکم (شولسٹ) ۱۔

مگر وہیں پر اُسے پھر قندھار کی کلانتری کے عہدہ پر واپس بھیج دیا گیا کہ اگر گرگین خان سرتابی کرے تو اس کا سدراہ ہو گرگین خان نے اس امر سے غضب آلود ہو کر میر ویس کو حکم بھیجا کہ اپنی لڑکی کو (جو نہایت خوبصورت تھی) میرے محل میں بھیجدے غرض یہ تھی کہ اگر اوسنے ایسا کر دیا تو افغان و ایرانیوں کی نظروں میں ذلیل ہوگا۔ اور اگر تعمیل نہ کی تو عدول حکمی میں اوسے قتل کر دونگا۔

میر ویس نے کل روسائے قبائل کو جمع کرکے یہ حکم سنایا جس کو سنکر اون کی رگ حمیت متحرک ہوگئی۔ اور سب نے متفق ہوکر میر ویس کی معاونت کا وعدہ کیا اور اوسکو مقابلہ کرنے کی صلاح دی۔ میر ویس نے اسطرح سب کو متفق کرکے گرگین کو غافل کرنیکو بجائے اپنی لڑکی کے ایک خانہ زاد کنیزک کو جو بہت خوبصورت تھی بنام نہاد اپنی لڑکی کے اوس کے پاس بھیجدیا۔ اور چونکہ گرگین کی ہر معاملہ میں بظاہر اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہا تھا اس سے اوس کا دل میر ویس کی طرف سے بالکل صاف ہوگیا تھا۔ میر ویس نے ایکدن گرگین اور اوس کے ہمراہیوں کی شہر سے باہر ایک باغ میں دعوت کی اور اون سب کو قتل کر دیا پھر اپنے ہمراہیوں کو گرگین کے ہمراہیوں کی پوشاک پہنا کر شام کے وقت قلعہ میں داخل ہوگیا۔ اور گرگین کی فوج پر حملہ آور ہوکر اون کو تہ تیغ کر دیا۔ بعد ازاں شہر میں کوئی ایک ایرانی کو زندہ نہ چھوڑا گیا۔ اور قندھار پر میر ویس کی حکومت ہوگئی۔ ایرانی گورنمنٹ نے اوسکے پہلے تو نرمی و آشتی سے عنان اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لانا چاہا جب یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی تو گرگین کے بھتیجے خسرو خان والی گرجستان کو لشکر جرار دیکر قندھار پر بھیجا گیا جس نے چند فتوحات کے بعد کامل شکست کھائی۔ اوس کے بعد ایک ایرانی لشکر رستم خان کی زیر کمان بھیجا گیا۔ اوس کا بھی یہی انجام ہوا۔ اور میر ویس کی حکومت خوب مستحکم ہوگئی۔ مگر اوس نے ... تھوڑا عرصہ بعد فوت ہوگیا۔ اور میر عبداللہ اس کا بھائی اوسکا جانشین بنایا گیا۔ جو ایرانیوں سے مصالحت کرنا چاہتا تھا مصالحت کی اور بعض شرائط پیش کیں۔ افغان امیروں کو جب اس معاملہ کی خبر ہوئی تو وہ میر عبداللہ سے برہم ہوگئے اور محمود پسر میر ویس نے جو اٹھارہ سالہ نوجوان تھا۔ چچا کو قتل کر کے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور ایرانیوں پر یورشیں شروع کر دیں۔ اسی وقت ہرات کے افغان بھی باغی ہوگئے جس سے ایران کی طاقت اور کمزور ہوگئی۔ آخر کار محمود نے اصفہان دارالخلافہ ایران کا محاصرہ کر لیا۔ اور شاہ حسین نے ۲۱ اکتوبر ۱۷۲۲ء (۱۱۳۵ھ) کو ۲۸ سال حکومت کرنیکے بعد سیاہ لباس پہنکر باچشم گریاں شہر میں گشت کرکے افغانوں کی اطاعت قبول کرلینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اور ۲۳ اکتوبر کو تین ہزار لیکر افغانوں کے لشکر میں چلا گیا۔ اور اپنے ہاتھ سے تاج شاہی محمود کے سر پر رکھدیا۔ افغان شہر میں داخل ہوگئے۔ اور ایران پر ان کی بادشاہی ہوگئی جس کی بیخکنی سات برس کے بعد نادر شاہ نے کی۔ سلطان حسین سات برس نظربند رہنے کے بعد ۱۷۲۹ء میں جب کہ افغان نادر شاہ کی حملہ آوری سے ڈر کر اصفہان سے بھاگ گئے تھے اشرف پسر میر عبداللہ کے حکم سے جو ۱۷۲۵ء میں محمود کے بعد تخت اصفہان پر بیٹھا تھا قتل کیا گیا۔ مورخ اس کو آخری صفوی بادشاہ گنتے ہیں کیونکہ گو اوس کے فرزند طہماسپ نے بھی چند سال بادشاہی کی۔ مگر وہ صرف برائے نام تھی۔ اوس کے وقت بھی اصلی بادشاہ

نادر ہی تہا[۱] جس نے ۱۱۴۴ھ میں طہماسپ کو معزول کرکے پہلو اوس کے ہشت ماہہ لڑکے کو تخت پر بٹھلایا اور جب چند برسون کے بعد یہ لڑکا فوت ہوگیا تو بظاہر چندان انکار کرتے رہکر ۲۴ شوال ۱۱۴۸ھ کو خود تخت ایران پر متمکن ہوگیا۔

افغانون کے اصفہان پر مستولی ہونیسے پہلے طہماسپ میرزا ایران سے نکلکر شمالی علاقون کو چلا گیا تھا۔ وہان سے اوس نے پطرس اور سلطان کے پاس سفارتین بھیجکر امداد کی استدعا کی۔ مگر دونون نے بلاطمع مدد دینے سے انکار کردیا۔ زار نے امداد کے معاوضہ میں جارجیا وغیرہ شمالی علاقے مانگے۔ اور باب عالی نے معزول طہماسپ ابھی اس کشمکش میں تھا کہ ہمین سے کس کے ساتھ اتحاد کیا جائے کہ زار نے جواب کا انتظار کئے بغیر ایران پر پیشقدمی کردی۔ اور بحیرہ کاسپین (خضر) کے متصلہ صوبون پر تصرف کرلیا۔ پطر کی اس مستعدی نے طہماسپ کو درطہ تذبذب سے نکالکر یکسو کردیا۔ اور اوس نے زار سے عہد وپیمان کرلیا تھا کہ پیانے

[۱] نادر سنہ ۱۱۰۰ھ میں خراسان کے علاقہ میں پیدا ہوا تھا۔ ۱۷ برس کی عمر میں اوسے اور اوس کی مان کو اوزبک پکڑلے گئے۔ مان تو وہین فوت ہوئی۔ اور وہ چار سال کے بعد قید سے بہاگ کر پہر وطن آگیا۔ اور ایک امیر مسمی بابل بیگ کا ملازم ہوگیا۔ جسکو قتل کرکے اوس نے اوسکی لڑکی سے شادی کرلی۔ اوس کا بڑا بیٹا رضا قلی میرزا اسیکی بطن سے ہوا۔ اسکی پیدائش کے وقت نادر کی عمر ۱۴ برس کی تھی۔ اوس کے باپ کا نام امام قلی افشار تھا۔ جو معمولی وجاہت کا آدمی تہا۔ کچھ عرصہ راہزنی اور ڈکیتی کرنے کے بعد وہ والئی خراسان کا ملازم ہوگیا۔ اور اپنی بہادری اور جلالت سے سرداری تک پہنچگیا۔ ایک دفعہ حاکم نے اوسپر خفا ہوکر لاٹھی ماری جس پر یہ ملازمت چھوڑکر قلعہ قلات میں اپنے چچا کے پاس چلا گیا۔ اوس نے بھی کچھ عرصہ کے بعد اسکی حرکات سے ڈرکر اوسے اپنے قلعہ سے نکالدیا۔ وہ پہر حاکم خراسان کے پاس چلا گیا۔ اور آخر رفتہ رفتہ طہماسپ پسر حسین کی فوجمین نامور جرنیل ہوگیا۔ زمانہ سپہسالاری میں اوسنے افغانون ترکون اور روسیون کو کئی شکستین دین۔ حملہ افغانستان وہندوستان کے حالات بچے بچے کو معلوم ہین۔ اس کے مذہب کا کسی کو پتہ نہین ملا۔ جب تک افغان جو سنت جماعت تھے ایران پر حکمران رہے یہ سخت متعصب شیعہ رہا۔ جب تخت شاہی پر بیٹھا تو مذہب اثنا عشریہ کو خرابی رعایا ہی ملک کا باعث بتایا۔ اور جب اوسکی طاقت معراج پر پہنچگئی تو سب موجودہ مذاہب کو ناقص بتاکر کہا میں خود ایک کامل نیا مذہب قایم کرونگا۔ اسی سے مورخین نے رائے قایم کی ہے کہ وہ خدا پرست یا مذہب پرست نہ تہا بلکہ دہریت تھا جس مذہب کو مفید مطلب پاتا تہا اوسی کا حامی ہوجاتا تھا۔ آخری دنون میں اوسکی سخت گیری ظلم وجفا سے تبدیل ہوگئی تھی۔ چنانچہ ایک دن کسی نے کاغذ پر یہ لکہکر کہ اگر بادشاہی پرورش وحمایت رعیت کن۔ اگر پیغمبری راہ نجات نما۔ واگر خدائی رحم بخلوق کن۔ کاغذ کو پتھر سے باندہکر اوس کے محل میں پہینکدیا۔ اسکا جواب میں نادر نے یہ اشتہار کل فوج میں تقسیم کرایا۔ من نہ بادشاہم کہ تا حمایت رعیت کنم۔ نہ پیغمبرم تا طریق نجات نمایم۔ نہ خدا ام تا بر بندگان رحم کنم۔ بلکہ آلت دست قہار علی الاطلاقم کہ بجہت عقوبت گنہگاران آمدہ ام۔ آخر جب رعایا اور امرا تنگ آگئے تو انہون نے اس کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ اور سنہ ۱۱۶۰ ہجری میں فتح آباد سے دو میل بجانب جنوب رات کو نشا چار امرا اوس کے خیمہ میں گہس گئے۔ نادر اونکی آہٹ سے جاگ اٹھا اور دو کو قتل کیا۔ اور پہر خود صالح بیگ کی ضرب سے ہلاک ہوکر زمین پر گر پڑا۔ اوسنے اپنے بڑے بیٹے رضا قلی مرزا کی آنکھین بجرم بغاوت نکلوا دی تہین۔

زار کی[1] پیشقدمی سے مشوش ہو کر فوراً بابعالی کو تحریر کیا کہ یہ روسی بحیرۂ خضر کے ساحل لینے پر ہی قناعت نہ کرینگے بلکہ اپنی مفتوحات کو خوب مستحکم کر رہے ہیں۔ اور جارجیا سے بھی انہوں نے قرارداد کر لی ہے۔ اگر ترک اور تاتاری خاموش رہے تو روس کی سلطنت اسقدر وسیع ہو جاوے گی کہ وہ ایشیا میں بابعالی کے مقبوضات کو چاروں طرف سے گھیر لیگی۔ کچھ اس خط اور کچھ طہماسپ کی کارروائی سے سلطان نے سخت برافروختہ ہو کر آرمینیا اور جارجیا کے ایرانی علاقہ پر فوج کشی کا حکم دے دیا۔ اور روس اور ترک میں لڑائی بظاہر اٹل ہو گئی۔ زار نے بابعالی کے عزم سے گھبرا کر فرانس سے درخواست کی کہ یا تو وہ روس کے ساتھ اتحاد کر لے۔ یا کم از کم بیچ بچاؤ کر کے ترکی کو لڑائی سے باز رکھے۔ فرانسیسی سفیر ڈی بوناک اوس وقت وزیر کا بڑا گہرا دوست بنا ہوا تھا اور دونوں ہمسایہ سلطنتوں کی پیشقدمی کی روک تھام کے لیئے ملکر تجویزیں سوچا کرتے تھے۔ ڈبرا اپنی طاقت کو محفوظ رکھنے کے لیئے یورپین طاقتوں کے ساتھ لڑائی کرنے سے محترز رہنا چاہتا تھا جیسے ہی ڈبر کی اضطراب و گھبراہٹ کو دیکھا تو فرنچ سفیر کو روس و ترکی میں ثالث بن کر امور متنازعہ کو فیصلہ کر دینے کا ایما کیا۔ بوناک نے اپنی گورنمنٹ کو اس معاملہ کی خبر کی۔ مگر کارڈینل ڈیو بوا[2] نے کوئی ہدایت نہ دی۔ اسپر اوس نے اپنی ذمہ واری پر ثالثی کو منظور کر لیا کیونکہ ایک تو وہ وزیر کا ہمخیال تھا اور دوسرے اوسے بحیثیت ثالث بابعالی کو مزید علاقے دلاسکنے کا پختہ یقین تھا۔ چنانچہ اوس نے مصداق مال مفت دل بیرحم ایک تیسری سلطنت کے وسیع علاقہ کو دونوں میں بانٹ کر انمیں معاہدہ تقسیم کرا دیا جسپر ۱۷۲۴ء اور بقول بعض ۱۷۲۳ء میں دستخط کئے گئے۔ دربار فرانس نے اس کارروائی سے ناراض ہو کر ۱۷۲۵ء میں اوسے واپس بلا لیا۔ اور مارکوئس ڈانڈریزیل کو اوسکی جگہ مقرر کر کے نئے سفیر کو فرنچ ثالثی کو ترک اور روسی چالوں اور ارادوں کی مزاحمت کرتے رہنے کا حکم دیا۔

اس معاہدہ کی رو سے روس کو وہ ایرانی صوبے جو بحیرۂ خضر کے کنارہ کنارہ ترکمانوں کے علاقہ سے لیکر دریائے ارس و ارس کے محل اتصال اور پھر وہاں سے دربند تک پھیلے ہوئے تھے دیئے گئے۔ اضلاع استرآباد، مازندران، گیلان، شروان کا کچھ حصہ اور داغستان روس کا حق قرار دیئے گئے۔ اور جو علاقے پرانی ترکی سرحد اور اوس فرضی خط کے درمیان تھے جو دریا کور اور ارس کے

---

[1] زار بیس ہزار باقاعدہ لشکر اور کئی ہزار قزاق (کاسک) اور قلماق ہمراہ لیکر ۲۹ جولائی ۱۷۲۲ء کو دریائے والگا کے دہانے سے روانہ ہو کر براہ سمندر (بحیرۂ خضر) چار اگست کو بندر داغستان پہنچا۔ اور اوس پر قبضہ کر کے چند دنوں کے بعد بندر دربند پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور پھر ہشترخان میں جا کر موسم سرما وہاں بسر کیا۔ (مؤلف)

[2] ولیم ڈوبوا۔ ایک غریب عطار کا بیٹا تھا۔ وہ ۱۶۵۶ء میں فرانس کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں پیدا ہوا۔ رفتہ رفتہ ترقی کرتا ہوا پہلے ڈیوک آف اورلینز کا پرائیویٹ سکرٹری اور پھر ۱۷۱۸ء میں وزیر ۱۷۲۱ء میں کارڈینل اور ۱۷۲۲ء میں وزیر اعظم اور مختار کل ہو گیا اوس کے زمانہ وزارت میں شاہ فرانس اور اوس کا دربار عیاشی و خرابائی میں اور بھی زیادہ غرق ہو گیا۔ وہ نہایت قابل شخص تھا مگر عیش پرستی طمع اور جاہ طلبی نے سب قابلیتوں پر پانی پھیر دیا ہوا تھا۔ وہ ۱۷۲۳ء میں فوت ہوا۔

(مؤلف)

محل انصاف سے سیدھا اردبیل۔ تبریز۔ ہمدان اور کرمانشاہ کو کھینچا گیا تھا۔ وہ ٹرکی کا حصہ قرار دیئے گئے۔ دونوں سلطنتوں نے وعدہ کیا کہ وہ ایک دوسری کو ان علاقوں کے حصول و فتح میں مدد دینگی۔ ایران کا باقی علاقہ طہماسپ کیلیے چھوڑا گیا۔ لیکن اگر وہ اس قرارداد کو تسلیم نہ کرے تو ممالک منقسمہ پر تصرف کر لینے کے بعد باقی ملک پر کسی اور شخص کو جو قابل ہو ایران میں امن قائم رکھنے کیلئے بادشاہ بنایا جاوے۔ معاہدہ میں یہ بھی شرط کیگئی کہ کوئی فریق محمود کے ساتھ صلح نہ کرے گویا یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایران میں افغانی تسلط دونوں کے مقاصد کے منافی ہے۔ دونوں سلطنتوں نے معاہدہ کی تکمیل سے پہلے ہی ایران کو لاوارث ملک پر چڑھائی کر دی ہوئی تھی۔ روسیوں نے معاہدہ میں بڑی چالاکی سے کام لیا تھا۔ انہوں نے اپنے حصہ میں وہ علاقے لیئے جن پر انکا ایک طرح سے عملی تصرف ہو چکا ہوا تھا۔ اور ٹرکی کو وہ علاقے دیئے گئے جن کے ابھی بہت تھوڑے حصہ پر انکا قبضہ ہوا تھا تاہم عثمانیوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں جارجیا کا حصہ کثیر فتح کر کے صوبجات منگریلیا امریشیا۔ گوریل اور دیگر علاقجات کو، قافقاس میں جو بحیرہ اسود کے مشرق میں ہیں اپنی پوزیشن اور اقتدار کو مستحکم کر لیا۔ یہ علاقے گو عرصہ دراز سے سلطان کے باجگذار رہا کرتے تھے مگر عملی طور پر اب سے پہلے سلطان کی حکومت وہاں محض برائے نام تھی۔ ان فتوحات کے بعد قلیل مدت میں بغداد کے سرعسکر احمد پاشا اور ٹرکی افواج مقیمہ آرمینیا کے سپہ سالار نے کل کردستان تبریز[1]۔ ہمدان اور کرمانشاہ کو فتح کر لیا۔ اور وہ کل صوبجات جو بروئے معاہدہ انکے حصہ میں آئے تھے۔ باب عالی کے تصرف میں آ گئے۔

ابھی لڑائی جاری تھی کہ زار پیٹر ۱۷۲۵ء میں مر گیا۔ اور اسی سال اوسکی جانشین قیصرہ کیتھرائن نے ٹرکی کے برخلاف آسٹریا سے اتحادی عہد نامہ کیا جس کی ایک شرط ایک مدت تک دنیا پر ظاہر نہیں کیگئی۔ اس شرط کی رو سے دونوں سلطنتوں نے آپس میں باہمی اقرار کیا کہ انمیں سے جب کوئی ایک ٹرکی سے نبرد آزما ہو تو دوسری اوسکی مدد کرے گی۔ اور ہر دو فریق میں سے کبھی کوئی بالعمل سے جداگانہ مصالحت نکریگا۔ مشرقی یوروپ کی تاریخ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ روس اور آسٹریا دونوں اس شرط کی ایک پوری پوری تعمیل کرتے رہے ہیں ۱۸۷۷ء کی محاربہ روم و روس میں آسٹریا کو ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر بوسنیا اور ہرزی گوینا کے دو زرخیز صوبے جو ٹرکی سے مل گئے تھے اوسکا باعث بھی در اصل یہی قدیمی خفیہ عہد و پیمان تھا۔ اس معاملہ میں انگلستان نے بھی آسٹریا کی پوری مدد کی تھی۔ بلکہ بظاہر اس انتقال کا محرک بھی وہی ہوا تھا۔ لیکن یہ سب ظاہر داری کی باتیں تھیں۔ مگر بے ایمانی کا عوض خواہ بہت دیر بعد ملے ملنا ضرور ہے۔ چنانچہ آسٹریا کو اس کا بدلہ ملنا شروع ہو گیا ہے۔ مکر و فریب اور غصب و زور سے متضاد عناصر اور مختلف العقیدہ اور مختلف الجنس اقوام کو محکوم و مطیع کرنے کی پالیسی اپنا رنگ دکھلانے لگ گئی ہے۔ اور اس امر کا پختہ احتمال بلکہ یقین ہو رہا ہے

[1] تبریز کے باشندوں نے اس محاربہ میں کمال شجاعت دکھلائی۔ اور صرف اس شرط پر شہر کو حوالہ کرنا منظور کیا کہ انہیں معہ عیال و اطفال اور سامان حرب و ضرب شہر سے نکل جانے کی اجازت دیجائے۔ ترکی سپہ سالار جس کے کئی ہزار آدمی محاصرہ میں ہلاک ہو چکے تھے بمجبوری یہ شرط ماننی پڑی۔ مؤلف ۱۲

کہ فرمانروائے حال قیصر جوسف کو مرتے ہی آسٹریا کا کل شیرازہ پراگندہ ہو جاویگا۔ روس میں ابھی اس امر کے آثار بالبداہت دکھائی نہیں دیتے۔ مگر اس سے اونکی عدم موجودگی ثابت نہیں ہو سکتی۔ اعمال قبیحہ کا تخم گو عرصہ دراز تک زیر زمین مکنون رہے مگر وہ ضرور پھوٹتا اور پھیل لاتا ہے۔

زار کے مرنے سے روسی فتوحات کا سیلاب کسیقدر دھیما پڑ گیا تھا مگر ترکی پیشقدمی برابر جاری رہی۔ کرمانشاہ مراغہ اور ارومیہ کی فتح سے فارغ ہو کر احمد پاشا نے صفہان کا عزم کیا۔ مگر دربار عثمانی سے حکومت اشرف کو ناامیدی ہو چلی تھی۔ اوس نے قسطنطنیہ سفیر روانہ کیا کہ شیعہ اور نصاریٰ کی سعی اتفاق کر کے سنت جماعت بادشاہ سے مصروف پیکار ہونا شایان خلافت نہیں ہے۔ علما اور عوام مسلمین پر اشرف کا یہ جادو کارگر ہو گیا مگر رجال حکومت نے حیلے بہانے کر کے سفیر کو بے نیل مرام رخصت کر دیا۔ اشرف جس نے ایک سال کے اندر اپنے مقبوضہ علاقہ کی اندرونی اصلاح کر کے اپنی طاقت خوب مضبوط کر لی ہوئی تھی۔ فوج لیکر ترکوں کے مقابلہ کیلئے اصفہان سے روانہ ہوا۔ اور صفہان سے چندرہ کوس کے فاصلہ پر ایک ترکی دستہ پر جس میں دو ہزار سپاہی تھے۔ اچانک حملہ آور ہو کر سب کو تہ تیغ کر دیا۔ اس فتح سے افغانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور دوسری ترکوں کی پست ہو گئی۔ ترکی سپہ سالار اپنی فوج کو پیشقدمی سے روک کے اوسکی حفاظت کیلئے خندقیں اور مورچے تیار کرنے میں مشغول ہو گیا۔ اشرف نے ایک طرف تو ترکی فوج میں خفیہ جاسوس بھیجے کہ کرد امرا کو ترغیب وانعام واکرام کے مثلا سے ترکوں سے منحرف کریں۔ اور خود ترکوں میں یہ مشتہر کریں کہ یہ لڑائی خلاف مذہب ہے اور دوسری طرف بظاہر چار مشائخ جو زہد و تقویٰ میں مشہور تھے سفیر بنا کر احمد پاشا کے پاس بھیجے جب یہ پاشا مذکور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان میں سے ایک نے اس طرح سلسلہ سخن آغاز کیا کہ ہمارا بادشاہ اشرف دریافت کرتا ہے کہ تم کیوں ان مسلمانوں سے جنہوں نے حکم خدا کے موافق روافض کی حکومت کی بیخ کنی کی ہے لڑائی کرتے ہو۔ اور کس وجہ سے تم نے پیرو رسول کو اپنے ملک سے جو انہیں کا اور قواعد نسایہ کی رو سے انہیں کا حق ہے محروم کر کے اپنے نصاریٰ کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ اگر تم نے بے انصافی سے کام لیکر لڑائی پر مصر رہے اور اس طرح سے تم نے اپنے بھائی مسلمانوں کو دفاع و مقابلہ پر مجبور کیا تو اس معرکہ میں مسلمانوں کا جو خون گرے گا وہ تمہاری گردن پر ہوگا۔"

احمد پاشا نے یہ دیکھ کر کہ اس گفتگو کا اثر جملہ حاضرین کے دل پر ہو گیا ہے۔ جواب دیا کہ سلطان المعظم کی حکومت جانشین خلفا اور والی امر ہے۔ ہمہ وجوہ سب مسلمانوں پر واجب ہے۔ پس اشرف کو بھی جو کہ از مسلمین ہے اوس کی اطاعت کرنی واجب ہے یا تو اپنی نافرمانی کی سزا اٹھانی پڑے گی۔"

ہنوز بحث ختم نہیں ہوئی تھی کہ اذان کی آواز سنائی دی اور طرفین نماز ادا کرنے کو اٹھ بیٹھے۔ ادائے فریضہ کے بعد اشرف کے سفیرین نے اتفاق مسلمین اور اجتماع قلوب متحدین کیلئے خداوند کریم سے دعا مانگی۔ الغرض مشائخ کی گفتار و کردار سے اشرف کی حسب لخواہ ترکوں کے دلوں پر اثر ہو گیا چنانچہ جب وہ رخصت ہوئے تو اکثر کرد امرا کسیقدر ترکی بھی مشائعت کر کے کچھ دور تک ساتھ گئے۔ اور انکی تسلی کی ہے جنگ میں جو خلاف شریعت ہے وہ کبھی پیشقدمی نہیں کریں گے۔ احمد پاشا نے یہ رنگ

دیکھکر لڑائی مین توقف کرنا خلاف مصلحت سمجھا۔ اُس کے پاس ساٹھ ہزار فوج اور ستر توپین تھین۔ لشکر افغانان اِس سے نصف اور انکے پاس صرف چالیس زنبورکین تھین۔ جو اونٹون پر رکھی ہوئی تھین مگر کچھ ترکی فوج پیدل ہی ہو رہی تھی اُسکو شکست فاش ملی۔ اور بارہ ہزار ترک میدان جنگ مین ہلاک ہوئے۔ اشرف نے افغانون کو ہزیمت یافتہ فوج کا تعاقب نہ کرنے دیا کیونکہ وہ عثمانیون کے ساتھ لڑائی جاری رکھنے کو قرین مصلحت نہین سمجھتا تھا۔ احمد پاشا اپنے توپخانہ کا کچھ حصہ اور کل اسباب لشکر میدان جنگ مین چھوڑکر کرمانشاہ کو بھاگ گیا تھا۔ اشرف بھی اسکے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ مگر اپنے لشکر کو کوئی زیادتی نہ کرنے دی جب احمد پاشا کرمانشاہ سے بغداد کو بھاگ گیا تو اشرف نے پیغام بھیجا کہ مین مسلمانون کے مال کو۔ گو اونسے حملہ کی حرکت سرزد ہو گئی ہو تاراج کرنا جائز نہین سمجھتا۔ اور نہ اپنے سلطانی نام کو راہزنی کے لقب سے بدلنا چاہتا ہون۔ احمد پاشا اپنا گماشتہ بھیجدیجئے بلکہ آلات حرب و سامان جنگ کے سوا اوس کا اور اوس کے لشکر بھر کا کل اسباب (نقد و جنس) اوس کے حوالہ کر دونگا یعنی اشرف نے اپنے قول کو پورا کر دیا۔ اور عثمانیہ اسیران جنگ کو بھی رہائی دیدی۔ اِس سے باب عثمانیہ مین اوسکی ایسی نیکنامی ہو گئی کہ رجال حکومت کو جن کے پاس طہماسپ نے بھی پیشنہاد معاہدہ تقسیم کو قبول کر لینے کا پیغام بھیجدیا تھا مجبوراً اشرف سے صلح کر لینی پڑی۔ شرائط یہ قرار پائین:۔

اشرف سلطان کو اولو الامر تسلیم کرے اور اوس کے عوض اشرف کو بادشاہ ایران تسلیم کیا جائیگا جسقدر ایرانی صوبجات ترکون کے تصرف مین ہین وہ ہمیشہ کے لیئے ٹرکی کے سمجھے جائین۔ تمام کردستان و خوزستان کچھ حصہ آذربائیجان کا اور چند شہر عراق عجم کے اور شہر سلطانیہ و طہران بھی علاقہ مفوضہ مین داخل تھے۔ انکے علاوہ دیگر چند شرائط یہ تھین۔ جنگ مین جو توپخانہ افغانون کو ملا وہ واپس کر دیا جائے۔ اور اشرف ہر سال حاجیون کا قافلہ مکہ معظمہ بھیجا کرے۔ الغرض اشرف نے جو صلح کی تھی وہ ہر طرح سے قابل تحسین اور عین مقتضائے وقت کے موافق تھی مگر افسوس مسلمانون کی بدقسمتی سے ایسا قابل نوجوان زیادہ عرصہ بر سر حکومت اور زندہ نہ رہ سکا۔ طہماسپ کے جرنیل نادر نے جلدی ہی افغانون کی مختلف فوجون کو جو دار الخلافہ سے باہر صوبون مین مامور تھین شیعہ اہالی ملک کی مدد سے تہ تیغ یا منتشر کر دیا اور ۱۷۲۹ء مین اشرف اور کلہ افغان امراء اصفہان سے بھاگ گئے۔ اشرف اور اکثر پٹھان سردار رستون مین بھٹک بھٹک کر یا دشمن یا منافق دوستون کی تلوارون سے ہلاک ہو گئے اکثر افغان غلام اور بردہ بنائے گئے۔ اور معدودے چند ترکی علاقہ مقبوضہ تک باعزت پہنچ جانے مین کامیاب ہو گئے جہان وہ محنت و مشقت کر کے شکم پوری کرنے لگے ٭

سلطان احمد کا عزل

نادر کی فوج افغانون کے تعاقب سے ابھی ستالی نہ تھی کہ اُسنے ترکون پر حملہ کر دیا۔ اور اوّل صحرائے ہمدان مین اون کے دو لشکرون کو پے در پے شکستین دیکر ہمدان اور اوس کے علاقہ کو غنیم سے مستخلص کرا لیا۔ بعد ازان آذربائیجان کی طرف جا کر تبریز۔ اردبیل اور تمام بڑے بڑے شہرون سے ترکون کو نکالدیا۔ اور آبروان پایہ تخت آرمینیا کا محاصرہ کر لیا۔ اتنے مین اوسے اپنے بھائی ابراہیم خان حاکم خراسان کا خط ملا کہ ہرات کے

افغانون نے نادرہ قسا د منتقل کر دیا ہو جس پر وہ اریوان کو غیر مفتوح چھوڑ کر فی الفور ہرات اور فراہ کی طرف روانہ ہو گیا جب ان ایرانی فتوحات کی خبر قسطنطنیہ مین پہنچی تو وہان ہلڑ مچ گیا۔ وزیر ابراہیم لڑائی سے بچنا چاہتا تھا۔ اوس نے صلح کے لیئے نامہ و پیام کی کوشش کی جب اسمین کامیاب نہ ہوا۔ تو باندوہ تاسف دلی فوجی تیاریون مین مصروف ہو گیا ینگچری اسکی اس تساہل سے آزردہ ہو گئے۔ اور اون کو شک ہو گیا کہ وزیر دشمنون کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ علاوہ برین احمد کی نفضول خرچی اور عیش پرستی سے بھی لوگ ناراض ہو رہے تھے۔ اس شکست نے بارود کو چنگاری لگانے کا کام دیا۔ ۲۰ ستمبر ۱۷۳۰ء کو (محرم ۱۱۴۳ھ) ، ینگچریون نے پٹرونا خلیل (البانوی) کو اپنا سردار بنا کر علم بغاوت برپا کر دیا۔ باغیونکی جمعیت چند گھنٹون مین رعایا اور دیگر سپاہیون کو ملجانیسے ہزارون تک پہنچ گئی۔ مفسدون نے وزیر اعظم مفتی اور قپودان پاشا کو چوبیس گھنٹون کے اندر قتل کرا دیئے جانیکا مطالبہ کیا۔ سلطان نے اپنے بچاؤ کے لیئے اس مطالبہ کو قبول کر لیا اور باغیون نے ابراہیم کو قتل کر دیا۔ مگر باغیون کا جوش اس پر بھی فرو نہ ہوا جب سلطان نے خود بخود تخت چھوڑ دیا۔ اور اپنے بھتیجے محمود کو خود تخت پر لا کر بٹھلا دیا۔ اور اوسکی بیعت کی۔ بعد ازان آپ انہی کمرون مین چلا گیا۔ جہان سے اوس کا بھتیجا لایا گیا تھا۔ اور چند برسون کی نظر بندی کے بعد برضائے الٰہی (اور بقول بعض زہر ملنے سے) ملک عدم کو چلدیا۔ اس کے عہد مین ایک سو چالیس مرتبہ قسطنطنیہ مین آگ لگی۔ اور آتش زدگی مین اکثر مکان خاک سیاہ ہو جاتے رہے۔

احمد کے ۲۷ سالہ عہد حکومت مین گو ٹرکی کو محاربہ آسٹریا مین سخت صدمات برداشت کرنے پڑے تاہم فی الجملہ اسکی حالت چندان بُری نہ رہی۔ آزاف و موریا کی واپسی اور ایرانی صوبجات کی فتح سے بلگریڈ وغیرہ کے قبضہ سے نکلجانیکی بہ جو بی تلافی ہو گئی تھی اور داماد ابراہیم پاشا کے حسن قابلیت سے عثمانیہ سلطنت کی مالی حالت بہت عمدہ ہو گئی تھی۔ اور خوبی یہ تھی کہ سنگین ٹیکسون یا جبر و ستم سے مطلق کام نہین لیا گیا تھا۔ احمد اور اسکا آخری وزیر دونون علم و ہنر کے فیاض محسن و قدر شناس تھے۔ نیز اول نفتی قسطنطنیہ مین پہلا مطبع اسی سلطان کے عہد مین قایم ہوا۔ حالانکہ فاسٹ کی اس اختراع و ایجاد سے یورپ عرصہ دراز سے متمتع رہا تھا۔ دو بادشاہ (چارلس دوآل سویڈن اور سٹانس لاس والئی پولینڈ) کئی برس اس کے مہمان رہے۔ بدقسمتون اور حیرانون نیسون کے لیئے اس کی سلطنت کل دنیا مین مامن و ملجا مشہور تھی۔ قسطنطنیہ مین اسنے کئی عالیشان عمارتین تعمیر کرائین اور مفید انجمنین قایم کین جن مین سے خاص طور پر قابل ذکر ایک تو محولہ بالا مطبع۔ اور چار کتب خانے ہین۔ وزیر ابراہیم کے حسن انتظام سے جو ۱۷۱۸ء سے ۱۷۳۰ء تک برسرکار رہا۔ ملک کے اندر حیرت انگیز امن رہا۔ البتہ سرحدی صوبون مین بالعموم فتنہ و فساد ہوتے رہے مصر اور عرب تو ہمیشہ سے مخزن فساد چلے آتے تھے۔ بحیرہ اسود کے شمال اور مشرق کی طرف کے صوبون مین بھی بے بکثرت بدامنی ہوتی رہی۔ بالخصوص کوبن کے ترغالی قبایل مین تقریبا ہر وقت خانہ جنگی ہوتی رہی۔ بحیرہ اسود اور بحیرۂ خضر کے

سلہ لکڑی کے تختون پر سے چھاپنے کا رواج تیرھوین صدی عیسوی مین بھی یورپ مین موجود تھا۔ ٹائپ کی ابتدائی اختراع ۱۴۴۰ء مین ہوئی تھی۔

درمیانی ممالک کا امن روس اور بابعالی کے مقابل دعاوی سے اور بھی مخدوش ہو گیا۔ کیونکہ ۱۸۲۳ء کے معاہدہ تقسیم کی رو سے دونوں سلطنتوں کی حدود کی تعیین کرنا مشکل امر تھا۔

چنانچہ احمد کے جانشین کے عہد کے شروع ہی میں یعنی ۱۸۳۱ء میں روس اور ٹرکی کے درمیان علاقہ کبرطاس کے چرکسی باشندوں پر استحقاق حکومت کے متعلق سخت تنازعہ برپا ہو گیا۔ یہ علاقہ بحیرہ اسود اور خضر کے درمیان جس کے وسط میں دریائے ترک کے قریب واقع ہے۔ روسیوں نے دعوے کیا کہ یہ اونکا علاقہ ہے۔ دلیل یہ پیش کی کہ چرکس درصل علاقہ یوکرین کے کاسک (قزاق) تھے۔ جو وہاں سے روسی قصبہ ترکی کے قرب وجوار میں جا بسے۔ اور اس شہر کے نام سے اپنا نام ترکس یا چرکس رکھ لیا۔ وہاں سے وہ کوبن کے قرب وجوار میں چلے گئے۔ مگر مذہب بدستور عیسائی رکھا اور زار کے مطیع رہے۔ اس علاقہ میں کریمیا کے تاتاریوں کے جبر و تشدد سے اونہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اور یہ جا تب شرق کبرطاس کو چلے گئے۔ پس روس کو برابر اپنی اصل بادشاہ کی رعیت اور اون کے علاقہ کو روسی علاقہ تصور کرنا چاہیے۔ مگر ترک اس عجیب و غریب منطق سے قایل نہ ہوئے جن کے پاس ایک بہت بڑی سند یعنی خود زار کا خط موجود تھا۔ جو اوس نے تنازعہ مذکورہ سے نو برس پہلے لکھا تھا۔ اور اسمیں چرکسوں پر سلطان کی حکومت کو تسلیم کیا تھا۔

ہوسپودار اور خاندان فناریان

اسی سلطان کے عہد میں صوبجات ڈینیوب کی حکومت میں اہم تبدیلی کی گئی اب تک بابعالی والیشیا اور مالڈیویا کے امرا میں سے ہی ان صوبوں پر گورنر مقرر کرتا رہا تھا۔ ۱۷۱۱ء کے محاربہ پروتھ کے بعد جس میں شہزادہ کانٹی مر نمک حرامی کر کے روسیوں کے ساتھ مل گیا تھا یہ دستور موقوف کر دیا گیا۔ اور قسطنطنیہ کے یونانیوں میں سے ان صوبوں کے گورنر مقرر کیئے جانیکا قاعدہ مقرر کیا گیا۔ یہ لوگ عموماً متمول یونانی خاندانوں میں سے منتخب کیئے جاتے تھے۔ یہ خاندان قسطنطنیہ کے محلہ فنار میں آباد تھے۔ اور عیسائی رؤسا شمار ہوتے تھے۔ بابعالی ان لوگوں کو اون کے عیسائی مذہب ہونے کے باوجود اکثر اہم محکموں میں اعلےٰ درجہ کے عہدوں پر مامور کیا کرتا تھا۔ اور آج زمانہ بھی اوسی طرح مسلمان حکمران بدستور پورا اعتبار و بھروسہ کرتے ہیں۔ یہ قاعدہ ۱۸۲۱ء تک جاری رہا۔ اس زمانہ کو جس میں یونانی وائسرائے ہوتے رہے اہالی مالڈیویا اور والیشیا اپنی تاریخوں میں زمانہ فناریان لکھتے ہیں۔ روایتی حکام کی بے ایمانی کا سیدھا سادہ اور موثر علاج وہی تھا جس پر پہلی جلد میں بحث ہو چکی ہے یعنی ان صوبوں کو باقاعدہ ملحق کر کے اونمیں بھی وہی نظم و نسق جاری کر دیا جاتا جو دیگر ترکی صوبوں میں تھا۔ اور اون پر مسلمان گورنر مقرر کر دیئے جاتے۔ مگر پابندی عہود اوس وقت بھی مانع ہوئی۔ اور بابعالی کو مجبوراً عیسائی گورنر ہی مقرر کرنے پڑے جن کی بے ایمانیوں اور بیہودہ کارروائیوں سے ٹرکی کو پہلے سے زیادہ نقصان اوٹھانے پڑے۔ ان نقصانات کے متعلق مناسب موقعہ پر مفصل تحریر کیا جانا ہی گا۔

+

باب ہشتم

محمود اوّل۔ محاربہ ایران۔ طوپال عثمان۔ محاربہ وصلح ایران۔ نادر کی دوراندیشی اور نیک تجویز۔ پولنڈ کی حمایت مین فرانس کا لڑائی کرنا۔ روس آسٹریا کی حملہ آوری۔ کریمیا پر روسی فوجکشی۔ آسٹریا پر ترکون کی چیرہ دستی۔ فرانس کی ڈپلومیٹک کارروائی۔ عہدنامہ بلغراد فرانس کا اقتدار۔ سویڈن سے عہدنامہ ۱۷۴۰ء کی امتیازات۔ محاربہ ایران۔ محاربہ وراثت تخت آسٹریا۔ ترکی کی صلح آمیز پالیسی۔ ورجینات فرانس و ترکی۔ روسی تعصّب۔ صوبجات نیوب کے نئے گورنرون کی بداعمالیان و شاہیون کی ابتداء۔ سلطان محمود کی وفات۔ عثمان ثالث کا مختصر اور پامن عہد حکومت۔ فرانس کی پالیسی مین تغیر۔ مقامات متبرکہ و بیت المقدس۔

سلطان محمود کو باغیون اور نیز ارکان دولت نے بھی بادشاہ تسلیم کرلیا۔ مگر کئی ہفتون تک سلطنت کا قبضہ فرمانروا باغیون کا گروہ تھا۔ پندرہ دن تک قسطنطنیہ مین چارون طرف تہلکہ رہی اور اس اثنا مین کئی باغ اور محل جو سابق سلطان نے یوروپین طرز پر بنوائے تھے تباہ و مسمار کردیئے گئے۔ چنانچہ جب نیا سلطان رسم شمشیر بندی کے لیے مسجد ایوبیہ کو گیا تو باغیون کا سرغنہ پٹرونا خلیل اسکے ہمراہ تھا۔ اسی کی لبرینگیجری کے حکم سے کئی اہلکار اور عہدہ دار برطرف کئے گئے۔ اور اسکی حسب پسند نئے مقرر کئے گئے۔ مگر اوس نے وضع بالکل نہ بدلی اور وہ سلطان کے سامنے عام سپاہی کی وردی مین گھٹنون تک ننگا حاضر ہوتا رہا۔ ایک یونانی قصاب یاناکی نے جسے پہلے کسی وقت تھوڑا سا قرضہ دیا تھا اور بغاوت کے پہلے تین دنون مین بھی اوس کی مالی امداد کی تھی۔ پٹرونا نے اوس کے صلہ مین دیوان کو اوسے مالڈیویا کا ہوسپوڈار مقرر کرنے پر مجبور کیا۔ دوسرے باغی سرغنے بھی شورہ پشتی مین خلیل سے کچھ کم نہ تھے تھوڑے ہی دنون مین انکی سینہ زوری اور متمردانہ روش حد برداشت سے متجاوز ہوگئی۔ خان کریمیا قسطنطنیہ آیا ہوا تھا اوسے بھی انہون نے معزول کردینے کی دھمکی دی۔ یہ دھمکی اون کے حق مین مہلک ثابت ہوئی۔ ارکان دولت پہلے ہی انکی بیخکنی کی فکر مین تھے۔ خان کی اعانت سے اونکی طاقت مضبوط ہوگئی۔ اور وزیر اعظم مفتی اور آغائے ینگچریان گورنمنٹ کو اس [illegible] محکومی کی مخلصی دلانے مین کامیاب ہوگئے۔ دیوان کے جلسے کے بعد جس مین خلیل نے روس کے ساتھ اعلان جنگ کردینے پر بہت زور دیا تھا

سلطنت کو خود سلطان کے سامنے قتل کر دیا۔ بعد ازان اُسکو زبانی دوست پاناکی اور جن لوگون نے اوسکی امداد کی تھی اُنمین سے بھی سات ہزار آدمیون کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ فوج کے اکثر افسر رشک وحسد کے باعث خلیل سے بگڑ گئے ہوئے تھے۔ اونکی امداد سے سلطان کے طرفدارون نے باغیون کی جماعت کو جو نئے سر ہو رہی تھی بآسانی تباہ و معدوم کر دیا۔ اور اسطرح سے دو مہینون کے بعد سلطنت کو اس بلا سے رہائی مل گئی۔ بعض ترکی مورخون کا بیان ہے کہ قبالوق وزیر اعظم نے باغیون کی بیخکنی مین نہایت سختی سے کام لیا جیسا کہ تھوڑے عرصہ مین اُنکے حکم سے پندرہ ہزار آدمی بر سر بازار پھانسی دیدئے گئے۔ یا گھرون مین قتل کئے گئے۔

محاربہ ایران

نادر کے ہرات کی طرف چلے جانے سے ترکون نے اپنی حالت پھر سنبھال لی تھی۔ اور ایران سے نکال اُسے چند خفیف سی فتوحات بھی حاصل ہو گئی تھین۔ نادر نے سلطان محمود کی تخت نشینی کی خبر پاکر اپنے بیٹے رضا قلیخان کو بطور سفیر قسطنطنیہ بھیجا۔ اور مطالبہ کیا کہ بابعجال آذربائیجان کو خالی کر دے۔ طہماسپ نے بھی جلوس تخت پر سلطان کو تہنیت نامہ ارسال کیا۔ لیکن رضا قلی کی سفارت کا نتیجہ ابھی معلوم نہ ہوا تھا۔ اور نیز نادر ابھی تک ہرات کے محاصرہ مین ہی مصروف تھا کہ شاہ مذکور نے درباریون کی خوشامد و تملق آمیز باتون مین آکر اریوان کے محاصرہ کیلئے پیشقدمی کر دی۔ فریقین مین ہمدان کے قریب خوب گھمسان کی مگر مختصر سی لڑائی ہوئی۔ ترکی رسالون نے ایرانی رسالون کو تہ تیغ کر کے ایرانی فوج پیدل کے دونون بازوؤن پر دھاوا کر دیا جس سے اوسکی صفین پراگندہ و درہم برہم ہو گئین۔ اور وہ کل توپخانہ۔ گولہ بارود۔ اور سامان میدان مین چھوڑ کر فرار ہو گئی۔ اور اہالی ہمدان نے دوسرے دن فاتحین کی اطاعت قبول کر لی اور محاربہ سابقہ یعنی سال گذشتہ مین نادر کی صداقت و شجاعت سے جو کچھ حاصل ہوا تھا وہ طہماسپ کی ناتجربہ کاری اور کم عقلی سے ایک مہینہ مین ہاتھ سے نکل گیا۔ طہماسپ لو ایک ہی شکست کھا کر صلح کی التجا کر دی۔ اور ترکی مدبرین نے غالباً اس خوف سے کہ کہین نادر مشرقی ایران سے نئی فوج لیکر نہ آنکلے۔ اس معاملہ مین زیادہ توقف نہ کر کے نرم شرائط پر صلح کر لی۔ اس معاہدہ پر جو احمد پاشا والیئے بغداد کی وساطت سے ہوا تھا۔ ۱۰ جنوری ۱۷۳۲ء کو دستخط ہوئے۔ اس کی رو سے شمالمغربی علاقہ مین دریائے ارس دونو سلطنتون مین حد فاصل قرار دیا گیا۔ یعنی داغستان۔ کرسلی۔ نخجیوان۔ اریوان اور تفلیس ترکون کے پاس رہے۔ اور تبریز۔ اردبیل ہمدان اور کل لارستان ایران کو واپس مل گئے۔ البتہ ضلع کرمانشاہ مین سے پانچ محال احمد پاشا کے حسن مسالمت کے صلہ مین اوس کے زیر حکومت صوبہ یعنی بغداد مین شامل رہنے دیئے گئے۔ اس معاہدہ سے نہ تو ترک خوش ہوئے نہ ایرانی۔ ان شرائط کا علم عام پر جن کی کُنہ طہماسپ یا عوام ترکون کو معلوم نہ تھی۔ ٹرکی مین اسقدر عام ناراضگی پھیل گئی۔ کہ سلطان کو مجبوراً اپنا وزیر اعظم اور شیخ اسلام جو مصالحت کرلینے پر سب سے زیادہ سرگرم اور مُصر تھے موقوف کر دینے پڑے۔ ایران مین ٹرکی سے زیادہ ناراضگی پھیل رہی تھی۔ جو اس وجہ سے اور بھی بڑھ گئی تھی کہ ایرانی اسیران جنگ کی رہائی کے متعلق معاہدہ مین کوئی ذکر نہین تھا۔ نادر کو جب اس معاملہ کی خبر پہنچی تو اُسنے اس عام ناراضگی اور طہماسپ کی حماقت سے اپنے ارادہ کو جو وہ برسون سے دل مین چھپائے ہوئے تھا۔ پورا کرنے کا عمدہ بہانہ ملگیا۔ اوس وقت وہ افغانون کی سرکوبی اور فتح ہرات سے فراغت پا چکا ہوا تھا

اوس نے جمیع اہالی ایران کے نام ایک فرمان اعلان کی صورت میں صادر کرکے اوس میں معاہدہ اور معاہدہ کنندہ پر سخت لعنت وملامت کی اور تحریر کیا کہ جن معاہدت کی رو سے ایران کی مملکت بزرگ تر دارین تک محدود ہوجاتے وہ معاہدہ نہین معاندت ہی۔ اور جس مصالحت سے اہالی ملک کا جم غفیر اعدا کے چنگل مین چھوڑ دیا گیا ہو علین مکاوحت (علانیہ دشمنی) ہے۔ یہ معاہدہ حکم خدا اور محبت علی مرتضی کے عین برخلاف ہی جن کے روضہ مبارک کے گرد فرشتے ہر وقت درگاہ باری مین دشمنون کے ہاتھ سی شیعیان علی کی رہائی اور مخلصی کے لیئے التجا کرتے رہتے ہین" اس کے ساتھ ہی ایک سفیر سلطان محمود کے پاس روانہ کیا۔ کہ یا تو ممالک ایران واپس کردو یا لڑائی کے لیئے تیار رہو۔ اودھر احمد پاشا کو بھی اپنی فوجکشی کی خبر کہلا بھیجی مملکت روس سے وہ پہلا اسنے اس شرط پر صلح کرلی ہوئی تھی کہ روسی تمام ایرانی مقبوضات کو چھوڑ دین۔ اس شرط کی ایفاء کی نگرانی کے لیئے دو معتبر سپہ سالار کے مغربی علاقون مین بھیجکر خود اصفہان کا عازم ہوا۔ اور وہان پہنچکر طہماسپ کو سخت ترین جرونو بیخ اور لعن وطعن کرنیکے بعد معزول کردیا۔ اور اوس کے ایک ہشت ماہہ بیٹے کو عباس ثالث کے نام سے تخت نشین کرکے کل مہام سلطنت کو اپنے ہاتھ مین لیلیا۔

طوپال عثمان اس سے فارغ ہوکر نادر نے لشکر جرار سے بغداد پر فوجکشی کردی۔ اسکو احمد پاشا کی قابلیت اور لیاقت کی خبر تھی۔ اور اسلیئے پوری تیاری کرکے گھر سے روانہ ہوا تھا۔ مگر اودھر باب عالی بھی غافل نہ تھا۔ اسنے ایک لاکھ چیدہ فوج طوپال عثمان کی زیر کمان نادر کے مقابلہ کیلیئے بھیجدی۔ نادر احمد پاشا کی فوج کو پیہم شکست دیتا ہوا بغداد پہنچگیا۔ اور اوس کا محاصرہ شروع کردیا۔ مگر طوپال عثمان کے قریب پہنچنے کی خبر ملنے پر بارہ ہزار فوج بغداد کے سامنے چھوڑکر خود اوس کے مقابلہ کے لیئے دریائے دجلہ کے کنارہ کنارہ روانہ ہوگیا۔ طوپال عثمان بغداد سے ساٹھ میل کے فاصلہ پر موضع سامرہ کے قریب خیمہ زن تہا۔ فریقین مین مقام مذکور پر نو گہنٹے تک سخت خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ آخر آٹھ گھنٹون کی لڑائی کے بعد ایرانیون کے پانون اکھڑ گئے۔ اور نادر بھی زخمی ہوگیا۔ مگر اوسکی ہزیمت خوردہ فوج اپنے جرنیل کو ہمراہ لیجانے مین کامیاب ہوگئی۔ یہ لڑائی ۱۹ جولائی ۱۷۳۳ء کو ہوئی۔ اہالی بغداد کو ابھی اس فتح کی خبر نہین پہنچی تھی کہ اونہون نے ایرانی فوج پر حملہ کرکے اسکو تتر بتر کردیا۔

بقول ترکی مورخین اس محاربہ مین ایرانیون کو ساٹھ ہزار اور بقول ایرانی مورخ میرزا مہدی جس نے نادر کے حالات تحریر کیئے ہین بیس ہزار آدمی میدان جنگ مین تلف ہوئے۔

جنگ کی داستان کو کچھ دیر کیلیئے الگ رکھکر اس موقعہ پر طوپال عثمان کے مختصر حالات درج کردینا نامناسب ہوگا اس نیک نہاد ترک کی تعریف مین عیسائی مسلمان کل مورخ یکسان تر زبان ہین۔ گذشتہ صدی کا یہ نامور وزیر اعظم قابل تذکرہ

سلہ چونکہ رعایا کو خاندان صفویہ کی برخلاف برانگیختہ کرنے کے لئے یہی حکمت عملی تھا نادر ترکون پر فوجکشی کرتا تھا۔ نادر اس وقت تک شیعہ تھا لیکن جب طاقت مضبوط کرلی اور خاندان صفویہ کا استیصال کر دیا تو آپ سنت جماعت ہوگئے۔

اور شجاع ہی نہیں بلکہ ایسا شریف الطبع۔ فیاض۔ حق شناس اور نیک طینت تھا کہ مدت العمر تک کسی کا احسان نہیں بھولتا تھا۔ ایک انگریز سیاح مسمی ٹینیسے نے بھی جسنے ۱۸۱۴ء اور ۱۸۱۵ء کے درمیان بلاد مشرق کی سیاحت کی تھی اسکی سوانح عمری تحریر کی ہے جس کے دیباچہ میں وہ تحریر کرتا ہے "میں نے یہ کتاب محض اسلئے لکھی ہے کہ ہم نیک نظیر سے مستفید ہوں کیونکہ تاریخ کا سب سے بڑا فائدہ یہی تسلیم کیا گیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس داستان کے پڑھنے سے ہر شخص کو سچی خوشی حاصل ہوگی۔ ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو احسانمندی کو ایک قسم کی نیک وحشت یا ایسی خو تصور کرتے ہیں جو صرف چھوٹے دل والوں میں پائی جاتی ہے اور انکا مقولہ ہے کہ کیونکہ یہ لوگ کمزور دل ہوتے ہیں انکی کمزوری (یعنی احسانمندی) ہنقدر نشو ونما پاجاتی ہے کہ آخر خود غرضی اور خود بینی پر بھی جس کی کل بنی آدم پرستش کرتے میں غالب آجاتی ہے"

عثمان صوبہ سوریا میں پیدا ہوا اور قسطنطنیہ کے شاہی مدرسہ میں تعلیم پائی جب سے عیسائی بچوں کو لینے کا رواج متروک ہوا تھا سرکاری ملازمت کے قابل بنانے کیلئے ترک اپنے لڑکوں کو عموماً اسی مدرسہ میں تعلیم دلایا کرتے تھے۔ بتدریج ترقی پاتا ہوا ۲۶ برس کی عمر میں وہ بگلر بیگ کے عہدہ پر پہنچ گیا۔ اور باب عالی کیطرف سے خاص سفارت پر مصر کے گورنر کی طرف بھیجا گیا۔ راستہ میں ہسپانوی قزاقوں کے ایک جہاز نے اُسکے جہاز پر حملہ کیا عثمان نے مردانگی سے مقابلہ کیا مگر آخر قزاق غالب آگئے۔ اور اوس کا جہاز پکڑ لیا گیا۔ لڑائی میں عثمان کو ایک ایسا سخت زخم پہنچا جس سے وہ ساری عمر کے لیئے لنگڑا ہو گیا۔ ترکی میں طوپال لنگڑے کو کہتے ہیں تب سے اُسکا نام طوپال عثمان پڑ گیا۔ اندلسی قزاق مال لیتا آلٹا کو لیگئے جہاں ان دنوں مارسیلز کا ایک فرنچ مسمی وِنسنٹ ارناڈ حاکم بندر تھا۔ آرناڈ جہاز پر آکر قیدیوں کو دیکھتا پھرتا تھا جب وہ عثمان کے قریب آیا تو عثمان نے اُسے مخاطب کرکے کہا "کیا تم فیاضی و جوانمردی کا کام کر سکتے ہو؟ مجھے زر فدیہ دیکر چھڑا لو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا کرنے سے خسارہ میں نہ رہو گے" عثمان کی وجاہت اور وضع صحیح سے ٹپکتا تھا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ ارناڈ کو اُسکی گفتگو سے اس امر کا اور بھی یقین ہو گیا اوس نے قزاقوں کے کپتان سے جو ساتھ ہی تھا۔ دریافت کیا اس اسیر کا کیا فدیہ لوگے۔ جواب ملا ایک ہزار سکوان یعنی پانچسو پونڈ اس پر فرنچ نے عثمان سے کہا "میں تمہاری نسبت کچھ نہیں جانتا۔ کیا میں صرف تمہاری زبان پر اعتبار کرکے ایک ہزار سکوان کی جوکھم برداشت کر لوں"

عثمان نے جواب دیا "ایک محض اجنبی کی زبان پر اعتبار نہ کرنے میں تمہیں ملعون نہیں کر سکتا۔ مگر ساتھ ہی میں اسوقت سوائے اپنے حلفیہ قول کے اور کچھ نہیں دے سکتا۔ نہ میں اس امر کی کوئی دلیل پیش کر سکتا ہوں کہ تمکو میرے قول پر اعتبار کر لینا چاہئے۔ تاہم میں تمہیں یہ کہے دیتا ہوں کہ اگر تم نے اس پر اعتبار کر لیا تو تمہیں متاسف نہ ہونا پڑے گا" یہ ایک مشہور مثل ہے کہ دل را بدل راہ باشد۔ آرناڈ پر عثمان کی صاف بیانی اور مردانہ روش نے اپنا پورا اثر کر دیا۔ آخر زر فدیہ میں سے چار سو سکوان کم کرائے اور چھ سو دیکر عثمان کو رہا کرا لیا پھر اُسے ایک عمدہ مکان میں اُتار کر اوس کے زخموں کے مندمل ہونے تک مرہم پٹی کرتا رہا اور جب صحت یاب ہو گیا تو اُسکو مصر پہنچا دیا۔ عثمان نے قاہرہ پہنچکر آرناڈ کو ایک ہزار سکوان بعوض زر فدیہ اور پانچسو کرون (چار

کروڑ کا ایک پونڈ) اور بیش قیمت مورتیں جو بلاد مشرق میں سب سے ممتاز تحفہ متصور ہوتی ہیں بطور ہدیہ ارسال کرین چنددنون
کے بعد نالائقیوں سے صوبہ موریا کو پھر فتح کرنے میں نہایت ناموری حاصل کی۔ اور ۱۸۲۲ء میں صوبہ مذکور کا عسکر مقرر کر دیا گیا۔ اس
عہدہ پر مامور ہونے سے ہی اوس نے آرناڈ کو بیٹے کو مدعو کیا۔ اور دایرہ بخشش تجارت کو کئی ایسی موقع اوس کے اختیار میں دیئے کہ
اوس نے تھوڑے سے عرصہ میں زرکثیر جمع کر لیا۔ اور اُسی بیکر اپنے باپ کے پاس واپس گیا۔ ۱۸۲۵ء میں عثمان ردسیلیا کا گورنر مقرر
ہوا۔ اوس نے اپنے محسن اور اوس کے فرزند کو پھر مقام تیسا میں جو اوس کی گورنمنٹ کا صدر مقام تھا۔ مدعو کیا۔ اور اونکی ایسی عزت
توقیر کی کہ پہلے کسی ترک نے کسی عیسائی کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا تھا۔ رخصت ہوتے وقت آرناڈ نے مدح اور شروعا کے طور پر
یہ آرزو ظاہر کی مجھ امید ہے کہ میں قسطنطنیہ میں وزیر اعظم کی حیثیت سے تم سے ملاقات کرنے کے وقت تک زندہ رہونگا جب ۱۸۳۱ء
میں طوپال کو یہ منزلت بھی حاصل ہو گئی تو اوس نے آرناڈ اور اوس کے فرزند کو پھر مدعو کیا۔ اور کل اعلیٰ اعیان سلطنت کے روبرو
اون کو اپنے محل میں ملاقات کرنے کے وقت بڑے آرناڈ کی طرف اشارہ کر کے کہا " اس فریج کو دیکھو ایک وقت میں قید فرنگ
میں محبوس پابزنجیر ہو میں شہر اور زخموں سے چکنا چور ہو رہا تھا یہی وہ شخص ہے جس نے مجھے زر فدیہ دیکر بچایا۔ یہ شخص میرا
آقا اور محسن ہے جان و مال اور آزادی الغرض جو کچھ میرے پاس اس وقت موجود ہے۔ وہ سب آپکی طفیل ہے۔ بغیر جانے
کے اوس نے میرے واسطے زر خطیر فدیہ میں دیا۔ اور محض میری زبان پر اعتبار کر کے مجھے رخصت کر دیا۔ اور مجھے ایک جہاز بھی دیا
کہ جہاں چاہوں مجھے پہنچا دے عیسائی ترکہا۔ کیا مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا شخص ہے جو ایسی فیاضی دکھا سکے ؟ یہ کہکر اُس شیخ
باپ بیٹا دونوں کے ہاتھ پکڑ لیے اور خلوص دل اور شفقت و مہربانی کے ساتھ اُنسے اونکی خیر و عافیت پوچھی۔ اور دنیاوی کاروبار
کے متعلق دیر تک سوالات کرتا رہا۔ اس رسمی ملاقات کے بعد اوس نے اون کو کئی مرتبہ پرائیویٹ ملاقاتوں کا فخر بخشا جن میں
وہ کسی طرح کے تکلف کے بغیر اس طرح ملتے رہے جیسے دو دوست ملتے ہیں۔ اور واپسی کے وقت اون کو بیش بہا تحائف و
ہدایا سے لاد دیا ہیتھوی وزیر کے اس اظہار تشکر و امتنان پر حسب ذیل برجستہ ریمارک کرتا ہے :-
" اوسکا طریق عمل فی الحقیقت نہایت ہی شریفانہ اور نظیر تھا۔ اوس کے ہر عمل سے صاف ظاہر ہو جاتا تھا کہ اُسکا
دل بھی اور ہمارے دلون سے بالکل وارفع ہے۔ اوس کا یہ برتاؤ بالخصوص اور بھی زیادہ شریفانہ تھا کیونکہ علاوہ اس امر کے کہ عموماً
ترکون کے دلون میں عیسائیون کی طرف سے مذہبی تعصبات کی وجہ سے حقارت و تنفر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وزیر نے
خود کو اوس سے ارفع و بلند ثابت کیا مزید قابل غور یہ امر ہے کہ اُسنے یہ اقبال اپنے کل درباریون کے سامنے کیا تھا اور اس سے
اوسکی طبعی شرافت کی پوری کیفیت معلوم ہوتی ہے "
۱۸۳۳ء میں جب عثمان وزارت سے الگ کر دیا گیا۔ تو اُس کے دوست احباب اور متوسلین کو سخت رنج و افسوس ہوا۔ مگر
طوپال نے اسکی کچھ پروا نہ کی اور خاص قابل ذکر یہ امر ہے کہ اوسکی یہ لاپروائی عام عقیدہ تقدیر و توکل ہی کی وجہ سے نہ تھی
بلکہ اس سے زیادہ شاندار خیال پر مبنی تھی۔ اُسنے اپنے کل اقربا اور احباب کو جمع کر کے حسب ذیل خطاب کیا " تم کیوں رنج و اندوہ میں

مبتلا ہو گیا میں ہمیشہ تمہیں نہیں کہتا رہا تھا کہ کل عہدوں سے وزارت عظمیٰ کے عہدے کی میعاد سب سے کم ہوتی ہے مجھ کو صرف اس بات کا خیال رہتا تھا کہ میں عزت و آبرو کے ساتھ اس عہدہ کو چھوڑوں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جسکی وجہ سے میں اپنے تئیں ملامت کروں میرا آقا سلطان معظم میری خدمات سے خوش ہے اور میں بمسرت تمام مستعفی ہوا ہوں اس کے بعد اسنے خدا کا شکر بجا لاتے جانیکا حکم دیا۔ گویا کہ یہ امر اوس کے زندگی کے نہایت ہی مبارک واقعات میں سے تھا۔

محاربات ایران۔ معاہدہ صلح۔ نادرشاہ کی دوراندیشی اور نیک تجویز۔

مگر طوپال کو عزلت نشین ہوئے زیادہ عرصہ ہوا تھا کہ نادر کی فوجکشی سے باب عالی کو اسکی خدمات کی پھر ضرورت پڑ گئی۔ اور اوسے کامل اختیارات دیکر ترکی افواج متعینہ ایشیا کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔ جہاں اسنے متعدد کرہ صدر فاش شکست فاتح خراسان و ایران و افغانستان و ہند کو دی۔ ڈریج ڈاکٹر جیمس نکوڈیمی لی جو بحیثیت طبیب عثمان کے ہمراہ گیا تھا۔ اس لڑائی کے حالات فرانس کے مارکوئیس ویل نووی کو تحریر کرتے وقت عثمان کے ذاتی اوصاف کی کمال تعریف کی ہے۔ اور اوسکی تحریر سے انگریز سیاح ہینوے کے بیانات کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:-

"عثمان کی ذات میں کبر و نخوت نام کو نہ تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں سے برادرانہ برتاؤ کرتا۔ اوس کے ماتحت جس قدر فوج تھی سب کو اس سے دلی محبت تھی۔ اسنے اپنی سپاہ کی نقل و حرکت میں نہایت قابلیت سے اور معرکہ میں اسے بہ احسن طریق قابو میں رکھکر اوس سے قابل تعریف مہارت اور لیاقت سے کام لیا۔ لڑائی کے دن وہ نماز سے فارغ ہو کر پشت توسن پر سوار ہوا۔ اس دن سے پہلے پرانے زخموں کی درد کے تازہ ہو جانے اور علیل ہونے کی وجہ سے وہ کل محاربہ میں گھوڑے پر سوار نہ ہوا تھا اور تخت رواں پر سواری کرتا رہا تھا۔ اوس دن جو طاقت و ہمت اوس نے ظاہر کی اوسکی وجہ میں اسکے سوائے اور کچھ نہیں بتا سکتا کہ یہ اوس کے جنگی ولولہ و شوق اور اوس آتش تیز سے جو اوس کے سینہ میں مشتعل تھی منسوب کروں۔ میں نے اپنے سامنے ایک ایسے شخص کو گھوڑے پر سوار ہوتا دیکھا جسکی کمر ضعف اور تلوار اور بندوق کے بیشمار زخموں سے جنمیں سے اکثر کا علاج اسکے اطبا نے درست طور پر نہیں کیا تھا خمیدہ ہو رہی تھی تھوڑی ہی دیر میں میں نے اوسی شخص کو نوجوانوں کیطرح شمشیر بدست گھوڑے کو ادھر اودھر دوڑاتے دیکھا۔ اوسکا چہرہ خوشی سے سرخ اور آنکھیں مشتعل ہو رہی تھیں۔ اسنے صف بصف پھر کر سب کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور کل احکام قابل تعریف مستعدی و استقلال سے دیتا رہا۔"

اس فتح سے چند دن بعد اسنے ایرانی فوج کے ایک اور دستہ کو مقام لیلان شکست فاش دی۔ مگر تیسری لڑائی میں ترکی کی قسمت کا پانسہ پلٹ گیا۔ نادر اور اوسکی فوج نے شکست کھا کر ہمدان کے صحرا میں دم جا لیا۔ جہاں پہنچکر وہ اپنی ہزیمت خوردہ فوجکو جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس شکست کے بعد نادر نے جس تنظیم تدبیر و ہمت سے کام لیا۔ پہلے کبھی اوس سے ویسا ظہور میں نہ آیا تھا۔ اسنے فوجکو ملامت کرنیکے عوض تحسین کی۔ اور تشنیع و تذلیل کی بجائے اوسکی خاطر و مدارات کی۔ اور نقد و جنس اور

حیوانات کی قسم سے جس قدر اہل فوج کو نقصان پہنچا تھا۔ اوس سے دُگنا اون کو اپنے پاس سے عطا کر دیا۔ اور اسطرح احسان و لطف سے اون کو دشمن سے عوض لینے کی تحریک و ترغیب دی۔ اس کارروائی سے نادر کی شہرت اور بھی زیادہ ہو گئی اور کل اطراف ایران سے لوگ جوق در جوق جمع ہونے شروع ہو گئے چنانچہ ابھی تین مہینے نہ گذرے تھے کہ پہلے سے زیادہ فوج لیکر وہ بغداد پر حملہ آور ہو گیا۔ ادہر طوپال کی فتح کی خبر جب قسطنطنیہ پہنچی تو وزراء نے حسد و رشک سے جل بھن کر کمک اور سامان حرب و ضرب حتّٰی کہ فوج کی تنخواہ بھیجنے میں بھی توقف کر دیا۔ تاہم طوپال عثمان نے نادر کی پیشقدمی کو روکنے کے لیئے سعی بلیغ کی۔ اور فوج سواران کا ایک زبردست دستہ بطور ہراول آگے بھیج دیا۔ فریقین میں بغداد اور سولخی کندی کے درمیان مقام کرکوک کے قریب مقابلہ ہوا۔ ترکی فوج ہراول شکست کھا کر پیچھے ہٹ آئی۔ اُسے دیکھکر دوسری فوج بھی شکستہ دل ہو گئی اور ترک میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ بہادر طوپال آخری وقت تک شمشیر بدست دشمن سے مقابلہ کرتا رہا۔ اوس نے بھاگنے کی ذلّت پر موت کو ترجیح دی۔ اور بہادروں کی موت مرا۔ اوس کے چند خدام اوسکی لاش کو میدان جنگ سے اُٹھا لیگئے جو بعدہٗ[1] قسطنطنیہ لاکر دفن کر دیگئی۔

اس کے بعد نادر نے بغداد کی طرف رُخ کیا مگر مشہد میں محمد خان بلوچ کی بغاوت کی خبر سنکے حسب اتفاق موقت احمد پاشا والئے بغداد سے صلح کرکے فارس کو لوٹ گیا۔ ابھی مہمّ فتنہ کے اطفاء سے فارغ نہ ہوا تھا جو اُسے خبر ملی کہ باب عالی نے احمد پاشا کے معاہدہ کو قبول کرنے سے انکار کرکے عبداللہ پاشا والئے مصر کو فوج دیکر اور پورا اختیار دیکر ایران کی سرحد پر روانہ کیا ہے۔ سنتے ہی وہ بلاد آرمینیا اور گرجستان کیطرف چل پڑا۔ اور دریا ارس پر پل ڈالکر تفلس گنجہ اور اریوان کا ایک ہی وقت محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ پاشا قارص کے قریب مقیم تھا۔ اور اُس نے اپنے کیمپ کو مورچوں اور خندقوں وغیرہ سے خوب مستحکم کر لیا ہوا تھا۔ نادر نے ایسے محفوظ مقام پر حملہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور عبداللہ کو اس سے باہر نکالنے کیلئے متذکرہ صدر شہروں کا محاصرہ کر لیا۔ نادر کا قیاس درست ثابت ہوا۔ ترکی سپہ سالار محاصروں کی خبر سنتے ہی اونکی کمک کو روانہ ہو گیا مگر ابھی راستہ میں ہی تہا کہ نادر بھی پیشقدمی کرکے نصف راہ میں اس کے مقابل آ پہنچا۔ اور صاف میدان میں دونوں فوجیں صف آرا ہو گئیں۔ ترکی فوجیں بقول میرزا مہدی ساٹھ ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ تھی۔ اور نادر کے پاس اس سے آٹھواں حصہ فوج تھی مگر ایک تو اُسنے جوش دلانیوالی تقریروں اور نیز اپنے خواب سُنا سُنا کر فوج کے حوصلے بڑھا دیئے ہوئے تھے۔ دوسرے لڑائی کے شروع میں ہی ایک ایرانی سپاہی رستم نام ترکی سپہ سالار کا سر کاٹ کر نادر کے پاس لیگیا جس نے اُسے نیزہ پر بلند کرنے کا حکم دیا۔ اُسے دیکھتے ہی ترکوں کے قدم متزلزل ہو گئے۔ اور وہ میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ اس فتح کے بعد نادر نے گنجہ و تفلس بآسانی فتح کر لیئے۔ ان متواتر شکستوں سے تنگ آکر باب عالی نے مصالحت کا نامہ و پیام شروع کر دیا۔ نادر نے اس دوران میں ترکی کا روس سے بگاڑ کرا دیا تھا۔ روس نے ۱۷۳۵ء میں تمام ایرانی علاقے خالی کرکے نادر سے صلح کر لی تھی۔ اور نادر نے ایسا کیا۔

[1] مرزا مہدی مؤرخ و تاریخ نادری کا بیان ہے کہ نادر نے لاش کو ادب و احترام سے سلطانی لشکر میں بھجوا دیا تھا۔ مؤلف۔

جب ایرانیون کے برخلاف ترکی فوج کی مدد کیلئے شمالی ایران کیطرف علاقہ کیرطاس سے گذرنے لگا تہا تو روسیون نے مقابلہ کر کے اوس کو پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا تہا۔ مگر روسی محاربہ کا ذکر آگے کیا جائے گا۔ روس کی ساتھ ٹرکی کی لڑائی شروع ہو جانے سے نادر کو ترکون کی برخلاف مزید کارروائی کرنیکا خوب موقعہ ملگیا تہا۔ مگر اب اوس کے خیالات دوسری طرف متوجہ ہو گئے تھے شیر خوار شاہ عباس ثالث فوت ہو گیا تھا۔ اور اوسنے زیادہ دیر تک یہ دوا قائم رکھنا فضول سمجھکر اب کامل طور سے شاہ ایران بننے کا فیصلہ کر لیا تہا نیز وہ اب اس مصلحت سے سنت والجماعت کی طاقت کو بھی کمزور نہین کرنا چاہتا تھا کہ کہین اہل ایران شیعہ خاندان صفویہ کی حمایت مین کہڑے ہو کر اسے نقصان نہ پہنچاوین۔ اسنے باب عالی سے صلح کر لی۔ اور عہدنامہ پر بماہ ستمبر ۱۷۳۶ء فریقین کے دستخط ہو گئے جسکی رو سے دونون سلطنتون مین وہی سرحد قائم کیگئی جو ۱۶۳۹ء کے عہدنامہ کی رو سے سلطان مراد چہارم کے عہد مین کیگئی تھی۔ اور اس طرح سے ترکون کے تصرف سے بھی تارص۔ ایران وغیرہ وہ کل ایرانی علاقے جو پر وٹسے معاہدہ کے اون کو حصہ مین آئے تھے نکل گئے۔ احمد پاشا والیئے بغداد کے ساتھ بھی اسی شرط پر معاہدہ ہوا تھا جو یہ معاہدہ مین نادر نے کمال دور اندیشی سے کام لیکر اسلام کے دونون بڑے فرقون کو متفق و متحد کرنے کیلئے چند بنیادی شرائط بھی درج کرا دی تہین لیکن اس اتفاق کو جس طرح سے وہ پیدا کرنا چاہتا تھا[1] اوس کی توضیح اوسنے بعد مین تخت نشینی کے وقت بالتفصیل کر دی مگر افسوس

[1] تاریخ ملکم مین اس کے متعلق حسب ذیل مرقوم ہے "در این اوقات نادر دید وقت آنست کہ پردہ از روے کار بر گیرد۔ بخبر فوت عباس ابن طہماسپ طفلیکہ بسلطنت بر داشتہ بود بہمدرین اوقات رسید و چون رسم بود کہ سلاطین ایران ہست کہ ہر سال در ہنگامیکہ خورشید بنقطہ اعتدال ربیعی رسد آن روز را عید کنند و جہت اجرائے مراسم ہمہ اعیان و ضابط ملک در دربار حاضر گردند۔ نادر زمانے باحضار جمیع صاحب منصبان ملکی و لشکری از اقاصی و ادانی صادر کردہ فرمان داد تا در روز عید بجہت اجرائے مراسم عید در جولکائے مغان جمع شوند و بمحبین فرمود تا عمارات عدیدہ بجہت عمالہ وقت کہ امراء منزل کنند بر پا نمایند۔ و آنچہ اسباب لوازم رفاہ و عیش و عشرت ہست توسیع ملوکانہ مہیا دارند۔ آوردہ اند کہ جمعیت از صد ہزار متجاوز بود۔ اگر لشکریان نیز داخل این عدد باشند تا شاید اغراق نباشد۔ چون مردم جمع شدند در روز صبح عید باحضار ارکان فرمان دادہ۔ چنانکہ میرزا مہدی گوید ایشان را مخاطب ساخت و گفت شاہ طہماسپ و شاہ عباس ہر دو پادشاہ و پادشاہزادہ در مہد سریر موجود اند۔ ایشان را یا ہر کس کہ بپا زندہ از سر سروری دانند بپا بست و سلطنت بر داریند من آنچہ حق گو شغل بود بجا آوردم و مملکت خود را از دست افغان و روم و روس خلاص کردم۔ مردم ہمہ باتفاق گفتند کہ پادشاہی حق کسے ہست کہ مملکت را از دست اعدا خلاص کردہ و نقطہ ہم او تواند کہ حفظ کند۔ نادر ابا کردہ سوگند یاد کرد کہ ہرگز اندیشہ سلطنت ایران در خاطرش خطور نکردہ ہست۔ و تا یکماہ ہر روزہ این مطلب در میان بود و اصرار و امتناع طرفین صورت تازہ دیگر نیافت تا این کہ بالآخرہ نادر مسئول مردم را باجابت مقرون داشت و در حقیقت علے الظاہر بسہ رضا جنبیدہ گفت کہ از زمان رحلت حضرت رسالت پناہی چہار خلیفہ بعد از یکدیگر متکفل امر خلافت شدہ اند شاہ اسمٰعیل صفوی این مذہب را منسوخ و مذہب تشیع را شائع و مسلوک داشت۔ و از وقتیکہ مذہب شیعہ شائع شدہ ہست در ایران ہمیشہ فتنہ بودہ ہست تا ہرگاہ اہالی ایران سلطنت ما را طالب و آسایش خود را طالب باشند باید این مذہب را تارک و بمذہب اہل سنت سالک شوند۔ و چون

اُسے اس مدعا مین کامیابی نہوئی۔ البتہ یہہ ہوگیا کہ اوس کے عہد مین شیعہ اور سنیون کے نفاق و عداوت باہمی مین معتدبہ تخفیف ہوگئی۔ اور بعدازان یہہ کبھی ان دونون فرقون کو ہمیشہ بہیئت ایکدوسرے کے مقابل نہین نکلنا پڑا۔ لیکن اگر نادر کا منشا پورا ہوجاتا۔ اور عملی مخالفت کو ساتھہ ہی دلی کدورت باہمی بہی فرو ہوکر محبت کی تحریک ہوجاتی تو غالباً مسلمان اس انیسوین صدی اور اس سے پہلی صدی کی جنگون مین اسقدر ذلیل و کمزور اور پامال نہونے پاتے۔ اب کچہہ عرصہ سے پھر اتحاد کی تحریک ہورہی ہے اور زیادہ خوشی کا یہ مقام ہے کہ شاہ ایران و خلیفۃ المسلمین کے پولیٹکل اتحاد یا دوستی کے علاوہ غیور کٹی محب قوم و ملت شیعہ علما اس معاملہ مین سعی کرنے کا ارادہ کر رہے ہین۔ جو خدا کرے کہ اپنی نیک ارادہ مین پوری طرح سے کامیاب ہون۔ اور اگر یہہ مدعا حاصل ہوگیا تو نادر کی ناکامی کا تمام رنج و افسوس دور ہوجائیگا۔ انگریزی کی ایک مثل ہے کہ نہونے سے دیر کرکے ہونا بہتر ہے۔ گذشتہ ڈیڑہ صدی کے نقصانات بہی سہی اگر دونون فرقون کو نفاق کی مضرتین معلوم ہوجائین تو وہ نقصان قابل افسوس نہین بلکہ واجب الشکر سمجھے جائینگے۔

پولنڈ و فرانس

ٹرکی ایران کے محاربہ سے ابہی نیم فارغ ہی ہوئی تھی کہ دربار سینٹ پیٹرز برگ[1] جو چند برسون سے ایبالی کے ساتھہ چھیڑ خانی کر رہا اور پولنڈ مین بہی معاہدون کے برخلاف نوجی مداخلت کرتا رہا تہا۔ ترکون کی جو نادر کی تلوار سے بہت کچہہ کمزور ہوگئے تہے علانیہ لڑائی کرنیکا عزم کرلیا۔ مگر اس سے پہلے شمالی یورپ کی بیاندار عیسائی طاقت کی اس کارروائی کا جو اُسنے پولنڈ مین کی۔ مجمل ذکر کردینا ضروری ہے۔ پولنڈ کی حالت دو صدیون کی خانہ جنگیون سے ایسی خراب ہورہی تھی کہ اوسکی بربادی مین کوئی شبہ نہین باقی رہگیا تھا کل یورپ مین ترکون کے سوا جو اسکا قیام محض سیاسی وجوہ سے چاہتے تہے جس طرح سے کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱۔ چون امام جعفر از ذریہ رسول و عندالناس ممدوح و مقبول است در اس مذہب خود سازند۔ مردم ہم باین تغییر راضی شدند فرمانہا صادر شد کہ این مطلب را گوش زد جمیع الناس نمایند۔ پس نادر گفت کہ حضرت ذاتی اسلطانی اسلامبول اینہا کردہ و ازخدہم خواست تا حقیقت مذہب جعفری را عیان کردہ آنرا خامس مذہب شمارد۔ وچنانکہ چہار رکن در حرم کعبت نماز چہار مذہب معین است رکنے ہم بہ جعفریان شیعہ چہار بر اند مذہب خمسہ منفرد شود۔ (مؤلف) +

[1] پیٹر کے بعد دو برس اوسکی قیصرہ کیتھرائن حکمران رہی۔ اوس کے بعد پیٹر کا پوتا یعنے مقتول شہزادہ الیکس کا بیٹا پیٹر ثانی تخت نشین ہوا مگر تین برس کے بعد ۱۷۳۰ء مین اُسے معزول کرکے پیٹر کے بڑے بہائی ایوان پنجم کی لڑکی اینی ڈچس آف کورلنڈ کو قیصرہ بنایا گیا وہ اکتوبر ۱۷۴۰ء مین فوت ہوئی۔ اوس نے اپنے بھتیجے شہزادہ برنزوک ولفن ٹیل (جرمنی کی ریاست) کو ایوان ششم کے نام سے جو صرف تین مہینون کا تھا اپنے معشوق ڈیوک بیرن کی ولایت مین اپنا جانشین مقرر کرگئی۔ مگر پیٹر اول کی بیٹی الزبتھہ ۱۷۴۱ء مین اُسکو معزول کرکے تخت نشین ہوگئی۔ ایوان ششم ۱۷۶۴ء مین قیدخانہ مین ہلاک کرڈالا گیا تھا۔ الزبتھہ جو عاشق مزاجی مین اپنے خاندان کی کسی ملکہ سے کم نہ تھی جنوری ۱۷۶۲ء مین فوت ہوئی۔ اور اُسکی بہن کا بیٹا پیٹر سوم کے نام سے تخت نشین ہوا مگر چند مہینون کے بعد اُسکی بیوی کیتھرائن اوسے قتل کراکر تخت پر بیٹھ گئی۔ ان روسی فرمان رواؤن کے چال چلن اور پولیٹکل کارروائیون کا تذکرہ موقع بموقع متن مین مفصل ذکر درج ہے اس جگہ بالاختصار انکی فہرست دیدیگئی ہے (مؤلف)+

آج انگلستان ایشیا میں افغانستان و سیام کا چاہتا ہے (یعنی اس لیئے کہ وہ روس و فرانس کے برخلاف بفر سٹیٹ اور حد فاصل کا کام دیتے رہیں) صرف ایک سلطنت فرانس کی بھی یہی خواہش تھی۔ کیونکہ اس قوم میں گو لاکھ برائیاں ہوں مگر وہ بالعموم کمزور اور ضعیف کی امداد و اعانت سے دریغ نہیں کرتی۔ اس قومی وصف کے علاوہ مدبرین فرانس اور بھی کئی وجوہات سے جو پولیٹیکل تھیں اور جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے پولینڈ کی سلامتی کے خواہاں تھے۔ ۱۷۲۵ء میں لوئی پانزدہم نے سٹانس لاس لس زنسکی معزول شاہ پولنڈ کی بیٹی میریا سے شادی کرلی۔ اس سے فرانس کا پول قوم سے اور گہرا تعلق ہوگیا۔ سٹانسلاس کا مفصل ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے آسٹریا، روس اور پرشیا کو اس جدید تعلق سے اپنے غاصبانہ ارادوں کی تکمیل نہ ہوسکنے کا اندیشہ ہوگیا۔ اون کو یہ بھی یقین تھا کہ آگسٹس ثانی[1] کے مرنے کے بعد جسے پیٹر اعظم نے سٹانسلاس کو ہٹا کر شاہ پولنڈ بنایا تھا۔ اہالی پولنڈ باغلب وجوہ اسی میں سے کسی کو بادشاہ بنا کر اپنی طاقت مضبوط کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے انسداد کے لیئے ان تینوں ملکوں نے ۱۷۳۲ء میں خفیہ معاہدہ کر کے باہم حلف اقرار کیا کہ پولنڈ پر کسی طرح فرانس کا اقتدار نہ ہونے دیا جائیگا۔ اس معاہدہ کو پولنڈ کے تکا بوٹی کرنے کی تجاویز کی بنیاد کہا جاسکتا ہے۔

آگسٹس ۱۷۳۳ء میں مر گیا۔ امرائے پولنڈ نے معزول سٹانسلاس کو پھر اپنا بادشاہ منتخب کیا۔ مگر روس و آسٹریا نے وجبراً فوجیں بھیجکر آگسٹس کے بیٹے کو تخت پر بٹھا دیا۔ شاہ فرانس نے اپنے خسر کی حمایت میں آسٹریا و روس کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا۔[2] ونیز پابجالی کو کہلا بھیجا کہ آپ بھی روس کے ساتھ جنگ شروع کر دینا چاہیئے کیونکہ معاہدات فالکن و قسطنطنیہ کی رو سے پولنڈ ٹرکی کی حمایت میں ہے اور روس نے اوسکی کچھ پرواہ نہ کرکے وہاں مداخلت کر دی ہے۔ مارکوئیس ڈ وائڈ ریزل کے بعد مارکوئیس ویل نوو فرنچ سفیر مقرر ہوا تھا۔ یہ سفیر نہایت قابل مستعد و معاملہ فہم ڈپلومیٹ تھا۔ اسنے وزیر اعظم سے کئی ملاقاتیں کر کے سویڈن اور پولنڈ سے اتحاد کر لینے کی ضرورت بالوضاحت ثابت کی۔ اور کہا کہ ان دونوں کے برباد ہو جانے سے ٹرکی کے لیئے بھی کچھ کم خطرات پیدا نہیں ہو جائیں گے۔ صدر اعظم پر اوسکی معروضات کا اثر ہو گیا۔ اوس نے روسی فوج کے داخلہ پر دربار روس و دربار آسٹریا کو عرضی مراسلات لکھکر معاہدہ قسطنطنیہ کی تعمیل کا سختی کے ساتھ مطالبہ کیا۔ مگر ان اعتراضوں اور دہمکیوں کا کچھ اثر نہ ہوا اسیطرح ایک سال گذر گیا۔ اور پابجالی نے اعلان جنگ دیکر محاربہ کرنے کیلیئے فوج تک بھی جمع کرنیکا انتظام نہ کیا۔ اوسکی کل توجہ محاربہ ایران پر منعطف تھی۔ علاوہ بریں شاہ ٹرکی وزراء جیسا کہ بونی صاحب کا خیال ہے عیسائی سلطنتوں سے لڑائی کرنے سے بے کس قدر جھجکتے بھی تھے۔ اسپر فرنچ سفیر پابجالی کو بیدار کرنیکے لیئے اور چال چلا۔ اوس نے ایک ہنگرین امیر مسمی بیرن ڈی ٹاٹ کو جو فرانس میں پناہ گزین ہو گیا تھا۔ روسیوں کے جانی دشمن خان کریمیا کے پاس بھیجدیا۔ بیرن مذکور باخبر اور ہوشیار آدمی تھا۔ اوس نے خان کو ترغیب دی کہ روس سے پیشتر بطور سابق خراج لینے کے لیئے یوکرین پر حملہ کر دے۔ خان نے فی الفور اوس کے ساتھ متفق الرائے ہو کر علانیہ کہدیا کہ روس کو پولنڈ سے نکالنے کے لیئے مجھے اپنی جان و مال سے بھی دریغ نہیں۔ مگر ادہر آگسٹس ثالث پابجالی میں اندہا دہند روپیہ خرچ کر رہا تھا جس کا نہ صرف اعلان جنگ ہی بدستور معرض التوا میں رہا بلکہ تاتاریوں کو بھی یوکرین میں داخل ہونے کی ممانعت کر دیگئی اس سے روس کو خالی میدان ملگیا

[1] یہ جو من تھا اور پہلے یو یریا کا حاکم تھا (مؤلف) [2] یہ لڑائی محاربہ وراثت تخت پولنڈ کے نام سے مشہور ہے مؤلف۔

اور وہ سٹانسلاس کو وہاں سے نکالکر چیزوؤکل کا مالک ہوگیا۔ فرانس نے آسٹریا کے ساتھ اور زیادہ تیزی سے لڑائی شروع کردی۔ اور باب عالی کو پھر روس پر حملہ کرنے کے لیئے کہا اور ساتھ ہی یہ بھی خبر کردی کہ تمہارا دشمن آزاف کے محاصرہ کی تیاریاں کر رہا ہے۔

دیوان نے اسپر بھی کروٹ نہ بدلی۔ اور دربار فرانس نے آخری چارہ یہ اختیار کیا کہ فرنچ نومسلم کونٹ ڈی بانی وال کو[1] جس کا اسلامی نام احمد[1] پاشا تھا اپنے ساتھ گانٹھا۔ چودہ برس سے باب عالی کی خارجہ پالیسی متعلق بدول یوروپ کی یہی شخص روح رواں تھا۔ پہلے کئی برس وہ فرانس کی بری و بحری فوج میں خدمت کرتا رہا۔ پھر وطن کو چھوڑکر فرانس کے دشمن قیصر آسٹریا و جرمنی کا ملازم ہوگیا۔ مگر جلد اس سے بھی بیزار ہوکر ٹرکی چلا گیا۔ جہاں اُسنے اسلام اختیار کر لیا۔ اور کچھ عرصہ بعد دو دموں والے جھنڈے کا پاشا اور توپ خانہ کا جرنیل بنگیا۔ اوس نے فوج کے ایک دستہ کو یوروپین طریق پر قواعد دان بنایا۔ اور کل فوج کی اسیطرح اصلاح کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ سلطان کو ینگیچریوں کے بگڑجانیکا خوف ہوگیا۔ اور اُسے روکدیا گیا۔ اوسنے باب عالی کو یوروپین پالیسی کے تمام اسرار ونکات سے واقف کر دیا۔ اور سلطان کی خدمت میں ایک طویل عرضداشت پیش کرکے ٹرکی کی واقعی اغراض اُسپر واضح کردیئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ ان وسایل سے ٹرکی آسٹریا کے ساتھ بکامیابی جنگ جاری رکھ سکتی ہے۔ وہ آسٹریا کا جانی دشمن ہوگیا تھا۔ اور ممکن ہے وہ اس لیئے بھی فرانس کا معاون ہوگیا ہو کہ اس معاملہ میں خدمت کر دینے سے شاید دربار فرانس اوسکی سابقہ تقصیرات کو معاف کر دیگا۔ ساتھ ہی وہ فرنچ سفراء سے سخت تنگ کھاتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ کل نامہ و پیام اوسکی وساطت سے ہو۔ مزید برآں وہ کارڈینل فلوری[2] کے احکام سے بھی اکثر تجاوز کر جاتا تھا۔ اس لیئے وہ باوجودیکہ وہ ٹرکی کو فرانس کا طرفدار اور آسٹریا اور روس کا مخالف بنانے کی کوشش کرتا رہا۔ اوسکی مساعی ٹرکی و فرانس دونوں کے حق میں مضر ثابت ہوتی ہیں۔ فلوری بھی اسبارہ میں الزام سے نہیں بچ سکتا تھا۔ اوسکی خارجہ پالیسی دلیرانہ تھی۔ وہ ہر معاملہ میں خواہ مناسب ہو یا نہ ہو پھونک پھونک کر قدم دھرتا تھا۔ اس مسئلہ پولنڈ میں بھی اسکا یہی طریق عمل رہا۔ ایکطرف تو اوس کی یہ خواہش تھی کہ ٹرکی بھی آسٹریا اور روس پر حملہ آور ہو کر اوس لڑائی میں جو وہ آسٹریا کے ساتھ کر رہا تھا۔ اوس کا ہاتھ بٹالے۔ اور دوسری طرف وہ اس خوف سے کہ کہیں انگلستان آسٹریا کے ساتھ شامل نہ ہوجائے ٹرکی کے ساتھ باقاعدہ جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد کر لینے سے گریز کرتا تھا۔ اوس نے یہ نہ سوچا کہ کوئی جاہ اہم اسی تبدیلی کی پالیسی سے کسقدر متواتر نقصان اُٹھاتا رہا تھا۔ مزید برآں اب پولیٹکل سٹیج پر روس کے نمودار ہوجانے سے نقشہ

[1] فرانس کو تصبہ لموزن میں ۱۶۷۵ء کو پیدا ہوا۔ اور قسطنطنیہ میں ۱۷۴۷ء کو فوت ہوا۔ اسکا پورا عیسائی نام الگزینڈر کلاڈ ڈی بونی وال تھا (مؤلف)

[2] اینڈری ہرکلیڈی فلوری پہلے لوئی چہاردہم کا خانگی پادری تھا ۱۶۹۸ء میں بشپ ہوا۔ مرتے وقت لوئی اوسے اپنے خوردسال جانشین کا اتالیق مقرر کر گیا۔ جس نے اوس کو ۱۷۲۶ء میں ڈیوک بوربون کی جگہ جو ڈیوک اورلینز کی وفات پر ۱۷۲۳ء میں وزیر اعظم ہوا تھا وزیر اعظم بنادیا۔ وہ ۱۶۵۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۴۳ء میں فوت ہوا۔ اندرونی انتظام میں اوسے ید طولیٰ حاصل تھا مگر معاملات خارجہ میں اُسے اپنی تدابیر میں کامیابی نہ ہوئی (مؤلف)۔

بالکل ہی بدل گیا تھا۔ اور لوئی کے وقت کی پالیسی کو از سرنو بدل دینا ضروری ہوگیا تھا۔ برعکس اس کے تولی وال کی رائے تھی کہ اب پھر ویسا ہی اتحاد کرنے کا موقعہ ہے جو شاہ فرانس اول نے ٹرکی سے کیا تھا۔ انہوں نے اوس کے متعلق مفصل سکیم تحریر کرکے فلوری کے پاس بھیجی۔ وہ اس بات سے ناراض ہوگیا کہ میرے احکام سے کیوں تجاوز کیا گیا ہے۔ اوس نے اتحاد کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ مگر اس پر بدستور زور دیتا رہا کہ ٹرکی کو ہنگری پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ یہ معاملہ ابھی یہیں تک تھا کہ قیصر چارلس ششم کو تولی وال کی جد و جہد کی خبر مل گئی۔ وہ جانتا تھا کہ اگر اس موقعہ پر ٹرکی اور فرانس متحد ہوگئے تو اوس کی بربادی یقینی ہے۔ کیونکہ گو جرمنی کی طرف اوس کی فوجوں کو کسیقدر فتوحات حاصل ہوئی تھیں۔ مگر اٹلی میں فرانس غالب ہو رہا تھا۔ لہذا اوس نے فوراً فلوری سے ایسی شرائط پر جو فرانس کے حق میں مفید تھیں صلح کر لینے پر آمادگی ظاہر کی۔ فلوری نے قیصر کی درخواست قبول کرنے سے پہلے پھر ایک دفعہ باب عالی کو لکھا کہ اگر ٹرکی اتحاد کی تجویز چھوڑ کر آسٹریا پر حملہ کر دے تو فرانس اوس سے صلح نہیں کرتا۔ اور اس طرح ٹرکی اپنے مفتوحہ مقبوضات کو پھر لے سکیگی۔ مگر باب عالی اپنے ارادہ پر قایم رہا۔ جب فلوری نے قیصر کی تجویز کو قبول کر لیا۔ اور ۱۷۳۸ء میں فریقین میں بمقام وائینا عہدنامہ صلح ہوگیا۔ جس کی رو سے گو تخت پولینڈ آگسٹس ثالث کے پاس ہی رہا۔ مگر سٹانسلاس کو آسٹریا سے صوبجات لورین اور بار دلا دیے گئے۔ جن کی نسبت یہ شرط ہوئی کہ سٹانسلاس کے مرنے کے بعد وہ فرانس کے ساتھ ملحق ہو جائینگے۔

روس اور آسٹریا کی حملہ آوری کیمیا پر روسی فوجکشی آسٹریا پر ترکوں کی چیرہ دستی فرانس کی ڈپلومیٹک کارروائی عہدنامہ بلغراد

فرانس کے اصرار کے باوجود ٹرکی کا لڑائی سے محترز رہنا ممکن ہے کسیقدر سلطان محمود کی صلح پسندی کی وجہ سے ہو۔ مگر بڑا باعث وہی تھا جو کریسی نے تحریر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ: "ٹرکی عیسائی طاقتوں کے ساتھ لڑنے سے بہت پہلو بچاتی رہی۔ مگر جب روس کی سینہ زوری حد برداشت سے بڑھ گئی تو لڑائی کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ ایران کے ساتھ بڑے شوق سے لڑائیاں کیجاتی رہی تھیں جن میں گو کامیابی نہ ہوئی پھر بھی عام رائے اوس محاربہ کی مخالف نہ تھی۔ کیونکہ ایک تو ایرانی ملحد و بیدین سمجھے جاتے تھے۔ اور اون سے عیسائیوں سے بھی زیادہ نفرت کی جاتی تھی۔ دوسرے اونکے ساتھ لڑائی کرنے سے فتوحات جدیدہ یا اپنے علاقوں کے ملنے کی توقع ہوتی تھی۔ برعکس اسکے کسی بڑی عیسائی ہمسایہ طاقت کے ساتھ لڑائی کرنے سے ان نتائج کے حصول کی اب کوئی توقع نہیں رہ گئی تھی۔ مذہبی جوش اور عثمانی فخر کے باوجود ترکوں کو یہ امید نہیں رہ گئی تھی کہ میدان جنگ میں ہلال اب بھی اوسیطرح صلیب پر غالب رہیگا جس طرح کہ وہ محمد ثانی یا سلیمان صاحبقران کے زمانہ میں ہوتا رہا تھا۔ پہلا سا فتح و ظفرمندی کی بازگشت کی رہی سہی امیدیں بمقام پیٹروارڈن یوجین کے مقابلہ پر داماد علی فاتح موریا کو ہلاک ہو جانے سے خاک میں ملگئی تھیں۔ اس بہادر و دلیر[1] صدر اعظم کے بعد جس قدر وزرا اوس کے

[1] لارڈ بایرن اس کو اپنی نظم میں بہادر و دلیر وزیر اعظم لکھتا ہے۔ مؤلف۔

جانشین ہوئے۔ وہ آسٹریا اور روس کی فوجی انتظام و نظام کی فوقیت سے جو اُسے ترکی نظام پر حاصل ہو گئی تھی بخوبی واقف تھے۔ وہ عیسائی طاقتوں کی پولیٹیکل چالوں کو بغور دیکھتے رہکر خود لڑائی سے الگ رہنے پر ثابت قدم رہے۔"

اس کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ:-

"یہی وجہ تھی کہ گو سفیر فرانس نے باب عالی کو آسٹریا سے لڑائی کرنے پر اور سویڈن کے ایلچیون نے روس کے ساتھ لڑائی شروع کرنے پر اُبھارنے کی بہت کوشش کی۔ مگر ترکی مدبرین نے اُنکی ایک نہ سنی۔ اور انگلستان و ہالنڈ کے سفراء کے صلح پسند مشورون کو خواہان اور اون پر کاربند ہوتے رہے۔ کیونکہ ان دونوں بحری سلطنتوں کی جن کی وساطت سے ہی کارلووٹز اور پاسارووٹز کے معاہدے ہوئے تھے۔ ٹرکی کو نئے محاربوں میں مبتلا کرنے سے کوئی ذاتی غرض پوری نہیں ہوتی تھی"۔ میں اسبارہ میں کہ یہ صاحب سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ انگلستان اور ہالنڈ ٹرکی کے جیسے کچھ خیرخواہ تھے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ فلوری نے صرف اس اندیشہ سے ٹرکی کے ساتھ اتحاد نہ کیا کہ کہیں انگلستان آسٹریا کے ساتھ شامل نہ ہو جائے۔ پس ان دونوں سلطنتوں کا ٹرکی کو لڑائی سے روکنا ٹرکی کے فائدہ کیلئے نہ تھا۔ بلکہ اپنے دوست آسٹریا کو فائدہ اور اپنے دشمن فرانس کو نقصان پہنچانے کیلئے۔ کارلووٹز اور پاسارووٹز کے معاہدے اولین معاہدے تھے جن میں ان دونوں سلطنتوں نے مداخلت یا ثالثی کی۔ اور یہی پہلے معاہدے تھے جن میں پہلی مرتبہ ٹرکی کے مقبوضہ سوادیکی علاقے نکلے۔ اور ٹرکی کو اون کے نکلجانے پر صبر کرنے کیلئے کہا گیا۔ یعنی بالفاظ دیگر ترکوں کو آہستہ آہستہ اپنے مقبوضات دیتے رہنے کی بسم اللہ کرا دی گئی۔ اس سے پہلے بھی ترکوں کو کئی دفعہ زک پہنچی تھی۔ اور غنیم اون کے کئی علاقوں پر قابض ہو جاتے تھے مگر ترک اون کو دوست نما دشمنوں سے واپس لیے بغیر جبتک نہیں لیتے تھے چین نہیں لیا کرتے تھے۔ ثالثوں نے بڑی مہربانی اور نوازش کی کہ ترکوں کو عملی طور پر شکست کی ذلت قبول کرنیکا اور اسطرح بتدریج اپنی دولتوں کو ٹھنڈے دل سے گوارا کرنیکا عادی بنانیکا پہلا سبق سکھلایا۔ باقی رہی بےغرضی سو اوسکی نسبت معاہدوں کے درج کرنے کے ساتھ ہی بحث کیجا چکی ہے۔ یہ ثالثی ویسی ہی بلاغرض تھی جیسی کہ ۱۸۷۸ء کے محاربہ روم و روس میں آسٹریا اور انگلستان کی تھی۔ یا جیسی محاربہ چین و جاپان کے بعد جرمنی، روس اور فرانس کی۔ تاریخ عالم بتا رہی ہے کہ جس کسی محاربہ کا خاتمہ پر ان حضرات ثالثان بالخیر کے قدم سے ہوا ہے سمجھ لو کہ مغلوب فریق کی خیر نہیں۔ انہی ثالثوں کی طفیل تھا کہ عام عیسائی سلطنتیں سلطنت عثمانیہ کو ایک طرح کا مرد بیمار سمجھنے لگ گئی تھیں۔ اور یہ عام خیال ہو گیا تھا کہ ٹرکی کی فوجی طاقت اب کبھی نہیں سنبھلے گی ترکوں کو یورپ سے نکالدیئے جانیکا وقت قریب پہنچ گیا ہے۔ اور اونکی املاک کا بٹوارہ بس کچھ دنوں کی بات ہے۔ مگر چند اصحاب بالغ نظر جن کی نگاہیں صرف سطح تک محدود نہیں اوس وقت بھی اس سے بالکل مختلف رائے رکھتے تھے جس کی درستی اور معقولیت کو زمانہ نے پوری طرح سے ثابت کر دیا ہے۔ انہی میں ایک مشہور فرنچ سپہ سالار فولارڈ[1] ہے۔ اوس نے صاف کہدیا کہ ترکوں کو جو شکستیں ملتی رہی ہیں اونکی وجہ یہ نہیں کہ ترکوں کی طبعی شجاعت کم ہو گئی ہے بیا

[1] چارلس فولارڈ فرانس کے شہر اوین یا نگ میں ۱۶۶۹ء میں پیدا ہوا ۱۷۰۲ء میں ڈیوک ڈی وندوم شاہ ہنری چہارم کا ولد الحرام فرزند سپہ سالار افواج فرانس کا ایڈیکانگ ہوا جو اوس کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ وہ چارلس دوازدہم شاہ سویڈن کے عملہ

اون کے مخالف اون سے زیادہ بہادر ہین۔ بلکہ محض اس سبب سے کہ اونہون نے جدید اسلحہ سے کام نہین لیا۔ اوسکی رائے مین عیسائیون کو فقط سنگین کی طفیل مسلمانون پر فتح ہوتی رہتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:۔

"ترک شجاعت مین دنیا کی کسی قوم سے کم نہین۔ اور سپاہیانہ اوصاف مین روسیون سے جن کو پیٹر نے حالمین یورپ کے لیئے نہایت خوفناک بنا دیا ہے۔ بدرجہا افضل ہین۔ ترکون کی جنگی شہرت کو پھر بحال کرنے کے لیئے صرف چند فوجی مصلحین اور چند بیدار مغز وزرا کی ضرورت ہے۔ پھر دیکھو کہ کل دنیا کے معاملات کا رخ یکبارگی بدلتا ہے کہ نہین"

اٹھارہوین صدی عیسوی کے پہلے نصف حصہ کا ایک اور قابلترین عیسائی مدبر اور بے نظیر پولیٹکل فلاسفر مونٹس کوئی نے بھی عوام کی غلط فہمی کے دور کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا۔ اوس نے صاف کہدیا کہ "میرے معاصرین سلطنت عثمانیہ کو برباد ہوتا دیکھنے کی جو امیدین رکھے بیٹھے ہین۔ وہ قبل از وقت اور باطل ہین۔ اگر ہمسایہ عظیم الشان جنگی سلطنتون سے کبھی ترکی کی آزادی سخت خطرہ مین پڑگئی تو مغربی یوروپ کی بحری طاقتون کو لازمی طور پر اوسکی حفاظت کرنی پڑے گی۔ اونکو تو اپنی [illegible] اون کو کبھی اجازت نہین دینگی کہ وہ روس یا آسٹریا کو قسطنطنیہ پر قابض ہوجانے دین"

مگر روس نے ان الفاظ کی نہ اوس وقت پروا کی اور نہ کبھی بعد۔ اوسی سال جب کہ مونٹس کوئی نے یہ رائے ظاہر کی (۱۷۳۴ع) دربار سینٹ پیٹرز برگ ترکی کے ساتھ لڑائی کے لیئے بیطرح بیقرار ہو رہا تھا۔ اوس کے پاس اوس وقت بہتر از فوج موجود تھی جو منیخ پرلٹڈ مین اپنی شہرت اور نیکنامی قایم کر چکی تھی۔ اوس کے پاس کونٹ مینونک ایسا نامور جنرل موجود تھا جسنے اپنی فوجکو اعلی درجہ کی زبردست بنالیا ہوا تھا۔ اور مزید برآن وہ اقبال کا موقعہ ملنے کے لیئے بیچین ہو رہا تھا۔ دسی توپچی افسر جن مین سے اکثر مغربی یوروپ کے رہنے والے تھے۔ قابل شخص تھے۔ اور توپخانہ (جس کی طفیل ہی روس نے سینکڑون لڑائیان فتح کی ہین) نہ صرف تعداد مین ہی بڑھا ہوا تھا بلکہ توپین بھی اعلے قسم کی تہین۔ ان سب کے اجتماع سے زارینہ اینی اور اوس کے مشیرون کے سرون مین خوب ہوا بھر گئی تھی اور اون کو خیال ہو گیا تھا کہ ۱۷۱۱ء مین پروتھ کے کنارون پر جو ذلت اٹھانی پڑی تھی۔ اوس کا بدلہ لینے کا وقت آگیا ہے۔ آسٹریا پر اوس وقت چارلس ششم حکمران تھا جس کی طبیعت کی کمزوری ناظرین سے پوشیدہ نہین رہی ہوگی۔ کہنے سننے سے وہ بھی زارینہ کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶) ہو کر کبھی اوس کے دشمنون کے ساتھ لڑتا رہا۔ اور بالآخر ترکون سے مقابلہ کیا۔ اوس نے فن حرب پر کئی کتابین لکھین ۱۶۸۰ء مین فوت ہوا۔ (مؤلف) ۱۲

لہ چارلس ڈی سیکنڈاٹ مانٹس کوئی فرانس کے ایک شریف خاندان مین سے تہا۔ اوسے بچپن مین قانونی تعلیم دلائی گئی۔ اوائل عمر مین ہی اوس کے علمی مذاق اور قابلیت کے جوہر نمایان ہو گئے۔ ۲۵ برس کی عمر مین بورڈو کے پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔ اور دو برس بعد اوس کا پریسیڈنٹ۔ اوسکی پہلی مشہور تصنیف "فارسی خطوط" تھی جو ۱۷۲۱ء مین شایع کی گئی۔ دوسرے برس انہو ایک [illegible] کی اس فصاحت [illegible] سے مخالفت کی کہ اوسکی تجویز ترک کر دیگئی۔ ۱۷۲۸ء مین اوسے فرنچ اکیڈمی کا ممبر بنایا گیا۔ کارڈینل فلوری نے مذہبی خیال سے مخالفت کی۔ اوس کا خیال تہا کہ مونٹس کوئی کے "فارسی خطوط" کے بعض مضامین مذہب کے منافی ہین۔ مگر اوسکی مخالفت بے ثمر رہی ۱۷۲۸ء

اوسکی غاصبانہ تجاویز مین شامل ہوگیا۔ اور زاریتہ نے بابعالی سے چھیڑ چھاڑ شروع کردی۔ داغستان کبرطاس اور بحیرہ خضر سے دیگر درمیانی علاقون کی حدود کے متعلق ٹرکی سے تنازعے پیدا کر دیئے گئے جن کی کیفیت پہلے بیان ہوچکی ہے۔ پھر جیسا جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے خان کریمیا علاقجات کوہ قاف سے گذر کر شمال ایران کو ترکون کی مدد کیلیے جانے لگا تو اوس کی مزاحمت کیگئی اور اوسے پیچھے ہٹا دیا گیا۔

ان باتون سے زاریتہ اور اوس کے نئے معمول عاشق اور منظور نظر تو بوک بیرنگ جو سیاہ و سفید کا مالک بنا ہوا تھا۔ لڑائی کو ایسے کافی بہانے ہاتھ آگئے۔ روس کو یہ بھی ناراضگی تھی کہ ٹرکی نے پولینڈ مین اوس کے غاصبانہ حملون پر ۱۷۶۸ء مین کیون سخت اعتراض کیا تھا۔ رئیس آفندی کی اعتراض کے جواب مین روسی گورنمنٹ نے تحریر کیا کہ روسی افواج صرف اس لیے داخل ہوئی ہین کہ اہالی پولینڈ آزادی سے نیا بادشاہ منتخب کرسکین۔ اور فرانس کی سازشین جو سٹانسلاس کو تخت نشین کرانا چاہتا ہے موثر نہ ہوسکین۔ ترکی وزیر صیغہ خارجیہ نے جواب دیا۔ بابعالی کو اسکی پروا نہین کہ پول کسکو بادشاہ منتخب کرین۔ لیکن وہ پولینڈ کی آزادی مین ہرگز خلل نہین پڑنے دیگا۔ پھر روسی سفیر نے شکایتون کا دفتر کھولدیا کہ بابعالی نے تاتاریون کو کاسکون پر حملہ کرنے دیا ہے اور تاتاری فوج علاقہ قاف سے گذرتی رہی۔ اور روس کے روسی فراری سپاہی کالم ... کو حوالہ نہین کیا۔ انہی شکایات کی وجہ سے روسی گورنمنٹ جنوبی علاقہ مین فوج جمع کر رہی ہے۔ کریسی صاحب لکھتے ہین کہ۔

"دونون سلطنتین مابعد (۱۷۳۴-۱۷۳۵ء) مین فریقین اس طرح ایک دوسرے پر الزام لگاتی رہین مگر روس اور زاریتہ محاربہ کا عزم بالجزم کرچکے تھے جس کو روکنے کے لیے بحری طاقتین (انگلستان و ہالینڈ سے مراد ہے) فضول کوشش کرتی رہین۔"

بطور سابق کریسی صاحب کے آخری فقرہ کے نسبت مجھے پھر اختلاف ہے۔ یہ بحری طاقتین یہ خوب جانتی تھین کہ زاریتہ محض اس لیے ٹرکی سے لڑائی ہوتی ہے کہ آسٹریا فرانس کے ساتھ مشغول کارزار ہے۔ اس لڑائی کے بند ہوتے ہی وہ ٹرکی سے جنگ کردیگی۔ ایسی صورت مین انکا ٹرکی کو اسوقت جب کہ فرانس بھی روس کے ساتھ شامل ہوجاتا لڑائی سے باز رکھنا اونکی بدنیتی کو بالتصریح واضح کر رہا ہے۔ چنانچہ جب تک آسٹریا لڑائی سے فارغ نہ ہوا روسی سرحدون پر تاتاریون سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہنے پر قناعت کرتے رہے۔ اور بابعالی لامحالہ ... بحری طاقتون کی چکنی چپڑی باتون مین آکر اپنا ... کو نا عذر سے کر دیا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۷) - مونٹسکیو نے پریذیڈنسی سے استعفا دیدیا تاکہ اپنی کتاب روح قوانین کی تالیف کیلیے فرصت ملجائے۔ اور اسی غرض کیلیے جرمن۔ ہالینڈ۔ اور انگلستان کا سفر کیا۔ انگلستان مین وہ دو برس رہا۔ اوسکی رائے ہے کہ اگر غور و فکر کرنا ہو تو انگلستان کی رہائش اختیار کرو۔ اور اگر زندگی عیش و آرام سے بسر کرنی ہو تو فرانس کی سکونت اختیار کرو۔ وطن واپس آکر اوس نے اپنی مشہور آفاق کتاب عظمت و زوال کے اسباب شائع کی۔ تذکرون کی نسبت جو رائے اوس نے ظاہر کی ہے وہ اس کتاب کی فصل ۲۳ مین درج ہے۔ یہ کتاب ۱۷۴۸ء مین شائع ہوئی۔ اس مین اوس نے جمہوری۔ ایمپی پالیسی اور مطلق العنان حکومت کی تینون نمونون پر خوب فصاحت کے ساتھ بحث کی ہے۔ وہ بہت باذ انسان اور منصف مزاج تھا۔ ۱۶۸۹ء مین پیدا ہوا ۱۷۵۵ء مین بمقام پیرس فوت ہوا۔ مولف

اور نامہ و پیام کے ذریعہ سے صلح و صفائی اور تصفیۂ منازعات کی فضول و بیہودہ کوشش کرتا رہا۔ مگر جب آسٹریا نے فرانس سے مصالحت کر لی تو روسیہ کھل کھیلی۔ اور مارشل میونک کو اعلانِ جنگ کے بغیر ترکی قلمرو میں داخل ہونیکا حکم دیدیا گیا۔ مئی ۱۷۳۶ء میں قسطنطنیہ میں اطلاع پہنچی کہ روسیوں نے آزاف کے قریب دو ترکی قلعے فتح اور خود آزاف کا محاصرہ کر لیا ہے یہ سنتے ہی باب عالی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور ۲۸ مئی ۱۷۳۶ء کو شیخ الاسلام سے فتوی لیکر روس کی برخلاف جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔ یہاں ابھی اعلان ہی نہ ہونے پایا تھا کہ میونک نے اسی ۲۸ مئی کو دن پر یکاپ کو مورچوں اور فصیل کو فتح کر لیا۔ جنرل مانسٹین نے جو مارشل میونک کے ماتحت شریک کارزار تھا اور جس نے دربار روس میں بسا اوقات ایلچی گری کا بھی کام دیتا رہا تھا اس محاربہ اور نیز روس کی پالیسی دربارہ ترکی کی نسبت اپنی سوانح عمری میں مفصل تحریر کیا ہے۔ جنرل مذکور نے صاف لکھدیا ہے کہ زار پیٹر اعظم نے معاہدہ پرتھ کی خفت مٹانے کیلئے عرصہ مدید سے بحیرۂ اسود کے ساحل پر ترکی سے لڑائی کرنیکی تجویز کر رکھی تھی جسکی تعمیل و تکمیل کا اب قیصرہ اینی نے بیڑہ اٹھایا۔

زار نے دریائے ڈان پر بیشمار کشتیوں اور گوداموں کی تعداد عظیم جمع کرنے کے علاوہ اپنی فوج کو دریائے ڈان کو اور نیز دریائے نیپر کے رستہ دشمن کے علاقہ میں لیجانے کیلئے جہازوں کے بیڑوں کیلئے وافر سامان جمع کر لیا تھا حتی کہ لڑائی شروع کرنے کیلئے سب سامان تیار ہوگیا تھا۔ کہ موت نے (۱۶ مئی ۱۷۲۵ء) کو اوسکی تجاویز کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۷۳۰ء میں قیصرہ اینی کے تخت نشین ہونے پر اس تجویز کو پھر تازہ کیا گیا۔ اور جنرل کیتھ کو زار پیٹر کے جمع کردہ گوداموں کی حالت کا معائنہ کرنے اور حسب ضرورت اوس کے تیار کردہ بیڑوں کی درستی اور مرمت کیلئے جنوبی روس میں بھیجا گیا۔ مگر پولینڈ میں مشکلات حادث ہوجانے سے ترکی پر حملہ کرنیکا ارادہ کچھ عرصہ کیلئے مجبوراً ملتوی کرنا پڑا۔ جب ۱۷۳۵ء میں پولینڈ کی محب وطن جماعت کی پوری پوری بیخکنی ہوگئی تو میونک اور اوسکی چیدہ فوج کو یوکرین میں بھیجا گیا۔ اور آزاف پر حملہ کرکے ترکی سے لڑائی شروع کرنے اور نیز خان کریمیا کے کل علاقہ کو فتح کرکے بحیرۂ اسود کے سواحل پر روسی اقتدار قائم کرنے کیلئے کریمیا کے تاتاریوں کے برخلاف حتی الامکان زور لگا جدوجہد کیئے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔

ابھی کڑکڑاتا جاڑا پڑ رہا تھا کہ میونک نے محاربہ کیلئے تیاریاں شروع کر دیں۔ اوس نے اپنی فوج کو صحاری تاتار اور وہاں کے موسم سرما کی مصائب و تکلیفات برداشت کرنے اور تاتاری سواروں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانے میں توڑ شب و روز محنت کی۔ ہر روسی رجمنٹ کو اپنے اپنے گوداموں کیلئے گاڑیوں کی تعداد کثیر جمع کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہر رجمنٹ میں اوس کے حکم سے اٹھارہ اٹھارہ فیٹ لمبی ساڑھے تین سو نیزے تقسیم کیئے گئے اس ہتھیار کا استعمال سالہائے دراز سے متروک ہوگیا تھا میونک نے اُسے پھر تازہ کر دیا۔ اور دوسری صف کے سپاہیوں کو اون سے مسلح کیا گیا۔ مگر وہ لڑائی میں فضول اور کوچ کے وقت تکلیفدہ ثابت ہوئے۔ اوسکی دوسری اختراع یا تدبیر البتہ نہایت مفید کارگر پائی گئی۔ اوس نے ہر رجمنٹ میں دو دو گز لمبی بیس بیس خاردار چوبی باڑیں تقسیم کیں۔ جو غنیم کے سواروں کے برخلاف بطور عارضی محافظت اور نیز کیمپ کی پناہ کیلئے نہایت کارآمد ثابت ہوئیں۔

جب فوج مقام کرتی تو ان باڑھوں کو کیمپ کے گرداگرد نصب کر دیا جاتا جس سے نہ صرف غنیم کے اچانک حملہ آور ہو جانیکا ہی اندیشہ رہجاتا بلکہ کثیر التعداد دشمن کے ریلے کو روکنے کیلئے بھی مضبوط روک کا کام دیجاتا۔ روسی فسلر رسالہ جات اوس وقت تک چھوٹی برچھی اور تبر (یا گنڈاسا) سے مسلح تھے یہ ہٹا کر انہیں بندوق اور سنگین سے مسلح کر دیا گیا۔ جو سابقہ اسلحہ کی نسبت بدرجہا زیادہ مفید پائے گئے۔

میونک مارچ کے مہینہ میں چھ رجمنٹ فوج پیدل۔ تین رجمنٹ باقاعدہ فوج سواران اور نو ہزار کاسک علاقہ دریائے ڈان کے ہمراہ لیکر قلعہ سینٹ انی کیطرف جسکو روسیوں نے آزاف سے تخمیناً آٹھ میل کے فاصلہ پر تیار کیا تھا بڑھا۔ آزاف کے ترکی گورنر نے از راہ خوش اخلاقی اپنے ایک افسر کی معرفت مارشل کو اوس کے ورود سرحد پر خوش آمدید کہلا بھیجی۔ اور ساتھ ہی یہ پیغام بھیجا کہ ہمکو پورا یقین ہے روسی فوج بغرض شکست محبت و مصالحت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ میونک نے گول مول لفظوں میں جواب دیکر پاشا کے ایلچی کو رخصت کر دیا۔ اور پھر ۹ مارچ کو دریائے ڈان سے عبور کر کے ایسی سرعت اور اخفا کو ساتھ آزاف کیطرف پیشقدمی کی کہ ترکوں اور تاتاریوں کے ہجوم غفیر کو ابھی اوسکی آمد کی خبر بھی نہ ہونے پائی جو آزاف شہر کے دو بیرونی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ اور اسکے بعد خود شہر کا محاصرہ کر لیا۔

چند دنوں کے بعد کونٹ لاسکی کمک لیکر پہنچ گیا۔ اور میونک محاصرہ کا کام اوس کے سپرد کر کے خود ۲۶ اپریل کو مقام زاریتسکا کو جہاں محاربہ کی اصل مدعا یعنی حملہ کریمیا کیلئے فوج جمع ہو رہی تھی چلا گیا۔ یہ قصبہ دریائے نیپر سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اجتماع فوج کی کارروائی ۷ مئی ۱۷۳۶ء کو مکمل ہو گئی۔ اور کل فوج حسب ذیل جمع ہوئی۔

ڈریگون یعنے باقاعدہ سواروں کی بارہ رجمنٹیں۔ باقاعدہ انفنٹری (فوج پیدل) کی پندرہ رجمنٹیں ملیشیا (فوج ردیف) کی دس رجمنٹیں۔ ہوزار (یک سواروں) کی دس۔ پانچ ہزار کاسک علاقہ ڈان کے۔ چار ہزار کاسک علاقہ یوکرین کے اور تین ہزار زیپوروژین کاسک یعنی کل جمعیت ۸۵ ہزار آدمیوں کی تھی۔ ہر رجمنٹ اور نیز افسروں کو دو مہینوں کی خوراک کا سامان ہمراہ لینے کا حکم دیا گیا۔ رسد کے اسلئے وافر ذخیرے جمع کیئے گئے تھے کہ اس سے زیادہ عرصہ کے واسطے بھی خوراک کا سامان تقسیم کیا جا سکتا تھا مگر باربرداری تھوڑی تھی۔ اور میونک مزید چھکڑوں اور جانوران بارکش کے انتظار میں مہم کو اور زیادہ عرصہ کیلئے ملتوی نہیں کرنا چاہتا تھا تاہم اوس نے پرنس تروبتسکی کو اس کام پر مامور کر دیا کہ وہ اون رجمنٹوں کے ساتھ جو مہم میں شامل ہونے کیلئے چل پڑی ہوئی تھیں لیکن ابھی تک نہیں پہنچی تھیں لگاتار سامان رسد بھیجتا رہے۔ مارشل کو اون احکام کی تعمیل کما حقہ نہ ہونے سے اوسکی حملہ آور فوج کو سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔

میونک نے فوج کو پانچ کالموں یا دستوں میں تقسیم کر کے دریائے نیپر کے بائیں ساحل کے کنارے کنارے جنوب کی طرف حرکت کی۔ رستہ میں تاتاری سواروں کی چند جماعتوں کو جو حملہ آوروں کی نقل و حرکت کے انکشاف کیلئے آئی تھیں شکست دیکر بھگا دیا گیا۔ پھر حملہ آور مقامات سلتنایا ڈولینا اور چرنایا ڈولینا کے رستہ دریائے کونشکا کے کناروں پر پہنچ گئے۔ وہاں سے اوس

چھوٹی سی خاکنائے کیطرف جو جزیرہ نما کریمیا کو براعظم یوروپ سے ملاتی ہے پیشقدمی کیگئی۔ اور ۱۲ مئی کو روسی مارشل پریکاپ کی مشہور دیوار کے قریب پہنچگیا۔

خاکنائے پریکاپ کے مغرب میں بحیرہ اسود اور مشرق میں بحیرہ آزاف ہے۔ یہ دیوار اوس کے تنگ ترین موقعہ پر جو صرف پانچ میل عریض ہے بحیرہ اسود اور بحیرہ آزاف کی اوس خلیج کے درمیان شہر پریکاپ کے متصل بجانب شمال بنی ہوئی تھی جو بحیرہ متعفن کے نام سے مشہور ہے۔ دیوار کے سامنے ۱۲ فیٹ چوڑی اور ۲۵ فیٹ عمیق خندق کھدی ہوئی تھی۔ اور خندق کی تہ سے دیوار کی بلندی ستر فیٹ تھی۔ دیوار میں چھ بڑے بڑے سنگی برج بھی تھے فصیل کے پیچھے پریکاپ کا قلعہ تھا۔ تاتاری اس سد محافظت کو ناقابل فتح تصور کرتے تھے۔ خان کریمیا ایک لاکھ تاتاریوں کی جمعیت سے اوس کے پیچھے مینوک کے مقابلہ کے لیئے موجود تھا۔ علاوہ برین اٹھارہ سو نگچری برجوں میں متعین تھی۔

مینونک نے حملہ سے پہلے خان کریمیا کو اطاعت قبول کرنے کے لیئے خط ارسال کیا۔ اوس میں پہلے خان مذکور کو یوکرین کی روسی رعایا پر تاتاریوں کی متواتر یورشین کرتے رہنے پر ملامت کرنے کے بعد بتایا گیا کہ زارینہ قیصرہ نے ان بدعمالیوں کی پاداش میں کل کریمیا کو تباہ و ویران کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ مگر ساتھ ہی اوس رحم مجسم فرمانروا نے فرمان کی تعمیل سے پہلے تمکو اپنے اعمال کی سزا سے بچ جانیکا موقعہ دیدیئے جانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور مجھکو حکم دیا ہے کہ اگر تم اپنی کل رعیت سمیت روس کی اطاعت قبول کر لو اور زارینہ کی رعیت بن جاؤ تو تم کو معاف کر دیا جائے۔ پس اگر تم پریکاپ فوراً حوالہ کر دو اور اوس میں روسی فوج کو قابض ہو جانے دو تو میں مصالحت کا نامہ و پیام شروع کرنے کے لیئے بالکل تیار ہوں۔"

خان نے جواب میں اون الزامات کی صداقت سے جو اوسکی رعایا پر لگائے گئے تھے انکار کر کے تعجب ظاہر کیا کہ روسیوں نے اعلان جنگ کے بغیر اوس پر کیسے حملہ کر دیا ہے۔ اطاعت کے متعلق اوسنے جواب دیا کہ "میں اوس تعلق کو جو صدیوں سے کریمیا اور باب عالی میں چلا آتا ہے نہیں توڑ سکتا۔ اور بفرض محال اگر میں پریکاپ کو دینا بھی چاہوں تو نہیں دے سکتا کیونکہ اوس میں خاص ترکی فوج مامور ہے۔ میں مارشل سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ مخاصمت کو ملتوی رکھکر اگر کوئی جائز موجب شکائیت موجود ہے تو نامہ و پیام سے اوس کی تصفیہ کا موقعہ دیں۔ لیکن اگر باوجود میری اس درخواست کے حملہ پر ہی اصرار کیا گیا تو میں تا مقدور اپنا بچاؤ کرونگا"

مینونک نے جواب بھیجا کہ "چونکہ خان نے ملکہ روس کی رحم و عفو سے فایدہ نہیں اُٹھایا۔ وہ جلد اپنے ملک کو ویران اور اپنے بلاد کو خاک سیاہ دیکھیگا"

ادہر مینونک نے جواب کا انتظار نہ کر کے فوج کو آگے بڑہنے کا حکم دیدیا جو اس قاصد کے پیچھے پیچھے جسکو یہ تند و غضب آلود پیغام دے کر پریکاپ بھیجا گیا تہا۔ ۲۰ مئی ۱۷۳۶ء کی شب ہشتمین کو کوچ کر کے طلوع فجر سے ایک گھنٹہ پہلے چپ چاپ چھ میل سے پاؤ میل کے فاصلہ پر پہنچ گئی۔ مینونک نے پہلے اڑہائی ہزار آدمیوں کا ایک دستہ کچھ توپیں دیکر اپنے میسرہ کی طرف جو

بحیرہ آزاف کیطرف تہا بھیجدیا تاکہ وہ اوس طرف مصنوعی حملہ کرکے دشمن کی توجہ کو اس میمنہ یعنی بحیرہ اسود کی طرف والے بازو سے جس طرف کہ وہ واقعی حملہ کرنا چاہتا تھا ہٹا دے۔ اوسکی یہ تدبیر کارگر ہوگئی۔ کل تاتاری فوج فصیل کے شرقی حصہ مین جمع ہوگئی۔ مگر جب اونہون نے چند زبردست روسی کالمون کو ثابت قدمی اور سرعت کے ساتھ اپنے بسیتر یعنی فصیل کے مغربی حصہ کیطرف بڑہتا دیکھا تو اون کے اوسان خطا ہوگئے۔ اور اونکی صفون مین کھلبلی پڑگئی۔

تاتاریون سے ایک اور غلطی ہوگئی۔ اونہون نے خندق مین پانی نہ چھوڑا تھا۔ چنانچہ روسی کالم با آسانی تمام اوس مین اُترکر اُسے عبور کرکے فصیل پر چڑہنے لگ گئے۔ اس کے ساتھ ہی روسی بیٹریون نے فصیل پر ایسی سخت گولہ باری شروع کردی کہ تاتاری حملہ کو روکنے کے لیئے صف آرائی کرنے سے عاجز ہوگئے۔ تاتاریون کو خندق اور فصیل پر بڑا بھروسہ تھا جب اونہون نے دیکھا دشمن اوسپر گلہریون کی طرح چڑہتے آتے ہین۔ تو اون کے رہے سہے حواس باختہ ہوگئے اور وہ میدان جنگ سے بہاگ گئے۔ روسی تقریباً بلا مزاحمت فصیل پر چڑہ کر دوسری طرف پہنچ گئے۔ جنرل مانسٹین جو اس معرکہ مین شریک تہا لکہتا ہے کہ "اگر تاتاریون کی جگہ کوئی اور دشمن مقابل ہوتا تو غالباً فصیل و خندق کبہی اس طرح سے نہ گذرا جا سکتا۔ لیکن پہر بہی کریمیا مین داخل ہونا ناممکن نہ ہوتا۔ کیونکہ ساحل کے قریب بحیرہ آزاف موسم گرما مین اسقدر پایاب ہوجاتا ہے کہ اوس مین سے بآسانی گذرا جا سکتا ہے اور اس طرح سے فصیل کو چہوڑ کر بازو پر سے یکایک حملہ ہوسکتا ہے۔ یا اگر حملہ آور چاہے تو اوسی بازو پر چہوڑکر کریمیا مین داخل ہوسکتا ہے۔"

اس لڑائی مین کسی ترتیب نے جہاز رانی کا کام نہ لیا۔ حالانکہ خوب مسلح اگن بوٹ حملہ و مدافعت دونون اغراض کے لیئے خوب کام دے سکتے تھے۔ فصیل سے گذرنے کی دیر تھی کہ شہر پر یکایک جا پڑا اور اوس کا قلعہ بآسانی فتح کرلیا گیا۔

بعد ازان مینونک نے ۱۹ جون کو جنرل لیونٹ کے زیر کمان دس ہزار باقاعدہ سپاہ اور تین ہزار کاسک قلعہ کلبورن پر بہیجدیئے یہ قلعہ اسی نام کی راس کے آخری سرے پر جو دہانہ دریائے نیپر اور قصبہ اوچاکوف کے مقابل بحیرہ اسود مین چلی گئی ہے۔ واقع ہے۔ اسی دن پورشیل نے جنگی کونسل منعقد کی کہ باقیماندہ فوج کیا کارروائی کرے۔ اکثر افسرون نے کریمیا مین اور آگے بڑہنے کی مخالفت کی وجہ یہ پیش کی کہ فوج کے پاس اب فقط بارہ دنون کی خوراک موجود ہے۔ اور کہا کہ اگر آگے بڑہنا ہی منظور ہو تو کم از کم رسد کو پہنچ لینے دیا جائے۔ مگر مینونک فاتح کریمیا کی عزت حاصل کرنے کے لیئے بیتاب ہورہا تہا اختلاف رائے کرکے اپنے افسرون کو کہا کہ اگر ہم دلیرانہ دشمن کے ملک مین بڑہتے چلے گئے تو ہمین وہین کے گودامون اور ذخائر سے کافی خوراک ملتی رہیگی خاک تلے پڑے زیادہ عرصہ ٹھیرا رہنا مناسب نہین اس سے تاتاریون کو تشویش و گھبراہٹ سے سنبھلنے کا موقعہ مل جائے گا۔ سپہ سالار کی مرضی سے کون سرتابی کرسکتا ہو۔ فوج نے کریمیا کو شمالی صحاری مین سے گذرنا شروع کردیا۔ رستہ مین تاتاری ہر وقت فوج کو ستاتے رہے مگر مینونک کی پرچند اور با سلیقہ تدابیر کی وجہ سے کوئی اہم حملہ نہ کرسکے۔ مارشل نے فوج کو کوچ مین حلقہ دار مربع کی شکل مین صف آرا کرتا۔ ایک مربع کئی پلٹنون کا ہوتا۔ اور ہر پلٹن بہی بجائے خود مربع کی شکل مین ہوتی سامان و اسباب مربع کے

وسط مین رکھا جاتا تھا یہ طریقہ روسیون مین بہت مقبول ہوگیا اور اب تک جب کبھی اون کو ایسے کھلے کف دست علاقون مین جہان غنیم کے پاس کثیر التعداد سوار ہون فوج پیدل لیجانی پڑتی ہے تو اسی طریق کی پابندی کی جاتی ہے۔

مینونک پیشقدمی کے ساتھ ساتھ یوکرین اور پریکاپ سے اپنی آمد و رفت کے رشتہ کو محفوظ رکھنے کا انتظام کرتا گیا اس غرض کے لیئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ سے مناسب مقامون پر چھوٹے چھوٹے مورچے تعمیر اور ہر ایک مین ایک افسر کے ماتحت دس بارہ باقاعدہ پیدل یا سوار اور بیس کاسک مامور کر دیئے گئے اس طرح سے مینونک کی فوج اور یوکرین و پریکاپ مین قلعہ بند مقامات کا مکمل سلسلہ قایم ہوگیا جن کے رستہ ہر وقت خبر بیخطر پہنچ جاتی اور بھیجی جاتی تھی۔ تاتاری اکثر ان گڑھون پر حملہ کرتے رہتے تھے مگر اُن مین سے کبھی ایک بھی نہ فتح کر سکے۔ اور عموماً روسی قاصد ایک مورچہ سے دوسرے تک بخیریت پہنچ جاتے رہے۔ ان مورچون کو سپاہیون کو راستہ کی حفاظت کے علاوہ یہ کام بھی سونپا گیا کہ وہ گھاس کاٹ کر جمع کرتے رہین تاکہ فوج کی واپسی کے وقت اوس کے گھوڑون کے کام آسکے کیونکہ یہ اندازہ کر لیا گیا تھا کہ فوج کی واپسی تک سب جنگلون کی گھاس ختم ہوگئی ہوگی۔ ان پیشبندیون اور انتظام سے روسی کریمیا مین بڑہتے چلے گئے۔ گھاس اب خشک ہوگئی تھی۔ اور تاتاریون کی عادت تھی کہ دشمن کی پیشقدمی کو روکنے کے لیئے اوسے عموماً آگ لگا دیا کرتے تھے مینونک نے اس کا بھی انتظام کر لیا تھا۔ فوج کے ساتھ سپاہیون کو تازہ دم کرنے کے لیئے پانی کے بیشمار چھکڑے پہلے ہی ساتھ تھے مینونک نے اب یہ بھی حکم دیدیا کہ ہر گاڑی اور چھکڑے پر آگ بجھانے کا سامان بھی رکھ لیا جائے۔ اور جب فوج مقام کرتی تو کیمپ کے گرداگرد ایک ایک گز چوڑی زمین گھاس سمیت کھود دیجاتی۔

پریکاپ سے روانہ ہو کر مینونک نے پہلے قصبہ کاسلوف کا رُخ کیا۔ یہ کریمیا کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ اور اب یوپاٹوریا کے نام سے مشہور ہے۔ اوس وقت وہ جزیرہ نما مین سب سے متمول تجارتی قصبہ شمار کیا جاتا تھا۔ روسیون نے اچانک حملہ کر کے اوسے فتح کر لیا وہان سے باغچہ سرای کا عزم کیا گیا۔ یہ مقام خوانین کریمیا کی قدیم جائے رہائش تھی۔ تھوڑی سی مزاحمت کے بعد وہان کی تاتاری فوج شہر کو بے پناہ چھوڑ کر فرار ہوگئی۔ اسپر مینونک نے فوج کو شہر سے باہر صف بستہ کر کے چار حصون مین تقسیم کیا۔ اور اول ایک حصہ کو اندر بھیجا کہ اتنے گھنٹے تاخت و تاراج کر کے واپس آجائے۔ اسیطرح اتنے اتنے گھنٹون کے لیئے یکے بعد دیگرے باقی حصے بھیجے گئے۔ اور ان مجسم عیسائی فرشتون نے تہذیب و شائستگی کے کام کو خوب دلچسپی سے سر انجام کیا۔ دو ہزار عام مکانات اور کل سرکاری عمارتین تباہ و برباد کر دیگئین خوانین کا عالیشان محل سلیم گیرائی کا قایم کردہ بے نظیر کتب خانہ اور نیز وہ کتب خانہ جسکو جیسوٹ پادریون نے جمع کیا تھا آگ کے شعلون کی نذر ہوگئے۔ باغچہ سرای کے بعد سمفراپول کی باری آئی۔ یہ اول الذکر سے بجانب شمال مشرق واقع ہے۔ وہان کے باشندون اور اون کے مال و متاع کو بھی شمال مقدس مہاتما کی چیلون (روسی سپاہیون) کے رحم و کرم اور عمارات کو آگ کے حوالہ کر دیا گیا۔ وہان سے مینونک کافہ پر قبضہ کر کے وہان مستقل روسی چھاونی ڈالنے کے عزم سے اودہر روانہ ہوا۔ مگر اوسکی فوج جس نے کریمیا کو تباہ و برباد کر دینے مین کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی خود بھی سخت مصائب مین گرفتار ہو رہی تھی۔ اور اوسکی تعداد لڑائی سے نہین بلکہ بیماری۔ قلت رسد اور تکان سے دن بدن کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اب جس طرف کو روسی فوج بڑہتی تھی۔ تاتاری پہلے سے اوس علاقہ کی فصل اور گھاس کو تباہ

کر دیتے تھے جس ویرانی کو روسی سپاہ اپنے وحشیانہ ظلم و ستم سے اور زیادہ ویران کر کے خود اپنی تکالیف اور مصائب کو بڑھا دیتی تھی
جنرل مالسٹن لکھتا ہے کہ ۱۷۳۶ء کے محاربہ کریمیا میں روسیوں کے تیس ہزار آدمی ضائع ہوئے۔ وہ مینونک کی شتاب کاری پر سخت
اعتراض کرتا ہے کہ مارشل مذکور محض اس امید پر کہ دشمن کے ملک سے رسد مل جائے گی اپنی فوج لیکر جزیرہ نما میں اندھا دھند بڑھتا گیا۔
جنرل مذکور مارشل پر نظام میں بے جا سخت گیری کرنے اور سپاہیوں کو فضول بیگار کے کاموں سے خستہ و ماندہ بنا دینے کا بھی الزام لگاتا ہے
اوس کا بیان ہے کہ روسی سفر کی صعوبتوں اور فاقہ سے ایسے نڈھال ہو گئے تھے کہ سپاہی چلتے چلتے بیہوش ہو کر زمین پر گر
پڑتے تھے اور صرف سپاہی ہی نہیں۔ بلکہ کئی افسر بھی فاقہ اور سختی سے ہلاک ہوئے۔ مینونک ان وجوہات سے کفا کا ارادہ ملتوی کر کے
۲۷ جولائی کو پریکاپ واپس آگیا۔ اور پھر خاک ناپے کی تحصیل کا مستحکم حصہ زمین کے برابر کر کے ۲۵ اگست کو کریمیا خالی کر گیا۔ جنرل
مالسٹن محاربہ کی سختی کے ثبوت میں تحریر کرتا ہے کہ آغاز محاربہ میں ہر رجمنٹ کی جمعیت مکمل تھی۔ پیدل رجمنٹ میں ۱۵۷۵ اور
سواروں کی رجمنٹ میں ۱۳۲۱ آدمی تھے۔ کریمیا سے واپس آکر جب مینونک نے بمقام سمارا استپ کے اخیر میں فوج کا جائزہ لیا تو
ایک بھی ایسی رجمنٹ نہ پائی گئی جس میں چھ سو آدمی رہ گئے ہوں لیکن (بقول کریسی) یہ حملہ اور اس سال کے پورے پورے سختی
کل محاربہ میں مینونک کی فوج نے کریمیا میں نہایت وحشیانہ ظلم و ستم اور کمال وحشت و درندگی سے کام لیا۔ روسیوں نے
پیر و جوان مرد و زن شیرخوار و معصوم کسی پر رحم نہ کیا۔ اور جو قابو چڑھا اوس کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا۔ شہروں قصبوں اور
دیہات کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اور جہاں باشندوں نے مقابلہ بھی نہ کیا تھا وہاں بھی انہیں بے دریغ تہ تیغ کر ڈالا۔ قدیم نوادرات
اور عجائب یادگاروں کو محض از راہ شرارت بگاڑ دیا گیا۔ کتب خانے اور دیسے شعلوں کی نذر کئے گئے۔ اور سرکاری عمارات
اور معابد کو عمداً و قصداً منہدم کیا گیا۔ الغرض اس کل مہم میں جو یہ یاد ہے کہ بااعلان جنگ کی گئی تھی پوری پوری وحشت و
درندگی سے کام لیا گیا"

کریسی کے علاوہ ون ہیمر، ڈی کیٹل، نوادر کئی دیگر عیسائی مورخ بھی روسیوں کی اس سیاہ کاری پر سخت نفرت اور
خفگی کا اظہار کرتے ہیں۔

آزوف کو جنرل لاسکی نے تھوڑے دنوں میں فتح کر لیا تھا۔ اور مینونک ابھی کریمیا میں ہی تھا کہ تاریند کی قالموق سپاہ
نے کوبن (واقع ایشیا) کے تاتاریوں پر حملہ کر کے اون کو آبنائے کرچ عبور کر کے اپنے بھائیوں کی مدد کرنے سے ہی نہ روک دیا
بلکہ اونمیں سے اکثر کو سلطان کی اطاعت چھوڑ کر تاریند کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ کل بردوں نے بھی جنرل لینٹ
کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ الغرض محاربہ کے پہلے سال میں روسی اپنی دغابازی مکر و فریب اور سینہ زوری میں بلاشبہ تقریباً
کامیاب ہوئے سلطان کی افواج کو اس برس میں صرف ایک فتح نصیب ہوئی۔ نومبر ۱۷۳۶ء میں کریمیا کے نو خان فتح غیرای
نے (پہلے خان قبلان غیرای کو بابعالی نے مینونک کو حملہ کے روکنے میں غفلت کرنے کی وجہ سے معزول کر دیا تھا) یوکرین پر
حملہ کر کے پانچسو روسیوں کی ایک دستہ کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اور پھر کل علاقہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ مینونک کی با نمایاں

اوس قوت سرائی کو اوڈروں میں پچھلی مہم کی کوفت کو دور کر رہی تھی چنانچہ تاتار کھلے بندوں تمام علاقہ کو ویران کرتے پھرے اور دیگر مال غنیمت کے علاوہ تیس ہزار روسی پکڑ کر لے گئے جن کو کریمیا کے بازاروں میں غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔

روس کی اس دغابازی کے باوجود باب عالی لڑائی جاری رکھنا نہیں چاہتا تھا۔ اوس نے پہلے سفیر فرانس کو کہا کہ وہ بیچ بچاؤ کر کے مصالحت کرا دے۔ ول نوروی باقطعیا خود ایسا کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اوس نے اپنی گورنمنٹ سے استمزاج کیا۔ اور وزیر اعظم نے خود بھی براہ راست فلوری کو خط تحریر کیا۔ ابھی کوئی جواب نہ آیا تھا کہ آسٹریا نے از راہ بدنیتی خود بخود ثالث بننے کی درخواست کر دی تا۔ گو در اصل اوسکی نیت یہ تھی کہ ٹرکی کو مصالحت کرا دینے کے دہوکہ سے جنگی تیاریوں سے جو وہ محاربہ کے لئے کر رہی تھی۔ روک دے۔ اور ترکی صوبوں کی لوٹ کھسوٹ اور غصب میں خود بھی روس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ چنانچہ امپائر قیصر چارلس ششم نے جنوری ۱۷۳۷ء میں روس سے خفیہ معاہدہ کر لیا تھا جس کی رو سے یہ شرط قرار پائی تھی کہ آسٹرین افواج بھی روسی فوجوں کے دوش بدوش ٹرکی پر حملہ کر دیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ ارادہ کر لیا گیا تھا کہ جس طرح روس نے بلا اعلان جنگ اچانک اوزیکوف آزاف اور کریمیا پر حملہ کیا تھا۔ اسی طرح آسٹریا بھی ترکوں کو غافل رکھکر اون پر اچانک حملہ کر دے۔ اور اسی مدعا کے حصول کے لئے آسٹریا نے بیچ بچاؤ کر کے صلح کرا دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ آسٹرین شہنشاہ نے انگلستان اور ہالینڈ کے سفیروں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ بانی وال (احمد پاشا) ان نیک بختوں کی کرتوتوں سے واقف تھا۔ اوس نے عثمانیہ وزراء کو متنبہ کر دیا کہ یہ صرف تمہیں دہوکہ دینے کے لئے کارروائی کی جا رہی ہے تاکہ چارلس کو انہی وہ فوجیں جو فرانس سے لڑائی کرنے کے بعد اٹلی سے بحال تباہ خستہ واپس آئی ہیں۔ آراستہ کرنے کی مہلت مل جائے۔ فلوری نے بھی وزیر کو اسی مضمون کا خط لکھکر اوسے بتا دیا کہ شہنشاہ چارلس بالضرور اون اقراروں کی وجہ سے جو اوس نے زارینہ سے کئے ہوئے ہیں لڑائی میں شریک ہو جائے گا۔

مگر باب عالی کے چند یونانی ملازموں کی سازشیں جن کو رشوت دیکر روس نے گانٹھ لیا ہوا تھا۔ ان مشوروں پر غالب آ گئیں۔ باب عالی نے آسٹریا کی ثالثی منظور کر لی۔ اور مقام نمیروف میں آسٹریا۔ روس اور ٹرکی کے سفراء کی کانگرس مصالحت کی گفتگو اور تصفیہ کے لئے جمع ہو گئی۔ جہاں نومبر ۱۷۳۷ء تک آسٹریا اور روس کے ایلچیوں نے ترکی سفیروں کو باتوں میں لگائے رکھا۔ آخر جب یہ لوگ اس توقف اور تعویق سے تنگ آ گئے۔ اور روس سے شرائط مصالحت کو صاف صاف سنائے جانے کا مطالبہ کیا۔ اور روسی اور آسٹرین سفیروں نے جنہیں اس معاملہ کو اب اور زیادہ عرصہ کے لئے قائم رکھنے کی ضرورت نہ رہی تھی۔ ایسی شرطیں سنائیں کہ اور ایک سو برس کی مزید شکستوں اور ذلتوں کے باوجود بھی ترک انکو ماننے پر رضا مند نہیں ہوئے تھے۔ روس نے جو شرطیں پیش کیں وہ یہ تھیں۔ اولاً تمام سابقہ عہد نامے جو روس اور باب عالی میں ہو چکے ہیں منسوخ کر دیئے جائیں۔ ثانیاً۔ کریمیا۔ کوبان اور تمام وہ علاقے جن میں تاتاری آباد ہیں روس کے حوالہ کر دیئے جائیں۔ ثالثاً والیشیا اور مالڈیویا کو روس کی حمایت و اقتدار میں خود مختار ریاستیں تسلیم کیا جائے۔ رابعاً باب عالی روس کے فرمانروا کو شہنشاہ (یعنی قیصر) کا خطاب منظور کرے۔ خامساً روسی بیڑہ کو بحیرہ اسود۔ باسفورس و درہ دانیال کے راستہ بحیرہ روم کو آنے جانے کی عام اجازت دیجائے۔

آسٹریا نے بوسنیا اور سرویا مین مزید علاقون اور نیز والیشیا مین دریائے ڈینیوب و ویا تک سرحد کی توسیع کا مطالبہ کیا۔ ترکی سفیر ان مطالبون کو سنکر ششدر ہو گئے۔ اور اونہون نے ان متکبرانہ دعاوی کو معقول و مناسب ناراضگی کے ساتھ منتشر کر دیا۔

اس موقعہ پر ترکی سفراء نے بحث و گفتگو کی ایک نئی طرز اختیار کی جو ان کی زبان سے بالکل عجیب معلوم ہوتی تھی۔ اونہون نے حسب معمول قرآن شریف کا حوالہ دینے کے علاوہ اپنے مخالفون کی بے ایمانی کے ثبوت مین انجیل اور قانون ملل پر عیسائی مصنفین کی کتابون سے مدد لی۔ دوسری طرف روسی اور آسٹرین سفراء نے عثمانیون کو طعن دیا کہ "تمہارا مذہب تو یہ کہتا ہے کہ کفار کو اسلام کی دعوت کرو۔ اگر وہ نہ مانین تو ان کا مقابلہ کرو۔ پھر تم کہان کے سچے مسلمان ہو کہ اپنی شریعت کے برخلاف عیسائیون سے مصالحت کی گفتگو کرتے ہو؟"

ترکون نے جواب دیا کہ "جس حکم کا تم حوالہ دیتے ہو وہ صرف بت پرستون (مشرکین) اور منافقین (ملحدین) کے لئے ہے توریت۔ انجیل اور زبور کے ماننے والے جس وقت جزیہ دینا قبول کرین یا صلح کی درخواست کرین تو تلوار اون کے سرون سے اٹھا لینا اور ان سے صلح کر لینا واجب ہے۔ تم اس سے یہ نہ سمجھو کہ ہم زبردستی صلح کرنا چاہتے ہین۔ جو کچھ تمہارا منشا ہو۔ باب عالی اوس کے لئے تیار ہے۔ ہم اونہی ترکون کی اولاد ہین جنہون نے تمکو ہنگری اور سرویا کے میدانون مین پامال کیا تھا۔ مگر ہم یہ سوال کرنے سے باز نہین رہ سکتے کہ کیا عیسوی مذہب آسٹرین قیصر کو یہ اجازت دیتا ہے کہ سلطان محمود کی تخت نشینی پر اوس نے جس مصالحت کو پختہ حلفی اقرار کیا تھا اوسکو توڑ دے؟" اس سوال سے آسٹرین سفیر لاجواب ہو گئے۔ اور اونمین سے ایک کو آخر صاف اقبال کرنا پڑا۔ کہ "ہم لوگ اپنی اپنی گورنمنٹون کے ملازم اور محض بندگان حکم ہین۔ ہم لڑائی کے بانی مبانیون پر دل سے لعنت بھیجتا ہون۔"

اتنے مین اوس کے حواس کچھ قایم ہو گئے۔ اور مسیحی بیباکی اور ہٹ دھرمی عود کر آئی۔ اس فقرہ کے بعد اوس نے ایزاد کیا کہ "اس لڑائی کے بانی مبانی خود ترک ہین۔ اونہون نے ابتداء ہی سے روس کو اپنے بچاؤ کے لیے تیار ہونے پر مجبور کیا۔ اور اس طرح سے قیصر آسٹریا کو بھی اپنے زبردست روس کے ساتھ بوجہ اتحاد لڑائی مین شریک ہونا پڑا۔ اسلئے اس لڑائی اور خونریزی کا تمام وبال جو اوس کا باعث و محرک ہو۔ پڑے گا۔" ترکی سفیر یہ سنکر پکار اُٹھا "میری بھی یہی دعا ہے کہ لڑائی کے بانی مبانیون پر اوس کا وبال پڑے۔ خدا سچے اور جھوٹے کا انصاف کرے۔ اور اوسکی تلوار غضب اُسی پر وارد ہو جو جھوٹا ہے۔" سب حاضرین نے آمین کہا۔ کانگرس برخاست ہو گئی۔ اور کاذب و صادق کا تصفیہ لڑائی کے پانسہ پر چھوڑ دیا گیا۔

ایک طرف روسی اور آسٹرین وکلاء اوسپی اس دغا بازانہ نامہ و پیام اور گفتگو مصالحت کا جال تننے مین لگ رہے۔ اور دوسری طرف اون کی فوجون نے ترکون پر حملہ کر دیا۔ دونون کی جنگین اور حملے تو یکسان تھے۔ مگر نتیجہ یکسان نہ نکلا۔ نیمورنگ کے مقام نمی روت کانگرس کو جمع ہوئے سے دو مہینے پہلے ستر ہزار فوج اور مختلف جھمپان کی ہ سو توپون سے پھر لڑائی شروع کر دی تھی۔ دربار سینٹ پیٹرزبرگ اوس پر بدرجہ کمال مہربان تھا۔ اور اوس نے اس بات کی کچھ پرواہ نکرکے کہ پچھلے سال مارشل ڈیریمیا کی

ہم میں ہزارہا روسیوں کی جانیں ضایع کردی ہیں سلطنت کو کل وسایل جنسے محاربہ کو وسطی اوس کے اختیار میں دیدیئے تھے سیونک ۱۸۵۳ء کی پہلے مہینے گوداموں اور چھکڑوں کے جمع کرنے ہمواریشیا کے اگن بوٹوں کا بیڑہ تیار کرنے اور فوج کی ترتیب و نظام کو مکمل کرنے میں خرچ کیئے۔ اُسکی سخت گیری سفاکی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ مگر روسی افواج جو اوس وقت سے لیکر اب تک پابندی احکام اور نظام کیلئے مشہور آفاق ہو رہی ہیں اس امر کی بنیاد اسی سخت گیری کی طفیل قایم ہوئی تھی۔

کریمیا پر دوبارا حملہ کرنے کا کام اوس نے جنرل لاسکی کے سپرد کیا۔ اور خود بحیرۂ اسود کے شمال مغربی ساحل کے کنارہ کنارہ بڑھکر سلسترا کو کے مشہور شہر کو لینے کا عزم کیا۔ ۲۵ جون کو اوس نے دریا پرگ کو عبور کیا ترکوں کی جن کی فوج آہستگی مقام شیدرینا جمع ہو رہی تھی۔ اوسکی کوئی مزاحمت نہ کی۔

۱۰ جولائی کو روسی سپاہ سلسترا کو کے سامنے خیمہ زن ہو گئی ترکی جرنیلوں نے سیونک کی پہنچنے سے پہلے اپنی چیدہ فوج کا ایک ڈویژن سلسترا کو بھیجدیا تھا جس سے وہاں کی ترکی فوج کی جمعیت جس کے پاس توپخانہ اور ہر قسم کا سامان وافر موجود تھا بیس ہزار آدمیوں کی ہوگئی تھی۔ ترک نہایت مردانگی سے لڑے اور اونہوں نے کئی دفعہ باہر نکلکر ایسی سختی سے دھاوے کیئے کہ روسیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور ان میں اس قدر خونریزی ہوتی رہی کہ اگر وہ ضمنیں باقاعدہ لڑائیوں کی ذیل میں شمار کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ سیونک کی فوج کو رسد اور محاصرہ کو معمولی سامان کی قلت سے بھی بہت تکلیف اوٹھانی پڑی مگر سیونک عجیب بیباکی اور استقلال سے محاصرہ پر ثابت قدم رہا حتی کہ خود اوس کے افسر بھی اس پر معترض ہونے لگے۔ مگر آخر کار وہ بعض طالع نیک کی یاوری سے اپنے مدعا میں کامیاب ہوگیا۔

دو دن کی مسلسل روسی گولہ باری سے شہر میں آگ لگ گئی جسکو دیکھکر سیونک نے فی الفور اپنی کل فوج کو دھاوے کا حکم دیدیا۔ اوس کے حملہ آور دستوں کے پاس کوئی زینہ اور خندقیں پٹ کرنے یا دیگر مزاحمتوں کو دور کرنے کا سامان نہ تھا مگر اونہوں نے اس امر کی کچھ پرواہ کی کہ جس طرف دھاوا کیا جارہا ہے وس طرف شہر کے مورچوں اور فصیلوں کی کیا کیفیت ہے۔ روسی دیوانہ وار پشتہ کے پائیں تک پہنچگئے۔ اوس سے آگے عمیق خندق تھی جس نے انکی پیشقدمی کو قطعًا روکدیا۔ روسی کمال مگر فضول بہادری کو تقریبًا دو گھنٹوں تک خندق کو کنارے پر محصورین کی سخت گولہ باری اور فصیل پر کی باڑھوں کی تابڑتوڑ بوچھاڑ میں کھڑے رہکر فصول باڑھیں چلاتے رہے۔ آخرش ان کو قدم لڑکھڑا گئے اور وہ سراسیمہ و پریشان پیچھے کو بھاگ گئے۔ اگر ترکی کمانڈر اوس وقت کل فوج لیکر بھگوڑوں پر دھاوا کر دیتا تو بہ یقینی امر ہے کہ وہ محاصرہ کو اُٹھا دینے میں کامیاب ہو جاتا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سیونک کی تقریبًا کل فوج پایمال ہو جاتی مگر افسوس صرف معدودے چند محصورین نے روسیوں کا تعاقب کیا جس سے سیونک کو تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے آدمیوں کو تازہ دم اور آراستہ کرکے پھر حملہ کو لیئے تیار ہو جانیکا موقعہ ملگیا۔ آگ شہر میں زور شور سے پھیلتی چلی جارہی تھی۔ حملہ اولین سے بعد جو پہلی صبح آئی۔ اوس کو ترکوں کا بڑا بارود کی میگزین اس آگ سے اڑگیا۔ اور چھ ہزار ترکا یک جانباز اس حادثہ سے ضایع ہوگئے۔ اس مصیبت ناگہانی سے ترکی عسکر کے اوسان خطا ہوگئے۔ آگ اور بھی تیزی سے پھیلتی چلی آتی تھی

ادہر اوس نے دیکھا کہ روسی حملہ کے لیئے پھر تیار ہو رہے ہین اس سے اوس کو یہ خوف ہوا جو اس نا چیز ہوگئے۔ اور اوس نے سفید جھنڈا کھڑا کرکے اس شرط پر اطاعت مان لی کہ اوسے اور اوس کی فوج کو اسیران جنگ سمجھا جائے۔ معاہدہ حوالگی کی شرائط کی ابھی تعمیل ہی ہو رہی تھی کہ روسی ہوزاردن اور ٹرکی ان کے کاسکون نے شہر مین بالجبر داخل ہوکر اوسے لوٹنا شروع کردیا۔ عسکرا اوسکی فوج کا کچھ حصہ اوس وقت تک دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے لیئے شہر سے باہر نکل چکا تھا۔ روسی سپاہ نے پو ابیالی کرکے اون پر بھی حملہ کردیا۔ اور اکثر کو قتل کرکے باقیماندہ کو پھر شہر مین دکھیل دیا۔ اسپر سر عسکر نے جنرل کو کہلا بھیجا کہ مین تمہارے رحم پر بھروسہ کرکے اطاعت منظور کرتا ہون اور اپنی اور اپنے آدمیون کی جان کے لیئے امان کی التجا کرتا ہون۔"

یہ پیغام سن کر میونک نے اپنی فوج اردل کی ایک رجمنٹ بھیجدی۔ جو سر عسکر اور تین اور چار ہزار کے درمیان ترک سپاہیون کو بطور اسیران جنگ روسی کیمپ مین لے آئی۔ جہان روسیون نے پھر غداری کرکے ترکون کو کمال سفاکی سے بیدریغ قتل کرنا شروع کردیا۔ یہ حالت دیکھکر سینکڑون ترک بو تحاشا سمندر مین کود پڑے تاکہ تیر کر اون چند ترکی جہازون پر جو بندرگاہ شہر کے قریب لنگرانداز ہوگئے تھے پہنچ جائین۔ مگر یہ کوشش محض بے فضول تھی۔ وہ سب کے سب غرق ہوگئے۔ یہ جہاز شہر کے مفتوح ہوجانے پر فوراً لنگر اٹھاکر چلدیئے۔ اور یہ بری خبر قسطنطنیہ کو جا پہنچائی۔ روسیون نے ہزار ترکون کی لاشین دفن کین۔ اون کو اس محاصرۂ فتح مین چار ہزار آدمی مقتول مجروح ہوئے۔ مگر بیماری نکان اور قلت رسد سے حسب معمول اون کا بہت ہی زیادہ نقصان ہوا تھا۔ میونک نے بعد فتح جب جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ آغاز محاربہ کی نسبت اب اوسکی فوج بیس ہزار کم ہوگئی ہے۔ اوس کا ارادہ اسپر بیشتر پیشقدمی کرنے کا تھا۔ مگر ترکون نے اوس جنگل میں جو راستہ مین پڑتا تھا آگ لگادی ہوئی تھی اس کی خبر ملنے پر میونک نے اپنا ارادہ ملتوی کیا اور اپنی فوجی جمعیت کو مضبوط و آراستہ کرنے کے لیئے یوکرین کو واپس ہٹ گیا مگر جانے سے پہلے عشاکوف قلعہ و جبال کی مرمت کرکے وہان اوس کی حفاظت کے لیئے کافی فوج چھوڑ گیا۔

دریں حوالا جنرل لاسکی نے چالیس ہزار فوج سے کریمیا پر حملہ کردیا۔ بحیرۂ اسود مین ایڈمرل برنیڈل کی زیر کمان ایک بیڑا بہ ہمہ زمانہ اوس کی امداد کرتا رہا۔ اور بحیرۂ آزاف مین خود جنرل مذکور نے چھوٹے اگن بوٹون اور کشتیون کا بیڑہ تیار کرالیا تھا۔

خان کریمیا نے پریکاپ کی دیوار کو نہایت احتیاط سے مرمت کرکے اوس کے پیچھے اپنی فوج کو مامور کردیا تھا۔ اور اوسے توقع تھی کہ وہ پہلے خان کی نسبت روسیون کی پیشقدمی کا زیادہ خوبی سے مقابلہ اور مزاحمت کرسکیگا۔ مگر لاسکی نے فصیل کی ایک طرف پہلو بچاکر اوس تنگ اور چھوٹی سی لیس کے کنارہ کنارہ جو جزیرہ نما کے قریب سرعظم سے شروع ہوکر تقریباً بحیرۂ متعفن کے کل دہانہ کے برابر برابر آبنائے واقع کریمیا کی طرف بڑھی چلی گئی ہے پیشقدمی کی۔ جہان کہین اس لیس میں رخنے تھے اون پر پل بنادیئے گئے۔ یا اون کو لکڑیون سے پاٹ دیا گیا۔ یہ ایسا خطرناک کام تھا کہ ایک کو چھوڑ باقی تمام جرنیل اس راستہ سے گذرنے کے مخالف تھے۔ وہ سب متفق ہوکر لاسکی کے خیمہ مین آئے اور اوسکی تجویز کی مخالفت کرکے کہا کہ اس سے کل فوج کی سلامتی معرض خطر مین پڑجائیگی

لاسکی نے جواب دیا کہ یہ کوئی تماشا جنگی کام ہے جو خطرہ سے خالی ہو سکتا ہے۔ اگر تم لوگ ایسے ہی ڈرپوک ہو تو واپس چلے جاؤ۔

یہ کہکر اوس نے اپنے سکرٹری کو ان افسرون کے پیٹے پر وہ تجاویز لکھنے کا حکم دیدیا۔ اور ساتھ ہی دو سو ڈریگزون کا دستہ طلب کیا کہ وہ ان افسرون کو یوکرین پہنچا آئے۔ اور مہم کے خاتمہ تک یہ افسر وہین رہین۔ لاسکی کی ثابت قدمی اور مستقل مزاجی دیکھکر افسر اپنے اصرار سے باز آگئے۔ مگر لاسکی نے تین دن تک اونکی خطا معاف نہ کی اور اون سے کوئی گفتگو نہ کی۔ یہ جوانمرد آئرلینڈ کا باشندہ تھا۔ وہ مذکورہ بالا راستہ سے بخیریت گذر کر ۲۳ جولائی ۱۷۳۶ء کو کریمیا مین داخل ہوگیا۔ امداد کا ایک آدمی بھی ضائع نہ ہوا اکر کریمیا مین داخل ہوکر اوس نے مقام قرہ صو بازار کے قریب تاتاریون کو شکست فاش دی۔ اور پھر اس بدقسمت ملک کی چارون کونٹ مین چکر لگا کر ٹیڈی کی فوج کی طرح بے تعداد دیہات قصبات اور فصلون کو خاک سیاہ اور بیشمار باشندون کو تہ تیغ کیا۔ اس ہندیانہ مشن سے فارغ ہوکر وہ اگست مین بحیرۂ متعفن کے لنگر مین موقعہ پر مقام ٹسٹونگ کے قریب پل بنا کر کریمیا سے رخصت ہوگیا۔ روسی بڑے فخر سے لکھتے ہین کہ اس مختصر سی مہم مین اونکی فوج نے ۱۶ ہزار مکانات ۳۸ مسجدین دو مکتب اور پچاس کارخانے آگ لگا کر تباہ و منہدم کیئے۔

یہ لڑائی ابھی جاری تھی کہ آسٹریا نے بھی دغابازی مین اپنے رفیق روس کی تقلید کرکے جس کے کمانڈر منیخ نے اسیطرح پچھلے برس آزاف پر حملہ کردیا تھا ۱۷۳۷ء مین بلا اعلان جنگ اچانک شہر نیسا پر یورش کرکے ترکی سے جنگ شروع کردیا۔ ایک آسٹرین فوج فیلڈ مارشل سکندروف کی زیر کمان جولائی مین سرویا کے عثمانیہ علاقہ مین داخل ہوگئی۔ اور اوسیوقت ایک اور آسٹرین فوج نے بوسنیا کے ترکی مقبوضات پر حملہ کردیا۔ نیسا باسانی فتح ہوگیا جس کے بعد سکندروف نے اپنی فوج کا کچھ حصہ ودن کی تسخیر کیلئے بھیجدیا۔ مگر ترکون نے اس اثنا مین وہان کی فوج کو کمک پہنچادی۔ اور حملہ آور دریا تیموک اور دریا ڈینیوب کے کنارون پر ادھر ادھر سراسیمہ پھرا کیے بیماری اور قلت رسد سے ہزارون کی تعداد مین ہلاک ہوگئے۔ آسٹریون نے نشہ غرور سے مخمور اور بادہ نخوت سے سرمست ہوکر لڑائی شروع کی تھی۔ اون کو اپنی جنگی قابلیت اور طاقت پر کمال غرہ ہوگیا ہوا تھا۔ اور ترکون کی اونکی نگاہون مین کچھ وقعت نہین رہ گئی تھی۔ اون کا خیال تھا کہ جس طرح اپنے نامور سپہ سالار پرنس یوجین کے ماتحت اونکو ترکون پر پے درپے کامیابی ہوتی رہی تھی اسیطرح اب بھی وہی نقشہ رہیگا۔ پس ترکون کے برخلاف پیشقدمی کرنا فتح کرلے جانے کے مرادف ہے۔

آسٹرین وزرا اپنے فوجی افسرون سے بھی بڑھکر نشہ کبر و نخوت سے سرشار ہو رہے تھے جس کی کیفیت ایک ہی واقعہ سے بخوبی واضح ہوجاویگی۔ ایک جرنیل نے وائنا کی اعلیٰ فوجی کونسل مین کہا کہ ہمارا توپخانہ کمزور ہے ہر پلٹن کو دو دو توپین بہم پہنچاکر اس کمی کو پورا کردیا جائے۔ کونسل نے اوسکی تجویز کو یہ کہکر مسترد کردیا کہ ہماری فوجین توپون کی کمی کے باوجود ہمیشہ ترکون کو شکست دیتی رہی ہین۔ اب ترک کہان کے بہادر ہوگئے ہین کہ توپون کو بڑھایا جائے۔ جب جنگ کنندہ لیڈر اور فوجی مشیرون کا یہ رنگ ہو تو نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ اس سستی کے طبعی نتائج بدمعاریہ کے شروع مین ہی ہویدا ہوگئے

آسٹریلیون کو جلد معلوم ہوگیا کہ ترک شجاعت اور قابلیت سے لڑ رہے ہین۔ اور انہون نے غنیم کو پامال کرنے کو بیشتر تیاریکاری سے کام لیکر جس تدر کوششین کین سب مین سخت شکست کی کھائی۔ ان متواتر شکست ہی آسٹری جرنیلون نے آپس مین لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا جس سے اونکی افواج کی مصیبتون مین جلد اور بھی اضافہ ہوگیا۔

ترکون کیطرف خود وزیر اعظم سپہ سالار تھا۔ اور بوسنیا کا احمد پاشا (بانی وال) اوس کا مشیر و معاون تہا جس کی بے نظیر فوجی قابلیت سے ترکی فوج کا انتظام بہت عمدہ کیا ہوا تھا اور وہ جو فوجی چال چلتے تھے اوس مین غیر معمولی طور پر پوری پوری کامیابی ہوتی۔ آخر آسٹریلیون کے حوصلے تھوڑے ہی عرصہ مین پست ہوگئے اور سکندر دوم نے اپنی تقیہ فوج کو لیکر ہنگری کو واپس چلا گیا۔ ترکون نے نیسا کو پھر فتح کر لیا۔ اور بعد ازان کئی طرفون سے آسٹرین علاقون مین داخل ہوگئے۔ بوسنیا مین بھی لڑائی کا نتیجہ یکسان رہا صوبہ مذکور کے مسلمان باشندون نے متفق و متحد ہوکر نہایت پر جوشی اور شجاعت سے حملہ آور عیسائیون کا مقابلہ کیا۔ اور گو آسٹریوی فوج کو چند خفیف سی فتوحات حاصل ہوئین تاہم اوسے سال کو ختم ہونے سے پہلو ہی سخت ذلت اور نقصان عظیم کے ساتھ بوسنیا سے باہر نکالکر پیچھے ہٹا دیا گیا۔ آسٹریا کو اپنی بے ایمانی۔ بدعہدی اور غداری کا خاصہ بدلہ ملگیا۔ اور جو تھوڑی بہت کچھ کسر باقی رہگئی تھی وہ دوسرے برس نکل گئی۔

دوسرے برس (۱۷۳۸ء) قیصر نے اپنی افواج کی کمان پرنس جرنیل مقرر کیئے۔ ترکی وزیر اعظم بھی اسی اثنا مین نیا مقرر ہوا تھا جس کا نام یکین محمد تھا۔ ترکون نے اس دفعہ مدافعت کو پہلو پر رہ کر آسٹرین پیشقدمی کا انتظار کرنے کی بجائے قابل تعریف دلیری اور مردانگی سے خود جارحانہ کاروائی شروع کر دی۔ وزیر کے پاس جرار فوج موجود تھی۔ اوس نے ہنگری کے قصبہ مہادیہ کو فتح کرکے ارسووا کے مشہور قلعہ کا جو دریائے ڈنیوب کے کنارہ پر واقع ہے۔ محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ ابھی قائم تھا کہ آسٹریلیون نے مہادیہ کے قریب بمقام کورنیا ترکی فوج کے ایکدستہ پر جو حاجی محمد کے زیر کمان تھا ۴ جولائی ۱۷۳۸ء کو حملہ کرکے شکست دیدیا مگر اس معرکہ مین بھی باوجود فتح ترکون کی نسبت اون کے زیادہ آدمی ہلاک ہوئے۔ یہ خبر سنتے ہی وزیر اعظم کمک لیکر پہنچگیا۔ اوس نے آسٹریلیون کو میدان سے بھگا کر مقام مہادیہ کو فتح کیا۔ اور واپس جاکر پھر ارسووا کا دوبارہ محاصرہ کر لیا جس نے بیدرہ اگست کو عثمانیون کی اطاعت قبول کرلی۔

آسٹرین جرنیلون مین ان شکستون سے سال گذشتہ سے بھی زیادہ پھوٹ پڑگئی۔ اور وہ سخت شکستہ دل اور مایوس ہوکر اپنی فوج کو ساتھ لیئے ہوئے اندھا دھند پیچھے کو اٹھ دوڑے۔ اور جب تک بلغراد کی فصیل کے اندر نہ پہنچگئے۔ اون کے دم مین دم نہ آیا۔ ترکی سوار بھی انکا کھوج دبائے چلے آتے تھے۔ انہون نے آتے ہی شہر کے اردگرد کی بلندیون پر قبضہ کر لیا۔ آسٹرین فوج نامردون کی طرح شہر مین چھپی ہوئے اونکا منہ دیکھتی اور وبائی امراض سے گلتی سڑتی رہی۔ مگر اونکا مقابلہ کرنے کی جرات نہ کر سکی۔ البتہ آسٹرین ہوزارون کے ایک بیڑہ نے جوانمردی سے کام لیکر ترکون کا مقابلہ کرنے کی جسارت کی جسے نقصان عظیم کے ساتھ تتر بتر کر دیا گیا۔ کچھ دنون کے بعد وزیر نے خود ہی اپنے سوارون کو واپس بلا کر بعزت و نیکنامی لڑائی کو بند کر دیا۔ اور سلطان نے اپنے سپہ سالار افسرون و دیگر بہادر سپاہیون کو بہت انعام

میدانِ جنگ مین شجاعت و نیک چلنی سے کام لیا انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

۱۷۳۷ء مین گو ترکون کو روسیون کے برخلاف ویسی ہی کامیابی نہ ہوئی جیسی کہ آسٹریون کے برخلاف ہوئی تھی تاہم انہون نے اپنے زبردست اور مہیب دشمنون کو بحیرۂ اسود کے سواحل پر کچھ بہت زیادہ نہ بڑھنے دیا۔ مارشل مینونک پھر حرکت کرکے دریائے نیپر اور دریائے بوگ سے گذر آیا اور جو ترکی و تاتاری فوجین اوسے ان دریاؤن کے قریب ملین اون کو ہزیمت دیکر بھگا دیا۔ مگر دریائے نیسٹر کے قریب پہنچنے پر اوسے ایک زبردست ترکی فوج ایک نہایت مستحکم مقام مین خیمہ زن ملی۔ روسی مارشل مقام بندر کو جانے کے لیے بڑھا چلا آرہا تھا۔ یہ فوج اوسی قصبہ کے راستہ مین مقیم تھی۔ اور اوس کی جمعیت ایسی زبردست تھی کہ روسی فوج اوس کو مطلقاً نہین ہٹا سکتی تھی۔ تاہم فریقین مین کئی معرکہ آرائیان ہوئین جن مین سے ایک مین بقول بعض مورخین صوبہ توجاق کے سرعسکر ساسی غیرافی مین بیس تاتاری سوارون اور بیس ہزار ترکون کی فوج سے روسی فوج کو سخت نقصان پہنچایا۔ یا بقول ترکی مورخین و مسلمانون کی تیغ سے براں سے ہزارہا ملاعین جہنم واصل ہوئے۔ مگر بیماری اور قلت رسد حسب معمول روسیون کے لیے ترکون اور تاتاریون کی تلوارون سے زیادہ خطرناک اور مہلک دشمن ثابت ہوئی۔ اور مینونک موسم خزان مین اپنی فوج لیکر جس نے نقصان شدید اٹھایا یا مگر حاصل کچھ نہ کیا تھا۔ یوکرین کو ہٹ گیا۔

مارشل لاسکی نے اِس سال ماہ جولائی پھر کریمیا پر حملہ کیا۔ وہ تیس ہزار فوج لیکر خاکنائے پریکاپ کے شمالی حصہ مین نمودار ہوا جس سے خان کریمیا کو یقین ہو گیا کہ اب کے روسی فی الواقع اسی راستہ سے کریمیا مین داخل ہونیکا ارادہ رکھتے ہین اور اوس نے فصیل پر دشمن کی مدافعت اور مقابلہ کرنے کا پورا پورا انتظام کر لیا مگر اوسکی کل تیاریان بیکار رہین۔ لاسکی اسی راستہ سے کریمیا مین داخل ہوا اور اوس کے ایک آدمی کو بھی گزند نہ پہنچا۔ کیونکہ فصیل پر حملہ کرنے کی بجائے سال گذشتہ کی طرح ابکے بھی اوس نے عجیب متہورانہ تدبیر سے کام لیا۔ بحیرۂ آزاف کا وہ حصہ جو خاکنائے کے مشرقی جانب سے متصل ہے یعنے بحیرۂ متعفن[1] اول تو ہمیشہ ہی مگر موسم گرما مین بالخصوص پایاب ہوتا ہے پس اگر اس موسم مین چند گھنٹون کے لیے بھی پچھم کی طرف سے زور کے ساتھ ہوا چلے تو بحیرہ مذکور کی تہ پانی کے مشرق کو ہٹ جانے کی وجہ سے بالکل خشک ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح سے خاکنائے پریکاپ کے علاوہ براعظم اور کریمیا کے درمیان ایک دوسرا خشک راستہ موجود ہو جاتا ہے۔ لاسکی نے اسی راستہ سے کام لیا۔ جولائی کو حسب مراد ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ اور لاسکی نے اوسیوقت ساحل پر فوج کو اکہری لائین مین صف آرا کرکے خلیج یا بحیرہ کی تہ سے گذرنا شروع کر دیا۔ اور ہوا کے تھمنے اور پانی کے واپس آجانے تک اوسکی کل فوج گذر گئی۔ صرف چند گاڑیان جو عقب مین تھین ضائع ہوئین۔ کیونکہ فوج کے گذرنے ہی ہوا بند ہو گئی تھی۔ تاتاری فصیل کے پیچھے بیٹھے رہے۔ اور روسی اُسے پہلو پر چھوڑ کر اوپر سے اون کے علاقہ مین داخل ہو گئے۔ لاسکی نے فی الفور پریکاپ پر عقب کی طرف سے حملہ کر دیا۔ اور شہر نے ۱۶ جولائی کو اطاعت قبول

[1] بحیرۂ متعفن بحیرۂ آزاف کے اس حصہ کا نام [illegible] جو تنگ کردہ صدر خاکنائے اور اربات کو مغرب مین اور کریمیا کے شمالی حصہ کے مشرق مین ہے۔ ناظرین کی آسانی کے لیئے بحیرۂ اسود کے ارد گرد کے تمام علاقون کا نقشہ دیدیا گیا ہے۔ مؤلف +

کرلی تھا ناریون نے لاسکی کی فوج کو ایک حصے سے مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگ گئے۔ لاسکی نے یہ جزیرہ نمائی قصبہ کافہ[1] پر قبضہ کرنے کیلئے کی تھی۔ اوس زمانہ میں وہ کریمیا میں مستحکم ترین مقام سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ عام خیال تھا کہ اس کے فتح ہوجانے پر کل جزیرہ نما کو فتح کرلینا نہایت آسان ہوجاتا ہے۔ لیکن تین گذشتہ برسوں میں روسیون نے ملک کو ایسا ویران کردیا تھا کہ لاسکی کو اپنی فوج کیلئے رسد اور چارہ ملنا محال ہوگیا۔ ادہر رسد لانیکا کام جس روسی بیڑہ کے سپرد کیا گیا تھا۔ اوسے طوفان نے نیم تباہ کرکے ساحل سے بہت پرے ہٹا دیا۔ چنانچہ لاسکی کو چند منزلیں بیفایدہ طے کرنے کے بعد پلٹنا پڑا اور وہان سے اپنے ملک کو واپس ہٹنا جانا پڑا۔

بدوران محاربہ مصالحت کیلئے کئی دفعہ نامہ و پیام شروع ہو کر بیچ میں ہی رہجاتا رہا تھا۔ ۱۸۲۸ء کے موسم سرما میں فرانس کی وساطت سے پھر از سر نو سلسلہ جنبانی کیگئی۔ یہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ روس کے ساتھ اعلان جنگ کرنے کے ساتھ ہی باب عالی نے جو لڑائی کا ایسا خواہشمند نہ تھا فرانس کو لکھا تھا کہ یا بیچ بچاؤ کرکے مصالحت کرادیجائے یا فرانس ٹرکی کی مدد کرے۔ فرنچ وزیر اعظم نے لیسپارہ تین قطعی جواب دینے سے پہلے انگلستان سے استمزاج کرلینا ضروری سمجھا۔ مگر اوسنے آسٹریا کی درخواست ثالثی کا حال سنتے ہی قطعی جواب دینے سے پہلے دیوان کو قیصر کی غداری سے بچتے رہنے اور روس کو دہوکہ میں نہ آنے کے لیئے لکھدیا تھا جس نصیحت کا جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے کچھ فایدہ نہ ہوا۔

فلوری فرانسیسی سفیر متعینہ پیرس کو وہ سب نقصانات جو روس کی طاقت اور مملکت کو بڑھنے سے انگلستان کی اغراض کو پہنچنے یقینی تھے بالوضاحت بتادیئے۔ مگر دربار انگلستان نے اس کے جواب میں اوسے صاف کہدیا کہ اگر فرانس نے ترکون کی طرفداری کی تو انگلستان کو مجبوراً آسٹریا کے ساتھ شریک ہوجانا پڑے گا۔ اسپر فلوری نے مارکوئیس دل فوریل کو ہدایت کی کہ جسطرح ہوسکے روس اور ٹرکی میں مصالحت کرادو۔ اور یہ خیال رکھو کہ اس مصالحت میں روس کو بحیرہ اسود پر جہازرانی کی اجازت نہ ملے باب عالی اگر کچھ انکار کرے تو اوسکو اچھی طرح سے سمجھا دو کہ لڑائی جاری رکھنے سے قیصر بھی روس کے ساتھ شریک ہوجائیگا۔ اور قیصر کے ساتھ دوسرے عیسائی فرمانروا بھی۔ یہ ہدایت ۱۸۲۹ء کے شروع میں کیگئی تھی۔ مارکوئیس نے اپنا ایک معتمد ترین ڈی ٹاٹ وزیر اعظم کے پاس جو اوس وقت بندر میں تھا بھیجدیا اور خود کل حالات سلطان کو گوشگذار کردیئے جسپر ٹرکی کی تو مصالحت پر آمادہ ہوگئی مگر روس کو دور کے خواب آرہے تھے اوسنے نہ مانا۔ اور چند دنون کے بعد آسٹریا نے بھی غداری سے ٹرکی پر حملہ کردیا۔ نیز رؤف کی گفتگوئے مصالحت اور کانگرس کی مفصل کیفیت اوپر درج ہوچکی ہے ۱۸۳۳ء میں فرانس نے پھر کوشش کی مگر روس نے اس دفعہ بھی ایسی سخت شرائط پیش کین کہ اوسے خاموش ہوجانا پڑا۔

روسیون میں سب سے زیادہ مارشل ہیوبک لڑائی کا خواہان اور صلح کا مخالف تھا۔ اور زار نیکولا اور اوس کے مشیر اوسکی رائے کو بہت کچھ وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۱۸۲۹ء کی محاربہ کو ختم ہونے پر مارشل مذکور اسی لیئے سینٹ پیٹرزبرگ چلا گیا تھا کہ اپنا ذاتی اثر

[1] کافا یا تھیوڈوسیا کریمیا کے جنوب مشرقی گوشہ پر واقع ہے۔ مؤلف

ڈال کر صلح نہ ہونے دی۔ اور قیصرہ کو خود قسطنطنیہ کی تسخیر کے لیئے دلیرانہ کارروائی کرنے پر آمادہ کیا ہے۔ وہ اس مہم کا کل بوجھ روسی فوج پر ہی ڈالنا چاہتا تھا بلکہ ترکون کی عیسائی رعایا کو اپنے مالکون کے برخلاف کھڑا کر کے اون ہی سے کام لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اوس نے دربار سینٹ پیٹرزبرگ کو سلطنت عثمانیہ کے یوروپین حصہ کی طرف توجہ دلائی کہ وہان کی واقعی حالت کو بغور دیکھنے سے اوسکی تجویز کا نہایت ہی سہل العمل ہونا ثابت ہوجائے گا۔ عیسائی رعایا مسلمان آبادی سے بدرجہا زیادہ ہے۔ اور گو وہ صدیون سے محکوم چلے آتے ہین مگر اون کے دلون مین اپنے فاتحین کی طرف سے برابر نفرت اور کدورت موجود ہے۔ اور وہ روسی طاقت کی توسیع کو بڑی اشتیاق بھری نگاہون سے دیکھ رہے ہین۔ اوس نے خود زارینہ کو مخاطب کر کے کہا کہ "تمام یونانی آپ کو اپنا مستحق فرمانروا سمجھتے ہین اور ان مین بے اندازہ جوش پھیلا ہوا ہے۔ اب اون کے اس جوش سے فایدہ اٹھانے اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کا وقت ہی کیونکہ ہماری فتوحات کا جو اثر پڑا ہے وہ ابھی تک سب کے دلون مین تازہ اور نمایان ہے۔ ایسا موقعہ پھر کبھی نہین آنے گا۔"

قیصرہ اپنی جھٹ پٹ مارشل مذکور سے جس کی تجویز کا نام مشرقی منصوبہ رکھا گیا تھا متفق الرائے ہوگئی جنوبی روس کی فوج کو زبردست کمک بھیجی گئی۔ اور صوبجات ایپائرس و تھسلی مین وہان کے باشندون کو ترکون کے برخلاف بغاوت کرنے کے لیئے تیار کرنے کو بہت سے جاسوس اور قاصد روانہ کر دیئے گئے۔ اور ۱۷۳۹ع مین پھر لڑائی کے لیئے ترکی علاقہ پر پیشقدمی کی گئی۔ مگر اس دفعہ میونخ نے سابقہ تجربون کی تجربہ سے فایدہ اٹھا کر بحیرہ اسود کے شمال مغربی ساحل کے کنارہ کنارہ دریائے نیسٹر کے داہنے کنارے پر پہنچنے کی کوشش نہ کی۔ اوسے معلوم ہو چکا تھا کہ اس راستہ مین قلت رسد وغیرہ سے لازمی طور پر تکلیفین اٹھانی پڑین گی۔ ان سے بچنے کے لیئے اوس نے پولینڈ کے صوبہ پوڈولیا کا راستہ اختیار کیا۔ دربار پولینڈ نے جو اس لڑائی سے بالکل الگ تھلگ رہا تھا قانون ملل کی اس صریح خلاف ورزی پر سخت اعتراض کیا۔ مگر مارشل منخ نے کمال حقارت سے نظرانداز کر کے اوسکی کچھ پروا نہ کی۔ اور اوسکی روسی و کاسک فوج علاقہ مذکور سے اس طرح سے تاخت و تاراج کرتی ہوئی ...... کہ وہ گویا دشمن کے ملک ہی گذر رہی ہے گذر کر ۱۲ اگست ۱۷۳۹ع کو مقام سوکوزا نہر کی قلعہ خوتین سے تخمیناً تیس میل کے فاصلہ پر دریائے نیسٹر سے عبور کر کے ریاست مالڈیویا مین داخل ہو گئی۔ اور اوس نے بندر کے سرعسکر ولی پاشا کو جو غنیم کے مقابلہ کے لیئے خوتین کے سامنے فوج لیکر پڑا ہوا تھا ۱۸ اگست کو کامل شکست دیکر بھگا دیا۔ خوتین نے بھی لڑائی سے چند دن بعد روسیون کی اطاعت قبول کر لی۔ میونخ نے مشہور کانٹی مر کے خاندان کے ایک شہزادہ کانٹی مر کو روس کی زیر حمایت مالڈیویا کا حکمران مشتہر کر دیا۔ اور کانٹی مر نے ترکون اور سلطانی گورنر کے برخلاف رعایا سے بغاوت کرادی۔ بعد ازان میونخ صوبہ مذکور کے صدر مقام جاسی کی طرف بڑھا۔ جہان وہ اور شہزادہ کانٹی مر بلا مزاحمت داخل ہو گئے۔ وہان ہی روسی سپہ سالار بندر اور اوس نواح کے دیگر مستحکم مقامات کو فتح کرنے کی نیت سے رخ بدلکر صوبہ بسرابیا مین داخل ہو گیا۔ تاکہ اوسے فتح کر کے پھر وہین ترکی کے قلب پر حملہ آور ہونے کے لیئے جنوب کی طرف بڑھنے سے پہلے اپنے عقب اور قواعد مواصلات کو محفوظ کر دے مگر بالائی ڈینیوب پر اپنے رفقاء آسٹریون کے پے درپے سخت شکست پا

ہونے لگا اور وزیر اس امر کی خبر سننے سے کہ وہ مشترکہ دشمن (ترکی) سے نہایت عاجزی کو ساتھ صلح کی استدعا کر رہے ہیں۔ اوسکی فاتحانہ پیشقدمی بیچ ہی میں رک گئی۔

سلطان نے دیرینہ دلاویز محمد سے کسی بات پر ناراض ہو کر اوسکی جگہ حاجی محمد پاشا کو وزیر اعظم مقرر کر دیا تھا جس نے بھی اپنے متقدم کیطرح فوج کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں رکھی۔ اور بہادر وزیر یادگی کی کہ سلطنت کی نام جنگ بوسنیا کی تخلیہ ہو گیا اور ان بہادروں کو جو جنگ ایران سے واپس آئے تھے اپنی فوجمین بھرتی کر کے نئے رنگروٹ اور ناآزمودہ سپاہیوں اور پاشاؤن کو جو جدید چوروسیون کا مقابلہ کر رہے تھے مگر علاوہ اس امر کے خود آسٹریون کے دونون جرنیلون والس اور نیپرگ کی قابلیت ہی مگر پورک اور ناقابلیتی ہی اونکی شکست پامالی کر لینے کافی تھی۔ ان دونون جرنیلون کو قیصر چارلس ششم نے بڑے بھروسہ کے ساتھ اسی سال میدان جنگ کو روانہ کیا تھا۔ آسٹرین فوجکا حصہ کثیر سمی بین مقام پیٹروارڈن کے قریب جمع ہوا۔ اسمین گو ہلنداڑون، ہوزاروں اور دیگر سبک سیر اور بیقاعدہ سپاہ کے علاوہ ۵۶ ہزار فوج تھی۔ مارشل والس کا منشا دمقام اسودا کا محاصرہ کر کے محاربہ کو شروع کرنیکا تھا قیصر نے اوسکو تاکیدی حکم دیا تھا کہ پہلے موقعہ کے ملتے ہی غنیم سے کھلے میدان میں فیصلہ کن لڑائی کی جاوے۔ آسٹرویٹ جون کو دریائے ساوے سے عبور کر کے ڈینیوب کو دائیں کنارہ کے برابر برابر اسمودا کی طرف بڑھے۔ حاجی محمد پاشا کے پاس دولاکھ فوج تھی۔ وہ صلح سمندریا سے گذر کر مقام کروزکا کے قریب ایک بلند مقام پر خوب مستحکم جگہ مقیم ہو گیا۔ والس جب کروزکا کے قریب پہونچا تو اوس نے خیال کیا کہ صرف غنیم کا ایک چھوٹا سا دستہ سامنے موجود ہے۔ اس غلط فہمی سے اوس نے فقط اپنی فوج کی کیری (فوج سواران) ساتھ لیلی۔ اور حملہ کرنے کو ایک تنگ وعمیق درہ سے بسرعت گذر گیا مگر درہ سے نکلتے ہی وہ کیا دیکھتا ہے کہ کل علاقہ تاکستانون اور جھاڑیون سے پر ہے۔ اور انکی وجہ سے صف آرا ہونا یا حملہ کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اوہر چارون طرف سے اون پر سخت رایفلی آتشباری شروع ہو گئی کیونکہ وزیر نے نہایت عقلمندی سے درہ کے دہانہ کے اردگرد فوج پیدل کے دستے متعین کر رکھے تھے۔ آسٹرین فوج سواروں کو فوج پیدل اور توپخانہ کی عدم موجودگی سے سخت نقصان اٹھا کر کمال افراتفری کے ساتھ درہ سے پھر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ غنیم کی پسپائی کے ساتھ ہی ساتھ ترکون نے آگے بڑھ کر درہ کے دونون طرف کی بلندیون پر قبضہ کر لیا اور پھر آسٹرین فوج پیدل کے میمنہ پر بڑی تندی سے حملہ کر دیا۔ اور شام تک سطرف گھمسان کی معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ رات کو والس اپنی فوج مقام فوشا کو ہٹا لیگیا۔

اس معرکہ میں دس ہزار آسٹروی قتل ومجروح ہوئے۔ اور گو معرکہ کے آخری حصہ میں ترکون کو بھی بہت نقصان پہنچا مگر فتح نے اس نقصان کی پوری تلافی کر دی تھی اور اون کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہوئے تھے۔ برعکس اس کے آسٹروی جرنیل پر ویسی ہی مایوسی اور شکستہ دلی چھا گئی جیسی کہ وہ پہلے فرحان اور اپنی طاقت پر مسرت و نازان تھا۔ اور وہ اسی تنہ دلی کی حالت میں جلد بلگریڈ کو واپس ہٹ گیا۔ ترک بھی تعاقب کرتے ہوئے اون کے پیچھے پیچھے پہونچ گئے۔ اور شہر کا محاصرہ کر کے شہر گولہ باری شروع کر دی۔ ترکی سپاہی ہزیمت کے نعرے بلند کرتے رہتے تھے خداوند کریم کی اور عہدنامہ پاسارووٹز کی خلاف ورزی کی سزا میں اندھا در بدر جلا وطن کر دیا اور سلطان کو

اونکی اس شکستہ حالی اور کمزوری سے پورا پورا فایدہ اوٹھاوے۔

والس اور نیپرگ نے جلد ہی محاصرہ سے تنگ آکر وزیر اعظم سے مصالحت کی التجا کردی۔ ہالنڈ اور انگلستان نے بھی آسٹریا کی سفارش کی۔ مگر صدر اعظم نے انکار کرکے صاف کہدیا کہ جب تک فرانس کی معرفت درخواست نہ کی جائے اوسے منظور نہین کیا جائیگا۔

اسپر آسٹریا نے فرانس سے رجوع کیا جسنے ثالثی کو قبول کرکے اپنے سفیر ول نوروی کو صلح کرا دینے کی ہدایت کی۔ اور وہ قسطنطنیہ سے شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ بلگریڈ پہنچ گیا۔ اور مصالحت کی گفتگو شروع ہو گئی جس مین آسٹرین جرنیلون نے اس سے بھی بڑھکر بزدلی، حماقت اور دیوانگی ظاہر کی جو بعد ازان ایک اور آسٹرین جرنیل میک[1] نے بمقام الم دکھائی تھی۔ مصالحت کی تمہیدی شرائط پر یکم ستمبر ۱۷۳۹ع کو فریقین کے دستخط ہو گئے اور فرانس قیام صلح و تعمیل شرائط کا ضامن ہوا۔

ان شرائط کی رو سے آسٹریا نے شہر بلگریڈ (قلعہ کے ایا زوبلا توپخانہ و سامان جنگ) آرسووا کا جزیرہ قلعہ اور نوتیا، سرویا اور ولاچیا کے تمام اضلاع جو ترکی سے معاہدہ پاسارووٹز کے رو سے آسٹریا کو ملے تھے۔ ترکی کو واپس کر دینے کا اقرار کیا۔ اور دریاے ڈینیوب و ساوہ دونون سلطنتون مین حد فاصل مقرر کیے گئے۔ اور ۲۷ برس کے لیے صلح کی گئی۔ ان شرائط کی تعمیل کی ضمانت مین بلگریڈ کا ایک دروازہ ترکون کے حوالہ کردیا گیا۔ تمہیدی معاہدہ مین یہ شرط بھی کی گئی کہ ترکی روس سے بھی ساتھ ہی صلح کرلے۔ بنابرین روسی مارشل منیخ کو پاس قاصد بھیجے گئے۔ وہ معاہدہ بلگریڈ کی خبر سن کر بہت سٹ پٹایا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ وزیر کی زبردست اور ظفرمند فوج کے پہلو پر موجود ہونے کی صورت مین قسطنطنیہ پر پیشقدمی کرنے کے ارادہ کی تکمیل ناممکن ہے اور اس لیے اوسکو بھی جبراً و قہراً صلح کر لینے پر رضامند ہونا پڑا۔ اور اسطرح اون تمام لاتعداد انسانی قربانیون اور بیکران خزائن پر جو روس نے خرچ کیے تھے عین اوس وقت جب کہ اوسکی بلند پرواز امنگون اور فتح کی تمناؤن کے پورا ہونے مین بظاہر کوئی شبہہ نہین رہگیا تھا۔ ایکسر سے پانی پھر گیا اور وہ بالکل اکارت گئے۔

اب روس اور آسٹریا کے ساتھ مصالحت کی قطعی شرائط پر گفتگو شروع ہوکر اونکا تصفیہ کیا گیا۔ اور اس معاہدہ کا نام عہدنامہ بلگریڈ رکھا گیا۔ جسمین آسٹریا کے متعلق وہی شرائط رہین جو تمہیدی معاہدہ مین قرار پا چکی تھین۔ روس کو ساتھ یہ شرطین ہوئین کہ

[1] چارلس میرن وان میک مشہور آسٹرین جرنیل تھا جو ۱۷۹۳ع مین ہالنڈ مین کامیابی کے ساتھ فرانسیسیون کا مقابلہ کرتا رہا۔ ۱۷۹۸ع مین اوسے فرانس کے مقابلہ کے لیے اٹلی مین بھیجا گیا۔ جہان نپولین کے جرنیل میکڈانلڈ نے گرفتار کرکے اوسے پیرس بھیجدیا۔ مگر وہ قید خانہ سے بھاگ کر بخیریت آسٹریا پہونچگیا۔ ۱۸۰۵ع مین اوسے نپولین کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا مگر اوسپر کچھ ایسا رعب چھا گیا کہ اوسنے گولی تک سر کیے بغیر معہ تیس ہزار فوج بمقام الم غنیم کے سامنے ہتھیار ڈالدیے۔ اسکی پاداش مین قیصر آسٹریا نے اوسے موت کی سزا دیے جانے کا حکم دیا مگر بعد ازان یہ حکم دو برس کی قید سے بدل دیا گیا۔ ۱۷۵۲ع مین پیدا ہوا اور ۱۸۲۸ع مین بمقام وائنا فوت ہوا۔ مؤلف

آزاف کو منہدم کر دے ۔ اور روس کا علاقہ دونوں سلطنتوں میں حد فاصل کا کام دینے کیلئے ویران و بنجر رکھا جائے ۔ روس آزاف کے قریب دریا ڈان پر اور ترک سواحل کوبان پر ایک ایک نیا قلعہ تعمیر کر سکتے ہیں ۔ مگر روسیوں کو ٹاگن راگ کو پھر تعمیر کرنے کا اختیار نہ ہوگا ۔ روسیوں کو بحیرۂ اسود میں تجارت کرنے کا اختیار رہے ۔ مگر وہ لازمی طور پر ترکی جہازوں پر کی جائے روسی تجارتی جہاز بھی بحیرۂ مذکور میں داخل نہیں ہو سکیں گے ۔ علاوہ بریں روس بحیرۂ آزاف یا بحیرۂ اسود میں کوئی جنگی بیڑہ نہ رکھے ۔ نہ ان دونوں سمندروں میں سے کسی کے ساحل پر کوئی جنگی جہاز تعمیر و تیار کرے ۔ یہ معاہدہ کی تیسری شرط تھی روس نے علاقہ کبرطاش کی آزادی کو تسلیم کیا ۔ اور دونوں سلطنتوں کی سرحد کی تعیین کے لیئے کمیشن مقرر کی گئی ۔ ہو کرین کے علاقہ میں تھوڑی سی توسیع کی گئی ۔ مگر خوزین اور بسربیا ۔ د الڈیا میں روسیوں نے جن دیگر مقامات کو فتح کر لیا تھا ۔ وہ واپس دلا دیئے گئے ۔ اور سلطان فراریہ دونوں فرمانرواؤں سے اپنی اپنی خطار کا رعایا کو جنہوں نے محاربہ کے دوران میں اپنے اپنے بادشاہوں کے برخلاف کوئی ناسزا حرکت کی ہو معافی دینے کا وعدہ کیا ۔

اس معاہدہ سے ترکی کی پھر وہی قدر و منزلت ہو گئی ۔ جو معاہدہ کارلووٹز سے زائل ہو گئی تھی ۔ فی الحقیقت اس معاہدہ کی روح رواں تھا ۔ اور اسی کی لیاقت و تدبیر سے ترکوں کے حق میں ایسی مفید شرائط پر مصالحت ہوئی تھی ۔ اس کے بعد پھر کبھی عثمانیہ خاندان کو یورپ میں ہمسایوں سے ایسی باعزت اور فائدہ بخش شرائط پر معاہدہ کرنا نصیب نہیں ہوا ۔ کیونکہ گو محاربہ کریمیا میں ترکوں کو اپنے جانی دشمن روس پر کامل فتح نصیب ہوئی تھی ۔ لیکن عہدنامہ اون کے حق میں فتوحات کے لحاظ سے کچھ ایسا بہت مفید نہ تھا ۔ معاہدہ بلگریڈ اون معاہدوں کے زمرہ میں داخل ہے ۔ جو کبھی پہلو دنوں اور زمانہ عروج میں ترک عیسائی طاقتوں سے کیا کرتے تھے ۔

فرانس کا اقتدار، معاہدۂ اتحاد سویڈن سے، امتیازات جدید فرانس کو

اس عہدنامہ کے بعد ترکی کا کئی برسوں کے لیئے یورپین محاربات سے چھٹکارا ہو گیا ۔ اور ۱۷۳۹ء کے بعد دوسری یورپین لڑائی ۱۷۶۸ء میں جا ہوئی ۔ مگر جیسے کہ ناظرین کو آگے معلوم ہو جائے گا ۔ یہ ۲۹ برس کا عرصہ محاربہ اور اندرونی ہنگاموں سے بالکل خالی نہ رہا ۔ معاہدہ بلغراد سے فرانس کا اعتبار ترکی پہلے سے زیادہ اعتبار ہو گیا ۔ اور فرانس نے بھی گو اوس کا بادشاہ عیاشی اور رنگ رلیوں میں محمد شاہ اور واجد علیشاہ سے بھی کئی گنے آگے بڑھا ہوا تھا ۔ اپنے طریق عمل اور نیک صلاح و مشورہ سے اس اعتبار کی معقولیت کو ثابت کر دیا اس اعتبار اور اقتدار سے پہلا کام فرانس نے یہ لیا کہ عثمانیہ دیوان کو وہ پولیٹکل روش جس پر چلنا ترکی کے لیئے مفید و ضروری تھا سمجھا دی اور بتا دیا کہ سویڈن اور پولنڈ کا قیام ترکی کی سلامتی کے لیئے لابدی ہے ۔ مگر چونکہ پولنڈ اوس وقت ایسے بادشاہ کے ماتحت تھا جو ایک طرح سے روس کی مرضی کا غلام تھا اوسے یکطرف چھوڑ کر فرانس نے سویڈن اور ترکی میں دوستانہ و تجارتی عہدنامہ ...... اور پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد روس کے برخلاف دونوں میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کرا دیا ۔ اس

قسم کا یہ پہلا اتحاد تھا جو ٹرکی نے کسی عیسائی طاقت سے کیا۔ اب سے پہلے ترک عیسائی طاقتوں سے اتحادی عہدنامہ کرنے میں کسر شان سمجھتے تھے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ زمانۂ عروج میں اون کو اسکی احتیاج بھی کوئی نہ تھی۔ یہ اتحاد زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ ترک اوس وقت اپنی سابقہ حالت کی تغیر اور اون خطرات سے جو اون کے گرد جمع ہو رہے تھے واقف ہونے شروع ہو گئے تھے۔ روسی سفیر نے بہت زور فرنچ سفیر اور عثمانیہ وزراء کو اس امر سے روکنے کی بہت کوشش کی۔ مگر زاریتہ کے تحائف سے ول نوروی کی پالیسی میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ انہی رئیس آفندی (وزیر خارجیہ) اور بابعالی کے ترجمان کو بھی روسی رشوتوں سے پچھتر ہنے کیلئے تنبیہ کر دیا۔ اور اسطرح سویڈن سے اتحادی معاہدہ جو ۱۷۴۰ء میں ہوا تھا قائم رہا۔

فرانس نے اپنے اقتدار سے دوسرا کام ذاتی منفعت کا متعلق لیا۔ ول نوروی نے بابعالی سے سابقہ امتیازات کی جو پہلی سلاطین نے فرانس اور اہالی فرانس کو عطا کئے تھے تجدید کی درخواست کی۔ سلطان محمود نے اپنی دوست سلطنت کی درخواستوں کو بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ اور ۱۶۷۳ء کو خط شریف میں فرانس کو حسب منشا ترمیمیں کر کے ۲۸ مئی ۱۷۴۰ء کو فرمانشاہی کی روسے اسنے نئے امتیازات عطا کر دیئے جن کو بالفاظ دیگر باضابطہ تجارتی و دوستانہ معاہدہ کہا جا سکتا ہے۔ اسکی تجدید بعد میں صرف ایک دفعہ ۱۸۰۲ء میں کیگئی۔ اور فرانس اور ٹرکی کے باہمی تعلقات آجتک اسی معاہدہ یا امتیازات پر مبنی ہیں۔ اس معاہدہ میں جس میں ۸۵ دفعات ہیں سلطان المعظم نے سابقہ امتیازات کی از سر نو تجدید کر کے جدید مراعات یہ عطا فرمائیں کہ فرانس کے سفراء اور قونصلین ہسپانیہ اور دیگر فرمانرواؤں کے سفیروں اور قونصلوں پر فوقیت رکھینگے اس کے بعد فرانس کے قونصلوں کو عدالتی اختیارات اور منصب کی توضیح کیگئی۔ فرنچ سوداگروں اور تاجروں کو دلالی کے ٹیکس سے مستثنے کر دیا گیا۔ تین فیصدی کا محصول پرمٹ جو شرح پہلے صرف چھ اجناس (اون سوت معمولی چمڑا۔ ریشم مغربی چمڑا اور موم) کے محصول در آمد و بر آمد کے لئے مقرر تھی کل اجناس کیلئے مقرر کر دیا گیا۔ اور فرانس کی رعایا اور زیر حمایت اشخاص کو خراج یا جزیہ کی ادائیگی کے بغیر سلطانی بلاد محروسہ میں آمد و رفت اور نیز مشرقی طرز کی پوشاک پہننے کی عام اجازت دیدیگئی۔"

یہ عہدنامہ یا فرمان امتیازات سلطان نے ایک غیر معمولی سفیر محمد سعید کے ہاتھ شاہ لوئی پانزدہم کے پاس روانہ کیا اور سفیر کو شاہ مذکور کے لئے بیش بہا تحائف بھی دیئے گئے۔ شاہ فرانس نے اوسکی نہایت عزت و احترام سے مہمانداری کی۔ اور روانگی کے وقت اوس کے ساتھ دو جنگی جہاز اور چند فرنچ گولنداز سلطان کی خدمت میں بھیج دیئے۔ سلطان نے ان گولندازوں کو نو مسلم بانی وال (احمد) پاشا کے ماتحت مامور کیا تاکہ وہ اس جماعت کی مدد سے عثمانیہ توپخانہ کی اصلاح و درستی کی کوشش کرے۔

محاربہ ایران

فرانس جس روش پر ٹرکی کو چلانا چاہتا تھا اور جسکو وہ اوس کے حق میں مفید سمجھتا تھا وہ شاہ لوئی پانزدہم کے خفیہ احکام سے جو وقتاً فوقتاً وہ اپنے سفرائے متعینۂ قسطنطنیہ کو بھیجا رہتا تھا معلوم ہو سکتی ہے۔ احکام مذکور کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

"ٹرکی، پولنڈ، سویڈن اور پرشیا کو آسٹریا اور روس کے برخلاف فرانس کی ساطت سے ہمیشہ آپس میں متحد و متفق رکھنا

نہائیت ضروری ہے"

مگر سلطنت کی بدقسمتی سے وزراء دولت عہدنامہ بلغراد سے کچھ ایسے مسرت ہوگئے کہ وہ پچھلی فتوحات کو ہی غنیمت سمجھنے لگ گئے۔ اور عیسائیون کے باہمی تنازعون سے فایدہ اُٹھاکر مزید فوائد حاصل کرنے کی اونہیں کوئی تمنا نہ رہ گئی۔ اونہیں اپنے ایشیائی فاتح ہمسایہ نادر شاہ سے بگڑ جانیکا اندیشہ ہوگیا تھا ممکن ہے یورپین تنازعات سے اون کو کنارہ کش رہنے کی ایک یہ بھی بڑی وجہ ہو اور ایسی صورت مین جب کہ ایک ایسے خطرناک دشمن کیطرف سے جنگجوئی کا خطرہ تھا اونہون نے اپنی طاقت کو کمزور کرنا مناسب نہ خیال کیا ہو۔ اگر نفس الحقیقت یہی وجہ تھی تو سلطان کی یہ دوراندیشی ملامت کی بجائے تعریف کی مستحق ہے۔ نادر فتح ہندوستان سے فارغ ہوکر جب ایران واپس آیا تو اوس کے دماغ مین بہت ہوا بھر گئی ہوئی تھی۔ اور اوسکی مطلق العنانی اور ظلم شعاری مین ناقابل برداشت اضافہ ہوگیا تھا جس سے اوسکی تدابیر مین بھی ویسی معقولیت اور دوراندیشی نہ رہ گئی تھی اسنے عام رعایا کو جو زیادہ تر شیعہ مذہب کی تھی خوش کرنے کے لیے صوبہ بغداد کو جس کا قبضہ کربلا اور نجف علی کی وجہ سے ایرانی نہائیت ضروری متصور کرتے تھے فتح کرنیکی کوشش مین ٹرکی پر چڑھائی کر دی۔ اور باعث یہ ظاہر کیا کہ ٹرکی نے اون شرائط کی جو مذہبی اتحاد سے متعلق کیگئی تھین تعمیل نہین کی .... مگر ایک تو اب اوسکی جنگی قابلیت مین بھی فرق آگیا ہوا تھا اور دوسرے ٹرکی ہمسایہ عیسائی سلطنتون سے برسر صلح ہونیکی وجہ سے اپنی کل طاقت سے اوس کے برخلاف کام لیسکتی تھی۔ نادر کو اس لڑائی مین متوقعہ کامیابی نہ ہوئی۔ اور چند معرکون کے بعد دونون سلطنتون مین پچھلے معاہدہ کی شرائط پر ۱۷۴۶ء مین صلح ہوگئی۔ اسی سال نادر قتل ہوگیا۔ اور ایران مین پھر بدستور سابق خانہ جنگیان شروع ہوگئین جس سے ٹرکی کو اس طرف سے بھی بے فکری ہوگئی۔ مگر ٹرکی وزراء نے اوس امن سے بھی جو اُسے یورپین سلطنتون کی لڑائی مین شریک نہ ہونے سے حاصل ہوا تھا اپنی فوجون کی درستی اور اندرونی اصلاح کرلینے کا فائدہ نہ اُٹھایا۔ بلکہ اس کے برعکس سلطان امن کے ملتے ہی بڑی بڑی عالیشان عمارتون وغیرہ کے بنوانے مین منہمک ہوگیا جس لاپروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب ٹرکی کو آخرکار اپنے قدیم دشمنون سے لڑائی کرنی پڑی تو اُسکی فوجین زمانہ امن کی بیکاری کی باعث میدان جنگ مین بالکل ناقابل پائی گئین۔

محاربۂ وراثت تخت آسٹریا ٹرکی کی حیادت

عہدنامہ بلغراد پر دستخط ہوئے ابھی کچھ مہینے ہی گذرے تھے کہ ٹرکی کو اپنے سابقہ جاہ و جلال و عظمت کو پوری طرح سے پھر حاصل کرنیکا نہائیت عمدہ اور یقینی موقعہ ملگیا لیکن اوس نے اوس سے فائدہ اُٹھانے سے قطعی انکار کر دیا۔ قیصر چارلس کے بلا اولاد نرینہ مرنے پر ایکطرف اُسکی بیٹی میریا تھیریسا ملکہ ہنگری نے اور دوسری طرف متوفی قیصر کے بھتیجے کے خاوند شاہ بویریا نے تخت قیصری کا دعوے کیا۔ اور دونون مین لڑائی شروع ہوگئی۔ فرانس نے اپنے قدیم دشمن خاندان ہیپسبرگ کی بیخکنی کے لیے اس غیر مترقبہ موقعہ کو نہائیت غنیمت سمجھا۔ اور وہ ملکہ مذکور کے برخلاف پرشیا، سیکسنی، ہسپانیہ اور سارڈینیا کو اپنے ساتھ ملاکر شاہ بویریا کی مدد پر تیار ہوگیا۔ اوس نے سلطان کو بھی اس اتحاد مین شامل ہونیکی ترغیب دی

اور کہلا بھیجا کہ اگر اتحاد کے صلہ میں ہنگری کا علاقہ ٹرکی کی نذر کیا جائیگا مگر سلطان محمود اول ایک عورت کی برخلاف ہتھیار اوٹھانے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور صرف انکار ہی نہ کیا۔ بلکہ عیسائی طاقتوں کو بر سر صلح رہنے کی نصیحت کرکے خود ثالث بن کر اون کی تنازعات کا فیصلہ کرا دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ یورپ میں مدبرین نے جن کو اپنی اپنی طاقت پر بہت غرہ ہوتا تھا۔ سلطان کی اس تجویز کو ہنسی میں اڑا دیا۔ اور مجمل پیرایہ میں تشکر ادا کرکے اسپر کوئی توجہ نہ کی سلطان عیسائیوں کی اس متکبرانہ روش سے آزردہ خاطر ہوکر فرانس سے بھی دلمیں ناراض ہوگیا۔ یہ واقعہ ۱۷۴۵ء میں گذرا۔

انہی دنوں ولی نوروی قسطنطنیہ سے چلا گیا۔ اور اسکی جگہہ مارکوئیس کسٹیلان فرینچ سفیر مقرر ہوا۔ فرانس نے بانی وال پاشا کو سلطانی دربار میں فرانس کی حمایت کرنیکے صلہ میں سابقہ قصور معاف کرکے پنشن عطا کر دی ہوئی تھی۔ اور اوس کے ساتھ اب یہ بھی وعدہ کر دیا تھا کہ اگر اوسنے اس معاملہ کو حسب مراد طے کرا دیا تو اسکو وطن واپس آنے کی بھی اجازت دیدیجائیگی نئے سفیر نے خود کوئی ہمت و کوشش کرنے کی بجائے کل دارومدار نو مسلم فرینچ پر چھوڑ دیا۔ اور اسنے سلطان کو اعلان جنگ پر آمادہ کرنے کیلئے پوری کوشش کی لیکن محمود کے دل سے اپنی تجویز کی نامنظوری کی خلش ابھی دور نہیں ہوئی تھی۔ اور نیز سلطانی دربار کو وہ الفاظ ابھی تک یاد تھے جو معاہدہ وراثت تخت پولینڈ کے وقت سے بونی وال نے فرینچ پالیسی کے متعلق کہے تھے چنانچہ کسٹیلان نے مایوس ہوکر فرینچ وزیر آرگنسن کو حسب ذیل مراسلہ بھیجا "رئیس آفندی کے دلمیں بونی وال کی باتوں سے ہماری طرف سے وہ تعصب پیدا ہوگیا ہوا ہے جو ہمیشہ ہماری اغراض میں حائل ہوتا رہا ہے یعنی اسکے دل میں یہ خیال بیٹھ گیا ہوا ہے کہ فرانس صرف ترکوں کو معدوم کرنیکے لیئے اونہیں لڑائی میں مبتلا کرانا چاہتا ہے۔ یہ خیالات ۱۷۳۹ء سے پیدا ہوئے ہیں جبکہ اول اول رئیس آفندی اور بونی وال نے پولینڈ کے متعلق ہمارے معاملات میں دخل دیا تھا۔ اور معاہدہ رسوک سے ان خیالات کو اور زیادہ تقویت ملگئی۔ ترکوں نے اوس وقت ہم سے تقاضا کیا کہ ہم لڑائی جاری رکھنے کے متعلق اون کو تحریری قرار دیدیں مگر ہم نے ایسا نہ کیا۔ اور ہمارا سفیر ولی نوروی اپنے مدعا میں ناکامیاب رہا۔ اوس دنسے ترکوں کو ہماری نسبت بدظنی سی ہوگئی ہے اور رئیس آفندی نے ہر موقعہ پر اپنے ان خیالات کو نہایت صاف دلی کو کھلم کھلا بیان کر دیا ہے۔"

اس اثنا میں انگلستان علانیہ میریا تھریسا کا مددگار ہوگیا تھا۔ اور جرمنی کی اکثر ریاستوں نے بھی فرانس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور لڑائی کا کل بوجھہ اکیلے فرانس پر آپڑا تھا۔ اوس نے باب عالی سے پھر امداد کی درخواست کی اور فرانس کے وزیر اعظم نے احمد پاشا (بونی وال) کو پیغام بھیجا "ہمیں اس امر کی سخت احتیاج ہے کہ ترک ہنگری پر حملہ آور ہوکر ہمارا ہاتھ بٹائیں اس مدعا کے حصول کیلئے کوئی کوشش باقی نہ اٹھا رکھو۔ اگر بیشتر ازیں روس سے ترکوں نے صلح کر لی تو اوس کے پاس اسقدر جرار فوج فارغ ہوجائیگی کہ وہاں سے ترکوں کو آسانی سے ملیا میٹ کر سکیگی۔ پس اون کی اغراض بھی اسکی مقتضی ہیں کہ وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاکر سلطنت مذکورہ کی طاقت کم کرنے کیلیئے ہمارے ساتھ شریک ہوجائیں۔ اور زیادہ دیر تذبذب میں نہ رہیں۔"

بانی وال نے پھر کوشش کی جس کا نتیجہ بھی بدستور سابق رہا۔ اور آخر فرینچ وزیر اعظم کو جواب لکھا کہ ترک ملکہ ہنگری کی

کوئی تکلیف نہ پہنچانے اور پچھلے عہدناموں پر ثابت قدم رہنے کا مصمم ارادہ کرچکے ہیں۔ اور مزید برآں وہ سبھی طاقتوں کے معاملات کی موجودہ صورت کو اپنے لئے مضر سمجھنے کی بجائے بہت مفید خیال کرتے ہیں"

وریبولا فرانس کے تنہا رہجانے پر آسٹریون کو فرانس کے برخلاف پے درپے فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور وہ اٹلی سے گذر کر فرانس کے جنوبی صوبہ پراونس میں داخل ہوگئے۔ فرانس نے گذشتہ ناکامیون کی کچھ پروا نہ کرکے بمصداق الہالنعرض محبون۔ بابعالی سے پھر وہی التجا کی۔ اس وقت ٹرکی کو بھی اپنی رقیب سلطنت کی غیر اندازہ کامیابی کیوجہ تشویش سی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے فرانس کی درخواست کو اس مرتبہ بنظر استحسان دیکھا۔ اور اپنا عندیہ بلا ظاہر کردیا کہ وہ تخت آسٹریا پر نئے خاندان کو متمکن ہوتا دیکھکر کسیطرح خوش نہیں ہوسکتی۔

بانی وال نے ترکون کو اس میلان سے فائدہ اٹھاکر فرانس پرشیا اور ٹرکی میں اتحاد کرانے کی کوشش شروع کردی۔ اور ٹرک اس پر قدرے رضامند بھی ہوگئی۔ فرنچ سفیر قسطیلان نے اپنی گورنمنٹ کی ہدایات کے مطابق ۱۷۴۵ء میں اتحاد کی تجویز کو دیوان کے روبرو پیش کردیا۔ اسکی تین بڑی شرطیں یہ تھیں (۱) دول متحدہ اوس وقت تک لڑائی سے باز نہ آئینگا انکار کریں جبتک کہ میریا تھیریسا کا خاوند تاج قیصری سے دستبردار نہ ہوجائے (۲) بابعالی ہنگری میں جو علاقے فتح کرے۔ وہ دوام کیلئے اوس کے پاس رہیں (۳) عام صلح قائم کرانے کیلئے جو کانگرس منعقد ہو اوس میں بابعالی کے سفرا بھی شریک ہوں۔ عثمانیہ وزراء نے اس تجویز پر غور کرنے کیلئے ایک خاص اجلاس کیا جس میں فرنچ سفیر کو بھی شامل کیا گیا۔ اوس نے ترکی وزرا کو سمجھایا کہ اگر تینون سلطنتیں آسٹریا پر ایک وقت حملہ کردیں تو خاندان آسٹریا کی بربادی میں کوئی شک باقی نہیں رہ سکتا۔ سفیر مذکور نے اس موقعہ پر افسوس ظاہر کیا کہ اگر ٹرکی اس وقت (یعنی شروع محاربہ میں) ہنگری پر حملہ کردیتے جبکہ فرانس کی فوجیں وائنا سے چند گھنٹوں کی مسافت پر پہونچ گئی تھیں۔ اور پرشیا نے آسٹریا کا شمالی مغربی صوبہ سلیسیا فتح کرلیا تھا۔ تو میریا تھیریسا بالیقین خودبخود ہمارے حسب پسند معاہدہ پر دستخط کردیتی۔ دیوان کے چند ارکان یہ باتیں سنکر فرنچ سفیر کے متفق الرائے ہوگئے۔ مگر اکثر اراکین کی رائے نہ بدلی۔ اور ان کو یہی یقین رہا کہ فرانس جنگ سے اپنی مخلصی کرانے کیلئے ٹرکی کو محاربہ میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ ادھر میریا تھیریسا کی طرف سے پے درپے پیغام موصول ہورہے تھے کہ آسٹریا ہمیشہ ٹرکی کی مخلص دوست اور رفیق رہیگی اور سلطان کے اس احسان کو جو وہ آسٹریا کے دشمنوں سے علیحدہ رہنے سے کررہا ہے کبھی نہ بھولیگی۔ ان پیغامون کے ساتھ ہی ایکطرف روس دھمکیوں سے اور انگلستان بیدریغ روپیہ خرچ کرنیسے انکی تائید کررہے تھے۔ فرنچ سفیر کا اثر غالب آجانا بعید از قیاس نہ تھا۔ کہ اتنے میں بابعالی کو خبر پہونچگئی کہ شاہ پرشیا نے فرانس سے جدا ہوکر ملکہ میریا سے علیحدہ مصالحت کرلی ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ ملکہ کے برخلاف فرانس ہی جو اب بالکل یکہ و تنہا رہ گیا تھا۔ اتحاد کرنے میں صریح نقصان دیکھا۔ اتحاد کے متعلق جو کچھ گفتگو ہورہی تھی وہ یکلخت قلم بند کردی گئی۔ قسطیلان نے احمد پاشا کی تائید سے پھر بھی کئی مرتبہ اتحاد کی تحریک کیا

مگر ترکون پر اسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور اونہون نے انگلستان کی تحریک سے ۱۷۴۷ء مین آسٹریا سے دائمی صلح کا عہدنامہ کرکے ماریا کو وارث ملک اور اوس کے خاوند فرانسس ڈیوک لورین کو جس کے ساتھ ٹسکنی کے گرینڈ ڈیوک کی حیثیت سے ایک علیحدہ معاہدہ بھی کیا گیا تھا قیصر تسلیم کرلیا۔

بانی وال کو متواتر ناکامیون سے سخت صدمہ پہنچا۔ اور اوس کی صحت بگڑ گئی۔ شاہ فرانس نے اپنے وعدہ کے ایفا مین اوس کو وطن واپس آنے کی اجازت بھیجدی۔ مگر جس دن اوسے یہ خط پہنچا۔ اوسی دن وہ اِس جہان سے رخصت ہوگیا۔

آسٹریا اور انگلستان اپنی اِس سفارت کی ناکامیابی یا بقول ایک عیسائی مورخ کے باب عالی کی اِس کوتاہ چشمی سے نہایت خوش ہوئے۔ اور ترکون کی طرف سے طمینان ہوجانے پر اونہون نے فرانس کے برخلاف روس سے مدد کی درخواست کردی جس نے تیس ہزار روسی سپاہ دریائے رائن کو بھیجدی۔ اوس وقت کاسٹیلان واپس چلا گیا ہوا تھا۔ اوسکی جگہ کونٹ ڈیسالیئرز قسطنطنیہ مین فرینچ سفیر تھا۔ جسکی تعریف اوسکا ایک ہمعصر ان الفاظ مین کرتا ہے:

یہ کونٹ ڈیسالیئرز نہایت عقلمند۔ کم سخن صاحب غور و فکر اور فوراً معاملہ کی تہ کو پہنچ جاتا تھا۔ اور طبعاً سادہ مزاج اور بلاتصنع مگر بہت زیرک اور تیز فہم تھا۔ اوس نے سلطان کی خدمت مین عرض کی کہ باب عالی کو روس کی فوجی مداخلت پر سخت اعتراض کرنا چاہیئے جنوبی یوروپ کے معاملات مین شمالی یوروپ کی طاقتون کی دست اندازی سے سخت خطرات پیدا ہونگے اسبارہ مین اوسنے متواتر عرضداشتین پرزور اور مدلل عبارت مین سلطان کے حضور پیش کین۔ مگر ترکون نے خیال کیا کہ سگ زرد برادر شغال۔ یہ عیسائی طاقتین آپس مین لڑجھگڑ رہی ہین۔ اور روس نے اگر فوج بھیجی ہے تو عیسائی ممالک کو جو ہماری سرحد سے سینکڑون کوس دور ہے۔ اور عیسائی طاقتون کے برخلاف۔ گوشت خر و دندان سگ ہمین کیا غرض پڑی ہے کہ خواہ مخواہ دخل در معقولات دینے بیٹھین۔ باین ہمہ ڈیسالیئرز نے ہمت نہ ہاری۔ وہ ہمیشہ باب عالی کو سمجھایش کرتا رہتا کہ آسٹریا کی ظفریابی اور طاقتمند ہونے سے فرانس کو اتنا خطرہ نہیں جتنا کہ ترکی کو ہے۔ اوس نے روس کی پیشقدمی کو روکنے اور طاقتون کو کمزور کرنے کیلئے تجویزین پیش کین۔ پروشیا فرانس اور ترکی مین باہم شرط اتحاد ہوجانے کی تجویز نیز اسکی پیش کی کہ کوئی فریق متعاہد آسٹریا یا روس سے دیگر رفقا سے علیحدہ بطور خود صلح نہ کرے۔ باب عالی نے اس کو بھی منظور کردیا۔ اور جب انہین کو اچھی طرح سے یقین ہوگیا کہ ترکون کو ہوش مین لانے کی کوشش فضول ہے تو انہوں نے بھی چند ماہ بعد اپنے حلیف طاقتون سے بتفاق ایکس لاچپیل[1] ۱۷۴۸ء مین عہدنامہ صلح کرلیا۔

[1] ایکس لاشیپل جسے جرمن آچین پکارتے ہین پروشیا کے علاقہ بر لب دریائے رائن کا مشہور شہر ہے۔ مشہور قیصر شارلمین ۷۴۲ء مین یہین پیدا اور ۸۱۴ء مین وہین فوت ہوا۔ ۱۷۴۸ء کا معاہدہ انگلستان۔ فرانس۔ ہالنڈ۔ جرمنی۔ ہسپانیہ اور جنوا کے درمیان ہوا تھا (مولف)

مگر فرانس سلطان کی اس ضد اور اصرار سے ناراض ہونے کی بجائے بابعالی کو نیک صلاح و مشورہ دیتا اور راہ راست سے مناسب روش پر چلانے کی برابر کوشش کرتا رہا۔ چنانچہ متذکرہ صدر مصالحت کے بعد فرنچ وزیر اعظم نے جو مراسلہ ڈوسالز کو بھیجا اوس کے چند فقرات حسب ذیل ہیں:-

"کوشش کرو کہ بابعالی میں تمکو سب سے زیادہ اقتدار حاصل ہو جائے۔ سوئیڈن کی حفاظت کرتے رہو۔ پولینڈ کو بھی نہ بھلاؤ۔ اور روس کو اپنی سنگین اور غاصبانہ ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دو۔ یہ چار باتیں ہیں جن کو کبھی فراموش نہ کرنا۔ نہیں تمہارا بادشاہ حکم دیتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ انکی تکمیل میں تمہیں بہت مشکلات پیش آئیں گی۔ معاہدہ بلغراد کے وقت کی نسبت اب صورت حالات بہت بدل گئی ہے۔ ٹرکی اس بات سے ناراض ہو گئی ہوئی ہے کہ فرانس نے اوسکی ثالثی قبول کرنے سے کیوں انکار کر دیا تھا۔ علاوہ بریں ٹرکی روس اور آسٹریا سے بڑی صلح کا معاہدہ کر چکی ہے۔ اور وہ لڑائی سے بہت کچھ کمزور اور کمزور ہو رہی ہے۔ اور بالآخر خود سلطان کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ صلح آمیز پالیسی پر چلنے سے ہی وہ اپنے تخت پر قائم اور اوسکا ملک بغاوت سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں کو باوجود تم بادشاہ کو فرمان کی تعمیل میں حتی الامکان سعی کرتے رہو کیونکہ ٹرکی کی وقعتی بہتری اسی میں ہے۔"

بابعالی فرانس کے مشوروں پر بہت کم کان دھرتا تھا لیکن بلاشبہ کہ ان لیونٹ میں فرانس کا اقتدار اب بدستور قائم تھا کہ دیکھکر انگلستان بہت پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ سلطان اور روس کے درمیان صلح کے کچھ پیشتر سابق اور لڑائی کے ایسے خوف ہو رہے تھے کہ ڈوسالز کی یہ تمام کوششیں بھی بالکل بیکار رہیں۔ اوس نے بابعالی کو کہا کہ روس سوئیڈن کو فتح کرنیکا ارادہ کر رہا ہے بیچ بچاؤ کرکے اوسکی حفاظت کی جائے۔ بابعالی نے کچھ پروا نہ کی۔ پھر اوس نے تجویز پیش کی کہ فرانس کی رفاقت سے دیوان پرشیا کے ساتھ اتحاد کرے۔ یہ بھی فضول ثابت ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد شہنشاہ ڈنمارک کی جانب سے کی جو تجارتی معاہدہ کی درخواست پیش کیا تھا سفارش کی۔ وہ بھی نامنظور کر دی گئی۔ بالآخر اوس نے پولینڈ کو جس کو تقسیم کر لیے جانے کی دو دفعہ دھمکی مل چکی تھی۔ بچاؤ کے لیے خود فرانس سے اتحاد کرنے کی صلاح دی۔ جسپر بھی کچھ توجہ نہ کی گئی۔ اس موقعہ پر (۱۷۸۵ء) خود لوئی شانزدہم نے سلطان کو دو تین نہایت تاکیدی خط بھیجے جن میں اوس نے تحریر کیا کہ اگر بابعالی میرے ساتھ شامل ہو جائے تو میں سوئیڈن کو روس سے بچاؤ کے لیے بالکل تیار ہوں۔ ان خطوط میں شاہ مذکور نے پولینڈ کی نسبت بھی آسٹریا اور روس کے ارادوں کو واضح کرکے بابعالی کو فرانس اور پرشیا میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد ہو جانے کی ضرورت پر زور دیا۔ مگر سلطان اور اوس کے وزرا ہمیشہ فرانس اور روس کے سفیر کو مہمل اور مبہم سے جواب دیکر ٹالدیتے رہے اور جب ایک دفعہ ڈوسالز نے بابعالی کو عثمانیہ فوج کی بد نظمی اور بیترتیبی کیطرف توجہ دلائی تو ترک اوس سے ناراض ہو گئے۔ اور اوسکی ہمدردی کو گستاخی اور تحقیر پر محمول کیا۔ ڈوسالز نے توپخانہ میں نئی توپیں داخل کرنے قلعوں کو مضبوط و مستحکم کرنے اور سپاہیوں کو جدید فن جنگ کی کم از کم ابتدائی تعلیم دلوانے کی بھی صلاح دی تھی۔ بابعالی نے اپنی خشکی کیوجہ سے ان اصلاحوں سے بھی انکار کر دیا۔

ترک تو معاہدون پر بھروسہ کرکے اور کسیقدر عیش پسندی کی وجہ سے بھی غافل اور مطمئن بیٹھے تھے۔ اور ادہر روس کھلم کھلا بندون اون معاہدون کی ایسی خلاف ورزی کررہا تھا جو ترکی کے حق مین نہایت نقصان رسان تھی بمعاہدہ بلغراد کی رو سے دریائے بگ اور علاقہ یوکرین کی سرحد کے درمیانی علاقہ کو بطور حد فاصل ہمیشہ کیلئے غیر آباد رکھنے کا اقرار کیا گیا تھا۔ روس نے اس شرط کی کچھ پروا نہ کرکے اوسے نئی سرویا کے نام سے موسوم کرکے آباد اور قلعون وغیرہ سے خوب مستحکم کرلیا۔

اس عجیب تدبیر سے روس نے دو فایدے حاصل کیے تھے۔ ایک یہ کہ بوقت جنگ اس صوبہ کی وجہ تاتاری علاقہ ازوف کی منقبوضات کا باہم کوئی تعلق نہین رہ سکتا تھا۔ دوم علاقہ مذکور کی آبادی سے روس کو اپنی فوجون کیلئے جلدی سرحد پر حوائج سامان رسد بہم پہنچا سکنا آسان ہوگیا تھا۔ مگر روس نے اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ خالص ترکی سرزمین بھی بہت سی دبا لی۔ اور باب عالی سے کانون پر جون تک نہ چلی۔ ماسوا ازین پولنڈ اور علاقہ جات کیرطالنی اور جیکستان مین بھی وہ خلاف معاہدہ برابر دست اندازی کرتا رہا حتی کہ آخر الذکر دونون علاقون مین اوس نے فوجین بھیجکر وہان سیکڑون اور بارکین بھی تعمیر کرلین۔ اور باشندون کو خان کریمیا کی اطاعت سے بالجبر ہٹانے کی کوشش کرنے لگ گیا۔ اوس وقت ارسلان غیرای خان کریمیا تھا۔ ایسا شخص روسیون کی غاصبانہ کارروائیون سے جیسا کچھ سٹپٹا تا رہا ہوگا۔ اوسے بآسانی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ وہ ہر وقت باب عالی کو اونکو انسداد پر زور دیتا رہا۔ اور کبھی روسیون کی چالون سے مطلع کرکے اونکو تدارک کی درخواست کرتا رہا۔ پرشیا کا اوس وقت تک کوئی سفیر قسطنطنیہ مین مامور نہ تھا۔ اوس نے فرانس کے سفیر کے ساتھ ملکر باب عالی اور شاہ پرشیا مین دوستانہ تعلقات قایم کرانے کی کوشش کی۔ اور باب عالی سے اجازت لیکر شاہ مذکور کے پاس دونون سلطنتون مین سفارتی تعلقات قایم کرانے کی غرض سے اپنی طرف سے ایک ہوشیار ایلچی روانہ کیا۔ بعد ازان ۱۷۶۵ء مین بااختیار خود پولنڈ کی پارلیمنٹ کی طرف ایک اور سفیر روانہ کرکے محب وطن جماعت کو باب عالی اور نیز اپنی حمایت کا یقین دلایا جس سے دلیر ہوکر پارلیمنٹ نے حالانکہ شاہ پولنڈ اس امر کا خواہان تھا۔ روس سے اتحاد کرنے سے انکار کردیا۔ انہی دنون شیخ باب عالی کے بلا علم اس بہانہ سے کہ چرکسون نے حسب معمول سالانہ خراج کے ساتھ غلام بھیجنے سے انکار کردیا ہے۔ سرکیشیا اور کوبان مین کثیر التعداد فوج بھیجدی۔ اور وہان روسیون سے کسی خفیف سی بات پہ جھگڑا کرکے اونکی تمام فوج کو جو ان صوبون مین موجود تھی تہ تیغ کردیا۔ اور اس امر کی کچھ پروا نہ کی کہ اوس کے شہنشاہ سلطان روم اور روس مین صلح ہے۔

مگر ان سب باتون کی باوجود والی کریمیا باب عالی سے روس کے برخلاف اعلان جنگ نہ کرسکا۔ اور ترکی وزرا نے ایسی چشم نمائی اور تنبیہ سے محترز رہکر جس سے لڑائی شروع ہوجانیکا احتمال ہوسکتا تھا۔ صرف نرم پیرایہ مین روس کی کارروائیون پر اعتراض کرنا کافی سمجھا۔ آسٹریا اور روس کے ساتھ دائمی صلح کرنیسے تھوڑا ہی عرصہ بعد نادر بھی قتل ہوگیا تھا جس سے ترکی کو اپنی مشرقی سرحد کی طرف سے بھی اطمینان حاصل — اور اندرونی اصلاح کے لیئے امن کا زمانہ میسر ہوگیا لیکن خزانہ اور فوج کی درستی کی بجائے جو پچھلی محاربون مین بہت کچھ قابل اصلاح و درستی ہوگئی تھے۔ سلطان عالیشان عمارات اور فضول شاہانہ طمطراق اور نمائشون پر روپیہ

خرچ کرنے مین منہمک ہوگیا۔ پابندی عہد کے علاوہ یہ انہماک بھی اوسکے انس کی اصلاح ماننے سے بہت کچھ مانع ہوتا رہا تھا اور ممکن ہے اون اندرونی شورشون کی وجہ سے بھی جو وقتاً فوقتاً ملک کے کسی نہ کسی حصّہ مین برپا ہوتی رہتی تھین سلطان محاربہ وراثت آسٹریا سے فایدہ اُٹھانے سے معذور رہا ہو۔

صوبجات ڈینیوب قسطنطنیہ کے فناری یونانیون کو گورنر مقرر کرنے کا طریقہ پہلے دستور سے بھی زیادہ مضر ثابت ہوا۔ ان صوبون کو تابع فرمان رکھنے کے لیئے سیدھا سادہ علاج یہی تھا کہ والیشیا اور مالڈیویا کو باضابطہ طور پر سلطنت مین شامل کرکے اون پر دوسرے صوبون کی طرح مسلمان گورنر اور عامل مقرر کر دیئے جاتے۔ مگر پابندی عہد کی وجہ سے یا ناعاقبت اندیشی سے ایسا نہ کیا گیا۔ اور ان نئے گورنرون کے ظلم وستم نے جو عیسائی ہونے کے باوجود عیسائی رعایا سے نہایت بیرحمی سے پیش آتے تھے روسی پیشقدمی کے لیئے راستہ صاف کر دیا۔ پہلے فناری گورنر نے سابقہ خراج سے پانچ لاکھ پیاسٹر سالانہ زیادہ دینے کا اقرار کیا۔ اسکا نام ماوروکورڈاٹو تھا۔ مسٹر [illegible] صاحب فناری یونانیون کی نسبت یہ رائے ظاہر کرتے ہین "وہ بالعموم نہایت ہی کمینہ، بددیانت اور خاین ترین ملازم تھے"

اسی گورنر نے اپنی طرف سے تو صوبہ کی اصلاح کرنی چاہی مگر نتیجہ برعکس ہوا۔ دیسی امرا تو پہلے ہی سے اپنی جماعت سے گورنری کا حق چھن جانے کے باعث ناراض ہو رہے تھے۔ دہقانی بھی زیادتی محاصل سے ناراض ہوگئے چنانچہ اوسے ۱۷۳۰ء مین معزول کر دیا گیا۔ اور اوسکی جگہ دوسرا گورنر مسمی رکجو وزا مقرر ہوا جس نے خراج کی مقدار کو اور بڑھا دیا۔ تین برس کیلیئے مقرر کیا گیا تھا۔ اوس کے بعد ۱۷۳۳ء مین پھر ماوروکورڈاٹو کو والیشیا کا گورنر بنایا گیا۔ اور اوس نے نہ فقط خراج کی زیادتی بلکہ اپنے ذاتی اخراجات کیلیئے جزیہ کی شرح کو بھی بڑھا دیا۔ تین برس کے بعد اوسے مالڈیویا بھیجدیا گیا مگر ایک سال کے بعد (۱۷۴۱ء) مین اوسکی جگہ گریگوری گھیکا کو مالڈیویا کا گورنر بنایا گیا۔ اس فناری عامل کی نسبت ایک رومانوی مورخ حسب ذیل لکھتا ہے "یہ شخص اپنے پیشروؤن کی طرح عین فناری طریقہ کے مطابق اس صوبہ کو مفتوحہ ملک کے برابر سمجھتا تھا اور غریب باشندون اور انسانیت کے فرائض کی کچھ پروا نہ کرکے ذاتی منفعت کیلیئے کھلے بندون ملک کو تاخت و تاراج کرتا رہا"

اس جبر وستم سے دونون صوبے تقریباً ویران ہوگئے۔ ہزارون خاندان ممالک متصلہ مین چلے گئے۔ اور کل قوم گورنرون کی نالایقی کی بدولت پہلے سے زیادہ اون کے مامور کنندگان یعنی ترکون کی دشمن ہوگئی۔ اور چونکہ ۱۷۱۱ء مین روس نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ والیشیا اور مالڈیویا کو اوس کی زیر حمایت آزاد کر دیا جائے اور والیشیون اور مالڈیوین کو روس کے اس مطالبہ کا علم تھا اسلیئے طبعی طور پر مظلوم و ستم رسیدہ رومانویون کو روسی سلطنت کا جو اون سے ہمدردی کا اظہار کر چکی تھی سہارا پکڑنا پڑا۔ اور اسی امداد و دستگیری پر اونکی تمام امیدین وابستہ ہوگئین۔ جو آخر ۱۸۷۸ء مین کامل طور پر پوری ہوگئین اور رومانوی بالکل آزاد اور خودمختار قوم ہوگئے۔ دیگر یورپی صوبجات مین بھی کم و بیش فتنہ و فساد برپا ہوتا رہتا تھا بعض

اوقات ان صوبوں کے گورنر صرف برائے نام سلطان کے ماتحت ہوتے ــــ ورنہ درحقیقت خودمختار فرمانروائوں کی حیثیت اختیار کر لیا کرتے ـ اور سلطانی فرمانوں کی کچھ پرواہ نہیں کیا کرتے تھے۔ باب عالی کبھی ایسے سرکشوں کی گوشمالی کر دیا کرتا تھا اور کبھی چشم پوشی کر جاتا تھا یعنی اگر وزراء ہوشیار و مستعد ہوئے اور ساتھ ہی باغی گورنر کی طاقت چنداں مضبوط نہ ہوئی تو اوسکی سرکوبی کر دیگئی ـ اگر حالت برعکس ہوئی تو خاموشی اختیار کر لی۔ محمود کے زمانہ میں یہی تمام سرکشیوں اور بغاوتوں کو فرو کر دیا گیا۔ مگر ایک نہ ہو سکی جو نہ فقط ترکی تاریخ بلکہ اسلامی تاریخ میں بھی ایک قابل یادگار واقعہ ہے سلطان محمود کے عہد حکومت کے آخری حصہ میں وہابیہ فرقہ عرب میں پیدا ہوا۔ اور چند برسوں میں حیرت انگیز سرعت سے جزیرہ نما میں پھیل گیا۔ یہ بغاوت اسی فرقہ کی تھی۔ اس فرقہ کا بانی عبدالوہاب سترہوین صدی عیسوی کے اختتام اور بارہوین صدی ہجری کے آغاز کے قریب عرب کے قصبہ العینیہ میں پیدا ہوا تھا۔ اوس کا باپ قصبہ مذکور کا شیخ تھا۔ عبدالوہاب نے فقہ و حدیث اور دیگر دینی علوم کی تعلیم بصرہ کے مدارس میں حاصل کی۔ اوس نے ان علوم کو بہت جلد سیکھ لیا۔ مگر ساتھ ہی اوس کے دل میں یہ پختہ یقین بیٹھ گیا کہ پیغمبر خدا کی سچی تعلیم توہمات کے ناپاک ڈھیر میں چھپ گئی ہے جس کو دور کرنے کے کام پر خداوند کریم نے اوسے مامور کر دیا ہے۔ اوس نے واپس آکر کمال دلیری سے اپنے خیالات کو ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ اور شروع شروع کی عارضی ناکامیابی سے مطلقاً نہ گھبرا کر اکثر رسوم مروجہ کو بدعت قرار دیا۔ وہ خاصکر پیر پرستی اور اولیاء کے مقبروں کی زیارتوں کا جسکا عام رواج ہو گیا تھا سخت دشمن تھا۔ اوس نے مسلمانوں میں چند قسم کی عیاشیاں بھی جو صریح احکام قرآنی کے برخلاف تھیں بکثرت مروج پائیں اور وہ اونکی بیخکنی پر کمربستہ ہو گیا۔ ابتداء میں جیسا کہ عموماً ہوتا ہے سننے والے اوس کا مضحکہ اڑاتے رہے۔ مگر بتدریج لوگ اوس کے مرید ہونے لگ گئے اور آخرکار مشہور و زبردست عرب قبیلہ بنی مسالخ کا شیخ محمد بن سعود اوسکا معتقد ہو گیا۔ اور عبدالوہاب نے اسی وقت اُسے اپنا داماد بھی بنا لیا۔ اس شمولیت سے نیا فرقہ اب زبردست پولیٹکل اور جنگی گروہ بن گیا جس کا روحانی مقتدا تو عبدالوہاب ہی رہا مگر فوجی کمان کے فرائض ابن سعود کے سپرد کر دیئے گئے۔ اور اوس نے بدور شمشیر اپنے اُستاد کے عقائد و تعلیمات کو پھیلانا شروع کر دیا۔ اوس کے بعد اوس کا بیٹا عزیز اور پوتا مسعود اور بھی زیادہ سرگرمی اور پرجوشی سے اشاعت کے کام میں مصروف رہے اور چند برسوں میں وہابیہ عقائد عرب کے ہر گوشہ و کونہ میں پھیل گئے۔ عرصہ دراز تک سلاطین اور اون کے پاشا اس نئے فرقہ کی بغاوت کو فرو کرنے میں ناکامیاب رہے آخرش محمد علی پاشا والی مصر نے اس کا بیڑہ اٹھایا۔ اور وہابیوں کی سلطنت کی جو حرمین شریفین پر بھی قابض ہو گئی تھی بیخکنی کر کے اون کے آخری امیر کو پا بزنجیر قسطنطنیہ بھیج دیا جہاں وہ ۱۸۱۸ء میں قتل کر دیا گیا۔ مگر نجد کے بدو قبائل اب تک زیادہ تر اسی مذہب کے پابند ہیں۔ سلطان محمود کو جس وقت اس بغاوت کی اطلاع پہونچی تو اوس نے وہابیوں کو واجب القتل قرار دیکر گورنروں کو اوس کے فرو کرنے کی سخت تاکید کی۔ مگر عرب کے ترکی گورنروں کی باہمی رقابت سے باغیوں کو روزافزوں ترقی ہوتی گئی۔ سلطان محمود کی وہمی اور کمزور طبیعت کو اس نئے فرقہ کے پیدا ہو جانے سے پہلے ہی سخت صدمہ پہنچا تھا

اوسکی فتوحات کی خبر سنکر اوس صدمہ کا اثر اور بڑھ گیا۔ اور وہ جمعہ کے دن مسجد سے واپس آتے ہی ۲۴ سال کی حکومت کے بعد جیسے شاندار اور ایسے شان دونون نام دیئے جاسکتے ہین ۲۴ صفر ۱۱۶۸ ہجری مطابق ۱۷۵۴ء کو اس جہان ناپائیدار سے گذر گیا۔ وہ ۱۱۰۸ ہجری مین پیدا ہوا تھا۔

سلطان عثمان ثالث

محمود اول کے بعد اوس کا چھوٹا بھائی عثمان ۵۵ برس کی عمر مین تخت نشین ہوا۔ اوسکی پیدایش ۱۱۱۰ھ مین ہوئی تھی۔ اور تخت نشینی کے وقت تک محلسرا کے محبس شہزادگان مین ہی بند رہا تھا جس طویل نظر بندی سے اوسکی طبیعت مین بیصبری اور افسردگی راسخ ہوگئی ہوئی تھی۔ اوس نے حکمرانی شروع کرتے ہی جو پہلا کام کیا وہ سلطان احمد ثالث کے تین فرزندان محمد۔ بایزید اور ارخان کا قتل تھا۔ اونکو اس اندیشہ سے قتل کرا دیا گیا تھا کہ کہین سرداران فوج انمین سے کسیکو تخت پر نہ بٹھلادین۔ وزیر اعظم علی نشانجی پاشا کو جس پر اون کے ساتھ سازش رکھنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ اوسیوقت قتل کردیا گیا۔ عثمان کی متلون مزاجی اس سے ظاہر ہوسکتی ہے کہ اوس نے دو برس مین آٹھ وزیر جن مین سے آخری کا نام سعید آفندی تھا یکے بعد دیگرے قتل یا برطرف کر دیئے۔ آخرکار صدارت کا منصب جلیلہ راغب محمد پاشا کو تفویض کیا گیا۔ یہ نہایت ہی قابل اور لایق شخص تھا اور صدر کی حیثیت الہی کو وہا تدبیر وزیر جیسے نہ ہوا تھا۔ اس ایک ہی انتخاب سے عثمان کی کئی فرو گذاشتون کی پوری پوری تلافی ہوگئی۔ مگر افسوس وہ خود اس نیک انتخاب سے فایدہ نہ اٹھا سکا۔ اور تھوڑے سے ہی دنون بعد ۱۶ صفر ۱۱۷۱ھ کو فوت ہوگیا۔ اوس نے ۱۱۶۸ھ سے لیکر ۱۷۵۷ء تک صرف تین سال حکومت کی۔ اوس کے عہد حکومت کے مشہور واقعات صرف دو ہین جن مین سے ایک تو قسطنطنیہ کی آتشزدگی عظیم ہے جس سے ۱۱۶۹ ہجری مین صدر اعظم کا محل اور تقریباً دو تہائی شہر مسجد ایا صوفیہ کے قریب تک جل گیا۔ اور دوسرا جامع عثمانی کی تکمیل ہے جسے سلطان محمود نے شروع کیا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے طرز عمل کی ہمیشہ شکایت کرتا رہتا تھا۔ مگر طرز انتظام مین اصلاح یا تغیر کرنے کی کبھی جرأت نہ کرسکا۔ اوسکی بڑی شکایت یہ تھی کہ یورپیون کے میل ملاپ سے مسلمانون مین مذہب کی طرف سے آزادی پیدا ہوگئی ہے۔ اسکی اصلاح کے لیئے اوس نے ہر ایک مذہب کی رعایا کے لیئے علحدہ علحدہ پوشاکین تجویز کین۔ اور عورتون کے پردہ کے متعلق سخت احکام جاری کیئے۔ رعایا کے خیالات معلوم کرنے کی غرض سے وہ اکثر راتون کو بھیس بدلکر دارالخلافہ مین پھرا کرتا۔ مگر درباریون کو عموماً پہلے سے خبر ہوجاتی کہ آج سلطان بھیس بدلکر نکلیگا۔ اور وہ اس امر کا پہلے سے انتظام کر چھوڑتے کہ اوسے صرف ایسے لوگ مل سکین جو درباریون کے طرفدار ہون۔

وزراء کے ہر وقت بدلتے رہنے سے انتظامیہ کل کے تمام پرزے بگڑ گئے ہوئے تھے۔ اور رعایا مین عام ناراضگی پھیل گئی ہوئی تھی جس کو وہ جابجا آگ لگا کر ظاہر کرتی رہی۔ مگر راغب پاشا کے تقرر سے اس نقص کی کماحقہٗ اصلاح ہوگئی۔

خارجیہ معاملات میں وہ اپنے بڑے بھائی کی پالیسی پر کاربند رہکر یورپین طاقتوں کے باہمی لڑائی جھگڑوں سے بالکل الگ رہا۔ ۱۷۵۵ء میں ڈسالز کی جگہ ایم ڈی ورجینز قسطنطنیہ میں سفیر مقرر ہوا تھا جب وہ بھی بابعالی کو فرانس کا ہمخیال بنانے میں ناکام رہا تو فرانس نے انگلستان کی دشمنی سے محفوظ رہنے کیلیے جو روس تجارتی اور خاص کر اوس رقابت کیوجہ سے جو ممالک بعیدہ میں مقبوضات بڑھانے کی خواہش و تمنا سے دونوں سلطنتوں میں پیدا ہوئی تھی بہت زور پکڑ گئی ہوئی تھی۔ مجبوراً اپنے دوسرے قدیم دشمن آسٹریا سے ۱۷۵۶ء میں اتحاد کر لیا۔ فرانس نے ۱۷۵۶ء میں انگلستان سے لڑائی شروع کر دی تھی۔ دوسرے برس پرشیا انگلستان کے ساتھ اور آسٹریا جس کا صوبہ سیلیشیا پرشیا نے فتح کر لیا ہوا تھا فرانس کے ساتھ شریک ہو گئی اور فریقین میں سات برس تک نہایت تیزی و تندی کے ساتھ آتش حرب مشتعل رہی جس کا اختتام آخر ۱۷۶۳ء میں عہدنامہ پیرس[1] پر ہوا۔

فرانس کی اس نئی پالیسی کو پہلے تو بہت زبردست خیال کیا گیا تھا مگر بعد میں اوس کی مضرتیں سب پر عیاں ہو گئیں فرانس نے آسٹریا کے ساتھ اس لیئے اتحاد کیا تھا کہ وہ انگلستان کے ساتھ بے فکری کے ساتھ لڑائی کریگے اور پہلی لڑائیوں کیطرح آسٹریا انگلستان کے ساتھ شامل نہ ہوسکے۔ اور چونکہ انگلستان اور فرانس کی باہمی بحری لڑائیوں میں فرانس کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے یورپ کی پولیٹکل طاقت بنے رہنے یا نہ رہنے کی بازی ہوا کرتی تھی اس اتحاد سے فرانس کی تمنا بر آنے کی بہی قوی امید ہو گئی کہ اسکی خبر ہونے پر کچھ عرصہ کیلیئے دربار انگلستان بھی مبہوت سا ہو گیا۔ لیکن اتحاد مذکور میں یہ بڑا نقص رکھا گیا کہ آسٹریا کو سلطنت عثمانیہ کی سلامتی کو متعلق فرانس کا ہمخیال بنانے کی کوئی کوشش نہ کیگئی۔ حالانکہ اگر فرانس اوس وقت اسطرف تھوڑی سی توجہ بھی کرتا تو آسٹریا کو باسانی متفق الرائے کر لیتا کیونکہ ملکہ موصوفہ کو روس کی بے اندازہ ترقی سے تشویش سی پیدا ہو گئی

[1] اس لڑائی کا نام جنگ ہفت سالہ ہے جس میں پرشیا نے آسٹریا روس اور فرانس کی افواج کا مردانہ مقابلہ کیا اور انگلستان نے جس کا وزیر عظیم مسٹر پٹ کلاں لارڈ چیتھم تھا فرانس اور ہسپانیہ کی خوب خبر لی۔ انگریز جرنیل ولیف نے فرانس سے کینیڈا کا قصبہ کوئیبک فتح کیا۔ بعد ازاں انگریزوں نے کل کینیڈا۔ اس پر نیبن اور فلوریڈا۔ جہان (واقع شمالی امریکہ) کو فرانس سے اور کیوبا کو ہسپانیہ سے فتح کر لیا۔ ہندوستان میں بھی کلایو کو اسی جنگ کے دوران میں ہی (جون ۱۷۵۷ء) پلاسی کو میدان میں وہ فتح عظیم حاصل ہوئی تھی جس نے انگریزی حکومت کی ہندوستان میں بنیاد قائم کر دی۔ معاہدۂ پیرس کے رو سے پرشیا کو جس اوس وقت فریڈرک اعظم ایسا بادشاہ حکمران تھا کچھ نئے صوبے ملگئے۔ فرانس نے انگلستان کو کینیڈا۔ جزیرہ رائل ٹیبن اور دریا و خلیج سینٹ لارنس کو سواحل و جزیرے دیدیئے۔ اور شمالی امریکہ میں دونوں ملکوں کے مقبوضات میں دریا مسیں پی کو منبع سے لیکر دہانہ تک حد فاصل قرار دیا گیا۔ دریا مذکور کو بائین یعنی مشرقی ساحل کیطرف کا تمام علاقہ شہر نیو اورلینز کے سوا انگلستان کو ملگیا۔ البتہ خلیج سینٹ لارنس اور نیو فونڈلینڈ کے ساحل پر فرانسیسیوں کو مچھلی کا شکار رہا ہی کا اختیار حاصل رہا۔ اور جزائر سینٹ پیٹر اور میکولان اون کے ماہی گیروں کی پناہ کیلیئے اون کے پاس رہنے دیئے گئے۔ مگر یہ شرط کیگئی کہ (باقی دوسرے صفحے پر) ان جزیروں میں اور اوس ملک میں جو دریا مذکور کے دائیں یعنی مغربی ساحل پر ہو

شروع ہوگئی ہوئی تھی۔ اور اس طرح سے ۱۷۵۶ء کا اتحادی معاہدہ ورسیلز ۱۷۲۵ء کے معاہدہ وائنا کی جس کے رو سے آسٹریا اور روس میں اتحاد ہوا تھا کالعدم قرار دیدیا۔

آسٹریا کے ساتھ جس سے ترکوں کی قدیم سے عداوت چلی آتی تھی فرانس کے متحد ہوجانے سے ان کے دل میں فرانس کی طرف سے بدظنی پیدا ہوجانا طبعی امر تھا لیکن اگر فرانس آسٹریا سے سلطنت عثمانیہ کے قیام و سلامتی کے ذمہ دار ہونیکا عہد لے لیتا تو بھی نہیں کہ ترکوں کو شکایت اور بدظنی کا کوئی موقعہ نہ ملتا بلکہ ممکن تھا کہ وہ بھی ان دونوں سلطنتوں کو ساتھ اتحاد کر لیتے۔ فرانس نے ترکوں کی لاپروائی اور سے ناراض ہوکر یا اپنے ذاتی جھگڑوں میں منہمک ہونے کی وجہ سے اس معاملہ کیطرف کچھ خیال نہ کیا۔ اور اس فروگذاشت سے یہ اتحادی معاہدہ جس سے بڑی بڑی امیدیں تھیں آخر فرانس کے حق میں بہت مضر ثابت ہوا۔ ایک طرف تو شاہ لوئی پانزدہم کی معشوقہ میڈم ڈوبیری[1] کی حماقت و نحوست سے

---

[1] کونٹس ڈوبیری جین بیری۔ ایک ادنیٰ درجہ کے سرکاری ملازم کی لڑکی تھی۔ اوسکی عمر کا ابتدائی حصہ ایک مذہبی خانقاہ میں بسر ہوا۔ پھر پندرہ برس کی عمر میں پیرس کے ایک وضعدار درزی کی دکان پر ملازم ہوگئی۔ اوس کے بے نظیر حسن و جمال سے جس کی عام نمائش سے اوسے کچھ پرہیز نہ تھا کئی عاشق مزاج اوس کے گرویدہ ہوگئے۔ اور کئی شخصوں کی معشوقہ رہنے کے بعد آخر لوئی پانزدہم کے خاص خدمت گار نے اوسکی رسائی بادشاہ تک کرادی۔ بادشاہ صوجان سے اوس پر فریفتہ ہوگیا۔ اور اسے کونٹس کا خطاب عطا کیا گیا تاکہ وہ شاہی دربار میں شامل ہوسکے جب تک بادشاہ مذکور زندہ رہا۔ یہ عورت سیاہ سفید کی مالک رہی مگر ۱۷۷۴ء میں اوس کے مرنے پر اوسے ایک خانقاہ میں قید کردیا گیا لیکن لوئی شانزدہم نئے بادشاہ نے کچھ عرصہ بعد رہا کر دیا۔ اور وہ عالیشان محل جو لوئی پانزدہم نے اوس کیلئے بنوایا تھا اوسے عطا کرکے پنشن مقرر کردی۔ اور وہ گوشۂ تنہائی میں عمر بسر کرتی رہی۔ مگر جب فرانس میں مشہور انقلاب عظیم ہوا اور شاہی خاندان مصیبت میں گرفتار ہوگیا تو اوس نے لوئی شانزدہم کی مہربانیاں یاد کرکے اوس کی ملکہ اور اولاد کو روپیہ کی مدد سے قید سے رہا کرانے کیلئے ۱۷۹۱ء میں لنڈن جاکر اپنے کل زیورات فروخت کر دیئے لیکن نومبر میں پیرس واپس پہنچتے ہی گرفتار کرلی گئی۔ اور باغیوں کی عدالت نے اوسے بجرم غداری و سازش سزائے موت کا حکم دیدیا۔ اور اسی مہینہ میں قتل کردی گئی ۱۷۴۳ء میں فرانس کے ایک موضع میں پیدا ہوئی۔ ۱۷۹۳ء بمقام پیرس قتل ہوئی۔ مؤلف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۷) - وہاں ان کو قلعے بنانیکا اختیار نہ ہوگا۔ جزائر مارٹینکو۔ گوادلوپ میری گالانٹی ڈیسی ساڈ اور سینٹ لوسیا فرانس کو واپس دیدیے گئے۔ اور جزائر گرینیڈا گرینیڈائنز سینٹ ونسنٹ ٹوبیگو اور ڈومینکا انگلستان سے ملحق کردیئے گئے۔ افریقہ میں انگلستان کو سینیگال کے علاقہ میں جو فتوحات ہوئی تھیں وہ اوسی کے پاس رہیں صرف جزیرہ گوری فرانس کو واپس کیا گیا۔ ساحل کورومنڈل۔ اوریسہ۔ مالابار اور بنگال پر جو فرنچ بستیاں انگلیزوں نے فتح کرلی تھیں وہ اس شرط پر واپس کردیئے گئے کہ فرانس بنگال میں کوئی فوج نہ رکھے۔ یورپ میں فرانس نے جرمنی سے (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ معاہدہ جو محض انگلستان سے بچاؤ کرنے کیلئے کیا گیا تھا پرشیا سے جنگ کرا دینے کا باعث ہو گیا۔ اور دوسری طرف اوس دوستی اور اتحاد کی بنیاد متزلزل ہو گئی جو فرانس اور باب عالی میں دو سو برسوں سے چلا آتا تھا اور جس کا مدعا آسٹریا کو کمزور و ذلیل کرتے رہنا تھا۔ اور اس طرف سے انگلستان کو فرانس کے برخلاف باب عالی کو خوب بھڑکانے کے لئے زبردست تحریک مل گئی۔ دوسرا، انگلستان نے پرشیا اور ٹرکی میں دوستانہ اور تجارتی معاہدہ کرا دیا۔ اور ترکوں کی نگاہوں میں فرانس کی جگہ خود لینے کے لئے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کر کے باب عالی کو آسٹریا سے لڑا دینے کی بھی سعی کرنے لگ گئے۔ مگر ترک گو معاہدہ ورسیلز سے ناراض ہو گئے تھے تاہم وہ عرصہ دراز سے فرانس کو اپنا مخلص دوست سمجھتے کچھ ایسے معتاد ہو رہے تھے کہ وہ یہ کبھی باور نہیں کر سکتے تھے کہ اب وہ دوستی ٹوٹ گئی ہے۔ الغرض اگرچہ ان مدعاؤں میں تو ناکام رہے لیکن پھر بھی باب عالی کی ناراضی کا یہ اثر ضرور ہو گیا کہ بلاد مشرق میں فرانس کے اقتدار میں فرق آ گیا۔

ادھر روس نے دیوان کے نیوٹو پیچان کر کلیسائی یونانی کے پادریوں کو بیت المقدس کے مقامات متبرکہ کی تولیت اور مجاوری کے متعلق لاطینی کلیسا کے پادریوں سے جھگڑا کر دینے کا ایما کر دیا۔ جس پر ان دونوں عیسائی فرقوں کے پادریوں کا باہمی جھگڑا جس کا پہلو کسی دفعہ ذکر ہو چکا ہے پھر تازہ ہو گیا۔ اور اس کا سلسلہ اتنا لمبا ہو گیا کہ ۱۸۵۴ء کے محاربہ کریمیا کے ظاہری اسباب میں سے ایک سبب یہ جھگڑا بھی تھا۔ ناظرین کو سابقہ بیانات سے یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ مقامات کسی کی ملکیت نہیں بلکہ مال وقف اور بنا برین صاحب ملک کی ملکیت ہیں۔ متنازعہ فقط تولیت و قبضہ کا تھا۔ مگر قبضہ سے بھی ایسا قبضہ مراد نہیں کہ دیگر عقائد کی مسیحی جماعتیں اس گرجہ یا معبد کو استعمال نہ کر سکیں یا اوس کی زیارت نہ کر سکیں بلکہ صرف یہ کہ اوس مقام کی کنجیاں فریق قابض کے پاس رہتی ہیں۔ اور اسے روشنی کرنے۔ فرش بچھانے۔ جھاڑو دینے اور شکست و ریخت کی مرمت کرنے کا اختیار رہتا ہے مگر وہ عمارت میں زیادتی نہیں کر سکتا۔

باب عالی فریق قابض سے حسب دستور قدیم آٹھ سو پونڈ سالانہ خراج لیتا ہے۔ یہ مقامات متبرکہ یروشلیم بیت اللحم اور ناصرہ میں واقع ہیں۔ ایک سارہ جگہ ہے جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ چند مقامات خاص بیت المقدس میں ہیں۔ حضرت مریم و مسیح علیہ السلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸) جو صوبے فتح کئے تھے اوس کو وہ سب جزیرہ منورکا واپس کرنے پڑے۔ انگلستان نے تعہد ڈنکرک اپنے پاس رکھکر جزیرہ بل آئل فرانس کو اور جزیرہ کیوبا مع ہوانا ہسپانیہ کو دیدیا اور ہسپانیہ نے اوس کے عوض قلعہ فلوریڈا مع بندر آگسٹاین و خلیج پنسا کولا انگلستان کو دیدیا۔ ادھر لوزیانا کی ہسپانوی بستی سینٹ سیکرامنٹو بھی ہسپانیہ کو واپس دیدی گئی۔ اس عہدنامہ سے انگلستان ترقی کے معراج پر پہنچ گیا تھا۔ یا عروج تک پہنچنے کیلئے رستہ صاف ہو گیا تھا۔ افریقہ امریکہ اور ایشیا میں وسیع و زرخیز علاقے اوس کے قبضہ میں آ گئے تھے جس سے نہ صرف اوسکی بحری اور پولیٹیکل طاقت بہت بڑھ گئی۔ بلکہ اوس کی صنعت و حرفت اور تجارت کی کھپت کیلئے نئی منڈیاں پیدا ہو گئیں۔ برعکس اس کے فرانس کی بحری طاقت ایسی کمزور ہو گئی کہ اوس وقت سے بعد اوس سے پھر انگلستان کی ہمسری نہیں ہو سکی ٭

(مؤلف)

کی قبرین اور دائرۂ المعود کی خانقاہ، سنگ مسیح وغیرہ وغیرہ بھی انہی مین شامل ہین۔ فتح بیت المقدس کے وقت سے جو خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین ہوئی تھی اونکی تولیت اور دروازون کی تالیان فرنچ یعنی رومن کیتھولک پادریون کے قبضہ مین چلی آتی تھین۔ اور اگرچہ یونانیون نے کئی دفعہ اون کے ساتھ جھگڑا کیا اور کچھ عرصہ کے لیئے کامیاب[2] بھی ہوتے رہے مگر پھر آخر حق حقدار کو پہنچتا رہا۔ سلاطین عثمانیہ نے اول اول ۱۵۳۵ء مین فرنچ سفیر کی درخواست پر اون کو باضابطہ سند عطا[1] کی، پھر ۱۶۲۱ء مین سلطان عثمان ثانی کے عہد مین ۱۶۳۴ء مین بعہد سلطان مراد چہارم ۱۶۷۳ء مین بعہد سلطان محمد چہارم ۲۰ اپریل ۱۶۹۰ء کو سلطان سلیمان ثانی کے وقت اور آخری دفعہ ۱۷۴۰ء مین اس سند کی تجدید کیگئی۔ اور ۱۷۵۷ء تک اس آخری فرمان کے مطابق عملدرآمد ہوتا رہا مگر سنہ مذکور مین صورت حال بدلگئی۔ چند یونانی زائرین نے روس کے گماشتون کے اغوا سے یا قوا کی کیتھولک خانقاہ کو لوٹ لیا۔ اور اس سے چند دن بعد انہی لوگون نے دوسرے اہم مذہبیون کی مدد سے حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کے متعلقہ گرجہ مین جو یروشلیم مین واقع ہے کیتھولک پادریون اور راہبون پر حملہ آور ہو کر فانوسون کو توڑ پھوڑ دیا۔ اور دیگر اسباب کو تہ و بالا کر ڈالا۔ اور پھر الٹی باب عالی کے پاس شکایت کر دی کہ کیتھولک پادریون نے اون کو گرجہ مذکور مین نماز پڑھنے سے بالجبر روک دیا ہے۔ اور بالآخر وزیر اعظم کو موافق پا کر تھوڑے سے وقفہ کے بعد فرنچ پادریون کے کلی اخراج کی درخواست کر دی۔ صدر اعظم نے بظاہر[3] فریقین کے بیانات اور دعاوی پر کامل غور کر کے آخر ایسا فیصلہ صادر کیا جس سے فرانس کے اقتدار کو اب پہلی مرتبہ نہایت سخت صدمہ پہنچ گیا۔ اس فیصلہ کی بنا پر گو بیت اللحم کے بڑے گرجہ، کنیسہ مریم اور کئی دیگر مقامات سے رومن کیتھولک بیدخل کر دیئے گئے۔ اور یونانیون کو ان کا قبضہ دلا دیا گیا۔ بعد ازان فرنچ سفیر اکثر اس کے برخلاف چارہ جوئی کرتے رہے ہین مگر کبھی کامیاب نہ ہوئے۔ بلکہ اوس وقت سے لیکر ہر سال کوئی نہ کوئی اور مقام فرانس کے پادریون کے تصرف سے نکلتا جاتا ہے۔

یہ درست ہے کہ بعض بعض سلاطین اس عرصہ مین لاطینیون کو کچھ نہ کچھ تھوڑی سی مراعات ان مقامات کے متعلق عطا کرتے رہے ہین مگر اون سے اس نقصان عظیم کی کبھی تلافی نہین ہو سکی۔ ۱۸۵۲ء کی اتحادی معاہدہ سے فرانس کو جو نقصانات پہنچے اونمین سے ایک یہ بھی ہے۔

یونانیون اور لاطینیون مین یہ منازعہ ابھی جاری ہی تھا کہ سلطان عثمان ثالث ۲۹ اکتوبر ۱۷۵۷ء کو راہگرائے عالم جاودانی ہو گیا۔ اور احمد ثالث کا بیٹا سلطان مصطفےٰ ثالث ۴۱ برس کی عمر مین اوس کی جگہ تخت قیصری اور مسند خلافت پر متمکن ہوا۔

---

[1] یہ سند سلطان سلیمان اعظم نے عطا کی تھی۔

[2] ۱۶۳۴ء سے لیکر ۱۶۷۳ء تک یونانی پادری قابض رہے تھے جیسا کہ پہلی جلد مین مفصل بیان ہو چکا ہے۔ [3] فرنچ سفیر اور دیگر رومن کیتھولک سلطنتون نے اپنے ہم مذہبون کی بڑی سرگرمی سے تائید کی تھی۔

باب نہم (۹)

سلطان مصطفیٰ ثالث۔ پولنڈ پر روسی حملہ۔ ترکی صوبجات مین روس کی سازشین اور ملکہ کیتھرائن کے ارادے۔ مصر ایشیائی صوبون کی حالت۔ فرانس کی مساعی ترکون کو لڑائی پر آمادہ کرنے کے لیئے۔ لوئی پانزدہم کے خطوط۔ اعلان جنگ۔ یوروپ والون کے خیالات۔ ترکی افواج کی ہزیمت یابی۔ بغاوت موریا روسی بیڑہ بحیرہ روم مین حسن پاشا الجزایری کے کارنامے۔ روسیون کا کریمیا کو فتح کر لینا گفتگوئے مصالحت۔ فرانس کا ٹرکی کے حق مین کوشش کرنا اور انگلستان کی مخالفت۔ محاربہ کا از سر نو شروع ہونا۔ سلسٹریا اور شوملا کی حفاظت مصطفیٰ ثالث کی وفات۔ سلطان عبدالحمید اوّل کی تخت نشینی۔ معاہدہ قانیارجہ (کنارجی)۔

سلطان مصطفیٰ ہر فن مین کامل اور مستعد شہزادہ اور نہایت متقی شخص تھا شاعری اور علم نجوم کا بھی بہت شوق رکھتا تھا۔ مگر خوبی قسمت سے اوس کا نام ایسا تھا کہ اس نام کے سلاطین وجرنیل ہمیشہ ٹرکی کے حق مین نامبارک ثابت ہوتے رہے تھے۔ چنانچہ اس نام کے تیسرے سلطان کے عہد مین بھی ٹرکی کو ایسے سخت نقصان اوٹھانے پڑے کہ سلطان مصطفیٰ ثانی کے وقت کی ہزیمتین اور ذلتین اون کے مقابلہ پر کچھ بھی نہ رہ گئین۔ تاہم اوس کے عہد کے پہلے چند برس ملک خوشحال اور رعایا فارغ البال رہی۔ اوس نے راغب پاشا کو وزارت پر قایم رکھا۔ اور اپنی ہمشیرہ صالحہ سلطانہ کا اوس سے عقد کر دیا۔ اس بانتدبیر وزیر کے حسن انتظام سے ملک مین بعیدی صوبون کی خفیف بغاوتون اور عرب کے وہابیون کی چند شورشون کے سوا سب طرح سے امن ہو گیا۔ یہ عقلمند مدبر ہمیشہ اس طرح سے کارروائی کرتا کہ سلطان کو یہی معلوم ہو کہ حکومت میرے ہی ہاتھ مین ہے۔ مگر درحقیقت اوس نے مصطفیٰ کو جس کی طبیعت کی بے چینی اور بے صبری سے کسی خطرناک شتاب کاری کے سرزد ہو جانیکا ہر وقت احتمال رہتا تھا

شاہی تعمیرات لطیفہ اور رفاہ عامہ کی عمارات میں مشغول کرکے ... کل انصرام اپنے دست قدرت میں کر لیا ہوا تھا۔ عجب تھا گو تدبر و لیاقت میں محمد صقلی یا دوسرے اور تیسرے کوپرلی کے ہم پلہ نہ تھا مگر پھر بھی اوس کے نہایت قابل مستقل مزاج اور اعلیٰ درجہ کے مدبر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اوس نے بادشاہ کی توجہ کو مصروف رکھنے کے لیے جو ان عمارات و تعمیرات لطیفہ کی تھیں اونمیں سب سے اہم ارتفاع بلقدر بحیرہ اسود اور بحیرہ مرمرا کی خلیج نکومیدیا کے درمیان آبنائے باسفورس کی متوازی نہر بنانے کی تجویز تھی۔ یہ تجویز نئی نہ تھی۔ وہ پہلے بھی کئی دفعہ معرض بحث میں آچکی تھی۔ اور ملتوی ہوتی رہی تھی۔ غرض اس سے یہ تھی کہ ہر دو بحیروں میں باسفورس کے سوا ایک اور راستہ آمد و رفت کا تیار کر لیا جائے۔ اور اس مدعا کے حصول کے لیے یہ تجویز کیا گیا کہ خلیج نکومیدیا کے مشرقی گوشہ سے جھیل سبانجا تک ایک۔ اور پھر جھیل مذکور سے دریائے سقاریہ تک جو بحیرہ اسود میں گرتا ہے دوسری نہر کھودی جاوے۔ اگر یہ نہر تیار ہو جاوے تو بیشمار تجارتی فوائد کے علاوہ ترک جھیل سبانجا سے نہایت ہی محفوظ اور ایسی بڑے وسیع بحری ٹوپیو اور گودام کا کام لے سکیں جس میں بڑے سے بڑے جہاز ان کے متعدد بیڑے باسانی سما جائیں۔ اور جس سے وہ حسب ضرورت فی الفور بحیرہ اسود یا بحیرہ مارمورا میں پہنچ جایا کریں۔ ان دونوں سمندروں کو باہم ملا دینے کی کوشش سلاطین عثمانیہ سے پہلے دو دفعہ شاہان بتھنیا اور ایک دفعہ پلینی ٹراجان[1] نے کی تھی۔

مصطفیٰ ثالث سے پہلے تین سلاطین عثمانیہ سلطان سلیمان اعظم۔ مراد ثالث اور محمد چہارم نے بھی اسکام کو شروع کیا تھا لیکن اگرچہ مجوزہ نہروں کا طول چنداں بہت زیادہ نہیں اور راستہ میں انجنیری کی بھی مشکلات کچھ ایسی بہت نہیں یہ کام کسی کے عہد میں پایہ تکمیل کو نہ پہنچا۔

سلطان مصطفیٰ نے بھی کچھ تھوڑا سا کام کرا کر اسے ۱۱۸۱ھ میں ترک کر دیا۔ جب یہ کام شروع ہوا تھا تو قسطنطنیہ کے یورپین باشندوں نے بہت خوشی اور دلچسپی ظاہر کی۔ اور وہ ترکوں کو اوس کی تکمیل پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کرتے رہتے مگر اسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ جرمن مؤرخ وان ہیمر اس موقعہ پر اپنی رائے ظاہر کرتا ہے کہ "ان واقعات سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہ بڑا کام صرف اسی وقت تکمیل کو پہنچ سکے گا جب کہ یورپ کے ماہر انجنیر اور مستعد افراد اسکو اپنے ہاتھ میں لیں گے۔"

گو مجھے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ سلطان سلیمان عظیم الشان ایسے قابل سلطان کے عہد میں جب کہ ترکوں میں لائق انجنیروں اور صناعوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ یہ کام کیوں ادھورا چھوڑ دیا گیا۔ لیکن پھر بھی ہم وان ہیمر کی رائے سے یہاں تک اتفاق کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ترکوں نے اب تک کوئی ایسا بڑا انجنیری کام اپنی ہمت و کوشش سے تیار نہیں کیا جو ان کی علم اور لیاقت کے کارآمد ہو سکتا۔ تجویزوں کی تو بیشک کمی نہیں رہی۔ مگر عدم استقلال۔ فضول توہمات و تعصبات یا ناعاقبت اندیشی نے عملی طور پر انہیں کچھ نہ کرنے دیا۔ ورنہ نہر سویز اور دریائے ڈان اور والگا کی نہر کو اگر وہ تیار کر لیتے تو غالباً ان کے متصلہ علاقے

[1] یہ اسپانوی نژاد ۵۳ء میں پیدا ہوا۔ اور چند برس فوج میں عمدہ خدمات کرنے کے بعد ۹۸ء میں سلطنت روما کا قیصر ہو گیا اور ۱۱۷ء میں فوت ہوا۔ ([illegible])

آجتک ساونہی کی قبضہ مین پائے جاتے - مگر مزید افسوس یہ ہے کہ سابقہ فرو گذاشتون کے بد نتایج سے بھی ابہی تک اون کو سبق حاصل نہین ہوا - اور اس ترقی و ایجاد کے زمانہ مین بھی وہ اس معاملہ مین بدستور سابق ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے ہین اور اس قسم کے جو تھوڑے سے بہت کام (ریلوے لائینین وغیرہ) دکھائی دیتے ہین یا تیار ہو رہے ہین وہ محض جرمنون کی زر و دولت اور ہمت و کوشش کا نتیجہ ہین - اور بد قسمتی سے یہ غفلت اب بھی دور ہوتی دکھائی نہین دیتی - فن تعمیر مین اونکی کوششین عالیشان مساجد اور پر تکلف محلون کے بنانے تک ہی محدود رہی ہین - ان عمارات کی عالیشانی دیکھکر گو ظاہر بینون کی نگاہون مین چند لمحون کے لیئے ایک چکا چوند سی پیدا ہو جاتے اور وہ اون سے اسلام کی شان و شوکت اور عظمت کا نتیجہ نکالین - مگر یہ مسلمہ امر ہے کہ ایسی عمارتین ملک و قوم کے لیئے کبھی مفید نہین ہو سکتین - بلکہ اگر اس لحاظ سے اون کو مضر بھی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ ملک کا روپیہ ایک ایسے کام پر صرف ہوا ہے جس سے کوئی مالی تجارتی یا ملکی فایدہ نہین ہو رہا - بالکل رائیگان گیا ہے - مگر ایسے کامون کے لیئے دنیا کی دیگر ممالک کے مسلمانون کی طرح ترکون اور ترکی گورنمنٹ کے پاس اب بھی روپیہ یا ہمت کی کوئی کمی نہین - ان چیزون کی کمی ہے تو محض مفید اور کارآمد کامون کے لیئے - اور اس سے بڑھکر قومی نکبت اور بدبختی کی کوئی زبردست شہادت نہین ہو سکتی اور جب کہ موجودہ فرمانروا ایسے قابل اور سچے محب ملک سلطان کے عہد مین بھی ہم جامع حمیدیہ تو برسون سے دیکھ رہے ہون مگر کسی حمیدیہ ریلوے لائن - یا حمیدیہ نہر - یا حمیدیہ کارخانہ - یا حمیدیہ شرکت جہاز رانی کا کہین کوئی وجود نظر آتا ہو اور نہ ابہی جلد اون کے موجود ہونے کی بظاہر کوئی قرائن دکھائی دیتے ہون تو مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ شاید منشاء ایزدی ہی کچھ ایسا ہو گا - اِلّا ماشاء اللہ -

خارجیہ معاملات مین رغیب پاشا کی رائے تھی کہ اپنے ملک کو قدیم اعداء روس و آسٹریا کے برخلاف دیگر یورپ کی دول سے سلسلہ اتحاد و ارتباط پیدا اور مستحکم کیا جائے اوس نے چارون طرف نگاہ دوڑائی کہ یورپ مین کوئی ایسی سلطنت ہے جس کو ترکی کے نقصان سے کوئی ذاتی منفعت نہین ہو سکتی اور ساتھ ہی وہ خود بھی اچھی زبردست ہو - اوس نے دیکھ لیا کہ ایسی سلطنت پرشیا ہے -

اوس کی بلند ہمت بادشاہ فریڈرک اعظم ثانی[1] نے محاربہ وراثت آسٹریا اور محاربہ ہفت سالہ مین اپنے ملک کا رقبہ بہت وسیع

[1] پرشیا کے بادشاہ فریڈرک ولیم اول کا فرزند تھا جس نے جنگی مذاق کا آدمی ہونے کی وجہ سے اوسے ٹھیک تعلیم نہ دلوائی مگر فریڈرک نے جوان ہونے پر خود ہمت کرکے اس کی تلافی کر لی - بادشاہ نے اس پر ناراض ہو کر ۱۷۳۰ء مین اسے قید کر دیا اور مروا دینے کا ارادہ کر لیا مگر پولینڈ اور سویڈن کی بادشاہون کی سفارش سے باز آ گیا - فریڈرک نے ۱۷۳۳ء مین شادی کی اور ۱۷۴۰ء مین باپ کی جگہ تخت نشین ہوا - اسے فرنچ زبان سے نہایت الفت تھی اس کے سوا کسی زبان مین گفتگو نہین کرتا تھا - ۱۷۵۰ء مین فرنچ فلاسفر اور ادیب والٹیر پرشیا جا کر کچھ عرصہ اس کا مہمان رہا - یہ بادشاہ جس نے اپنے ملک مین کئی مدرسے تحقیق کیئے ۱۷۸۶ء مین لا ولد فوت ہوا - اس نے کئی کتابین اور تاریخین بھی تصنیف کی تھین جن پر اوسے بہت ناز تھا - انگلستان کے مشہور ادیب کارلائل نے اس کی مفصل سوانح عمری لکھی ہے

کر لیا تھا۔ اور اوسکی فوجی طاقت کی تمام یورپ میں دھاک بندھ گئی تھی۔ ادہر اس کو ملک کا تحمل و توزیع ایسا تھا کہ ٹرکی کی بربادی یا تقسیم سے اوسے کوئی فایدہ یا نتیجہ نہیں ملسکتا تہا۔ مگر چونکہ پرشیا کو بھی روس اور آسٹریا سے ہر وقت خطرہ تہا۔ ٹرکی اور پرشیا متحد ہو کر ایکدوسرے کو بہت کام آسکتے تھے۔ یہ حقیقت راغب سے پہلے بھی کئی وزرا پر واضح ہو چکی تھی۔ اورانہوں نے جیسا اوپر مذکور ہو چکا پہلے اس اتحاد کے قایم کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ مگر دوستانہ تعلق کا باضابطہ معاہدہ ۱۷۶۱ء سے پہلے نہ ہو سکا۔ فریڈرک نے قسطنطنیہ اپنا سفیر بھیجدیا۔ اور اوس نے بالآخر اسی مضمون کا دوستانہ عہدنامہ کیا جیسی کہ پہلے سویڈن سیسلی اور ڈنمارک سے ہو چکے تھے لیکن راغب اس سے کچھ بڑھ کر تعلق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور اوس کا ارادہ اس ابتدائی تعلق کو جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد کی شکل میں لے آنیکا تھا۔ آسٹریا اور روس کے سفراء اس امر کے مخالف اور انگلستان کا سفیر اس کا موید تہا۔ آخرالذکر کی وساطت اور سعی و کوشش سے معاملہ بہت کچھ طے ہو چکا تھا کہ راغب پاشا ۱۱۷۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اور اوس کے ساتھ ہی یہ تجویز بھی ملیامیٹ ہو گئی۔

سلطان مصطفےٰ ثالث خود دربار برلن کی نسبت دربار روس کی دوستی کو ترجیح دیتا تہا۔ راغب پاشا کی پالیسی کو ترک کر دیا۔ اگر راغب کی تجویز کے مطابق ترکی اور پرشیا میں ایسا اتحاد ہو جاتا تو ٹرکی کی اوسیوقت آسٹریا سے لڑائی چھڑ جاتی جس میں شاہ پرشیا ترکوں کا معاون ہوتا اور بالغلب جو اوس کا نتیجہ ہے ٹرکی کی تاریخ مابعد کا رخ بالکل بدلجاتا۔ اور آج دنیا میں ٹرکی ایسی کمزور اور اوس کے اعداء اس قدر قوی اور زبردست نہ دکھائی دیتے۔ مگر خداوند کریم کا شکر ہے کہ ہمارے موجودہ امیرالمومنین نے اس غلطی کی اب تقریباً ڈیڑھ سو برس کے بعد اپنی کمال دوراندیشی سے جس وجوہ تلافی کر کے پرشیا کے بادشاہ بلکہ اس وقت کل جرمنی ریاستوں کا قیصر بھی ہے سلسلہ اتحاد قایم کر لیا ہے۔ اور خدا نے چاہا تو یہ اتحاد ٹرکی کے لئے بہت کچھ خیر و برکت کا باعث ثابت ہوگا جس کی ادنٰے نظیر ہمیں ۱۸۹۷ء کے محاربہ روم و یونان میں ملچکی ہے۔

راغب پاشا کی وفات پر سلطان نے عنان امور مہام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ وہ بہت مستعد اور قابل اور اپنی سلطنت کی بہتری اور ترقی کا سچے دل سے خواہاں تھا۔ مگر یہ نقص رکھتا تھا کہ ضدی اور شتاب پسند تہا۔ اور نیز اپنے عہد کے آخری حصہ میں وہ بدقسمتی سے قابل مشیر اور سپہ سالار منتخب کر سکا۔ ادہر حولی قسمت سے اوسی زمانہ میں ٹرکی کے جانی اور نہایت ہی خوفناک دشمن طاقت کی عنان ایک ایسی فرمانروا کے قبضہ میں چلی گئی جسے روسی سلطنت کے نہایت ہی اولوالعزم۔ کمال بے اصول و طامع اور ساتھ ہی لائق ترین بادشاہوں میں شمار کیا جاتا ہے یعنی ملکہ کیتھرائن ثانی چند فوجی افسروں کے ہاتھ سے ۱۷۶۲ء میں انیکے زوج طبیعت خاوند پیٹر ثالث کو قتل کرا کر روس کی فرمانروا ہو گئی تھی۔ مورخین نے اوس کو پبلک اور پرائیویٹ چلن اور کیرکٹر کے لحاظ سے اوس کو بابل کی قدیم ملکہ سمیں رامس ثانی کا جو خطاب دیا ہے۔ اوس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں۔ انیکے بخت کی عصمت شعاری اور پارسائی کا پہلے متعدد دفعہ متن اور حاشیہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور شاہی معاملات میں بھی کچھ ایمانداری سے وہ کام لیتی رہی اوس کی مفصل کیفیت ناظرین کو صفحات آئندہ سے منکشف

ہو جائے گی۔

سلطان کے دلی ارادے اور اوس کی طبعی اولوالعزمی اسی سے معلوم ہوسکتی ہے کہ جب شمشیر عثمانی کو زیب کمر کرنیکو پیشتر وہ مسجد ایوب کو جاتا ہوا آغائے ینگچریون کے ہاتھ سے شربت کا پیالہ پینے کے لیئے حسب معمول اونکی بارکون کے سامنے کھڑا ہوا تو اوس نے اون کو بآواز بلند ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

"رفقا! مین امید کرتا ہون کہ اگلے موسم بہار مین تخت بندر کی فصیل کے نیچے تمہارے ساتھ شربت نوش کرونگا" یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ وہ اپنے متقدمین کی امن پسند پالیسی کو چھوڑ دینیکا مصمم ارادہ کر چکا ہے۔ ادہر یورپین طاقتون مین سے جو اوس وقت جنگ ہفت سالہ مین مبتلا تھین ہر ایک کو ٹرکی کی امداد کی احتیاج تھی مگر رغب پاشا نے جلدی سے محترز رہ کر اس بارہ مین حزم و احتیاط سے کام لینا مناسب سمجھا۔ اور یا اسے جی مجھو کسی سلطنت کے ساتھ سلطان کو اتحاد نہ کرنے دیا۔ اور جب آخر پرشیا کو منتخب کر لیا تو موت نے مہلت نہ دی۔ ادہر فرانس نے جب ایک متعد سلطان کو تخت عثمانیہ پر مسند آرا دیکھا تو خوشی سے اوسکی باچھین کھل گئین۔ اور اوس نے اون تمام خفتون کو جو اتحاد کے لیئے پہلے سلسلہ جنبانیون مین اوسے اٹھانی پڑی تھین اور نیز اون نقصانات کو جو بیت المقدس مین اوس کے مذہبی اقتدار کو پہنچا تھا بالکل فراموش کر کے باب عالی کو کہلا بھیجا کہ ان سب باتون کے باوجود وہ ٹرکی کا بدستور مخلص خیر خواہ ہے۔ اور اوسکی دوستانہ خیالات مین کوئی تغیر پیدا نہین ہوا۔ انہی دنون (سنہ ۱۷۶۰ء) عیسائی بحری قزاقون کے چند جہازون نے ترکی بیڑہ کے امیر البحر کے جہاز پر اچانک حملہ آور ہو کر اوسے گرفتار کر لیا اور اوس کو جزیرہ مالٹا مین لیگئے۔ سلطان نے اس واقعہ کی خبر سنتے ہی فرنچ سفیر سے جہاز مذکور کے واپس دلائے جانیکا سختی سے مطالبہ کیا۔ بلکہ لوئی پانزدہم کو بھی ایک تاکیدی خط اس بارہ مین بھیجکر اوس مین تحریر کیا کہ "شاہ فرانس نے ہمارے مطالبہ کو پورا کرنے سے دریغ کیا تو اوسکی دوستی کو نقش بر آب سمجھا جائیگا"

ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہو چکا ہو گا کہ مالٹا اوس وقت طائفہ سینٹ جان کے نائٹون کے قبضہ مین تھا جو کسی طرح فرانس کے ماتحت نہ تھے۔ دربار فرانس نے پہلے یہ امر سلطان کے ذہن نشین کرنے کی کوشش کی مگر ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ باوجود اسکے شاہ فرانس سلطان کی دوستی کے لحاظ سے جہاز کی واپسی کے لیئے تا مقدور کوشش کرے گا۔ ترک اور اون کے اولیاء حکومت اوس زمانہ مین دنیا کے جغرافیہ اور اوسکی پولیٹیکل حالت سے ایسے بیخبر اور ناواقف ہو گئے ہوئے تھے کہ دربار فرانس کے اس جواب کو غلط سمجھا جا کر واپسی جہاز کے لیئے مکرر اس طرح سے تقاضا کیا گیا کہ گویا قزاق یا مالکان مالٹا فرانس کی رعیت تھے۔ لیکن چونکہ فرانس کو بھی اوس وقت ترکون کی دلداری بہت کچھ منظور تھی اور نیز وہ کئی برسون سے اونکی ایسی بچون ایسی باتون کے سننے کا عادی ہو رہا تھا۔ دربار فرانس نے جہاز کو مالٹا کے نائٹون سے خرید کر کے اوسے بڑی دہوم دہام سے قسطنطنیہ کو بھیجدیا جس کے پہونچنے پر ترکون نے نہایت خوشی ظاہر کی۔ مگر افسوس اوسی جہالت کی وجہ سے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ فرانس کی اس مروت کا کوئی احسان نہ مانا۔ اور شاہ فرانس کے پاس شکریہ ادا کرنے کے لیئے کوئی سفارت بھیجنی بھی مناسب خیال نہ کی۔ اس لاعلمی نے

اون کو دوسری سلطنتون کی طاقت و قوت کا صحیح اندازہ کرنے کے قابل نہین رہنے دیا ہوا تھا۔ اور اجنبی طاقتین اپنی اپنی اغراض کے لیئے یا خود ترکون کی بہتری کے واسطے جو کچھ اونکی خاطر داریان کرتی تہین یا اپنی ابلہ فریبیون سے اونکو بیوقوف بنائی رہتی تہین۔ اون کو وہ یہ سمجہتے تھے کہ وہ ہم سے ڈر کر یہ خاطر کر رہی ہین۔ اور اون سے یہ خاطرین گویا ان کا حق ہے۔ اِس غفلت انگاری اور جہالت کا خمیازہ اون کو جلد اٹھانا پڑ گیا۔ اور اون کے دشمنون نے اِس جاہلانہ سرمستی سے تھوڑے ہی عرصہ مین خوب سیر ہو کر فائدہ اوٹھا لیا۔ عہدنامہ بلغراد کے بعد اب تک نادر شاہ کی ناکام فوجکشی کے علاوہ باب عالی بیرونی لڑائیون سے محفوظ رہا تھا۔ لیکن آگسٹس ثالث شاہ پولنڈ کی وفات اور طامع و حریص کیتھرائن کی تخت نشینی سے اُسے بھی آخرکار کروٹ بدلنی پڑی اور اوس نے دربار فرانس کے ساتھ ذرا زیادہ گہرے تعلقات قائم کرنیکے مناسب تصور کیئے۔

روس کی تہذیب و ترقی کے بانی مبانی پیٹر نے تین سلطنتون سویڈن پولنڈ اور ٹرکی کو اپنے راستہ مین حائل سمجہکر ان مزاحمتون کو ہٹانے پر کمر ہمت بہت باندہی تھی۔ اوس کے بعد اوس کو جانشین بھی اوس کے قدم بقدم چلتے رہے۔ اٹھارہوین صدی کے پہلے نصف مین ٹرکی کے برخلاف جو جد و جہد کیا گیا تھا۔ اوسکی کیفیت پہلے مذکور ہو چکی ہے لیکن عثمانیہ سلطنت کو فتح کر لینا ایک دن کا کام نہ تھا۔ بہتر اِس کے لیئے پہلے سویڈن اور پولنڈ کو نابود کرنا مقدم شرط تھی۔ سویڈن کا جو حشر پیٹر کے ہاتھون ہوا۔ وہ ناظرین کو معلوم ہے۔ اوس کے کئی صوبے چہین لیے گئے۔ اور معاہدہ نسٹاٹ کی رو سے گو اوس کی جان سلامت رہنے دیگئی لیکن قطع برید کر دیگئی کہ اوس مین پھر مقابلہ کرنے یا روس کے ارادون مین مزاحم ہونے کی سکت نہ رہی۔ اوس کے بعد پولنڈ کی باری آئی اور اوس مین بھی وہی چال چلی گئی جو روس اور دیگر فاتح زبردست قومین اپنے مقبوضات کی وسعت کے لیئے ہمیشہ سے چلتی آئی ہین۔ یعنی اپنے کمزور ہمسایہ کے ملک مین پہلے خانہ جنگیان اور فساد برپا کرا دیئے۔ پھر کمزور فریق کے دوست بن کر مداخلت کر دی۔ بعد ازان پہلے سے بہ ترتیب اختلافات اور تنازعات کہڑے کر دیئے اور سطح سے ملک مین بدامنی اور عام تباہی برپا کر کے بدقسمت ہمسایہ کو اور بھی کمزور اور ضعیف کر دیا۔ اور پھر اسی بدامنی اور خرابی کی حجت سے فوجکشی کر کے اُسے فتح کر لیا۔ پولنڈ مین یہ چال پیٹر کے وقت سے ہی چلی جا رہی تھی جس کی آخری اور فیصلہ کن گھات پہ کیتھرائن کے عہد مین عمل کیا گیا کیتھرائن کا عاشق اور لوت اور اوس کے مددگار دیگر فوجی افسر جنہون نے ملک کے خاوند کو قتل کیا تہا۔ اپنی حرص و طمع اور خود بینی کے تقاضاؤن کو پورا کرنے اور نیز اپنی شجاعت کا اظہار کرنے کے لیئے (کیونکہ پانچون عیب شرعی کے باوجود یہ ایسا وصف ان انسان صورت وحشی درندون مین ضرور پایا جاتا تھا) لڑائی کے لیئے عجب بیقرار ہو رہے تھے۔ اون کی اِس تمنا کو پورا کرنے کے لیئے بدقسمت پولنڈ کو نشانہ بنایا گیا۔

انہی دنون انگلستان اور [illegible] اتفاق سے آگسٹس ثالث جو ١٧٧٢ء مین فریڈرک اعظم شاہ پرشیا کے برخلاف شاہ آسٹریا [illegible] جنگ ہفت سالہ کا باعث ہوا تھا مر گیا۔ اور کیتھرائن نے پولنڈ کے

امراء کو ایک گمنام خاندان کے امیر سمی سٹانسلاس پونی آتوسکی[1] کو جو ملکہ کا پرانا معشوق یا عاشق تھا، شاہ پولینڈ منتخب کرنے پر مجبور کیا۔ تمام رعایا اس جبر سے ناراض ہو رہی تھی کہ کیتھرائن نے وہاں نئے قوانین نافذ کرکے باشندوں کو اور برافروختہ کر دیا۔ ادہر ان کے شورہ پشت اور ناعاقبت اندیش امراء میں بلطائف الحیل سخت خانہ جنگیاں برپا کرا دیگئیں۔ اور آخر ان خرابیوں کے انسداد اور اگسٹس کی حمایت کے بہانہ سے زبردست روسی فوج پولینڈ میں بھیجدیگئی۔ شمالی یوروپ کی ریاستیں بقول فرنچ وزیر اعظم ڈی شوازل اوس وقت کیتھرائن گی گون کے دامن سے بندہی ہوئی تھیں۔ سویڈن کا اون اندرونی خرابیوں اور خانہ جنگیوں سے جو روسی پالیسی نے برپا کرا رکھی تھیں فرصت نہیں تھی۔ پرشیا کو روس کی خاطر منظور تھی وہ اوسے آسٹریا سے علیحدہ کرنے کی تدبیر کر رہی تھی۔ اور ساتھ ہی جیسا کہ آگے چلکر معلوم ہو جائے گا پولینڈ کی نسبت فریڈرک کی نیت بھی بخیر نہیں تھی۔ انگلستان فرانس کی رقابت کی وجہ سے روس کا علانیہ دوست ہو رہا تھا۔ آسٹریا ۱۷۵۶ء کے معاہدہ کی وجہ سے گو سردست علانیہ روس کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتی تھی۔ اور بظاہر الگ تھلگ تھی۔ لیکن مال غنیمت میں سے کچھ لقمہ پیش کیئے جانے پر اوس کا روس کے ساتھ شامل ہو جانا یقینی امر تھا۔ فرانس کو جنگ ہفت سالہ نے کسی قابل نہ چھوڑا تھا باقی رہی ٹرکی۔ وہ روس کی نظروں میں کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی تھی۔ اور پولینڈ کی طرح یقینی شکار سمجھی جاتی تھی۔ تاہم اہالی پولینڈ کل یوروپ اور بالخصوص ٹرکی اور فرانس سے امداد کی برابر درخواست کرتے رہے۔

فرانس کی قدیمی پالیسی روسی تجاوز کی مزاحمت کی متقاضی تھی۔ اور وہ اب بھی اس پالیسی پر کاربند ہونے کا دل سے خواہاں تھا۔ لیکن خاص اوس وقت وہ اوسپر کاربند ہونے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ اوسے جنگ ہفت سالہ سے تازہ تازہ مخلصی ملی تھی۔ اور وہ اوسکی خفتوں کا بدلہ لینے کیلیئے انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔ شوازل اپنے ملک کی عزت اور نیکنامی کیلئے انگلستان سے پھر لڑائی شروع کرنا سخت ضروری تصور کرتا تھا۔ انہی دنوں شمالی امریکہ کے آبادکاروں نے انگلستان کے برخلاف نیم سی بغاوت شروع کر دی تھی۔ اور وہ باواز بلند آزادی کا مطالبہ کرنے لگ گئے تھے۔ شوازل نے اس جلتی آگ پر تیل ڈالکر اسے اور بھڑکا دیا۔ اور اسے امید ہو گئی کہ انگریزی آبادکاروں کی اس بغاوت سے اسنے انگلستان سے پورا پورا بدلہ لینے اور دنیا کے سمندروں پر پھر فرنچ اقتدار کو بحال کرنے کا خاصہ موقع مل جائے گا۔ ایسے موقعہ پر جب کہ اسے باقی تمام طرف توجہ

[1] یہ شخص صوبہ لتھوانیا کے ایک امیر کا لڑکا تھا۔ کیتھرائن جو ایک پرشوی شاہزادہ دالٹ ان انالٹ زربسٹ کی بیٹی تھی۔ اور اوسکا کنوارپنے کا نام صوفیا آگسٹا تھا۔ روس کے ولی عہد سے جو بعد میں پیٹر ثالث کے نام سے ۱۷۶۲ء میں تخت نشین ہوا۔ مگر اپنی بیوی کے آشناؤں کے ہاتھ سے ۷ جولائی ۱۷۶۲ء کو قتل کر دیا گیا۔ شادی ہونے سے تھوڑا ہی عرصہ بعد [2] اگسٹس کے حسن وملاحت اور طرحداری سے اوس کی گرویدہ ہو گئی۔ ۱۷۶۴ء میں اسے پولینڈ کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ ۱۷۹۵ء میں وہ تخت چھوڑ کر سینٹ پیٹرز برگ چلا گیا۔ اور پولینڈ کی آخری (تیسری) تقسیم کر لیگئی۔ وہ ۶۶ برس کی عمر میں ۱۷۹۸ء میں فوت ہوا۔

(مؤلف)

بےفکری اور یکسوئی درکار تھی پولنڈ کے معاملات میں اُسے آزردگی پیدا ہونا طبعی امر تھا۔ وہ روس کی ترقی کو بھی فرانس کے لئے مفید نہیں تصور کرتا تھا۔ مگر یہ ترقی صرف ایک ہی طرح یعنی فرانس اور انگلستان کے اتفاق سے روکی جا سکتی تھی اور ایسا اتحاد ناممکن محض تھا۔ تاہم فرانس نے اپنی طرف سے اس کے لئے سلسلہ جنبانی کرنے میں دریغ نہ کیا لیکن انگلستان کی آنکھوں پر جوش رقابت سے کچھ ایسا پردہ پڑ رہا تھا کہ اوس نے نہ فقط پولنڈ کے معاملہ میں فرانس کی خود مدد کرنے سے ہی انکار کر دیا بلکہ اُسے بھی صاف صاف یہ کہکر پولنڈ کی امداد دہی سے اسطرح روک دیا کہ اگر اوس نے (یعنی فرانس نے) روس کے برخلاف کچھ کارروائی کی تو انگلستان دیگر یورپین طاقتوں کو اوس کے برخلاف متحد کر دیگا۔ اس صورت میں قسطنطنیہ کے باب عالی کو اب پولنڈ کی امداد کی ترغیب دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ اور اوسنے فرانسیسی سفیر کو اسی مضمون کی ہدایت بھیج دی اور ساتھ ہی کہلا بھیجا کہ ترکون کو آسٹریا کی حمایت کا یقین دلا دیا جاوے۔

ادہر غیب پاشا کے مرنیکے بعد اوس کی خارجیہ پالیسی کا ترک کر دیا جانا اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ فریڈرک اعظم نے سلطان مصطفی کی عدم توجہی اور بے رغبتی دیکھکر اپنے قدیم اعداء روس و آسٹریا کے برخلاف ٹرکی سے اتحاد کرنیکا خیال چھوڑ دیا۔ اور اس کے برعکس سلک اعداء میں منسلک ہو کر انہین سے اتحادی معاہدہ کر لیا۔ اور پولنڈ کے ٹکڑے کرنے میں روس کے سچی اولوالعزمی اور بڑائی بلکہ صداقت وایمانداری کے رستہ سے ہٹا دیا۔ اس معاہدہ کی رو سے دونوں فرمانرواؤں نے ایک دوسرے کو مقبوضات ومملکت کی سلامتی و قیام کا عہد واثق کرکے اقرار کیا کہ اگر دونوں میں سے کسی پر کوئی اور طاقت فوجکشی کرے تو دوسری سلطنت اول الذکر سلطنت کی دس ہزار فوج پیدل اور ایک ہزار سواروں سے مدد کرے گی۔ مگر اس شرط میں یہ صریح استثنا کیا گیا کہ اگر روس پر ترک حملہ کرین۔ یا پرشیا پر فرنچ۔ تو اس صورت میں سپاہ کی بجائے نقد روپیہ سے مدد دیجائے گی۔ اسی معاہدہ میں پولنڈ کی آزادی کو ملیامیٹ کرنے کیلئے خفیہ عہد وپیمان کیا گیا جس کی وجہ سے خود عیسائی مورخ بھی اس اتحاد کو "ناپاک اتحاد" کے نام سے لکھتے ہیں۔ کریسی صاحب لکھتے ہیں کہ "یہی ناپاک معاہدہ ہے جس سے پنیڈورا[2] کے صندوق کیطرح وہ تمام خرابیاں اور قباحتیں برآمد ہوئیں۔ جو اُس وقت سے لیکر اب تک کل یورپ کو برباد کرتی رہی"

---

[1] نیوٹرل یعنی الگ تھلگ رہنا۔ مؤلف۔

[2] یونانیوں کی دیومالا یا میتھالوجی میں پہلی عورت کا جو مخلوق ہوئی نام ہے یعنی اس لحاظ سے یہ نام ان کا حوا کے مترادف ہے۔ اس کا قصہ اس طرح سے مشہور ہے کہ دیوتا ہفسٹس نے دیوتا زیوس کی درخواست پر اس کو جو نہایت عالم وفاضل تھا اوس کے بے دیانہ اعمال کی سزا دہی کے لئے پنیڈورا کا بت مٹی سے تیار کیا۔ جب اس بت میں جان ڈالی گئی تو کل دیوتا ایک دوسرے سے بڑھ کر اُسے تحفہ تحائف دینے لگ گئے۔ اسی سے اوس کا نام پنیڈورا ہو گیا جس کے لفظی معنے ہیں ہر طرح کے تحائف حاصل کرنیوالی۔ آخرالذکر دیوتا جو پیٹیر (مشتری یا برہسپت) نے اوسے ایک صندوق دیا اور کہا کہ یہ اوس شخص کو نذر کرنا جس کے ساتھ تمہاری شادی ہو اور پھر اُسے پرومی تھیس کے پاس پہنچا دیا مگر اس چالاک انسان کو دیوتاؤن کے مکر کی خبر ہو گئی تھی (باقی دوسرے صفحہ پر)

اور کر رہی ہیں۔ ایک اور مشہور عیسائی مورخ شلاسر[1] اسکی نسبت حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

"یہی وہ ناپاک اتحاد تھا جو ۱۷۷۲ء سے لیکر اب تک یورپین اقوام کی تمام مصائب کا منبع ثابت ہوا ہے کیونکہ یہ معاہدہ ان تمام معاہدوں کی بنیاد ہے جو بعد ازاں وقوع میں آئے اور جن کے رو سے کمزور ریاستوں کی قسمت اور اندرونی نظم و نسق کی حالت زبردست اقوام کے باہمی عہد و پیمان سیاہ۔ اور تدبر کی اپج پر بالکل منحصر ہو گئی ہے نمونہ کا کام دیتا رہا ہے۔ یہ پہلا معاہدہ گو صرف اہالی پولینڈ کے برخلاف تھا۔ مگر جو اس کے بعد عمل میں آئے اور جو عہد ہوا اس کے نمونہ پر تیار کئے گئے تھے۔ وہ اسطرح دیگر اقوام کی آزادیوں کے برخلاف ہو۔ اور اسطرح سے محکومین اور حاکموں کے درمیان نارضامندی و نفاق کے بیج اب تک برابر بڑھتے اور نشو و نما پاتے رہے ہیں جس کی لاٹھی اسکی بھینس کا اصول یعنے تلوار و سنگین کے استحقاق کو ایک دفعہ پولینڈ اور ٹرکی کے برخلاف درست مان لیئے جانے کی وجہ یہ تھی کہ رعیت کی حقوق اور آزادی کے برخلاف بھی اس اصول و استحقاق کو ویسا ہی درست تصور کر لیا گیا۔ مظلوم (رعایا) اُلم مایوس ہو کر دانت کچکچا رہی اور خداوند کریم کے غضب کو نزول کا انتظار کر رہی ہے۔ یہ غضب تجھیں برسوں سے ان تدمغ اور سیاہ درون ظالموں اور جابروں کا کھوج دبائے چلا آرہا ہے۔ اور اوسکا ایک دن اونپر وارد ہو جانا ویسا ہی یقینی ہے جیسا کہ یہ امر کہ یہ دنیا ایک سب سے اعلے و برتر احکم الحاکمین کی نگرانی و نگہداشت میں ہے۔"

باب عالی نے شروع شروع میں پولینڈ کی طرف سے توجہی رکھی۔ تخت کے بے شاہ رہنے کے دوران میں اوس نے صرف اسی پر اکتفا کیا کہ ۱۲-اپریل ۱۷۶۴ء کو روسی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو ایک مراسلہ بہت نرم اور معتدل عبارت میں اس مضمون کا

(بقیہ صفحہ ۱۳۸) ۔ وہ اس عورت کو حسن دلفریب کا گرویدہ نہ ہوا۔ لیکن اوسکا بھائی ایلی می ہنس جو ویسا دانا نہ تھا قابو آگیا۔ اوس نے پنڈورا سے شادی کر لی۔ اور صندوق کے کھولتے ہی جو بیوی نے اوسے حسب فرمان نذر کر دیا تھا خرابیوں اور مصیبتوں کا جم غفیر اوس سے برآمد ہو کر کل جہان میں پھیل گیا۔ اور بنی آدم پر مستولی ہو گیا۔ لیکن ایک امید جو سب سے نیچے تھی رنج و غم کی تکلیف کو زندگی میں کم آزار دہ بنانے کے لیئے صندوق میں چھپی رہی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق پر آمی تھیس اس نے صندوق کو کھولا تھا (مؤلف)۔

[1] فریڈرک کرسٹوف شلاسر جرمن مؤرخ تھا ۱۷۷۶ء میں جرمنی کے موضع جیور میں پیدا ہوا۔ اور گاٹنگن کی یونیورسٹی میں تعلیم پائی جس کے بعد وہ ایک امیر کے گھرانہ میں پرائیویٹ مدرس ہو گیا اور بعد ازاں ایک پبلک سکول کا مدرس۔ تاریخ سے اُسے زمانہ طالب علمی سے ہی بڑا شوق تھا جس کا مطالعہ اوس نے کالج چھوڑنے کے بعد بھی جاری رکھا ۱۸۰۷ء میں اوس نے بت شکن قیاصرہ کی تاریخ لکھی جس سے اوسکی شہرت بہت بڑھ گئی۔ اور وہ فرینکفورٹ کی یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہو گیا ۱۸۱۷ء میں وہ مقام ہیڈلبرگ کی یونیورسٹی میں تاریخ کا پروفیسر مقرر ہوا۔ اوسکی بڑی مشہور کتاب "اٹھارہویں و انیسویں صدیوں کی تاریخ" ہے جو ۱۸۲۳ء سے ۱۸۴۸ء کے درمیان ۲۳ برس کے عرصہ میں شایع ہوئی۔ اس کتاب کا جرمن سے انگریزی میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے۔ اوسکی دوسری مشہور کتابیں یہ ہیں "زمانہ قدیم کی تاریخ اور اوسکی تہذیب" "نپولین کی تاریخ پر مورخانہ بحث" انکے علاوہ کئی چھوٹی چھوٹی تاریخیں بھی ہیں ۱۸۶۱ء میں بمقام ہیڈلبرگ فوت ہوا (مؤلف)۔

بھیجدیا کہ روس بادشاہ کے انتخاب مین کوئی دخل نہ دے اور مجلس امراء کو آزادی سے انتخاب کرنے دے۔ مگر جب پولش مجلس نے روس کی دراندازی سے تنگ آکر فساد کردیا تو فرنچ سفیر کونٹ ورجنیز نے باب عالی کو زیادہ سرگرمی کے ساتھ اہالی پولنڈ کی امداد پر برانگیختہ کرنا شروع کردیا لیکن کیتھرائن ثانی کی پرحیل چالون کے سامنے اوسکی کوئی پیش نہ گئی۔ اس چالاک عورت نے تخت پر بیٹھتے ہی نہ فقط پولنڈ بلکہ کئی ترکی صوبون کو بھی فتح کرلینے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ مگر پولنڈ کا معاملہ طے نہ ہوجانے تک وہ بظاہر ترکون سے بگاڑ کرنا ہرگز قرین مصلحت نہ سمجھتی تھی۔ چنانچہ اوس نے بڑی بڑی رشوتین دیکر دیوان کے سرگروہ اور مقتدر ارکین مین سے چند کو اپنے ساتھ گانٹھ لیا ہوا تھا جن کی مخالفت کی وجہ سے فرنچ سفیر کی تحریکات بے اثر رہین۔ اس عیار متفنی عورت نے سلطان مصطفےٰ کو بھی جس کی نیک نیتی۔ مردانہ پرجوشی و مستعدی اور قومی دلسوزی کو عیسائی مورخ بھی تسلیم کرتے ہین سخت دھوکہ دیا۔

سلطان نے قسم اوٹھائی تھی کہ وہ انتخابات مین کسیطرح کا دخل نہین دے گا۔ مگر اس کے ساتھ یہ صریح شرط کردی تھی کہ سٹانسلاس پونی آٹوسکی کو ہرگز امیدوارون مین داخل نہ کیا جائے اور زارینہ نے وعدہ کیا تھا کہ ایسا ہی ہوگا لیکن بالاخر کیتھرائن نے اسی شخص کو سنگینون اور برہنہ شمشیر اہالی پولنڈ کے سرپر مسلط کردیا۔ سلطان مصطفےٰ نے اس کمال بے ایمانی کی خبر سنتے ہی سخت غضبناک ہوکر کہا "خدا نے چاہا تو مین ان کفار کو ذلیل کرنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکال لونگا" اور سب کو یقین ہوگیا کہ سلطان فے الفور اعلان جنگ کردیگا لیکن افسوس مجبوری نے سلطان کے غضب کو جلد فرو کردیا۔ یہ مجبوری کئی طرح کی تھی۔ ۲۵ برسون کے امن سے فوج کا کل انتظام درہم برہم ہوگیا ہوا تھا۔ حکام کی غفلت سے خزانہ کی حالت ابتر ہورہی تھی۔ وزراء رشوت یا جہالت سے روس کے اس حیلہ مین آگئے ہوئے تھے کہ پولنڈ کے فساد محض مذہبی تنازعہ کے باعث ہین اور اسی طرح سے وہ سلطان کی رائے سے مخالف ہوگئے ہوئے تھے۔ اور سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ خود قوم بھی لاپروائی۔ سستی۔ کاہلی اور غفلت کے ایسے قعر عمیق مین گری ہوئی تھی کہ اوسے متنبہ و بیدار کرنا ناممکن ہورہا تھا۔ اس موقعہ پر مصطفےٰ نے جو خط باندوہ دلی خان کریمیا کو لکھا اوس کے چند فقرات سخت عبرت بخش ہین "مین اکیلا کیا کرسکتا ہون۔ میرے تمام پاشا خائن اور زنانہ صفت ہین۔ اون مین کس کو کوسون۔ گویون اور خوبصورت لونڈیون کے سوا اور کسی چیز کی پرواہ نہین۔ مین سلطنت مین نظام قائم کرنے کی کوشش کررہا ہون۔ مگر افسوس ایک شخص بھی مجھے اس کام مین مدد دینے کی خواہش نہین رکھتا۔"

عثمانیہ دربار پولنڈ پر روسی اور پرشوی افواج کے تصرف اور بے ایمانی وجبر سے سٹانسلاس کو تخت نشین کرانے اور وارسا پر روسی جرنیل اسٹیٹن کی عملی حکومت کے برخلاف متواتر مگر بیفائدہ معترض ہوتا رہا۔ روس ان اعتراضات کو بھی لغو اور پوچ حجتون سے ٹالتی رہی کہ اون کی جوابات پڑھنے سے صاف تشریح ہورہا ہے کہ وہ اپنے ہمسایہ عثمانیون کی نہ صرف عذر یا نہ قابلیت بلکہ جنگی طاقت کو بھی کیسی حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئے تھے۔ جرمن مورخ وان ہیمر اس موقعہ

فریقین کی لیاقتون کا کیسا صحیح اندازہ کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"ان مراسلون سے جو پولنڈ کے معاملات کی متعلق جنوری ۱۸۲۱ء تک ترکی، پرشیا اور روسی سفراء اور وزراء ایک دوسرے کو لکھتے رہے عثمانیہ وزراء اور مدبرین کی کمال سادہ لوحی اور روس اور پرشیا کی کمال ریاکاری اور مکاری صاف واضح ہو رہی ہے۔ ترکی گورنمنٹ ہر وقت ان دونون ملکون کے سفراء سے اون سینہ زوریون کی کیفیت جو پولنڈ مین عمل مین آ رہی تھین دریافت کرنے کیلئے اپنے ترجمانون کی وساطت سے سخت تاکیدی سوال کرتی رہتی جن کا روسی سفیر ہمیشہ یا یہ جواب دیتا کہ ایسی کوئی واقعات ظہور مین ہی نہین آئے۔ میں نے اونکی نسبت کچھ سنا ہی نہین۔ یا یہ جواب دیتا کہ یہ امر محض پولنڈ کی آزادی کی حفاظت اور عہد نامون کی حلفی عہد و پیمان کی نگہداشت کیلئے کیا گیا ہے"

کیتھرائن کی کوششین پولنڈ مین اپنی چالون کا جال بچھانے یا ترکی وزراء کو احمق بنانے پر ہی محدود نہ تھین اوس نے روسی فوجکشی کیلئے رستہ صاف کرنیکیلئے ترکی کی عیسائی رعایا کو برانگیختہ کرنے کیلئے جابجا خفیہ گماشتے بھی بھیجے ہوئے تھے۔ تھسیلی کا ایک یونانی جسکا نام پاپاس اغلو جو روسی توپ خانہ مین افسر تھا بحیرہ ایڈریاٹک کے ساحلی علاقہ تھسیلی اور موریا کو بھیجا گیا۔ ایک اور شخص جس کا نام رہب شپیفانو تھا سرویا اور کروشیا مین اسی کام مین مصروف تھا۔

آخر الذکر نے عیسائی رعایا کو بہکانا شروع کیا کہ "جرمنی اور ہنگری تمہارے لیئے کچھ نہین کر سکتے۔ فرانس ہو رہا ہے اور پولنڈ تزع کی حالت مین ہے۔ صرف ایک روس کو تمہارا خیال ہے۔ وہی ایک تمہارا ہم مذہب (یعنے کلیسائے یونانی کا معتقد) ہے۔ اور وہ ہر وقت تمہاری مدد اور دستگیری کو تیار ہے۔ کیا تمہین یہ پرانی پیشینگوئی یاد نہین کہ بھورے بالون والی قوم تمہین آزاد کرائے گی۔ کیا تم اس قوم کو پہچان نہین سکتے"

الغرض اوس کے وعظ و نصیحت، اغواء، داد و دہش اور فیاضی سے البانیا، سرویا اور مانٹی نیگرو کے عیسائی وقتاً فوقتاً بغاوت پر کھڑے ہو گئے لیکن روسی ابھی فوجکشی کیلئے تیار نہ تھے۔ اور ترکیون نے باغیون کا جلد تدارک کر دیا۔ پاپاس اوغلو کو تھسیلی مین کامیابی نہ ہوئی۔ اہالی موریا کو سرغنہ ماور و میکالیس نے کہا کہ اگر روس یہ شرط کرے کہ جب تک کل یونان ترکون سے آزاد نہ ہو جائے وہ ترکی سے صلح نہ کریگا تو اس صورت مین ہم روس کے ساتھ شریک ہو سکتے ہین۔ گماشتہ مذکور اس پر شمالی یونان اور تھسیلی کو چلا گیا جہان کالا ماٹا کے محسن کش اور احسان فراموش بشپ نیاتی نے اوس سے وعدہ کیا کہ روسیون کے حملہ کر دینے پر وہ ایک لاکھ یونانیون سے بغاوت کرا دیگا۔ ایک تیسرا گماشتہ والیشیا اور مالڈیویا کے امراء اور رعایا کو بہکانے کیلئے بھیجا گیا جو آسانی سے اوس کے فریب مین آ گئے۔ ترک اور فناری عاملون کے مکانات لوٹ لیئے گئے اور وہ جانین بچا کر ملک سے بھاگ گئے۔ مگر انکی بغاوت کا بھی وہی نتیجہ ہوا جو سرویا اور مانٹی نیگرو کی بغاوت کا ہوا تھا۔ ترکی افواج نے امن قائم کر لیا۔ اور باب عالی نے ان باجگذار صوبون کے امراء وغیرہ کو وفاداری پر ثابت قدم رکھنے کیلئے حکم دے دیا کہ آئندہ خصوصاً ٹنیوب کے تمام امراء اور سوداگر اپنا روپیہ پیسہ اور قیمتی جائیداد منقولہ قسطنطنیہ مین جمع رکھا کرین۔ ایشیا کے سرحدی باجگذار

صوبوں میں بھی یہی کیفیت گذری ۔ رعایا اور امرا پیشتر سے باجگذار تھے اور ان سے نقدی کے علاوہ ہر سال غلاموں کی کچھ تعداد بھی خراج میں لیجاتی تھی۔ ان والیان ریاست نے روسیوں کی انگیخت سے غلام بھیجنے سے انکار کردیا۔ اور کہا کہ یہ امر ہمارے (یعنی عیسوی) مذہب کے احکام کے برخلاف ہے۔ اور بعد ازان علانیہ بغاوت کر دی ۔ جو دوسری شورشون کیطرح فرو کر دیگئی اور ٹرکی کی عیسائی رعایا کو تمثال کر مقدس مہانما کے موعید حمایت و حفاظت کا صحیح اندازہ کرنے کا موقعہ دیگیا لیکن تعصب اور آزادی کا جن اون کے سرون پر ایسا سوار ہو رہا تھا کہ روس کی اس صریح بدعہدی سے بھی اون کو اوس پر بدستور یقین رہا۔ اور وہ کیتھرائن کی اسیطرح سیوا کرتی رہی ۔

دربار عثمانیہ نے ان سازشون کی بھی شکایت کی۔ مگر دربار سینٹ پیٹرز برگ کیطرف سے حسب معمول وہی گول مول جواب موصول ہوا جس سے سلطان کو دلمیں کیتھرائن کیطرف سے کینہ اور زیادہ بڑھ گیا۔ مگر ملک کیحالت اس کینہ اور نفرت کے عملی اظہار کی اجازت نہ دیتی تھی ۔

ایشیائی صوبجات کی حالت مصر و شام

صرف یورپین صوبجات ہی سلطنت سے جدا ہونیکی خواہش نہیں رکھتے تھے بلکہ ایشیائی صوبجات میں بھی پاشاؤں کا اقتدار بہت کچھ محدود اور کمزور ہو رہا تھا۔ اور جو صوبے اور اون کے گورنر مائل بسرکشی تھے۔ وہان عمال کی تغیر و تبدل سے انتظام بگڑ رہا تھا۔ بسا اوقات عامل اپنے منصب کے فرائض سے واقف بھی نہیں ہونے پاتا تھا کہ اسے دوسری جگہ تبدیل کر دیا جاتا تھا۔ صوبہ بغداد کی نسبت اوس وقت کا ایک انگریز سیاح ڈبلیو ایٹن حسب ذیل لکھتا ہے:

"بغداد کا وسیع صوبہ باوجود پاشا کیوقت سے جسنے نادر شاہ کے حملون سے اسے بچایا تھا۔ اسے چند چھوٹے چھوٹے ٹکڑون اور زمانون کے عملی طرح پر آزاد چلا آتا ہے۔ سلطان کا صرف یہ کام ہے کہ جس کو پاشا ہے۔ بالخصوص صوبہ مذکور کی سپاہ اور سپہ سالار بالعموم حکومت کرنے کیلئے منتخب کرتی ہے وہ اوسی تقرری کا فرمان بھیجدیتا ہے۔ لیکن بظاہر فرمان کی عبارت سے یہ پایا جاتا ہے کہ بالعموم فلان پاشا کو اوس کی قابلیت اور سلطنت کی فلان نمایان خدمت کے صلہ میں اس اعلیٰ اور اہم ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتا ہے۔ اس کمیل اور سفر کی ہر سال یہ فرمان بھیجکر تجدید کی جاتی ہے جس کا مطلب بظاہر یہ ہوتا ہے کہ بالعموم پاشا کو موقوف کرنیکا اختیار رکھتا ہے مگر فی الواقع اس اختیار کا کوئی وجود نہیں ہے سلطان کو اس صوبہ سے جس کا رقبہ بہت بڑا ہے ایک حبہ آمدنی نہیں ملتی۔ پاشا جس کے پاس ہمیشہ زبردست فوج جو اوس کی بڑی جان نثار اور وفادار ہوتی ہے موجود رہتی ہے۔ اور وہ ہر سال اس صوبہ کی آمدنی کا حساب سلطان کو بھیجدیتا ہے جس میں بلا استثناء ہر برس یہی دکھایا جاتا ہے کہ کل آمدنی فوج کے اخراجات قلعون کی مرمت اور دیگر اسی قسم کے کامون پر خرچ ہو گئی ہے۔ فوج کی جمعیت بڑی رکھنے کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ عربون اور ایرانیون کے حملون سے سلطنت کو محفوظ رکھنے کیلئے یہ امر ناگزیر ہے۔ مگر جن قلعون کی مرمت کا خرچ دکھایا جاتا ہے۔ وہ پہلے زمانہ میں تو بیشک موجود تھے۔ مگر اب ان کا کہیں نام و نشان

نہیں پایا جاتا۔ اگر باب عالی کسی بیرونی طاقت سے مصروف پیکار ہو۔ اور پاشا سے کمک طلب کرے تو وہ جواب بھیجدیتا ہے کہ صوبہ کی فوج سے ایک سپاہی کی بھی گنجایش نہیں نکل سکتی۔ وہ سب کی سب اندرون ملک کو عربون کی یورش سے محفوظ رکھنے کیلئے بمشکل کفایت کرتی ہے۔ اور پھر اس حجت کو بظاہر سچی ظاہر کرنے کیلئے وہ کسی نہ کسی عرب قبیلے پر حملہ کر دیتا ہے۔ الغرض سلطان صرف برائے نام حکمران ہے۔ اس صوبہ کا واقعی فرمانروا پاشا ہوتا ہے۔ بالائی آرمینیا اور متفرق علاقون (یعنے کردستان) مین قبیلون کے قبیلے بالکل آزاد ہین جو باب عالی یا اوس کے کسی پاشا کو اپنا حاکم نہین تسلیم کرتے۔ عرب کے بعض حصون (نجد یمن اور حجاز) مین بھی جہان شہرون کی تعداد بہت کم ہے اور جو ہین انکی آبادی بھی معمولی سی ہے۔ سلطانی قوت اس سے کچھ زیادہ نہین۔ ابہا سیا کا پاشا عموماً باب عالی کے احکام کی کوئی پروا نہین کرتا۔ اور بطرابزون کا پاشا حاجی علی بنی قلعی تمام علاقہ ساحل لعنان مالک ہو۔ وہ زبردست فوج میدان جنگ مین لاسکتا ہے۔ اور کئی دفعہ سلطان کے حکم سے سرتابی کرچکا ہے۔ اوس علاقہ مین جو سمرنا کے قرب وجوار مین ہے بڑے بڑے آغا موجود ہین جو عملی طور پر بالکل آزاد از معلقہ دار ہین۔ اونکے پاس اپنی علیحدہ علیحدہ فوجین ہین۔ اور اکثر شہر مذکور پر حملہ کرکے اوسکے باشندون سے روپیہ کی معقول تعداد لیئے بغیر اوسکی رہائی نہین کرتے۔ باب عالی کو اون پر عارضی سے بڑھ کر کبھی اقتدار حاصل نہین ہوا۔ اور وہ بھی وقتاً فوقتاً اون کو آپس مین لڑاتے بھڑاتے رہنے سے۔ سمرنا سے لیکر یروشلیم تک تمام کوہستانی مطلقاً آزاد ہین۔ اور خود ترک اون کو اپنا دشمن تصور کرتے ہین۔ اور جب موقع ملے اون سے لڑائی کرتے رہتے ہین۔ ان کوہستانیون کی مختلف قومین ہین۔ اور انکے مذہب بھی ایک دوسرے سے متغایر ہین۔ ہر ایک قوم خاص اپنی قوم کے سرغنہ کے ماتحت ہو۔ سمرنا کے قریب کے کوہستانی مسلمان ہین۔ اون سے پرے کرد۔ ماردانی۔ دروس وغیرہ وغیرہ۔ عکہ کا پاشا ضاہر سبیح علاقے پر حکمران ہے جس سے باب عالی کو کوئی آمدنی نہین ملتی اور وہ خود مختار ریاست سمجھا جاسکتا ہے۔ دروسون کے علاقہ اور صور پہلو کے درمیان طایر (صور) کے عقب مین جو کوہستانی آباد ہین وہ شیعہ ملت کے متولی لوگ ہین۔ اور وہ ترکون (یعنی سنت جماعت) کے ایسے جانی دشمن ہین کہ اگر کوئی ترک اون کے قابو آجائے تو فی الفور بیدریغ قتل کر دیتے ہین۔ قصہ مختصر سواحل شام پر سلطان کی حکومت صرف انطاکیہ۔ سکندرون۔ طرابلس۔ صیدا۔ یافا اور چند دیگر چھوٹے چھوٹے مقامون پر محدود ہے۔ اسکندرون سے جو قافلے حلب کو جاتے ہین اون کو انطاکیہ کے رستہ جانا پڑتا ہے۔ کیونکہ سیدھی سڑک جس علاقہ سے گذرتی ہے وہ کردون کے پاس ہے۔ جو ترکون کو کبھی ادہر سے چلنے نہین دیتے۔ یہ ہے اجمالی کیفیت اون تعلقات کی جو عثمان ثالث اور مصطفے ثالث کے زمانہ مین ایشیائی صوبون کو باب عالی کے ساتھ تھے۔"

مصر کی حالت اس سے کچھ بہتر نہ تھی۔ علی بک وہان کا مطلق العنان مالک بنا ہوا تھا۔ اوسنے پہلے اپنے تمام مخالفون کو قتل یا جلا وطن کرکے قاہرہ پر قبضہ کرلیا جسپر باب عالی نے اوسے قائم مقام (یعنے نائب گورنر) تسلیم کرلیا۔ مگر اوسنے یہ تسکین بھی ناگوار تھی۔ وہ خود مختار حاکم اور سلطان مصر بننا چاہتا تھا۔ چنانچہ اوس نے ۱۷۶۶ء مین ترکی گورنر کو جو اوس وقت بھی محض برائے نام

گورنر تھا۔ ملک سے خارج کر دیا۔ بعد ازاں معمولی سالانہ خراج دینے سے انکار کر دیا۔ اور آخر کار [illegible] میں سکہ و خطبہ بھی اپنے نام کا جاری کر دیا۔ باب عالی اس سرکشی سے دل میں تو بہت تلملا رہا تھا مگر اوسکی سرکوبی کے لیے علانیہ لڑائی کرنی پڑتی تھی جس کے لیے وہ موقعہ مناسب نہ تھا۔ روس کی کارستانیوں اور پولینڈ کے معاملات کو اس سے زیادہ اہم اور اون کا تدارک سب سے ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ علانیہ فوجکشی کی بجائے حسب معمول اوسکا پوشیدہ و خفیہ قاتلوں سے کام لیا گیا۔ مگر علی بک کی ہوشیاری کے سامنے اونکی کوئی پیش نہ گئی۔ اور نتیجہ اس کے کہ وہ اپنی کمانڈوں کو استعمال میں لانیکا موقعہ پاتے خود ہی علی بک کے مقرر کردہ گماشتوں کے خنجروں یا زہر ہلاہل کا شکار ہو جاتے۔ اور اسطرح سے باب عالی کے اغماض سے علی بک کو اپنے مقاصد کی تکمیل اور مزید کامیابیوں کے حصول کی مہلت مل گئی۔ ادھر شام میں بھی ایک ایسا ہی خودسر پیدا ہو گیا۔

علی بک نے عرب شیخ ضاہر سے اتحاد کر لیا جس سے ضاہر کی طاقت دگنی ہو گئی۔ اور اُسے ترکوں کا روز روز مقابلہ کرنے کی جرات ہو گئی۔ ضاہر شروع شروع میں ایک چھوٹے سے موضع موسومہ صفد[1] کا شیخ تھا [illegible] میں اوس نے طبریہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اوس وقت کو ایشیائی گورنروں اور والیان ریاست اور شیوخ کیطرح وہ بھی ساتھ ہی تجارت بھی کیا کرتا تھا اس سے اوس کو خیال پیدا ہوا کہ اگر ساحل کے کسی مقام پر تصرف ہو جائے تو تجارت میں زیادہ نفع ہو گا۔ اسلیے اوس نے [illegible] میں عکہ پر اچانک حملہ آور ہو کر اوسپر قبضہ کر لیا۔ اور اوس کو خوب محفوظ اور مورچہ بند بنا لیا۔ ادھر باب عالی کے اراکین کو تحفہ تحائف اور وفاداری و جان نثاری کے اظہارات سے خوشنود کر لیا۔ یورپین سیاح وولنی جس نے [illegible] سے [illegible] تک بلاد شام و مصر کی سیاحت کی تھی لکھتا ہے کہ:۔

"ناظرین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ دیوان ضاہر کی ان ابلہ فریبیوں سے دھوکہ کھا گیا تھا۔ وہ ایسی چالوں کو اچھی طرح سے سمجھتا ہے اور اونکا معتاد ہو رہا ہے۔ ترکوں کی حکمت عملی ہی یہ ہو رہی ہے کہ وہ اپنے باجگذاروں سے ہمیشہ پوری پوری [illegible] کرانیکے خواہاں نہیں ہوتے۔ وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اگر سب باغیوں سے لڑائی کیجاوے تو یہ کام طول طویل سے کم نہ ہوگا اور روپیہ اور جانوں کے صرف کثیر کے علاوہ بعض اوقات شکستوں کا ملنا بھی امکان میں داخل ہے جس سے سرکشوں کے حوصلے اور بڑھ جاتے ہیں۔ اسلیے اونہوں نے تحمل و بردباری کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ وہ سرکش ماتحتوں کے ساتھ زمانہ سازی کرتے رہتے ہیں۔ اور در پردہ اون کے ہمسایوں۔ لوحقوں اور بیٹیوں کو اون کے برخلاف اکساتے رہتے ہیں جس کا بالعموم جلدی یا دیر بعد یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ خودسر آخر [illegible] کی باہمی [illegible] کی ہولی ہوتی کسی ایک کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا ہے۔ اور اسکا تمام اندوختہ سلطانی خزانہ میں چلا جاتا ہے۔"

چنانچہ ضاہر کی شورہ پشتی بھی جب بہت بڑھ گئی تو باب عالی نے سرست اس کو مزید انعام و اکرام سے راضی کر دینا قرین مصلحت تصور کیا اور [illegible] میں اسے گورنری کا باضابطہ فرمان بھیجکر اس منصب کو اوسکی اولاد میں موروثی کر دیا اور

[1] صفد فلسطین میں جھیل طبریہ سے بجانب شمال تخمیناً دس میل اور عکہ سے بجانب مشرق تخمیناً تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ منہ

اوس کو شیخ عکہ۔ امیر الامراء اور ناصر (ناصرہ)۔ طبریہ۔ صفد اور کل ضلع گیلی لی (جلیلیہ) کمانڈر کے خطاب عطا کر دیئے۔ یہ تھی اُس وقت ایشیائی اور افریقی مقبوضات کی حالت جب کہ روس کی چالوں کا بازار پولنڈ میں خوب گرم ہو رہا تھا۔ اور اُس سے لڑائی دن بدن اٹل ہوتی چلی جا رہی تھی۔

فرانس کی کوششیں لڑائی کرنے کیلئے یونانیوں۔ رومانیوں اور سربوں کی علانیہ نارضامندی و مخالفت۔ ایشیا کوچک میں زمینداروں اور جاگیرداروں کی سرتابی۔ بغداد عکہ و مصر کے گورنروں کی عملی مطلق العنانی۔ صیغہ خزانہ کی تہیدستی۔ فوج کی قلت۔ جنگی نظام کی ابتری۔ سپہ سالاروں کی بد دیانتی۔ سپاہیوں کی سرکشی اور بزدلی یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ جن سے لڑائی چھڑ جانے پر ترکی کے لیئے کچھ اچھے آثار نہیں رکھتی تھیں۔ فرنچ سفیر ورجینیز سے بھی ٹرکی کی یہ کمزوریاں پوشیدہ نہ تھیں چنانچہ اوسنے در پردہ اپنی گورنمنٹ کو ان سے مطلع کر کے لکھدیا کہ ترک لڑائی کے لیئے کسیطرح تیار نہیں۔ انکو محاربہ کی ترغیب دینا درست نہ ہوگا۔ مگر چونکہ شوسیل کو یہ اطلاع پہنچ چکی تھی کہ کیتھرائن ترکوں کی عیسائی رعایا کو پھر بڑی سرگرمی سے بغاوت پر اکسا رہی ہے۔ اور یورپ کی شمالی طاقتوں کو اپنے ساتھ متحد کرنے کی تجویز کر رہی ہے اوس نے ورجینیز کو حکم بھیجا کہ جسطرح ہو ترکی وزراء کو لڑائی پر تیار کیا جائے۔ یا کم از کم اون کو صورت حالات سے بخوبی مطلع کر دیا جائے۔ کیونکہ یقین ہے کہ پھر وہ خود ہی دشمن کی چالوں کی روک تھام اور اپنی اندرونی خرابیوں کی اصلاح کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو جائینگے۔ اس حکم کے ساتھ ہی فرنچ وزیر اعظم نے وہ تمام رپورٹیں جو اُسے پولنڈ اور سویڈن میں روسی کارستانیوں کی نسبت موصول ہوئی تھیں اپنے سفیر کو بھیجدیں جس نے انکو فی الفور سلطان کے سامنے پیش کر دیا۔ فرنچ گورنمنٹ نے ایسے وزراء کو جو لڑائی کے مخالف تھے رشوت سے متفق الرائے بنانے کیلیئے چالیس لاکھ فرینک تک خرچ کر دینے کا اختیار بھی اپنے سفیر کو دیدیا۔ اسپر سفیر مذکور اپنی گورنمنٹ کے حسب منشاء ترکوں کو جنگ کی ترغیب دینے کے لیئے بڑی سرگرمی سے کوشش کرنے لگ گیا۔ علاوہ ازیں اُسنے مشہور ڈی ٹاٹ کے بیٹے بیرن ڈی ٹاٹ کو جو باپ سے کچھ کم مدبر اور چالاک نہ تھا اور ان ممالک کی تمام زبانیں جانتا تھا۔ خان کریمیا کے پاس بھیجدیا۔ کہ وہ خان مذکور سے جو لڑائی کا دل سے خواہان تھا۔ کوئی ایسا فعل کرائے جس سے ٹرکی کو مجبوراً روس کے ساتھ اعلان جنگ کرنا پڑ جائے۔ اور دوسری طرف ایک طویل عرضداشت مفصل تحریر کر کے سلطان المعظم کی خدمت میں پیش کی۔ اسمیں اُسنے پولنڈ میں روس کے ظلم و ستم اور چالوں اور اوس کے ارادوں کی کل قلعی کھولکر بالوضاحت لکھدیا کہ روس اس ریاست کو ملحق کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا ہے۔ اور اوسکی تمام کارروائیاں اسی امر کی طرف منجر ہیں۔ اس میں اوس نے عثمانیہ وزراء کی بھی شکایت کی کہ وہ روس و فرانس میں کوئی تمیز نہیں کر رہے۔ حالانکہ اول الذکر ٹرکی کا قدیم اور مخلص دوست ہے اور دیوان کو ہمیشہ اوس کے دشمنوں کی زبردست چالوں کی درست خبر پہنچاتا رہتا ہے۔ اور دوسرا ملک اس کے برعکس ٹرکی کا خفیہ اور ایسا دشمن ہے جو کبھی دوست نہیں ہو سکتا۔ اور ترکی گورنمنٹ کو قبیح ترین دھوکوں سے دغا دے رہا ہے۔ اور آخر میں یہ بھی ارشاد کر دیا کہ روس سے لڑائی کرنے کے لیئے یہ موقعہ نہایت مناسب ہے۔ اگر سلطان نے

اس سے فایدہ نہ اٹھایا تو اسکی سلطنت دنیا کی نگاہ مین بہت ذلیل ہو جاے گی۔ اور مین اس امر کا یقین دلاتا ہون اور میری گورنمنٹ اس کی ذمہ داری اٹھاتی ہے کہ اگر سلطان جنگ کا جو نہایت ضروری ہو رہا ہے اعلان کر دین گے تو آسٹریا بالکل الگ رہیگی"

یہ عرضداشت ایسی اہم تھی کہ وزراء کو اسے سلطان کے سامنے پیش کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ اور جب سلطان مصطفیٰ ثالث نے اُسے پڑھا تو اسپر اسکا بہت اثر پڑا۔ اور روس نے اہالی پولنڈ کی حمایت کی۔ اور وزراء پر بہت سختی سے پولنڈ کا مطالبہ کرنیکا عزم بالجزم کر لیا۔ مگر ادھر اون کے وزراء اپنی سلطنت کی کمزوری کے علم یا قیصرہ کی رشوت کی وجہ سے فرانس کے مشورہ پر چلنے کا ارادہ کئے ہوئے تھے۔ اونہون نے پولنڈ کی محب وطن جماعت کو مدد تو دی مگر علانیہ اعانت کرنے سے انکار کر دیا۔ اور روسیون سے پولنڈ کو چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا۔ مگر اون کے پرجیل ورنگ و توقف سے تغافل کرتے رہے۔ لیکن ورجینیز جیسے شوازل بلکہ خود لوئی پانزدہم تاکید پر تاکید کر رہا تھا اپنے کام سے غافل نہ تھا۔ وہ رشوت دیکے بغیر دیوان کے ارکین اور سلطان سے برابر تقاضا کرتا رہا۔ اور دوسری طرف تھوڑی ٹاٹ کی مدد سے اہال پولنڈ کی حمایت کیلئے کئی تاتاری گروہون کو مسلح کر لیا۔

معاملہ ابھی یہین تک تھا کہ فرنچ گورنمنٹ نے ورجینیز کو واپس بلا لیا۔ اور اسکی جگہ ایم ڈی سینٹ پرسٹ کو قسطنطنیہ بھیجدیا۔ شوازل نے جولائی ۱۷۶۸ء مین چلتی دفعہ جو اُسے تحریری ہدایات دین۔ اون کا خلاصہ یہان دیدینا نامناسب نہ ہوگا جو حسب ذیل ہے:-

"ترکون نے روسیون کے وعدون پر بھروسہ کیا۔ مگر آخرالذکر نے اون کو کمال بے ایمانی سے توڑ دیا۔ وہ پولنڈ مین سخت ظلم و ستم کر رہے ہین۔ اور اپنی چالون کا جال بچھا رہے ہین لیکن یہ باتین بھی ترکون کو خواب غفلت اور کاہلی سے بیدار نہین کر سکین۔ ترکی وزراء کیتھرائن ثانی کے قبیح ترین اعمال اور تدابیر پر نہایت اُستادی سے روغن قاز ملتے ہوئے اون سے درگذر کر رہے ہین۔ بات یہ ہے کہ قیصرہ وقتاً فوقتاً جو وعدے کرتی رہی ہے۔ اون پر وہ فی الحقیقت اعتبار کرتے رہے ہین۔ قیصرہ نے کہا کہ وہ انتخاب مین دخل نہ دیگی۔ اونہون نے مان لیا۔ پھر قیصرہ نے وعدہ کیا کہ وہ ریاست کا کوئی حصہ ملحق نہ کرے گی ترکون نے اعتبار کر لیا۔ اور پھر جب اُسنے کہا کہ جونہی بدامنی دور ہو جاے گی مین اپنی فوج کو واپس بلا لونگی۔ تو انہون نے اسے بھی سچ سمجھ لیا۔ مگر جب واقعات ان وعدون کو یکے بعد دیگرے جھٹلاتے گئے تو آخر اونکی آنکھین کھل گئین۔ اور اب وہ خفت اور ندامت کے مارے یہ تسلیم کرنا نہین چاہتے کہ قیصرہ اون کو کسطرح احمق بناتی رہی ہے۔ مگر یہ پردہ داری کب تک۔ غالباً اس کا انجام یہی ہوگا کہ موجودہ ترکی وزارت بدل دیجاے گی۔ یا وہ اپنا طریق عمل بدل لین گے۔ ترکی وزراء اپنی عدم مداخلت کی ایک یہ حجت پیش کرتے ہین کہ معاہدہ پروتھ جس کے رو سے روس نے معاملات پولنڈ سے محترز رہنے کا اقرار کیا تھا۔ منسوخ ہو چکا ہے۔ اونکا یہ بیان محض اپنی غفلت کو چھپانے کے لیئے ہے۔ یہ درست ہے کہ روسی ایلچی (یا نائب) نے معاہدہ بلغراد مین معاہدہ پروتھ کی شرائط درج نہین ہونے دی تھین مگر اس سے وہ معاہدہ منسوخ نہین ہو گیا۔ اور خود ترکی مین اکثر اشخاص کی

بھی یہی رائے ہوگی کہ وہ اپنا کتنا فرض ہے۔ موقعہ نہایت ضروری اور تاکیدی ہی نہیں مفید بھی ہے۔ پالوسی آزادی کی پرجوش تمنا اور مذہبی تعصب نے محب وطن پولوں کو سر بکف بنا دیا ہے اور کل قوم باب عالی کا اشارہ پاتے ہی اوس کے ساتھ متفق ہونے کے لیئے تیار کھڑی ہے۔ اگر باب عالی نے یہ موقعہ ہاتھ سے نکلجانے دیا تو کھیل تمام ہو جائے گی۔ روس کی گرفت پولینڈ پر اور مضبوط ہو جائے گی۔ اور اوسکی فتوحات عظیمہ کی بنیاد بڑی مضبوطی سے قایم ہو جائے گی۔ برعکس اس کے اس وقت ٹرکی اگر محض اپنی فوجی طاقت کی نمائش اور اپنے خیالات کا اظہار کر دے تو ممکن ہے کہ پولینڈ باب عالی کی حمایت میں آجائے۔ اور یہ ریاست تنگ کا ریون کی دست برد سے بچ جائے اور ساتھ ہی سوئیڈن کی اندرونی مشکلات کا خاتمہ ہو جائے۔ الغرض باب عالی اگر مردانہ روش اختیار کرے تو چند جوانمردانہ کارروائیوں ہی سے اوس کی وقعت پھر قایم ہو جائے گی وہ اپنی سرحدوں کی حفاظت کما حقہ کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ اپنے دوستوں کو جن کی دوستی صدیوں سے چلی آتی ہے کام کا کرے گا۔ اور فطرتی اعداء کا غرور و تکبر جو اس وقت یہ مشہور کر رہے ہیں کہ وہ اپنی چکنی چپڑی باتوں سے ٹرکی کو اندھا کئے ہوئے ہیں۔ خاک میں ملا دیگا۔

"یہ ظاہر ہے کہ خود روس ہی اوس پردہ کو جو ترکوں نے سادہ لوحی سے مخالفوں کے چہروں میں اگر بدستِ خود اپنے گرد تن لیا ہے۔ اپنی چالوں عجب و نخوت اور بے ایمانیوں سے ایک دن پھاڑ دیں گے۔ مگر جب وہ پھاڑیں گے اوس وقت کام تمام ہو چکا ہوگا۔ یہ ہمارا کام ہو کہ ہم سرگرمی سے کوشش کر کے ترکوں کو اس وقت سے پہلے متنبہ کر کے یہ پردہ اون کی آنکھوں سے ہٹا دیں۔ خان کریمیا ہم سے متفق الرائے اور اہالی پولینڈ کا خیرخواہ ہے۔ سرحدی افسر بھی باب عالی کو جگانے میں کوئی کسر نہیں باقی نہیں چھوڑ رہے۔ پس شاہ فرانس کے سفیر پر لازم ہے کہ وہ ترکوں میں اس قسم کے مبارک خیال پیدا کرنے کیلیئے کوئی کوشش باقی نہ اٹھا رکھے۔ خان کریمیا کی معروضات سے اُسے ترکوں کو بیدار اور برانگیختہ کرنے میں بہت مدد ملے گی۔"

اس کے بعد خود شاہ لوئی پانزدہم نے بھی ۲۰۔ اپریل ۱۷۶۹ء کو اپنے سفیر کو خفیہ مراسلت بھیکر انہی باتوں کی تاکید کی تھی۔ اس بادشاہ کی نیت اپنے وزیر سے بھی زیادہ نیک تھی۔ اور اس خفیہ مراسلت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تدبر اور دور اندیشی میں بھی اپنے وزیر پر فوقیت رکھتا تھا۔ سوال پولینڈ کو محض روس کی پیشقدمی کو روکنے کے لیئے بچانا چاہتا تھا مگر شاہ مذکور نہ صرف اس لیئے بلکہ خود پولینڈ کی خاطر، ٹرکی کی بہتری، اور فرانس کی بھلائی کے لیئے بھی اس امر کو ضروری سمجھتا تھا۔ اس مراسلت میں جو کونٹ ڈی بیاگلی نے اوس کے حکم سے لکھی تھی اوس نے "روس کو ذلیل کرنا" فرانس کی مقدم پالیسی قرار دیا۔ مگر فسوس عیاشی اور "پارک آسرفس"[۲] (حرم ابکار) کی بد بختیوں نے اوسکی ذہانت و نیک نیتی کو خاک میں ملا دیا۔ اور وہ کوئی مفید کام

---

[۱] پولینڈ کے عیسائی رومن کیتھولک مذہب کے پابند ہیں۔ اور روسی کلیسائی یونانی کے۔ مؤلف

[۲] اس فرانسیسی جملہ کے معنی خط وحدانی میں ساتھ دیدیئے گئے ہیں۔ لوئی پانزدہم کی مختصر سوانح عمری کسی حاشیہ میں ربانی اگلے صفحہ پر

کرنیکے قابل نہ رہگیا تھا۔ آخر فرانس کا صلاح و مشورہ مصطفیٰ پر غالب آگیا۔ وزیر اعظم بدل دیا گیا۔ اور وہ جماعت صاحب اقتدار ہوگئی جو لڑائی کی طرفدار تھی ✤

اعلانِ جنگ مع روس کے خیالات بغاوت موریا وغیرہ ✤

ورینولا روسیوں نے پولنڈ مین پہلے سے زیادہ جبر و ستم کرنا شروع کر دیا ہوا تھا۔ اور کل ترک یہ خبرین سنکر برافروختہ ہو رہے تھے کہ اتنے مین روسیون کی تازہ شرارت سے مسلمانون کی آتش غضب اور زیادہ مشتعل ہوگئی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کچھ پولنڈی روسیون سے تنگ آکر ترکی علاقہ مین پناہ گزین ہوگئے تھے۔ اور وقتاً فوقتاً وہان سے روسیون پر یورشین کرتے رہتے تھے۔ اور جب کبھی یہ شکست کھاکر بھاگتے تو روسی اونکا تعاقب کرتے ہوئے ترکی علاقہ مین بھی گھس آیا کرتے تھے۔ اور وہان پہونچکر اون کو قتل یا گرفتار کرلیتے تھے۔ آخرکار روسی جرنیل وتیمین ایک دفعہ پولنڈیون کا تعاقب کرتا ہوا قصبہ بالٹا تک پہنچگیا۔ یہ صوبہ بصربیا کی سرحد پر واقع ہے۔ اور اوس وقت سلطان کی باجگذار خان کریمیا کے قبضہ مین تھا۔ پولنڈی شہر مین داخل ہوگئے جسپر روسیون نے اوس کا محاصرہ کرلیا۔ اور اُسے بزور شمشیر فتح کرکے کل شہر کو خاک سیاہ اور وہان کے عیسائی مسلمان تمام باشندون کو تہ تیغ کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر قسطنطنیہ مین پہنچی تو کل رعایا مین سخت جوش پھیل گیا۔ اور دیوان نے اس اندیشہ سے کہ کہین بغاوت نہ ہوجائے ۴۔ اکتوبر ۱۷۶۸ء کو اعلانِ جنگ کا فیصلہ کرکے جنگی تیاریان شروع کر دین۔ مگر علانیہ اعلان کرنیسے پہلے یہ مناسب سمجھا گیا کہ وزیر اعظم روسی سفیر کو بلاکر آخری دفعہ سمجھا دے اُسے مطلع کر دے کہ اگر روس اپنی چار رفیق سلطنتون انگلستان۔ پرشیا۔ ڈنمارک اور سویڈن کی ضمانت دیکر آئندہ پولنڈ کے مذہبی۔ ملکی یا تمدنی معاملات مین کسیطرح کی دست اندازی نہ کرنے اور وہان سے اپنی فوجین واپس بلالینے کا حلفی اقرار کرے تو لڑائی رُک سکتی ہے۔ چنانچہ روسی سفیر ابریسکوف کو وزیر اعظم حمزہ پاشا کے حضور طلب کیا گیا۔ سفیر نے بیٹھتے ہی حسب معمول چکنی چپڑی اور خوشامدانہ باتین شروع کر دین۔ مگر وزیر نے اُسے بڑی سختی سے چپ کراکر وہ تحریری دستاویز اوس کے سامنے پیش کی۔ جو چار برس ہوئے اوس نے اپنی قیصرہ کی طرف سے باب عالی کو لکھدی تھی۔ اور اوس مین حلف اوٹھائی تھی کہ پولنڈ مین روسی فوج محافظ کی تعداد گھٹا کر سات ہزار کر دیجاوے گی۔ مگر اوس کے برعکس اُسے تیس ہزار تک بڑھا دیا گیا تھا۔ ابریسکوف نے جواب دیا کہ تیس ہزار کی تعداد مبالغہ آمیز ہے۔ البتہ اٹھائیس ہزار فوج

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۷) پہلے درج ہوچکی ہے اور اوسمین اونکی آشناون کا بھی تذکرہ ہوچکا ہے۔ نہایت ہی کم عمر نوخیز لڑکیون کا یہ حرمسرائے اونکی ایک آشنا ڈچس پامپا ڈور نے لوئی پر اپنا اقتدار قائم رکھنے کیلئے بنایا تھا۔ اس عیار عورت کو روسی گورنمنٹ بھی رشوت دیکر بہت کام نکالا کرتی تھی۔ لوئی آخر عمر تک اپنی خرابیون مین غرق رہا۔ اور اوس کی موت کا باعث بھی ایک سخت بدمستانہ کارروائی ہوئی تھی وہ سنہ ۱۷۱۰ء مین پیدا۔ سنہ ۱۷۱۵ء مین تخت نشین اور سنہ ۱۷۷۴ء مین فوت ہوا۔ مؤلف ✤

وہان موجود ہے۔

یہ سنتے ہی وزیر نے غضب آلود ہوکر جواب دیا۔ بے ایمان غدار کیا تو نے اپنی زبان سے ہی اپنی بدعہدی کو تسلیم نہین کرلیا ہے؟ کیا تو خدا اور انسانون کے سامنے اون سیہ کاریون سے جن کی تیرے ملک والے اوس علاقہ مین جو از نکاہین سے مرتکب ہو رہے ہین خجل نہین ہوتا۔ کیا وہ توپین جنہون نے تعان کرمیا کے ایک محل کو مسمار کیا ہے۔ روسی توپین نہ تہین؟" اس غضبناک تقریر کے بعد وزیر نے روسی سفیر کو ایک دستاویز پر جس کی عبارت دیوان کے فیصلہ کے مطابق تحریر کی گئی تھی دستخط کرنے کے لیئے کہا۔ ادبریکاف نے جواب دیا مجہے ایسا کرنے کا اختیار نہین۔ اوس کے انکار پر جنگ کا باضابطہ اعلان اور روسی سفیر قلعہ ہفت برج مین مقید کر دیا گیا۔ ہر ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ سفیر کو قید کر دینا لڑائی مین کسی کام آمد نہین ہوسکتا۔ ×

× × × شاید بعض کا خیال ہو کہ سفیر اپنے معلومات سے اپنے ملک کو بہت وقت مین بہت کام دے سکتا ہی مگر یہ خیال غلط ہے سفیر ایسی ضروری باتین جو اون کی گورنمنٹ کے کارآمد ہون دلون مین نہین رکھا کرتے۔ بلکہ جس وقت کوئی راز معلوم ہوا اوسی سے فوراً اپنے بادشاہ کی گورنمنٹ کو مطلع کر دیتے ہین۔ اس بیہودہ اور فضول حرکت سے قیصرہ کو دنیا کے سامنے یہ موقعہ ملگیا کہ اب مجہے مجبوراً لڑائی کرنی پڑی ہے۔ حالانکہ اصل بانی مبانی لڑائی کی وہی تھی۔ اور اوسیکی عدیہ تہصا بانہ چالون نے ترکون کو شمشیر میان سے نکال لینے پر مجبور کیا تھا۔

یورپ کی عام رائے قیصرہ کے حق مین تھی۔ دیگر شمالی سلطنتون کے علاوہ انگلستان جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے اوس وقت اور اوس سے کئی سال بعد تک بھی روس کا گہرا رفیق رہا۔ اور خاندان بوربون کے زیر اقتدار ہسپانیہ اور فرانس کی اتحاد کی برخلاف پرشیا۔ ڈنمارک۔ سوڈین۔ ہالینڈ اور انگلستان و روس کی مشہور شمالی اتحاد کو قایم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس اتحاد کا خیال ابتداً مسٹر پٹ[1] کو جو بعد مین لارڈ چیتھم کے خطاب سے ممتاز ہوا جنگ ہفت سالہ مین پیدا ہوا تھا۔ اور عرصہ دراز تک انگلستان کی مدبرین اس مدعا کے حصول کے درپے رہے تھے۔ البتہ فرانس روس کی ترقی کو دنیا کے امن و امان کے لیئے مفید نہین خیال کرتا تھا۔ فرنچ وزیر اعظم

---

[1] انگلستان کا مشہور وزیر اعظم اور اسی نام کے دوسرے مشہور وزیر اعظم کا باپ تہا۔ ۱۷۰۸ء مین صوبہ کارنوال کے ایک دیہاتی رئیس کے گھر پیدا ہوا۔ اور ایٹن سکول اور اکسفورڈ یونیورسٹی کے ٹرنیٹی کالج مین تعلیم پائی۔ پہلے فوج مین ملازم ہوا۔ مگر ۱۷۳۵ء مین ممبر پارلیمنٹ ہونے پر فوج سے مستعفی ہوگیا۔ وہ بڑا زبردست بولنے والا تہا۔ اور اوسکی تقریر کے سامنے کسی مخالف کی پیش نہین جاسکتی تھی اسکی ایام وزارت مین انگلستان کے اقتدار کو دنیا مین بہت ترقی ہوئی اسے لارڈ کا خطاب ۱۷۶۶ء مین ملا۔ اوس کی عمر کا پیمانہ لبریز ہونے کے قریب پہنچ چکا تھا کہ امریکن آبادکارون نے آزادی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ اوس وقت وہ وزیر نہین تھا۔ اوس نے آبادکارون کی بہت حمایت کی چنانچہ ۸ اکتوبر ۱۷۷۷ء کو وہ دارالامرا مین انہی کی تائید مین نہایت پرجوشی سے تقریر کر رہا تہا کہ سکتہ سے اچانک بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا اور اسی نصف ۱۱ نومبر سن مذکور کو راہی ملک عدم ہوگیا۔ مسٹر پٹ ثانی اسکا دوسرا بیٹا تہا۔ جو کئی برس تک انگلستان کی جہاز کی نپولین اعظم کی فتوحات کی خطرناک زمانہ مین بھی نہایت کامیابی سے ناخدائی کرتا رہا۔ وہ ۱۷۵۹ء مین پیدا اور ۱۸۰۶ء مین فوت ہوا۔ مؤلف

شواسل نے اپنے پیش رو[ـه] اہ مین انگلستان کو روسی طاقت کی حمایت اور روس کی امنگون کا صحیح مدعا بتا کر اوسسے متفق کرنے کی بڑی کوشش کی جسکا کچھ اثر نہ ہوا۔ اس موقعہ پر وزیر مذکور نے سرکاری طور پر جو رائین ظاہر کی تھین اون مین سے ایک اقتباس جو انگلستان کی خواہش دربارہ اتحاد شمالی کے متعلق خاص طور پر ذکر کرنے کے قابل ہے اور اوسکا ترجمہ بیانات ناظرین کی آگاہی کے لیئے درج کر دیا جاتا ہے

"انگلستان کا وزیر غلطی پر ہے۔ جو ان مقاصد کو اوس بلند سطح پر کھڑے ہو کر اور اوس وسیع نظری سے نہین دیکھ رہا، جو کہ ایک مدبر وزیر کی شان کے شایان ہے۔ نہ نوع انسان کی خوشحالی و آسائش نہین بلکہ یورپ کی بڑی بڑی سلطنتون کے لیئے بھی روس کی بلند پروازیون کی کامیابی اور اوس کی جنگی فتوحات سے بڑھکر کوئی چیز خطرناک نہین ہو سکتی پس یورپ کی طاقتون کو زارینہ کی رفاقت اور اتحاد کی خواہش کرنے کی بجائے اوسکی طاقت کو کمزور اور اوس کے غلبہ کو معدوم کرنے کے لیئے اپس مین متحد ہونا سخت لازمی ہے۔ اگر موازنہ طاقت کی بے معنی اصطلاح جسے ولیم ثالث نے انگلستان کا بادشاہ ہونے پر کل یورپ کو فرانس کے برخلاف کھڑا کرنے کے لیئے گھڑا تھا کوئی معنی رکھ سکتی ہے اور اوس کا کسی پر اطلاق ہو سکتا ہے تو وہ موجودہ حالت ہے۔ اور اگر یہہ ملفوظہ موازنہ طاقت کبھی معدوم ہو سکتا ہے تو وہ روس کی مادی اور اخلاقی طاقت و تہذیب مین نمایان اضافہ ہو جانے سے ہوگا۔ وہ اس وقت جنوبی یورپ کو غلام بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اور اگر اوسکی سلطنت عثمانیہ اور فتوح مندی کی پرجوش سیلاب کو بروقت نہ روک دیا گیا تو اس کے بعد شمالی یورپ کی باری آئے گی۔ یورپ کی متحدہ سلطنتون کو روس کی طاقت کو بڑھانے مین مدد کرنے کی بجائے بالاشتراک اوسکی حرص و طمع اور بلند پروازی کو روکنا چاہیئے۔ فرانس پر ایک دفعہ اتہام لگایا گیا تھا کہ وہ کل دنیا کی بادشاہی کی ہوس رکھتا ہے۔ لیکن اگر روس اس بے اصل خیال کو چند باتون مین پورا کر دکھائے تو کوئی تعجب نہین۔"

تاہم گو یہ بالکل حق بجانب تھی لیکن واقعات مابعد سے ثابت ہو گیا کہ اونہون نے بہت ناعاقبت اندیشی سے کام لیا۔ سلطان مصطفٰے اور اوس کے وزراء نے اعلان جنگ تو کر دیا اور علم مقدس بڑی دھوم دھام سے باہر نکالا۔ مگر لڑائی کے لیئے کوئی تیاری نہین کی ہوئی تھی۔ توپ خانہ، قلعے، نظام سپاہ، فوجی مہارت سب کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اور جہالت کی یہہ حالت تھی کہ وزیر تک جغرافیہ کی ادنٰے ادنٰے باتون سے محض لابلد تھے۔ ڈی ٹاٹ نے اونکی اصلاح کے لیئے سلطان کو متعدد عرضداشتین بھیجین۔ اور تاکہ وہ ان تحریرون کو سمجھ سکے میدان جنگ کے نقشے بھی تیار کر کے ساتھ ارسال کیئے۔ مصطفٰے یہ حالات سنکر حیران رہ گیا اور آخر بہت تذبذب کے بعد یہ

ملہ یہ رائے وزیر شواسل نے فرانس کی ایک مشہور عالمہ لیڈی کے خاوند مارکوئیس کو ایک خط مؤرخہ ۱۶ اپریل ۱۷۶۹ء مین تحریر کی تھی۔ شاٹلے کی بیوی جسین بھی بہت تھی۔ شادی کے بعد اس کا تعلق فرانس کے مشہور فلاسفر و ادیب والٹیر سے ہو گیا اور چودہ برس اوس کے ساتھ رہی۔ پھر اسے چھوڑ کر ایک فوجی کپتان سے آشنائی کر لی۔ مگر جلد ہی وضع حمل کے وقت ۱۷۴۹ء مین ۴۴ برس کی عمر مین فوت ہو گئی (مؤلف)۔

اُسسے رعایا کی ناراضی کا خوف تھا۔ ڈوٹ کاٹ کو اسلحہ خانہ دیکھنے کی اجازت دیدی۔ جس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ اوسکی کیفیت دیکھکر ڈوٹ کاٹ کے ہوش غایب ہوگئے۔ توپین پرانی اسلحہ بیکار اور ان کو بھی لوازمات مفقود تھے۔ مگر تعصب کی جو کیفیت تھی وہ ناظرین کو مجمل بالائذ بیہ سے ہی معلوم ہوگئی ہوگی۔ لیکن پھر بھی ایک اور نظیر درج کیجاتی ہے۔ علم مقدس کے کہے لیے جانے کی رسم کو دیکھنے کے لیئے شامت اعمال سے کہ آسٹریا کا سفیر بھی مع عیال چلا گیا۔ لوگون کو جب اوسکی موجودگی کا علم ہوا تو وہ بہت بگڑے کہ عیسائی ہماری اس مذہبی رسم کو کیون دیکھنے آیا ہے۔ چند بیکینت اوس مکان مین جہان سفیر مذکور ٹہرا تھا گھس گئے اور اوسے اور اوسکی بیوی کو سخت بیحرمت کیا۔ اور اگر حکام نہ پہنچ جاتے تو غالباً اون کی تکا بوٹی کر دیتے۔ باب عالی نے سفیر کو کثیر المقدار رشوت دیکر معاملہ رفع کرا دیا۔ مگر جب آسٹریا کو خبر ہوئی تو اُس نے اپنے سفیر کی اس کارروائی کو پسند نہ کیا اور اُسے واپس بلا لیا۔ کیونکہ اگر سفیر درگذر نہ کر دیتا تو اسمعاملہ سے آسٹریا کو بھی ٹرکی کے ساتھ بگاڑ کرنے کا خاصہ بہانہ ملجاتا اور وہ فرانس کیطرف سے بھی سچی ہوجاتی۔

بہرحال خواہ سلطان نے روس کی ناقابل برداشت حرکات سے تنگ آکر اور خواہ فرانس کے وزرات کے تقاضے سے متاثر ہوکر اعلان جنگ کیا۔ مگر اسمین کوئی کلام نہیں کہ اوس سے غلطی ہوگئی۔ اُسسے لازم تھا کہ ابھی اور چند مہینے تحمل سے کام لیکر اس اثنا مین اپنی فوجی تیاریون کو مکمل کر لیتا۔ اگر وہ سال آئیندہ کے موسم بہار تک بظاہر خاموش رہتا تو وہ اپنی سلطنت کی کل فوجی طاقت سے کام لینے کے قابل ہوجاتا۔ اس قبل از وقت اعلان سے ایک اور نقصان یہ پہنچا کہ ترک خود تو ۱۷۶۹ء سے پہلے میدان جنگ مین کسیطرح فوج نہیں لے جا سکتے تھے کیونکہ موسم سرما مین ایشیائی افواج کو جمع کرنا اور سرحد پر بھیجنا ناممکن تھا۔ اور ادہر روسیون کو اس عرصہ مین ایشیاء و یوروپ دونون جگہہ ٹرکی کی شمالی سرحد کے ہر ایک حصہ پر حملہ کرنے کے لیئے کافی تیاریان کرنے کی مہلت ملگئی۔ ترکون کے سرحدی قلعون کی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ نہ انمین حسب ضرورت سامان رسد و حرب موجود تھا۔ عثمانیہ گورنمنٹ نے موسم سرما مین ان کمیون کو پورا کرنے کی کوشش تو کی۔ مگر وہ موسم بہار تک بھی پوری نہ کیجا سکین۔

لیکن ایک مسلمان بہادر نے شروع شروع مین اپنی مستعدی و قابلیت سے اسلام اور اوس کے علم کی عزت و نیکنامی کو نہایت خوبی کے ساتھ قایم رکھا۔ بلکہ اوسکی رونق دوبالا کر دی۔ یہ نامور بہادر قرم گیرائی خان کریمیا تھا۔ اور یہ کہنا مبالغہ مین داخل نہیں ہوگا کہ اسمحاربہ کے پہلے چند برسون مین اسلامی عساکر مین اگر کسی سپہ سالار نے کچھ جنگی قابلیت دکھلائی تو وہ یہی شخص تھا۔ اور یہی تو سب سے اول پیشتر اس کے کہ فریقین کے جنیلون مین سے کسیکو اپنی فوج میدان جنگ مین لانیکا خیال تک بھی پیدا ہوا تھا۔ نو آرینہ کے جنوبی صوبون پر یورش کر کے محاربہ کا افتتاح کر دیا۔ جنوری ۱۷۶۹ء کو ختم ہونے سے پہلے اوس نے یالٹا کو کھنڈر بنا دیا۔ ان مین جسے سال ما قبل کو موسم بہار مین روسیون نے مسمار کیا تھا۔ ایک لاکھ تاتاری سوار جمع کر لیئے اور اس جرار لشکر سمیت دریائے بوگ کو عبور کر کے ایک دستہ وادی ڈونیپر کی طرف اور دوسرا جنوبی روس کے زرخیز صوبہ اور یلگ

بھیج دیا۔ اور خود قلب لشکر کو ہمراہ لیکر نو آباد صوبہ "جدید سرویا" پر دھاوا کر دیا۔ اس مہم میں بیرن ڈی ٹاٹ خان کو ہمراہ تھا
اوس نے مہم مذکور کے حالات اور تاتاریوں کی غارتگرانہ مستعدی کی کیفیت بالتفصیل تحریر کی ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ گو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک تاتاری سوار خود مختار اور خود سر ہے مگر درحقیقت یہ تمام فوج غارتگران سخت نظام میں جکڑی ہوئی تھی۔ اور اپنے قابل سردار کے ہاتھ میں محض کٹ پتلیوں کی طرح کام کر رہی تھی۔ چودہ دن تک قرم گیرائی اور اوس کے تاتاری گھڑ سوار جنوبی روس کے ہر حصہ اور ہر گوشہ میں تاخت و تاراج کرتے پھرے۔ خان اور اوس کا مہمان بیرن دونوں کی آسائش و آرام کے لیئے کوئی خاص یا پُر تکلف انتظام نہ تھا۔ انکی خوراک بھی وہی بھُونا ہوا گوشت جو قیدیوں میں ساتھ ہوتا تھا۔ اور گھوڑیوں کے دودھ کا پنیر وغیرہ تھی جو عام سواروں کی تھی۔ البتہ عیسائی مہمان کو طلائی ظروف میں انگوری شراب بھی ملا کرتی تھی۔ فوج بیس کالموں میں کوچ کرتی تھی۔ خان کوچ اور مقام میں قلب لشکر میں رہتا تھا۔ تاتاریوں اور ترکوں کے علاوہ ناٹو کاسک بھی اوسکی فوج میں شریک تھے۔ یہ کاسک اپنے سردار آگنا کی تحریک پر زار پیٹر اعظم کے وقت روس کی سلطنت سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ اور اسی لیئے اونکا نام روسیوں نے ناٹو (یعنی باغی) رکھدیا تھا۔ انکی مدد سے خان نے [illegible] کاسکوں کو بھی اپنا ہم نوا بنا کر گورڈو کے قلعہ کو روسی کمانڈر کی حکومت سے منحرف کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ قبیلہ لزغی کا سردار بھی خان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ اور اوس نے وعدہ کیا کہ اگر سلطان اور وزیر اعظم اوس کو فلاں فلاں عزت بخشیں اور یہ اطمینان دلاویں کہ جن ممالک سے وہ روسیوں کو بدر کرے وہ بوقت صلح اوسی کے تصرف میں رہنے دیئے جائیں گے تو وہ تیس ہزار آدمیوں سے سلطانی لشکر کی مدد کرے گا۔ ترکوں کی خوش قسمتی سے اگر قرم گیرائی چند برس بلکہ صرف چند مہینے ہی اور زندہ رہتا تو اغلب قیاس ہے کہ لڑائی کا پانسہ بالکل بدل جاتا۔ اوسے ان علاقوں کے نیم وحشی قبائل پر خوب اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ اور بے قاعدہ فوج سے وہ بے نظیر قابلیت سے کام لینے کا سلیقہ رکھتا تھا۔ بیرن ڈی ٹاٹ اوس کے انتظام کی بہت تعریف کرتا ہے۔ دشمن کے برخلاف وہ اپنی فوج کو تاخت و تاراج و قتل و نہب کی نہ صرف کامل آزادی دیدیتا۔ بلکہ اسکا صریح حکم ہوتا کہ بیشک لوٹو کھسوٹو اور مال غنیمت کو قابو رکھو لیکن وائے برحال اوس شخص کے جس نے خان کی اجازت کے بغیر یا اوس کے حکم کے برخلاف کسیکو لوٹا یا بے حرمت کیا! چند نوغائی تاتاریوں نے ایک صلیب کی بے حرمتی کی۔ اون کو اوسی گرجہ کے سامنے جہاں یہ حرکت کیگئی تھی ایک ایک سو دُرّے لگوائے گئے۔ ڈی ٹاٹ اسی طرح کا اور چشم دید واقعہ تحریر کرتا ہے۔ چند سواروں نے بلا حکم اہالی پولینڈ کا ایک مویشی لوٹ لیا۔ خان کے حکم سے اون کو انہیں کے گھوڑوں کی دموں سے بندھوا دیا گیا۔ اور جب تک اونکی جان نہ نکل گئی گھوڑے دوڑائے جاتے رہے۔

افسوس قرم گیرائی اس مہم سے واپس آکر جس میں وہ ۳۵ ہزار بردے قید کر لایا۔ ایک ہی مہینہ کے اندر فوت ہو گیا۔ عام خیال ہے اور یہ بے بنیاد بھی نہیں کہ اُسے ایک یونانی طبیب مسمی سروپلو نے جو والی والیشیا کا ایجنٹ تھا۔ روسیوں سے رشوت لیکر زہر دیدی تھی۔ بیرن ڈی ٹاٹ خان کو اس کمبخت غدار سے پرہیز رہنے کی ہمیشہ نصیحت کیا کرتا تھا مگر منشاء ایزدی یہی تھا

نصیحت کو کچھ اثر نہ کیا۔ اوسکی جگہ باب عالی نے دولت گیرائی کو خان مقرر کیا مگر اوس میں نہ قابلیت تھی۔ نہ ہمت تھی اور جنگ
اور یہی نقص وزیر اعظم اور سلطانی افواج کے دیگر اعلیٰ افسروں میں موجود تھے۔ وریں اثنا ملکہ کیتھرائن اور اوس کی جرنیل حسب
معمول نہایت مستعدی و جنگ کے لیئے تیاریاں کرتے رہے تھے۔ ۶۵ ہزار کی جمعیت کی ایک فوج پرنس الیگزنڈر میکالیوویش گالٹزین
کے زیر کمان صوبہ پوڈولیا میں جمع کیگئی تھی۔ اور اوس کے سپہ سالار کو قصبہ خوتیم کے محاصرہ و فتح سے فارغ ہو کر صوبہ مالڈیویا
پر دہی حملہ کرنیکا حکم دیا گیا تہا۔ دوسری فوج بحیرہ آزاف اور دریائے نیپر کی درمیانی سرحد کی حفاظت اور آزاف و ٹاگنرگ کے
قلعوں کو جو معاہدہ بلغراد کے رو سے منہدم کر دیئے گئے تھے از سر نو تعمیر کرنے کے لیئے جنرل کونٹ پیٹر الیگزنڈر روش رومن زوف کے
ماتحت متعین کیگئی۔ تیسری فوج کو جس کی جمعیت دس اور گیارہ ہزار کے درمیان تھی پولنڈ پر متصرف رہکر پولینڈ کو ٹرکی کی مدد
کرنے سے روکنے رہنے کا حکم دیا گیا۔ ایک چوتھی فوج میجر جنرل میڈم کے زیر کمان مقام زاریٹزن سے کیرباش اور کوبان کی طرف جو بحیرہ
اسود کے مشرقی ساحل پر واقع ہے بڑہی۔ اور پانچویں فوج کو جو جنرل ٹوٹلبین کی ماتحت تھی قفقاس کی طرف بڑہایا گیا۔ کہ
وہ تفلس پر قبضہ کرلے۔ گوریل اور امریشیا کے گرجی (عیسائی) والیان ریاست کے ساتھ ملکر جنہوں نے باب عالی کی اطاعت چھوڑ کر
روس کی تابعداری اختیار کر لی تھی طرابزون اور ارض روم پر حملہ کرے۔ شیوفنٹ ساتھ ہی اٹالی مانٹی نیگرو کو روپیہ ہتھیار
گولی بارود اور افسر بہیج دیئے گئے۔ اور ان بیوفا و غدار کوہستانیوں نے اون ترکی افواج کے ساتھ جو بوسنیا میں مقیم تھیں ہاتھا پائی
شروع کر دی۔

وزیر اعظم قلب لشکر کو لیکر خراماں خراماں ابھی قسطنطنیہ سے ڈینوب کو ہی جا رہے تھے کہ گالٹزن دریائے نیسٹر سے گذر کر
خوتیم پر چڑہ آیا۔ روسیوں کے قریب پہنچنے پر وہاں کے گورنر حسن پاشا نے بزدلی یا غداری سے شہر کو روسیوں کے حوالہ کر دینے کا
عزم کر لیا۔ مگر روسی ابھی شہر کے سامنے پہنچنے نہ پائے تھے کہ فوج نے اس گورنر کو قتل کر دیا۔ اور اوسکی جگہ بہادر تہیان کو
اپنا افسر بنالیا۔ اور جب روسیوں نے حملہ کیا تو سخت شکست کھا کر انہیں پھر نیسٹر کے رستے پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ سلطان نے اس
فتح کی خبر سنتے ہی غازی کا لقب اختیار کر لیا۔ اور وزیر کو جلد کمک لیکر پہنچنے کی تاکید کی۔ مگر اسکی سست رفتاری میں کوئی فرق نہ
پڑا جہاں تک اس روسی لشکر کا تعلق ہے فریڈرک ثانی شاہ پرشیا کا یہ طعن بالکل درست ہی کہ روسی فتح اندھے پر کانے کی ہیجا
کی مشابہ ہے۔ لیکن دوسرے افسروں میں رومن زوف سے آدمی تھے۔ بائر کامنسکی اور بہت سے تجربہ کار ویسے ہی قابل لوگ موجود
تھے۔ کہ اگر خود فریڈرک اعظم کو بھی اون سے مقابلہ کرنا پڑ جاتا تو سپہ سالاری میں یکتائی کا دعویٰ رکھنے کے باوجود اونکو حقیر
دشمن نہ پاتا۔

ترکی وزیر اعظم اوس وقت سلطان کا داماد امین محمد تھا وہ سپہ سالاری کے منصب کے لیئے جیسا کچھ قابل تھا۔ اوس کی
کیفیت ایک جنگی کونسل کی روئیداد سے جسے ترکی مورخ وصف نے مفصل تحریر کیا ہے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ وزیر مذکور شروع
مئی میں مقام اساقچہ میں جو دریائے ڈینوب کے جنوبی ساحل پر ٹلچہ کے مغرب میں واقع ہے پہنچ گیا تھا۔ وہاں اوسنے رسد کے گودام

اور جنگی سٹور مکمل کرنے کے لیئے بیس دن قیام کیا۔ اس کام سے فارغ ہوکر اوس نے اپنے کل جرنیلون کو اپنے سامنے طلب کیا اور ان الفاظ سے انہین مخاطب کیا۔ تمہاری رائے مین مجھے کسطرف فوج لیجانی چاہئیے۔ مجھے لڑائی کا کوئی تجربہ نہین ہے۔ پس یہ فیصلہ کرنا تمہارا ہی کام ہے کہ کسطرف عزم کرنا ہمارے لیئے مناسب اور سلطنت علیہ کی عساکر قاہرہ کے لئے مفید ہے۔ بلا تکلف اپنی رائے ظاہر کیجئے مجھکو اس معاملہ مین آگاہی بخشیئے۔

یہ سنکر تمام جرنیل ششدر رہ گئے اور وہ کچھ عرصہ تک کبھی ایکدوسرے کی طرف اور کبھی وزیر اعظم کی طرف تکتے ہوئے چپ چاپ بیٹھے رہے۔ آخرش شہید عثمان آفندی نے مہر سکوت توڑکر ایک لمبی تقریر شروع کی جسکا مدعا یہ تھا کہ چونکہ غنیم خوزیم کیطرف رخ کریگا۔ جب وزیر نے اوس کا مطلب سمجھ لیا تو اُسکو کہا۔ اب بس کرو۔ ہرایک افسر کو اپنی رائے ظاہر کرنیکے لیئے وقت ملنا چاہئے۔ اسپر چند افسرون نے رائے ظاہر کی کہ عساکر قلعہ اور بندر اپنی حفاظت خود کرسکتے ہین۔ ہمین خوزیم کیطرف بڑھنا چاہئیے۔ بعض نے کہا کہ بہترین تدبیر یہ ہے کہ اول دریاے ڈنیوب کو عبور کیا جائے پھر جدہر مناسب ہو اُسطرف کوچ کیا جائے۔ وزیر نے اسی تجویز کو پسند کیا۔ اور فوج ڈنیوب سے گذر کر مقام خان دیزنک جو دریائے پروتھ پر خوزیم اور جاسی کے درمیان ہے پہنچ گئی۔ اس طرح مین فوج کو قلت رسد اور پسّوون اور مچھرون کی کثرت سے بہت تکلیف پہونچی۔ جسپر وزیر اعظم نے رُخ بدلکر بندر کی طرف بڑہنا شروع کر دیا۔ اور ۹ جون ۱۷۶۹ء کو مقام جاسی پر ڈیرہ مین مقام کیا۔ مگر وہان بھی رسد کی ویسی ہی قلت اور مچھرون اور پسّوون کی کثرت پائی گئی۔ دریںولا گالتسزن نے اپنی فوج کو پھر از سر نو مرتب کرلیا۔ اور آسی پوڈولیا مین بہت بڑی کمک بھی پیچھے سے پہنچ گئی۔ کیتھرائین نے پولش گورنمنٹ سے بھی ٹرکی کے برخلاف جبراً اعلان جنگ کرا دیا تھا۔ جسپر سلطان مصطفےٰ اور شیخ الاسلام نے فتوے صادر کرکے ترکی سپاہ کو پولنڈ پر بھی حملہ کر دینے اور اُسے غنیم کا ملک سمجھنے کا حکمدیدیا۔ دریں اثنا روسیون نے خوزیم پر دوبارا حملہ کرکے تہران سے پھر شکست کھائی۔ اور یہ جوانمرد بذات خود وزیر کو خوشخبری پہنچانے کیلیئے خوزیم سے چل پڑا۔ مگر رستہ مین غداری سے قتل کر دیا گیا۔ روسی پھر تیسری دفعہ خوزیم کے سامنے نمودار ہوئے اور اتنے مین وزیر بھی وہان پہنچگیا۔ اور راوئین اس قرب وجوار مین متعدد خفیف خفیف معرکہ آرائیان ہوئین جن سے واضح ہوگیا کہ پرنس گالتسزن اور صدر اعظم آمین محمد ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہین۔ جب سلطان کے پاس اوس کے دامادکی ناقابلیت کی شکایتین علی التواتر پہنچنے لگ گئین۔ تو آخر انہو اُسے واپس بلالیا اور ۱۲ اگست مین بمقام ایڈریانوپل قتل کر دیا گیا۔ اوسکی جگہ علی مولداوانجی کو جس نے خوزیم کے محولہ بالا معرکون مین کسیقدر لیاقت دکھلائی تھی وزیر اعظم بنا دیا گیا۔

علی شروع مین شاہی محلسرا مین بوستانجی یعنے باغبان تہا۔ اور قزاقون کے چند گروہون کے مقابلہ پر جو شمال یورپ مین صوبجات اور دار الخلافہ کی درمیانی سرکون پر ڈاکہ زنی کرتے رہتے تھے بھیجا گیا تھا ×××××××××××××××××× ×××××××××××××××××× اس مہم مین علی نے چند خانہ بدوش مالڈیوی عورتون کو پکڑ کر انہین اور ان کے بچون کو لونڈیون اور غلامون کیطرح فروخت کر دیا تھا۔ اور اسی سے اوس کا نام علی بندہ انجی (یا مولدوانجی) پڑگیا تھا۔ سپہ سالاری کا

[illegible]

اہتمام لیکر اوس نے روسیون کے مورچہ بند کیمپ پر سختی کا اورانہ حملے کیئے۔ اور پولٹوہ مین داخل ہونے کی بہت کوشش کی۔ مگر آخر اوسے سخت زک اٹھاکر پیچھے ہٹنا پڑا۔ اوس نے روسیون پر کل جمعیت سے حملہ کرنے کیلیئے دریا ئیسٹر پر کشتیون کا پل تیار کیا۔ اور اوس پر سے گذر کر غنیم کے کیمپ پر جو خوزیم کے قریب تھا حملہ کر دیا۔ اتنے مین دریا مین طغیانی آگئی اور پل کسیقدر ڈھیلا ہوگیا۔ اِس سے ترکون کو اندیشہ ہوگیا کہ کہین پل نہ بہ جائے۔ اور اِسطرح اونہین اپنے کیمپ تک پہنچنا نصیب نہ ہو۔ اِس خوف سے کل حملہ آور فوج کیا پیدل وسوار اور کیا توپ خانہ افراتفری سے پیچھے ہٹ آیا۔ پل طوفان سے پہلے ہی کمزور ہوگیا تھا۔ وہ ہزارون آدمیون اور جانورون کے بوجھ کو جو طوفان بے تمیزی کیطرح امڈے آتے تھے سہار نہ سکا۔ اور ہزارون جانین دریا مین غرق ہوگئین وزیر نے فوج کی پسپائی کی محافظت کیلیئے چھ ہزار سپاہ پل کے سرے پر متعین کر دی تھی۔ وہ اب اکیلی رہ گئی۔ اور روسیون نے اپنے کیمپ سے نکلکر اونکو تہ تیغ یا دریا مین دھکیل کر غرقاب کر دیا۔ وزیر بچی کچھی سپاہ کو لیکر ڈنیوب کو ہٹ گیا۔ خوزیم کو اوس کے محب وطن پولنڈی محافظون نے تنہا رہ جانے پر استمبر ۱۷۶۹ء کو خالی کر دیا۔ اور گالتزن کھلے دروازون اوسمین داخل ہوگیا۔ ترکی فوج کمال سراسیمگی سے اوسی پل کے رستہ جس سے اوس نے پہلے عبور کیا تھا ڈنیوب سے گذر کر اسحاقچہ چلی گئی ادہر کیتھرائین نے گالتزن کو واپس بلاکر اوس کی جگہ بہادر رومن زوف کو بھیجا جس نے بمقام گالانز وجاسی ترکی گیریژن کو شکست دیکر کل مالڈیویا پر تصرف کر لیا۔ اور اوس کے دارالخلافہ جاسی مین شاہانہ طمطراق سے داخل ہوکر مالڈیوین امراء سے ملکہ کیتھرائین کی تابعداری کی حلف لی۔

ہمسایہ صوبہ والیشیا مین بھی روسی اقتدار کا جلد غلبہ پا جانا طبعی امر تھا۔ اِس سکھرامی کی خبر سنکر مصطفٰے اور اوس کے مشتعل مزاج و فتنا بکار مشیر شیخ الاسلام نے فتوے صادر کر کے جن مالڈیوی اور والیشیون نے روسیون کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اونکے قتل عام اونکی جائیدادون کی ضبطی اور اونکی زن وبچہ کو غلام بناکر بیچ ڈالنے کا اختیار دیدیا۔ اِس بیوقت سختی اور بیموقع حکم کا جو اثر ایسے وقت ہوسکتا وہ صاف ظاہر ہے۔ اِس سے مالڈیوی اور والیشی روسیون کے اور زیادہ طرفدار اور حامی ہوگئے اور بخارسٹ کو والیشی امراء نے بھی نشان حکومت چند روسی افسر بلاکر اونکو سپرد کر دیئے۔ اور کیتھرائین کی تابعداری کی باضابطہ حلف اٹھاکر بہرہ کی حفاظت کی استدعا اور اظہار وفاداری کیلیئے معززین کا ایک ڈیپوٹیشن سینٹ پیٹرز برگ بھیجدیا۔ خود ترکی مؤرخ وصف بھی اِس فتوے کے صادر کرنے والون پر بڑی سختی سے اعتراض کرتا ہے

اسی مفتی نے جس کا نام پیرزادہ عثمان آفندی تھا۔ احمقانہ تعصب سے بے بس ہوکر سلطان کو سلطنت عثمانیہ کے تمام عیسائیون کو قتل عام کی بھی ترغیب دینی شروع کر دی۔ اِس سے پہلے سلطان سلیم اول اور محمد ثالث کے وقت بھی یہی تجویز پیش ہوئی تھی۔ اب یہ آخری مرتبہ معرض بحث مین آئی مگر دیوان کے دیگر ارکین مین سے کسی نے مفتی کی تائید نہ کی۔ مسلمان رعایا بھی اوسکی ظلم وستم اور سخت گیری سے تنگ آگئی ہوئی تھی۔ چنانچہ محاربے کے سال اول کے اخیر پر معتوب ہوکر جب اِسکی گردن ماردیگئی تو عیسائی مسلمان سب نے یکسان خوشی اطمینان کا اظہار کیا۔

روسی بیڑہ بحیرہ روم میں حسن الجزائری کے کارنامے - محاربہ و ایشیا

ٹرینس کاکیشیا (آنہ دیے کوہ قاف) اور آرمینیا میں روسی جرنیلوں ٹوڈن میں اور میڈم کو مسلسل کامیابی حاصل ہوئی - اور علاقجات مذکورہ کے تقریباً تمام باشندوں نے جو زیادہ تر مسیح المذہب تھے - زارینہ کی تابعداری اور وفاداری کی حلف اٹھائی مگر کیتھرائن کی ان فتوحات سے کب تسلی ہوتی تھی - اوس نے بہت دور کی ٹھان رکھی تھی - اور ٹرکی پر خود اوسی کی عیسائی رعایا کے ذریعہ سے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اوس کا دیگر حصص میں بہت کچھ نتیجہ پایا کیا عزم بالجزم کر لیا ہوا تہا - نہ اور پیٹر اور مارشل میونک کی سیہ تجویز کہ یونانیوں کو ترکوں کی برخلاف کھڑا کیا جائے سینٹ پیٹرز برگ کے رجال حکومت کو کبھی فراموش نہیں ہوئی تھی - اوسکو کیتھرائن نے اپنے بڑے جوش و خروش سے پہر تازہ کیا -

معمر مارشل میونک جو قیصرہ ایلزبتھ کے عہد میں سائبیریا کو جلاوطن کر دیا گیا تھا - کیتھرائن کے دربار میں موجود تہا اور وہ زارینہ کو ہر وقت تجویز مذکور کی تکمیل کی جو ”مشرقی منصوبہ“ کے نام سے مشہور تھی ترغیب دلاتا رہتا تھا - بیان کیا جاتا ہے کہ قیصرہ نے موریا اور یوروپین ٹرکی کے دیگر صوبجات میں متعدد جاسوس اور ایجنٹ بھیج دیے ہوئے تھے - جن کے اغوا اور طبعی کورنمکی سے یونانی ترکوں کے برخلاف بغاوت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے - یہ کیفیت دیکھکر قیصرہ اور اوس کے منظور نظر یعنے خاندان اورلاف کے افراد نے فیصلہ کر لیا کہ جب تک روسی فوج خشکی کے راستہ سے ڈینیوب سے یونان تک پہونچے - اوس وقت تک انتظار کرنا فضول ہے بلکہ بیڑہ جہازات پر کچھ فوج بحیرہ روم کو بھیج دی جائے تاکہ وہ یہاں اوس وقت جب کہ ڈینیوب - کریمیا اور بالائی ایشیا میں ٹرکی پر حملہ ہو رہا ہے - اوس کے عین قلب و مرکز پر بھی حملہ کر دے - علی بک والی مصر کی سرکشی سے بھی اس مہم کے لیے بہت بڑی ترغیب ملی تھی -

مشیران زارینہ کا خیال تہا کہ ایک ہی موسم گرما میں یونان - شام اور مصر ٹرکی سے چھین لیے جائیں گے - بلکہ آبنائے ڈارڈینیلز جس کی قلعہ بندی کچھ ایسی ویسی ہی تھی - اور بحیرہ مارمورا سے اچانک گذر کر اگر قسطنطنیہ پر بھی حملہ کر دیا جائے تو شاید اوس میں بھی کامیاب ہو جائے -

انگلستان اوس وقت روس کا یار غار تھا چنانچہ پہلے تو یہ تجویز کیگئی کہ بالٹک سے بیڑہ جہازات انگلستان کو بھیجدیا جائے تاکہ اوس کے لیئے ملاح - افسر بلکہ امیر البحر بھی وہیں سے لیے جائیں - اور جب سب طرح سے تیار ہو جائے تو سپتھ ہیڈ سے بحیرہ روم کو جائے - مگر بعد میں یہ تجویز قرار پائی کہ جہازات بالٹک سے اسی سلاح سے لیس کر کے بھیجے جائیں ملاح وغیرہ انگلستان سے وہیں بلا لیئے جائیں - گورنمنٹ فرانس کو کسیطرح سے اس منصوبہ کی خبر لگ گئی - اور اوس نے اپنے سفیر کی معرفت دیوان کو اسی طرح سے مطلع کر دیا کہ جس سے یونانیوں پر کوئی حرف نہ آئے - اور ترک اونکی ایذا رسانی کے درپے نہ ہو جائیں - مگر ترکوں کی جہالت اوس وقت عروج پر پہونچی ہوئی تھی - فرانسیسی سفیر کی زبان سے روسی منشاء کی خبر سنکر بھی

وزراء نے جلسے زور سے تھپتھی لگا کر ازراہ تمسخر کہا ہو مگر یہ تو بتاؤ کہ جہاز سینٹ پیٹرز برگ سے قسطنطنیہ کسطرح پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب اوس وقت بھی انگلستان یا فرانس کا ایک صغیر سن طالب علم بآسانی دے سکتا تھا۔ وائے برحال اُس سلطنت کو جس کے وزیر تک ایسے نالائق وجاہل تھے!!!

مغربی یورپ کے اکثر طبقون کے سرون میں اوس زمانہ میں یونانیون کی ہمدردی کا جنون پیدا ہو گیا تھا۔ اور انکا سرغنہ فرانس کا مشہور دہریہ فلاسفر اور ادیب والٹیئر[1] تھا جس نے فریڈرک اعظم اور کیتھرائن کو اونکی حمایت۔ ٹرکی کی تقسیم اور یونانیون کو آزادی دلانے پر ابھارنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ جہان تک ترکون کا تعلق ہے۔ اس شخص کو اشہار ہوین صدی کا گلیڈسٹون[2] لکھنا غلط نہیں۔ مگر فریڈرک اوس کے بہکانے مین نہ آیا۔ اوس نے بعینہ وہی جواب دیا جو بائیس برس پہلے مفسدہ بلغاریا کے وقت موجودہ صدی کو بنظیر جرمن مدبر اور بانی اتحاد ریاستہائے جرمنی و سلطنت جرمن یعنی پرنس بسمارک[3] نے دیا تھا یعنی آخر الذکر نے کہا تھا کہ مین کل بلغاریون کی آزادی کے لیے جرمنی کو صوبہ پامیرینیا کے ایک سپاہی کو بھی معرض خطر مین نہین ڈالنا چاہتا۔ اسیطرح فریڈرک[4] نے کہا تھا کہ وہ یونان کے مشہور بندرگاہ پائریس پر قصبہ ڈانشک[4] کو ہزار گونہ ترجیح دیتا ہے مگر قیصرہ اِن ترغیبون سے پہلے ہی کچھ کم نہ تھی۔ لہٰذا اوسے اور مصالحہ لگ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یونان کی فتح کا خیال

[1] فرانکو اس میری آروئٹ والٹیئر فرنچ مورخ۔ شاعر اور ڈراما نویس۔ یہ مذہباً دہریہ تھا۔ چنانچہ اوس کی ایک فلسفیانہ تصنیف شاہی حکم سے جلا دیگئی تھی۔ ہجو مین تو وہ اسے دو قدم آگے بڑھا ہوا تھا۔ اور اوس کی طفیل دو دفعہ شاہی جیل مین ایک دفعہ ایک برس اور دوسری دفعہ چھ مہینون کے لیے اوائل عمر مین مقید رہا۔ آخر ۱۷۲۶ء مین شاہ فرانس سپر مہربان ہو گیا۔ اور وہ شاہی مورخ مقرر کیا گیا۔ اس کی کل تصنیفات ستر جلدون مین ہین۔ اوس نے لوئی چہاردہم۔ شاہ چارلس دوازدہم والی سویڈن اور زار پیٹر کی تاریخین بھی لکھی ہین۔ فریڈرک کے ساتھ اس کا جو راہ و رابطہ تھا اور نیز اس کے چلن کی کیفیت پہلے متعدد حاشیون مین بیان ہو چکی ہے۔ ۱۶۹۴ء مین بمقام پیرس پیدا ہوا۔ اور وہین ۱۷۷۸ء مین فوت ہوا۔

[2] یہ کیفیت آخر ۱۹ مئی ۱۸۹۸ء کو اس جہان سے چلدیا۔ اس کی مرض موت کی کیفیت اور مختصر سوانح عمری کا بیان صحیح کر دیا جانا شاید نامناسب نہ ہوگا۔ جو حسب ذیل ہین۔

× × × × × × وہ کئی مہینون کی عذاب اور تکلیف کے بعد ۱۹ مئی کو پانچ بجے صبح کے وقت اپنے مسکن ہوارڈن واقعہ ویلز مین اس جہان سے چلدیا۔ مرنے سے کچھ عرصہ پہلے غشی اور بیہوشی نے درد اور تکلیف کی مصیبت کو غیر محسوس بنا دیا تھا۔ انگلستان کے ڈاکٹرون نے مرض کی تشریح نہین کی۔ کوئی لکھتا ہے کہ چند برس ہوئے بازار مین سے گذرتے وقت کسی لڑکے نے اونکی آنکھ پر جو انگور کا دانا مارا تھا اوس کا زخم بالکل مندمل نہ ہوا تھا۔ اور اب پھر تازہ ہو گیا تھا۔ بعض کا بیان ہے کہ تالو مین ناسور ہو گیا تھا۔ لیکن ہم چند سطرین نیچے اس کی اصل حقیقت لکھ چکے ہین۔ کہ تالو کی ہڈی بوسیدہ ہو کر گر گئی تھی۔ کل قوم نے متوفی کی وفات کو عظیم قومی واقعہ تصور کیا ہے نہ جو۔ جلالت مآب قیصرۂ ہند نے خاص قاصد کے ذریعہ تعزیت نامہ ارسال کیا۔ شہزادی ویلز صاحبہ نے (باقی دوسرے صفحہ پر)

حاشیہ نمبر ۳ و ۴ کے لیے دیکھو صفحات آئندہ +

ابتدا اٹھ وینس کے ایک امیر نے کونٹ ایکس اور لاٹ کو دل میں ڈالا تھا۔ اور کونٹ مذکور نے ۱۸۱۷ء میں بمقام بیسا (واقع اٹلی) موریا اور رومیلیا کے عیسائیوں سے باضابطہ معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے اوس نے اون کو سامان حرب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۷) - اُسے مرنے سے پہلے تار دیا کہ وہ ہر وقت اوس کے لیے دعا کرتی رہتی ہیں پارلیمنٹ نے سرکاری جلوس سے جنازہ اُٹھائے جانے کا فیصلہ کیا - اور تمام اخبارات ماتمی لباس میں شائع ہوئے لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اس وفات سے ملک اور قوم کی اغراض و بہبود کو کوئی ایسا صدمہ یا نقصان نہیں پہنچا۔ ہاں اس خیال سے کہ یہ پیر مرد بزعم خود اپنے ملک کی سالہا سال دراز تک نہایت اہم خدمت کرتا رہا۔ قوم کا یہ عام ماتم اور اظہار رنج و افسوس بیجا نہیں۔

مسٹر گلیڈسٹون کو اس زمانہ کا اعلے درجہ کا مدبر۔ ماہر معاملات مال۔ ادیب و محرر۔ انشا پرداز اور فصیح و بلیغ مقرر اور بنی نوع انسان کا سچا ہمدرد بتایا گیا ہے۔ مگر ان تمام تعریفی خطابوں میں صرف ایک اون پر درست آتا ہے۔ وہ بولنے والا غضب کا تھا۔ اور اوس کے پاس ایسا جادو تھا جس سے سب کو مسخر کر لیتا تھا۔ مقرر کے لیے جو اوصاف اور لوازمات درکار ہیں وہ سب اوس میں موجود تھے۔ آواز بلند گونجدار اور سریلی۔ الفاظ موزون اور شاندار فقرات کی ترکیب نہایت برجستہ اور روانی ایسی تھی کہ گویا سیلاب اُمڈا چلا آتا ہے۔ کوئی فرد بشر نہیں تھا جو اون کی تقریر کو سن کر اوس وقت مبہوت و حیران نہ ہو جائے۔ لیکن بعد میں جب غور کرو تو مطلب بغیر تحقیق خود سننے اور گول مول پایا جاتا تھا۔ لارڈ میکالی نے اون کے پہلے پولیٹیکل رسالہ پر جس میں مذہب اور حکومت کا تعلق ظاہر کیا گیا تھا۔ سنہ ۱۸۳۹ء میں ریویو کرتے ہوئے یہی رائے ظاہر کی تھی جو آخری وقت تک درست ثابت ہوتی ہے۔ سنہ ۱۸۵۳ء میں متوفی نے بحیثیت وزیر خزانہ پہلی مرتبہ دار العوام میں بجٹ پیش کرتے وقت پانچ گھنٹے مسلسل تقریر کی جس کو سن کر دوست دشمن سب نے اوس وقت یہی رائے ظاہر کی کہ ایسا قابل شخص کوئی نہیں گذرا۔ مگر ایک سال نہ گذرنے پایا کہ عام رائے نے اُسے نا قابل ترین وزیر مال ظاہر کیا۔ سنہ ۱۸۶۰ء میں فرانس کے تجارتی معاہدہ پر جب اوس نے تقریر کی تو سامعین کا یہی اعتقاد تھا۔ ہر کہ و مہ کی زبان پر یہی الفاظ جاری تھے کہ فی زمانہ وہ انگلستان کا لاثانی مدبر ہے۔ مگر تین مہینوں کے عرصہ میں ہی اوسکی تجویز کو سخت خطرناک قرار دیا جا کر مسترد کر دیا گیا۔

تدبر کی یہ کیفیت تھی کہ سلطنت انگلشیہ کو خارجی معاملات میں جس قدر اوس کے زمانہ اختیار میں نقصان پہنچا۔ اور کسی وزیر کے وقت میں ویسا نہیں ہوا۔ پہلی مرتبہ جب یہ وزیر اعظم ہوئے تو روس نے معاہدہ پیرس کی صریح خلاف ورزی کر کے بحیرہ اسود میں جنگی بیڑہ تیار کر لیا اور خیوا اور سمرقند کو فتح کر لیا۔ مگر انگلشیہ گورنمنٹ نے کوئی مناسب مزاحمت نہ کی۔ اون کی دوسری دفعہ کی وزارت کے دوران میں پہلا نقصان یہ پہنچا کہ افغانستان کی لڑائی پر جو کروڑہا روپیہ اور ہزارہا جانیں ضائع ہوئیں اون کا کوئی فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ بلکہ قندہار سے ایسی بری طرح پیچھے ہٹے کہ روس کو وسط ایشیا میں پیشقدمی کرنے کے لیے کھلا میدان دیدیا گیا۔ دوسرے ٹرانسوال کو مجوبہ پہاڑی کی شکست سے ڈر کر ایک طرح پوری آزادی دیدی جس کا اب خمیازہ اٹھایا جا رہا ہے۔ گارڈن بھی اسی زمانہ میں مہدیوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے اور سوڈان کے علاقہ کا قبضہ چھوڑ دیا گیا۔ ایک رفیق سلطنت کو شہر سکندریہ پر بھی انہی دنوں (۱۸۸۲ء) گولہ باری کی گئی نتیجہ یہ پر روسیوں نے ہماری ایک اور رفیق سلطنت (افغانستان) کے کئی سو آدمی بھون ڈالے۔ مگر درگذر کر دی گئی۔ بالآخر لارڈ بیکنسفیلڈ نے معاہدہ روم و روس کے بعد روس کی پیشقدمی کو (باقی دوسرے صفحہ پر)۔

بہم پہنچانے کا اور اونہوں نے روسی بیڑہ کے یونانی سواحل پر پہنچتے ہی بغاوت کر دینے کا اقرار کیا تھا۔ اس مہم کو لیئے کر آٹرانٹ۔ آرکینجل اور ریول میں بیڑے تیار کیئے گئے۔ انگلستان نے روس کی اس کارروائی کو پسند ہی نہ کیا بلکہ ہسپانیہ اور

(بقیہ صفحہ ۱۵۸)۔ روکنے کے لیئے جو قدرے تفصیل انتظام کیا تھا۔ جو بالکل درہم برہم کر دیا گیا۔ تیسری وزارت (۱۸۸۶ء) میں صرف چند مہینے رہی۔ اور چوتھی وزارت (۱۸۹۲ء تا ۱۸۹۴ء) میں زیادہ تر آئرش مسئلہ کے سلجھانے میں مصروف رہے جس میں ایسی ارک اٹھائی کہ مدبری کے ساتھ اپنی پارٹی (لبرل) کا بھی ستیاناس کر دیا۔ مسٹر موصوف کی اعلیٰ ذہانت کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی متفق علیہ امر ہے کہ جن معاملات اور تجویزوں میں اُسے کامیابی ہوئی وہ دوسروں کے دماغ کے خیال تھے۔ جن سے اُنہوں نے استفادہ کیا تھا۔ اوسکی بڑی مثالیں اجارات کو محصول کی منسوخی اور آئرش کلیسیا کی انگریزی کلیسیا سے علیحدگی ہے۔ اور جو تجاویز خود اوس کے اپنے دماغ سے نکلتی تھیں۔ اون میں اوس کو کبھی کامیابی نہ ہوئی۔ مثلاً آئرش ہوم رول (آئرلینڈ کی خودمختارانہ حکومت کا مسودۂ قانون) جو اوس نے ۱۸۸۶ء اور ۱۸۹۳ء میں دو مرتبہ پیش کیا۔ اور آئرش یونیورسٹی بل جو ۱۸۷۳ء میں پیش کیا گیا۔ اسی امر کی بین شہادتیں ہیں۔ اسی ذہانت نے ہی جس نے اوسے اعلیٰ علیین تک پہنچایا اوس کو درحقیقت کام کا آدمی نہیں رہنے دیا ہوا تھا۔ وہ اس کو دوسروں کو دھوکہ میں نہیں ڈالدیتا تھا بلکہ خود بھی دھوکہ میں پڑ جاتا تھا۔ اس ذہانت نے اوس کے ضمیر کو موم کی ناک بنا رکھا تھا۔ جو بات دل میں آگئی ہے خواہ کانشنس اُسے ناپسند ہی کیوں نہ کرے ذہن کی رسائی اوسکی حمایت میں اسقدر دلیلیں لاکر کھڑی کر دیتی تھی کہ وہ بیچارہ خود فریب میں آجاتا تھا۔

اس کے طرفدار بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ اوس نے اپنے ہاتھوں سے سینکڑوں کو لارڈ اور ڈیوک بنایا مگر خود وہی عامی آدمی یعنی سیدھا سادہ مسٹر رہا جس سے اوسکی طبیعت طینت کی سادگی اور مسکنت پوری پوری ظاہر ہو رہی ہے یہ اوسکی غلط فہمی ہے۔ مسٹر ممدوح بھی اپنی نسبت یہی خیال رکھتے تھے لیکن اس سادگی میں ایسا انتہا درجہ خود نمائی نہاں تھی کہ کوئی فخر اور عزت اوس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اور اس مسٹر کے لفظ میں ہی جادو تھا جو مرتے دم تک انگلستان اور سکاٹلینڈ کی عام پبلک کو متوالی کا گرویدہ بنائے رہا۔ ورنہ جس قدر غلطیاں امور سلطنت میں اُس شخص سے سرزد ہوئی ہیں۔ اگر کسی اور سے اون کا عشر عشیر بھی ظہور میں آتا تو قوم اوس کے نام پر تبرے بھیجتی۔

ولیم ایوارٹ گلاڈسٹون بنی نوع انسان کے ہمدرد تو تھے مگر صرف ترکوں کو ایذا پہنچانے کے لیئے یہودیوں پر روس اور آسٹریا وغیرہ وغیرہ میں جو کچھ ظلم و ستم ہو رہے ہیں کل دنیا کو معلوم ہیں مگر مسٹر گلاڈسٹون نے اس معاملہ پر کبھی ایک سطر نہ لکھی۔ بلجیم کی افریقن ریاست کانگو میں دیسیوں پر جو مظالم ناگفتنی ہو رہے ہیں۔ اون کو سن کر روح لرز جاتی ہے لیکن مسٹر گلاڈسٹون کے کان پر کبھی جوں تک نہ چلی۔ حال میں ہی کیوبا میں ہسپانیہ والوں نے جو کچھ سختیاں عاجز و بیکس عورتوں اور بچوں پر کی ہیں وہ بچہ بچہ کو معلوم ہیں۔ لیکن اوسکی حمایت میں کبھی ایک لفظ اس رحم کے پتلے کے منہ سے نہ نکلا۔ اصل راز یہ ہے کہ مذہبی تعصب نے اسے حق و باطل میں تمیز کرنے کے قابل نہیں رہنے دیا تھا۔ اس بارہ میں وہ زمانہ وسطی کے کٹر رومن کیتھولک پادریوں کا سچا نمونہ تھا۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود ذہانت کے ساتھ ہی خداوند کریم نے اُسے جسمانی چستی بھی اور ہمت و مستعدی کی وافر مقدار عطا کر رکھی تھی۔ سرکاری کاموں سے فارغ ہو کر اس کا باقی وقت باغ کے درختوں کو درست کرنے فضول جھاڑی بوٹیوں کو کاٹنے بائبل پڑھنے اور لکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ یونان کے قدیم رزمیہ شاعر ہومر کا دلدادہ اور اپنے مذہب والوں کے تعصبات پر پختہ اعتقاد رکھتا تھا۔ عیسوی مذہب اور سائنس کے مقابلہ پر ۱۸۸۶ء میں اوس میں اور پروفیسر ہکسلی میں ہنگامہ خیز مباحثہ ہوا (باقی دوسرے صفحہ پر)۔

فرانس کی گورنمنٹوں کو مطلع کر دیا کہ اگر روسی بیڑہ کو بحیرہ روم میں داخل ہونے سے روکنے کی کوئی کوشش کی گئی تو انگلستان اسکو مخالفانہ فعل تصور کرے گا۔ برعکس اس کے دور اندیش شوآسل نے اپنے بادشاہ لوئی پانزدہم کو بہت سمجھایا کہ ہمیں روس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۹) جس میں پروفیسر نے مسٹر گلیڈسٹون کے مذہبی توہمات کی خوب پرخچے اڑائے تھے۔ سب سے بڑی خوبی اوس میں یہی تھی کہ اوس کا چال چلن بالکل بے لوث اور پاکیزہ رہا۔ اور خوش قسمتی سے بیوی بھی فرمانبردار، خلیق، متواضع اور متحمل ملگئی۔

متوفی سنہ ۱۸۹۴ء میں پولیٹیکل لائف سے بالکل الگ ہو گیا تھا مگر مذہبی تعصب نے آرمینیوں کی حمایت کی شکل میں نمودار ہو کر اوسے صاحب فراش ہوجانے کے وقت تک چین نہ لینے دیا۔ سلطنت کو خارجیہ معاملات اور مشاہدہ کر اوس کے برسرکار ہونے کے زمانوں میں ترکی کا ملک بیکاری کے دنوں میں بھی اوس سے سخت نقصان پہنچتا رہا۔ اگر متوفی عوام کو بلغاری مفروضہ مظالم کا شور برپا کر کے ترکوں کا مخالف بنا دینے سے لارڈ بیکنسفیلڈ کو مذبذب پالیسی اختیار کرنے پر مجبور نہ کر دیتا۔ تو اول تو سنہ ۱۸۷۷ء کا محاربہ روم و روس اور پھر اس غلطی کی پاداش میں سنہ ۱۸۷۸ء کا محاربہ افغانستان ہی وقوع میں نہ آتا۔ اور لاکھا بندگان خدا کی جانیں ضائع اور کتنے ملک تباہ و برباد نہ ہوتے۔ اور اگر روس پھر بھی فوج کشی کی جرأت کر دیتا تو انگلستان اپنی رفیق سلطنت کو ساتھ ملکر اوسے ایسا سبق دیتا کہ آج ہم اوس کی چالوں سے بالکل بے فکر ہوتے۔ اسی شورش میں ملک کو اس نادان دوست نے جو کچھ حصہ لیا۔ وہ بھی کل کی بات ہے۔ توضیح کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی اوسی کے کانٹے بوئے ہوئے تھے کہ موجودہ وزارت کو بھی مجبوراً اوسی غلط پالیسی پر چلنا پڑا۔ لیکن اوس کے مرجانے سے لارڈ سالسبری کو بیشک اگر وہ سابقہ غلطیوں کی اصلاح کرنا چاہیں تو بہت کچھ آسانی ہو گئی۔ اور شاید اسی لیے اس نازک موقعہ پر جب کہ ہماری گورنمنٹ کو ایک مخلص و ہمدرد رفیق کی سخت احتیاج ہے۔ خداوند کریم نے مسٹر گلیڈسٹون کو اس جہان سے اٹھا لیا ہے۔

ایک انگلو انڈین اخبار ایک مسلمان کی زبانی لکھتا ہے کہ پے در پے دو گلیڈسٹون کا مرجانا ملک کے لیے اچھا نہیں ہوا۔ دوسرا گلیڈسٹون وہ سرسید مرحوم کو قرار دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ مسلمان ذرا غور کرنے کی تکلیف گوارا کرتا تو اوسے معلوم ہو جاتا کہ سرسید ایسے حامی قوم و ملت اور اسلام کے جان نثار خادم سے بعد گلیڈسٹون ایسے متعصب شخص اور اسلام کے جانی دشمن کا دنیا میں چھوڑ رہنا اسلام کے لیے بہتر نہ تھا اور اسلام اور انگلستان کے اغراض کی یگانگت اور موافقت پہلے کالموں میں ظاہر کیا جا چکی ہے۔

متوفی ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۰۹ء کو پیدا ہوا تہا۔ ایٹن اور کرائسٹ چرچ آکسفورڈ میں تعلیم پائی۔ اوس کا باپ سر جان گلیڈسٹون لورپول میں تاجر غلہ تہا۔ چوتھا بیٹا تھا۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں وہ پہلی مرتبہ پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔ اوس وقت وہ ٹوری یعنی کنسرویٹو تھا۔ لبرل پارٹی میں ۵۶ برس کی عمر میں سنہ ۱۸۶۵ء میں شریک ہوا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اوس کا لیڈر بن گیا۔ سنہ ۱۸۳۹ء میں سر سٹیفن گلینین کی بیٹی سے شادی کی۔ ہوارڈن کیسل اس کی بیوی کی ملکیت تہا۔ جو شادی کے بعد مسٹر ممدوح کا ملک ہوگیا۔ متوفی کی کوئی پرنانی یا پردادی ہنری سوم شاہ انگلستان کی نسل سے تھی۔ اون کی بیوی کا خاندان بھی نہایت قدیم اور معزز ہے۔ بیوہ کے علاوہ صاحب موصوف چار بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑ گئے ہیں (از اخبار وکیل مورخہ ۳۰ مئی سنہ ۱۸۹۸ء)۔

حاشیہ نمبر ۲ متعلقہ صفحہ ۱۵۷ ۔ یہ نامور مدبر بھی اس سال فوت ہو گیا ہے۔ جس کے (باقی دوسرے صفحہ پر)

بیڑہ کو ضرور غرق کر دینا چاہیے۔ با ایں ہمہ یورپ کی نگاہ میں ہماری عزت صرف اسی طرح سے بحال ہو سکتی ہے۔ مگر حرم ایکبار کی سیدھا کاریوں نے شاہ مذکور کو بزدل بھی بنا دیا تھا۔ انہیں اپنے فرزند وزیر کی رائے پر چلنے کی جرأت نہ پڑی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۰) مختصر حالات اس موقعہ پر درج کر دیئے جاتے ہیں:-

جرمنی کا پیشہور مدبر ۳۰ جولائی ۱۸۹۸ء کی آدھی رات کو فوت ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ۱۸۹۸ء اختتام صدی پر ہنگام کہن سال شخص نے آدمیوں کی صفائی کرنے کا بیڑہ اٹھا کر آیا ہے۔ گلیڈسٹون تو فقط انگلستان کا بڑا مدبر گنا جاتا تھا۔ مگر متوفی نہیں اپنے ملک کا ہی نہیں بلکہ یورپ بھر میں علامہ زمان مانا جاتا تھا۔ وہ بڑی ہمت و کوشش عقل و فراست استقلال پختگی عزم اور تندی سے بھی اسے اپنے ارادوں اور مقاصد میں کامل کامیابی ہوئی۔ ویسی اس صدی کی کسی اور مدبر کو حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے ارادوں کی کامیابی میں کسی اخلاقی تمدنی یا پولیٹیکل رکاوٹ کو حائل نہیں رہنے دیتا تھا۔ اور جہاں اور سب تدبیریں بیکار ثابت ہوں تو وہاں تلوار سے کام لینے سے مطلقاً نہیں جھجکتا تھا۔ یہ اسی سال پیدا ہوا تھا جس سال پر تیاک کے جانی دشمن نپولین اعظم کو میدان واٹرلو میں شکست فاش و نیچی نہی۔ مگر اس فتح سے بھی جرمنی کی مختلف ریاستوں کا جن میں پرشیا سب سے سربرآوردہ تھی پراگندہ شیرازہ جمع نہ ہو سکا تھا۔ اور ان باہمی نفاق سے ہر ایک بدستور کمزور رہی۔

بسمارک اس ابتے ہونے پر پالٹیکس کے میدان میں قدم رکھتے ہی اس نفاق کو دور کرنے کا عزم کر لیا۔ اور جب ۱۸۹۰ء میں عہدہ صدارت سے مستعفی ہوا۔ تو وہ عرصہ کا اس کام کو مکمل کر چکا ہوا تھا۔ وہ یکم اپریل ۱۸۱۵ء کو پیدا ہوا تھا۔ اور یونیورسٹی تعلیم سے فارغ ہو کر چند سال فوجی ملازمت کی ۱۸۴۷ء میں سیکسنی اور پرشیا کے پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔ اس وقت اوس کے خیالات لبرل تھے مگر چند مہینوں میں ہی اوسکی رائے بالکل بدل گئی۔ اور وہ تاج و تخت کا پکا خیر خواہ اور سخت کنسرویٹو بن گیا جس سے تمام پبلک اس سے رنجیدہ خاطر ہو گئی۔ مگر اوس نے اوس کی کچھ پروا نہ کی۔ اور ۱۸۷۰ء کی فتح فرانس ہی ایسے ملک کے دلوں سے خود بخود پبلک کی رنجش دور ہو گئی۔ اور وہ اوس کے عاشق شیدا ہو گئے ۱۸۴۸ء میں یورپ کے اکثر شہروں میں آزادی پسند لوگوں نے بادشاہوں کی مطلق العنانی سے آزاد ہونے کیلئے بلوے اور فساد کئے تھے۔ بسمارک نے ان لوگوں کے برخلاف نہایت سختی سے کام لینے کا مشورہ دیا جس سے شاہ پرشیا کی نگاہوں میں اوسکی بہت وقعت ہو گئی ۱۸۵۹ء میں وہ سینٹ پیٹرزبرگ میں سفیر مقرر ہوا۔ اور ۱۸۶۲ء میں وہاں سے پیرس تبدیل کیا گیا۔ مگر اوسی سال بماہ اکتوبر واپس بلایا جا کر پرشیا کا وزیر خارجہ بنا دیا گیا۔ اور اوس وقت سے اوس نے ہمسایہ سلطنتوں اور ریاستوں کو کمزور اور ذلیل کرنے کی کارروائی شروع کر دی۔ وزارت کا چارج لیتے ہی پارلیمنٹ میں جو اوس نے تقریر کی اوس کا ایک فقرہ ہمیشہ کے لیے ضرب المثل ہو گیا ہے۔ وہ فقرہ یہ ہے "بڑے بڑے مسئلے تقریروں اور کثرت آرا سے منفصل نہیں ہوا کرتے بلکہ فولاد و خون سے"

۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۱ء تک اوس نے آسٹریا کو ذلیل کیا۔ فرنچ سلطنت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ اور متحدہ جرمنی سلطنت قایم اور ڈنمارک اور فرانس کے کئی صوبے چھین کر یورپ کے نقشہ کو بدل دیا۔ جرمنی کی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو (باقی دوسرے صفحہ پر)

روسی بیڑہ جس میں بارہ کلاں جنگی جہاز۔ بارہ فریگیٹ اور بیست سو بار برداری کے جہازات تھے اور انپر کئی ہزار فوج سوار تھی ۱۷۶۹ء کے موسم گرما کی اخیر میں کرانشٹاٹ کی بندر سے بحیرہ روم کی طرف روانہ ہوا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۱ - فتح کرکے پرشیا کی حدود کو بہت بڑہا دیا اور جرمنی کو جو یورپ کی کمزور ترین سلطنت تھی قوی ترین سلطنت بنا دیا۔ ۱۸۶۴ء میں اوس نے ڈنمارک پر چڑہائی کرکے اوس سے دو صوبے چھین لیے۔ اور ۱۸۶۶ء میں آسٹریا پر حملہ کرکے سات ہفتوں ہی میں اوس کا قافیہ تنگ کردیا۔ اور اوس نے بسمارک کی من مانی شرائط قبول کرکے صلح کرلی۔ اس صلح کے رو سے آسٹریا جرمن ریاستوں کے اتحاد سے علیحدہ کردیا گیا اور کئی چھوٹی چھوٹی جرمنی ریاستیں پرشیا سے ملحق کرلی گئیں۔ اور ہر شمالی جرمنی کی ریاستوں سے جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کرکے اون سب کی افواج کا سپہ سالار جنگ کے وقت شاہ پرشیا کو بنا دیا۔ شاہ پرشیا نے ۱۸۶۵ء میں اوسے کونٹ کا خطاب دیا۔ اور ۱۸۷۱ء میں فرانس کی فتح پر اوسے پرنس کا خطاب عطا کیا گیا۔ ۱۸۷۸ء میں معاہدہ سان سٹیفانو کی ترمیم اور منظوری کے لیے برلن میں دول یورپ کی جو کانگرس ہوئی تھی اوس کا پریسیڈنٹ بسمارک کو بنایا گیا تھا۔ اور ۱۸۸۴ء و ۱۸۸۵ء میں افریقہ کے معاملات کے متعلق جو کانفرنسیں دول یورپ کی ہوئی تہیں ان میں بھی وہی صدر انجمن تھا۔

پرنس مرحوم روس کو فرانس سے کچھ کم دشمن نہ سمجھتا تھا۔ مگر چونکہ جنگ فرانس میں روس خاموش رہا تہا اوس کے شکریہ میں محاربہ روس و روم میں اوس نے روس کو ڈپلومیٹک امداد بغیر فوجی مدد دینا مناسب خیال کیا۔ مگر جب دیکھا کہ روس کی امنگیں اب حد اعتدال سے بڑہتی جاتی ہیں تو اوس نے قیام امن کے لیے آسٹریا اور بعد ازاں اٹلی سے اتحاد کرلیا۔ جب تک قیصر ولیم اول زندہ رہا۔ اوس نے پرنس بسمارک کے مشورہ سے کبھی انحراف نہ کیا۔ مگر ۱۸۸۸ء میں جب قیصر حال ولیم ثانی اپنے باپ کی جگہ جو چند مہینوں کی سلطنت کرکے فوت ہوگیا تہا تخت نشین ہوا تو نوجوان قیصر سے عمر مدبر کی جو حکومت کرنے اور اپنی ہر بات کو منوا لینے کا عادی ہوگیا تہا نہ بنی۔ اور وہ ۱۸۹۰ء میں صدارت عظمیٰ سے مستعفی ہوگیا۔ مستعفی ہونے سے بعد چند برسوں تک قیصر سے اوس کا معاملہ بگڑا رہا۔ مگر ۱۸۹۴ء میں بسمارک کے سخت بیمار ہوکر شفایاب ہوجانے پر دونوں میں صفائی ہوگئی۔ اور گو پرنس بدستور خانہ نشین رہا لیکن قیصر اہم معاملات میں اوس سے مشورہ کرلیا کرتا۔ پرنس بسمارک کیتھولکوں اور سوشلسٹوں کا بڑا مخالف تہا۔ چنانچہ جنگ فرانس سے پہلے اوس نے کئی رومن کیتھولکوں کو قید اور ان کے مشنوں کو ملک سے خارج کردیا تہا۔ جرمنی کو دور دراز ممالک میں نو آبادیاں قائم کرنے اور اپنی تجارت کو وسیع کرنے کا چسکا بھی پرنس بسمارک نے ہی ڈالا تھا۔

انگریزوں کا بیان ہے کہ انہیں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ مگر غالباً کل دنیا اس کے برعکس مشاہدہ کررہی ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ گلیڈسٹون کی طرح وہ بھی ترکوں کا دشمن تھا۔ مگر یہ غلط ہے۔ وہ کسی کا دشمن نہ تہا اور اپنے ملک کا دوست تہا۔ اور حسب تقاضائے وقت دوسری سلطنتوں کا دوست یا دشمن ہوا کرتا تہا۔ ممکن ہو کسی وقت وہ ترکوں کا دشمن ہو مگر جب سے اوس نے نو آبادیاں قائم کرنے کی پالیسی اختیار کی تھی۔ وہ ترکوں کا دوست اور انگریزوں کا دشمن ہوگیا تہا۔ چنانچہ اکثر کا خیال ہے اور غالباً وہ ٹھیک بھی ہے کہ قیصر ولیم ثانی کو شروع شروع میں اسی شخص کی تحریک و مشورہ سے سلطان معظم کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کا خیال (باقی دوسرے صفحہ پر)

مہم کا اعلیٰ افسر کونٹ الیکسی آرلاف کو مقرر کیا گیا۔ اور وہ سپہ سالار افواج بری اور اعلیٰ امیر البحر روسی بیڑہ متعینہ بحیرہ روم کے دونوں عہدوں پر مامور کیا گیا۔ ارلاف کے ماتحت بیڑہ کا کمانڈر امیر البحر سپیریڈوف تھا مگر روسی بیڑہ کے اصل کمانڈر اور رہنما امیر البحر الفنسٹن کپتان گریگ۔ اور لفٹننٹ ڈگڈیل وغیرہ انگریز افسران تھے۔ جو کم وبیش ہر جہاز میں موجود تھے۔ انگلستان نے فقط یہی مدد نہ دی بلکہ بقول جرمن مؤرخ شلاسر اگر بیڑہ مذکور کو انگلستان کے مقبوضہ بندرگاہوں سے راستہ میں کبھی مدد نہ ملتی تو وہ کبھی بحیرہ روم میں نہ پہنچ سکتا۔

مسٹر ومسن ہمنیشنٹ نے اپنی کتاب ”ماڈرن گریس“ (موجودہ یونان) کی جلد دوم میں اس مہم کے مفصل حالات قلم بند کیے ہیں اور بندرگاہ کو بیرد انگلستان کے دارالعوام میں ۱۷۹۱ء میں جو مباحثات ہوئے تھے ان میں بھی مہم مذکور اور انگریزی حمایت و پالیسی کا مفصل ذکر موجود ہے۔ ان مباحثوں میں سلطان وزیر اعظم کا ایک فرمان بھی پڑھا گیا تھا جس کی نقل آگے درج کر دی گئی ہے۔ دربارہ روس نے اس مہم کی نسبت بیانات بڑی دھوم دھام سے کیے۔ اور یورپ کے اکثر شعراء اور ادیبوں نے جن کے ساتھ کیتھرائن عموماً خط و کتابت کرتی رہتی تھی۔ زارینہ کے اوصاف اور اس کی فوجی فتوحات اور کارناموں پر حالانکہ اوس کی بد چلنی اور بد اخلاقی شہرۂ آفاق ہو رہی تھی بڑے لمبے چوڑے قصیدے اور مدحیہ مضامین تحریر کیے جن کی اس کو بہت خوشامد اور احتیاج پڑ رہا تھا حالانکہ عیاشی سے جن نے بھی سخت طعن و تشنیع کی ہے۔

ترکوں کو اب دیگر وسائل سے بھی اس بیڑہ کی آمد آمد کی افواہیں پہنچنے لگ گئی تھیں مگر ان کو کسی طرح اون کے درست ہونے پر یقین نہیں ہوتا تھا۔ اون کو معلوم تھا کہ بحیرہ بالٹک اور بحیرہ روم کے درمیان کوئی راستہ ہی نہ تھا۔ اس جہالت عجیبہ پر خود ترکی مؤرخ وصف نے اظہار افسوس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۱ - پیدا ہوا تھا۔ پرنس پر دو دفعہ قاتلانہ حملے ہوئے تھے۔ ایک ۱۸۷۸ء اور دوسرا ۱۸۷۸ء کو۔ مگر دونوں میں اسے کوئی صدمہ نہ پہنچا۔ برلن میں بسمارک عجائب گھر کے نام سے ایک عجائب خانہ بنایا گیا ہے جس میں شہزادہ مذکور کے کارناموں کے متعلق ہر قسم کی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ جرمنی میں اس کی اتنی سوانح عمریاں چھپی ہوئی ہیں کہ آج تک کسی اور شخص کے متعلق اتنی کتابیں کسی ملک میں نہیں لکھی گئیں۔ متوفی کی بیوی دسمبر ۱۸۹۴ء میں فوت ہو گئی تھی۔ اوس کا پورا نام ”پرنس اوٹو ایڈورڈ لیوپولڈ بسمارک شونہاؤسن“ تھا۔

حاشیہ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۱۵۷ - پومیرانیا پروشیا کے ایک صوبہ کا نام ہے جو برلن سے بجانب شمال بحیرہ بالٹک کے جنوب میں واقع ہے۔ پرنس بسمارک اسی صوبہ میں پیدا ہوا۔

حاشیہ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۱۵۷ - صوبہ پامیرا کا مشہور شہر جو بحیرہ بالٹک کے جنوب اور پروشیا کے شمال مشرقی حصے میں اسی نام کی خلیج پر واقع ہے۔ یہ دسویں صدی میں صوبہ مذکور کا صدر مقام تھا۔ اور یہ صوبہ ۱۲۹۱ء میں پولینڈ کے تصرف میں چلا گیا ۱۴۶۶ء میں شاہ پولینڈ نے روسی جرمن نائٹوں کو دیدیا۔ مگر ۱۸۰۷ء میں پولینڈ والوں نے اسے پھر فتح کر لیا چنانچہ جب فریڈرک اعظم نے سند کرہ میں فقرہ کہا تھا تو اس وقت بھی وہ پولینڈ والوں کے پاس تھا۔ شاہ پروشیا نے ۱۷۷۲ء میں تصرف کیا مگر ۱۸۰۷ء میں بھی (باقی دوسرے صفحہ پر)

اور حیرت ظاہر کرتا ہی۔ آخر جب سنہ ۱۷۷۰ء کے شروع مین اس امر کی خبرین پہونچین کہ روسی جہازات یونان کی طرف بڑھے چلے آرہے ہین۔ تو ترکی وزراء نے پہلے سے زیادہ حماقت وجہالت کا ثبوت دیا۔ اونہون نے دربار وینس سے باضابطہ شکایت کی کہ تم نے روسی بیڑہ کو بحیرۂ اڈریاٹک کے راستہ بحیرۂ روم مین کیون داخل ہونے دیا ہے۔ وان ہیمر اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوے ویسی ہی جہالت کا ایک اور چشمدید ماجرا اپنی تاریخ مین تحریر کرتا ہے۔ اٹھارہوین صدی کے اخیر مین جب کہ نپولین نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا تو یہ مورخ قسطنطنیہ مین موجود تہا۔ اور چونکہ انگریزون کو مصر مین فرانسیسیون کا متصرف ہونا کسیطرح گوارا نہین ہوسکتا تھا۔ اونہون نے ایک زبردست بیڑہ سر سڈنی سمتھ کی زیر کمان فوج کی سرکوبی پر مامور کر دیا تہا۔ سر سڈنی اس مسئلہ کے متعلق جب یوسف پاشا وزیر اعظم سے ملاقات کی تو وان ہیمر دونون مین ترجمان تہا۔ سر سڈنی نے کہا کہ بشرط ضرورت ہم ہندوستان سے فوج منگوا کر مصر سے فرانسیسیون کو نکال سکتے ہین۔ اُس وقت وزیر اعظم نے کہا کہ بحیرۂ قلزم کے راستہ ہند سے مصر تک کسیطرح نہین پہونچا جاسکتا۔ یہ امر بالکل ناممکن ہی۔ افسوس اٹھارہوین صدی کے مسلمان اپنے آباؤ اجداد کی نسبت کسیقدر متنزل اور نالائق ہوگئے تھے۔ انہی ترکون کے بزرگ سلطان سلیمان اعظم کے وقت بحیرۂ مجمع الجزائر۔ بحیرۂ روم اور بحیرۂ ہند کو چپہ چپہ کرکے پیمایش کرین۔ اور اوسکے جغرافیہ اور جہازرانی کے متعلق بیشمار علمی و عملی رسالے اور کتابین تصنیف کرین۔ اور وہ خود ان سمندرون کے متعلق ایسی باتین بہی نہ جانتے تھے جو طفل مکتب کو بھی ازبر یاد ہوتی ہین۔

روسی بیڑہ کا پہلا دستہ جس مین صرف تین جنگی اور چند بار برداری کے جہاز تھے۔ فروری سنہ ۱۷۷۰ء کے اخیر مین موریا کے ساحل پر راس متاپان کے قریب بندر وٹیلو پر پہنچا۔ اور اوسکے خشکی پر اترتے ہی اہالی موریا اپنے ترک حکمرانون کے برخلاف بڑی تندہی سے ہتہیار لیکر کھڑے ہوگئے۔ اور یونان کے باقی حصون سے بہی بیشمار عیسائی اون کے ساتھ شامل ہوگئے۔ مگر آورلاف کے پاس اسقدر فوج بہی نہ تھی کہ وہ ان وحشی کوہستانیون مین ذرہ بہر بھی نظام یا ترتیب قایم رکھ سکے۔ ان انسانی حیوانون نے دیہات اور بے پناہ شہرون کے مسلمان باشندون پر یکبارگی حملہ آور ہو کر جہان کہین انہین پایا بیدریغ تہ تیغ کر دیا۔ اور اونکی عورتون اور بچون پر ایسی قبیح و مکروہ جبر و ستم کیے کہ عیسائی مورخ تک اونکا ذکر کرتے ہوے ان بدخصالون پر نفرین بھیجتے ہین۔ صوبہ مینا کے صدر مقام مسترا مین ان شیطانون نے خاص کر خوب دل کھول کر اپنے بخار نکالے۔ وہان چار سو ترک کمال سنگدلی سے قتل کیے گئے۔ اور اون کے معصوم بچون کو ماون کی چھاتیون سے چھین کر مسجدون کے منارون سے نیچے ٹپک دیا گیا۔ بمقام آرکیدیا ترکی گیریسن نے روسی جنرل ڈولگورکی کے اقرار پر بھروسہ کرکے بعوض امان ہتہیار ڈال دیے۔ ہتہیار رکھنے کی دیر تھی کہ جنرل مذکور کے یونانی ہمراہیون نے اون سب کو ہلاک کر ڈالا اور شہر کو جلا کر زمین کے ساتھ ہموار کر دیا۔ بڑے شہرون مین چونکہ وہان مضبوط قلعے اور فصیلین موجود تہین۔ یونانی قزاقون اور روسی حملہ آورون کی کوئی پیش نہ گئی اور ترکون نے اونکے حملون کو باسانی پسپا کر دیا۔ اور روسی سپہ سالار کو مودون اور کورون کے محاصرہ سے دستبردار ہونا پڑا۔ اسی اثنا مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۳)۔ روس اور سیکسنی کے معزول شاہ پولینڈ سٹانسلاس کے ساتھ لڑائی کرتے وقت اسی فتح کیا تہا۔ نپولین نے سنہ ۱۸۰۷ء مین فتح کیا مگر سنہ ۱۸۱۳ء مین وہ پھر رشیا کے تصرف مین چلا گیا۔ اسکی آبادی ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔ اور دریا وسٹولا کے قریب واقع ہے جس کی طغیانی سے سنہ ۱۸۱۳ء مین اسکو سخت نقصان پہونچا تہا۔ یہ خوب قلعہ بند مقام ہے۔ مولف۔

ترکی افسرون نے شمالی علاقہ سے البانوی سپاہ کی کمک منگوالی تھی - اور ۲۸ اپریل کو بمقام ٹری پولتسا کے قریب روسی یونانی فوج کا ترکون سے مقابلہ ہوا - یونانیون کو فتح کا اسقدر یقین ہو رہا تھا کہ وہ اپنی عورتون کو بھی ساتھ لائے ہوئے تھے - اور مسلمانون کے مال اسباب اور غنیمت کو بھر کے لیجانے کیلئے ہر ایک کے پاس دو دو یا چار چار بوریان موجود تھین لیکن اونکی سرمستی جلد دور ہو گئی - انہین فاحش شکست ملی - اور ترکون نے انکا تعاقب کر کے ہزارون بھگوڑون کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا - اس کے بعد کونٹ اورلاف نے چند مرتبہ بڑے لمبے چوڑے اشتہار شائع کر کے یونانیون کو اہالی البانیہ و مالڈیویا کی تقلید کی نصیحت کی جن کی نسبت اوس نے بیان کیا کہ دو چار لاکھ کی تعداد مین اپنے مذہب کی حمایت اور ملکی آزادی کے لئے شمشیر بکف اتراکون کے برخلاف کھڑے ہوئے ہین مگر یہ سب نمائشی کارروائی تھی - اوسے یہ یقین ہو چکا تھا کہ یونان مین اب کوئی بات نہین بن سکتی - چنانچہ وہ یکلخت یونانیون کو اپنے اعمال کی پاداش بھگتنے کے لئے تنہا چھوڑ کر مئی کے اخیر مین اپنی فوج سمیت جہازون پر سوار ہو گیا - اور ترکی سر عسکر محسن زادہ کو جس نے بمقام ٹری پولتسا اوسے شکست دی تھی فاتح موریا کا خطاب ملگیا -

مگر روسی بیڑہ سنہ ۱۷۷۰ع تک سمندر روم مین موجود رہا - اور سمندر مین روسیون کو خشکی کی نسبت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی کیونکہ بحری کارروائیون کا انتظام و عمل انگریزی افسرون کی سپرد تھا -

۷ جولائی کو اورلاف کی بیڑہ کی جھڑپ ساقز کے قریب ترکی بیڑہ سے سرٹ بھیڑ ہوئی - سلطان مصطفے نے تخت نشینی کے دن ہی سے اپنی بحری طاقت کی درستی پر خاص توجہ مبذول رکھی تھی - اور یہ اسی توجہ کی طفیل تہا کہ ترکی امیر البحر حسام الدین کے زیر کمان اوس وقت دو کاروک، پندرہ گیلیرون، پانچ زیبیک اور آٹھ گیلیوٹ یعنی جملہ تیس جنگی جہاز موجود تھے - انہین سے ایک جہاز پر سو، ایک پر ۹۶ چار پر ۸۴ - ۸۴ - ایک پر ۷۴ - ایک پر ۷۰ - اور چند پر ۶۰ - ۵۰ توپین تھین - روسی بیڑہ مین آٹھ بڑے اور سات چھوٹے جہاز تھے - لڑائی مین ترکی بیڑہ کو شکست ہوئی مگر ایک عثمانیہ امیر البحر حسن الجزائری کی بہادری و شجاعت ہمیشہ کے لئے یادگار رہیگی - یہ نامور سرحد ایران پر پیدا ہوا تھا - اور ابھی بچہ ہی تھا کہ قزاقون نے اسے پکڑ کر بطور غلام فروخت کر دیا - جوان ہونے پر وہ پہلے ملاح ہوا پھر سپاہی بنا - جہازرانی سے بڑی مذاق ہوا - اور رفتہ رفتہ الجزائری بیڑون مین اسقدر شہرت و ناموری حاصل کی کہ الجزائر کے بندرگاہ کا امیر البحر مقرر کر دیا گیا مگر وہان کے ڈے (موروثی گورنر جنرل) سے نزاع ہو جانے پر اوس نے الجیریا سے بھاگ کر اٹلی مین پناہ حاصل کی وہان سے وہ قسطنطنیہ پہونچ گیا - جہان رفتہ رفتہ پاشا کی اور پھر خاص نظر عنایت ہو گئی - جنگ ساقز مین اعلے امیر البحر حسام الدین صاحب تو اپنے جہاز کو غنیم کے بیڑہ سے فاصلہ پر کھڑا کر کے چپکے تماشا دیکھتے رہے - مگر اس جوانمرد نے اپنے جہاز کو بڑھا کر روسی امیر البحر کے جہاز سے بھڑا دیا - اور جب تک دونون کی قوی توپون سے دونون جہازون کو آگ نہ لگ گئی - اور وہ ایک ساتھ نہ اڑ گئے غنیم سے دست بدست لڑائی کرتا رہا - [illegible] ہوتا - اور دونون جہازون کے اڑنے سے جن مین اون کو سات سو آدمی ہلاک ہوئے پہلے ہی کشتیون پر سوار ہو کر جہاز سے بھاگ گئے مگر یہ بہادر آخری وقت تک اپنے جہاز کے تختون پر کھڑا رہا - اور گو جہاز کے پھٹنے سے وہ سخت مجروح ہو گیا مگر تاہم تیرتا ہوا ساحل پر پہونچ گیا - اور خداوند کریم کے فضل و کرم سے جان بر ہو گیا - بقیہ ترکی جہازات نے جزیرہ ساقز کے بندر چشمہ مین جس کا پرانا نام سسیس ہے پناہ لی - رومن بیڑہ نے سنہ ۱۹۱ قبل مسیح مین اسی جگہ شاہ انٹیوکس اعظم کو شکست دی تھی انگریزی

افسرون نے جب دیکھا کہ یہ جہاز ایک نہایت تنگ خلیج مین کھچا کھچ بھرے پڑے ہین تو اونہون نے اوسی موقعہ پر حملہ کرکے اون کو آگ لگانے کا ارادہ کر لیا۔ اور یوم جنگ سے بعد کی پہلی ہی رات کو اسپر عمل پیرا بھی کر دیا۔ اور اپنے منصوبہ مین کامل کامیابی حاصل کی۔ الفنسٹن نے ترکی جہازات کو باہر نکلنے کے رستہ کی ناکہ بندی کر لی۔ گریگ نے گولہ باری کو اپنی تحویل مین لیا۔ اور لفٹنٹ ڈگدیل کو غنیم کے بیڑہ کو آگ لگانے کے لیئے آتشین جہاز راس تک پہنچانے کا خطرناک کام سپرد کیا گیا۔ عین روانگی کے وقت وہ روسی جو ڈگدیل کے ساتھ آتشین جہاز پر تھے اوسے اکیلا چھوڑ کر سمندر مین کود پڑے۔ اور تیر کر دوسرے جہازون کو واپس آگئے جسپر ڈگدیل تن تنہا اس خطرناک جہاز کو چلاتا ہوا آگے لیگیا۔ اور ایک ترکی جہاز کو آگ لگا دی جس کی شعلون سے باقیماندہ جہازون کو بھی چشم زدن مین آگ لگ گئی۔ کل ترکی بیڑہ سے صرف ایک جہاز ۶۴ پچاس توپون والا۔ اور پانچ زمینی جلنے سے محفوظ رہے جن کو روسیون نے پکڑ لیا۔ بعد ازان چشمہ۔ اوس کے قلعہ۔ باتریون اور توپون پر بھی تصرف کر لیا گیا۔

یہ فتح محض انگریز افسرون کی لیاقت اور جانبازی سے حاصل ہوئی تھی۔ مگر اس کا صلہ اور معاوضہ نالائق آرلاف کو ملا جس کی نااہلیت نے کئی دفعہ روسی بیڑہ کو معرض خطرہ و ہلاکت مین ڈالدیا تھا۔ کونٹ مذکور کو چشمسکی (فاتح چشمہ) کا خطاب دیا گیا۔ اوس کے لیئے روسی دارالخلافہ مین عالیشان محل تعمیر کیا گیا۔ اور زارینہ کے شاہی باغات مین اس فتح کی یادگار مین ایک ستون جہاز کے اگلے سرے کی شکل کا نصب کیا گیا۔ جو فضول یادگار ایک محض بے نتیجہ فتح کی تھی۔ انگریز امیر البحر الفنسٹن نے جنگ چشمہ کے بعد فی الفور ڈارڈنیلز مین سے گذر کر قسطنطنیہ پر گولہ باری جا کرنے کی تجویز پیش کی۔ اور اسپر بڑا زور دیا۔ اور ظن غالب ہے کہ اگر روسی ایسا کر گذرتے تو وہ اپنے مدعا مین کامیاب ہو جاتے۔ آبنائے مذکور اور خود پایہ تخت کے قلعے بالکل غیر مستحکم اور کس مپرسی کی حالت مین پڑے ہوئے تھے۔ اور چشمہ کی فتح سے قسطنطنیہ مین کچھ کم گھبراہٹ نہین پھیل رہی تھی۔ جو ڈارڈنیلز مین روسی بیڑہ کے داخل ہو جانے سے اور بڑھ جاتی۔ مگر آرلاف کو جرأت نہ پڑی اور اوس نے پندرہ دن آبنائے کے دہانہ کے قریب بیفائدہ گشت کرتے رکھ قیمتی وقت اور موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔ اور برعکس اِس کے سلطان مصطفیٰ نے اِس غفلت اور سستی سے پورا فائدہ اٹھا لیا۔ بیرن ڈی ٹاٹ

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۵۔ لہ یہ بادشاہ انٹیوکس کا مس نکیس کا بیٹا تھا۔ اور اپنے بھائی سلیکس کیرانس کے بعد ۲۲۳ قبل مسیح مین شام کا بادشاہ ہوا تھا۔ ٹولمی فیلوپیٹر شاہ مصر نے شکست کھا کر اوس نے صوبجات فلسطین اور کولیسریا فاتح کے سپرد کر دیئے۔ بعد ازان اوس نے ہندوستان پر چڑھائی کرکے متعدد فتوحات حاصل کین کہ عظیم کے لقب سے ملقب ہو گیا۔ فیلوپیٹر کے مرنے پر صوبجات منصوبہ کو بھی پھر فتح کرکے ایشیا کے حصہ کثیر پر متصرف ہو گیا۔ اسپر یونانیون نے رومنون سے مدد طلب کی۔ اور کار تہیج کے سپہ سالار نے رومیون کے برخلاف انٹیوکس سے۔ روم کی جمہوری ریاست اور شاہ مذکور مین پہلے تو سفارتی کارروائی ہوتی رہی آخر لڑائی شروع ہو گئی جس مین سے ہزیمت یاب ہو کر سخت ذلیل شرائط پر صلح کر لی۔ وہ مندر واقعہ الیماس کو لوٹنے کی کوشش مین ۱۸۷ قبل مسیح مین قتل کر دیا گیا۔ یہ اسکندر اعظم کے جرنیل سلیوکس کی نسل سے تھا جس نے بابل اور شام مین زبردست سلطنت قائم کر لی تھی ؎

(مؤلف)

نے اس نازک موقعہ پر اپنی خدمات سلطان کو پیش کین۔ اور اوس نے اونہین بخوشی منظور کرکے مالڈوانجی کے ہمراہ جو وزارت سے واپس ہوکر ڈیموب سے واپس بلایا گیا ہوا تھا۔ اُسنے وارڈ دنیلڈ کو بھیجدیا۔ فرانسیسی تاجرون نے جسقدر جہاز ساز قسطنطنیہ مین بلائے تھے۔ اون کو سواحل پر قلعوں اور باتریان تیار کرنے پر لگا دیا گیا۔ خود اپنے جہازون مین سے چند کو اوس نے آتشین جہاز بنا دیا۔ توپچی طلاح باتریون پر اور فرنچ ٹہیٹے توپون کی گاڑیان بنانے پر لگا دیئے گئے۔ الغرض کمال جد وجہد سے اوس نے تہوڑے دنون مین آبنائے سے وارڈ دنیلڈ کے دہانہ پر بالمقابل چار نئی باتریان اون مین سے دو یورپی ساحل پر اور دو ایشیائی ساحل پر بنائی گئی تہین۔ تیار کردین جن کی دوطرفہ گولہ باری سے مخالف جہاز کے لیئے آبنا سے گذرنا محال ہوگیا۔ ادہر مالڈوانجی روسیون کو دہوکہ دینے کے لیئے قلعون کی پرانی دیوارون کو قلعی پہیر کر خوب چمکا دیا۔ اور اونکی ظاہری شکل سے ایسا معلوم ہونے لگ گیا کہ یہ دیوارین ابھی بنائی گئی ہین۔ یا اونکی ازسرنو تجدید کیگئی ہے۔

اس کار روائی سے تو فی وزیر کی دانست تو واضح ہو رہی ہے۔ مگر ساتھ ہی بیرن ڈی ٹاٹ کی مناسب موقعہ کارآمد کار روائی اور مستعدی کے مقابلہ پر صاف ثابت ہوتا ہے کہ اوس دانست کو بہی عملی طور پر کام لیا گیا۔ اوس وقت قسطنطنیہ کے بندرگاہ مین تقریباً دوسو یورپین تجارتی جہاز موجود تہے۔ نئی باتریون کی پشت پناہ اون کو حاصل کیا گیا۔ جب حفاظت کا انتظام مکمل ہو چکا تو اوس وقت بیو قوفت آدمرلاف نے دارڈ دنیلز مین داخل ہونے کی کوشش کی لیکن شہد کی بھاگ کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور جزیرہ لمنوس پر حملہ آور ہوکر اوس کے قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ ساٹھ دن کے محاصرہ کے بعد ترکی محصور فوج نے ہتھیار ڈالدینے پر رضامندی ظاہر کی۔ بلکہ بقول بعض مورخون کے شرائط اطاعت کا مسودہ تیار اور اونکی تعمیل وایفار کی ضمانت مین محاصرین کو یرغمال دیئے جاچکے تہے۔ کہ حسن پاشا الجزایری کی بےنظیر جسارت و شجاعت نے لمنوس کو بچالیا۔ اور آدمرلاف کو اوس کے شکار سے محروم کرکے بحال پریشان بہگا دیا۔ جنگ سا کے بعد حسن اپنے جراحتون کی مرہم پٹی کرنے کے لیئے قسطنطنیہ چلا گیا تہا جونہی پھرنے کی طاقت پیدا ہوتے ہی وہ سیدہے وزیر اعظم سے ملا اور اسکو کہا کہ لمنوس سے مین محاصرہ اٹہا دیتا ہون۔ اوس نے وزیر سے کوئی فوج۔ جہاز یا توپخانہ طلب نہ کیا۔ بلکہ صرف شہر کے باشندون سے مجاہدین جمع کرنے کی اجازت۔ اونکو لیئے تلوار و پستول اور اون کو لمنوس تک پہونچانے کے لیئے چند ملکی جہاز مانگے۔ اور کہا کہ آپ چار ہزار مجاہدین سے مین جزیرہ کو دشمن کی دستبرد سے بچالونگا۔

وزیر نے اسکی درخواست قبول کرلی۔ اور چونکہ ہر طبقہ کے مسلمانون مین حسن کی شجاعت کی دہاک بندہی ہوئی تھی۔ پایہ تخت کے پرجوش مسلمان ایسے بہادر کی زیر کمان کفار سے غزا کرنیکے لیئے بخوشی تمام اوس کے پاس جمع ہوگئے۔ جنرل ڈی ٹاٹ کو جب اس معاملہ کی خبر ہوئی تو اوس نے وزیر کو اس مہم کے روکدینے کی صلاح دیکر کہا کہ یہ کارروائی بالکل مجنونانہ اور کل آداب حرب و قواعد جنگ کے برخلاف ہے۔ بےتمیز، ناقواعد دان اور نیم مسلح انبوہ خود دشمن کا شکار ہوجانے کے سوا اور کچھ نہین کرسکیگا۔ وزیر نے جواب دیا کہ مین خود حسن کی تجویز کو بیہودہ سمجھتا ہون۔ مگر پھر بھی یہ فائدہ سے خالی نہین۔ اگر یہ مہم کامیاب ہوگئی تو لمنوس بچ گیا۔ اور اگر اسمین ناکامی ہوئی تو قسطنطنیہ کی چار ہزار شہدون اور مفسدون سے مخلصی ہوجائے گی۔" بہرحال واقعات نے ثابت کردیا

کہ الجزائری ناخدا وزیادہ بہین دونون سے بہتر جانتا تھا کہ ایسا کام کس طرح سے کیا جانا چاہیئے۔ محاصرین کو اوس کی آمد کی خبر مطلقاً
نہ ہونے دیکر حسن نے چار ہزار جانبازون سمیت لمنوس کی مشرقی جانب خشکی پر اترا۔ اور دس اکتوبر ۱۷۷۰ء کو علی الصباح تلوار و تپنچول
لیئے اورلاف کو کیمپ پر اچانک دہاوا کر کے کیپ کی خندقون اور مورچون مین جس قدر روسی گولنداز سپاہی اور ملاح تھے
اون کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جبپر بقیۃ السیف سراسیمہ وار اپنے جہازون کو بہاگ گئے۔ اور اون پر سوار ہو کر لمنوس سے چلدیئے
اس کارنمایان کے صلہ مین حسن ترکی کی نیچی کہچی بحری فوج کا اعلیٰ کمانڈر بنایا گیا۔ اور چند دن بعد اوسنے ملسی کا جزیرے کے
جنوبی ساحل کے بندرگاہ مٹو ویرون کو قریب اورلاف کو جہازات سے سخت معرکہ آرائی کی جس مین فریقین نے فتح ہونیکا شور
کیا۔ مگر بقول والشایر یہ صاف ظاہر ہے کہ غلبہ ترکون کو رہا۔ کیونکہ اس لڑائی کے بعد اورلاف بحیرۂ مجمع الجزائر سے چلتا ہوا۔ اور
جانے سے پہلا اوس نے حسن کے مطالبہ پر وہ پرتگال جو لمنوس کے محصورین نے بہیجے تہے ترکی امیر البحر کے حوالہ کر دیئے تھے روسی
بیڑہ نے بعد ازان بحیرۂ روم مین کوئی بڑا کام نہ دیا۔ البتہ اوسنے ایک یونانی جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور جب تک محاربہ قائم رہا
ترکی تجارتی جہازون پر تاخت و تاراج کرتا اور قسطنطنیہ اور ترکی کے بحری صوبجات کو رسد مین مخل ہوتا رہا۔ اورلاف نے
بابعالی کے برخلاف مصر اور عکہ کے خودسر گورنران علی بک اور ضاہر پاشا سے کام لینے کی بھی بہت کوشش کی۔ اوس نے علی بک سے اتحاد کا
معاہدہ کر کے اوس کو سامان جنگ سے مدد پہنچائی۔ اور بک مذکور نے ضاہر کی امداد سے والی دمشق کو شکست دیکر شام پر قبضہ
کر لیا۔ مگر اس نمک حرام کو جلد اپنے اعمال کی سزا ملگئی۔ وہ روس کی امداد سے ایشیائے کوچک پر حملہ کرنے کی تیاریان کر رہا تھا کہ اوس کا بہنوئی
ابو ذہاب اوس سے بگڑ گیا۔ اور آخرالذکر نے بمقام قاہرہ کی فصیل کے نیچے غدار کو فاش شکست دیکر بہگا دیا۔ اور اوس نے عکہ کے پاشا
کے پاس جس کو بہی روسیون نے اسلحہ وسپاہ سے مدد دی تھی پناہ جالی۔ تہوڑے عرصہ کے بعد عثمان پاشا گورنر دمشق نے روسیون
کو ہمراہ لیکر ضاہر پر چڑہائی کی۔ اور فریقین مین سمندر کے ساحل کے قریب معرکہ آرائی ہوئی جس سے ایک روسی جنگی جہاز ضاہر کو
مدد پہنچانے کے قابل ہو گیا۔ اور اوس نے ترکی فوج پر گولہ باری شروع کر دی۔ روسی بہاگ گئے اور میدان باغیون کے ہاتھ
مین رہا۔ بعد ازان روسی بیڑہ نے بیروت پر گولہ باری کی۔ اور اوس کے تین سو مکانات جلا دیئے۔ اس سے فارغ ہو کر باغیون نے
یافا پر یورش کی۔ اور وہان کی فوج نے کچھ عرصہ تک شجاعانہ مدافعت کرنے کے بعد فروری ۱۷۷۳ء مین ہتہیار ڈالدیئے۔ اپنے رفقا
کی ان کامیابیون سے علی بک کا اوربہی حوصلہ بڑہ گیا۔ اور اوس نے مصر واپس جانیکا ارادہ کر لیا۔ جو شروع اپریل مین مصر سے
چند خطوط کے موصول ہونے پر بالکل پختہ ہو گیا۔ ان خطوط پر اوس کے چند دوستون کے دستخط تہے۔ اور اون مین لکہا تھا کہ نویسندگان
ابو ذہاب اور ابن ہیل کی سخت گیری سے تنگ آگئے ہین۔ اور اوس کو حکومت سے بیدخل کر دینے کے لیئے صرف علی بک کی واپسی کا انتظار
کر رہے ہین۔ روسیون نے اوسے زبردست کمک دینے کا وعدہ کیا ہوا تہا مگر ان خطوط کو پڑہتے ہی وہ اس کمک کے پہونچنے تک بہی
صبر نہ کر سکا۔ اور اپنے معدودے چند مملوک ہمراہیون۔ چار سو روسیون (جو پہلے ہی اس کے پاس موجود تھی) اور پندرہ سو
صفدری سپاہیون کو لیکر جو ضاہر کے بیٹے عثمان کی زیر کمان تھے مصر کی طرف چلدیا۔ اوسے یہ معلوم نہ تہا کہ یہ خط جعلی ہین اور

اوس کے دشمن نے اوسکو قابو کرنے کیلیئے یہ جال پھیلایا ہے۔

چنانچہ وہ اوس صحرا مین جو غزا کو مصر سے جدا کرتا ہے داخل ہی ہوا تھا کہ قصبہ ساحلیہ کے قریب ایک ہزار جریدہ مملوک شہسوار پیام اجل کیطرح اوس کے سر پر آپہنچے یہ رسالہ نوجوان مصری مملوک مراد بیک کی زیر کمان تھا۔ یہ شخص علی بیک کی بیوی پر عاشق ہوگیا تھا۔ اور ابو ذہاب نے اس شرط پر اوسے اوسکی معشوقہ دینے کا وعدہ کیا تھا کہ وہ علی بیک کا سر کاٹ کر لائے اوسکے یہ گرد کو دیکھتے ہی اپنے سوار لیکر بجلی کیطرح علی بیک اور اوسکی فوج کے سر پر پہنچگیا جس کے پاؤن اس ناگہانی حملہ سے ڈگمگا گئے اور بھاگڑ پڑگئی۔ اس افراتفری مین مراد خوش نصیبی سے علی بیک سے دوچار ہوگیا جس کو اوس نے بضرب شمشیر مجروح کرکے گرفتار کرلیا۔ اور ابو ذہاب کے پاس جو چند ساعت کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا لیگیا۔ اوس نے بظاہر علی بیک کی بہت خاطر و مدارات کی اور اوس کو ایک علیحدہ مکلف خیمہ مین فروکش کیا۔ مگر وہ تیسرے ہی دن بقول بعض زخم کی وجہ سے اور بقول دیگر زہر دیئے جانے سے فوت ہوگیا۔ اور مصر کا ایک نہایت زبردست دشمن معدوم ہوگیا۔ چار افسرون کو سواریاں بکل روسی لڑائی مین تکلی ہوگئے تھے۔ یہ چار افسر علی بیک کا سر تاریخ گزرنے سے اپنی فرمانبرداری کے اظہار کیلیئے قسطنطنیہ بھیجدیئے۔

اس محاربہ مین جو سنہ ۱۷۶۸ء تک روسی عروج اور جہازات نے جنوبی مجمع بحیرہ روم اور اوس کے سواحل پر جو کارروائی کی وہ اوپر مذکور ہوچکی ہے۔ اس سے ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ان نواح مین روسی اپنے مدعا مین بالکل ناکام رہے۔ مگر فریقین کی قسمت کا فیصلہ یہیں نہین ہوا۔ اوس لڑائی کا نتیجہ بیشتر دونون سلطنتون کے قدرتی میدان جنگ یعنی منتشر کہ سرحدیہ پر ہی منحصر تھا۔ اور وہان افسوس سنہ ۱۷۶۹ء کی طرح سنہ ۱۷۷۰ء مین بھی لڑائی کا پانسہ ترکون کی خلاف پڑتا رہا۔ محاربہ کا افتتاح دوسرے برس کے شروع مین صوبہ مالڈیویا مین ہوا۔ اہالی مالڈیویا اور والیشیا کی غداری کا اوپر مفصل ذکر ہوچکا ہے۔ اونھون نے کیتھرائن کو پیغام بھیجا تھا کہ اگر شہر بندر جسے وہ اپنے ملک کی کلید تصور کرتے تھے اون کے قبضہ مین دیدیا جائے تو وہ نقد امداد کے علاوہ ہزار سپاہی بھی زارینہ کی خدمت مین پیش کردین گے۔ مگر ایک عیسائی جو صوبہ کراجووا کا نائب گورنر تھا وفاداری پر ثابت قدم رہا تھا۔ اور اسی کے صلہ مین سلطان نے والیشیا کی گورنر جنرل کا خطاب عطا کردیا تھا۔ اوس نے سنہ ۱۷۷۰ء مین بخارسٹ پر حملہ آور ہوکر روسی جرنیل زاموٹن کو پھر پیچھا مین ہٹا دیا لیکن یہ فتوحات چند روزہ ثابت ہوئین۔ روسی جنرل رومانزوف نے اپنی جمعیت درست کرکے جلد جارحانہ کارروائی شروع کردی۔ اور مقامات ٹورنول گرگیو برایلا اور کراجووا کو فتح کرکے ترکون کو ڈینیوب کے کنارے پر ہٹا دیا۔ اور بخارسٹ دبا لیا۔ اور روسی نگرانی و حمایت مین ہر دو صوبجات کی انتظام کیلیئے کونسلین مقرر کردی گئیں۔ اس جنگی نقشہ کے دوران مین ان صوبون کے احسان فراموش باشندون کو ترکی حکومت کی قدر اچھی طرح معلوم ہوگئی۔ یہ درست ہے کہ ان چار برسون مین اون کو جزیہ نہ دینا پڑا۔ مگر ننگ و ناموس اور مال و جائداد کی بربادی کے علاوہ اون کو اور اس قدر ٹیکس دینے پڑے کہ جزیہ کی مقدار اونکے سامنے بالکل ہیچ تھی۔

رومانزوف کو فتوحات خلیل پاشا سر عسکر وزیر اعظم کے میدان جنگ مین پہنچنے سے پہلے حاصل ہوئی تھین جس تیرا اواخر

اوس نے شکست دیکر بھگا دیا تھا۔ وہ خلیل کی فوج کو دریائے ڈنیوب کے کنارہ پر جا ملین۔ آخر خلیل پاشا بھی کرطل کے قریب غنیم کو بالمقابل پہونچگیا۔ وزیر کے پاس تیس ہزار باقاعدہ فوج تھی۔ اوس کو لیکر وہ روسی کیمپ کے مقابل ایک محفوظ مقام پر خیمہ زن ہوگیا اور اپنے کیمپ کو گرد خندقین اور مورچے تیار کر لیے۔ تاتاری بیقاعدہ فوج جو شمار مین پچاس ہزار کے قریب اور نئے خان قپلان گیرائی کے زیر کمان تھی دوسری طرف جمع ہوئی۔

رومانزوف کی فوج کے حوصلے متواتر ظفر یابی سے بہت بڑہے ہوئے تہے اور جنرل مذکور کو یہ خوبی معلوم تہا کہ سابقہ ہزیمتون سے اوس کے مخالفون کے لشکر مین بہت بیدلی اور ناراضی پھیلی ہوئی ہے۔ اوس نے اپنی فوج کو تین دستون مین مرتب کرکے بتاریخ یکم اگست سنہ ۱۷۷۰ء وزیر کے کیمپ پر دھاوا کر دیا۔ اور ترکون کو بھگا کر بآسانی اوسپر متصرف ہوگیا۔ یہان بیشمار نقد و دولت اور بے انتہا سامان حرب و خوراک اور کل توپخانہ جس مین ۱۴۰ توپین تہین ہاتھ لگا۔ ترک چونکہ حیرت انگیز تعجیل اور جلد بازی سے بہاگے تھے۔ اون کے آدمی تہوڑے ہی قتل ہوئے۔ ڈنیوب کی جنوبی کنارہ پر پہونچکر وزیر نے اپنی ہزیمت خوردہ فوج کا کچھ حصہ جمع کر لیا۔ اور خان کریمیا نے ڈوبروڈشا اور بسربیا کے ترکی قلعون کی حفاظت کا انتظام اپنے ذمے لیا۔ مگر قپلان بھی اپنے پیشرو دولت گیرائی کیطرح ناقابل شخص تہا۔

مذکورہ صدر فتح کے بعد دیگرے روسیون کے قبضہ مین آنے شروع ہوگئے قلعے۔ اکرمان اور اسمعیل نے تہوڑے تہوڑے محاصرون کے بعد اطاعت قبول کر لی۔ البتہ صوبہ بسربیا کے مشہور قصبہ بنڈر کے تاتاری باشندون نے کمال دلاوری اور استقلال سے مقابلہ کیا۔ روسیون کو اوس کا دو مہینہ محاصرہ رکھنا پڑا۔ اور جب بتاریخ ۲۷ ستمبر سنہ ۱۷۷۰ء اونہون نے آخری حملہ کیا تو گو رات کی تاریکی اور ترکی سنتریون کی غفلت سے وہ بالکل بیخبر دیوارون پر چڑہ جانے مین کامیاب ہوگئے۔ مگر پہر بھی بازارون اور گلیون مین برابر دس گھنٹے نہایت سختی اور تندی کے ساتھ فریقین مین خونریزی ہوتی رہی۔ اور جب تک آبادی کا دو تہائی حصہ لڑائی مین قتل نہ ہوگیا روسی شہر کو فتح نہ کر سکے۔ خود روسیون کا بھی اسقدر نقصان ہوا کہ زارینہ نے فاتح جنیل کونٹ پانین کو آئندہ کے لیے ہدایت کر دی کہ اتنے نقصان کے ساتھ کسی ایسے شہر کو فتح کرنے کی بجائے نہ کرنا زیادہ مناسب ہے۔ بریلہ واقع بر لب ڈنیوب نے بھی ۱۸ دن تک دشمن کا نہایت مردانگی سے مقابلہ کیا۔ اور روسیون کو ایک حملہ مین سخت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔ مگر افسوس دریائے نیسٹر یا ڈنیوب کے کنارہ کے ترکی قلعون کو باہر سے کمک اور مدد پہونچنے کی بظاہر کوئی توقع نہین رہ گئی تھی۔ وزیر اعظم کی فوج تقریباً بالکل منتشر ہوگئی تھی۔ اور اوس کے پاس سرحد کے مستحکم قلعون کے یکے بعد دیگرے مفتوح ہونے جانے کی بری خبرین سننے کے لیے صرف تین ہزار نیم فاقہ کش آدمی باقی رہ گئے تھے۔ چنانچہ موسم سرما سے پہلے جب کہ سردی کی وجہ سے لازمی طور پر لڑائی کو ملتوی کرنا پڑجاتا تہا۔ وہ تمام ترکی قلعے جو ڈنیوب کے نچلے حصہ کے کنارہ پر تھے روسیون کے قبضے مین چلے گئے۔ اور روسیون کے لیے بحیرہ اسود کے کنارہ کنارہ آگے بڑہنے کا رستہ بالکل صاف ہوگیا۔

فتح کریمیا

اس سال البتہ کریمیا کیطرف سے کسیقدر خوشی کی خبر موصول ہوئی۔ جہان روسی فوج نے پریکاپ کی فصیل پر حملہ کیا۔ اور شکست کھا کر پسپا ہوگئی۔ مگر دوسرے ہی برس ۱۷۷۱ء کو موسم سرما مین روسیون نے اس علاقہ پر اپنا قطعی اور فیصلہ کن حملہ کیا کہ محمد ثانی کی یہ شاندار فتح خاندان عثمانیہ سے کیتھرائن ثانی والیہ روس کے تصرف مین چلی گئی۔ بابعالی نے تیلان کی جگہ دربنولا ایک اور شخص مسمی سلیم غیرائی کو کریمیا کا خان مقرر کر دیا ہوا تھا۔ اور ترکی وزراء نے جنوبی علاقہ ڈینوب کی نسبت خود اپنے ملک مین اوس کو موجود ہونے کو زیادہ ضروری تصور کر کے اوسکو کریمیا بھیجدیا تھا لیکن وہ نالائق اپنے صدر مقام باغچہ سرا مین پہونچکر لہو ولعب مین ایسا مشغول ہوا کہ جب تک روسی جرنیل پرنس ڈول گوروکی نے ہزار با قاعدہ فوج اور ساٹھ ہزار نوغائی تاتار لیکر جنہون نے قیصرہ کی ملازمت اختیار کرلی تھی پیریکاپ کی فصیل کے قریب نہ پہنچ گیا۔ اوسکی آنکھیں نہ کھلین۔ اوس وقت وہ جھٹ پٹ خاکستان سے مذکور کی حفاظت کو لیئے گیا تو سہی۔ مگر کوئی معقول انتظام نہ کرسکا۔ روسیون نے دھاوا کر کے فصیل کو فتح کر لیا اور پرنس پروسوروسکی نے تاتاری فوج کی ایک ڈویژن کو شکست دیکر شہر پیریکاپ کا محاصرہ اور پھر اوسے فتح کر لیا۔ روسی ابھی اس شہر کا محاصرہ ہی کیئے ہوئے تھے جو سلیم کو خبر پہنچی کہ ایک اور روسی لشکر نے جس مین دس ہزار آدمی ہین آبنائے کرچ کو ایشیائی ساحل کو مشہور قصبہ تمن پر حملہ کر کے اوسکو چھین لیا ہے اور اوسی مشرقی حصے سے جزیرہ نما مین داخل ہو کر بسرعت تمام بندر کافہ (تھیوڈوسیا) پر بڑھے چلے آرہے ہین۔

ان خطرات جدیدہ سے بدنصیب خان کے ہوش وحواس مختل ہوگئے۔ اور وہ اوس مورچہ بند کیمپ کو جو اوس نے مقام جراہ قائم کیا تھا چھوڑ کر باغچہ سرا کو چلدیا۔ وہ وہان ایکطرح سے بالکل بیکہ و تنہا اور ایسی سراسیمگی اور بیچارگی کے عالم مین داخل ہوا کہ شہر کی حفاظت کے متعلق کوئی حکم احکام دینے کے بالکل قابل نہین رہ گیا ہوا تھا۔ چند دنون کے بعد روسی بھی شہر کے سامنے نمودار ہوگئے۔ پس وہ قرہ طاغ کو جہان اوس کے خاندان کے اراکین اپنے اپنے ہمراہیون سمیت پہلے سے چلے گئے ہوئے تھے اور وہان ایک چھوٹا سا قلعہ بنا لیا تھا بھاگ گیا۔ پھر اس اندیشہ سے کہ کہین حملہ آور گرفتار نہ کرلین۔ اوس نے اس مامن کو بھی دشمن کے مقابلہ مین ایک دن تک بسر کرنے کے بغیر ترک کر دیا۔ اور کنارہ سمندر پر پہنچکر چند رفقاء سمیت ایک جہاز پر سوار ہوگیا۔ اور قسطنطنیہ چلا گیا۔

اوس کی اس بزدلانہ حرکت اور نامردی سے تاتاریون کی رہی سہی ہمت ٹوٹ گئی۔ بیشمار مسلمان باشندے کفار کی رعیت بننے کی بجائے اپنے وطن کو خیرباد کہکے اور جہازون پر سوار ہو کر اناطولیہ چلے گئے۔ اور باقیماندہ نے فاتحین سے صلح کی التجا کر دی۔ ڈول گوروکی نے اوس وقت نہایت زبردست حکمت عملی اور استادی سے کام لیکر تاتاریون کو بیکلخت روسی رعایا بنانے کے عوض اون کی دلداری اور بتدریج روسی جوا اونکی گردنون مین ڈالنے کے لیئے اون سے وعدہ کیا کہ اون پر بدستور خاندان غیرائی کا کوئی شہزادہ حکمران بنا یا جاویگا۔ اور انہین قیصرہ کی زیر حفاظت کامل آزادی حاصل رہیگی۔ اسپر اون لوگون نے اطاعت کی حلف اوٹھا کر اپنی قوم کے ۱۱۰ سربرآوردہ اشخاص اور سلیم غیرائی کے دو فرزند شاہی حمایت وعنایت کی استدعا کیلیئے سینٹ پیٹرزبرگ بھیجدیئے۔ اور کافہ کرچ وینی قلعہ کے باشندون نے روسی فوج کے داخلہ پر پھاٹک کہولدیئے۔ یوپاٹوریا و دیگر شہر فتح کیا گیا۔ اور ترکی سرعسکر شیرین

جو قلیل التعداد باقاعدہ ترکی فوج سے فاتحین کی پیشقدمی کے سیلاب کو روکنے کی بیفائدہ کوشش کر رہا تھا۔ میدان جنگ مین شکست پا چکا اور گرفتار کر لیا جا کر سینٹ پیٹرزبرگ کو بھیجدیا گیا۔ ادہر دول گورو کی نے قریمی سلاطین کی استدعا کا ملکہ کی طرف سے جواب موصول ہونے تک شاہین بیگرائی کو کریمیا کا خان مقرر کر دیا۔ جس تقرر کو ملکہ نے منظور کر لیا۔ اور اپنے فاتح جنرل کو ترکی وناتیج کریمیا کا خطاب عطا کیا۔ روسی اس نتیجہ سے جامہ مین پہولے نہ سماتے تھے۔ ان کا بیان تھا کہ تاتاریون کے ہاتھون صدیوں تک جو ذلتین اور سختیان ہم دشمن کی جانی رہی تھین۔ اب انکا بدلہ پورا پورا لیلیا گیا ہے۔

روس پر پہلے پہل چنگیز خان کے ایک بیٹے نے سنہ ۱۲۲۳ء مین حملہ کیا تھا جو کل جنوبی روس اور بلگیریہ و ہنگری کو تاخت و تاراج کرکے واپس چلا گیا۔ پھر بارہ برس بعد اوس قہرالہی کے ایک پوتے نے حملہ کیا۔ اور جب چنگیز خان مرگیا تو اوس از دشت قبچاق مین دریا والگا کے جنوبی علاقہ مین اپنی مستقر حکومت قائم کرکے علیحدہ سلطنت قائم کرلی۔ اور پھر کچھ عرصہ قبچاق کے قریب نیا پایہ تخت بنام سرائے تعمیر کیا۔ جو چودہوین اور پندرہوین صدی مین نہایت آباد۔ بارونق اور تمام ممالک متصلہ کی تجارت کا مرکز تھا۔ ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ مین اوس کی شان و شوکت تمول اور آبادی کا مفصل ذکر کرتا ہے۔ مگر آخر کار گردش روزگار سے اوس کا نشان تک ہستی سے لیا معدوم ہوگیا کہ اب یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس موقعہ پر آباد تھا۔ روس اوس وقت متعدد ریاستون مین منقسم تھا جن کو شہزادے جو سب کے سب آور رک بانی سلطنت روس کی نسل سے تھے۔ ہمیشہ آپس مین لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ مگر چنگیزی تاتاری طاقتور رہے اونکی غلامانہ اطاعت و فرمان برداری کرتے رہے۔ خواہین نے روسی رعایا اور شہزادون کو مذہبی آزادی پوری پوری دے رکھی تھی۔ جس کا کسیقدر ذکر مین رسالہ مفرو صنہ مقالم آرمینیا مین کرچکا ہون۔ امتداد زمانہ سے آخر یہ سلطنت تین حصون مین تقسیم ہوگئی۔ جن مین سے قازان اور استراخان کی تاتاری ریاستون کو جیسا کہ پہلی جلد مین لکھا جاچکا ہے زار ایوان ظالم نے فتح کرلیا۔ اور اب سات ہی پانچسو برس کے بعد کیتھرائن نے کریمیا پر قابض ہوکر تاتاری حکومت اور روس مین اسلام کی

ا؎ آجکل کے زمانہ مین جب کہ دخانی جہازون اور ریلوے کی طفیل مہینون کے راستے دنون مین طے ہوتے ہین اور ٹیلیگراف کے ذریعہ ہزارون کوس کی خبرین منٹون مین موصول ہوجاتی ہین۔ ایک ملک کی ہلچل کا دنیا کے بعید ترین ملک مین بھی اثر ہوجانا چندان تعجب خیز نہین ہوسکتا۔ مگر ناظرین غالباً یہ سُن کر ضرور متعجب ہون گے کہ ایسی جہالت کے زمانہ مین بھی مدنی اقوام انسان اور دنیا کے ممالک مین باہمی تعلق موجود تہا۔ چنانچہ جب چنگیز خان کے پوتون نے بسوبا شرقی یورپ پر حملہ کیا تو گو بادی النظر مین یہی شمالمغرب کا ملک اوس کی تاخت و تاراج سے محفوظ دکھائی دیتے ہے تاہم اس جنگجو قوم اور اوس کے قابل سپہ سالارون کی ہیبت ناک بندہ گستی ہوچکی تھی کہ اون کے ڈر سے ہی ہوش پران ہو رہے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے سنہ ۱۲۳۸ء مین اہالی سویڈن اور ناروے نے حسب معمول مچھلی لانے کے لیے اپنے جہاز انگلستان نہ بھیجے۔ جس سے آخر الذکر ملک مین مچھلی از حد ارزان ہوگئی۔ اسپر گبن یہ لطیف ریمارک کرتا ہے کہ چنگیز خان کے قتل سے جو چین کی حدود پر حکمران تھا انگلستان کی منڈیون مین مچھلی کے نرخ پر اثر پڑ گیا۔ اور انگلستان کے غربا کی سنی گئی مگر جو اون کے لیے رحمت کا باعث ہوا اوس سے روسیون پر تباہی وارد ہوگئی۔ مولف۔

پولٹیکل طاقت کا آخری نشان بھی معدوم کر دیا۔ سر ڈونالڈ میکنزی والیس سابق پرائیویٹ سیکرٹری لارڈ ڈفرن گورنر جنرل ہند اپنی کتاب موسومہ (روس) مین لکھتے ہین کہ یہ خوانین اگر دوراندیش اور محتاط مدبرین ہوتے تو اونکی حکومت روس پر بہت زیادہ عرصہ تک قایم رہتی۔ مگر وہ پولٹیکل قابلیت ولیاقت مین نہایت سخت ناقص ثابت ہوئے۔ اونکی صرف یہی کوشش رہی کہ ملک سے جسقدر خراج زیادہ سے زیادہ حاصل ہونا ممکن ہو وہ حاصل کرتے رہین۔ اونہون نے تمام ایسے امور و مقاصد کو جو اس سے اعلیٰ تھے نظرانداز کر دیا۔ اور اوسی معیار کوتاہ نظری سے اونکی پولٹیکل طاقت پر وبال آیا۔ تمام روسی شہزادون کو مساوی سطح پر رکھنے اور اس طرح سے اون کو یکسان کمزور کر دینے کی بجائے وہ بخشش و خوشامد یا نذرانہ و تحایف سے خوش ہوکر اپنے باجگذارون[سلہ] مین ایک یا چند کو ہمیشہ دوسرون پر فوقیت دیتے رہے۔ شروع شروع مین تو یہ فوقیت صرف گرینڈ پرنس (اعلےٰ شہزادہ) کے خالی خولی خطاب تک محدود رہی۔ مگر بعد ازان ان شہزادون نے یہ دعوےٰ کرکے کہ خوانین سے براہ راست تعلق رکھنے کا حق صرف اونہی کو استحقاق ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے شہزادون کو اپنی معرفت خوانین کو خراج ادا کرنے پر مجبور کرکے جلد ہی اس خالی اعزاز کو واقعی طاقت بنا لیا۔ ...... تمام شہزادون مین سے جنہون نے اس طرح سے اپنے اقتدار کو بڑھانے کی کوشش کی سب سے زیادہ کامیابی شہزادگان یا حاکمان ماسکو کو ہوئی۔ وہ ایسے بہادر نہ تھے۔ نہ اون کے اخلاق ہی ایسے تھے کہ علم اخلاق کے ماہرین کو اون سے کوئی ہمدردی ہو۔ مگر مکاری۔ معاملہ فہمی اور استقلال کا وافر حصہ اونہین واہب ازل کی جناب سے ملا ہوا تھا۔ اور وہ کچھ ایسے ایماندار نہ تھے کہ ضمیر اور کانشنس کے الزام اور طعنہ زنیان اون کے دل پر کچھ موثر ہو سکین۔ وہ اوایل زمانہ مین ہی تاڑ گئے تھے کہ روپیہ کے ذریعہ خوانین کے دربار مین بالیقین اقتدار و اعزاز حاصل ہو سکتا ہے۔ پس وہ اپنے وطن مین تو بڑی خست اور کفایت سے بسر اوقات کرتے اور دربار مین آکر نہایت فیاضی اور کشادہ دلی سے کام لیتے۔ چنانچہ اسی رسوخ کی طفیل اونہون نے تاتاریون کی مدد اور اعانت سے کئی چھوٹی چھوٹی ریاستین جن پر باغی ہونیکا الزام لگایا گیا۔ اپنے علاقہ مین شامل کرلین۔ مگر یہ فرمانبرداری اور خوشامد اوسی وقت تک رہی جب تک کہ خوانین کی طاقت ناقابل مقابلہ تھی۔ جب اوس مین انحطاط ہو گیا تو یہ شہزادے خوانین کے رقیب ہوگئے۔ اور آخرکار اونہون نے کل ملک کو تاتاریون کے جوئے سے آزاد کرلیا۔"

اس سال (۱۸۵۴ء) مین عشاکوف اور کلیرن کی ترکی فوجون نے روسی افواج کے حملہ کو کامیابی کے ساتھ پسپا کر دیا۔ مگر کریمیا کے فتح ہو جانے سے جو نقصان عظیم پہنچا تھا۔ اوسکی ان جزوی فتوحات سے کچھ تلافی نہین ہو سکتی تھی۔ ڈنیوب کے سواحل پر بھی ترکون کو ۱۸۵۵ء کی محاربہ کے شروع مین کسیقدر فایدہ رہا۔ اونہون نے مقام گرگیو د جو روسیون نے سال ماقبل کے موسم سرما مین فتح کر لیا تھا۔ واپس لیلیا۔ اور محسن زادہ محمد نے جس نے سوریا مین روسیون اور یونانیون کے مقابلہ پر قابل تعریف مستعدی اور شجاعت ظاہر کی تھی۔ دینات کے گورنر کی حیثیت سے جس اہم عہدہ پر اب وہ مامور تھا ویسی ہی مردانگی اور قابلیت ظاہر کی۔ اوسنے ڈنیوب

سلہ ناظرین کو معلوم رہے کہ خوانین نے روسی ریاستون کے اندرونی انتظام مین کبھی دخل نہین دیا تھا۔ بلکہ ہر ایک ریاست کے باشندے اپنے خراج کے والی ریاست کی معرفت خراج وصول کر لیا کرتے تھے۔ اندرونی انتظام انہی شہزادون کے ہاتھ مین تہا۔ مولف

عبور کر کے بمقام کلافت کیمپ قائم کیا۔ اور وہاں سے پیشقدمی کر کے کراجوا اور بلغہ تک بڑھا چلا گیا۔ اور روسی جرنیل آلیین کو جیتو رگیورگو فتح کرنے کی کوشش کی شکست دی۔ مگر خود پھر سجاریسٹ پر حملہ کر کے ہزیمت اٹھائی۔ روسی جرنیلان سیلا رو ڈو وچ اور ویسمین نے متعدد ترکی دستوں کو بمقام تجہ شکست دی۔ اور گو روسی سپہ سالار جنرل رومانوف نے اس محاربہ میں حسب معمول مستعدی اور سرگرمی سے کام نہ لیا۔ تاہم نے انجلہ غلبہ روسیوں ہی کو رہا۔ رومانوف کی عدم مستعدی کی شاید یہ وجہ تھی کہ ڈولگورکی کی فوج نے کریمیا پر حملہ آور ہونے سے رومانوف کی پاس بھیجا اور صوبجات ڈینوب میں فوج کم رہ گئی تھی نیز وہ گفتگو مصالحت کو شروع ہو جانے کے باعث بھی زیادہ سرگرمی سے کام لینے سے رک گیا تھا۔

فرانس کی کوشش ٹرکی کے حق میں۔ انگلستان کی مخالفت۔ محاربہ کا از سر نو شروع ہونا

دربار فرانس محاربہ کے واقعات کو بڑے تردد اور غور سے دیکھتا رہا تھا۔ مگر انگلستان کی مخالفت اور آسٹریا کی دورخی چال سے خود کوئی عملی حصہ نہ لے سکتا تھا۔ اور روس کے علاوہ یہی دو سلطنتیں بھی نہیں جن کے اغراض و مقاصد کی دفعی بہبود ٹرکی کے قیام کی متقاضی تھی۔ انگلستان اوس وقت روس سے تجارتی معاہدہ کی بابت نامہ و پیام کر رہا تھا۔ مگر بالواسطہ طور پر جو وہ روس کو امداد دے رہا تھا۔ اور نیز جو خوشی وہ روس کی فتوحات پر ظاہر کر رہا تھا۔ اوس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس تجارتی معاہدہ میں کچھ نہ کچھ پولٹیکل اتحاد بھی داخل ہے اور کہ اگر فرانس نے بابعالی کی طرفداری میں اعلان جنگ کر دیا تو انگلستان فی الفور اوس کے بحری جہازات پر حملہ کر دیگا۔

آسٹریا کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے منصوبوں کی بھنک تک دربار فرانس کے کان میں نہیں پڑنے دیتی تھی۔ اور اوس کے برعکس فرانس ۱۷۵۶ء کے اتحادی معاہدہ پر بھروسہ کر کے اس ایماندار سلطنت کو شروع محاربہ سے اپنے ہر ایک ارادہ کی اطلاع دیتا رہا۔ بلکہ اوس سے یہ تقاضا کرتا رہا کہ ترکوں اور پولنڈیوں کی حمایت میں فرانس اور آسٹریا دونوں روس کے برخلاف اعلان جنگ کر دیں۔ جب فرانس ان دونوں ملکوں کی حمایت میں ایسا سرگرم تھا۔ تو ٹھیک نیت آسٹرین گورنمنٹ اوسے کیسے اپنے اس عندیہ سے واقف کر سکتی تھی۔ کہ وہ تو پولنڈ کی تقسیم کی تجویز کر رہی ہے۔ بابعالی سے خفیہ علیحدہ معاہدہ کرنے کی خواہشمند ہے۔ اور یہ چاہتی ہے کہ فرانس روس اور ٹرکی کے درمیان جو بیچ بچاؤ کر رہا ہے اوس سے باز آجائے؟

جنگ چشمہ کے بعد سلطان نے فرانس اور آسٹریا سے روس کی پیشقدمی کو روکنے کے لیئے اتحاد کر لینے کی درخواست کی تھی اور ہر دو سے علیحدہ علیحدہ عہدنامہ کرنے کی بھی خواہش ظاہر کی تھی۔ آسٹریا نے جواب دیا کہ اگر وہ بھی لڑائی میں شریک ہو گئی تو غالباً کل یورپ میں آتش جنگ مشتعل ہو جائے گی۔ البتہ وہ فریقین میں بیچ بچاؤ کرنے پر تیار ہے۔ اور اس شرط پر صلح کرا دیگی کہ روسی پولنڈ کو خالی کر دیں۔ اور ہر ایک فریق کی سرحد وہی رہے جو لڑائی سے پہلے تھی سلطان نے اس جواب کو معقول سمجھ کے

دیوان کے ارکین کو جمع کر کے صلح یا جنگ کا سوال اون کے سامنے پیش کیا۔ اور آسٹریا کا جواب اون کو سُنا دیا۔ فرانس کی نسبت سلطان نے کہا کہ "اوس نے ابھی جواب نہیں دیا۔ مگر قرائن سے پایا جاتا ہے کہ وہ ٹرکی کی حمایت پر ثابت قدم رہیگا۔ چنانچہ اوس کے ساتھ اس وقت بھی کثیر التعداد جہازون کی خریداری کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ اور گو اوس نے جہاز وغیرہ دینے کے متعلق کوئی قطعی جواب ہنوز نہیں دیا۔ لیکن اوس کے سفیر کی باتون سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ فرانس عنقریب ہم سے اتحاد کر لیگا"

تمام وزرا نے صلح کر لیئے جانے کی رائے دی۔ مگر سلطان لڑائی پر مصر تھا اور اوسکی رائے تھی کہ فرانس پر پورا پورا بھروسہ کیا جائے تاہم وزرا نے در پردہ آسٹریا سے درخواست کر دی کہ وہ ثالث بن کر صلح کرا دے۔

انگلستان کو جب اس معاملہ کی خبر ملی تو اوس نے اپنے تئین بطور ثالث پیش کیا لیکن روس کے ساتھ اوسکی طرفداری ایسی بدیہی تھی کہ اوسے صاف جواب دیدیا گیا۔ وزیر اعظم نے انگریزی سفیر کو کہا "در آنحالیکہ انگریزی جہاز روسی بیڑہ مین موجود ہین۔ دربار انگلستان کو ثالثی کی درخواست کرتے ہوئے شرم نہین آتی۔ اور کیا اوس کی تردد سے جو وہ ثالث بننے کے لیئے ظاہر کر رہا ہے یہ نتیجہ نہین نکالا جا سکتا کہ وہ ثالثی کے پردہ مین کوئی سخت دشمنی کرنا چاہتا ہے"

اسی محاربہ کے دوران مین جو کم وبیش وقفون کے ساتھ ۱۷۹۲ء تک جاری رہا منجملہ اور واقعات کے وزیر اعظم نے انگریزی سفیر کو جو مراسلہ[1] لکھا تھا۔ اوس سے انگلستان اور ٹرکی کے تعلقات جو اوس وقت تھے بخوبی ظاہر ہو رہے ہین۔ اس مراسلہ کا ترجمہ مسٹر گریسے ممبر پارلیمنٹ نے ۲۹ فروری ۱۷۹۲ء کو معاملات ٹرکی و محاربہ روس کے مشہور مباحثہ کے وقت جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ پارلیمنٹ مین پڑھا تھا۔

---

[1] یہ مراسلہ سلطانی وزیر اعظم نے سر رابرٹ انزلی انگریزی سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو لکھا تھا۔ اوس کی نقل ذیل مین بجنسہ درج کی جاتی ہے :-

"یہ واضح ہو کہ بادشاہ جم جاہ روم خود ہی جنگ کرتے ہین اور خود ہی مصالحہ کرتے ہین۔ اور اپنے غلام اور بلا زمین رعایا پر اعتماد کر سکتے ہین۔ اور چونکہ اونکی ایمانداری اور وفا شعاری کا تجربہ کر لیا ہے لہذا اونپر اعتبار کلی ہے لیکن یہ وصف (یعنی وفاداری) تم لوگون کے ملک سے اور بلاد یوروپ سے جو تمہارے ملک کے قریب ہین بڑی مدت سے جاتا رہا ہے۔ اگرچہ ادر عیسائی اپنی بات کے سچے بھی ہون تاہم انکا قول قابل اعتبار نہین۔ اس وجہ سے کہ یہ لوگ تمام بنی آدم کو سمجھتے ہین اور مول لیتے ہین۔ سلاطین عثمانیہ تمہارے بادشاہ اور تمہارے ملک سے کچھ تعلق نہین رکھتے اور ہم نے نہ کبھی تم سے صلاح و مشورہ کسی امر مین چاہا۔ اور نہ تمہاری دست اندازی اور نہ تمہاری دوستی چاہی۔ اور ہم اپنی طرف سے کوئی سفیر یا وکیل تمہارے ملک مین رکھنا نہین چاہتے اور نہ تم سے رسم و راہ اور خط و کتابت رکھنی ہمین منظور ہے۔ پس تم لوگ کیون چاہتے ہو کہ ہمارے اور شاہ روس کے درمیان مین پڑو۔ اور کیا وجہ ہے کہ تم چاہتے ہو کہ سلطنت اہل اسلام کی کوئی خدمت کرو۔ حالانکہ تم ہمین کفار کہتے ہو۔ ہم نہ تمہاری دوستی چاہتے ہین اور نہ تمہاری مدد۔ اور ہمین یقین ہے کہ تمہارا وزیر جس کی تم ایسی تعریف کرتے ہو کوئی بات جعلسازی کی مدنظر رکھتا ہے۔ یا تمہاری قوم کے خوش کرنے کے لیئے اوس نے کوئی تدبیر ظلم کرنے کی سوچی ہے۔ اور ہمنے سنا ہے کہ تم لوگ بڑے بیوقوف اور بدذات اور کمینے اور بندہ زر ہو۔ اور ہمین صحیح خبر پہونچی ہے (باقی دوسرے صفحہ پر)

(باقی دوسرے صفحہ پر)

دیوان نے اس ورخواست کو جو آسٹریا سے کیگئی تھی فرانس سے بالکل پوشیدہ رکھا۔ اور اوس کو سطرف سے غافل رکھنے کے لیے اتحاد کے متعلقہ نامہ و پیام کو بڑی سرگرمی سے جاری رکھا۔ فرنچ سفیر ایم ڈی سینٹ پریسیٹ کو ترکی وزراء کی کمزور مزاجی کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۶۔ کہ حرص وطمع تم مین بڑی صفت ہے اور تم اپنے خدا کو بیچتے اور رسول بیچتے ہو اور تمہارا خدا زر ہے اور تمہارے دل را اور بلکہ تمہاری سب قوم بس جو کچھ سمجھتی ہین تجارت کو سمجھتی ہین۔ پس تم چاہتے ہو کہ شاہ روس کے ہاتھ ہمین بیچ ڈالو لیکن ہمین یہ امر منظور نہین۔ ہمین خود ہی شاہ موصوف سے معاملہ کرنے دو اور چونکہ حق تعالے نے ہمارا رشتہ خوش نصیبی دراز کیا ہے۔ لہذا ہمین واجب ہے کہ اوس کی رضا پر راضی رہین اور جو خدا اور اوس کے رسول نے فرمایا ہے ضرور ظہور مین آئے گا۔ آگاہ ہو کہ سلاطین عثمانیہ مکر وحیلہ نہین جانتے بلکہ نفاق ومکر تم نصارٰے ہی کے اخلاق ہین۔ ہم بادشاہ اپنے قول مین ایمانداری اور دیانت اور صفائی کو عیب نہین سمجھتے اور اگر ہم جنگ مین مبتلا ہوتے ہین تو رضائے الٰہی پر راضی رہتے ہین۔ اور یہ جانتے ہین کہ جو ابتداء مین ہماری تقدیر مین لکھا گیا تھا وہی ہوگا۔ ہم بڑی مدت سے شان وشوکت سے بسر کرتے چلے آتے ہین اور تمام بادشاہان روے زمین سے اولے اور افضل ہین۔ اور ہم فخر کرتے ہین کہ مدت ملئے مدید سے کفر ونفاق اور ہر قسم کی بدی اور ریاکاری پر اور نصارے کے مقابلہ مین غالب ہوتے چلے آئے ہین۔ ہم رب العالمین کی عبادت کرتے ہین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد رکھتے ہین۔ لیکن تم لوگ نہ اوس خدا کا اعتقاد رکھتے ہو جس کی عبادت کا بہانہ کرتے ہو اور نہ اوس کے بیٹے کا عقیدہ رکھتے ہو جسے تم اپنا خدا بھی کہتے ہو اور اپنا پیغمبر بھی جانتے ہو۔ بھلا ایسی قوم کفار پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے۔ انپر تمام تعلقات اور رفاقتین جو تم ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہو تم نے ہمیشہ اور ہر کی نکالڈالی ہے۔ اگر تمکو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو دفتر شکایات اور اقرارات اور اظہارات جملہ سلاطین ماضیین نصارٰے جو ہمیشہ جدال وقتال کرتے تھے دیکھ لو۔ اور اگر تم وہ دفتر دیکھوگے تو تمہین معلوم ہو جائیگا کہ تمام سلاطین مذکورین نصارٰے کفر وزندقہ مکر وفریب ظلم وجور ناانصافی اور عہد شکنی مین مساوی تھے۔ بھلا کسی ترک نے کبھی کبھی اپنے عہد یا اقرار کا ایفا نہین کیا۔ بلکہ ہمیشہ ترکون نے اپنی بات کو پورا کیا۔ بھلا کسی بادشاہ نصرانی نے بھی کبھی کسی عہد کا ایفا کیا ہے بجز اوس اقرار کے جو اوسکی حرص وطمع کے موافق تھا نہین کسی بادشاہ نصرانی نے اپنے عہد کی وفا نہین کی۔ پس کیونکر تم لوگ گمان کرتے ہو کہ ہم تمہارا اعتبار کرینگے۔ حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ اس زمانہ مین تم ایسی قوم ہو کہ تمہارے انتظام مین بالکل مکر وفریب بھرا ہے۔ اور تم مین ذرا بھی نیکی نہین کہ بندوبست ملک مین تمہین ہدایت کرے۔ آگاہ ہو کہ شہنشاہ اعظم روم تمہاری بادشاہ سے رسم وراہ ظاہری بھی نہین رکھتے۔ اور نہ اس امر کی انہین ضرورت ہے اور نہ وہ اس امر کو چاہتے ہین۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اس ملک مین بطور ایک گوشہ نشین کے رہو یا بقول تمہارے مثل ایک سفیر کے اپنے بادشاہ کی طرف سے تو تمہین اجازت بجالانے کی ہے اور سفیران قوم نصارٰے کے ساتھ رہو۔ بشرطیکہ تم اپنے چال چلن کو درست رکھو لیکن ہم نہ تو تمہاری مدد بحری چاہتے ہین نہ اعانت بری۔ اور نہ تمہارا مشورہ اور تمہارا درمیان مین پڑنا ہمین مطلوب ہے۔ مجھکو یعنی وزیر شہنشاہ روم کو حکم نہین کہ تمہارے پیام مدد کا شکریہ ادا کرون۔ اس واسطے کہ دولت عثمانیہ اس امر کی شکرگذار نہین کہ تم لوگون کی نسبت مہربانی تصور کرتا ہے اور نہ مجھے حکم ہے کہ تمہارے پیام اعانت بحری کا شکریہ بجالاؤن۔ اس واسطے کہ ہمارے بادشاہ نے (باقی دوسرے صفحہ پر)

پورا علم تہا۔ وہ بجائے خود اون کو ذلت بخش صلح سے بچنے کے لیئے جس کا نتیجہ فرانس کے حق مین بہی اچھا نہین ہو سکتا تہا۔ حوصلہ دلانے کی ہر طرح سے کوشش کرتا رہا۔ اور اپنی گورنمنٹ سے قطعی جواب موصول ہونے تک ترکون کو اون کی شکستیابی کے ذلتی بواعث سے آگاہ کرتا رہا۔ اوس نے اون کو متنبہ کیا کہ تمہارے تمام قدیم ضوابط و قواعد متروک ہو گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۶)۔ کبہی وہم و گمان بہی نہین کیا کہ تمہارے جہازون کو اپنے دریاؤن مین آنے کی اجازت دی۔ نہ ہم جانتے ہین۔ اور نہ ہمین اس سے مطلب ہے کہ تمہین شاہ روس سے کیا کرنا چاہیئے۔ اور ہم چاہتے ہین کہ اپنے مقدمات کو بادشاہ مرحوم سے اوس طرح انجام دین جس طرح ہمارے واسطے اور ہمارے قوانین ملکی کے لیئے مناسب ہو اگرچہ تم لوگ تمام نصارٰی مین بدتر اور شریر نہین ہو جیسا کہ لوگ تمہاری نسبت گمان کرتے ہین۔ تاہم اسمین شک نہین کہ تم غرور اور خود بینی اور گستاخی اور رذالت مین سب نصارٰی سے زیادہ ہو۔ اس واسطے کہ تم کہتے ہو کہ ہم ہی سلطنت عظیمہ روس سے اور تم سے یعنی شاہ روم سے اپنی مرضی کے موافق مصالحہ کرا دین گے۔ تم اور بعض اور نافہم نصارٰی یہ خیال خام رکہتے ہین کہ وہ بھی حکومت کے لائق ہین۔ حالانکہ ہم یہ بات خوب جانتے ہین۔ لہذا یہ گستاخی تمہاری ہمارے نزدیک تمرد اور سرکشی اور مداخلت بیجا مین داخل ہے۔ اور دیکھ لینا۔ کہ یہ گستاخی تمہارے ہی ملک مین تمہارے مشورون کو ذلیل کر دے گی۔ اور اور ملکون مین تمہاری صلاح کو قابل توجہ اور لحاظ نہ رکھیگی۔ چہ جائیکہ شاہ روم کہ وہ تو تمہارے مشورون کی کچھ بھی حقیقت نہین سمجھتے اس وسطے کہ جب اون کے وزراء نے تمہاری صلاح کو سنا اونہین فورًا معلوم ہو گیا کہ یا تمہاری نیت مین فساد ہے یا تم کچھ نہین جانتے۔ آگاہ ہو کہ بندگان عالی شہنشاہ روم اوس قوم کی تدبیرات اور سرکشی سے اپنے ملک کو کیونکر محفوظ سمجھ سکتے ہین جو قوم کہ اپنی ہی رعایا و برایا سے بہی ایسے مکر و فریب کرتی ہے۔ لیکن یہہ امر کچھ تمہین پر منحصر نہین بلکہ بادشاہان نصارٰی کا یہی شعار ہے کہ اپنی رعایا کو روپیہ کے واسطے ایک دوسرے کے ہاتھ بیچتے ہین اور ہمین خبر صحیح پہونچی ہے کہ جو معاملہ تم سلاطین نصارٰی مین آپس مین ہوتا ہے اوسی بادشاہ کے مفید ہوتا ہے جو رشوت زیادہ دیتا ہے۔ وزراء سلطان عثمانی نے اکثر بادشاہان یوروپ کے مشورے سنے۔ لیکن جب اون مشورون پر عمل کیا دغا یا فریب یا نقصان اوٹھایا۔ پس تم لوگ شاہنشاہ روم اور شاہ روس مین مصالحہ کرانے کا ہرگز قصد نہ کرو۔ اس واسطے کہ ہم خوب جانتے ہین کہ تمہارا یہ ارادہ ہے کہ سب بنی آدم کو پریشانی اور انتشار مین ڈالو اور بعد ازان اپنے فریب سے خود ہی منتفع ہو۔ ہمین نہ تمہاری تجارت کی کچھ احتیاج ہے نہ خواہش۔ اس وسطے کہ ہمارے تجار تمہارے مکر و فریب سے تباہ ہو گئے ہین۔ تمہارا مذہب تو کچھ ہے ہی اور کچھ نہین۔ اور تمہارا خدا تو صرف حرص یا جاہ ہے۔ اور مذہب عیسائی جو تم رکھتے ہو تو فقط دہر کے کی ٹٹی ہے۔ اور تمہاری ناپاکی اور بدنیتی کو چہپائے ہوئے ہے۔ آگاہ ہو کہ اب ہم تمہاری کوئی عرض قبول نہ کرین گے۔ لہذا حکم دیتے ہین کہ اس حکمنامہ کا جواب نہ بھیجنا ✣

ہوئے ہین۔ حالانکہ انہی ضوابط کی طفیل تمہاری ینگچیری فوج ایک وقت کل دنیا کی پیدل افواج سے سرآوردہ تھی اس کے ساتھ ہی اوس نے اونکو جدید آلاتِ حرب کیطرف توجہ دلائی جن کا استعمال اوس وقت کل یورپین اقوام نے اختیار کرلیا ہوا تھا۔ اس آخری معاملہ مین اوسے کچھ کامیابی بھی ہوگئی۔ اوس نے بیرن ٹوی ٹاٹ کی مساعی جمیلہ سے قسطنطنیہ مین ملکی توپون کے ڈھالنے کا کارخانہ قایم کردیا۔ اور اسی نوجوان انجنیر کی زیرنگرانی گولندازون کی تربیت کیلیئے ترکی گورنمنٹ سے ایک مدرسہ بھی جاری کرادیا۔ اس نیک نہاد فرانسیسی جس نے ابھی حال مین ڈارڈنیلز کو غنیم سے محفوظ کیا تھا۔ اس بیگانہ ملک کی ایسی تن ہی سے خدمت کی کہ تمام مسلمان بھی اوس کی تندرستی اور صحت کیلیئے مساجد مین دعائین مانگا کرتے تھے۔

اس اثناء مین سفیر کو اپنی گورنمنٹ سے جواب موصول ہوگیا۔ شوسیل نے ایم پریسیٹ کو حکم دیا کہ وہ روسیون کی عملی مخالفت چھوڑ دے۔ مگر ساتھ ہی ترکون کو پولنڈیون کی حمایت سے شکستہ دل ہوکر دست بردار نہ ہونے دے۔ ایک مراسلہ مین شوسیل نے اتحاد سے انکار کرکے لکھا کہ اگر بابعالی چاہے تو فرانس ثالثی کرنے کو تیار ہے۔ شوسیل کو یہ پالیسی انگلستان کی مخالفانہ وضع سے اختیار کرنی پڑی تھی جس نے روسی بیڑہ سے اپنے ملاحون کو واپس بلاکر بڑی بھاری تیاریان شروع کردی تھین جو صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ فرانس کے برخلاف ہین۔ ادھر خود اپنے ہی ملک مین ایک زبردست جماعت ڈیوک شوسیل کو وزارت سے برطرف کرنے کو درپے ہو رہی تھی۔ اس دوطرفہ نرغہ مین اوس نے یہی مصلحت سمجھی کہ سردست خاموش رہکر کسی مفید موقعہ پر مثلاً جب کہ انگلستان کی اوسکے امریکن آبادکارون سے چھڑ جائے جس کی توقع امید ہو رہی تھی۔ تو اوس وقت اس روسی محاربہ مین مداخلت عملی کی جاسکے لیکن گو انگلستان کی وجہ سے وہ بظاہر ترکون سے اتحاد نہ کرسکا تاہم اوس نے پولنڈیون کو پندرہ سو سپاہی۔ اور کچھ انجنیر اور افسر اور روپیہ بھیجے۔ اور سویڈن کو روس کے برخلاف اکسانا شروع کردیا۔ اوس وقت مسٹر مرے قسطنطنیہ مین انگریزی سفیر تھا۔ جو ترکی کے برخلاف اپنی گورنمنٹ کی اس معاندانہ کارروائی کو سخت ناپسند کرتا تھا۔ انگریزی گورنمنٹ کا اوس وقت یہ خیال تھا کہ روس برطانیہ کا قدرتی رفیق ہے۔ وہ اسکا قایل نہ تھا مگر بدقسمتی سے مسٹر مذکور کی بعض بیجا ارکارروائیون سے جو ایسی صورت مین جب کہ خود اوس کی گورنمنٹ مخالف رائے رکھتی تھی ترکی کو انگلستان کی رفاقت کا یقین دلانے کے لیئے مجبوراً کرنی پڑی تھین ترکی وزرا بھی اوس سے ناخوش ہوگئے تھے۔

ادھر سلطان کو مدبری کا بڑا دعوے تھا۔ اور مسیحی ہمسائیگی کا اثر تھا کہ وہ دوسرون کے حقوق و مفاد کو اپنی خودغرضی کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑہانے کو وقتی تدبیر سمجھنے لگ گیا تھا۔ جس سے ڈپلومیٹک نامہ وپیام خوب الجھاؤدار اور پیچیدہ ہوگئے۔ اور آخر سلطان اور اوسکی سلطنت کو اس تقلید سے الٹا زیان اٹھانا پڑا۔ مصطفےٰ ایک لاٹھی سے دو جانور مارنا چاہتا تھا۔ اوسکی خواہش یہی نہ تھی کہ روس کے ساتھ باعزت صلح ہوجائے بلکہ یہ کہ کچھ اور علاقہ بھی ہاتھ آئے جس کیلیئے ایک اور سلطنت سے اتحاد درکار تھا۔

اور یہ کام آسٹریا کی سلطنت سے ہی نکل سکتا تھا کیونکہ ضعیف تھا کا رجیب سب کی نظریں لگی ہوئی تھیں پولنڈ تھا۔ اور اُس کی حقیقی بچ بچاو آسٹریا کی مدد سے ہی ہو سکتی تھی۔ اور اسی لیئے فرانس سے نصیحت جو پولنڈ کا قیام ضروری سمجھتا تھا آسٹریا سے نامہ و پیام کیا جاتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ گو جنرل رومانوف نے ترکی گورنمنٹ کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر براہ راست نا ر بینہ سے صلح کے لیئے سلسلہ جنبانی کیجائے تو بہت نرم شرائط پر فیصلہ ہو جائے گا وہ اس طرف توجہ نہیں کرتی تھی۔ اور بار بار آسٹریا سے رجوع کرتی تھی۔ الغرض اس نوع رائیں آسٹریا، پرشیا، روس اور ٹرکی میں جو نامہ و پیام ہوئے۔ ان میں طامعانہ خود غرضی سے کوئی فریق نہ بچا رہا لیکن عیسائی مورخ خود ہی سلطان کیطرف سے یہ معذرت پیش کرتے ہیں کہ وہ اوس وقت پولنڈ کی برائے نام حکومت سے برسر جنگ تھا اس لیئے اوس کی خواہش ایسی قابل نفرین نہیں ہو سکتی جیسے کہ ان تین عیسائی سلطنتوں کی جو بظاہر پولنڈ کی دوست تھیں۔ ٹرکی نے ۱۷۷۱ء میں اسی اصول پر چلکر آسٹریا سے اس قرارداد پر سمجھاوا کرنا چاہا تھا کہ اگر آخر الذکر روس کی طرفداری نہ کرے تو ٹرکی اُسے پرشیا سے صوبہ سلیسیا پر فتح کرنے اور شاہ سکسنی کو پولنڈ کو تخت پر بٹھلانے میں مدد دیگی۔ مگر اسمیں کامیاب نہ ہوئی تھی۔ لیکن آخر روسیوں کی فتوحات متواترسے آسٹریا کے قیصر جوسف ثانی کو جو باپ کے بعد اپنی ماں میریا تھیریسا کے ساتھ فرمانروائی کرتا تھا کسیقدر تردد پیدا ہو گیا۔ اسی اثنا میں (۱۷۷۰ء) فریڈرک[1] ثانی نے اوس سے ملاقات کی جس میں جوسف نے اُسے کہا کہ دونوں سلطنتوں کو ٹرکی کی حمایت میں بیچ بچاو کرنا چاہیئے۔ شاہ پرشیا نے اس امر کی معقولیت کو تسلیم کر لیا۔ مگر چونکہ دونوں میں کسی مشترک طریق عمل پر اتفاق رائے نہ ہو سکا۔ اس لیئے ہر ایک ملک کے سفیر متعینہ قسطنطنیہ نے رئیس آفندی سے علیحدہ علیحدہ ملکر بیچ بچاو کرنے کی جدا جدا درخواست کی۔ شاہ پرشیا کے سفیر کا نام زگلن اور آسٹرین سفیر کا تھوگوٹ تھا تھوگوٹ کے سامنے دراثنائے گفتگو اسمٰعیل پاشا رئیس آفندی نے روس کے برخلاف پھر اتحاد کی تجویز پیش کی۔ اور اس دفعہ سلیسیا کی بجائے پولنڈ کا نقشہ پیش کیا۔ ترکی[2] وزیر کے الفاظ یہ تھے "جب روسی پولنڈ سے نکال دیئے جائیں گے تو اوس وقت یہ امر آسٹرین دربار کی مرضی پر منحصر ہو گا کہ وہ چاہے تو اپنے حسب پسند کوئی بادشاہ پولنڈ کے تخت پر بٹھا رہے۔ اور خواہ اوس ملک کو بابعالی کو ساتھ تقسیم کرلے"

اس تجویز کا بانی مبانی جیسا کہ اوپر اشارا ہو چکا ہے دراصل خود سلطان مصطفیٰ تھا۔ ایم تھوگوٹ نے جواب دیا۔ یہ تجویز ایسی اہم اور عظیم الشان ہے کہ اسپر غور کرنے کے لیئے یہ موقعہ مناسب نہیں۔ اور اسکی تکمیل سخت خونریزی کے بغیر ناممکن ہے اور تم جانتے ہو بابعالی سے میرے نامہ و پیام کرنیکا مدعا یہی ہے کہ موجودہ لڑائی کو بھی جو اب تک ہی بہت تباہی بخش ثابت ہو چکی ہے بند کر دیا جاوے

[1] جرمنی مورخ شلاسٹر اور آرچ ڈیکن کوکس کا بیان ہے کہ فریڈرک نے اسی ملاقات کے دوران میں جو صوبہ موریویا کے مقام نوشٹاٹ میں ہوئی تھی۔ جوسف سے پولنڈ کی تقسیم کا تذکرہ کیا تھا۔ مگر وان ہیمر اور کئی دیگر مؤرخین کا بیان ہے کہ اوس میں تقسیم مذکور کا کوئی ذکر نہیں ہوا تھا۔ شاہ پرشیا نے ۱۷۷۱ء میں اس کے متعلق آسٹریا سے سلسلہ جنبانی کی تھی۔ مؤلف +

[2] آسٹرین سفیر نے یہ الفاظ اپنے مراسلہ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۷۷۱ء میں بجنسہ نقل کئے ہیں۔ مؤلف +

ادہر فرانس کو جب اس نامہ و پیام کی خبر پہنچی تو اوس نے سابقہ رائے میں کسیقدر ترمیم کرکے ایک مقررہ سالانہ رقم کے عوض اپنے چودہ یا پندرہ جنگی جہاز ٹرکی کے سپرد کر دینے کا منشا ظاہر کر دیا۔

ناظرین یہ اوپر پڑھ چکے ہین کہ سلطان نے فرانس سے جہازی امداد کی درخواست کی ہولی تھی۔ فرانس اسی زمانہ مین اسپانیہ کی طرف سے بھی سلطان کو اسی قسم کی مدد ملنے کا وعدہ کیا۔ اس تجویز کا نام "مربعی اتحاد کی تجویز" رکھا گیا تھا لیکن باب عالی نے ایسا اتحاد کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر فرنچ سفیر کو یہ کہدیا کہ اگر وہ باب عالی کو فرانس سے جنگی جہاز اور سامان خرید دے اور گولندازوں کو اجرت پر منگوا دے تو وہ اوس کا مشکور رہیگا۔ سفیر مذکور نے اس فرمایش کی تعمیل کا وعدہ کیا لیکن آسٹریا کے سفیر کو اس تجویز کی اطلاع ہو گئی۔ اور اوس نے اسی اصول پر آسٹریا اور باب عالی مین سمجھوتہ کرا دینے کی کوشش شروع کر کے بابعالی کو پٹی پڑہا دی کہ جہاز اوس کو کسی کام مین نہین آسکتے۔ اوسے بری فوج کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ۶ جولائی سنہ ۱۷۷۱ء کو دونون سلطنتون مین معاہدہ ہو گیا جس کے رو سے باب عالی نے آسٹریا کو بیس ہزار صرہ دینار یعنی ایک کروڑ بارہ لاکھ پچاس ہزار فلورن[1] نقد اور والیشیا خورد کے علاقہ دینے اور آسٹریا کی تجارت کو تمام ٹیکسون سے بری اور اوس کے تجارتی جہازات کو شمالی افریقیہ کی اسلامی طاقتون کے بحری حملون سے محفوظ رکھنے کا اقرار کیا۔ اور ان کے عوض آسٹریا نے بابعالی کو وہ تمام علاقے جو روس نے محاربہ مین فتح کر لیئے تھے واپس دلا دینے اور پولنڈ کی آزادی قایم رکھوانے کی حلف اوٹھائی۔ بابعالی نے اپنی سادہ لوحی سے زر مقررہ کا ایک حصہ اوسیوقت آسٹریا کو بھیجدیا۔ اور آسٹریا نے بھی بظاہر تعمیل شرائط کو لیئے اپنی فوج کو سرحد کیطرف روانہ کر دیا۔ جہان فوج مذکور نے روسیون کو مرعوب کرنے کی بجائے زیادہ تر ترکون اور پولنڈیون کو دہمکانے کا کام دیا۔ کیونکہ گو آسٹریا کی نیت قیصر جوزف اور فریڈرک کی ملاقات کے وقت نیک ہو۔ مگر بعد مین اوس کی نیت پھر پہلے کیطرح بد ہو گئی تھی۔ اور مدد دینا تو درکنار الٹا دشمنی کی پالیسی مین اوس نے ٹرکی کو نقصان پہنچانے اور آخر اوس سے دغا کرنے کی ٹھان لی تھی جس میں معاہدہ کی وہ تمام شرائط جو آسٹریا نے کی تھیں محض ایلہ فریبانہ اور غدارانہ تہین۔

روس نے پھر براہِ راست اس شرط پر کہ کوئی اور سلطنت مداخلت نہ کرے۔ بابعالی سے صلح کا نامہ و پیام شروع کرنے کی کوشش کی۔ مگر ترکون نے آسٹریا کی رفاقت کے بھروسہ پر کچھ توجہ نہ کی۔ اور اودہر اس اثنا میں اس سلطنت نے یہ کیا کہ جب کیتھرین نے اوسے شروع ستمبر مین قطعی طور پر اطلاع دی کہ روس نے کریمیا کو ٹرکی سے آزاد کر دینے اور مالڈیویا اور والیشیا پر ایک خود مختار فرمانروا کو متمکن کرنے کا قطعی ارادہ کر لیا ہے۔ تو یہ بالکل دم بخود رہی۔ اور جب چند ہی دن بعد ماہ اکتوبر فریڈرک ثانی نے آسٹریا کو اطلاع دی کہ اوس نے پولنڈ کا کچھ حصہ اور خاصکر صوبہ پومیرنیا کو ملحق کر لینے کا مصمم عزم کر لیا ہے اور اگر دربار وینا چاہے تو وہ بھی اسیقدر علاقہ پولنڈ کا لے سکتا ہے تو اس نیائنداسے بھی طاقت نہ کل قول و قرار کو فراموش کر دیا

[1] آسٹریا کا پرانا نقری سکہ جو موجودہ کرنسی سے دگنا یعنی ایک شلنگ ۸ پنس کے برابر تھا - مولف۔

اور اوس کے منہ مین اس لقمہ کے پیش ہوتے ہی پانی بھر آیا۔ اسی موقعہ پر کیتھرائن کب خاموش رہ سکتی تھی۔ اوس نے جھٹ اس کے جواب مین ایک اور تجویز آسٹرین گورنمنٹ کے سامنے پیش کر دی کہ دونون سلطنتین ٹرکی کا حصہ بخرہ کر لین۔ روس پوڈلیا اور مالڈیویا لے اور آسٹریا بوسینیا اور ڈلمیشیا پر تصرف کر لے۔

انگریزی سفیر کو کسی طرح آسٹریا اور ٹرکی کے خفیہ اتحادی معاہدہ کی نقل مل گئی تھی۔ اور اوس نے دربار روس و پرشیا کو اوسکی خبر کر دی تھی۔ فریڈرک ایک تو پولینڈ کا علاقہ غصب کرنے کے لیئے اور دوسرے اس وجہ سے کہ وہ ۱۷۶۴ء کی معاہدہ کی رو سے (جس کے مطابق اوسے روس کو ترکون کے ساتھ لڑائی ہونے کی صورت مین فوج کی بجائے نقد امداد دینی پڑ رہی تھی) روس کو روپیہ دیتے دیتے تنگ آگیا تھا۔ اب دل سے ٹرکی اور روس مین صلح ہو جانیکا خواہشمند تھا۔ وہ اس معاہدہ کو دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑا۔ اوسنے دیکھ لیا کہ روس کو ٹرکی سے صلح کر لینے پر مجبور کرنے کے لیئے یہ خوب آلہ ہاتھ آگیا ہے۔ لیکن برعکس اوسکے کیتھرائن کو کوئی ایسی جلدی نہ تھی۔ اور وہ اس امداد کو جو اسے خزانہ پرشیا سے مل رہی تھی باسانی ترک کرنا نہین چاہتی تھی۔ آخرکار گو روس و ٹرکی مین صلح کرا دینے کا معاملہ تو اوسیطرح کھٹائی مین پڑا رہا۔ پولینڈ کے تر لقمہ نے جنوری ۱۷۷۱ء سے پہلے ہی روس اور پرشیا کو متفق الرائے بنا دیا۔ فریڈرک نے اپنے بھائی شاہزادہ ہنری کو سینٹ پیٹرزبرگ بھیجدیا۔ اور پولینڈ کے مطلوبہ علاقہ کے عوض فریڈرک نے اقرار کیا کہ اگر آسٹریا نے روس پر حملہ کیا تو وہ آسٹریا پر چڑھائی کر دیگا۔ اور روس نے والیشیا اور مالڈیویا کے دعوی سے دست بردار ہو جانیکا وعدہ کیا۔

یہ پیشبندی اس خیال سے تھی کہ شاید آسٹریا کی ایمانداری اوسکے طمع پر غالب آجائے مگر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے سلطنت مذکور کا ایمان اس تجویز کے پہلی مرتبہ پیش ہوتے ہی پر ہی زیر و زبر ہو چکا تھا۔ قیصر جوزف اس غدارانہ سازش مین بڑی خوشی سے شریک ہو گیا۔ اور ٹرکی کی طرف سے طوطے کی طرح آنکھین پھیر کر اوس روپیہ کو بھی جو اوسکی موعودہ امداد کے عوض باب عالی نے رقم مقررہ مین سے بھیجا تھا شیر مادر کیطرح ہضم کر گیا۔

جب یہ ابلیسانہ نامہ و پیام شروع ہوئے اوس وقت ان ایماندار سلطنتون کی خوش نصیبی سے وہ شخص کہ صرف وہی اس شیطانی تجویز کی کامیابی کو روک سکتا تھا یعنی شوازل اختیارات سے معطل اور لوئی پانزدہم کی نئی معشوقہ میڈم ڈی باری کی سازشون سے ذلیل و برخاست ہو کر دربار فرانس سے خارج ہو گیا۔ ڈیوک مذکور نے اپنی وزارت کے دوران مین چار اہم مقاصد ہمیشہ پیش نظر رکھے تھے۔ از انجملہ ایک یہ تھا کہ اپنی بحری طاقت کو اتنا بڑھا دے کہ وہ انگلستان کی بحری طاقت سے ٹکر کھا سکے۔ اور اوس کی بڑی تمنا یہ تھی کہ جس طرح ہو سکے ان تمام ذلتون کا جو فرانس کو جنگ ہفت سالہ مین سمندر پر انگلستان کے ہاتھ سے اٹھانی پڑی تھین پورا پورا بدلہ لے۔ چنانچہ اوس نے اوس ناراضگی کو جو انگلستان اور اوس کی امریکن نوآبادیون مین ظاہر ہونی شروع ہو گئی تھی۔ ہر طرح سے بڑھا دینے کیلئے پوری تیاری کر لی ہوئی تھی۔

اوس کے بعد ڈیوک ایگیوالان وزیر اعظم مقرر ہوا۔ اسپر حق الامر ہے کہ وہ بھی ٹرکی اور پولینڈ کی حمایت کے لیئے اوس کی سی کوشش

چلنا چاہتا تھا جو شوسل کی تھی۔ اور اسی لیئے اوس نے جنگی بیڑے تیار بھی کر لیئے تھے۔ مگر انگلستان کی آنکھوں پر اوس وقت ایسی پٹی پڑی ہوئی تھی کہ اوس کی مخالفت سے ایگوالان بیچارے کی بھی کوئی پیش نہ گئی۔ انگریزی وزارت نے اُسے کہلا بھیجا کہ اگر فرانس نے ان دونوں ملکوں کی طرفداری میں ذرا سے ہاتھ پاؤں بھی ہلائے تو انگلستان فی الفور اعلان جنگ کر دیگا اسپر فرانس نے انگلستان سے آنکھ بچا کر خفیہ در پردہ امداد بھیجنے کی کئی مرتبہ کوشش کی لیکن اس میں بھی ناکام رہا۔ اور دربار انگلشیہ نے اوس کو اچھی طرح کان کھولکر فہمایش کر دی کہ وہ اس تنازعہ میں کسی غیر متعلقہ سلطنت کو دخل نہیں دینے دیگا اور اسطرح انگلستان کی ان دہمکیوں کی طفیل اور اوسکی حمایت میں تینوں غارتگر پولنڈ کی پہلی تقسیم کرنے میں کامیاب ہوگئے اور انگلستان کو غارتگری میں معاون ہونے کی رسوائی کے سوا اسطرح کا ذاتی فائدہ نہ ہوا۔ مگر سب سے زیادہ شرم و خجالت لوئی پانزدہم کو لینی ہی جس نے عظیم الشان طاقت تیری کے باوجود دم نہ مارا۔ اور اٹھارہویں صدی کی غصب[1] عظیم اور گناہ سنگین کو عمل میں آجانے دیا۔ اور جب وہ عمل میں آچکا تو بہ بظاہر کمال غضب آلود ہو کر اس کے عوض ہالنڈ پر قبضہ کر لینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ انگلستان اس وقت بھی آڑے آیا۔ اور اتحاد ثلاثہ کے ساتھ شامل ہو جانے کی دہمکی دیکر نامرد لوئی پانزدہم کو اپنا ارادہ قوت سے فعل میں لانیسے روکدیا۔ بعد ازاں فرانس نے سویڈن کو مدد پہنچانی چاہی۔ اس سے بھی انگلستان مانع ہوا۔ اور آخر انگلستان نے فرانس کو صاف کہدیا کہ وہ یورپ کے خواہ کسی سمندر میں بیڑہ جہازات روانہ کرے۔ انگریزی بیڑہ اوس کا تعاقب کریگا جسپر بہادر فرانس ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا۔ اور انگلستان کے رفیق روس کو اپنے مقاصد میں کامل کامیابی ہو گئی۔

آسٹریا نے اس صریح غداری کو وقت ٹرکی کی اشک شوئی کے لیئے اپنے سفیر تھوگوٹ کو حکم بھیجا تھا کہ وہ پرشوی سفیر کے ساتھ ملکر باب عالی کو سمجھا دے کہ اُسکا مفاد اسی میں ہے کہ وہ صلح کی شرائط کی تصفیہ کے لیئے کانگرس منعقد کیئے جانے کی درخواست کردے۔ اوس وقت کیتھرائن نے بھی اپنے رفیق غاصبوں کی ایما و مشورہ سے تنہا براہ راست تصفیہ کرنیکا مطالبہ چھوڑ کر

[1] پولنڈ کی تقسیم و غصب کے دردناک واقعات رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا میں مفصل درج کیئے گئے ہیں۔ پول جو پہلے لانی کہلاتے تھے سلیو قوم کا ایک قبیلہ ہیں جو ساتویں آٹھویں صدی میں دریا ڈسٹو اور اوڈر کے درمیان آباد ہو گیا پھر رفتہ رفتہ اس کی طاقت اس قدر عروج پکڑ گئی کہ اوسکی حکومت بحیرہ بالٹک سے بحیرۂ سیاہ تک شمالاً جنوباً اور پرشوی صوبہ سلیشیا سے روسی صوبہ سمولنسک اور خرسون تک غرباً شرقاً پھیل گئی۔ اوس وقت اس حکومت کا طول ۱۳، عرض ۶۹۳ میل اور رقبہ دو لاکھ ۸۲ ہزار مربع میل تھا۔ پہلی تقسیم ۱۷۷۲ء میں اور دوسری ۱۷۹۳ء میں ہوئی۔ ۱۸۱۵ء کے معاہدہ ویانا کے رو سے آزاد پولنڈ کا رقبہ ۴۹ ہزار میل مقرر کیا گیا۔ مگر ۱۸۳۱ء میں روس نے اس علاقہ کو بھی غصب کر کے پولنڈ کی حکومت کا نام و نشان معدوم کر دیا۔ تقسیم اول کی نسبت خود قیصرہ میریا تھریسا یعنی ایک غاصب کی ماں کے یہ الفاظ ہیں کہ آسٹریا نے جو حکمت عملی اختیار کی ہے وہ بزرگی، عزت اور دیانت کے منافی ہے"۔

(مؤلف)

آسٹریا کی ثالثی کو قبول کر لیا تھا۔

ادہر ترکی کو بھی گو روس طرابزون اور گرجستان پر حملہ کرنے مین ناکام رہا تہا۔ اور اوس کا بیڑہ افسرون اور ملاحون کی نالائقی سے بحیرہ آذاف سے باہر نہین نکل سکا تھا۔ اور دریائے ڈنیوب پر بھی لڑائی کا پلڑا یکسان رہا تہا۔ مگر کریمیا مین جیسا کہ مذکور ہوچکا ہے اوسے کامل ظفریابی ہوچکی تھی اس لئے بہر صلح و آشتی تصفیہ نزاع کی ضرورت محسوس ہوگئی تھی۔ چنانچہ فریقین مین سمندر اور خشکی پر دونون جگہ جنگ ملتوی ہوگیا۔ اس التوا کا معاہدہ دس جون ۱۷۷۲ء کو مقام گرگیو مین ہوا۔ بعد ازان انعقاد صلح کیلئے بمقام فوکشانی (واقعہ والیشیا) کانگرس منعقد ہوئی۔ زارینہ کے سفراء نے شرائط پیش کین کہ باب عالی کریمیا کی آزادی تسلیم کرے اور روسی جہازون کو بحیرہ اسود مین جہاز رانی اور تجارت کرنے کی اجازت دیدے۔ ترکون نے ان شرائط کو مسترد کر دیا۔ کریمیا کے بارے مین ترکی سفراء کا بیان خاص غور کے قابل ہے۔ اونہون نے کہا کہ "روس کا یہ مطالبہ دیگر موانعات کے علاوہ خود اسلام کے اصولون کے بھی برخلاف ہے۔ سلطان تمام سنت جماعت مسلمانون کا مذہبی بادشاہ ہے۔ اگر وہ ہندوستان بخارا اور مراکو مین اس اقتدار و استحقاق سے کام نہین لیتا تو اوس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ملک بہت دور کے فاصلہ پر ہین مگر کریمیا جیسے قریبی علاقہ کے مسلمان باشندون (تاتاریون) پر سے اس اقتدار کو وہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین کبھی نہین ہٹا سکتا فرائض خلافت اس کو مانع ہین"

الغرض اس کانگرس سے کوئی نتیجہ مترتب نہوا۔ اور تھوڑے سے وقفہ کے بعد دوسری کانگرس بخارسٹ (بکرشا) مین جمع ہوئی۔ وہ بھی ۱۷۷۲ء کو باقیماندہ حصہ اور ۱۷۷۳ء کے موسم بہار تک اجلاس کرکے ۱۲ مارچ ۱۷۷۳ء کو ناکام برخاست ہوئی اور لڑائی پھر شروع ہوگئی۔

دربدولا روسی سفیر ابرسکاف و دیگر یورپین سفراء کے متواتر اصرار و تقاضون پر قلعہ یدی قلہ سے رہا کر لیا گیا تہا۔ اور وہ کانگرس مین شامل ہوگیا ہوا تھا۔ اوس نے پندرہ فروری ۱۷۷۳ء کو کانگرس مذکور مین خوار بیٹہ کا الٹی میٹم پیش کیا۔ جسمین سات شرائط درج تہین جو حسب ذیل ہین۔ (۱) روس کو تاتاریون کی آزادی کا محافظ تسلیم کیا جائے اور اس امر کی ضمانت مین کہ اس آزادی مین خلل نہ ڈالا جائے گا۔ کرچ اور ینی قلعہ کے قلعے روسیون کے قبضے مین رہنے دیئے جائین (۲) روس کو تجارتی اور جنگی جہازون کو بحیرہ اسود اور بحیرہ مجمع الجزائر (بحیرہ ابیض) مین جہاز رانی کا پورا اختیار ہوگا (۳) کریمیا کے تمام دوسرے قلعہ جن مین ترکی فوج مقیم رہتی ہے تاتاریون کے حوالہ کر دیئے جائین (۴) مالڈیویا اور ولیچیا اور ڈسمی گریگوری گہیکا کو جو اس وقت روسیون کے پاس ہے پہر صوبہ مذکور کی مسند حکومت پر متمکن کر دیا جائے۔ اور اوس کو تین برسون مین ایک برس کی آمدنی بابت بطور خراج لیا کرے اور حکومت اوس کے خاندان مین موروثی رہے۔ (۵) روس کا مستقل سفیر قسطنطنیہ مین رہا کرے (۶) کلبرن کی ملکیت روس کو منتقل کر دیجائے اور عثاکوف کے قلعے کو مسمار کر دیا جائے (۷) باب عالی روس کے فرمانروا کیلئے بادشاہ کا لقب اور یہ بھی تسلیم کرے کہ وہ سلطنت عثمانیہ کے تمام ان باشندون کی حفاظت کرینگا جو کلیسیاء یونانی کے معتقد ہون

استحقاق حاصل ہو۔

یہ شرطیں سُن کر ترکی سفرائے بہت بگڑے۔ اور انہوں نے روسی سفرا کو طعن دیا کہ جب تمہارا نہ آرپٹیر ہمارے قابو آگیا تھا۔ اور جنگل میں درختوں کی چھالیں کھانے پہ مجبور ہو رہا تھا تو باب عالی نے اُسے قتل یا زندہ گرفتار کر لینے سے احتراز کرکے صرف آذاف کی واپسی کی شرط پہ اوس سے صلح کر لی تھی۔ کیا اب تمہیں ایسی زیادتی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ مگر روسی سفیر ترکی وزیر عظم بلتان جی ایسے بیوقوف نہ تھے۔ وہ ان شرائط پہ مُصر رہے۔ ابیدہ رئیس آفندی اور وزیر عظم نے کل جنیلوں اور افسروں کو جو ترکی فوج کے ساتھ تھے جمع کرکے یہ شرطیں اون کے سامنے پیش کیں۔ ان سب نے متفق الرائے ہو کر بیان کیا کہ روسیوں کا اصل مدعا کرچ اور ینی قلعہ کو لینے کا ہے۔ باقی شرطیں محض تفاظی اور بہانہ کر لیتے ہیں۔ جہاز رانی کی متعلقہ شرط پر بہ آسانی سمجھوتہ ہو سکیگا۔ کریمیا کی موجودہ حالت کی نسبت تاتاریوں کی کامل آزادی کو تسلیم کر لینا زیادہ مناسب ہوگا۔ کیونکہ مناسب موقعہ ملنے پر ہم پھر وہاں عملی دخل کر سکیں گے۔ باقی رہی روس کی یہ دھمکی کہ اگر شرائط کو تسلیم نہ کیا گیا تو وہ پچاس ہزار صرہ (تقریباً تین کروڑ فلورن) بطور تاوان جنگ لیگا۔ اگر حکومت ان شرائط کو نہ مانے۔ تو یہ رقم جمع کرکے تیمم پہنچائی جاسکتی ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ صلح کر لینا مناسب ہے۔ کیونکہ اگر لڑائی جاری رکھی گئی تو خواہ ہم سات برس اور لڑتے رہیں مفید شرائط پر ہمیں صلح نصیب نہ ہوگی۔ مجلس حرب کے یہ فیصلے قلمبند کرکے عطاء اللہ بک کی معرفت قسطنطنیہ بھیجے گئے جہاں دیوان نے اوپر طول طویل مباحثہ کرکے آخر شرائط کو مسترد کر دیا۔ اسپر ترکی سفراء نے گفتگوئے صلح کو طول دینے اور روس کو مطالبوں میں نرمی کرنے پر مائل کرنے کی کوشش کی۔ سلطان اب سچے دل سے صلح کا خواہان تھا۔ مگر وہ یہ چاہتا تھا کہ باعزت شرائط پہ صلح ہو۔ اوس نے رئیس آفندی کو اپنے ہاتھ سے خط لکھکر اس امر کا اختیار دیدیا کہ وہ ینی قلعہ اور کرچ کے عوض روس کو ستر ہزار قرش کی رقم پیش کرے۔ اس کا اوبرسکاف نے جواب دیا کہ "کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میرا دماغ دیوالیہ ہو رہا ہے میں تم سے حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ اگر تم شرائط کو مان لو تو ہم بڑی خوشی سے اوسیوقت اسیقدر رقم تمکو ادا کر دیں گے"۔ ترکی سفراء کی کوشش سے گفتگو کسیقدر طول تو کھینچ گئی۔ مگر ان دونوں قلعوں کی حوالگی انعقاد شرائط میں اہم رکاوٹ رہی۔

تمام علماء نے یکزبان ہو کر کہدیا کہ خواہ نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ نکلے۔ یہ شرط کبھی نہیں ماننی چاہیئے۔ سلطان لڑائی سے ایسا بیزار ہو رہا تھا کہ وہ تو شاید روسی مطالبہ کو مان لیتا مگر اُسے اندیشہ تھا کہ کہیں علماء اوس کے برخلاف بغاوت نہ کرا دیں۔ اوس نے یہانتک کیا کہ رئیس آفندی عبدالرزاق کو پیغام بھیجدیا کہ اگر وہ روس کی کل شرائط کو اپنی ذمہ واری پر تسلیم کرکے معاہدہ صلح پر دستخط کر دے تو وہ ملک کی بڑی خدمت کرے گا۔ مگر ساتھ ہی سلطان نے یہ بھی اُسے صاف جتلا دیا کہ اگر معاہدہ مذکور سے قسطنطنیہ میں شورش برپا ہوئی تو میں تمہاری اس کارروائی سے مطلق لاعلمی ظاہر کرکے تمکو معہ کنبہ جلاوطن کر دونگا۔ رئیس آفندی نے ایسی خطرناک ذمہ واری کو اپنے سر لینے سے انکار کر دیا۔ اور بخارسٹ کی کانگرس

۱۲ مارچ ۱۷۷۳ء کو برخاست اور لڑائی پھر شروع ہوگئی۔

محاربہ کا از سرنو شروع ہونا۔ سلسٹریا اور شوملا کی حفاظت۔

مگر ابتدائے جنگ سے ترکی افواج کو جو مہلت ملگئی تھی۔ اوسے بیکار ضایع نہیں کیا گیا تھا۔ اوس سے پورا پورا فایدہ اوٹھایا گیا تہا۔ ترکوں میں حفاظت ملک کے لیئے عام جوش پھیلگیا ہوا تھا۔ اور سلطانی وزراء اور امیروں نے ایک دوسرے کی ضد بضد خود اپنے خرچ سے فوجی دستے تیار کر لیئے تھے۔ ادہر سلطان نے ۱۷۷۱ء کو اخیر میں محسن زادہ محمد پاشا کو جس نے ۱۷۷۰ء میں موریا میں مذکرہ صدر کارنمایان کیا تہا۔ اور وہان سے ودین کی گورنری پر بھیجے جانے کے بعد بھی نہایت ضبط اور قابل تعریف مستعدی ظاہر کی تھی۔ پہر وزیر اعظم بنا دیا تھا۔ وہ لڑائی سے پہلے بھی وزیر اعظم تھا۔ اور اسی خطا پر معزول کر دیا گیا تھا کہ وہ تیاریوں کی تکمیل سے پہلے روس کے ساتھ لڑائی شروع کرنیکے مخالف تھا۔ ان تین برسوں کے تلخ تجربے نے سلطان پر واضح کر دیا تھا کہ اوس نے زاریہ سے اعلان جنگ کرنے میں تعجیل سے کام لیکے اور اپنے قابل وزیر کو برطرف کرنے میں سخت غلطی کی تھی۔ مویا اور ریڈین کے سرعسکر کی حیثیت سے محسن زادہ دیگر ترکی جنرلوں کی ناقابلیت کے مقابلہ پر قابل عزت مستثنیٰ پایا گیا اور آخر سلطان کو اسی شخص کیطرف جو میدان جنگ اور مجلس شوری دونوں جگہ نہایت قابل ثابت ہوا تھا رجوع کرنا پڑا۔ کہ یا تو وہ اپنے تدبر و لیاقت سے مناسب شرائط پر صلح کر کے لڑائی کا خاتمہ کر دیگا۔ یا دیگر کمانڈروں کی نسبت بہتر کامیابی کے ساتھ جنگ قایم رکھ سکیگا۔

چنانچہ محسن زادہ نے فوکشانی اور بخارسٹ کی کانگرسوں میں باعزت صلح کے لیئے بہت کوشش کی تھی۔ مگر ساتھ ہی ان چند مہینوں میں اوسنے عثمانیہ فوج کی ہمت بڑہانے اور روسی پیشقدمی بجانب قسطنطنیہ کی روک تہام کیلیے بہی اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تہا۔ قزاقی اور لوٹ مار کے مرتکبوں کو اوس نے نہایت سخت سزائیں دین۔ اور کئی افسران کے جنہوں نے دشمن کے مقابلہ کیوقت بزدلی ظاہر کر کے سپاہ کو حوصلے بھی پست کر دیئے تہے سر قلم کرا دیئے۔ اوس نے ہزیمت خوردہ افواج کے بچے کہچے حصوں کو جمع کر کے از سرنو مرتب کیا۔ اور بہت سی تازہ دم فوج بھی جو زیادہ تر البانی بوسنیا اور سلطنت کی دیگر بہادر و شجاع ترین مسلمان اقوام سے بہرتی کیگئی تھی تیار کر لی۔ جو قلعے ڈینیوب کے کنارہ پر ابہی ترکوں کے قبضے میں تھے۔ اون میں فوج کے مضبوط دستے متعین اور کافی ذخایر حرب و رسد جمع کر دیئے گئے۔ اور خاصکر سلسٹریا کی حفاظت کے لیے معقول انتظام کیا گیا۔ مگر اوس نے صرف سلطنت کی پہلی قدرتی سد محافظت یعنی ڈینیوب کے کنارہ کو ہی مضبوط کرنے پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ دوسری قدرتی سد یعنی سلسلہ کوہ بلقان کی حفاظت و استحکام کا بھی بخوبی انتظام کر کے شوملہ کو اپنی افواج کا ہیڈ کوارٹر بنایا۔

یہ شہر جس کا درست تلفظ شومنا ہے ورہ اس صدی کی روسی و ترکی محاربات کی وجہ سے عام مشہور ہوگیا ہے اون

پہاڑیون کے مجموعہ کی مشرقی دامن مین جو سلسلہ کوہ بلقان کی شمالی جانب سے کسیقدر آگی واقع ہین - آباد ہے - یہ پہاڑیان شمال مشرق کیطرف آگی کو خم کھائے ہوئے ہین - اور نعل کیطرح اونکی شاخین باہر کو نکلی ہوئی ہین شہر اوس میدان کے وسط مین جسے یہ نعل نما پہاڑیان احاطہ کیئے ہوئے ہین واقع ہے - اور گو اوسکی حفاظت کے لیئے متعدد قلعے اور مورچے بنے ہوئے ہین اور اوس کے سامنے بلند زمین یا پہاڑیون کا ایک چھوٹا سا کرارہ یا سلسلہ موجود ہے - جو بہی دشمن سے جو ڈنیوب کیطرف سے شوملا کو آرہا ہو اوس کی جزوی حفاظت کر رہا ہے - مگر پہر بہی بذاتہا طبعی طور سے اوس کا محل وقوع کچھ ایسا محفوظ اور مستحکم نہین - یہ سامنے والی پہاڑیان متذکرہ صدر پہاڑیون سے جو شہر کے عقب اور دونون بازؤن پر واقع ہین بلندی مین بہت کم ہین - اس کی جو کچھ قدرتی مضبوطی ہے وہ انہی پہاڑیون کی سطح مرتفع پر منحصر ہے جس کا رقبہ اٹھارہ بیس میل مربع ہے - اس سطح سے پہاڑیون کی طرفین نشیب کیطرف پہلے تو کچھ فاصلہ تک بالکل سیدہی دیوار کی طرح کہڑی ہین پہر وہ سطح زمین تک نرم ڈھال کہاتی ہوئی جاتی ہین - ڈنیوب کے جنوبی کنارہ کے تمام قصبون سے جسقدر سڑکین جنوب کو جاتی ہین وہ سب شوملا مین ملجاتی ہین - اور پہر شوملا سے جدا جدا ہوکر بلقان کے بڑے بڑے درون مین سے جنوب کو جاتی ہین مگر شوملا سے ان درون مین سے کسیکی طبعی طور پر حفاظت نہین ہو سکتی - نہ وہ اون کے رستون کو بند کر سکتا ہے غنیم اوس کے گرد سے چکر کاٹ کر بلقان کے درون مین پہنچ سکتا ہے - لیکن ہمین شک نہین کہ اگر اس سطح مرتفع پر زبردست فوج موجود ہو تو غنیم کے لیئے ایسا کرنا سخت خطرہ سے خالی نہین - سطح مذکور کی وسعت اور ملحقہ علاقہ کی قدرتی بناوٹ کی وجہ سے شوملا کا محاصرہ کرنا تقریبًا ناممکن ہے - اور وہ زبردست فوج جو وہان مقیم ہو بشرطیکہ اوس کے کماندر قابل و مستعد ہون یہی نہین کر سکتی کہ غنیم کیلیئے شہر کا فتح کرنا ناممکن کر دے - بلکہ غنیم کی جو فوج قرب و جوار مین موجود ہو اوسے سخت نقصان پہنچا سکتی ہے - اور اگر غنیم شوملا کو ایکطرف چھوڑ کر بلقان کیطرف بجانب جنوب بڑہ جائے تو فوج مذکور غنیم کے سلسلہ آمد و رفت کو اوس کے ہیڈ کوارٹر سے بآسانی منقطع کر سکتی ہے - اور اگر روسی حملہ آور فوج ترکی فوج مقیمہ شوملا کی دسترس سے بچنے کیلیئے شوملا سے بہت فاصلہ بلقان مین سے گذرنے کی کوشش کرے تو ان موقعون پر سلسلہ کوہ کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ اوسکو متفرق دستون مین ہوکر جدا جدا تنگ پہاڑی رستون اور پگڈنڈیون سے گذرنا پڑے - اور پیشتر اس کے کہ یہ دستے پہاڑ کی دوسری طرف جا کر آپس مین مل سکین - وہ امدادی ترکی فوج جو سلسلہ کے عقب یعنی جنوب مین بمقام ایڈوس یا کسی اور مناسب مقام مین بشرطیکہ ترکی کماندر بالکل ہی نالائق اور نادان نہ ہون لازمی طور پر مقیم ہوگی - اونکو بآسانی تمام ٹکڑے ٹکڑے کر دے -

الغرض یہ ہین شوملا کے قدرتی محل وقوع کے فوائد جنہین ترکون نے جہان کہین ممکن تہا قلعون اور مورچون سے اور مضبوط کر دیا تہا - اور جبہی وہ سنہ ۱۸۷۷ء تک روسی پیشقدمی سے اپنے دار الخلافہ کی حفاظت کیلئے نہایت کارآمد مقام اور ڈنیوب کے کنارہ پر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیئے اپنے جیوش کا بینظیر مرکز تصور کرتے رہے تہے - مگر افسوس جو سنہ ۱۸۷۷ء کے محاربہ روم و روس کے بعد اون کے قبضہ مین نہین رہ گیا - اور ٹرکی اب نہ صرف ڈنیوب بلکہ بلقان کی بہی قدرتی حفاظت سے

محروم ہوگئی ہے۔ اور ترکوں کو اپنے پایہ تخت کی حفاظت کیلیئے امداد ایزدی کے بعد اب محض اپنی قوت بازو اور مصنوعی استحکامات و مورچہ بندیوں پر سہارا رکھنا ہے۔

شوملا کے علاوہ دو اور مقامات (جس نے ۱۸۲۸ء و ۱۸۷۷ء کی محاربات میں بہت شہرت حاصل کی۔ اور یہ وہی مقامات ہیں جو موجودہ صدی کی لڑائیوں میں بھی جس کے اختتام میں اب دو ہی برس باقی رہ گئے ہیں کچھ کم مشہور نہیں ہوئے یہ سلسٹریا اور وارنا ہیں۔ سلسٹریا دریائے ڈینیوب کے داہنے کنارہ پر اوس جگہ کے قریب جہاں سے دریائے مذکور کا ڈیلٹا[1] شروع ہوتا ہے۔ واقع ہے۔ وہ تقریباً نیم دائرہ کی شکل میں آباد ہے جس کا قطر دریائی ساحل ہے۔ اوس کے قرب وجوار میں خشکی یعنی بلگیریا کی طرف مرتفع زمینیں ہیں جنگی لحاظ سے جن کی اہمیت اور سود مندی حال کے محاصروں میں بخوبی ثابت ہوگئی ہے ۱۸۷۷ء میں جب روسیوں نے دوبارہ حملہ کرنیکا عزم کیا تو اوس وقت اوس کی حفاظت ان چیزوں پر منحصر تھی۔ خاص شہر اور اوس کے مضافات عمیق خندقوں سے گھرے ہوئے تھے۔ اور ان کے علاوہ وسیع تاکستان اور خوب صورت شاندار گلاب کے باغات بھی گرد و نواح میں موجود تھے۔ والیشیا کی طرف سے بلگیریا میں سے گذر کر ٹرکی پر کامیابی کے ساتھ حملہ آور ہونے کے لیئے جرمن نامور جنرل فاتح میدان مولٹکی اور انگریز جنرل چیسنی وغیرہ ماہرین امور حرب کی رائے میں سلسٹریا پہلے قابض ہونا لوازمات میں سے ہے۔ کیونکہ متذکرہ صدر علاقہ سے خواہ کدھر سے بلقان پر پیشقدمی کی جائے۔ وہ حملہ آور فوج کے کسی نہ کسی بازو کے بالکل قریب پڑتا ہے۔

وارنا جہاں ۱۴۴۴ء میں مراد ثانی نے کئی عیسائی بادشاہوں کے متحدہ لشکر کو کامل ہزیمت دی تھی بحیرۂ اسود کے مغربی ساحل پر شوملہ سے تخمیناً ۵۰ میل بجانب شرق واقع ہے۔ اور جنگی اہمیت کے لحاظ سے شوملہ سے دوسرے نمبر پر ہے کیونکہ جب تک پہلے وارنا کو فتح نہ کر لیا جائے کوئی حملہ آور بخیریت اور بے فکری کے ساتھ بلقان کے مشرقی دروں میں سے نہیں گذر سکتا ان تینوں مقامات کی حفاظت کا کما حقہٗ انتظام کر لینے سے محسن زادہ نے ثابت کر دیا کہ وہ فن حرب میں قابل تعریف دستگاہ رکھتا ہے۔

ادھر روسی جنرل رومانزوف کی کارروائی سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ وہ بھی ان مقامات کی قدر و منزلت سے ویسا ہی واقف تھا جیسے کہ اوس کے بعد کے روسی جنرل تھے۔ شوملہ میں اپنا ہیڈکوارٹر قائم کرنے سے محسن زادہ بلقان کی باحسن وجوہ حفاظت کرنے کے ہی قابل نہ ہوگیا تھا۔ بلکہ وہ وہاں سے دریائے ڈینیوب کے کنارہ پر بھی حسب موقعہ جارحانہ یا مدافعانہ کارروائی

[1] ڈیلٹا یونانی حروف تہجی میں ایک مثلث شکل حرف کا نام ہے۔ اور اوس لحاظ سے تکونی زمین کو جو تینوں طرف سے پانی سے گھری ہو ڈیلٹا کہتے ہیں۔ بڑے بڑے دریا سمندر میں گرنے سے پہلے عموماً دو یا زیادہ شاخوں میں بٹ جاتے ہیں۔ ان شاخوں اور کنارہ سمندر کے درمیانی علاقہ کو ڈیلٹا کہا جاتا ہے۔ سنگھاڑے کو بھی انگریزی میں ڈیلٹا کہتے ہیں۔
(مؤلف)

نہایت موثر طریق سے کرسکتا تہا۔ ۱۸۵۴ء مین جب جدال پہر شروع ہوا تو روسی فوج مقیمہ والیشیا کی نقل و حرکت سے واضح ہوگیا کہ وہ مقام تلچہ کے قریب سے دریاے ڈنیوب کو عبور کرنیکا ارادہ رکہتی ہے۔ ترکی فوج کا ایک دستہ چرکس پاشا کے زیر کمان صوبہ ڈابرڈشا مین بمقام بابا طاغ مقیم تہا۔ وزیر اعظم نے اوسے دشمن کی ہر ایک نقل و حرکت کی نہایت احتیاط سے نگرانی کرتے رہنے کے تاکیدی احکام بہیجے۔ مگر فوج مذکور حیرت انگیز نامردی سے بابا طاغ سے بہاگ گئی۔ اور روسیون نے بلا مزاحمت قرہ صوتک بڑہ چلے اور قرہ کرمان کے قلعون کو مسمار و منہدم کر دیا۔ دستہ مذکور کی اس غیر متوقعہ بزدلی اور روسیون کی ابتدائی ظفر یابی سے وزیر کے استقلال اور حوصلہ مین کوئی فرق نہ پڑا۔ اور وہ بدستور سابق اپنے بعید ہی مقامات اور قلعون کی فوجون کی کمانڈرون کی حوصلہ افزائی اور نگرانی کرتا رہا۔ اوس کی مستعدی اور قابلیت نے آخر اپنا پہل دیا۔ اور تسچاک کے قریب اس لڑائی مین پہلی مرتبہ ترکون کو اپنے مخالفون پر فتح عظیم حاصل ہوئی۔ روسی سابقہ فتوحات سے بہت ہی بدمنغ ہو گئے ہوئے تھے۔ اور وہ کامیابی کے پورے بہروسہ کے ساتھ مقام مذکور کی طرف بڑہے تہے مگر اون کے پہونچنے سے پہلے رغستانی پاشا زبردست کمک لیکر قلعہ کی فوج کو جا ملا تہا۔ اس متفقہ فوج نے حملہ آورون کو فاش شکست دیکر اون کے پندرہ سو آدمی اور تین توپین پکڑ لین۔ لیکن انہی ایام مین بتاریخ ۷ جون ۱۸۵۴ء جنرل وسیمین نے ترکی فوج زیر کمان بخت بجرائی و چرکس پاشا کو بمقام قرہ صو شکست دیکر پندرہ ترکی توپین چہین لین۔ قرہ صو سے یہ روسی جرنیل اپنے سپہ سالار رومن زوف کی کمک کے لئے جو سلسٹریا کے برخلاف آگے بڑہنے کا انتظام کر رہا تہا آخر الذکر مقام کو روانہ ہوگیا۔

رومن زوف نے روسی قلب لشکر لیکر بمقام بالیہ ڈنیوب کو عبور کیا۔ جرنیلان سٹوسیچن و ٹوملکٹن اوس کے ماتحت فوج مذکور کے کمانڈر تھے۔ سلسٹریا کے سرعسکر عثمان پاشا نے رومن زوف کی فوج کو دریا کے عبور کرانے سے روکنے کی کوشش کی مگر جنرل وسیمین بر وقت آ پہنچا۔ اور اوس نے عثمان کی فوج پر پازو پر سے حملہ کر دیا۔ ترک دلاوری سے لڑے لیکن اون کو آخر پسپا ہوکر شہر مین داخل ہو جانا پڑا۔ سلسٹریا کی اہمیت روسی جرنیل اور سلطان دونون کو بخوبی معلوم تہی۔ ترکی فوج کے ہراول کو کمانڈر ابراہیم پاشا کو پچہلے دنون غنیم پر حملہ کرنے مین ناکامی ہوئی تہی۔ اوسے سلطان مصطفے نے بدست خود یہ مختصر مگر پر معنی حکم بہیجا۔ "اگر تجھے اپنی جان عزیز ہے تو اپنے ہزیمت خوردہ سوارون کو جمع کرکے اڑتا ہوا فی الفور سلسٹریا کی کمک کو پہنچ جائے"

دریا سے گذر کر رومن زوف نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور ستر توپون اور بیشمار خمپارہ توپون سے اوس پر گولہ باری شروع کر دی شہر کی فصیلون مین چند دنون مین کئی رخنے پڑ گئے۔ اور روسی فوج کالمون مین صف آرا ہوکر شہر پر دہاوا کرنے کے لئے آگے بڑہی۔ اوس کے ساتھ بیرونی خندقون کو پر کرنے کے لئے ایک سو گاڑیاں بہیجین۔ درحقیقت اور خس و خاشاک سے لدی ہوئی تہین۔ فریقین مین خونخوار معرکہ آرائی شروع ہوگئی۔ روسی جنگی استقلال اور دلیرانہ تہور سے بار بار حملے کرتے

اور ترک حسب معمول نہایت ثابت قدمی اور شجاعت کے ساتھ اون کا مقابلہ کرتے رہے۔ رومن زوف پیچھے سے بار بار تازہ دم فوجین بھیجتا رہا۔ اور چند گھنٹون تک پے در پے حملے ہوتے رہے۔ آخر ترکون کے قدم ڈگمگا گئے۔ اور روسی بیرونی خندقون اور مورچون سے گذر کر مضافات مین داخل ہو گئے۔ اور اونہون نے اپنے زعم مین سمجھ لیا کہ بس سلسٹریا فتح ہو گیا۔ مگر وہان شہر کے تمام مرد مسلمان عثمان کی کمک کو پہنچ گئے۔ اور پہلے سے دُگنی تیزی و ثبات کے ساتھ لڑائی شروع ہو گئی۔

روسیون کو اوس وقت تک ابھی اسبات کا علم نہ ہوا تھا کہ قلعہ بند مقامات اور شہرون مین ترکون کی طرف سے واقعی مدافعت اوس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ دیگر قومین مقابلہ سے بالکل دست بردار ہو جاتی ہین سلسٹریا مین اون کو ترکون کا یہ خاصہ جیسے جرمن جنرل وان مولٹکے نے واقعات محاربہ ۱۸۲۸-۲۹ء اور مسٹر ہربرٹ نے ۱۸۷۷ء کی محاربات[1] پلیونا مین مفصل بحث کی ہے پہلی مرتبہ معلوم ہوا۔ روسی کالم سخت خونریزی کے ساتھ باہر دھکیل دیے گئے اور رومن زوف مین اس نقصان عظیم کے بعد محاصرہ کو قائم رکھنے کی طاقت نہ رہ گئی۔ اور وہ محاصرہ سے دست بردار ہو گیا۔

یہ فتح جو عثمان پاشا کو اپنی ذاتی بہادری اور شہر کے کمانڈر اسد حسن پاشا کی شجاعت و مردانگی کی طفیل حاصل ہوئی تھی ۱۸۵۴ء کے محاربہ مین ترکون کا نہایت ہی عظیم الشان فوجی کارنامہ متصور کیجاتی ہے۔

رومن زوف نے اسی کیوقت اپنی فوج کو تین کالمون (عمودون) مین مرتب کیا جن مین سے دو کو لیکر وہ ڈینوب کے پار عبور کر کے والیشیا کو ہٹ گیا اور تیسرے کو جنرل وسیمین کے زیر کمان بابا طاغ و لانغ ڈوبرڈشا کو بھیجدیا۔ ترکی فوج کا ایک دستہ نے جو نعمان پاشا کی زیر کمان تھا۔ اس کالم پر رستہ مین مقام کنارجی حملہ کیا۔ روسیون نے حسب معمول مربع در مربع قاعدہ کے مطابق صف آرائی کر لی۔ مگر نعمان کے ینگچریون نے ایسی دلاوری اور تیزی کے ساتھ حملہ کیا کہ وہ روسیون کے قلب کو چیرتے ہوئے نکل گئے۔ اس موقعہ پر اگر روسی فوج عقب قابل تعریف مردانگی نہ دکھلاتی تو کل روسی سپاہ بالیقین تباہ ہو جاتی۔ اس فوج عقب نے ینگچریون پر جب کہ اونکی صفین دشمنون کی صفون کو چیرتی ہوئی بھگوڑون کے تعاقب مین ایکدوسرے سے جدا ہو گئین یکبارگی حملہ آور ہو کر اون کو پیچھے ہٹا دیا۔ پیشتر اس کے کہ ینگچری پھر اپنی صفین مرتب کر کے حملہ آور ہوسکین اونھون نے اپنی ہزیمت خوردہ فوج قلب و میمنہ و میسرہ کی پراگندہ صفون کو درست کر لیا۔ اور آخر کار ترکون کو شکست دیکر بھگا دیا۔ اور اونکی ۲۰ توپین چھین لین۔ مگر یہ فتح اونہین بڑے مہنگے دامون پڑی۔ اونکے ہزارون آدمی قتل و مجروح ہوئے۔ اور اُنکا بہادر جنرل بھی کھیت رہا۔ وہ لڑائی کے شروع مین ہی ضرب تفنگ سے ہلاک ہو گیا تھا۔ ہزیمت خوردہ ترکی فوج کو جلد پیچھے سے کمک پہنچ گئی۔ اور اوس نے ہر سہ دا کو غنیم سے چھین لینے کی کوشش کی۔ وہان جنرل سوروف کمانڈر تھا جس نے ترکی فوج کو سخت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔ اس دوسری ہزیمت پر وزیر اعظم نے نعمان کو معزول کر کے علی پاشا داغستانی فاتح میدان سیپک کو اوس کی فوج کا کمانڈر بنا دیا۔ اور اُسی وقت عثمان پاشا۔ اسد حسن اور دیگر افسرون کو جنہون نے کارزار مین نمایان خدمت کی تھی ترقی مدارج اور انعام و اکرام

[1] یہ کتاب دفتر اخبار وکیل امرتسر سے مل سکتی ہے۔ مؤلف۔

شاہانہ سے سرفراز کیا گیا۔

رومنزوف کو دل مین سلسٹریا کی ہزیمت سخت کھٹک رہی تہی۔ اور وہ فوج کو سرمائی کوارٹرون مین بہیجنے سے پہلے ڈنیوب کو دائین کنارے پر کچھ نہ کچھ کامیابی حاصل کرنے کے لئے سخت بیچین ہو رہا تہا۔ چنانچہ اوس نے ایک زبردست دستہ شہزادہ ڈولگوروکی کے زیر کمان ڈنیوب کی پرلی طرف مقام ہرسوا کو بہیجدیا۔ اور جنرل انگرن کو جو ویسمین کا جانشین ہوا تہا بابا طاغ سے حرکت کرنے اور دوسری روسی فوج کے ساتھ ملکر اوس ترکی فوج پر جو بہیر زرہ مین جمع ہوگئی تھی حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس حملہ مین کامل کامیابی نصیب ہوئی اور ترکی فوج کا حصّہ کثیر منتشر ہوکر شوملہ کی طرف بہاگ گیا۔ اس فتح سے سرمست ہوکر روسی جرنیلون نے پہر حزم و احتیاط کو خیرباد کہدیا۔ اور اونہون نے اپنی اپنی فوجین جدا جدا کرلین۔

انگرن چھ ہزار پیدل اور تین ہزار سوار لیکر بایں امید وارنا کیطرف روانہ ہوا کہ وہ اُسے اچانک حملہ آور ہوکر فتح کرسکیگا۔ اور باقیماندہ فوج شوملا کیطرف چلدی جس نے خفیف سی مزاحمت کے بعد بازارجک کو جس کا گیریسن (فوج مقیم قلعہ) اور تقریباً کل باشندے بہاگ گئے ہوئے تھے فتح کر لیا۔ مگر اس آسان کامیابی کے باوجود باقیماندہ باشندے جن مین زیادہ تر ضعیف پیر مرد، عورتین اور بچے تہے۔ روسیون کے خوفناک مظالم سے نہ بچ سکے۔ جن کو اٹھا اٹھا کر دیوارون کے ساتھ پٹک دیا گیا۔ اور اسطرح اون کو بھیجے پہوڑ دیئے گئے۔ مگر ظالمون کے یہ ابلیسانہ افعال زیادہ دیر تک بلا پاداش نہ رہے۔

جب شوملہ مین قرہ صو کی فوج کی ہزیمت اور روسی پیشقدمی بجانب بلقان کی خبر پہونچی تو وزیر اعظم نے جنگی کونسل جمع کرکے حاضرین سے خطاب کیا کہ آیا کوئی ایسا بہادر اور مستقل مزاج افسر موجود ہے جو قرہ صو اور بازارجک کے مفرورین کو جمع کرنے اور ان شکستون کا بدلہ لینے کا ذمہ اٹھائے۔ رئیس آفندی عبدالرزاق نے اس کٹھن کام کیلئے اپنی خدمات پیش کین۔ اس مردانہ درخواست کو وزیر اور دیگر ارکانِ کونسل نے بڑی خوشی سے منظور کرلیا۔ اور بہادر وزیر خارجیہ وصف آفندی (ترکی مؤرخ) فلپ پولی کے مفتی اور چار سو سوارون کو لیکر (جو تقریباً سب کے سب اوس کے ذاتی ملازم تہے) چل پڑا۔ اور قوزلچہ کی سڑک پر مختلف ترکی دستون کی منتشر شدہ جماعتون کو جو قرب وجوار مین اودہر اودہر بکہری ہوئی تہین جمع کرنے مین کامیاب ہوگیا۔ بمقام قوزلچہ روسی فوج ہراول پر حملہ آور ہوکر اُسے بہگا دیا۔ اور بعد ازان صاعقہ وار آگے بڑہ کر روسی فوج مقیمہ بازارجک پر ٹوٹ پڑا۔ روسیون نے سمجہا کہ کل ترکی فوج اون پر آپڑی ہے۔ اور وہ سراسیمہ وار ایسی افراتفری اور دہشت کے ساتھ بہاگ گئی کہ اپنا کل سامان اور گودام تک پیچہے چہوڑ گئے۔ اور چولہون پر اون کی دیگچیان جن مین گوشت ابہی تک پورا نہ گلا تہا دہری رہگئین۔ ادہر مولداویہ انگرن کو بمقام وارنا سخت زک پہنچ چکی تہی جب روسی فوج وارنا کی دیوارون کے قریب پہنچی اوس وقت بحیرہ اسود کا ترکی کمانڈر قلیچ عثمان پاشا چہوٹے سے بیڑہ کے ساتھ وارنا کے قریب ...... گشت کر رہا تہا۔

اوس نے روسی فوج کو دیکھتے ہی جھٹ پٹ چھ سو بحری سپاہی اپنے نایب کو ماتحت وارنا کی کمک کے لیئے خشکی پر اُتار دیئے۔ بندر مذکور کے قلعے چندان مضبوط نہ تہے۔ روسیون نے تھوڑی دیر اون پر گولہ باری کرکے دنا واکر دیا۔ شہر کے ایک حصہ مین داخل ہونے مین وہ کامیاب ہوگئے۔ اور وہان اونہون نے عیسائی محلہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر دوسری طرف جہان وہ خندقون کو پر کرنے کا سامان اور فصیلون پر چڑہنے کے لیئے سیڑہیان ساتھ لیکے بغیر حملہ آور ہوئے تہے۔ سراسیمہ و پریشان پیچھے ہٹا دیئے گئے جس کے بعد ترکون نے اول الذکر حصہ پر حملہ کرکے وہان سے بھی روسیون کو باہر نکالدیا۔ اور پرنس ڈولگورکی کچھ فوج لیکر بابا طاغ کو اور رانگرن باقیماندہ کو ساتھ لیکر اسٹیبلہ کو ہٹ گیا۔ وارنا کے معرکہ مین دو ہزار روسی قتل و زخمی ہوئے۔ اور وہ ایک سو گاڑیان سامان اوٹھانے والی۔ اور دس توپین پیچھے چھوڑ گئے۔ فتح بازارجک اور وارنا کی کامیاب محافظت یہہ دونون ۱۷۷۳ء کے محاربہ کی جس مین زیادہ تر ترکون کے حق مین فتح و ظفر کا پانسہ پڑتا رہا تہا۔ آخری فتوحات تھے۔

سلطان مصطفےٰ ثالث کی وفات

اسی سال جیسا کہ اوپر مفصل مذکور ہوچکا ہے ترکی عساکر اور پاشا کو مصر اور شام مین باغیون کے برخلاف نمایان کامیابی نصیب ہوئی۔ مگر آغاز محاربہ کے وقت سے سلطنت کو اسقدر صدمے پہنچ چکے تھے کہ ان فتوحات سے اونکی حسب اطمینان تلافی نہین ہوسکتی تھی۔ بنا برین سلطان کو جو اپنی سیاسی چالون کی ناکامی سے بھی بہت شکستہ دل ہو رہا تہا اِس سے چندان خوشی نہ ہوئی۔ مصطفےٰ اکثر اپنے خاندان کے سلاطین اور دیگر مشرقی فرمانرواؤن کیطرح نجوم کے فرضی علم کا بہت کچھ معتقد تہا۔ اور نجومیون نے اوسے بتایا تھا کہ وہ لڑائی مین ظفرمند رہیگا۔ اور اوس سے اوسے بہت فائدے پہونچین گے۔ مگر اب اُسے چند برسون کے مسلسل تجربہ سے واضح ہو گیا کہ جس طرح اپنی تدبیر پر اوس کا بھروسہ درست نہین نکلا ویسے ہی ستارون نے بھی اوس کے ساتھ وفا نہ کی ہے۔ اِس شکستہ دلی سے اوس کی صحت بھی آخر مین جاکر درست نہ رہ گئی۔ اور وہ اکثر اپنے سرعسکرون کی سستی اور عدم مستعدی کی شکایت کرتا رہتا۔ جب اُسے قرہ صو کی دوسری ہزیمت کی خبر ملی تو اوس نے بذات خود میدان جنگ مین جانے کا مصمم ارادہ ظاہر کیا۔ وزراء نے عرض کیا کہ ایسی اہم کارروائی دیوان کے مشورہ کو بغیر کرنی ہرگز مناسب نہین دیوان کے اجلاس مین علماء نے رائے ظاہر کی کہ موجودہ حالات مین بادشاہ کا میدان جنگ مین جانا خالی از خطر نہین ہوسکتا۔ خاصکر ایسی صورت مین جب کہ اوسکی صحت بھی اچھی نہین۔

مصطفےٰ نے اِس پر صحت کے بحال ہونے تک اپنی روانگی کو ملتوی کر دیا۔ مگر درست ہونے کی بجائے وہ دن بدن خراب ہوتی گئی۔ اور وہ کئی ہفتون تک مرض کی تکلیفین برداشت کرنے کے بعد ۲۵ دسمبر ۱۷۷۳ء مطابق ۵ ذیقعدہ ۱۱۸۷ھ کو راہی ملک عدم ہوگیا۔

ناظرین کو اِس بادشاہ کا کیرکٹر اور خوص حالات مندرجہ بالا سے بخوبی معلوم ہوگئے ہون گے۔ یہہ بھی اُسکے کیرکٹر کا اجمالی بیان اِس موقعہ پر نامناسب نہ ہوگا۔ بڑی خوبی اس مین یہ تھی کہ وہ اکثر سلاطین کیطرح حرمسراے کے عیش و عشرت کا

دلدادہ نہ ہوا۔ وہ سلطنت کی اصلاح۔ رعایا کی خوشحالی اور اپنے خاندان کے اقتدار کے استحکام کا دل سے خواہان وان مقاصد کی حصول کی لیئے جہان تک اوسکی ذات کا تعلق تہا۔ تادم مرگ استقلال اور مستعدی کی ساتھ مصروف رہا۔ اور ان اوصاف کی لحاظ سے اوسکی موت ملک اور قوم کی لیئے بیشک سخت افسوسناک سانحہ تہی۔ اگر وہ اپنی کوششون مین کامیاب اور اوس کا عہد حکومت خوش نصیب نہ ثابت ہوا۔ تو ہمین اوس کا چندان قصور نہ تہا۔ وہ اپنی طرف سے روس کی فتوحات کو روکنے اور پولنڈ کی پدقسمت ریاست کو بچانے کے لیئے پوری کوشش کرتا رہا تہا۔ اوس نے خارجیہ معاملات کی متعلق نامہ وپیام مین حیلہ حوالہ۔ ٹال مٹول اور چالبازی سے بہت کام لیا تہا۔ مگر جب روس کی غاصبانہ بلند پروازی۔ آسٹریا اور پرشیا کی غدارانہ ناصحیت اور دوستی۔ فرانس کی جوڑکی کا پُرانا رفیق تہا کمزوری اور سب سے بڑہ کر خود اوس کی اپنی سلطنت کی بدانتظامی پر خیال کیا جائے تو اوسے بالکل معذور سمجہنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے متقدمین کی غلطیون کی اصلاح۔ رعایا کی بہتری اور ملک کی سلامتی کا سچے دل سے شیدا تہا۔ مگر افسوس اس کام کی لیئے وہ کافی اخلاقی طاقت اور ذہانت نہ رکہتا تہا یہی وجہ تھی کہ اپنی بہادرانہ جد وجہد اور مسلسل مساعی جمیلہ اور ۱۷۷۳ء کے محاربہ کی فتوحات کی باوجود وہ اپنے جانشین کیلئے کٹھن اور گرانبار ورثہ چھوڑ گیا۔

کریمیا۔ والیشیا اور مالڈیویا پر روسی قابض تہی۔ ہرقل والی گرجستان (جارجیا) علانیہ کیتہرائن کے ساتھ ملا ہوا تہا احمد پاشا گورنر بغداد محض برائے نام سلطان کی تابع تہا۔ ظاہر عرب قبائیل کی مدد سے برابر سر فساد اور آزادی کا نقارہ بجا رہا تھا مصر مین بہی گو علی بک مارا گیا تہا مملوک اعیان نام ہنا دطور پر فرمانبردار تہے۔ البانیا مین محمود پاشا علانیہ باغی ہو رہا تہا۔ اور جنینیا ریانیا کا گورنر علی خودسری کی بنیاد قائم کر رہا تہا۔ یہ تھی اوس وقت سلطنت عثمانیہ کی حالت جبکہ تاج عثمانی ایک ایسی شہزادہ کے سر پر رکہا گیا جس نے نصف عمر محلسرا شاہی کے اندرونی گوشون مین بسر کی تھی اور جو قرآن شریف کی نسخے لکہنے یا تیر کمان بنانے رہنے سے وقت گذاری کرتا رہا تھا۔

سلطان عبدالحمید اوّل کی تخت نشینی اور معاہدہ کناجی۔

سلطان عبدالحمید اوّل ۴۳ برس کی عمر مین تخت نشین ہوا۔ وہ حسب معمول ینگچریون کو خزانہ مین روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے تخت نشینی کا انعام نہ دیسکا اور تعجب ہی کہ اس مفسد اور شورہ پشت جماعت نے بہی کوئی اصرار نہ کیا۔ اوس نے وزراء اور عہدہ دارون مین بہت کم تغیر و تبدل کیا۔ وزارت عظمیٰ محسن زادہ اور بحری افواج کی کمان بہادر حسن الجزائیری کے پاس ہی رہنے دی۔ وہ صلح کا دل سے خواہان تہا۔ وزراء جرنیل اور سوائے علماء کی باقی کل طبقہ بہی یہی چاہتے تہے۔ لیکن عالم کرتچ اور ینی قلعہ کو کفار روسیون کی حوالہ کرنے کی مخالف اور تاتاریون پر سے اقتدار اٹھا لینے کو منصب خلافت کی خلاف بیان کرتے تہی جس پر فریقین مین جاڑا گذر جانے پر پہر لڑائی شروع ہو گئی اور

اوس کے آغاز ہی مین ترکون کو ایسی ہزیمت ملی اور خلافت عظمیٰ کے لیئے اسقدر خطرات پیدا ہو گئے کہ علماء بھی خاموش ہو گئے اور اہل شمشیر کی رائے غالب آگئی اور نتیجتاً صمیمین مین صلح ہو گئی۔

۲۴ اپریل ۱۸۷۷ء کو وزیر اعظم نے شوملہ مین مولود شریف کی تقریب پر بڑی دہوم دہام سے جشن کیا۔ شاہی علم لشکر کیمپ کے سامنے نصب کیئے گئے اور کل امراء کی کونسل منعقد کی گئی جسمین جارحانہ کارروائی شروع کرکے روسیون کو ہرسووا سے نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مگر روسی جن کے دلون مین پچھلے سال کی ہزیمتون کی سخت خلش باقی تھی۔ اپنی فوج کی ترتیب اور جمعیت کی درستی و استحکام سے غافل نہ رہتے تھے۔ علاوہ برین ہرسووا مین سوروف ایسا روسی بہادر جرنیل موجود تھا جس نے ترکون کے حملہ کا انتظار کرنے کی بجائے خود ہی اونکی طرف پیشقدمی شروع کر دی۔ اودہر ایک اور روسی جرنیل کامنسکی کے دستہ کو رستہ مین سے ساتھ ملا کر بمقام قوزلیجہ ترکی فوج سے جس کی جمعیت ۲۵ ہزار تھی ۱۷ جون کو معرکہ آرا ہو گیا۔ اس لڑائی مین ترکون کو کامل شکست ہو گئی اور وہ اپنا سارا کیمپ کل قیام و خرگاہ جنگی ہتھیار اور ۹ توپین غنیمت کے لیئے چھوڑ کر میدان جنگ سے سراسیمہ وار بھاگ گئے اور ادہر ادہر منتشر ہو گئے۔ چنانچہ جب روسی جرنیلان کامنسکی اور سیبالڈ روودک نے اس لڑائی کے بعد شوملہ کی طرف بڑہنا شروع کیا تو اوس وقت وزیر کے پاس اس وسیع مورچہ بندی کی حفاظت کے لیئے فقط ۸ ہزار آدمی باقی رہ گئے ہوئے تھے۔ اور اون مین بھی [۱] خانہ جنگی ہو رہی تھی۔

اودہر روسیون کو کئی دستے شوملہ سے جنوب کی طرف بڑہ کر بلقان کے درون تک پہنچ گئے ہوئے تھے۔ ایسی صورت مین وزیر اعظم کے لیئے کونٹ رومنزوف کے پاس جو بذات خود اب کمان کر رہا تھا التوائے جنگ کی درخواست کرنیکے واسطے اپنا معتمد بھیجنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تہا۔ رومنزوف نے التوائے جنگ کی درخواست کو قبول کرنے سے انکار کرکے وزیر کو کہلا بھیجا کہ اگر چاہو تو شرائط صلح کے تصفیہ کے لیئے اپنے سفیر بھیج سکتے ہو۔ وزیر نے سلطان کو اس معاملہ کی اطلاع کی۔ یہان سے چند دنون کے بعد اجازت [۲] موصول ہو گئی۔ وزیر نے اپنی طرف سے سفیر بھیج دیئے۔ اور دونون سلطنتون کے نائبون کی کانفرنس نے بمقام کنارجی پہلا اجلاس ۱۰ جولائی کو کیا۔

جنگی آدمیون کا خیال تہا کہ معمولی باہمی گفتگو سے مصالحت جلدی ختم ہو گئی۔ کیونکہ علاوہ اس امر کے کہ فریقین کے سفراء فوجی آدمی تھے دونون فریق لڑائی کو تمام کرنے کے بھی خواہان تھے۔ روس کو فتوحات عدیدہ حاصل ہوئی تہین مگر درحقیقت قافیہ [illegible]

---

[۱] ایک ہی شکست سے ترکی سپاہیون کی خود سری و بدنظمی کا یہ عالم ہو گیا تہا کہ قوزلیجہ کے میدان سے بہاگتے وقت جب رئیس آفندی روکنا اور پھر دشمن کے مقابلہ کے لیئے جمع کرنے کی کوشش کرنے لگا تو اوس کو نوکر نے بندوق کا نشانہ بنا کر بیجان زمین پر گرا دیا۔ مولف

[۲] کریسی صاحب فرانس کی وساطت کا کوئی ذکر نہین کرتے مگر مسٹر رضا کا بیان ہے کہ جب سلطان نے صلح کی تحریک کی تہی انہی [illegible] کہلا بہیجا کہ وہ اگر ترکی کی مدد کرے [illegible] جائیگا اور [illegible] کبھی پوری نہین ہو سکے گی۔ اس کے ساتھ ہی اوس نے خود وسیط بننے کا منشا بھی ظاہر کر دیا مگر اوس نے فرانس کی وساطت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور انگلستان [illegible] مگر ترکون نے فرانس کو سوا کسی اور کی وساطت ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور آخرکار اسنے فرانس کو وسیط مان لیا۔ برعکس اسکے مسٹر میکالکی کریسی کی تحریر کے مطابق لکھتے ہین کہ یہ معاہدہ کسی کی وساطت کے بغیر براہ راست دونون [illegible] مین مسٹر کریسی کی تحریر کو ترجیح دی ہے۔ مولف

بہت تنگ ہو رہا تھا۔ اور اوسکی حالت اُنکو مغلوب دشمن سے بھی بدتر ہو رہی تھی۔ لڑائی میں اوسکی سپاہ کا بہت نقصان ہوا تھا اور جیسا کہ عموماً روسی فوجوں میں ہوتا ہے مقتولین و مجروحین سے کئی گنے زیادہ سپاہی بھوک اور بیماری سے ضائع ہو گئے تھے۔ خود ملک میں بھی صوبے کے صوبے طاعون اور وبا سے تباہ ہو رہے تھے۔ آستراخان کو زیب ایک ضلع کا ضلع ہی ویران ہو گیا تھا جہاں سے چار لاکھ قلماق روسی گورنمنٹ کی مداخلت سے جو وہ انکی رسم و رواج میں کرتی تھی آزردہ ہو کر ۱۷۷۱ء میں ترک وطن کر گئے تھے اور چینی علاقہ میں چلے گئے تھے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر خطرہ ایک ملکی بغاوت سے پیدا ہو گیا تھا جس کے سرغنہ پوگاچیف نے ۱۷۷۳ء اور ۱۷۷۴ء میں جنوبی روس کے تمام علاقوں میں تباہی برپا کر دی تھی۔ مزید برآں پولینڈ میں جسکا حصہ کثیر روس نے دیگر دو مسیحی قزاقوں کے ساتھ ملکر غصب کیا تھا وہاں کی آزادی پسند اور غیور آبادی کو مطیع فرمان بنانے کیلئے فوج کی مقدار کثیر کی ضرورت تھی۔ پس ان باتوں کو مد نظر رکھکر دیکھیے تو روس کی اس تعلی کی کیفیت بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ انہوں نے متواتر فتوحات کے باوجود فیاضی اور عالی ظرفی سے کام لیکر ۱۷۷۴ء میں بھی وہی شرائط صلح کی جو انہوں نے ۱۷۷۲ء میں پیش کی تھیں۔

دوسرے دن ۱۰ جولائی کے اجلاس میں سفرا میں کل سات گھنٹوں کے مباحثہ کے بعد معاہدہ صلح کی شرائط کا تصفیہ ہو گیا۔ مگر روسی سپہ سالار نے اوس پر دستخط کیے جانیمیں چار روز کا توقف کر دیا تاکہ معاہدہ پر دستخط کی تاریخ (یعنی ۲۱ جولائی) اس معاہدہ کی تاریخ سے مطابق ہو جائے جو پرُتھ کی شکست کے باعث روسیوں کے لیے یوم ذلت و شرم تھا۔ اوس شکست سے بعد ترکوں کے لیے ایسا ہو گیا۔ کانفرنس کے مقام کیلیے کینارجی کے قصبہ کا انتخاب بھی محض اتفاقیہ نہیں بلکہ عمداً کیا گیا تھا۔ روسی جرنیل وسیمین کو ترکوں نے ۲ سال قبل اسی جگہ قتل کیا تھا۔ اور یہ عہدنامہ گویا اوسکی روح کا چڑھاوا تھا۔

عہدنامہ کینارجی میں ۲۸ کھلی اور دو خفیہ شرطیں یا دفعات درج کی گئیں۔ ایک خفیہ شرط کی رو سے باب عالی نے روس کو تین برس کے عرصہ میں چالیس لاکھ روبل (تخمیناً ایک کروڑ روپیہ) ادا کرنیکا اور دوسری نے بلا توقف بحیرۂ مجمع الجزائر سے اپنا بیڑہ واپس بلا لینے کا اقرار کیا۔ کھلی شرائط بھی کچھ کم اہم نہیں۔ انکی رو سے کوبن، کریمیا اور دریائے نیپر و برگ کے درمیانی علاقے متصلہ کریمیا اور نیز دریائے بوگ اور نیسٹر کے درمیانی علاقہ تا حد پولینڈ کے تاتاریوں کو مطلق آزادی دیگئی۔ اور یہ قرار پایا کہ آئندہ وہ خود ہی چنگیز خان کی نسل سے اپنا فرمانروا منتخب کیا کریں۔ اسکے ساتھ ہی یہ شرط بالتصریح کی گئی کہ دربار روس یا عثمانیہ دربار متذکرہ صدر خان کے انتخاب یا سند جبہ بالا ریاست کے خانگی، پولیٹیکل، ملکی اور اندرونی معاملات میں کسی طرح کی حجت یا بہانہ سے کبھی مطلقاً دخل نہیں دیں گے بلکہ اوس کے برعکس متذکرہ بالا تاتاری قوم کو اوسکی پولیٹیکل اور ملکی حیثیت کے لحاظ سے ویسی ہی طاقت تسلیم اور تصور کریں گے جیسی کہ دوسری خودمختار و آزاد طاقتیں ہیں۔ اور جو خدا کے سوا اور کسی کے تابع نہیں ہیں۔ مگر اس نوساختہ تاتاری ریاست کی طبعی حد بندی سے روس نے مذکورہ معاہدہ کی رو سے کرچ اور ینی قلعہ (واقع کریمیا) کے قلعوں مع بنادر و اضلاع۔ و نیز قصبہ آزاف مع ضلع اور قلعہ کلبرن (کل برن) جو نیپر کے شمال میں واقع ہے۔ مع اس ضلع کے جو نیپر کے بائیں ساحل پر واقع تھا اپنے تصرف میں رکھے۔ اور کل بورن کی مقابل کا قلعہ عشاکوف مع ضلع واقع بر ساحل راست ترکوں کے قبضہ میں رہنے دیا گیا۔ کبرطاس کے دونوں (خورد و کلاں) علاقہ جات بھی روس کو دیے گئے

مگر فیصلہ ہوا کہ اُنکا باضابطہ قبضہ سی تاتاری سلطنت کا خان اور عیان روس کے حوالہ کرینگے۔ روس نے جارجیا اور منگریلیا کو اون قلعون سے جو اُسنے فتح کرلیے تہے سپاہی فوجین واپس بلا لینے کا اقرار کیا۔ اور ان صوبون کی نسبت یہ فیصلہ ہوا کہ روس اون کو اوس کی تحت سمجھیگا جس کی وہ پہلی تابع تھی۔ پس اگر وہ زمانہ قدیم مین یا عرصہ دراز سے فی الحقیقت بابعالی کی تابع چلی آئے ہونگی تو وہ اب بھی اوسکی تابع سمجھی جاینگی اگر آزاد تہین آزاد کہلینگی۔ کرچ ینی قلعہ اور کبرطاس کے ماسوا روس باقی سب فتوحات سے دست بردار ہوگیا۔ بابعالی کو مالڈیویا اور ولاشیا ان شرائط پر واپس ملے کہ دوران جنگ مین وہانکی رعایا سے جو خطائین سرزد ہوئی ہین وہ معاف کردیجائینگی عیسائیونکو اپنے مذہب مین پوری آزادی رہیگی آئندہ اُنپر عادلانہ او رمنصفانہ طریق اور نرمی و رحمدلی سے حکومت کیجائیگی اور روس کو سفراکو جو قسطنطنیہ مین مقیم ہون ان دونون صوبون کے حالات کے حسب حال بابعالی سے اونکے لیے سفارش کرتے رہنیکی اجازت ہوگی۔ اور بابعالی اونکی شکایات اور سفارشون کو ویسی ہی توجہ سے سننے کا وعدہ کرتا ہے جیسی توجہ کہ دوست اور معزز دول کی شان کے مناسب ہو۔ روس بعد مین ان صوبجات کی حفاظت کا جو استحقاق جتاتا رہا تھا۔ وہ اسی شرط کی بنا پر تہا۔ اسی مضمون کی مگر اس سے زیادہ اہم ایک اور شرط معاہدہ مین درج کیگئی۔ وہ ساتوین تہی۔ اور اُسکی عبارت حسب ذیل تہی۔ بابعالی عیسائی مذہب اور اسکے معابد کی ہمیشہ حفاظت کرتے رہنے کا وعدہ کرتا ہے اور ساتہ ہی روس کے سفراء کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اوس نئے کلیسیا واقع قسطنطنیہ کے حق مین جسکا ذکر چودہوین شرط مین کیا جائیگا۔ اور نیز کلیسیا مذکور کے کارکن پادریونکی حمایت مین جب چاہین بابعالی کے پاس سفارش اور عرض معروضات کرتے رہا کرین اور بابعالی وعدہ کرتا ہے کہ وہ ان سفارشون اور معروضات کو ویسی ہی توجہ اور غور سے دیکھیگا جیسی کہ ایک ہمسایہ اور مخلص دوست سلطنت کے معتبر عہدہ دار کی سفارشون کو سننا چاہیے۔ سنہ ۱۸۵۳ء کی جنگ کریمیا کی بنا یہی شرط تہی۔ روس کا دعوی تہا کہ اسی شرط کی رو سے ترکی کی تمام معتقدین کلیسیائے یونانی کی حمایت و حفاظت کا استحقاق حاصل ہوگیا تہا۔ مگر یہ اوسکی ہٹ دھرمی تہی۔ شرط کنندگان کا منشاء کبھی نہین ہوسکتا تہا۔ اور وہ محض اس پیشبندی کے لیے کیگئی تہی کہ کہین ترک ان صوبون کی رعایا کو جو روس نے واپس کیے تہے انتقاماً لیتے ہی زیر حکمرانی کی سزا دینا شروع کردین بہر حال اگر یہ مان لیا جائے کہ شرط کنندگان نے کل عیسائیون کے لیے اور نیز ہمیشہ کے لیے انتظام کیا تہا۔ تو پہر بہی یہ الفاظ سے صریح واضح ہورہا ہے کہ بابعالی نے خود ہی حفاظت کرنیکا وعدہ کیا تہا حفاظت کا استحقاق کسی اجنبی سلطنت کو نہ دیا تہا۔ پس سنہ ۱۸۵۳ء مین روس کا یہ دعوی کرکے صوبجات ڈنیوب پر قابض ہوجانا قوانین متمدنہ کی علانیہ خلاف ورزی تہی۔

دفعہ ۱۴ اسکے الفاظ یہ تہے۔ دیگر طاقتونکی طرح روس کو بہی اس گرجہ کے علاوہ جو روسی سفیر کے محل اقامت مین تعمیر کیا گیا ہی ایک عام کنیسہ محلہ غلاطہ کے کوچہ باب اوغلی مین تعمیر کرنے کی اجازت دیگئی ہے جس مین کلیسیائے یونانی کی رسوم کے مطابق عبادت کیجائیگی اور وہ ہمیشہ سلطنت روس کے سفراء کی حفاظت مین اور ہر ایک طرح کے جبر اور بیحرمتی سے محفوظ رہیگا۔ آٹھوین دفعہ مین اقرار کیا گیا روسی رعایا کو جزیہ یا کسی اور طرح کا ٹیکس دئیے بغیر مقدس شہر یروشلم کی زیارت کو جانیکا اختیار ہوگا۔ اور وہ قوانین کی پناہ اور حفاظت مین رہینگے۔ گیارہوین دفعہ کا مطلب یہ تہا کہ دونون ملکون کے تجارتی جہازات کو اون سمندرون مین جو ان سلطنتونکے سواحل سے ٹکراتے ہین تجارت کے لیے جہازرانی کرنیکا پورا پورا اختیار ہوگا۔ اسی دفعہ کی رو سے روس کو ٹرکی مین جہان کہین وہ مناسب سمجھے مستقل قونصل مقرر

کرنیکا استحقاق دیاگیا مگر اس کے معارضہ مین ٹرکی کو روس مین اسطرح باختیار خود جہان چاہے قونصل مامور کرنیکا کوئی استحقاق نہ دیاگیا صرف یہ عبارت درج کیگئی کہ روس مین ترکی رعایا کو تری اور خشکی دونون رستون سے تجارت کرنے کی پوری اجازت ہوگی اونہین وہی مراعات حاصل رہین گی جو انتہائی مراعات رکہنے والی دیگر قومون کو حاصل ہین

چوتھی دفعہ مین قرار پایا کہ چونکہ ہر طاقت کو یہ قدرتی استحقاق حاصل ہی کہ وہ اپنے ملک مین جو انتظام مناسب سمجھے کرے اسلیے دونون سلطنتون کو کامل اختیار و آزادی حاصل ہی کہ وہ اپنے اپنے ملکون مین اپنی اپنی حدود کے اندر جہان کہین مناسب سمجہین جسطرح کے قلعے شہر بستیان عمارات اور مکانات تعمیر کرین یا پرانے قلعون شہرون بستیون وغیرہ کی مرمت اور درستی کرین دیگر شرائط کے رو سے سلطان نے روسی سفیر کو ہمیشہ قسطنطنیہ مین رہنے کی اجازت دیدی اور شاہ روس کے لیے بادشاہ کا لقب جس سے اب تک انکار کیا جاتا رہا تہا تسلیم کر لیا اور دونون سلطنتون نے اقرار کیا کہ تمام سابقہ معاہدات جو دونون مین ہوچکے تہے سواے بلغراد اور اوس سے بعد کے عہدنامون کے باطل اور کالعدم ہوگئے ہین اور اونکی بنا پر کبہی کوئی دعوی نہین کیا جائیگا لیکن انمین سے ایک عہدنامہ جو صلح آزاف اور کوبان کی سرحدونکی تعیین کے متعلق حسن پاشا گورنر اشوکف اور کونٹ طالسٹائی مین سنہ ۱۷۰۴ء مین ہوا تہا برابر نافذ رکہا گیا۔

اس کل عہدنامہ مین پولنڈ کا بہولے سے بہی نام نہ لیا گیا۔ اگرچہ جنگ کی وجہ شروع ہی سے یہ سبب اوس ملک مین روس کی دست اندازی ہی تہی اس عدم تذکرہ سے کچھ قیاس کر لیا گیا تہا کہ پولنڈ کے معاملات مین آیندہ ٹرکی کو مداخلت کرنیکا کوئی استحقاق نہین رہ گیا کسی تیسری طاقت کی وساطت کے بغیر اس عہدنامہ کا تکمیل ہو جانا ابہی کیتہرائن کے لیے کچھ کم پولیٹکل کامیابی نہ تہی

سر کریسی جرمن مورخ وان ہیمر اور آسٹرین سفیر تہوگوٹ کی آرا کا خلاصہ دیکر اس عہدنامہ کی نسبت جسکا لب لباب اوپر دیا گیا ہے تحریر کرتے ہین کہ اوس زمانہ کے تمام مدبرین نے اسپر فتوی لگایا کہ وہ اس مشرقی اسلامی سلطنت کی بیخکنی کا ہی پیش خیمہ نہین ہے بلکہ یورپ کی دوسری سلطنتون کے لیے بہی ہمیشہ کے لیے مشکلات اور خرابیون کا منبع رہیگا۔ اس عہدنامہ نے ٹرکی کو بالکل روس کے رحم پر چہوڑ دیا اور کم از کم یورپ مین مسلمان سلطنت کو انحطاط اور قطع ہونیکو آمادہ کر دیا۔ وان ہیمر کی راے مین معاہدہ اڈریانوپل اسی تخم کا پہل تہا اور مشرقی مسئلہ کی بنا اسی عہدنامہ کے ذریعہ سے قائم ہوئی۔ جو اب تک خالی ٹرکی کے لیے ہی وبال جان نہین ہو رہا۔ بلکہ یورپ کی عیسائی طاقتون کو بہی کئی دفعہ اپنے جوہر دکہا چکا اور دکہا رہا ہی کیونکہ بلاد مشرق کے عیسائیون کی محافظت کا مستحق ہونیکے دعوی مین فرانس کا ایک بڑا رقیب پیدا ہو گیا۔ اور یہ رقابت آخر ہوکر کریمیا مین لاکہون عیسائیون کی خونریزی کا باعث ہوئی۔ خداوند کریم کا شکر ہے کہ دول عظام کی توجہ جدید مشرقی یورپ سے ہٹ کر زیادہ تر دنیا کے دیگر قطعات اور دوسرے لاوارث یا کمزور ملکون کیطرف منعطف ہو گئی ہے اور مزید بران موجودہ امیر المومنین عبدالحمید خان ثانی الغازی خلد اللہ ملکہ کی مساعی جمیلہ لیاقت خداداد اور منتظمانہ تدبیر و تجربہ سے ٹرکی کی طاقت بہی بڑہ گئی اور عیسائی دول مین کچہ ایسی پہوٹ پڑگئی ہے کہ اب یہ مسئلہ یا تنازعہ چند دنون کا مہمان دکہائی دیتا ہے۔ واللہ علی کل شی قدیر

باب دہم

معاہدہ قاینارجہ کے نتائج - غازی حسن پاشا کی مساعی جمیلہ - روس کا اغتصاب مزید - عہد نامہ ۱۷۷۹ء روس کے ساتھ الحاق کریمیا - فرانس کی بے فائدہ کوشش انگلستان کو روس کے خلاف اپنے ساتھ متحد کرنے کے لئے - فرانس کی پالیسی میں تغیر - روس اور آسٹریا کے ارادے ٹرکی کے متعلق - محاربہ آسٹریا کی ہزیمت یابی - روسیوں کا غلبہ - سلطان عبد الحمید اول کی وفات - اور سلطان سلیم ثالث کی تخت نشینی - تجدید محاربہ - انگلستان اور پرشیا کی وساطت - عہد نامہ جاسی ؀

جیسا کہ گذشتہ باب میں اشارہ کیا جا چکا ہے نہ فقط یورپ کے فضلا و مدبرین بلکہ ٹرکی کے علما و سیاسئین نے بھی عہد نامہ قاینارجہ کو روسی شان و شوکت کا معراج اور خاندان عثمانیہ کی ذلت کا اکمال تصور کیا - فرنچ گورنمنٹ کے لئے بھی یہ کچھ کم ذلت کا باعث نہ تھا لیکن ٹرکی کی مسلسل کمزوری اور انحطاط سے اکثر اہالی فرنچ والٹیر کی رائے کے مقلد ہو گئے تھے - اور وہ ترکی اتحاد کو بے مصرف سمجھ کر روسیوں کے ساتھ دوستانہ عہد و پیمان کر لینے کی صلاح دینے لگ گئے تھے - چنانچہ اس عہد نامہ کی تکمیل پر پیرس کی جماعت ادبا نے قیصرہ اور اس کے سپہ سالار رومنزوف کو لمبی چوڑی مبارکبادیں بھیجیں - اور ان کی دیکھا دیکھی باقی یورپ کے مدعیان علم و فضل نے بھی ایسا ہی کیا - البتہ انگلستان میں ایک جوانمرد ایسا موجود تھا کہ اگر وہ غربت و افلاس کی وجہ سے خوشامدانہ رویہ اختیار کرتا تو ایک طرح سے معذور سمجھا جاتا - تاہم اس نیک نہاد نے روس کی نسبت اپنی رائے کو جو اس کی کمال دور اندیشی اور تجربہ سیاسیہ پر دال تھی ۱۷۶۵ء کے محاربہ کی روسی فتوحات سے بھی کئی برس پہلے سنہ ۵۰ء میں ظاہر کر دیا تھا - اس ممتاز کا نام اولیور گولڈسمتھ[1] ہے - جو اٹھارہویں صدی کا انگریز انشا پرداز اور شعرا کا سرتاج مانا جاتا ہے - اور جس نے اپنی بے نظیر کتاب "کل عالم کا ساکن" (سٹیزن آف دی ورلڈ) میں ظاہر کی تھی جو حسب ذیل ہے "میں روس کو یورپ کے مغربی ممالک کا دشمن قرار دینے سے ہرگز باز نہیں رہ سکتا - اور وہ ایسا دشمن ہے کہ وہ گو اب بھی خاصا زبردست ہے مگر اپنی طرز حکومت کی وجہ سے دن بدن اور زیادہ مضبوط اور زبردست ہوتا جائیگا - یہ وسیع سلطنت جو ایشیا اور

[1] اسکا باپ آئرلینڈ کے ایک گاؤں کا پادری تھا جہاں وہ ۱۷۲۸ء میں پیدا ہوا - وطن میں ایک آئرش معلم کے پاس کچھ عرصہ تعلیم پانے کے بعد ایڈنبرہ گیا وہاں ڈیڑھ ایک سال کا ضامن ہوا اور اس ضمانت کی وجہ سے گرفتار ہونے لگا مگر بھاگ گیا اور سمندر میں پکڑا گیا اور بعد دوستوں کی مہربانی کے جو تھانہ سے چھوڑا گیا کے گلے رہائی پائی - اسی زمانہ کے ایک بھائی نیاں کام لیکر ایسے لیڈن کو ولیڈن میں تعلیم پانے کے لئے بھیجا لیکن اسے شوق سیاحت نے ان ہی دنوں ایک پونڈ ایک قمیص اور بانسری لیکر بعد کی ۱۷۵۵ء میں لیڈن سے دنیا کی سیر کو چل پڑا اور یورپ کے کئی ملکوں کی پیدل سیر کی - جہاں شام کے قریب کسی دہقان کے مکان کے پاس پہنچتا - بانسری کو نہایت خوش الحانی سے بجانا شروع کر دیتا جسے خوش ہو کر دہقان اسکی مہمانداری کرتے اور اگلی روز کے لئے بھی زاد دیتے - اسی سیاحت میں اسنے مقام پاڈوا میں علم طب میں ایم - بی کی ڈگری حاصل کی اور طبابت میں بھی کچھ دسترس پیدا کر لیا جسکے بعد وطن واپس آیا پھر لنڈن میں ڈاکٹری کا کام شروع کر دیا مگر اسمیں کامیابی نہ ہوئی ۱۷۶۱ء میں اسنے ایک رسالہ بنام "لی ڈگس" نکالا مگر وہ بھی بند ہو گیا رفتہ رفتہ اسکی تصنیفات کی عام شہرت ہو گئی - اور اسکی مالی حالت سنبھل گئی لیکن اسکی فضول خرچی اور فیاضی کی عادت نے کبھی آسودہ نہ رہنے دیا - اس نے ناولوں - نظموں اور علمی مضامین کے علاوہ کئی تاریخیں بھی لکھی ہیں - ۱۷۷۴ء میں لنڈن میں فوت ہوا (مؤلف) ؀

یورپ دونوں براعظموں میں پرانی دنیا کے تیسرے حصہ کو گھیرے ہوئے ہے تقریباً دو صدی پیشتر مختلف بادشاہیوں اور ریاستوں میں منقسم اور اس تقسیم کے سبب کمزور اور بے حقیقت سی تھی مگر جان بیلی ڈلیس کے وقت سے اسکی طاقت اور وسعت میں ترقی ہوتی گئی ہے۔ اور وہ جنگل جہاں پہلے کبھی آدمی کا گذر نہ ہوا تھا۔ اور ریچھ وحشی درندے گھوما کرتے تھے اور جو کل ملک پر پھیلے ہوئے تھے۔ اب آباد اور بنی نوع انسان کا مسکن ہو گئے ہیں۔ پس ایسی سلطنت کیلئے جیسے اندرونی امن حاصل ہے جس کے مقبوضات کی وسعت بہت بڑھ گیا ہو۔ اور جو ہمسایوں اور غیروں کے گلے کاٹ کاٹ کر فنون حرب سیکھ رہی ہو۔ دن بدن زیادہ طاقتور ہوتے جانا لازمی امر ہے۔ اور یہ انقلاب ہے کہ ہم زمانہ استقبال میں روس کو "صاحب دنیا" کے لقب سے ملقب سنینگے۔ سب سے بڑے بادشاہ پیٹر کی بڑی آرزو تھی کہ اس سے یورپ کے مغربی ممالک میں سے بعض میں دخل حاصل ہو جائے۔ اور گو اسکی کثرت سے پیروں نے بہت ... کا مدعا یہی تھا۔ مگر یورپ کی خوش قسمتی سے وہ اس میں کامیاب نہ ہوا۔ اس قوم کا انہیں کی طرف کا چلا جانا ایسا ہے جیسے کہ کسی نہر کا پھاٹک ... اسے مسلط کر دیا جائے۔ اور پھر جب کبھی حرص و طمع فرزندان انکو تحریک کرے تو وہ کل مغربی دنیا کو اپنی وحشت کی سیلاب عظیم سے غرقاب کر دیں۔ یورپ کے جو مدبر ہیں ... قوم کو اپنی تباہ رقابت سے ... جس قدر لکھوں تھوڑا ہے روسی تہذیب اور وحشت کے بیچ بیچ اب اس حالت میں ہیں جو فوجی فتوحات کیلئے سب سے مناسب کار آمد ہوتی ہے۔ پس اگر ان کا قدم ایک دفعہ یورپ کے مغربی حصص میں جم گئے تو زمانہ صنعت تہذیب اور نفاق و اختلاف کو فرزندان کی کمزور کوششیں انکو کبھی نکال نہیں سکینگی۔ کیونکہ ان ممالک کی معتدل آب و ہوا اور زرخیز وادیاں ہمیشہ ان کے پیاسے بیابانوں سنسان جنگلوں برفانی پہاڑوں لاکھوں روسیوں کو کھینچتی رہینگی۔ تاریخ تجربہ۔ فراست انسانی۔ اور فطرت یہہ سب چیزیں صحیفہ عقل و دانش کو انسانوں کی آنکھوں کے سامنے کھولے ہوئے ہیں۔ مگر افسوس وہ اسے نہیں پڑھتے"

قسطنطنیہ میں پیروان اسلام یہہ قیاس کرنے لگ گئے کہ کفار عظیم (یعنے روسیوں) کی دستبرد کی وجہہ سے کہ جسکے اثر اب ایشیا میں بھی دکھائی دینے لگے ہیں اور انکو عیسائیوں کی ان روایتوں اور پرانی پیشینگوئیوں کے درست ثابت ہونے پر دلی سنگ کے ساتھ یقین سا ہونے لگ گیا کہ آخر پایہ تخت اسلام المسلمین (اسلامبول) زرد اقوام کے فرزندوں کے تصرف میں چلا جائیگا لیکن اسلام اور مسلمانوں کی خوش قسمتی سے ابھی بہت سے ایسے بلند ہمت بھی موجود تھے جن پر ایسی مایوسی طاری نہ ہو سکی تھی۔ وہ ان فرائض کو جنکے پورا کئے جانیکا سلطنت ان سے تقاضا کر رہی تھی۔ اور نیز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو شکستوں سے شکستہ دل ہونا مردوں کا کام نہیں ہے خداوند کریم کی طرف سے مسلم و منافق کی پہچان کے لئے بطور امتحان و ابتلا ہوا کرتی ہیں بخوبی سمجھتے تھے۔ اور ان کو اپنے خالق کے مواعید پر جنمیں سے چند ایک سورۃ آل عمران میں سے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ پورا پورا اعتماد اور کامل بھروسہ تھا۔ بلی ان تصبروا وتتقوا (ع ۱۳) ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ (ع ۱۴) واللہ یحب الصابرین (ع ۱۵) واللہ یحیی ویمیت واللہ بما تعملون بصیر (ع ۱۷) وما اصابکم یوم التقی الجمعٰن فباذن اللہ ولیعلم المومنین ولیعلم الذین نافقوا (ع ۱۸) وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور (ع ۱۹) یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا و رابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (ع ۲۰)

فرانس کے حق میں بھی یہہ عہد نامہ کچھہ کم مضر نہ تھا۔ مگر اسکے بد نتائج فرانس والوں کو بہت عرصہ تک محسوس نہ ہوئے۔ بلکہ اس عرصہ میں اٹھا

اُن کی تجارت کو اِنہوں نے بہت فروغ حاصل رہا۔ اور فرنچ تجارت میں ۲۰ ہزار ملاح اور ۳۰۰ جہاز مصروف اور فرانس کے بڑے بڑے کارخانے محض لیونٹ تجارت کے سر پر چلتے رہے۔ فرنچ سفیر ایمبیسڈر ڈی سینٹ پریسٹ نے فرانس کی تجارت کو جو اس وقت قسطنطنیہ، آرکیپیلیگو، مجمع الجزائر کے بنادر تک محدود تھی بحیرۂ اسود کے بندرگاہوں تک پھیلا دیا۔ اور آخر جب ساحل یونان پر فرانس کا رسوخ ہوگیا تو فرنچ ایمبیسڈر نے باب العالی کی درخواست پر بحیرۂ ابیض کی بھی نگرانی شروع کردی۔ مگر یہی فروغ تجارت فرانس کے رقیبوں کی مخالفت کو جو فرانس کی تولیت مقامات مقدسہ اور رفاقت مخلصانہ باب العالی سے بہت کھٹکا کرتے تھے اور مہمیز ہوگئی اور انہوں نے اُسکے برخلاف جو اندرونی مخصوصیات تھیں بنانا شروع کردیا تھا اُنہیں مزید استحکام اور سازشیں شروع کردیں جس سے آخرکار فرانس کا اقتدار بالکل زائل ہوگیا اور وہ اپنا کچھ سوا اسکا اور کچھ نہ کر سکا

غازی حسن پاشا کی مساعی جمیلہ

دربار فرانس نے ٹرکی کو عہدنامہ توڑ دیا تھا اور صلح کا مشورہ اسلیئے دیا تھا کہ وہ دشمن سے بدلہ لینے کے لیئے چند برسوں میں اپنی حالت کو درست کرلے۔ مگر جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اکثر مسلمان تنسیر جن میں کئی ارکان دولت بھی شامل تھے انتہا مایوسی چھا گئی ہوئی تھی اور جنہوں نے حوصلے نہ ہارے تھے اُن کی تعداد اول الذکر کے مقابلہ پر کچھ ایسی بڑی نہ تھی۔ تاہم اس جماعت میں غازی حسن پاشا الجزائری ایسا بہادر اور جواں ہمت بھی شامل تھا۔ اور اُسی نے اپنی ہمت اور کوشش سے سلطنت کے ڈگمگاتے ہوئے جہاز کو بہت کچھ سنبھال لیا۔ غازی کا خطاب قوم نے اُسے اپنی طرف سے عطا کردیا تھا اور خوش نصیبی سے سلطان عبدالحمید کو بھی اُسپر کامل اطمینان و بھروسہ تھا جس نے اُسے غیر محدود اختیارات بخشدیئے اور وہ محب قوم و ملت بے نظیر دلسوزی کے ساتھ اپنے ملک کی بری و بحری طاقت کی درستی اور اپنی سلطنت کے جانی دشمن روس کی محاربہ آئندہ میں جو سب جانتے تھے کہ ضرور ہوگا پوری پوری خاطر و مدارات کرنیکی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ سب سے اول اُسنے بری فوجمیں نظام و ترتیب قایم کرنیکی کوشش کی۔ لیکن جب کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوگیا کہ ینگچریوں اور سپاہیوں میں افسروں کی فرمانبرداری کی قابلیت و سلیقہ پیدا کرنا۔ اور جدید اسلحہ اور قواعد حرب کو اُن میں رائج کرنا بالکل ناممکن ہے۔ تو اُسنے ان باتوں کی کوشش چھوڑکر طریق جدال کے متعلق نئی تدبیر سوچی۔ جسکا مدعا یہ تھا کہ ٹرکی فوج کے حملوں کو زیادہ مؤثر بنایا جائے۔ اُسکا منشا تھا کہ ایک لاکھ آدمیوں کی فوج کو دس مختلف دستوں میں منقسم کیا جائے اور یکے بعد دیگرے الگ الگ اسطرح سے حملہ کیا کریں کہ اگر کسی دستہ کو زک ملے تو اُسکا اثر دوسروں پر نہ پہنچے اور پسپا ہوتے وقت وہ اُن دستوں کو بھی جنہوں نے ابھی تک غنیم پر حملہ نہ کیا ہو پراگندہ نکرسکے۔ پاشاے موصوف کی رائے تھی کہ یہ درست ہے کہ اسطرح سے یورپین غنیم کا توپخانہ ہماری صفوں میں نسبتاً زیادہ تباہی برپا کرسکا کریگا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی بالبداہت ظاہر ہے کہ دنیا کی کوئی فوج ترکوں کے دس متواتر حملوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جیسے ایک لاکھ آدمیوں کا ایکساتھ حملہ کرنا خطرناک ہوتا ہے ویسے ہی دس ہزار آدمیوں کا۔ کیونکہ ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ حملہ کرنیکی صورت میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جب اُنکی اگلی صفیں شکست کھا جائیں تو پچھلی صفیں جنکی طرف ہزیمت خوردہ صفیں واپس ہٹتی ہیں فی الفور راہ فرار اختیار کرلیتی ہیں۔ مگر تجربہ کرنے پر یہ تجویز ناقابل عمل ثابت ہوئی۔ قپودان پاشا نے خشکی کی کارزار کو بھی غالباً بحری طریق حرب پر قیاس کرلیا ہوگا۔ جسمیں جہازوں کے اسی طرح متفرق دستے بنا لینے کو اُسنے ذاتی تجربہ سے بہت کارآمد پایا تھا۔ اور اغلب قیاس ہے کہ اگرچہ

خشکی پر پہلے نبرد آزما ہونیکا موقع ملا ہوتا تو شاید وہ اس تجویز کو عمل میں لانیکی کوشش کرتا۔ لیکن بحری صیغہ ایسا تھا جسے وہ خوب سمجھتا تھا۔ اور اسی لئے اُسکی درستی اور اصلاح کی اُسنے جو کوششیں کیں وہ برمحل اور عین مناسب تھیں۔ لیکن بعض اوقات ایسی سخت گیری سے کام لیتا تھا جس سے اُسکے الجزائری ہونیکا فی الفور پتہ ملجاتا تھا۔ حسن خود ایسا عالم نہ تھا لیکن عالموں کی قدر کرتا تھا۔ اور اُسکی طبعی قابلیت ایسی فراست نے اُسے یورپین علم و ہنر اور سلطنت عثمانیہ کی اُن قوموں سے جو جہازرانی اور ملاحی میں ید طولیٰ رکھتی تھیں۔ فائدہ اُٹھانے کا ڈھب اچھی طرح سے سکھا دیا ہوا تھا۔ اُس کی کوششیں موجودہ جہازوں کی درستی پر ہی محدود نہیں بلکہ اُسنے نئے جہازات بنوائے اور قابل جہازران بہم پہنچانے کے علاوہ افسروں کی تعلیم کا بھی معقول انتظام کیا۔ ایک انگریز جہاز ساز کی مدد سے حسن نے ترکی جہازوں کی طرز کو بالکل بدل دیا۔ ترکی جہازوں پر بے شمار مستول اور بادبان ہوتے تھے۔ اُن کو دور کر کے اُسنے انگریزی جہازوں کی طرز اختیار کی اور اُن کی بلند اور بڑے بڑے دنبالوں کو مختصر کر کے اُنپر منزل بمنزل توپیں نصب کر دیں۔ ترکی نیوی میں پہلے تقریباً کل ملاح یونانی ہی ہوتے تھے اور گو اب بھی اُسے اپنے جہازوں کی ملاحی کے لئے زیادہ تر اسی قوم پر انحصار کرنا پڑا کیونکہ ترک گولہ اندازی کے سوا اور کسی جہازی کام کے کرنے سے مطلقاً کانوں پر ہاتھ دھرتے تھے۔ مگر پھر بھی اُسنے الجیریا۔ دیگر ممالک شمالی افریقہ اور [illegible] ایڈریاٹک کے مشرقی ساحل کے بنادر سے معقول تعداد ملاحوں کی بہم پہنچالی۔ اُسنے جہازوں کے کپتانوں کا فرض گردان دیا کہ وہ بذات خود جہازوں اور اہالی جہاز کی درستی اور نظام کی نگرانی کیا کریں۔ اس فرض کی تعمیل سے کوتاہی کرنیکا جو نتیجہ ہوتا تھا وہ مندرجہ ذیل واقعہ سے معلوم ہو جائیگا۔ سنہ [illegible]ء میں ترکی بیڑہ کا سب سے بڑا جہاز بحیرہ اسود میں غرق ہو گیا۔ باعث یہ تھا کہ اُسکے تختے کمزور ہو گئے تھے۔ اور اس سے اُنکی درزیں مصالحے[1] کے نکل جانے سے کھل گئی تھیں اور جہاز پانی سے بھر جانیسے غرق ہو گیا۔ حسن پاشا نے جب خبر سنی تو اُسنے اس حادثہ کی وجہ یہ بتائی کہ مصالحہ درزوں میں سے نکل جانے سے پانی بھر گیا تھا۔ چنانچہ جب بیڑہ قسطنطنیہ کو واپس آیا تو اُسنے کل کپتانوں کو حکم دیدیا کہ اپنے سامنے اپنے جہازوں کی درزوں کو مصالحے سے خوب بھروا کر بند کرائیں۔ جو کپتان فرو گذاشت کریگا اُسے قتل کر دیا جائیگا۔ ایک دن ایک کپتان اپنے جہاز کے پاس بیکار بیٹھا بیٹھا اکتا گیا۔ اور اپنے گھر کو جو ایک میل کے فاصلہ پر تھا چلا گیا۔ اُس کی بدبختی سے اُسیوقت حسن پاشا کام دیکھنے کے لئے کارخانہ میں آگیا اور کام میں کچھ نقص دیکھ کر کپتان کی نسبت پوچھا۔ وہ کہاں ہے؟ جہاز والوں کو مجبوراً سچی بات کہنی پڑی۔ جسپر حسن ایک جھونکے سے قالین پر بیٹھ گیا۔ اور ایک آدمی کو اپنی بندوق لانے کے لئے۔ اور دوسرے کو کپتان کو بلانے کے لئے بھیجدیا اور جب بدقسمت کپتان سامنے آیا تو ایک لفظ منہ سے بولنے کے بغیر بندوق اُٹھا کر اُسے نشانہ اجل بنا دیا اور پھر حکم دیا "جاؤ اسے دفن کرو۔ اور تمام کپتان قبرستان تک جنازہ کے ساتھ جائیں۔ جبکی واپسی تک کام بند رہے۔"

حسن پاشا نے ضرورت کے وقت بیڑہ کو فی الفور تیار کر لینے کے لئے قسطنطنیہ میں قابل اور لائق ملاحوں کی معقول تعداد ہر وقت موجود رکھنے کی بھی کوشش کی۔ قاعدہ یہ تھا کہ خزاں سے موسم بہار تک جہاز قسطنطنیہ کی خلیج میں ٹھہرے رہتے تھے اور ملاحوں کو

[1] جہازوں کی درزوں میں پہلے موم کی بتی کو ٹھونس کر پھر سن ٹھونستے ہیں اور اوپر تارکول کا روغن کیا جاتا ہے کہ وہ گلنے نہ پائیں۔ (مولف)

سنہ ۱۷۸۶ء میں جبکہ روسیا کیطرف سے حسن پاشا بالیانی کو متنبہ کیا کہ پایہ تخت کو اطراف سے غیر محفوظ رکھنے کا دستور سخت خطرہ سے خالی نہیں تھا۔ اس نے کبھی روسی سرحدوں میں اپنے اُن بندرگاہوں سے جو اُن کو حال ہی میں بحیرہ اسود پر حاصل ہو گئے ہیں روانہ ہو کر باسفورس میں گھس آئیں اور بہت سے جہاز وہاں کے اور لنگرگاہوں میں ہیں تباہ کر دیں۔ اسکے تدارک کے لئے اسنے بڑی بڑی توپیں قسطنطنیہ میں ڈھالوں سکے لئے بھی بارکیں تعمیر کرنے کی تجویز پیش کی۔ تاکہ موسم سرما میں وہ گھروں کو چلی جانیکی بجائے اُن ہی اپنے جہازوں پر مستقل رہا کریں۔ اس تجویز کی اہمیت کو نادان ہی سمجھ سکتے تھے۔ گو وزیر اعظم اور کئی دیگر اعلیٰ عہدہ داروں نے اس رشک سے جو اُن کی خفیہ مخالفت پر مبنی تھی زور دیا کہ اگر حسن پاشا کے ماتحت پایہ تخت میں اتنی فوج رہنے لگی تو اُسکی طاقت بہت بڑھ جائیگی۔ چنانچہ وہ طرح طرح کے حیلے و بہانے سے اسکام کے لئے روپیہ دینے میں ٹال مٹول کرنے لگے جسپر حسن نے مجبور ہو کر اپنے ذاتی خرچ سے حسب تجویز کچھ بارکیں اس کام کے لئے بنوا دیں۔

مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں اُنکی تعداد بہت تھوڑی ہونا لازمی امر تھا کہاں خزانہ شاہی ہے اور کہاں ایک شخص واحد امیر البحر کا اندوختہ روپیہ؟ - اس طرح حسن نے ایک بحری مدرسہ بھی بیڑہ جہازات کے واسطے ماہر افسر تیار کرنے کے لئے قائم کیا لیکن اُس کی تمام جانفشانی اور سرگرمی دوسروں کے رشک و حسد یا جاہلانہ تعصبات کی وجہ سے اکارت گئی۔ حسن نے ترکی کے فیوڈل سسٹم (طوائف الملوکی یا جاگیرداری) کی اصلاح کے لئے بھی بہت سعی کی۔ آخیر میں اُسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اس طرح بہت سی جاگیریں ابھی خالی پڑی ہوئی تھیں۔ ملکی و قومی خدمات کی بجائے ضیافتیں اور تحائف زیادہ تر منظوران نظر کو عطا ہوتی تھیں۔ جو اُن کو چھوڑ کر متمول عیسائیوں اور یہودیوں کے پاس بیچ ڈالتے تھے اور اسطرح بالیانی کو جنگ کے وقت ان جاگیروں سے بہت کم مدد پہنچتی تھی۔

حسن پاشا کو متعدد صوبوں کی سرکشی کی سرکوبی کیلئے قسطنطنیہ سے اکثر باہر جانا پڑتا تھا۔ اور اسکی غیبت میں اُس کے دشمنوں کو اُسکی نیک تجاویز اور کاموں کے اثر کو بہت کچھ زائل کر دینے کا خاصہ موقع ملتا تھا۔ یہ دشمن بظاہر دوستی کے پیرایہ میں ہوتے تھے۔ اور اُن کی مخالفت خفیہ اور در پردہ ہوا کرتی تھی۔ جسکا وہ کوئی انتظام نہ کر سکتا تھا۔ لیکن اُن دشمنوں کی جو کھلے میدان میں اُس کے سامنے آئے۔ اُسنے قرار واقعی گوشمالی کر دی۔ اُسنے شیخ ضاہر کی فوج کو شکست دیکر عکہ کا سمندر اور خشکی دونوں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اور شیخ مذکور کو جبکہ وہ شہر سے کوہ صفد کی طرف بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا گرفتار کر کے صوبہ شام کی بغاوت کا قلع قمع کر دیا۔

موریا سے گو روسی نکال دیئے گئے اور باغی عیسائیوں کی سرکوبی کر دی گئی تھی۔ مگر کچھ عرصہ بعد اُن البانوی سپاہیوں کا گروہ جو سنہ ۱۷۷۰ء میں اورلاف کے ساتھ لڑنے کے لئے لائے گئے تھے حد اعتدال سے بڑھ گیا تھا۔ اور انہوں نے باغیوں سے بڑھکر طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا۔ اُن سے ترک اور یونانی دونوں طرح کے باشندوں کا مال و جان محفوظ نہ رہا تھا۔ اس بلند ہمت مصلح نے ۱۷۷۹ء میں اُن ظالموں کو تہ تیغ یا خارج از ملک کر کے موریا کو اُن کی دستبرد سے نجات دلوائی۔ یہ شوریدہ پشت کوہستانی بلادرنگ

اپنے افسروں کو جب چاہتے قتل یا برطرف کر دیتے تھے اور قوانین کی پابندی کا نام تک جانتے نہ تھے ان وحشی سپاہیوں کی سرکوبی کرکے سلطان نے حسن کو اس صوبہ کا گورنر مقرر کر دیا اور گو اس نے ملک میں امن قایم کرنے اور تجارت و زراعت کو فروغ دینے کے لئے اپنی طرف سے حد درجہ کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان انتظامات سے فارغ ہوکر اس نے مصر کے باغی مملوکوں کی سرکوبی کے لئے فوج جرار کے ساتھ مصر پر چڑھائی کی۔ اور ان کو شکست دیکر قاہرہ پر تصرف کر لیا۔ سلطنت کے اس مشتبہ صوبہ میں سلطانی اقتدار کو قایم کرنے میں بہت کچھ کام کر چکا تھا کہ اسے یکبارگی سنہ ۱۷۸۷–۹۵ء کی منحوس محاربہ میں جو گذشتہ محاربہ سے بڑھ کر ٹرکی کے لئے تباہی بخش ثابت ہوا۔ روسیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مصر سے واپس بلا لیا گیا۔

روس کا تعصب مزید — عہد نامہ سنہ ۱۷۹۱ء

پچھلی لڑائی کو اب چودہ برس ہو گئے تھے۔ روس اس عرصہ میں بدستور لیسی ہی ریشہ دوانیوں اور کارروائیوں میں مصروف رہا۔ جو ٹرکی کے حق میں ویسی ہی مخالفانہ اور حریصانہ تھی جیسے کہ اسکے وہ فعل جو علانیہ لگاتار کئے وقت کئے جاتے رہے تھے۔ حتی کہ وہ مورخ اور انشاپرداز بھی جو راستی و صداقت کو بالائے طاق رکھکر کیتھرائن کے نہایت مداح اور ترکوں کے جانی دشمن ہیں۔ اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ زارینہ نے عنان حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے کے وقت سے ہی ترکوں کو یورپ سے نکالنے کا عزم بالجزم کر لیا تھا۔ اور مرتے دم تک اس ارادہ کی تکمیل کے درپے رہی

ایک انگریزی مورخ مسمی ایٹن کی تحریرات اس کی شہادت میں موجود ہیں وہ ملک کے دربار میں کئی برس رہا تھا اور اس کے عاشق یا معشوق پرنس پوٹمکن کا بے تکلف دوست تھا۔ یہ شخص ترکوں کا سخت دشمن اور روسیوں کا بڑا حامی گذرا ہے۔ زارینہ کا بعینہ وہی ارادہ تھا جو پیٹر اعظم کا تھا۔ اور جو آج تک یا کم از کم سنہ ۱۸۷۸ء تک دربار روس نے فراموش نہیں کیا تھا۔ سنہ ۱۸۷۸ء تک کی شرط اسلئے لگائی گئی ہے کہ پچھلے چند برسوں میں دنیا کی طاقتوں کے باہمی تعلقات میں بہت کچھ تغیر واقع ہو گیا ہے۔ اور روس کی توجہ اب پیٹر کی وصیت کے اس حصہ کو پورا کرنے کی طرف جو ایشیا کے متعلق ہے زیادہ منعطف ہے۔ اس مسئلہ پر میں بست سالہ عہد حکومت اعلیٰ حضرت امیر المومنین سلطان عبد الحمید خان ثانی الغازی کے ضمیموں میں مفصل بحث کر چکا ہوں۔ شائقین انہیں مطالعہ کر سکتے ہیں۔ یہاں اسکے دوہرانے کی ضرورت نہیں سنہ ۱۷۷۴ء میں روس کو ٹرکی سے عارضی طور پر صلح کر لینا ضروری ہو رہا تھا۔ مگر جب پوگاچیف کی بغاوت فرو کر دی گئی اور پولینڈ کر مقبوضہ صوبوں پر روسی تسلط مستحکم ہو گیا تو زارینہ پر مشرقی منصوبہ کی تکمیل کرنے کا لیتہ ہو گئی۔ سنہ ۱۷۷۹ء میں اسکے بیٹے پال کے ہاں دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔ اسکا نام قسطنطین رکھا گیا۔ اور اسکو دودھ پلانے پر یونانی انائیں مقرر کی گئیں۔ اور اسطرح سے یونانی دودھ کے ساتھ ہی اسکی مادری زبان بھی یونانی ہو گئی جس کی تکمیل بعد میں فاضل یونانی معلموں کے ذریعہ سے کرائی گئی الغرض اسکی تربیت و پرورش ایسے طریق سے کی گئی کہ وہ یونانیوں پر حکومت کرنے کے قابل ہو جائے۔ اس سے کل دنیا کو کیتھرائن کا عندیہ معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے اس پوتے کو قسطنطنیہ کے تخت پر بٹھانے کی ہوس خام رکھتی ہے۔ اس امر کی تصدیق بھی وہی مسمی ایٹن کرتا ہے جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ دوسرے برس (سنہ ۱۷۸۰ء) فیصرہ اور

پرنس ٹپوٹمکن نے اس سٹ پیٹر پر امریکن آبادکاروں کے برخلاف انگلستان کی مدد کرنیکی صلاح کی کہ وہ روس کو ٹرکی کے برخلاف مدد دے۔ بحیرہ روم کے مغربی حصہ کا جزیرہ منورکا اسوقت انگلستان کے قبضہ میں تہا - ملکہ کیتہرائن کا منشا تہا کہ انگلستان اُسے یہہ جزیرہ دیدے تاکہ اوس سے روسی بیٹرہ کے لئے بندرگاہ اور یونانی باغیوں کے محل اجتماع کا کام لیا جائے۔

مسٹر اٹکین لکہتا ہے کہ پرنس پوٹمکن نے اس تجویز کو منفصل نہایہ کرلیا تہا - اور اُسے عنقریب انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ کے حوالہ کرنا ہی چاہتا تہا کہ کونٹ پانن روسی وزیر خارجیہ کی چالاکی سے جو انگریزوں کا مخالف اور فرانس کا طرفدار تہا - اس معاملہ میں مزید کارروائی نہوسکی اور تیسرے نے انگلستان کے معاملات سے الگ رہنے کی پالیسی اختیار کرلی۔ کہا جاتا ہے کہ پرنس مذکور کو تادم مرگ اس تجویز کی ناکامی کا افسوس رہا - اور وہ بار بار یہی کہا کرتا تہا کہ ٹرکی کے برخلاف محض انگلستان کی امداد سے روس اپنے مدعا میں کامیاب ہوسکتا ہے نیرنگی زمانہ سے ہی روسی اب یہہ خیال رکہتے ہیں کہ وہ انگلستان کے ایشیائی مقبوضات کو ٹرکی کی مدد یا کم از کم خاموش اور الگ رہنے کے بغیر فتح نہیں کرسکتے جس قضیہ سے بتائید اختلاف یہہ نتیجہ نکل رہا ہے کہ ٹرکی کی سلامتی انگلستان کے اتحاد اور انگلستان کے محولہ بالا مقبوضات کی سلامتی اس مشترک دشمن سے جو دونوں کی گہات میں ہے ٹرکی کے اتحاد و رفاقت پر منحصر ہے۔ مگر افسوس پہر اسی گردش زمانہ کے طفیل آج ٹرکی انگلستان کے ساتہہ وہی روش اختیار کئے ہوئے ہے جو کیتہرائن کے کل عہد حکومت بالخصوص محاربہ ۱۸۵۴ء میں انگلستان نے ٹرکی کے متعلق اختیار کی ہوئی تہی - لیکن یقین کامل ہے کہ دونوں کی ضروریات جلد اس کشیدگی کو مٹانے میں کامیاب ہوجائینگی اور دونوں کی اغراض عنقریب پہر اُن میں وہی تعلق پیدا کر دینگی جو ۱۸۵۵ء کے محاربہ کریمیا کے زمانہ میں موجود تہا - واللہ علی کل شئے قدیر - وما تشاؤن الا ما یشاء اللہ ۔

روس کے ساتھ الحاق کریمیا

کریمیا روس کے ساتہہ باضابطہ طور سے ملحق تو ۱۷۸۳ء میں ہوا - مگر اُس علاقہ کو حصول کو متعلق کارروائی عہدنامہ کنارجی (قانیارجہ) پر دستخط ہونیکی تاریخ سے ہی شروع تہی وہی عہدنامہ کنارجی جس کی رو سے روس نے نرم تاتاریوں کو بالکل آزاد اور محض خدا کے تابع قوم تسلیم کرنیکا حلفی اقرار کرکے اُن کے بادشاہ کے انتخاب یا دیگر معاملات اندرونی میں کسی طرح کی مداخلت نکرنیکا قسمیہ قول و اقرار کیا تہا -

حسب معمول اُسی دوستانہ مداخلت اور اپنی سرحد کو بدامنی کی خطرناک ہمسائیگت سے محفوظ رکہنے کے بہانوں سے روس نے تہوڑے سے ہی عرصہ میں کریمیا کو دوسرا پولینڈ بنا دیا - اس ریاست میں البتہ یہہ فرق تہا کہ اُس کی تقسیم میں روس کے ساتہہ اور کوئی دعویدار نہ تہا - عہدنامہ کے بعد تاتاریوں نے چنگیز خاں کے خاندان میں سے دولت غیرای کو اپنا خان منتخب کیا - ذی مستقل مزاج - محب وطن - اور صاحب غیرت شخص تہا - اور اُس سے روسی دربار کی متابعت کی توقع رکہنا محض فضول تہا - مگر روسیوں نے ایسی صورتوں کا پہلے ہی سے بندوبست کر رکہا تہا - اور انہی کے تدارک کے لئے چند تاتاری خوانین کو لالچ زر اپنا مطیع بنا رکہا تہا روس کے اغوا سے انہوں نے دولت غیرائی کے برخلاف علم بغاوت بلند کردیا - اور ملک میں بدامنی پہیلادی جس سے

روس کو امن قائم کرنیکے لئے جزیرہ نمائے کریمیا میں فوج بھیجنے کا بظاہر معقول بہانہ ملگیا لیکن ساتھ ہی حکمت عملی سے کام لیکر روسیوں نے یہہ مشتہر کردیا کہ وہ خود قابض ہونیکے لئے داخل نہیں ہوئے - بلکہ محض ظالم دولت غیرائی کو معزول اور اُسکی جگہہ شاہین غیرائی کو تخت نشین کرانے کے لئے - یہہ شاہین غیرائی بطور یرغمال دربار روس کے پاس نظر بند تھا - اور سبکو معلوم تھا کہ اُسکے اپنے فیصلوں کا حصہ کثیر اپنے لئے پسند نہیں کرتا - اور اسی لئے روسیوں نے فرمانروائی کے لئے اُسکو منتخب کیا تھا - دولت غیرائی کو جسے اگرچہ تاتاریوں کی طرح آزاد ہوجانیکے باوجود مسلمانوں کے مذہبی اور پولیٹیکل مقتدا خلیفۃ المسلمین سے بدستور کامل عقیدت اور اخلاص تھا"[۵۱] ۱۷۷۶ء میں معزول کردیا گیا - اور شاہین کو خان کریمیا بنادیا گیا جس کے متعلق یہہ انتخاب سے وہی نتائج کے برآمد ہونے کی توقع رکھی گئی تھی جو پولینڈ میں پونی آٹوسکی کے انتخاب کے ظہور میں آئے تھے - اور یہہ توقع بالکل درست ثابت ہوئی - دولت غیرائی نے قسطنطنیہ جاکر باب عالی سے مدد کی التجا کی - مگر پابندی عہد - حزم و احتیاط یا بالطبع روسی زرافشانی سے دیوان کے اکثر ارکان خرید کر لئے گئے تھے - باب عالی نے کوئی مزاحمت نہ کی - اور شاہین بلا خلل متمکن رہا لیکن اُسکی رعایا نے کچھ ہی عرصہ کے اندر ناراضگی ظاہر کرنی شروع کردی - اور ترک بھی وقتاً فوقتاً زبانی دھمکیاں دینے لگ گئے اسپر شاہین نے قیصرہ کی مدد مانگنے کے لئے یہہ میرزا ایران کریمیا کا ڈیپوٹیشن سینٹ پیٹرزبرگ بھیجدیا - اندھے کو کیا چاہئے دو آنکھیں - زارینہ تو اس موقع کی تاک میں بیٹھی ہوئی تھی - اُسنے جھٹ سے رومنزوف کو دریائے نیپر پر فوج جمع کرنیکا حکم دیدیا - اور اُن صوبجات مالڈیویا اور والیشیا میں جنکا قبضہ بصد تاسف تمام چھوڑا تھا - اُن کو مطلق آزاد کرانیکے لئے سازشیں شروع کردیں - اسکے ساتھ ہی چند شکایتیں اس مضمون کی بھی کردیں کہ ترک خلاف معاہدہ روسی تجارت کو بہت کچھ دبانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں - یہہ کل پیش بندیاں اس غرض کے لئے تھیں کہ ترک کریمیا میں روسیوں سے تعرض نکریں - مگر ترکوں میں اُسوقت لڑائی کے لئے کوئی سکت نہ تھی - فرانس نے بھی اُن کو لڑائی سے محترز رہنے کا مشورہ دیا - اور آخر اُنہوں نے صوبجات مالڈیویا اور والیشیا کو روسی دستبرد اور سازشوں سے بچانے کے لئے کریمیا کو قربان کردیا - اور روسی تجارت کو بہت سی مراعات عطا کردیں - جن سے آیندہ کے لئے قسطنطنیہ کی سلامتی بھی معرض خطر میں پڑگئی ۱۷۷۹ء میں دونوں سلطنتوں میں جدید عہد نامہ ہوا - جس میں اول تو عہد نامہ کینارجی کی شرائط کی تجدید کی گئی - اور پہر چند زاید شرطیں درج کی گئیں جن کی رو سے سلطان نے شاہین کو کریمیا کا جائز فرمانروا تسلیم کرلیا - اور اُن مذہبی مراسم کو جن کا ادا کرنا تاتار کی حکومت کو باضابطہ طور پر مذہبی منظوری دینے کے لئے بحیثیت خلیفۃ المسلمین اُسپر لازم تھا ادا کرنیکا اقرار کیا"[۵۲] اور فریقین نے حلف اُٹھایا کہ یہہ عہدنامہ جس پر اس تاریخ کو دستخط کئے گئے ہمیشہ کے لئے قائم رہیگا - اور اب دونوں سلطنتوں میں دائمی صلح رہیگی -

---

۵۱ یہہ الفاظ ایک عیسائی مورخ مسٹر میکانیکی کے ہیں (مولف)

۵۲ یہہ الفاظ جن میں سلطان کی خلافت کو بالصراحت تسلیم کیا گیا ہے ایک اور عیسائی مورخ سر کریسی کے ہیں - (مولف)

گمر شاہین غیرائی زارینہ کے مقاصد کے حصول میں محض آلہ کا کام دینے کے لئے خانی کے مرتبہ پر پہنچایا گیا تھا ۔ وہ تخت پر بیٹھا ہی تھا کہ کیتھرائن نے سفیر کو پیرایہ میں اسکے پاس بھیجا ایک جاسوس بھیجا اور اُسے یہ کام سپرد کیا گیا کہ وہ خان سے ایسے کام کراتا رہے جس سے رعایا کو اس سے اور زیادہ نفرت ہو جائے ۔ اور اُدھر زارینہ مند دل کو رشوتیں دیکر خانہ جنگی کرا دے ۔ تاتاری روسیوں کی حکومت اور اُن کی رسم و رواج دونوں سے کوسوں بھاگتے تھے چنانچہ سفیر مذکور نے پہلے شاہین کو اپنے ڈھری پر لاکر روسی عادات کا شیدا بنایا ۔ اُس سے کہہ سنکر زارینہ کے پاس درخواست کرادی گئی کہ وہ اُسے اعزازی نشان عطا کرے ۔ جس پر زارینہ نے اُسکو طبقہ سینٹ الینی کی حمایل اور امپیریل گارڈ کی رجمنٹ کو انسپکٹری کا مرتبہ کا رتبہ عطا کردیا ۔ مگر نیلی تاتاریوں کی نگاہ میں تخت اور ادنیٰ عہدہ تھا ۔ اس سے شاہین اُن کی نظروں میں اور حقیر ہو گیا ۔ انہی روسی ایجنٹوں اور گماشتوں کے اغوا سے اُسنے روسیوں ایسی عادات اختیار کرلیں کہ اُنکی بدمعاشیاں چھچھوراپن اور اُن کی طرح فوجی عظمت کا شوق اور فضول خرچی سیکھ لی ۔ ادہر تو اُن سفیہانہ حرکات سے اُسکی حکومت کی بنیاد دن بدن متزلزل ہوتی چلی جا رہی تھی ۔ اور دوسری طرف انگماشتوں نے اُسے بحری طاقت بڑھا کر کل بحیرہ اسود پر اقتدار قائم کرنیکی ہوس خام میں مبتلا کردیا ۔ اور اُس سے بیدریغ روپیہ خرچ کرانا شروع کردیا ۔ اسکے ساتھ ہی وہ میرزاؤں اور خوانین کو جو دن بدن زیادہ برافروختہ ہوتے چلے جا رہے تھے اکساتے رہنے میں بدستور ساعی رہے ۔ آخر کار عام بغاوت[1] برپا ہو گئی جس کے فرو کرنیکے لئے اُسکے روسی مشیروں نے اُسکو زارینہ سے مدد مانگنے کی صلاح دی ۔ اور اُس بیوقوف نے یہی کیا ۔ روسی سپاہ پھر کریمیا میں داخل ہو گئی ۔ مگر اُسے اپنا عمل زیادہ عرصہ پنہاں رکھنا پڑا ۔ کیتھرائن اور اُسکے منظور نظر پوٹمکن نے سوچ لیا تھا کہ برسوں کی تمنا کو پورا کرنیکا مناسب موقع پہنچ گیا ہے ۔ روسیوں نے جلدی ہی تلواروں کی چمک اور سنگینوں کی نوک سے اپنا منشا ظاہر کردیا ۔ جن تاتاریوں نے روسی تابعداری سے انکار کیا اُن کو بیدریغ قتل کردیا گیا ہزاروں تاتاری امراء ننگ گھر کیے گئے ۔ اور بالآخر شاہین سے کچھ تو دلاسا اور کچھ دھمکیاں دیکر تخت سے دست برداری کا اقرار نامہ اور یہ بھی لکھوا لیا کہ اُسکے خاندان کو جس میں فرمانروائی اور ورثی تھی ۔ کریمیا اور کیوبن پر آئیندہ کوئی دعویٰ نہیں رہیگا ۔ پھر اُسے نظر بند کر کے روسی قصبہ کلوگا میں بھیجدیا گیا ۔ جہاں کچھ عرصہ سخت تکلیفیں پہنچانے کے بعد اُسے ترکوں کے رحم پر چھوڑ دیا گیا ۔ اور اُسکو

---

[1] مسٹر میکانجی روسی فوج کی مداخلت کی اور وجہ تحریر کرتے ہیں ۔ جو حسب ذیل ہے "۱۷۸۳ء میں روسیوں کے بہکانے سے شاہین نے ترکی بادشاہ سے جزیرہ تمن کا قبضہ مانگا ۔ تمن کریمیا کے مشرق میں واقع ہے بادشاہ نے اُسکے قاصد کو قتل کرڈالا جس سے روسیوں کو شاہین کے بہکانیکا موقع ملگیا ۔ اور اُسے کہا کہ اگر تم چاہو تو روس اس ذلت کا بدلہ لینے کو تیار ہے ۔ کمزور طبیعت خان نے یہ بات کو مان لیا ۔ اور روسی فوج کریمیا میں داخل ہو گئی ۔ مگر مشرقی ساحل کے کنارے کنارے کچھ دور جاکر وہ پلٹ آئی اور تمن سے ترکوں کو نکالنے کی بجائے اُس نے اُسکے جس کی امداد کو وہ آئی تھی قبضہ کرلیا ۔ اور دھوکا یا جبر سے تمام قلعوں پر متصرف ہو کر پردہ اُٹھا دیا ۔ اور رعایا کو بنوک سنگین زارینہ کی اطاعت منانے پر مجبور کیا گیا ۔ تاتاریوں نے انکار کے مقابلہ کا تہیہ کیا جسپر پوٹمکن نے عین بحالت امن رعایا پر حملہ کرکے ۳۰ ہزار مرد و زن کو کمال بیوفائی سے تہ تیغ کردیا ۔ الغرض اسطرح سے روس نے کریمیا کو فتح کیا ۔ جو فتح ایسی بیشرمانہ اور مکروہ غداری سے حاصل ہوئی جس کی نظیر قدیم وجدید کسی زمانہ کی تاریخ عالم میں نہیں ملتی" (مولف)

سرحد پار ترکی علاقہ میں بھجوا دیا گیا۔ ترکوں نے اسکو فوراً گرفتار کرکے قسطنطنیہ بھیج دیا۔ سلطان نے اسے جزیرہ رہوڈس کو جلاوطن کر دیا کل مسلمان اسکی غداری پر کمال برافروختہ ہو رہے تھے۔ چنانچہ رہوڈس پہنچتے ہی وہاں کے مسلمان حکام نے اسکو فرنچ قونصل کے مکان میں قتل کر ڈالا۔ اور اس بیوقوف کو روسی دوستی کا آخری صلہ مل گیا۔

جزیرہ نما کریمیا بعد صلح نامہ مذکورہ روس کے ممالک محروسہ میں داخل کر لیا گیا۔ جس ظالمانہ اغتصاب کو سخت کردہ غداری کی حسب معمول بیشرمانہ منافقت سے دنیا پر مستحسن فعل ظاہر کرنے کے لئے کیتھرائن نے اپریل ۱۷۸۳ء میں ایک منشور شائع کیا جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے "ترکی محض قیام امن کے لئے کریمیا میں داخل ہوئے تھے .... تاتاریوں کی طبعی بیچین مزاجی نے اس عمارت کو جسے زارینہ نے اُن کو خود اپنے منتخب کردہ فرمانرواؤں کے زیر فرمان کامل آزادی اور خود مختاری دلا کر اُن کی آسائش و خوشحالی کے لئے کھڑا کیا تھا بالکل کمزور اور ویران کر دیا تھا .... الغرض کریمیا کی حفاظت کیلئے ہر وقت فوج تیار رکھنے کی ضرورت کی اخراجات اور نیز اُن خرابیوں کی بیخکنی کی احتیاج نے زارینہ کو اُن نقصانات اور مصائب کے لئے جو بد امنی میں جن سے ملک امن اور خوشحالی قائم رکھنے پر کرنے پڑے ہیں۔ جزیرہ نما کریمیا، جزیرہ تمن۔ اور کل علاقہ کوبان کو سلطنت روس میں شامل کرنے پر مجبور کر دیا ہے"

گر یورپ زارینہ اور اسکے شریک غارتگران قیصر آسٹریا و شاہ پرشیا کے اس قسم کے منافقانہ منشوروں کے سننے کا عادی ہو چکا تھا لیکن بقول کریسی زارینہ کے اس اعلان میں جس میں کیتھرائن کی فیاضانہ نشی اور خیالی طرزی کا تبرہ مطلق ذکر کیا گیا تھا۔ یورپ کے خوشامدی ٹٹو ہرزہ گویوں اور سوفسطائیوں کو کیتھرائن کی لمبی چوڑی تعریفیں چھاپنے کیلئے خوب مسالہ مل گیا۔ ان کاروں نے ان مظالم پر کوئی توجہ نہ کی جو تاتاریوں پر توڑے گئے تھے۔ قوم کے کچھ حصہ نے اپنی آزادی کی حفاظت میں تلوار اٹھائی تقریباً کل سرکردہ لوگ اُن کے ساتھ شامل تھے۔ جنرل بال پوٹمکن (جو پرنس پوٹمکن کے بھتیجے) نے کل ناراضامندوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔ اس قتل عام میں ۳۰ ہزار مرد زن و ہر عمر کے قتل ہوئے ہزارہا ملک سے بھاگ گئے۔ تارکان وطن میں ۷۵ ہزار آدمی عیسائی بھی تھے جن میں سے صرف ۷ ہزار ترکی علاقہ میں جان سلامت لیکر پہنچے۔ باقی رستے میں بحیرہ ازاف کو مشرقی جانب کے کفایت سیدان سے گذرنے کی کوشش میں سردی، فاقہ اور تکان سے ہلاک ہو گئے۔ زارینہ نے نو مفتوحہ ملک کا نام

سلہ مسٹر فاکس انگلستان کے مشہور مدبر ہیں جو کئی مرتبہ وزیر بھی ہوا اور فصاحت و بلاغت میں اپنی نظیر خود ہی سمجھا جاتا ہے کیتھرائن کی حمایت کرتے ہوئے ذرا زیادہ صاف گوئی سے کام لیا۔ مباحثہ عثمانیہ کے دوران میں مسٹر ۲۹ مارچ ۱۷۹۱ء کو پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے۔ "معاہدہ کنارجی کی رو سے کریمیا کو آزاد کر دیئے جانے کے بعد زارینہ نے باب العالی اور دیگر دول کو اطلاع دی کہ جب تک کریمیا اور کوبان پر کامل تصرف نہ کیا جائے گا میرے مقبوضات محفوظ نہیں رہ سکتے۔ زار العہد اسی طرح اپنی استدلال منطق سے کام لیکر اسی صفائی سے یہ کہہ دے کہ "میں ہمسایہ ملک کو قبضہ کرلوں"۔ فاکس اس زمانہ میں لبرل پارٹی کا لیڈر تھا اور اپنے زمانہ کے مشہور مدبر پٹ کا مخالف تھا۔ اٹھارہویں صدی کے آخری حصہ میں دونوں آپس میں ایسے ہی حریف تھے جیسے انیسویں صدی میں مسٹر ڈزرائیلی (لارڈ بیکنسفیلڈ) اور مسٹر گلیڈسٹون تھے۔ فاکس ۱۷۴۹ء میں پیدا اور ۱۸۰۶ء میں فوت ہوا ڈچس آف ڈیوانشائر کے ساتھ اسکا نہایت گہرا تعلق تھا۔ فاکس ۱۹ برس کی عمر میں پارلیمنٹ کا ممبر ہوا۔ (مولف)

رکھا۔ جنرل پال ٹوٹیکن کو جس خونریزی اور فتوحات کے صلہ میں نئے صوبہ کا گورنر اور بحیرہ اسود کے اعلیٰ امیر البحر کا خطاب عطا کیا گیا۔ اور پرنس ٹوٹیکن کو جس کی نگرانی میں اُسکا بھتیجا کاربند ہو رہا تھا۔ طاؤرین (فاتح طارس) کا خطاب دیا گیا۔ اس سینہ زوری سے تمام ملک جسے آزاد تاتاری مملکت بنایا گیا تھا روس کے ساتھ شامل ہوگیا۔ یہہ ملک صرف جزیرہ نما کریمیا اور اُسکے بے نظیر اور قابل تعریف تجارتی بندرگاہوں اور مضبوط مواقع پر ہی مشتمل نہ تھا بلکہ بحیرہ اسود کا تمام شمالی ساحل اور ایشیا کا علاقہ کوبان معہ جزیرہ تمن بھی اس میں داخل تھا۔ روسی جھنڈا اب کوبان میں نصب ہوگیا تھا جہاں سے وہ بالائی ایشیا کو ایرانی اور ترکی علاقہ پر نمایاں مستقیدی کی نگاہ ڈالنے کے قابل ہوگیا

فرانس کی بیفائدہ کوشش مسیحی دول کو روس کی مدد پر مائل کرنیکے لئے

اس بیباکانہ قزاقی اور ڈکیتی سے قسطنطنیہ میں کمال ناراضگی پیدا ہوگئی اور فرانس کو بھی اپنے رقیب کی طاقت کو مزید اضافہ سے اور تشویش ہوگئی۔ اُسوقت تک امریکن محاربہ ختم ہوچکا تھا۔ اور خاندان بوربون حکمران فرانس نے اسمیں امریکن آبادکاروں کی مدد کرکے انگلستان سے اپنی ہزیمتوں اور نقصانوں کا پورا پورا بدلہ لیچکا تھا۔ اور اب اُسے انگلستان سے وہ کدورت نہ رہی تھی جو اُسے اس ملک کی مشہور بغاوت اور انقلاب عظیم سے پیشتر جو تھوڑا ہی عرصہ بعد وقوع میں آگیا۔ امن و امان کا مختصر سا زمانہ اور مہذب دنیا کے عام تعلقات پر غور کرنیکی مہلت مل گئی ہوئی تھی۔ لوئی شانزدہم[1] اور اُسکا وزیر اعظم ڈی ورجینیز اپنے ملک کی قدیم پالیسی کو مدنظر رکھکر کسیقدر اس کی مستقیدی اور ظالمانہ کارروائی کو روکنے اور ٹرکی کو تباہی سے محفوظ رکھنے کے سچے دل سے خواہشمند تھے

[1] لوئی شانزدہم لوئی پانزدہم کے بڑے بیٹے کا جو باپ کی حین حیات ۱۷۶۵ء میں مرگیا فرزند تھا۔ اور ۱۷۷۴ء میں لوئی کے بعد تخت نشین ہوا اُسوقت خزانہ خالی، فوجی قرضہ بے انتہا۔ اور بحری طاقت قریباً معدوم تھی۔ اُن کی اصلاح کے لئے [illegible] ٹرگوٹ [illegible] کو مہتمم خزانہ و وزیر صیغہ بحری بنایا گیا۔ لوئی شانزدہم نے ہر دلعزیزی حاصل کرنیکے لئے پہلا کام یہہ کیا کہ ہر تخت نشینی پر رعایا پر جو خاص ٹیکس لیا جاتا تھا اُسے معاف کردیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں ملک کی حالت سنبھل گئی۔ اتنے میں امریکہ کے آباد کاروں نے بغاوت کردی۔ فرانس نے اُن کی مدد کی انگلستان اور فرانس میں جنگ شروع ہوگیا جس میں گو فرانس اور باغی امریکنوں کو کامل فتح نصیب ہوئی اور انگلستان سے امریکن آبادکار آزاد ہوگئے۔ لیکن فرانس کے حق میں یہہ لڑائی بہت ہی نقصان دہ ثابت ہوئی [illegible] اتنی بھاری اٹھانی پڑی کہ خزانہ خالی ہوگیا اور اُسکو پر کرنے کے لئے رعایا پر طرح طرح کے نئے ٹیکس لگانے پڑے جن سے رعایا تنگ آکر آخر بغاوت کردی۔ انقلاب عظیم شروع ہوگیا۔ [illegible] پیرس ہی [illegible] باغی کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے ۱۴ جولائی ۱۷۸۹ء کو پیرس کے قلعہ اور جیلخانہ باسٹیل پر قبضہ کرلیا۔ پھر اکتوبر میں شاہی محل واقعہ ورسلیز پر دھاوا کردیا۔ ملکہ تو بھاگ گئی مگر بادشاہ معہ دیگر افراد کنبہ پکڑ لیا گیا اور باغی اُسے پیرس لے آئے۔ فروری ۱۷۹۰ء میں بادشاہ نے رعایا کی حسب منشا طرز حکومت کو منظور کرلیا لیکن پھر بھی وہ بدستور نظربندی اور قید کی حالت میں تھا چنانچہ ۲۱ جون ۱۷۹۱ء کو وہ معہ کنبہ پیرس سے بھاگ گیا۔ مگر رستہ میں بمقام وارینز پکڑا گیا۔ اور سخت ذلت کے ساتھ پیرس واپس لایا گیا۔ اسی برس فرمانروائے آسٹریا اور شاہ پرشیا نے مقید بادشاہ کی حمایت میں فرانس پر چڑھائی کردی۔ مگر رعایا اور فوج نے حملہ آوروں کو شکست دیکر اپنے ملک سے نکال دیا۔ آخرالامر پیرس کی منتخب کردہ مجلس وکلا نے جنوری ۱۷۹۳ء میں بادشاہ کی موت کا فتویٰ صادر کردیا۔ اور وہ اسی مہینہ کی ۲۱ تاریخ کو قتل کردیا گیا۔ یہہ بادشاہ اچھے ذہن کا تھا مگر [illegible] بہت نیک تھا [illegible] مگر مستقل مزاج تھا۔ [illegible] تحمل کا بہت شائق تھا۔ اور ایسا ہی [illegible] ۱۷۷۰ء میں ہوا تھا۔ (مولف)

آسٹریا پولینڈ کی تقسیم کے معاملہ میں اپنی ایمانداری اسقدر ظاہر کر چکی تھی کہ اُسے فرانس کی خوشنودی کی کسقدر پروا ہے۔ مگر فرنچ مدبرین کو ابھی تک ۱۷۵۶ء کے اتحادی معاہدہ پر کسیقدر بھروسہ باقی تھا۔ اور انہیں امید تھی کہ وہ اُسے سمجھا بجھا کر سیدھا راستہ پر لے آئینگے اور اُسکے ذہن نشین کر دینگے کہ کل یورپ اور خود اُسکے اغراض اس امر کے متقاضی ہیں کہ وہ انگلستان کے بحری اور روس کے بری روز افزوں اقتدار کو روکنے کے لئے پرشیا اور فرانس سے سچے دل سے متحد ہو جائے۔ چنانچہ فرنچ وزیر نے آسٹریا کو روس کے ساتھ ملکر ٹرکی کے مخالف اتحاد پر سوچنے سے روکنے کے لئے دربار آسٹریا کے ساتھ سرگرمی سے خط و کتابت شروع کر دی۔ مگر ایماندار جوسف ثانی کیتھرائن کے ہاتھ بک چکا تھا اُسکے دل پر کچھ اثر نہوا لیکن اپنی غداری کو اندیشہ ناک نفرت انگیز بنانے کے لئے بظاہر فرانس سے بدستور دوستی کا دم بھرتا اور اُسکی باتیں سنتا رہا۔ اُسنے فرنچ سفیر سے کہا "میں تمکو یقین دلاتا ہوں کہ میں کیتھرائن کو ٹرکی کے ساتھ لڑائی نہ کرنے کے لئے تا امقدور سمجھاتا رہتا ہوں۔ مگر وہ عورت کمال خود رائے ہے۔ اور اپنی ہٹ سے کسیطرح باز نہیں آتی"۔ جوسف کی لیت و لعل سے تنگ آکر آخر لوئی شانزدہم نے اپنے سفیر کو اس سے یہہ سوال کرنیکا حکم دیا کہ اگر ٹرکی اور روس میں لڑائی ہو گئی تو وہ کیا روش اختیار کریگا۔ جوسف نے جواب دیا "اگر روس نے بابعالی سے لڑائی کر دی تو جسقدر روس اپنے مقبوضات کو بڑھائیگا اُسیقدر آسٹریا کو مجبوراً اپنے مقبوضات بڑھانے پڑینگے"۔ ایم ورجینیز نے یہہ جواب موصول ہونے پر سفیر کو حسب ذیل مراسلہ تحریر کیا۔ "اس استدلال اور اصول معاوضہ طلبی سے ایسی بُری نظیر پیدا ہو جائیگی جس کی غلطی کا تدارک سو برس کی متواتر لڑائیوں سے بھی نہیں ہو سکیگا۔

"اگر آسٹریا اس خوف سے کہ کسی دن روسی طاقت غلبہ پاکر اُسپر چیرہ دست نہو جائے۔ اُسکے بدل میں جائز طور پر ایک ایسے بیگناہ تیسرے فریق کی مقبوضات ہضم کر سکتی ہے تو کیا دوسری سلطنتیں بھی ایک دن اسی بنا پر کہ کہیں آسٹریا زیادہ طاقتور ہو کر کسیدن اُن پر نہ جھک پڑے۔ روس اور آسٹریا کی تقلید میں اپنے ہمسایوں کے ساتھ یہی سلوک نہ کرینگی؟ اور اگر یہہ آپا دھاپی اور خود غرضی سب کے دلوں میں یکساں موجزن ہو گئی تو بتاؤ یورپ کا کیا حشر ہوگا۔ اور چند برسوں کے بعد ہی وہ کیا سے کیا ہو جائیگا"۔

جوسف پر اس مخلصانہ اور عبرت انگیز نصیحت کا بھی کچھ اثر نہوا۔ جبپر فرانس نے اپنے پُرانے دشمن کیطرف رجوع کیا کہ شاید وہی سمجھ جائے۔ اور حالانکہ ابھی اُس میں اور انگلستان میں قطعی عہدنامہ صلح طے نہوا تھا۔ فرانس نے کریمیا کے مسئلہ کے متعلق انگلستان سے سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ جون ۱۷۸۳ء میں ایم ڈاڈکار فرنچ سفیر متعینہ لنڈن نے مسٹر فاکس (وزیر خارجیہ) کو اطلاع دی کہ شاہ فرانس کو دربار روس نے باضابطہ لکھا ہے کہ زارینہ نے کریمیا اور کوبان پر قبضہ کر لیا ہے کیا انگلستان روس کی اس صریح زبردستی کو لاپروائی سے دیکھیگا؟" انگریزی وزیر نے جواب دیا کہ مجھے اسمیں شک ہے کہ روس نے اُن صوبوں پر قطعی قبضہ کر لیا ہو۔ اگر یہہ بات ہوتی تو فریڈرک شاہ پرشیا فوراً روس سے لڑائی کر دیتا۔ اس ملاقات کے بعد پھر کئی دفعہ فرنچ سفیر نے اپنے دربار کے حسب الحکم مسٹر فاکس سے اس معاملہ کے متعلق گفتگو کی۔ آخری ملاقات میں اُسنے انگریزی وزیر سے یہہ سوال کئے:۔

"کیا انگلستان باسفرس میں روسی بیڑہ کی موجودگی کو لاپروائی سے دیکھیگا؟ کیا انگلستان یہہ چاہتا ہے کہ قسطنطنیہ کیتھرائن کے حوالہ کر دیا جائے؟ ہر نوع کیا زارینہ کی فتوحات کی کوئی حد نہیں مقرر کی جا سکتی؟ کیا یہہ نہیں ہو سکتا کہ کوبان اُسے دیکر

کریمیا کو اُسکے پنجگل سے چھڑا لیا جائے ہم اگر انگلستان اور فرانس ملکر معترض ہونگے تو دربار روس لازمی طور پر اُنکی بابت کوئی توجہ نہ سُنیگا - لیکن اکیلے فرانس کی کچھ پروا نہیں کیجائیگی" فاکس نے کمال سردمہری سے جواب دیا کہ " مداخلت کرنیکا وقت گذر گیا ہے الحاق کریمیا عمل میں آچکا - اب واویلا بے سود ہے - مزید برآن انگلستان نے زارینہ کے ساتھ ایسے قول و اقرار کیے ہوئے ہیں جنکو توڑنا مناسب اور آسان نہیں" سفیر فاکس کے اس سوکھے جواب سے شکستہ دل ہوا - اُسنے بادشاہ انگلستان سے ملاقات کی درخواست کی - اور اُسکے منظور ہوجانے پر شاہ جارج سوم کو روسی فتوحات کی اہمیت اور غرض و غایت سمجھا کر بتایا کہ قیصر جوسیف ثانی اور کیتھرائن میں پولیٹیکل اتحاد اور یکجہتی دن بدن زیادہ مضبوط ہوتی جاتی ہے - اور اُن کے اتحاد کا اصلی مدعا بظاہر یہی نظر آتا ہے کہ آپس میں ٹرکی کو بانٹ لیں - کیونکہ پولینڈ کی تقسیم ہوچکی ہے اور وہ اُسکے حصہ کرکے بغیر قابض ہوگئے ہوئے ہیں جس سے اس ریاست کی تقسیم کے لیے اب کیا انتظار ہوتا تھا - جارج سوم جو واقعی شریف النفس بادشاہ تھا یہہ ذکر سنکر جو ایک بڑا سفیر کی باتوں نے اُسکی صداقت وایمانداری اور فراست انسانی کو متحرک کردیا تھا - وہ غضب آلودہ ہوکر پکار اُٹھا " اگر جلد ہی ٹھیرو تو یورپ جلد ایک ایسے جنگل کے مشابہ ہوجائیگا جہاں طاقتور کمزور کو لوٹ لیتا ہے - اور کوئی سلطنت محفوظ نہیں رہ جائیگی" مگر افسوس [illegible] انگلستان شاہ شطرنج سے کچھ ہی زیادہ اختیار رکھتا ہے - وہ پارلیمنٹ اور وزرا کی اجازت اور وساطت کے بغیر بدون قانون ملک براہ راست کچھ نہیں کرسکتا - اور فاکس ٹرکی کی مخالفت اور روس کی حمایت میں ثابت قدم تھا - وزرا کی تو یہہ حالت تھی - باقی رہی قوم - یا اُن کا قائم مقام پارلیمنٹ - سو وہ امریکن بھائیوں سے طویل و ناکام محاربہ سے جسنے انگلستان کو خوب نچوڑ دیا تھا - ابھی تازہ تازہ فارغ ہوئی تھی اور وزیروں کے علاوہ قوم بھی فرانس سے اُس شکست کیوجہہ سے اور زیادہ چڑ گئی ہوئی تھی - اور فرانس سے جس کے جہازات فتح کے بہر سے اُڑتے ہوئے برٹش چینل پر قابض ہوئے تھے - زک کھانیکا زخم ابھی اُسکے دل میں تازہ تھا - پس اگر وزرا آمادہ بھی ہوجاتے تو غالباً قوم رضامند نہ ہوتی -

چنانچہ فرنچ سفیر نے تاریخ ۸ اگست ۱۷۸۳ء میں گورنمنٹ کو مراسلہ لکھدیا کہ انگلستان سے شرکت و اعانت کی توقع رکھنا فضول ہے - مسٹر فاکس اپنے غلط اصول کو ہاتھ سے چھوڑتا دکھائی نہیں دیتا - اُسی مرحلہ میں [illegible] نے ایک پیشینگوئی کی تھی جو آخر بالکل درست ثابت ہوئی ہے اُسنے لکھا کہ ایسے معاملہ میں انگلستان ہمیشہ کیلئے کبھی خاموش اور معطل نہیں رہ سکتا - اور انگلستان کو لازمی طور پر جلد ہی یا دیر بعد روس کی بحری اور بری طاقت کی پیشقدمی کو روکنے کیلئے جو احتمال ہے کہ یورپ ثانی بلاد مشرق کو اپنی لپیٹ میں لیلیگی - ضرور فرانس کے ساتھ سمجھوتہ اور قرارداد کرنا پڑیگا - یہہ پیشینگوئی ۱۸۵۵ء کے جنگ کریمیا میں پوری ہوگئی - مگر افسوس بعد ازاں پھر انگلستان کی پالیسی میں تغیر آگیا - اور ادھر روس کی طاقت میں اسقدر اضافہ ہوگیا کہ دیگر دول کے تعلقات میں بھی بہت کچھ تغیر و تبدل ہوگیا ہے - حتیٰ کہ آج وہی فرانس ضروریات زمانہ

۱؎ یہہ درست ہے کہ انگلستان کا بادشاہ باختیار خود کسی دوسری سلطنت سے اعلان جنگ کرسکتا ہے - مگر لڑائی بغیر روپیہ کے نہیں ہوسکتی ہے اور روپیہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر نہ حاصل ہوسکتا ہے نہ خرچ کیا جاسکتا ہے - پس بادشاہ کا یہہ اختیار بھی محض برائے نام اور نمائشی ہے - (مولف)

اور صورت واقعات سے مجبور ہو کر روس کے ساتھ متحد ہے۔ اور انگلستان ٹرکی کو تنگ کرنیوالی تجاویز میں دوسری دول کا مقدم بنا ہوا ہے۔ اور روس اپنے افعال سے یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ اب کچھ عرصہ تک ٹرکی کے خلاف کچھ کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔ مگر اس مسئلہ پر بحث کرنا یا اظہار تاسف کرنے کے لئے یہ مناسب محل نہیں۔ میں انگلستان کی موجودہ پالیسی پر رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا اور رسالہ عہد حکومت میں مفصل بحث کر چکا ہوں اور ان واقعات پر جو اس تحریر کے دوران میں کریٹ وغیرہ کے متعلق حادثات ہو رہے ہیں تاریخ جنگ روم و یونان میں بالوضاحت اپنی رائے ظاہر کر دی ہے۔ ناظرین ان کتابوں کو مطالعہ کر سکتے ہیں۔

انگلستان سے بھی نا امید ہو کر دربار فرانس نے شاہ پرشیا کی طرف رجوع کیا۔ ایم ڈی ہینیزیٹ نے فریڈرک کو لکھا کہ جو طرز عمل اصول جوسف نے اختیار کیا ہے ویسے بیباکانہ اصول کو اب تک کسی طامع سے طامع بادشاہ نے بھی اپنا دستور العمل نہیں بنایا۔ اور اگر اسے نہ روکا گیا تو کل دنیا کی اقوام کی بالعموم اور یورپ کی سلامتی بالخصوص سخت معرض خطر میں پڑ جائیگی۔ شاہ پرشیا نے جواب دیا کہ جب تک فرانس آسٹریا کے اتحادی معاہدہ ۱۷۵۶ء کو منسوخ نہ کر دے وہ اسکے ساتھ ملکر کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔ فرانسیسی وزیر نے جواب دیا کہ اتحاد مذکور محض ان دو باتوں کے لئے کیا گیا تھا۔ اول یہ کہ فرانس اور آسٹریا کے ذاتی اغراض محفوظ رہیں۔ دوم یورپ کا امن قایم رکھا جائے۔ پہلی غرض آسٹریا نے پولینڈ کی تقسیم میں شریک ہو کر کالعدم کر دی۔ اور دوسری اب انکے حریصانہ ارادوں سے باطل ہو گئی ہے۔ پس عہد نامہ مذکور کو اب باطل سمجھنا چاہئے۔ شاہ پرشیا نے اس معقول جواب کے موصول ہونے پر بھی فرانس سے متفق الرائے ہونے پر کوئی آمادگی ظاہر نہ کی۔ اٹلی کے دربار سے بھی فرانس کو ویسی ہی ناکامی ہوئی۔ آخر اس نے آسٹریا کے ساتھ ازسرنو سلسلہ جنبانی کر کے اسے تحریک کی کہ اگر وہ اور کچھ نہیں کرنا چاہتی تو کم از کم روس سے یہ اقرار تو کرا لے کہ بحیرہ اسود میں کل اقوام کی تجارت کو آزادی حاصل ہو گی۔ اور روس اوسمیں صرف تجارتی جہاز یا معدودے چند ایسے جنگی جہاز جن پر بیس بیس سے زیادہ توپیں نہوں رکھیگا۔ جوسف ایسی باتوں کے سننے سے بدستور بہرہ بنا رہا۔ اور کل مسیحی یورپ میں ایک ریاست یا فرمانروا بھی نہ تھا جو لوئی شانزدہم کے ساتھ شریک ہونے پر رضا مند ہوا جس پر اس بیچارے کو بھی مجبوراً خاموش رہنا پڑا۔

ترکوں نے الحاق کریمیا کی خبر سنتے ہی لڑائی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور اسیوقت سے فوجی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور برابر دربار فرانس بیگم ہمصفیروں کو ساتھ ملانے کے لئے سعی کرتا رہا۔ جب وہ سب طرف سے نا امید ہو گیا تو شاہ فرانس نے باب عالی کو سمجھا دیا کہ اسوقت لڑائی کرنے سے وہ صریح نقصان اٹھائیگا۔ مصلحت اسی میں ہے کہ اس تازہ ذلت کو بھی صبر کے ساتھ برداشت کر کے جھگڑے کو مناسب موقع پر چھوڑ دیا جائے۔ ترکوں نے اپنے مخلص دوست کی نصیحت کو مان لیا۔ جنگی تیاریاں ملتوی کر دی گئیں۔ اور ۸ جنوری ۱۷۸۴ء کو روس اور ٹرکی میں نیا عہد نامہ ہو گیا جس میں ٹرکی نے سلطنت روس کے ساتھ کریمیا وغیرہ کا الحاق باضابطہ طور پر تسلیم کر لیا۔ اور ایشیا میں دریائے کوبان دونوں ملکوں کی سرحد قرار دیا گیا

[1] یعنی ستمبر ۱۸۹۶ء (مؤلف)

جو تاتاری دریائے مذکور سے پرے یعنی دریا اور بحیرہ اسود کے درمیان تھے۔ وہ روسی اقتدار کے دائرہ سے باہر رکھے گئے۔ اور عشاکوف اور علاقہ متصلہ کی متعلق عہدنامہ کناجی کی شرائط کی پھر تجدید کر دی گئی۔ اس عہدنامہ میں بھی ۱۸۱۲ء کے معاہدہ کی طرح دائمی صلح و دوستی کے قول و اقرار صحیح کئے گئے۔ مگر یہ سب بھی لفاظی اور فقرہ بندی تھی۔ روس کو طرح کب آرام لینے دے سکتی تھی۔ اور ترک بھی ویسے ذلت کو کب ہمیشہ کے لئے خاموشی سے برداشت کر سکتے تھے۔ آخرکار اب کھلم کھلا روس کے ساتھ ہمداستان تھی۔ اور دونوں ملکوں کے فرمانرواؤں نے ایک دوسرے کی مدد کرنے کا بالفاظ دیگر عہد و پیمان کر لیا تھا۔

فرانس کی پالیسی میں تغیر — روس اور آسٹریا کے ارادے سے مخاصمہ

بدقسمتی سے فرانس کے اکثر مدبرین کی اب یہی رائے ہو گئی جسکا اسی باب میں اور نیز سیپٹنبر ڈیوک آف اورلینز کے عہد تولیت میں ذکر ہو چکا ہے۔ ڈیوک کے زمانہ میں جب روس بھی دول عظام کے زمرہ میں محسوب ہونے کے قابل ہو گیا تو کئی فرنچ سیاسیوں کی یہ رائے ہو گئی تھی کہ ہم کو اب روس کے ساتھ متحد ہو جانا چاہئے۔ ترکی دن بدن کمزور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور وہ کسی ہمارے سے بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ ترکوں کی متواتر شکستوں اور ناکامیوں سے بھی اکثر کی یہی رائے ہو گئی تھی۔ ان کا بیان تھا کہ اگر ہم الگ رہے تو پولینڈ کی طرح ترکی بھی دوسروں میں منقسم ہو جائیگی۔ اور ہمیں صرف یہی اخلاقی نقصان ہی نہ اٹھانا پڑیگا کہ ہمارا ایک اور رفیق ہمارے سامنے ذبح کر ڈالا گیا ہے بلکہ ہم حصہ بخرہ میں شریک ہونے سے بھی محروم ہو جائینگے۔ برعکس اسکے اگر روس کے ساتھ متحد ہو گئے تو ایک تو متذکرہ صدر ذلت سے بچ جائینگے اور دوسرے مادی فوائد بھی حاصل کر لینگے۔ پالیسی کے اس تغیر کے بڑے حامی وہ فرنچ سفیر تھے جو یکے بعد دیگرے قسطنطنیہ میں مامور ہوتے رہتے تھے۔ مگر خوش قسمتی سے شاہ لوئی شانزدہم کو سلطنت عثمانیہ کے ایسے جلد برباد ہو جانیکا یقین نہ تھا۔ تاہم اسنے اس حادثہ کے لئے اپنی طرف سے تیار رہنے کا تہیہ کرنا شروع کر دیا۔ لیکن دوسری طرف ترکوں کو انکی بینی سے آگاہ اور روس کی پیشقدمی کو روکنے میں بھی کوئی کوتاہی نہ کی۔ ۱۷۸۴ء میں لیونٹ کو معتبر گماشتے بھیجے گئے کہ وہ ایسے مواقع تاڑ رکھیں جن پر عالمگیر لڑائی کے شروع ہو جانے پر فرانس کو قابض ہو جانا چاہئے۔ اور سب کی نگاہیں باتفاق رائے مصر اور کریٹ پر پڑیں۔ اسی سال سینٹ پریسٹ کی جگہ شوازل گوفیر قسطنطنیہ میں فرنچ سفیر مقرر کیا گیا۔ اور اس کو سلطنت عثمانیہ کی سلامتی کو قائم رکھنے کے لئے تا مقدور کوشش کرتے رہنے کی سخت تاکید کی گئی۔ اور انجینیر معمار ہر قسم کے کاریگر اور مہندس اسکے حوالے کر دئیے گئے کہ انمیں سے جنکو پسند کرے ترکی کی اصلاح کے لئے اپنے ساتھ لیجائے۔ اور ساتھ ہی فرنچ سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا دستہ ترکی فوج کو یورپین آداب حرب سکھانے کے لئے اسکے ساتھ کر دیا گیا۔ اس نیک نہاد نے سعی و ہمت کر کے روس اور ترکی میں پھر دوستی کا ایک اور معاہدہ کرا دیا۔ مگر کیتھرائن نے یہ کارروائی محض فرانس کو دھوکہ دینے اور اسی کچھ عرصہ تک بہلا رکھنے کے لئے کی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ فرانس کا خزانہ خالی ہے۔ ملک میں عام ناراضی پھیل رہی ہے اور خود گورنمنٹ ترکی کی متعلق تذبذب کی حالت میں پڑ گئی ہوئی ہے۔ اور کوئی مستقل پالیسی اختیار نہیں کر سکتی۔ ادھر اسنے پالیسی کے تغیر کے خواہاں فریق کو خوش اور ان کی رائے کو زیادہ وزندار بنانے کے لئے فرانس کے ساتھ ایسی شرائط پر جو فرانس کے حق میں بہت مفید تھیں

تجارتی معاہدہ کرلیا۔ اور اُسکی یہہ چال بہی پوری کارگر ہوگئی۔ کل دنیا کو اس معاہدہ سے یہہ خیال ہوگیا کہ دربار فرانس نے ترکوں کا ساتھ چہوڑ دیا ہے

۱۷۸۷ء میں کیتھرائن شاہانہ جلوس اور کمال تزک و احتشام کے ساتہہ سینٹ پیٹرسبرگ سے نو مفتوحہ علاقہ کی سیاحت کو روانہ ہوئی راستہ میں اُسے شہنشاہ جوسف ثانی بمقام خرسون جسے کیتھرائن نے ۱۷۷۸ء میں اوڈیسہ سے ۹۰ میل بجانب شمال دریائے نیپر پر آباد کیا تہا۔ آملا۔ اور اُسکے ساتہہ ساتہہ کریمیا گیا۔ راستے میں یہہ دونوں فرمانروا ہر جا جشن اور رنگ رلیاں مناتے گئے۔ ان جلسوں میں وہ ٹرکی کو حصہ بخرے کے مسئلہ پر کبہی متانت کے ساتہہ اور کبہی ازراہ تمسخر بحث و مباحثہ کرتے تہے۔ اُنہیں اپنی کامیابی پر اسقدر بہروسہ تہا کہ وہ اکثر آپسمیں ان سوالات پر تذکرہ کیا کرتے تہے کہ آزادی دلانے کے بعد یونانیوں کی حکومت کا کیا انتظام کیا جائیگا اور اُن بیچارے ترکوں کیساتہہ کیا سلوک کرنا مناسب ہوگا۔ خوانین کے قدیم پایۂ تخت باغچہ سرا میں کئی جلسے ہوئے جنمیں اُن تجاویز پر غور اور ترکوں کا تمسخر اڑایا جاتا رہا۔ کیتھرائن نے خلیج فطاریں نیا شہر سباسٹوپول تعمیر کرایا۔ اور وہاں بہی اسیطرح کی خوش گپیاں ہوتی رہیں۔ قیصرہ اور اُسکے مہمان اس نو تعمیر شہر کی بلندی پر کہڑے ہوکر اس خیال کے آجانے سے کپڑوں میں پہولے نہ سماتے تہے کہ بحیرہ اسود کے ان تمام خوشنما بندرگاہوں میں عنقریب ایک زبردست روسی بیڑہ گشت کیا کریگا۔ اور وہ بڑی تعلّی سے یہہ ظاہر کرتے تہے کہ ترکی پایۂ تخت پر اچانک اور فیصلہ کن حملہ کرنے کیلئے اس نئے شہر سے بہت ہی آسانیاں اور سہولتیں پیدا ہوگئی ہیں کیتہرائن اور جوسف ثانی نے ایک ساتہہ ایڈریاٹک سے لیکر کوہ قاف تک ٹرکی کی کل شمالی سرحد پر حملہ کردینے کا آپس میں فیصلہ کرلیا تہا۔ مگر چونکہ زارینہ یورپ کے خوشامدی فضلاء اور ادیبوں کی نظر میں انصاف پسندی اور عالی ظرفی کے اپنے مفروضہ اور نمایشی اوصاف کو بدستور قایم رکہنا چاہتی تہی اُسنے یہہ تدبیر کی کہ کسیطرح خود ترک پہلے اعلان جنگ کریں چنانچہ مالڈیویا والیشیا۔ یونان۔ جارجیا۔ اور دیگر صوبجات میں قاصد بہیجکر فساد برپا کروادئے۔ ادہر صوبہ بسربیا اور عثاکوف اور اکرمان کا اس تحت سے مطالبہ شروع کردیا کہ وہ پہلے زارینہ کے نئے صوبہ ٹاریڈا (طاس) کے خوانین کے تابع تہے۔ اور اسیطرح کی اور کئی اشتعال انگیز شرارتیں کیگئیں۔ ترک زارینہ اور قیصر کی آپسی شوخیوں اور علانیہ بیہودگیوں سے جو وہ کریمیا کو جاتے ہوئے ترکوں کی کرتے رہے تہے بہرے بیٹہے تہے۔ اس سفر میں اُن دونوں ہمسائی فرمانرواوں نے اپنے دلی ارادوں کو چہپانیکی کوئی پروا نہیں کی تہی۔ چنانچہ جب وہ نو آباد شہر خرسون کے جنوبی دروازہ سے گذرے تہے تو اُسپر یونانی زبان میں یہہ تعلی آمیز عبارت لکہی گئی تہی "بازنطیم (قسطنطنیہ) کا رستہ" ان جدید اشتعالکوں سے ترک غصہ سے بالکل بے بس ہوگئے۔ اور جب روسی فوج نے کل عہدناموں کو بالائے طاق رکہکر علاقہ کوہ قاف پر یورشیں کرنی شروع کردیں۔ اور روسی سفیر نے گستاخانہ الفاظ سے ترکوں کو مخاطب کرنا اپنا شعار بنالیا۔ تو اُنکے وزیر امیر اور خود سلطان لڑائی کے لئے بیتاب ہوگئے۔ اسی اثناء میں ترکی بیڑہ گشت کرتا ہوا دریائے نیپر کے دہانہ پر پہنچ گیا۔ جسے دیکہکر زارینہ نے سواحل بحیرہ اسود پر زیادہ دیر ٹہہرنا قرین مصلحت نہ سمجہا۔ اور وہ فی الفور سینٹ پیٹرسبرگ کو

واپس چلی گئی۔ جہاں وہ ابھی پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ باب العالی نے روسی سفیر کو قلعہ ہفت برج میں مقید کرکے ۔ ۱۶ اگست ۱۷۸۷ء کو اعلان جنگ کر دیا۔ مسٹر منیبرز کا بیان ہے کہ ترکوں سے اعلان جنگ میں جلدی انگلستان نے کرائی تھی۔ انگلستان فرانس سے امریکہ آباد کاروں کی کامیاب معاونت ۔ اور نیز اسوجہ سے کہ فرانس نے دول یورپ سے یہ فیصلہ کرالیا تھا کہ سمندروں پر کل قوموں کو تجارتی جہازرانی کا یکساں استحقاق حاصل ہے - اسمیں کوئی بحری طاقت مزاحم نہو۔ پہلے ہی سخت کبیدہ رہتا تھا۔ لیونٹ میں فرینچ تجارت پہلے ہی سے رونق پر تھی۔ اب نئے معاہدہ کی طفیل سے بحیرہ بالٹک میں بھی جہاں ابتک ایکطرح سے انگریزی تجارت کا اجارہ ہو رہا تھا۔ کمال فروغ ہوگیا تھا۔ اس سے انگلستان کی آتش رشک و حسد اور بھڑک گئی ہوئی تھی۔ اسلئے انگریزی وزراء نے تجارتی معاہدوں۔ پولیٹیکل اتحادوں اور اقتدار غرض ہر معاملہ میں اپنے رقیب کو زک دینے پر کمر ہمت چست باندھ لی فرانس نے ترکوں کو روس سے سخت برافروختہ دیکھکر اُن کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش شروع کردی تھی۔ مگر انگلستان نے پرشیا کے ساتھ ملکر اُن کی آتش غضب پر اور تیل ڈالدیا۔ اور اُن کو یہ پٹی پڑھائی کہ دیکھا! زارینہ ڈر کے مارے بھاگ گئی ہے۔ اگر تم مستعدی کے ساتھ جارحانہ کارروائی شروع کردوگے تو اپنے تمام مفقودہ علاقے روس سے واپس لے سکوگے۔ حملہ کے لئے یہ وقت نہایت مناسب ہے۔ اسکے ساتھ ہی انگلستان نے وعدہ کیا کہ وہ آسٹریا کو روس کے ساتھ شریک نہیں ہونے دیگا سویڈن اور پولینڈ کو اسلحہ پہنچائیگا - اور خود ٹرکی کو اپنی کل بحری طاقت سے مدد دیگا۔ باب العالی پہلے ہی لڑائی پر تلا بیٹھا تھا۔ وہ بآسانی ان بہکاووں میں آگیا۔ فرینچ سفیر نے بہت سمجھایا کہ یہ سب دہوکہ ہے۔ آسٹریا اور روس ایک ہیں۔ لڑائی نہ کیجائے فرانس بیچ بچاؤ کرکے تمام تنازعات کا صلح صفائی سے پھر فیصلہ کرادیگا۔ مگر اسکی کسی نے نہ سُنی۔ فرینچ سفیر کا بیان ہے کہ انگلستان نے سوچ لیا تھا کہ لڑائی میں اسکا تو ہر طرح سود ہے۔ اگر فرانس نے ترکوں کی مدد نہ کی تو لیونٹ میں اُسکی تجارت معدوم ہوجائیگی۔ اور اگر مدد کی تو روس تمام مراعات واپس لے لیگا۔ اور بحیرہ بالٹک میں انگریزی تجارت کو پھر پہلے ایسا عروج حاصل ہو جائیگا۔

محاربہ کا اعلان ہوتے ہی آسٹریا روس کا علانیہ طرفدار ہوگیا۔ سویڈن نے باب العالی کی حمایت میں روس کے ساتھ لڑائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ انگلستان اور پرشیا ٹرکی کے خیر خواہ تھے مگر عملی طور پر خاموش رہے۔ باقی رہا فرانس۔ وہاں کی گورنمنٹ عجیب تشویش میں مبتلا ہوگئی۔ اسوقت کارڈینل ڈی برائن وزیر اعظم تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ انگلستان نے یہ کارروائی پولینڈ سویڈن اور ٹرکی سے فرینچ اقتدار کو دور کرکے اسکی جگہ خود لینے اور فرانس کو دوم درجہ کی سلطنت بنادینے کے لئے کی ہے۔ مگر فرانس ان نقصانات کو انسداد کے لئے خود لڑائی میں شریک نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ملک میں بغاوت کو آثار بڑی سختی سے نمایاں ہونے لگ گئے تھے۔ بنا بریں روسی اتحاد کے طرفداروں نے پھر زمین آسمان کے قلابے ملانے شروع کردئیے۔ اس معاملہ میں سب سے سرگرم ایک فرینچ ادیب مسمی وولنی تھا۔ اُسنے ایک رسالہ شائع کرکے ترکی اتحاد پر سخت اعتراض کئے اور اپنی گورنمنٹ کو روس کے ساتھ ملکر ٹرکی کے حصہ بخرہ کرنے اور مصر پر قابض ہوجانے کا مشورہ دیا

اسی زمانہ میں فرنچ سفیر شوا سل گوفیر کو جو یونانی فلسفہ اور علوم قدیمہ کا بڑا فدائی تہا یونانیوں کی حمایت اور ہمدردی کا خبط ہو گیا۔ اُسنے مسیحی دنیا کے سامنے واویلا کرنا شروع کیا کہ یونانیوں کی حالت نہایت قابل رحم ہو رہی ہے۔ موریا کو فرانس کے زیر حمایت آزاد ریاست بنا دینا چاہئے۔ عام رائے یہہ ہو رہی تہی کہ عثمانیوں کو اُبہارنا ناممکن ہو گیا ہے۔ وہ خود اس بات کو مانتے ہیں کہ اُن کا خاتمہ قریب پہنچگیا ہے۔ بالعالی کا اتحاد اب دول عظام میں مساوات قایم رکہنے کا کام نہیں دے سکتا۔ کیا ایسی قوم کی مدد کے لئے ہمیں بحیرہ اسود تک ٹانگیں پہیلانا اور اس سلطنت کے دار الخلافہ کی خود حفاظت کرنا کبہی مناسب ہو سکتا ہے۔ اور کیا ہم رقیب طاقتوں کے مقابلہ پر جو لیونٹ میں ہماری تجارت کو معدوم کرنے پر تلی ہوئی ہیں کبہی یہہ کوشش عملی طور پر کر سکتے ہیں؟ اور کیا اسکے برعکس ہم کو (کیونکہ حصہ بخرہ ہو جانا یقینی ہے) بہترین ترکی بنادر پر قبضہ کر لینا اور مصر اور شام کے داخلی وسایل آمدنی و تجارت پر متصرف ہو جانا نہیں چاہیئے؟" دربار فرانس کے پائے ثبات ان مخالف رایوں کی بوچہار سے ڈگمگا گئے۔ اوسنے مذبذبانہ پیام دربار انگلستان کی چالوں کو رد کرنے کے لئے ایک طرف تو آسٹریا اور ہسپانیہ کو ساتہہ ملا کر بالعالی سے کہا کہ ہم بیچ بچاؤ کرا دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف روس سے اتحاد کرنیکی کوشش کی اور اُسکے لئے مقدم شرط یہہ قرار دی کہ ترکوں کے ساتہہ صلح کر لیجائے۔ اور انگلستان و پرشیا کے فوجی منصوبوں کی روک تہام کیجائے۔ کیتہرائن اس درخواست سے تاڑ گئی کہ فرانس اب مطلقاً اُس کی پالیسی سے متفق ہونیکا خواہشمند ہے۔ چنانچہ اُسنے فرانس کی تجویز کو بخوشی منظور کر لیا۔ مگر بالعالی نے پیش کردہ وساطت کو مسترد کر دیا۔ ادہر انگلستان نے لڑائی کی دہمکی دیدی جسپر دربار فرانس نے نامہ و پیام ملتوی کر دیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ مگر کلبرن کے واقعہ کے بعد جسمیں بتاریخ ۱۴ ستمبر سوارو نے ترکی حملہ کو پسپا کیا۔ موسم سرما میں لڑائی مجبوراً ملتوی ہو گئی۔ اور رجا ڈہی کو بہیجا ہیں فرانس نے روس سے صلح کرا دینے اور اتحاد کے لئے پہر سلسلہ جنبانی کر دی۔ اور وہ ان کوششوں میں بافلب وجہ کامیاب ہو جاتا۔ لیکن بدقسمتی سے ایم ڈی سیگور فرنچ سفیر متعینہ سنیٹ پیٹرسبرگ کا قاصد جس کے ہاتہہ سفیر مذکور نے کیتہرائن کی تحریری رضامندی اپنی گورنمنٹ کو بہیجی تہی۔ راستہ میں قتل کر دیا گیا۔ اور یہہ معاملہ پہر کہٹائی میں پڑ گیا۔

مسٹر ایٹن کا خیال ہے کہ اگر غازی حسن پاشا سنہ ۱۷۸۷ء کے موسم گرما میں قسطنطنیہ میں ہوتا تو غالباً وہ ٹرکی کو اُسوقت تک اعلان جنگ نہ کرنے دیتا جب تک کہ اُسکی جنگی تیاریاں بالکل مکمل نہ ہو گئی ہوتیں۔ غازی موصوف کی پالیسی یہہ تہی کہ کسی بیرونی دشمن سے لڑائی کرنے سے پیشتر باغی اور سرکش صوبوں کو اچہی طرح سے مطیع و محکوم کر لینا ضروری ہے۔ اور اسی تجویز کی تکمیل کی غرض سے وہ ۱۷۸۶ء میں مصر کے مفسد امرا اور بیگوں کی گوشمالی میں مصروف تہا۔ مگر کچہہ تو رشک و حسد کی وجہ سے جو یوسف پاشا وزیر اعظم اور دیگر اعلیٰ عہدہ دار غازی حسن سے رکہتے تہے اور کچہہ باشندگان دار الخلافہ کی عام برافروختگی کے باعث جو روسیوں کی حقارت آمیز حرکات اور شرارتوں سے تنگ آ گئے تہے اور زیادہ تر جیسا کہ اوپر لکہا گیا ہے انگریزی گورنمنٹ کی صلاح و مشورہ سے بالعالی نے تتالکاری سے کام لیکر نے الفور تاریخ مذکرہ صدر کو

اعلان جنگ کردیا اور سلطان نے علم مقدس کو کہولکر جہاد کا اعلان کردیا اور تمام مومنین کو اپنے مذہبی جہنڈے کے گرد جمع ہونیکا حکم دیدیا۔

ترکوں نے سب سے اول قلعہ کلبرن کو جو معاہدہ قاینارجہ کی رو سے کیتہراین کے حوالہ کیا گیا تہا فتح کرنیکا عزم کیا یہہ قلعہ دریائے نیپر اور دریائے بوگ کے مشترکہ دہانہ پر واقع ہے۔ اس کام کے لئے غازی حسن پاشا مصر سے بلالیا گیا۔ اور اُسے اُس ترکی بحری و بری فوج کا جو بحیرہ اسود میں اور اسکے قریب موجود تہی اعلےٰ کمانڈر مقرر کردیا گیا۔ روسیوں کی طرف پرنس پوٹمکن نے جو محاربہ کے متعلقہ امور میں اپنی مالکہ کی طرف سے مختار عام تہا جنرل سووروف کو قلعہ مذکور کی حفاظت کے لئے بہیجدیا۔ ترکی فوج کا ایک ڈویژن مقام اوچاکوف جو کلبرن کے بالمقابل بحیرہ اسود کے ساحل پر واقع ہے مقیم تہا حسن پاشا نے حملے کے لئے یہہ تجویز کی تہی کہ اس فوج کو اور نیز اُس فوج کو جو وہ بیڑہ پر قسطنطنیہ سے لایا تہا خشکی کی طرف سے حملہ کرنے کے لئے کلبرن کو سامنے ساحل پر اُتار دے۔ اور ادہر خود جہازوں سے شہر پر گولہ باری کرے۔ سووروف کے پاس فوج بہت تہوڑی تہی۔ اور کلبرن کی فصیلیں اور قلعہ بہی اُسوقت چنداں مضبوط نہ تہا۔ مگر اُسکی لیاقت خداداد نے شہر کو بہی نہ بچالیا بلکہ حملہ آوروں کو تقریباً نیست و نابود کردیا۔ اسی فتح نمایاں سے ابتک کلبرن کو "سووروف کی نیکنامی کا نشان" پکارا جاتا ہے۔ سووروف نے دونوں دریاؤں کے مشترکہ دہانہ کو (جسے لیمان پکارا جاتا ہے) سرے پر ایک باٹری نصب کی۔ اور قصبہ نیکولیف سے جو دریائے بوگ پر سمندر سے چند میلوں کے فاصلہ پر واقع ہے روسی اگن بوٹوں کا ایک زبردست بیڑہ کمک کے لئے بلوا لیا۔ یہہ انتظام کرکے سووروف چپ چاپ بیٹہ گیا۔ اور ترکی بیڑہ کو بلا مزاحمت لیمان میں داخل ہو جانے دیا۔ مگر جب چہہ سات ہزار ترکی فوج ساحل پر اُتر چکی تو اُسنے اچانک دو پلٹن فوج پیدل سے کمال تندی کے ساتھہ ترکوں پر حملہ کردیا۔ روسی سنگینیں سیدہی کئے ترکوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور جب اس حملہ سے ترکوں کی صفیں پراگندہ ہوگئیں۔ تو سووروف نے کاسک سواروں کی چند رجمنٹیں لیکر ترکوں کو آگے رکہہ لیا اور خشکی پر جسقدر ترکی فوج اُتری تہی وہ سب قتل کردی۔ ادہر ایک طرف لیمان کی سرے والی باٹری نے ترکی بیڑہ پر گولہ باری شروع کردی۔ اور دوسری طرف روسی اگن بوٹوں نے اُنپر حملہ کردیا جس پاشا کے بیڑے کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا اور اسطرح محاربہ کی ابتدا میں ہی فتح کا پالسہ روسیوں کے حق میں جہک گیا جسکا اثر کل اقوام اور بالخصوص ایشیائی قوموں پر بہت بڑا پڑتا ہے۔

روسی ابہی لڑائی کے لئے تیار نہ تہے۔ ترکوں کے حملہ آور ہونے پر تمام ملک سے بڑی سرگرمی کے ساتھہ جنوب کیطرف فوجیں بہیجی جانی شروع ہوگئیں جنکو راستہ میں بیماری اور فاقہ سے بہت نقصان اُٹھانا پڑا۔ یورپین صوبے پہلی ہی لڑائیوں سے تقریباً ویران ہو رہے تہے اور اُن سے نئی فوجیں بہرتی کرنا مشکل ہو گیا ہوا تہا۔ اسکے عوض مجبوراً اُن لوگوں کو جو سائبیریا کو جلاوطن کردئے گئے ہوئے تہے واپس بلاکر فوج میں شامل کرلیا گیا۔ روس کی خوش قسمتی سے اعلان جنگ اور معرکہ کن برن کے بعد

؎ محاربہ کریمیا کے دوران میں جب کلبرن کو روسی جنرل نے ۱۸۵۵ء میں فرنچ اور انگریزی فوج کے حوالہ کیا تو [illegible] اسکی زبان سے یہہ کلمہ نکل گیا "ہائے کلبرن! ہائے کلبرن! تو جو سووروف کی نیکنامی کا باعث ہوا تہا۔ میری ذلت و شرمساری کا موجب ہوا ہے" (مولف)

جس میں سوؤروف کی بےنظیر جوانمردی سے روسیوں کو نمایاں فتح حاصل ہوئی جلدی ہی جا بجا اُس کا یہ اثر آیا جس سے ترکوں کو مجبوری جنگی کارروائیاں ملتوی کرنی پڑیں اور اس اثنا میں روس نے اپنی جمعیت درست کر لی۔ لیکن دوسرے برس کے موسم بہار کے شروع ہونے پر سویڈن نے بابِ عالی کی حمایت میں روس کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا۔ اور اسطرح کیتھرائن کو بامجبوری اپنی بہترین فوج اور قابل ترین جہاز بحیرہ بالٹک اور اُسکے قریب وجوار میں رکھنے پڑے۔ مگر آسٹریا کی بے ایمانی نے ترکوں کو اس غیبی امداد سے کوئی فائدہ نہ اٹھانے دیا۔

ایماندار جوسف کی ارادے اور تجاویز کا اوپر مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ مگر اُسنے فی الفور جنگ کا اعلان نہ کیا تھا۔ بلکہ اپنی بے ایمانی کو اور زیادہ مکروہ اور تاریک بنانے کے لئے اُسنے اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو حکم بھیجا تھا کہ وہ ترکی اور روس میں آسٹرین وساطت سے لڑائی بند کرا دینے کی تجویز بابِ عالی کے سامنے پیش کرے۔ یہ کل کارروائی رفع الوقتی اور ترکوں کو دھوکہ دینے کے لئے تھی۔ وہ اپنے مقبوضہ ملک ہالینڈ و بلجیم میں بد امنی ہونے کی وجہ سے اپنی رفیقہ کے ساتھ شروع محاربہ میں شریک نہ ہو سکا تھا جب وہ فساد عارضی طور پر رفع کر دیئے گئے تو آسٹرین قیصر نے اُسی وقت ترکوں کے برخلاف جنگی کارروائیاں پھر شروع کر دیں۔ اور کمال مسیحانہ ایمانداری سے کام لیکر اعلان جنگ کے بغیر ہی بظاہر صلح کرا دینے والے کے پیرایہ میں ترکی کے حصن حصین بلغراد کو اچانک حملہ کر کے فتح کر لینے کا عزم کر لیا اور ویسے ہی کر گذرا۔ یہ "قابل شرم اور نفرت انگیز" کوشش ۲ دسمبر ۱۷۸۷ء کی رات کو کی گئی۔ مگر جو آسٹرین فوجیں اس کام پر مامور کی گئیں تھیں۔ وہ دریائے ڈینیوب اور ساوے سے گذرنے کے بعد فاصلے رکاوٹوں اور نیز مختلف دستوں کے کمانداروں میں مناسبت یکجہتی اور تعلق نہ ہونے کی وجہ سے وقت معینہ پر بلغراد کے سامنے نہ پہنچ سکیں۔ اُن میں سے صرف ایک چھوٹا سا دستہ صبح کے قریب بلغراد کے سامنے پہنچا جسپر اگر ترکی فوج مقیم قلعہ حملہ کر دیتی تو وہ یقیناً ملیامیٹ نابود ہو جاتا۔ مگر ترکی پاشا نے جاہلانہ رحمدلی سے یا از راہ غداری ایسا کیا۔ اور آسٹرین کماندر کی عذر معذرت کو قبول کر کے اُسے مع فوج چھوڑ دیا اور وہ بخیریت واپس ہو گئے۔ قیصر کی اس نامردانہ بے ایمانی اور قوانین بین الاقوام کی قابل نفرین خلاف ورزی پر ترکوں نے لعن طعن کرنیکی بجائے قابل تعریف تحمل اور حوصلہ سے کام لیکر اُسے صرف یہ کہلا بھیجا کہ ترکوں کی خوش سلوکی کو یاد کر کے اُسے مخالفانہ ارادوں سے دست بردار ہو جانا مناسب ہے۔ کیا اُسے یاد نہیں کہ چارلس ششم کی وفات پر جب آسٹریا سخت نزعہ میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اور قیصر کی ماں میریا تھریسیا چاروں طرف سے دشمنوں سے گھری ہوئی تھی۔ تو ترکی دوسروں کے اکسانے کے باوجود اُسپر حملہ آور ہونے سے بالکل محترز رہی۔ اور کل سلطان یکے بعد دیگرے کمال ایمانداری سے عہدناموں کی پابندی کرتے رہے ہیں۔ مگر احسانمندی اور فیاضی یا صدق و دیانت ایسے اوصاف تھے جنکا اُس نسل کے اکثر مسیحی فرمانرواؤں میں نام و نشان تک نہ پایا جاتا تھا۔ اور اُن کی جگہ بھی حرص و طمع اور غداری و بے ایمانی نے لے رکھی تھی۔ جوسف پر ترکوں کے پیغاموں کا کچھ اثر نہوا اور اُسنے ۹ فروری ۱۷۸۸ء کو اعلان جنگ کر دیا۔ اس اعلان میں بعینہ ویسی عبارت اور وہی مضمون درج کیا گیا جو قیصر چارلس ششم نے ۱۷۳۷ء کے محاربہ کے اعلان میں درج کیا تھا۔ ہمسایہ سلطنت پر بحالت امن اور بظاہر دوست رہکر چپ چاپ حملہ کر دینے کی رسم بھی اسی آخر الذکر قیصر نے ڈالی تھی۔ اعلان جنگ میں بھی اُسکی پیروی کر کے جوسف نے اُسکی پوری پوری نقل اتاری

اور خداوند کریم نے اُسکو بے ایمانی کا ثمرہ بھی وہی بخشا جو اُسکے نانا کو ملا تھا۔

آسٹریا کی ہزیمت یابی اور ناکامی

جوسف کو توقع تھی کہ وہ اس لڑائی سے نہ صرف بوسنیا اور سرویہ بلکہ مالڈیویا اور والیشیا کو بھی فتح اور اپنے ملک سے ملحق کر لیگا۔ اُسنے دو لاکھ فوج اور دو ہزار توپوں سے لڑائی شروع کی۔ مگر اس جرار فوج کے باوجود ۱۷۸۸ء میں اُسنے اپنی تیاریوں کے حسب حال نہیں بلکہ اپنی ایمانداری کے مطابق پہل ملا۔ تجویز یہہ تھی کہ ایک طرف سے آسٹرین مالڈیویا پر حملہ کریں اور دوسری طرف سے روسی صوبہ مذکور میں داخل ہو کر آسٹرین فوج کا ہاتھ بٹائیں۔ مگر سویڈن کے ساتھ لڑائی چھڑ جانیکی وجہ سے کیتھراین جوسف کی کمک کے لئے صرف اتنی فوج کی گنجایش نکال سکی۔ اور بحیرہ بالٹک سے بھی اپنے بیڑہ کو حسب قرارداد بحیرہ مجمع الجزائر کو بھیج نسکی۔ لیکن زارینہ کا بیڑہ جہازات متعینہ بحیرہ اسود خوب مضبوط اور مکمل کر لیا گیا ہوا تھا۔ اور اسپر جسقدر افسر موجود تھے وہ تقریباً اجنبی اقوام میں سے تھے۔ ادھر جرنیلان ٹالیرن اور ٹمار لکے زیر کمان روسی فوج بحیرہ اسود اور بحیرہ خضر کے درمیانی علاقہ میں پے در پے فتوحات حاصل کر رہی تھی۔ جنوبی روس کی روسی افواج کا قلب دریائے بوگ کے قریب پرنس پوٹمکن کے زیر کمان مقیم تھا۔ اُسکی جمعیت معقول اور سامان بھی مکمل تھا مگر کثرت شمار اور آراستگی سامان کے باوجود اُسنے سنہ مذکور کے حصہ کثیر میں چنداں مستعدی نہ دکھلائی۔

ترکوں نے اپنے سرحدی قلعہ عثناکوف کو خوب مستحکم اور مضبوط کر لیا ہوا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ پوٹمکن کی فوج کے لئے سلطنت ہی قلعہ کی حفاظت کے لئے سد سکندری کا کام دیگا۔ غازی حسن پاشا بحیرہ اسود کے بیڑہ کی کمان کر رہا تھا۔ اور وزیر اعظم نے بلگریا میں زبردست فوج جمع کی ہوئی تھی کہ جسطرف ضرورت ہو اُدھر اُس سے کام لیا جائے۔ اگر روسی اپنے پرانے راستے صوبجات بسربیا اور والیشیا میں سے ہو کر آگے بڑھیں تو ادہر کا رخ کر دیا جائے۔ اور اگر آسٹرین شمال مغرب سے حملہ کر دیں تو اُنکے مقابلہ کے لئے فوج بھیجدی جائے۔ جوسف نے موسم بہار کا بڑا حصہ روسی کمک کے انتظار اور سکوتری کے پاشا اور سرحدی مقامات کے دیگر ترکی کمانڈروں کو اپنے ساتھ گانٹھنے کی ناکام کوششوں میں ضایع کر دیا۔ ان پاشاؤں کی مسلسل سرکشی سے اُسنے اپنی سادہ لوحی سے یا مسلمانوں اور بالخصوص ترکوں کو بھی اپنے جیسا تصور کر کے یہہ قیاس کر لیا تھا کہ وہ بآسانی اپنے ملک اور مذہب کے دشمنوں کے ساتھ شامل ہو جائینگے۔ مگر آخر اُسے اس معاملہ میں سخت خفت اُٹھانی پڑی۔ اور کل یورپ اُسکے تذبذب اور بزدلی پہ خندہ زنی کرنے لگ گیا جس سے شرمسار ہو کر جب آخر اُسنے پیشقدمی شروع کر دی تو ترکی سپاہ تو علیحدہ رہی۔ بوسنیا کے مسلمان باشندوں نے ہی اُسکے دانت اچھی طرح سے کھٹے کر دیئے۔ البتہ سرویا کی کور نمک عیسائی رعایا حسب معمول پھر بڑی خوشی سے حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہو گئی۔ اور سرویوں کی کئی مسلح جماعتیں جان توڑ کر اپنے آقاؤں سے لڑتی رہیں۔ مگر انکی حمایت کیا سنوار سکتی تھی۔ ترکوں کے ساتھ مقابلہ شروع ہوتے ہی آسٹریوں کی بُری گت بنی۔ وزیر اعظم نے یہہ دیکھکر کہ اس سال روسیوں کی پیشقدمی کرنیکی بظاہر کوئی توقع نہیں۔ کل فوج لیکر آسٹرین خط پیشقدمی کے بازو کیطرف بڑھنا شروع کر دیا جسپر جوسف بسرعت تمام اپنے علاقہ کو واپس ہٹ گیا۔ ترکوں نے ڈینیوب عبور کر کے بمقام میڈیا۔ آسٹرین فوج کے ایک ڈیویژن کو

جو وارٹیز لیبین کے زیر کمان تہی۔ فاش شکست دی ضلع بنات کو تاخت و تاراج کر لیا۔ اور ہنگری پر حملہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ کہیل بگڑتا دیکہکر جوسف نے اپنی فوج کے ایک زبردست ڈویژن کی کمان پر جو جنبش کردنیا کے نام سے موسوم تہی جنگ ہفت سالہ کے ایک نامور سپہ سالار مارشل لاڈہن کو مقرر کر دیا جسنے فی الفور جارحانہ پہلو اختیار کر کے اُس ترکی فوج کو جو اُسکے مقابل تہی بمقام ڈودیتینز اشکست دی۔ اور موسم سرما کے آنیسے پہلے پہلے جبکہ سرد ممالک میں لڑائی مجبوری رُک جاتی ہے لوسینیا کے قلب تک بڑہکر شہر لوذی کا محاصرہ اور پہر اُسے فتح کر لیا۔ مارشل مذکور مدافعانہ پہلو پر رہنے کو ہمیشہ ناپسند کرتا تہا۔ اُسکا بیان تہا کہ بیکاری میں بیماری اور فراری سے اسقدر آدمی کم ہو جاتے ہیں کہ سخت خونریز لڑائی میں بہی دشمن کے ہاتہ سے اسقدر ضایع نہیں ہوتے میں پہر یہہ اور منتزاد کرتا ہوں کہ مدافعانہ پہلو میں دو اور بڑی خرابیاں یہہ ہوتی ہیں کہ ایک تو بچاؤ کے پلتے پر رہنے سے سپاہ کا حوصلہ کسیقدر پست پڑ جاتا ہے۔ دوسرے اگر دشمن کے حملہ کو روکدیا یا پسپا کر دیا تو اس سے کچھ مادی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اگر شکست ہوئی تو پہر مفر کوئی نہیں رہجاتا۔ برعکس اسکے آگے بڑہکر خود دشمن پر حملہ کرنیکی صورت میں حوصلے تیز اور لڑائی خود دشمن کے گہر میں جا ہوتی ہے۔ اپنا ملک دشمن کی آمد و رفت کے لازمی خطرات سے صاف محفوظ رہتا ہے۔ اور اسصورت میں اگر فتح ہوگئی تو ملک یا تاوان ملگیا اور کل بار ہی غنیم کے گلے پڑی۔ اور اگر شکست ملی تو اپنے ملک میں ہٹ آنیکی گنجایش باقی رہتی ہے۔ بہر حال بچاؤ کے پہلو پر رہنا پہلے ہی نصف بازی کو ہار دینا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں فتح ہونے پر بہی کچہہ منفعت نہیں ہوتی۔ اور شکست کہانیکی صورت میں بے انتہا نقصان اُٹہانا پڑتا ہے۔ تاریخ عالم بتا رہی ہے کہ فتح و صاحبقرانی محض جارحانہ پہلو سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جسکہ جس سلطنت نے بچاؤ کرنے پر انحصار رکہا وہ اگر جلد نیست و نابود نہیں ہوگئی تو کم از کم دن بدن محدود اور مضمحل ضرور ہوتی چلی گئی ہے۔ جارحانہ پہلو کی فوقیت کا ایک بہت بڑا گر یہہ بہی ہے کہ اُسکے واسطے بہت چستی اور نگرانی و ہوشیاری لازمی طور پر زیادہ کام میں لانی پڑتی ہے۔ اور بنا بریں انتظام و طاقت کو خوب مضبوط بنانا پڑتا ہے۔ ترکوں کے دن بدن کمزور ہوتے جانیکی بڑی وجہہ یہی ہے کہ اُنہوں نے متواتر ہزیمتوں سے شکستہ دل ہوکر جارحانہ پہلو کو ترک کر دیا ہے۔ اور مدافعت کو نیم بزدلانہ پہلو کو اختیار کر لیا ہے یہی کلیہ جس طرح کل محاربہ کی صورت میں سلطنتوں کی قسمتوں پر موثر ہے اسیطرح محاربہ کی دوران منفرد لڑائیوں پر حاوی ہے۔ یعنے اگر کوئی سلطنت لڑائی میں سبقت کرکے غنیم کے ملک میں چلی گئی ہے تو جسطرح وہ جارحانہ پہلو کے فواید سے مستفید ہوگی اسیطرح محاربہ کے شروع ہو جانیکے اور فریقین کے اسقدر ڈویژنوں کے جا بجا ہم مقابل ہونیکی صورت میں جو کمانڈر سبقت کرے اور جارحانہ پہلو اختیار کرے وہ اُس کمانڈر سے جو بچاؤ پر ہی عموماً نفع میں رہتا ہے ۱۸۵۴ و ۱۸۵۵ء کے محاربہ ڈنیوب و کریمیا میں محاربہ کے لحاظ سے روس نے سبقت کی تہی۔ اور وہ ٹرکی پر حملہ آور ہو گیا تہا۔ اس لحاظ سے وہ شکست کہانیکی صورت میں بہی مدافعانہ پہلو کے نقصانات سے محفوظ رہا۔ ادہر عمر پاشا ترکی سپہ سالار نے محاربہ کی ابتدا ہی میں جارحانہ روش اختیار کی۔ اور اُسکے طفیل کل حرکوں میں پورا کامیاب رہا۔ اور روسیوں کو ایسا سبق ملا کہ پہر بیس برس کے بعد

اُن کو ٹرکی پر چڑھائی کرنیکا حوصلہ پڑا۔ اگر لڑائی میں بھی عمر پاشا بدعت پر رہتے تو غالباً اس محاربہ کا بھی وہی انجام ہوتا جو ۱۸۲۸ء اور ۱۸۲۹ء کے محاربہ کا ہوا تھا۔ مگر جارحانہ پالیسی کے لئے باخبر۔ قابل باسامان اور افسر و سپاہ دونوں کے لحاظ سے ایسا تیار ہونا ضروری ہے کہ بادی النظر میں فتح کا کامل یقین ہو۔ جاہلانہ ترنگ اور غرور باطل سے اندھے ہو کر ایسے پہلو کے اختیار کرنیکا وہی نتیجہ ہوتا ہے جو ترہ مصطفیٰ کی نالائقی کا ہوا تھا۔ میں اس مسئلہ پر اس کتاب میں اوپر بھی کسی جگہ کچھ بحث پہلے کر چکا ہوں اور اخبار وکیل اور المؤید مصریہ کے متعدد آرٹیکلوں میں بھی جو کتاب عہد حکومت امیر المومنین عبد الحمید خاں ثانی الغازی اور رسالہ بغداد دمشق کی مجوزہ ریلوے لائین میں درج کر دیئے گئے ہوئے ہیں۔ اپنی رائے مفصل ظاہر کر چکا ہوں یہاں اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں

متذکرہ صدر معرکہ کرتیبا کی حدود سے ملتے متصل ہوا تھا۔ لاڈومن کو کروشیا فوج کی کمان دینے کے ساتھ ہی خود قیصر بھی ۴۰ ہزار فوج لیکر جنرل وارٹنزلیبن کی کمک اور ہنگری کی حفاظت کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ آخرالذکر مدعا کے لئے جنرل مذکور کی فوج کو اپنے ساتھ ملا کر وہ وادی قران سبز میں مقام سلاطینہ کے قریب خیمہ زن ہو گیا اور وہاں ایسی عجیب اور قابل یادگار شکست کھائی کہ تاریخ عالم میں اُسکی نظیریں بہت کم ملتی ہیں۔ اور اسی شکست پر اُسکے جنگی کارنامہ کا خاتمہ ہو گیا اسکے بعد پھر اُسنے سپہ سالاری کا نام نہ لیا۔

اُسکے پاس مقام مذکور میں ۸۰ ہزار فوج تھی۔ وزیر کی فوج تھوڑے سے فاصلہ پر اُسکے بالمقابل مقیم تھی۔ فوج کی کثرت اور آراستگی سے سرمست ہو کر جوسف نے ترکوں پر دھاوا کرنے اور ولیشیا کو میدان کارزار بنانے کا عزم کیا۔ اُس کے جرنیلوں نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور رائے دی کہ صرف تین چار ہزار آدمیوں کے نقصان سے ترکوں پر آسانی کے ساتھ فتح حاصل ہو جائیگی۔ ۲۰ ستمبر کو حملہ کے لئے کل فوج تیار ہو گئی اور جرنیل آخری احکام لینے کیلئے قیصر کے خیمہ میں جمع ہو گئے۔ فوج کے حوصلے خوب بڑھے ہوئے تھے اور ہر طرح اسٹریا کی فتح یقینی معلوم ہوتی تھی کہ عین موقع پر قیصر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ وہ تذبذب میں پڑ گیا۔ اور مارشل لاسی سے سوال کیا کہ کیا اُسے غنیم پر فتح پانے کا کامل یقین ہے۔ مارشل نے وہی جواب دیا جو محتاط اور سمجھدار آدمی ایسی صورت میں دے سکتا تھا۔ اُسنے کہا "مجھے فتح کی توقع ہے۔ مگر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یقیناً ہوگی"۔ اس جواب سے جوسف کا حوصلہ ایسا پست ہو گیا کہ اُسنے اُسی وقت حملہ کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اور تمیسوار کو ہٹ جانیکا عزم کر لیا۔ چنانچہ پسپائی کا انتظام کر دیا گیا۔ اور مزید احتیاط کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ رجعت تھوڑی نصف شب کے وقت شروع ہو۔ کوچ شروع ہونے پر فوج کچھ فاصلہ طے کر چکی تھی جو مارشل لاسی کو معلوم ہوا کہ میسرہ کے ٹکڑوں کو واپس نہیں بلایا گیا۔ اُسنے اُسی وقت اُن کے بلانے کیلئے سوار دوڑائے اور حکم دیا کہ اُن کے پہنچنے تک قلب لشکر چلنے سے رک جائے۔ "الٹ" کا حکم با آواز بلند تمام صفوں میں بولا گیا۔ جس کی گونج دار آواز کو چند آسٹرین پلٹنوں نے رات کی تاریکی اور عام گھبراہٹ میں ترکوں کا نعرۂ جنگ "اللہ" سمجھ لیا۔ اور خیال کیا کہ غنیم اُن پر آ پڑا ہے۔ اس خبط کو سمجھتے ہی صفوں میں ابتری اور سراسیمگی پھیل گئی۔ بارود کی گاڑیوں

ھ یا سن رواں میں جنگ اُمدرمان کے موقع پر خلیفہ عبداللہ کے جانباز و سرفروش مگر جاہل درویشوں کا ہوا

کرکے نکلنے والوں نے اپنی جان سلامت لیجانے کے لئے گہوڑوں کو سرپٹ دوڑایا - فوج پیدل نے خیال کیا کہ یہہ غنیم کے سواروں کے ہلّہ کا شور و غل ہے - اور وہ چہوٹی چہوٹی جماعتوں میں مجتمع ہوکر چاروں طرف آتشباری کرنے لگ گئی - یہہ غلط فہمی صبح کی روشنی پھیلنے پر دور ہوئی - مگر اُسوقت تک دسہزار آدمی اپنے ہی ساتہیوں کی گولیوں سے ہلاک ہوچکے تہے - تاریکی دُور ہونے پر نظام درست اور صفیں پہر مرتب کرلی گئیں - اور تفلیس کی طرف کوچ شروع ہوگیا - ادہر ترکوں کو جب دشمنوں کی اس شرمناک حماقت و غلطی کی خبر ہوئی تو اُن کے حوصلے اُسی نسبت سے بڑہ گئے - جس نسبت سے کہ آسٹریلوں کے پست ہوگئے تہے - اُنہوں نے دہا وا کرکے آسٹرین سامان کیمپ اور توپخانہ کا کچہہ حصہ چہین لیا - نومبر میں تین مہینوں کے لئے فریقین میں جنگ ملتوی ہوگئی - مگر اس التوا تک صرف بیماری سے جوسف کی اوربیس ہزار سپاہ مضر صحت علاقہ میں بہت عرصہ مقیم رہنے سے ضایع ہوگئی تہی - اس سال کے محاربہ میں آسٹریا کے کل تیس ہزار مجروح و مقتول ہوئے - زیادہ تر آدمی معرکۂ قران سبز میں ضایع ہوئے اور باقی دیگر متفرق معرکوں میں *

روسیوں کا غلبہ

بحیرہ اسود کے شمالمغربی ساحل پر گو روسیوں نے اگست سے عثاکوف کا محاصرہ کرلیا ہوا تہا - مگر ۱۷۸۸ء کے حصہ کثیر میں اُنہوں نے اور کوئی کارروائی نہ کی - پوٹمکن جب محاصرہ سے اُکتا گیا تو اُسنے فاتح کلبرن کو اپنی مدد کے لئے بلا بہیجا - اور اُس نامور کے زیر کمان روسی سپاہ کا ستارہ پہر چمک اُٹہا - محاصرہ کنندگان کو دن بدن زیادہ کامیابی ہونے لگ گئی اور گو آخری ہلّہ سے کچہہ عرصہ پہلے سوارو زخمی ہوجانیکی وجہہ سے ہیڈ کوارٹر سے چلا گیا تہا - مگر وہ فتح کے لئے راستہ بالکل صاف کرگیا - اور روسیوں میں نئی روح پہونک گیا ہوا تہا - آخری ہلّہ ۱۷ دسمبر ۱۷۸۸ء کو کیا گیا - اور اُسدن فریقین نے ایسے تہور و شجاعت سے کام لیا جو دیوانگی اور وحشت کی حد تک پہنچ گئی ہوئی تہی - محاصرہ سے پہلے عثاکوف کے ترکوں نے قریب کے ایک روسی گاؤں پر اچانک حملہ کرکے تمام باشندوں کو قتل کردیا تہا - پوٹمکن اور سوارو نے حملہ کنندہ پلٹنوں کو اُس گاؤں کے بیچوں بیچ سے جو تودۂ خاکستر بنا ہوا تہا اور اُسکے کوچہ و بازار اُسکے ابنائے وطن کے خون سے رنگے ہوئے تہے گذارا - یہہ خوفناک نظارہ دیکہکر روسیوں کا طبعی وحشیانہ تہور اور مشتعل ہوگیا - اُن کا خون عوض لینے کے لئے جوش زن ہوگیا - اور اسی حالت غیظ و غضب میں وہ لیمان کی یخ بستہ سطح سے گذر کر شہر کی سب سے کم محفوظ جانب پر حملہ آور ہوگئے - محصورین کی مسلسل آتشباری سے اُن کی صفوں کی صفیں فرش خاک پر لیٹ گئیں مگر گولیوں اور گولوں کی تابڑ توڑ بارش کی کچہہ پروا نہ کرکے کمکی دستے کمال ثابت قدمی سے برابر پیچہے سے پہنچتے رہے - فصیل تک پہنچنے سے پہلے چار ہزار روسی ہلاک ہوگئے - مگر جو بیچ کر وہاں تک پہنچگئے اُن کا روکنا محال تہا - مقابلہ کنندگان کو تہ تیغ کرکے وہ شہر میں گہس گئے - اور تین دن تک تاخت و تاراج اور قتل عام کا بازار گرم رہا - شیر خوار و پیر عورت و مرد کسی پر رحم نہ کیا گیا - اور ۲۵ ہزار کی آبادی[1] اور فوج میں سے صرف چند سو جنمیں زیادہ تر عورتیں اور بچے تہے - افسروں کی سعی و کوشش سے خونخوار سپاہ کے پنجۂ قہر و غضب سے

[1] آبادی ۲۵ ہزار تہی - اور فوج تقریباً ۱۵ ہزار - (مولف)

جانبر ہوئے۔ اور اس سفاکانہ روسی فتح سے اُس خوشنی پر جو آسٹریوں کی شکست دینے سے ہوئی تھی انتظار پانی پھر گیا۔ پوٹمکن کے پاس ہزار فوج تھی۔ عشاکوف کے پاشا نے اس محاصرہ سے پہلے تین دفعہ روسیوں اور کابرن پر حملے کئے تھے جن کو سوروف نے یکے بعد دیگرے پسپا کر دیا تھا۔ فتح عشاکوف میں بیس ہزار روسی ہلاک ہوئے۔ انگریز مورخ مسٹر ایڈن اس معرکہ میں پرنس لیگنی پوٹمکن کے ساتھ تھا۔ وہ ترکوں کی صفت تسلیم و تحمل کی بہت تعریف کرتا ہے اور اسکے ثبوت میں مندرجہ ذیل رقت انگیز واقعہ تحریر کرتا ہے۔ جب عشاکوف فتح ہو گیا تو عورتیں اور بچے جو تعداد میں چار سو کے قریب تھے شہر سے روسی فوج کے ہیڈ کوارٹر میں لائے گئے۔ اور انکو پہلی رات ایک خیمہ میں رکھا گیا۔ گو زیادہ بچے ایسے تھے جن کو [illegible] پہنچی اور انہیں سے اکثر جراحتوں سے سخت تکلیف اٹھا رہے تھے۔ مگر مجبوری تھی ان کے بسیرے کے لئے اسوقت اس سے بہتر انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ چونکہ میں ترکی بول سکتا تھا اس رات اُن کی نگرانی اور اہتمام میرے سپرد کیا گیا۔ میں نے خیمہ میں جا کر دیکھا کہ وہاں بالکل سناٹا چھایا ہوا ہے۔ اور اگرچہ ایک بھی عورت ایسی نہ تھی جسکا باپ یا ماں بچہ یا خاوند قتل نہ ہوا ہو۔ مگر ایک بھی کم از کم آواز بلند رو رو کر بین کرتی نہ پائی گئی۔ وہ قائم مستقل لب و لہجہ سے گفتگو کرتیں۔ اور بظاہر کسی طرح کی گھبراہٹ کے بغیر سوالات کا جواب دیتیں۔ میں یہ نظارہ دیکھکر حیران رہ گیا۔ میں نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اس استقلال کو خود رفتگی سے منسوب کروں۔ یا قسمت کے انقلابات عظیم کو دیکھتے رہنے اور سہتے رہنے کی عادت سے یا اس صبر و تحمل اور تسلیم کو اُس کا باعث قرار دوں جو اُن کا مذہب اپنے معتقدین کے رگ و ریشہ میں ساری کر دیتا ہے۔ میں ابتک اسکی کوئی خاص وجہ اپنے دل میں قرار نہیں دے سکا۔ ایک عورت بالکل خاموش مگر غم زدہ اور پُر از تاسف وضع سے بیٹھی ہوئی تھی کہ میں اُسے تسلی آمیز الفاظ کہے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے اُسے کہا کہ تم اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھو۔ تم کیوں سچے مسلمان کی طرح حوصلہ اور مصیبت کو صبر و شکر سے برداشت نہیں کرتیں۔ اُس نے ان دلشگاف الفاظ میں جواب دیا "میں نے اپنے باپ۔ اپنے خاوند اور اپنے بچوں کو قتل ہوتے دیکھا ہے۔ میرے پاس اب صرف ایک بچہ رہ گیا ہے۔" میں نے بیصبری کے ساتھ پوچھا وہ کہاں ہے؟ اُس نے ایک بچہ کی طرف جو اسکے قریب پڑا تھا۔ اور جسکا ابھی دم نکلا تھا اشارہ کر کے نہایت حوصلہ کے ساتھ کہا "یہاں!" یہ دردناک منظر دیکھکر میں اور میرے رفقاء کے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔ مگر اُسکی آنکھ پُرنم نہ ہوئی۔ میں اُس رات اُن بدبخت عورتوں اور بچوں میں سے جو زخمی اور سردی سے مرتے جا رہے تھے جسقدر کی گنجایش ہو سکتی تھی اُنکو اپنے زیر زمین گرم کمرے میں لے گیا۔ یہ میرے ساتھ بارہ دن رہیں۔ اس تمام عرصہ میں اُنہوں نے کبھی بآواز بلند کوئی شکوہ شکایت نہ کی۔ نہ کسی کے چہرہ سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ دل میں سخت رنج و غم کھا رہی ہے۔ بلکہ ہر ایک کیا بوڑھی کیا جوان۔ بلا کسی طرح کی آہ و بکا نالہ و زاری۔ جزع فزع یا آنسو بہانے کے اپنی اپنی کہانی اسطرح سے سناتی رہی کہ گویا وہ کسی اور کی بیتی سنا رہی ہے۔" اور مذاہب تو در کنار۔ کیا مسلمانوں میں بھی ترکوں کے سوا کسی اور قوم میں ایسا صبر۔ حوصلہ۔ تحمل یا تسلیم پائی جاتی ہے؟

سلطان عبد الحمید اول کی وفات

مارچ سنہ ۱۷۸۸ء میں ترکی خورشید استنبول آسٹریا کے ساتھ غیر معمولی مستعدی اور تیزی کی محاربہ شروع کیا۔ اُسنے اُس روسی فوج کی نگرانی کے لئے جو والیشیا اور مالڈیویا میں تھی۔ اپنی فوج کا کچھ حصہ ڈینیوب کے جنوبی کنارہ پر چھوڑکر دریائے مذکور کو بمقام رسچک نوے ہزار فوج سے عبور کیا۔ اور سویڈن نیسا و نیاکے صدر بمقام ہرمانسٹاٹ کی طرف تیز قدمی کے ساتھ بڑہنا شروع کر دیا تاکہ دشمن کے گہر میں جاکر اُسکا قافیہ تنگ کرے۔ مگر ٹرکی کی بدقسمتی سے اس نازک موقع پر سلطان عبد الحمید کے فوت ہو جانے سے لائق وزیر اعظم عہدہ سے برطرف کر دیا گیا۔ اور اُسکی جگہہ ویدن کا پاشا جو فوجی معاملات میں بالکل ناقابل تہا صدر اعظم بنا دیا گیا۔ اس تغیر و تبدل کا نتیجہ یہہ ہوا کہ مستعفی وزیر کی تجاویز کو ترک کر دیا گیا۔ اور ترکی فوجیں پہر ڈینیوب کی جنوب میں ہٹالی گئیں۔ مگر آسٹریا والوں کے حوصلے بہی بہت کچہہ پست ہو گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ترکی فوج کی واپسی کے ساتھہ ہی قیصر آسٹریا بہی اپنے دار الخلافہ کو واپس چلا گیا۔ عبد الحمید مرحوم محب اہل اسلام اور حلیم الطبع فرمانروا تہا اُسنے سولہ سال کے بعد اپریل ۱۷۸۹ء (سنہ ۱۲۰۳ ہجری) صلعم میں بعارضہ سکتہ عالم بقا کا راستہ لیا۔

سلیم ثالث کی تخت نشینی

عبد الحمید اول کے بعد اُسکا بہتیجا یعنے مصطفی ثالث کا بیٹا سلیم ثالث ۷ اپریل ۱۷۸۹ء کو مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ اُسوقت اُسکی عمر[1] ۲۷ برس کی تہی۔ اور ۱۱۷۵ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔

سلیم بلند ہمت اور نہایت قابل و عقلمند نوجوان تہا۔ اُسکی رعیت کو ایسے مستعد و کارگذار نوجوان سلطان کی تخت نشینی سے بے حد مسرت ہوئی۔ اور اُسے توقع ہوگئی کہ اس جوان بخت فرمانروا کے ظل عاطفت میں سلطنت کی نحوست کے دن ختم ہوکر خوشحالی و اقبالمندی کا دور پہر شروع ہو جائیگا۔ سلطان مرحوم کا برتاؤ اپنے بہتیجے سے ویسا نہیں تہا جیسا کہ اکثر سابقہ سلاطین کا اپنے خاندان کے شاہزادوں کے ساتہہ رہا تہا۔ وہ اُس سے کمال شفقت و محبت سے پیش آتا تہا۔ اور اُسے ہر ایک طرح کی نسبتاً بہت آزادی دے رکہی تہی سلیم کو چلنے پہرنے کی کچہہ ایسی بندش نہ تہی۔ اور دماغی قوا کے نشو و نما کے لئے بہی اُس سے اور نیز دیگر فرنگی درباریوں سے سلیم مغربی یورپ کی اقوام کے ملکی و فوجی آئین و قوانین کے حالات اور عثمانیوں پر اُن کی فوقیت لیجانے کے اسباب بڑے شوق سے دریافت کرتا رہتا تہا۔ اور جو معلومات اسطرح سے اُسے حاصل ہوتی تہیں اُنہیں گنجینۂ دل میں جمع کرتا جاتا تہا۔ عثمانی اُسوقت تک اہالی فرانس کو ہی یورپ کی تمام قوموں سے مہذب ترین اور سرآوردہ سمجھتے تہے۔ چنانچہ اِسی برگزیدہ و شائستہ ترین قوم کے سرداروں اور بڑے آدمیوں سے پولیٹیکل معاملات میں سبق لینے اور استفادہ کرنے کے لئے سلیم نے ایک معتبر سیاہ میر اسحاق بک کی معرفت شاہ لوئی اور اُسکے وزراء ورجینیز اور مونٹمورن سے بہی سلسلۂ نامہ و پیام شروع کر دیا ہوا تہا۔ وہ ان خرابیوں کو جو اُسکے ملک میں غلبہ پا گئی ہوئی تہیں اچہی طرح سے محسوس کرتا تہا۔ کہا جاتا ہے کہ اُسکا نامشاد باپ مصطفی ثالث ایک طویل یادداشت اپنے فرزند کے لئے چہوڑ گیا تہا۔ اُسمیں سلطان مرحوم نے اپنے عہد کے تمام بڑے بڑے واقعات پر نظر ثانی کرکے ترکی قوم کے انحطاط و

[1] بحساب سینین لین پول ۲۸ برس ہوتے ہیں۔ (مولف)

زوال کے اسباب پر بحث کی تھی۔ اور تمام بڑی بڑی خرابیوں کا جو سلطنت میں پھیل گئی ہوئی تھیں ذکر کر کے اپنے فرزند کو انکی کامل بیخکنی کی سخت تاکید کی تھی۔ آفرین ہے سلیم پر کہ تخت پر بیٹھتے ہی اپنے باپ کی نصیحت کو فراموش نہ کیا۔ اور تابمقدور ملک کی اصلاح میں ساعی رہا۔ مگر افسوس مسیحی دول کی دراندازی نے اسکو موجودہ خلیفۃ المسلمین کی طرح اس عالی ہمت شہزادہ کو بھی ایکدم کے لئے چین نہ لینے دیا۔ وہ اس یادداشت کو ہمیشہ بڑے غور سے مطالعہ کرتا رہا۔ اور اسکا نہایت ادب و احترام کرتا تھا۔ وہ اصلاح ملک کے بڑے بڑے ارمان لیکر تخت پر بیٹھا۔ لیکن اس وقت سب سے مقدم کام سلطنت کو متحدہ اعدا روس و آسٹریا سے جو سرگرم پیکار تھے محفوظ رکھنے کا تھا۔ اور اسی طرف اُسے اپنے عہد کے آغاز میں جو افسوس سخت ترین ہزیمت و تباہی سے شروع ہوا اپنی پوری توجہ مبذول کرنی پڑی۔

اُس نے تمام سلطنت میں اعلان کر دیا کہ سولہ برس سے لیکر ساٹھ برس کی عمر تک کے کل مسلمان اپنے ملک و مذہب کی حفاظت کیلئے مہیا ہو کر سلطانی علم کے نیچے جمع ہو جائیں۔ اور ادہر خود کبھی ملاحوں کے بھیس میں اور کبھی دوسرے بھیسوں میں دار الخلافت کے کوچہ و بازار کارخانوں اور قہوہ خانوں میں تن تنہا شب و روز گشت کرنا شروع کر دیا کہ اپنی رعایا کے خیالات اور ان کی ضرورتوں کو اُن کی زبانی معلوم کرے۔ اس جدوجہد سے اُس نے اپنی فوجی طاقت کو بہت کچھ مضبوط کر لیا۔ مگر ظاہر ہے کہ ایک سلطنت کی آبادی کا حرف آخر تو اسی سلطنت کی دوسری کثیر التعداد رعایا (عیسائی آبادی) اور نیز دو زبردست طاقتوں کی متحدہ افواج سے تلکے نہیں لڑ سکتا تھا۔ آخر اُسے ہار ماننی پڑی۔

تجدید محاربہ فرانس میں انقلاب عظیم نے گو اپنے دانت دکھلانے شروع کر دیئے ہوئے تھے۔ اور وہاں کی گورنمنٹ کو اس اندرونی مخمصہ کا سخت فکر لاحق ہو گیا ہوا تھا۔ تاہم اُس نے حتی الامکان متخاصمین میں صلح کرا دینے کے لئے کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اور اُسکے اصرار و تقاضا سے فوکشانی میں چند کانفرنسیں بھی مصالحت کی غرض سے منعقد ہوئیں۔ لیکن انگلستان اور پرشیا کی مخالفت نے اُن سے کوئی نتیجہ مترتب نہ ہونے دیا۔ پرشیا اور انگلستان نے پولنڈ سے اتحاد کر لیا۔ اور ٹرکی و سویڈن کو بھی مدد دینے کا وعدہ کر کے انہیں صلح کرنے سے روک دیا۔ اور آسٹریا و روس اور ٹرکی میں پھر زور و شور سے ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔ سلطان سلیم نے خود میدان جنگ میں جانیکا عزم کیا لیکن مشیران سلطنت نے محض منوہمانہ دلایل سے اُسے ایسا کرنے سے روک دیا۔

قیصر آسٹریا نے ۱۷۸۹ء میں اپنی فوج کے حصہ کثیر پر قابل سپہ سالار مارشل لاؤڈان کو علی الاعلان کمانڈر مقرر کر دیا تھا۔ اور پرنس کوبرگ کو اس آسٹرین فوج کا سپہ سالار بنا دیا تھا جو روسیوں کے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑنے کے لئے علیحدہ کی گئی تھی۔ روسی پرنس پوٹمکن کی فوج فتح عشاکوف کے بعد نیسٹر سے لیکر ڈینوب کے ڈلٹا تک کل علاقہ پر متصرف ہو گئی تھی۔ اور سوورو جو اب تک زخم سے صحتیاب ہو گیا تھا ایک روسی ڈویزن کے ساتھ کوبرگ کی اعانت کے لئے الڈیویا کو بھیجا گیا تھا۔ ادہر سلطان سلیم نے غازی حسن کو بحیرہ اسود کے بیڑہ کی کمان سے جہاں اُسے کئی ہزیمتیں اٹھانی پڑی تھیں واپس بلا کر اس ترکی فوج کا کمانڈر مقرر

کردیا۔ جس نے پرنس کوبرگ کی فوج کا مقابلہ کرنا تھا۔ کوبرگ بمقام فوکشانی جو مالڈیویا کی انتہائی سرحد پر واقع ہے مقیم تھا۔ معہ امیر البحر غازی حسن فوج لیکر ادہر روانہ ہوا۔ اگرچہ روسی سپہ سالار سوورد جس کی فوج نے دشوار گذار کوہستانی علاقہ میں ساٹھ میل کا فاصلہ ڈبل کوچ کرتے ہوئے ۳۶ گھنٹوں میں طے کیا تھا۔ عین وقت پر اپنے آسٹرین ساتھی کو نہ آملتا تو غلبہ خیال ہے کہ ترک آسٹروی فوجکو بالکل پامال کر دیتے۔ سوورد ۱۳ جولائی ۱۷۸۹ء کو شام کے ۵ بجے آسٹرین کیمپ میں داخل ہوا۔ حسن پاشانے فوکشانی میں پہنچکر آسٹرین کیمپ کے سامنے مورچے تیار کرلئے ہوئے تہے۔ سوورد نے ترکوں کے حملہ کے منتظر رہنے کی بجائے اُسی رات گیارہ بجے کل فوج میں حکم دیدیا کہ دشمن پر حملہ کیا جائیگا۔ اور طلوع آفتاب سے دو گھنٹے پہلے آسٹرین و روسی فوج کو صف آرا کرکے ترکوں کے مورچوں پر دہاوا کردیا۔ اس حملہ میں بہی توپ و تفنگ سے کام لینے کی بجائے محض سنگینوں پر بہروسہ کیا گیا۔ سوورد کا مقولہ تہا کہ گولیاں عموماً خطا جاتی ہیں۔ مگر سنگین کا وار کبہی خالی نہیں جاتا۔ چنانچہ اسکی زیر کمان روسی فوج ان سنگینی حملوں میں ایسی مشتاق ہوگئی تہی کہ یہہ ایک طرح سے اسکا قومی خاصہ بنگیا تہا۔ اس اچانک حملہ سے ترکوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ بچوں ہوکر بہاگ گئے۔ اور اُن کا تمام توپخانہ اور سامان کیمپ دشمن کے تصرف میں چلا گیا۔ سلیم نے ہمت و کوشش کرکے نئی فوج جو پہلی سے تعداد میں زیادہ تہی میدان جنگ میں بہیجدی۔ اسکا ۱۱ ستمبر کو دشمن سے مقابلہ ہوا اور اسے بہی سوورد نے شکست دیکر بہگا دیا۔ مگر اسدفعہ ترکوں نے اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نکی تہی۔ فتح فوکشانی کے بعد روسی اور آسٹروی فوجیں ایک دوسرے سے جدا ہوگئی تہیں۔ ترکی سپہ سالار نے اس سے فائدہ اُٹہاکر اکیلے آسٹرویوں پر حملہ کردیا لیکن سوورد اسدفعہ بہی عین وقت پر پہنچگیا۔ اور کثرت اعدا سے ترک آخر مغلوب ہوگئے۔ یہہ لڑائی دریائے رمنک کے قریب ہوئی تہی۔ ترکی فوج کے ۲۲ ہزار آدمی اس معرکہ میں ضایع ہوئے۔ اور ۱۰۰ میدانی توپیں اور کل قلعہ شکن توپخانہ معہ سامان کیمپ فاتحین کو غنیمت میں ملا۔ اس فتح عظیم کے صلہ میں کیتہرائن نے سوورد کو رمنکسکی (فاتح رمنک) کا خطاب دیا۔ قسطنطنیہ میں اس شکست سے عام ہلڑ برپا ہوگیا اور سلیم نے رعایا کی ناراضگی کو فرو کرنے کے لئے نامور غازی حسن کو جوگو اس محاربہ میں ناکامیاب رہا تہا۔ مگر اُسکی جوانمردی اور جان نثاری میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا تہا مروا دینے سے اپنے دامن نیکنامی پر بدنما دہبہ لگالیا۔ بقیۃ السیف ترکی فوج رمنک پر شکست کہانیکے بعد ڈینیوب سے گذر کر اسمعیل کو واپس ہٹ گئی۔

بوسینیا اور ہرزیگوینیا میں بہی آسٹرین مارشل لاڈوہان سے ترکی افواج کو ایسی ہی سخت زکیں دیں۔ مارشل مذکور نے پہر سرویہ میں داخل ہوکر بلغراد کے مضافات کو بزور شمشیر فتح کرلیا۔ جبپر ۸ اکتوبر کو بلغراد کے ترکی گورنر عثمان پاشا اور اُسکی فوج نے آسٹروی فوج کے سامنے ہتہیار ڈالدئیے۔ اس سے چند دن بعد سمندریا اور پاسا روو نے بہی فاتح مارشل کی اطاعت قبول کرلی۔ اور دونوں سلطنتوں روس اور آسٹریا کے فاتح جرنیلوں کے لئے قسطنطنیہ کا راستہ ایک طرح سے بالکل صاف ہوگیا کہ اس اثنا میں ٹرکی کی خوش نصیبی سے قیصر آسٹریا کے ممالک محروسہ کے لقمہ بنا۔

ہر ایک حصہ میں آتش فساد و بغاوت یکبارگی مشتعل ہوگئی۔ اور اُسے اپنی فوج کی پیشقدمی کو روک کر اُسی اپنی ہی رعیت کی سرکوبی کے لئے واپس بلانا پڑا۔ ادہر انگلستان اور پرشیا نے جنہیں رُوس و آسٹریا کی مسلسل فتوحات سے اندیشہ پیدا ہوگیا تہا۔ ۳۱ جنوری ۱۷۹۰ء کو آپس میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کرلیا جسکی رُو سے پرشیا نے موسم بہار کے شروع ہونے پر ٹرکی کے مخالفوں سے لڑائی شروع کردینے کا اقرار کیا اور انگلستان نے بہی ٹرکی کی امداد کے لئے جنگی تیاریاں شروع کردیں۔ دوسری طرف سویڈن نے ایک زبردست فوج روسی علاقہ میں بہیجدی جس سے سینٹ پیٹرزبرگ کی سلامتی معرض خطر میں پڑگئی۔ اور اُسکے بیڑہ جہازات نے بحیرہ بالٹک میں روسی بیڑہ کو کئی شکستیں دیں۔ لیکن ٹرکی کی طاقت ایسی پامال ہوچکی تہی کہ وہ اپنے اعداء کی ان جدید مشکلات سے کچھ فائدہ جنگ میں نہیں اُٹہا سکتی تہی۔ اور اُسکے مخالف بالخصوص رُوس اپنی طاقت کو ایسا زبردست پاتا تہا کہ وہ ان نئے خطرات کے حدوث پر بہی ٹرکی کی کچہہ حقیقت نہیں سمجہتا تہا۔ اس نازک موقع پر ٹرکی کے لئے خود بخود بہتری کا سامان ہوگیا۔ آسٹریا کو پہلے تو گہر کی فکر پڑگئی۔ اور تہوڑا ہی عرصہ بعد ۲۰ فروری ۱۷۹۰ء کو قیصر جوسف مرگیا۔ یہہ بدبخت کیتہراین سے کم ترکوں کا دشمن نہ تہا۔ اسکے مرنے سے سلیم کی ایک جانی دشمن سے مخلصی ہوگئی۔ جوسف کے بعد اسکا بہائی لیوپولڈ تخت قیصری پر متمکن ہوا۔ اُسنے اپنی سلطنت کے اکثر حصص کی حالت ایسی خطرناک پائی کہ ایسی صورت میں ٹرکی سے لڑائی جاری رکہنا ہرگز قرین مصلحت نہ سمجہا۔ دوسری طرف اُسے پرشیا کے حملہ کا بہی فکر دامنگیر ہوگیا تہا۔ اُسنے مصلحت اسی میں دیکہی کہ ترکوں سے باعزت شرائط پر صلح کرلیجائے درمیان فریقین میں لڑائی برابر جاری تہی جسمیں آسٹریا والوں نے مقام ہرسووا کو فتح کرلیا۔ مگر یہہ مقام گرگیوو کے قریب ترکوں سے شکست کہائی۔ آخر فریقین میں التوائے جنگ ہوگیا۔ اور طویل مباحثہ اور گفتگو کے بعد دونوں سلطنتوں میں بمقام سسٹووا ۱۷۹۱ء کے وسط میں صلح کا عہدنامہ ہوگیا۔ اس معاہدہ پر جو عہدنامہ سسٹووا کہلاتا ہے ۴ اگست ۱۷۹۱ء کو دستخط ہوئے۔ اسکی رو سے قیصر قصبۂ قدیم ہرسووا اور صوبہ کروشیا کے اُس چہوٹے سے ضلع کے سوا جو دریائے اونا کے بائیں ساحل پر واقع ہے تمام فتوحات سے دست بردار ہوگیا۔ اور ان خفیف سے تغیرات کے سوا آسٹریا اور ٹرکی میں وہی سرحد قائم رہی جو ۱۷۳۹ء کے معاہدۂ بلغراد کی رُو سے قرار پائی تہی۔ مگر کیتہراین ترکوں کو فنا کرنیکی قسم کہائے ہوئے تہی۔ اُسنے آسٹریا کی علیحدگی کی کچہہ پروا نکرکے ٹرکی سے لڑائی برابر جاری رکہی۔ اُسنے اگست ۱۷۹۰ء میں سویڈن سے آخر الذکر کے حق میں مفید شرائط پر صلح کرلی۔ لیکن ترکوں کے حق میں انگلستان اور پرشیا کی سفارتوں اور سفیرانہ کوششوں کو عرصہ تک نظر انداز کرتی رہی وہ قسطنطنیہ کے دُر بے بہا کو خواہ کچہہ ہو لینے کا عزم کئے ہوئے تہی۔ اور کبہی فخر شیخی میں آکر کہا کرتی تہی کہ خواہ مغربی طاقتیں مجھے سینٹ پیٹرزبرگ سے نکالدیں وہ قسطنطنیہ کو لئے بغیر نہیں رہیگی۔ اپنی حرص و آز کو اُسنے بظاہر اس شائستہ پردہ کا غلاف چڑہایا ہوا تہا۔ کہ وہ محض یونانیوں کو عثمانیہ غلامی سے آزاد اور یونان کی سابقہ شان و شوکت کو تازہ کرنیکے لئے یہہ سب جد و جہد کر رہی ہے۔ سابقہ تجاربہ کیطرح اسدفعہ بہی کیتہراین نے یونانیوں کو

اُبہار کر ٹرکی کے برخلاف اپنے مقاصد اُن کے ذریعہ سے حاصل کرنیکی پوری پوری کوشش کی۔ چنانچہ سنہ ۱۷۸۷ء میں
لڑائی کے شروع ہونیسے پہلے اُسنے یونان کے تمام اقطاع وحصص میں اس مضمون کے اشتہار تقسیم کرا دیئے تھے کہ "کل باشندے
مسیحیت کے اعداء کو مملکت سے نکال دینے اور اپنی قدیم آزادی اور حریت کو حاصل کرنیکے لئے ہتھیار لیکر کھڑے ہوجائیں۔ اور روسی
قیصرہ کیساتھ شریک ہوجائیں" عیسائی رعایا کی وفاداری اور بدحالی سے روسی اغوا کنندگان اور قیصرہ کے اشتہار
اس مرتبہ بھی بے اثر رہے۔ اپائیرس کے تمام کوہستانی قبایل ترکوں کے برخلاف آپسمیں متحد ومتفق ہوکر بغاوت پر کمربستہ
ہوگئے کیتھرائن نے ان لوگوں کی امداد وکمک کے لئے بحیرہ بالٹک کے بیڑہ میں سے چند جہاز مختص کردیئے تھے مگر سویڈن
کے ساتھ لڑائی شروع ہوجانے سے جس میں سویڈش بیڑہ کو کئی فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور نیز انگلستان کے مخالفانہ
انداز کی وجہ سے وہ اُن جہازوں کو جیسا کہ اُسکا منشا تھا بحیرہ ابیض اور بارمورا کو نہ بھیج سکی۔ تاہم اُسکے حکم سے بحیرہ روم
کے متعدد بندرگاہوں میں بارہ جہاز تیار کرالیئے گئے تھے۔ اسکا نام یونانی بیڑہ رکھا گیا تھا۔ جو ایک یونانی غدار یا محب وطن
سمی لمبرو کتزانی کے زیر کمان سنہ ۱۷۹۰ء کے شروع میں ترکی سمندروں کی طرف روانہ ہوگیا لمبرو کئی ہفتے بحیرہ ابیض یا
مجمع الجزایر میں گشت کرتا رہا۔ جہاں اُسنے کئی ترکی جہاز گرفتار کرلیئے۔ وقتاً فوقتاً خشکی پر بھی اُترکر تاخت وتاراج کرتا رہا۔ اور
آخر جزیرہ صنیا کو فتح کرلیا۔ جب اُسنے اپنے بحری سپاہیوں کے ایک حصہ کو مستقل قبضہ وتصرف کرلیا۔ اس باغی کی ان فتوحات
فتوحات سے سلطان کو اُسکی سرکوبی کی طرف توجہ ہوگئی۔ بحیرہ اسود کے باقیماندہ ترکی بیڑہ کا کچھ حصہ بحیرہ مجمع الجزایر کو بھیجا
گیا۔ اور الجیریا کو بھی اپنا بیڑہ بھیجنے کیلئے لکھا گیا۔ وہاں کے ڈے نے فوراً اس حکم کی تعمیل کردی۔ اور متفقہ عثمانیہ والجزایری
بیڑوں نے ۱۷ مئی سنہ ۱۷۹۰ء کو لمبرو کے بیڑہ پر حملہ کرکے اُسکے تمام جہازوں کو غرق کردیا۔ الجزایری گولہ اندازوں نے اس
معرکہ میں قابل تعریف کام دیا تھا۔ اس فتح سے سمندر پر بالکل صفائی ہوگئی۔ مگر خشکی پر بغاوت بدستور جاری تھی۔
یانینا کے مشہور علی پاشا کی فوجوں کو کوہستانی باغی متواتر ہزیمتیں دیکر پسپا کرتے رہے۔ سنہ ۱۷۹۰ء کو شروع میں کل یونانی
صوبوں کیطرف سے ایک ڈیپوٹیشن روانہ ہوکر سینٹ پیٹرسبرگ گیا۔ اور اُسنے کیتھرائن سے جسے کل بادشاہوں سے بڑھکر
اولوالعزم وبلند حوصلہ فرمانروا کے لقب سے مخاطب کیا گیا تھا۔ مدد کی استدعا کرکے التجا کی کہ وہ اپنے پوتے قسطنطین کو
اُنپر بادشاہ بنادے قیصرہ وفد کے ساتھ کمال خوش اخلاقی اور نوازش وشفقت سے پیش آئی اور اُسکے پیش کردہ
ایڈریس کو قبول کرکے امداد ودستگیری کا وعدہ کیا۔ ملکہ کی باریابی کے بعد وفد کے ارکان اُسکے پوتے کے کمرہ میں
پہنچائے گئے۔ جہاں اُنہوں نے گرینڈ ڈیوک قسطنطین کی قدمبوسی کرکے اُسے "قیصر یونانیاں" کے لقب سے مخاطب کیا۔
بعد ازاں اُن لوگوں سے یہ صلاح ومشورہ ہوتا رہا کہ روسی فوج کے ایڈریانوپل پر پیشقدمی کرنے کے وقت یونانی باغی
کسطرح اُسکا ہاتھ بٹا سکینگے۔ اور پھر اُن کو روسی جنرل تاماراں کیساتھ پرنس پوٹمکن کے پاس لڈیویا میں بھیج دیا گیا۔
سنہ ۱۷۹۰ء کے محاربہ کا واقعہ عظیم اسمٰعیل کا فتح کرنا تھا۔ یہ مشہور شہر ڈینیوب کی شمالی شاخ قلیہ کے بائیں ساحل پر

بحیرہ اسود کے ساحل کے کنارہ پر واقع ہے۔ اسمیں زبردست ترکی فوج مقیم تھی۔ اور جب تک اُسے فتح نہ کر لیا جاتا بلغیریا اور رنگبیریا کو ساحلی علاقے سے روسی فوج کا قسطنطنیہ کیطرف بڑھنا فوج مذکور کی لئے خطرہ سے خالی نہ تھا۔ اسلئے ۱۷۹۰ء میں محاصرہ بہت شروع ہوئی پر پوٹمکن نے پہلے اُسپر حملہ کیا اور کئی مہینے محاصرہ کئے پڑا رہا۔ مگر اُسے فتح نہ کر سکا۔ جسپر وہ خود تو عیش و عشرت کرنے اور رنگ رلیاں منانے کے لئے بندر کو چلا گیا۔ اور اپنی جگہ وہاں کلبرن نوکستانی (فولاد شینی) اور منیکسک کے فاتح کو بھیج دیا۔ سوؤرد کو اُسنے یہ مختصر سا حکم دیا تھا "خواہ کتنا نقصان ہو اسمیل کو فتح کرو" سوؤرد ۲ دسمبر کو فوج محاصرہ کنندہ میں پہنچا۔ اور ۲۲ دسمبر کو شہر فتح ہوگیا۔ مگر ایسی سفاکی۔ خونریزی۔ اور قتل عام کے بعد "جسکی نظیر بقول کرلیسی قدیم یا جدید کسی زمانہ کی جنگی تاریخ میں نہیں مل سکتی"۔

اس روسی جرنیل کی تعریف یہی انگریز مورخ ان الفاظ میں کرتا ہے۔ سوؤرد[1] گو عالم کامل کئی زبانوں میں ماہر جنگ کے علمی اصول سے اعلیٰ درجہ کا واقف اور بینظیر شاطر تھا۔ لیکن بظاہر اپنے اوضاع و اطوار بالکل دہقانوں ایسے بنائے رکھتا تھا۔ اور عوام کے اس خیال کو خود بھی پختہ کرنیکی کوشش کیا کرتا تھا کہ اُسے جو فتوحات حاصل ہوتی ہیں وہ اُسکی کمال سپاہیانہ قابلیت اور بینظیر فوجی جوڑ توڑ اور حکمی جنگی چالوں کی بجائے زیادہ تر عین موقع پر حسن اتفاق سے سیدھی اور موافق چالیں پڑ جانے سے حاصل ہوتی ہیں۔ اُسنے یہہ وضع اور رنگ انسانی فطرت کا نہایت گہرا علم

[1] مگر فرنچ مورخ ایم تھیرز جس نے فرانس کے انقلاب عظیم کی مفصل تاریخ لکھی ہے سوؤرد کی نسبت ایسی نیک رائے ظاہر نہیں کرتا۔ ۱۷۹۹ء کو موسم بہار کے شروع میں جبکہ ابھی نپولین مصر و شام میں تھا۔ روسیوں نے آسٹریا کے ساتھ ملکر فرانس کی جمہوری ریاست کے اطالین علاقہ پر حملہ کر دیا تھا۔ سوؤرد بیس ہزار فوج لیکر آسٹریوں کی مدد کو گیا تھا۔ اور آسٹریوی اور روسی دونوں فوجوں کا جو شمار میں ۱۰ ہزار کے قریب تھیں یہی سنہ ۹۰ء میں سپہ سالار بنایا گیا تھا۔ تھیرز کا بیان ہے کہ سوؤرد ترکوں پر فتوحات پانے اور پولینڈ میں ظلم و ستم کرنیکی وجہ سے عام مشہور ہو رہا تھا۔ اور "اجیت" پکارا جاتا تھا۔ اسمیں طبعی مستعدی اور تیزی بہت تھی۔ جس کے ساتھ اُسنے از راہ تصنع خود رائی کو بھی علاوہ کیا تھا جو دیوانگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ مگر اسمیں فوج کے مختلف دستوں سے ایک ساتھ کام لینے کی لیاقت مطلق نہ تھی۔ وہ بالطبع وحشی تھا۔ اور اُس میں خوش قسمتی سے اپنی افواج کی وسعت کا درست اندازہ اور اُنسے درست کام لینے کا مادہ نہ تھا۔ ورنہ جمہوری سلطنت شاید اُسکا مقابلہ نہ کر سکتی۔ اُسکی فوج بھی اُسکے مشابہ تھی۔ وہ شجاعت تو بینظیر رکھتی تھی جو تہور اور جنون کی حد تک پہنچی ہوئی تھی مگر ذہانت نہ رکھتی تھی۔ روسی توپخانہ۔ سوار۔ اور انجینیر ایک مشین کے پرزوں کی طرح کام دیتے تھے۔ اور صرف سنگین کے استعمال میں ماہر کہے جا سکتے تھے۔ وہ اس ہتھیار کا ویسا ہی استعمال کرتے تھے جیسا کہ فرانسیسیوں نے انقلاب میں کیا تھا۔ سوؤرد آسٹریوی افسروں سے بڑی بدماغی سے پیش آتا۔ اور کہا کرتا۔ کہ "عورتوں۔ بانکوں اور نکموں کو فوج سے نکل جانا چاہیئے"۔ اُسے ابتداءً میں فرنچ افواج پر متواتر فتوحات حاصل ہوئیں۔ مگر آخر علمی قابلیت کے سامنے اسکی وحشت زیادہ عرصہ نہ چل سکی۔ اور ۲۵ و ۲۶ ستمبر ۱۷۹۹ء کو اُسے زیورک (سوئٹزرلینڈ) کے قریب فاش شکست ملی۔ اور وہ پسپا ہوگیا (مولف)

کہنہ کی وجہہ سے اختیار کیا ہوا تہا جسے اُن لوگوں کی طبیعتوں اور میلانوں کو جنہیں وہ برتتا تہا - اور خاصکر روسی سپاہیوں کی طبعی خاصہ اور قابلیتوں کو اچھی طرح سے سمجھتا اور جانتا تہا - اور اس علم اور واقفیت نے اُسے بتا دیا ہوا تہا کہ ان لوگوں سے بہترین طریق سے کام لینے کے لیئے فلاں روش و انداز سب سے زیادہ مناسب ہوگا - وہ لوگ جو اب اُسکی اکہڑ کشادہ دلی اور واقعی دہقانیت سے اُسکے عاشق زار بنے ہوئے تہے اگر وہ اپنی اعلیٰ قابلیت اور لیاقتوں کو اُنکے اصل رنگ میں ظاہر کرتا تو ممکن تہا کہ وہی شخص اُسکی خوبیوں کو غلط سمجھہ لیتے بلکہ شاید اُس سے بدظن ہی ہو جاتے - وہ ہمیشہ سپاہی کو "بہائی" کہکر پکارتا روسی سپاہیوں کے لیئے افسر کی زبان سے ایسی تلطف آمیز صدا سننا بالکل ہی نئی بات تہی - اور اس ایک لفظ نے اب سپاہ میں جو ایکطرح سے جنگی برادری ہوتی ہے سچی اخوت پیدا کر دی تہی - سوورد قواعد کوچ اور لڑائی کے وقت کوئی موقع ہو ہمیشہ اپنے سپاہیوں میں برادرانہ میل جول کر اُن کے ساتھہ عامیانہ مگر حوصلہ بڑہانے والی ہنسی مذاق کیا کرتا اور ساتھہ ہی وہ اُن تمام مصائب اور خطرات میں جنمیں وہ اپنے سپاہیوں کو ڈالتے اور جنکو برداشت کرنیکا اُنہیں حکم دیتا تہا - خود بہی اُنکی طرح اُن کے ساتھہ شامل ہوتا تہا - اور اُن کو مختصر اور مانوس مگر جوش انگیز فقروں میں مخاطب کرنیکا ڈہب خوب جانتا تہا - ان فقروں سے خام سے خام روسی رنگروٹ میں بہی حب الوطنی - اپنے مذہب اور بادشاہ پر آنکہیں بند کر کے جان نثار کردینے کا جوش (جو صفت کہ یہہ رنگروٹ اپنے دیہاتی گہروں سے آتے وقت ساتھہ لاتے ہیں کیونکہ روسی دیہاتیوں کی فرمانبرداری اور شاہ پرستی ضرب المثل ہے) اور فوجی فخر و حمیت کی رگ (جو وصف کہ روسی سپاہی میں فوج میں داخل ہوتے ہی پیدا ہو جاتے ہیں) مشتعل ہو جاتی"

اسی مورخ کا بیان ہے "گو سوورد کی فوجی تدبیر نہایت ہی زبردست اور اُسکی چالیں کمال حکمی ہوتی تہیں - مگر لڑائی میں وہ اپنے سپاہیوں سے نہایت ہی سادہ طریق سے کام لیتا تہا - "سٹوپائی ای بی" (بڑہو اور مارو) اُس کا مرغوب خاطر فقرہ تہا - وہ جانتا تہا کہ روسی سپاہیوں میں چستی اور عاقلانہ شجاعت کی جو اوصاف کہ اکثر دیگر یورپین اقوام کے سپاہیوں میں پائے جاتے ہیں کمی ہے مگر ساتہہ ہی اُسے یہہ بخوبی معلوم تہا کہ وہ اپنے سپاہیوں کی اُس بلڈاگ کتے ایسی بامردی اور سرباختگی پر جسے دیکھکر ہی فریڈرک ثانی (الملقب بہ اعظم) شاہ پروشیا بے اختیار پکار اُٹہا تہا کہ "روسی مرجاتے تو مرجاتے مگر وہ میدان جنگ سے بہاگے گا کبہی نہیں" پورا پورا بہروسہ کر سکتا ہے - بنا بریں سوورد اپنے سپاہیوں کو جنہیں ہمیشہ حملہ کرنیکی

ؔ یہہ صفت روسیوں میں موجود ہے اور ایسی موجود ہے کہ اُسکے برابر شاید کسی اور قوم میں نہیں پائی جاتی - اُن کی صفوں پر صفیں کٹتی جائیں - مگر دوسرے اپنے ہمراہیوں کی لاشوں کے پشتوں پر سے اسطرح کہ گویا وہ اُن کے رفیق نہیں جانوروں کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں - اور بمصداق ع یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید - اندہا دہند دشمن کے مورچوں پر بڑہے چلے جاتے ہیں - ہمارہ میں مسٹر اوڈان کے مشہور درویشوں سے جو اپنے جاہلانہ شہور کا شاید آخری تماشا دیا کہ ۲ ستمبر ۱۸۹۸ء کے جنگ ام درمان میں دکہا چکے ہیں کسیطرح کم نہیں مگر یہہ کہنا کہ روسی سپاہی بہاگنے کا نام نہیں جانتے مبالغہ سے خالی نہیں - پچہلے جنگ روم و روس میں پلیونا کے میدان پر کئی دفعہ

شیر پلیونا غازی عثمان پاشا کو جانباز سپاہ دروس نے ایسی دسپون کیجئے دل بادل کو تو کدم بہگا دیا تہا - تہ یا دتفصیل ناظرین کو کتاب محاربات پلیونا سے جو ہمارے کی تکمیل کی

قواعد کرائی جاتی تھی۔ بڑے بڑے کالمون مین صف آرا کرکے آگے بڑھا دیتا۔ اور دشمن پر فی الفور قطعی و فیصلہ کن حملہ کر دیتا تھا۔ وہ بعیدی فاصلہ سے رائفلی آتشباری کرنے اور دشمن کے سامنے ادھر اودھر رخ بدلنے کو ناپسند کرتا تھا۔ اوس نے جو قواعد مرتب کیئے ہوئے تھے انمین سے چند ایک حسب ذیل ہین:-

"صف کو فی الفور پھیلا دو۔ اور سرد فولاد (سنگین) سے دشمن پر اوسی وقت حملہ کر دو" "آتشباری گاہ گاہ کرو۔ مگر جب گولی چلاؤ یقین کر لینے پر چلاؤ کہ وہ نشانہ پر بیٹھی گی" "سنگین لیکر دشمن پر ٹوٹ پڑو۔ گولی خطا چلی جاسکی گی۔ مگر سنگین کبھی خالی نہین جائیگا" "گولی چلانے والا احمق ہے۔ اور سنگین الامرد میدان" روسی سپاہی اوسکی دیوتاؤن کی طرح پرستش کرتے تھے۔ اور وہ عموماً ہر محاربہ مین کامیاب ہوتا رہا۔ اسمعیل کی محاصرہ کنندہ فوج فتح سے مایوس ہوکر محاصرہ سے دستبردار ہوجانے کی تیاریان کر رہی تھی۔ مگر سوروف کے پہنچتے ہی سب کے سب گرمجوشی کے ساتھ ادائے فرض پر کمربستہ ہوگئے۔ اوس نے نوجوان سپاہیون کو بذات خود قواعد کرا کر سکھایا کہ ترکی شمشیر کے مقابلہ پر سنگین کو یون استعمال کرنا چاہئے۔ اوس نے باضابطہ و باقاعدہ محاصرہ کی طول طویل کارروائی کو چھوڑکر ترکی قلعبندیون پر عام حملہ کیا جانیکا حکم دیدیا۔ شہر کی فصیلون مین ابھی تک کوئی رخنہ نہین پڑا تھا۔ مگر اسنے دیکھ لیا کہ یہ ایسی روکین نہین جو ناقابل گذر ہون تاہم ایسی صورت مین عام حملہ مین آدمیون کا نقصان کثیر ہونا یقینی امر تھا۔ مگر اوس نے سوچ لیا کہ اگر محاصرہ کر کے توپون سے فصیلون کو توڑنے پر قناعت کیگئی تو اسطرح کئی مہینے اور صرف ہوجائینگے اور اس عرصہ مین جتنے آدمی صرف بیماری اور فاقہ سے مرجائینگے اتنے عام حملہ مین کبھی ضایع نہین ہونگے۔ اوس کے اس فیصلہ کی درستی کو سب تسلیم کرتے ہین۔ مگر اس صورت مین اسمعیل کے بہادر محافظین اور وہان کی دوسری آبادی کا قتل عام ہے جو دھبہ سوروف کی اس فتح پر لگا ہے وہ بقول کریسی "قیامت تک نہین مٹیگا۔ اور یہ فعل ایسا نفرت انگیز اور خوفناک ہے کہ قلم اوسے بیان کرنے کی طاقت نہین رکھتی"۔

حملہ رات کے وقت کیا گیا۔ محافظین نے حملہ آورون کو کئی دفعہ نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دیا۔ آخر روسی صفین فصیلون سے گذر شہر مین داخل ہوگئین۔ مگر لڑائی کا اسی پر خاتمہ نہ ہوا۔ بلکہ شہر کے اندر پہلے سے زیادہ تیزی کے ساتھ جاری رہی۔ ایک ایک کوچہ میدان جنگ اور ایک ایک گھر قلعہ اور ایسا قلعہ بنا ہوا تھا جس کی حفاظت کرنے والون کی شجاعت و سرگرمی کو مایوسی نے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا ہوا تھا۔ روسی دستے چارون طرف سے شہر مین داخل ہوئے تھے۔ مگر وہ بمشکل دوپہر تک ہر طرف سے بڑھ کر منڈی ہی مین ایک دوسرے کو مل سکے۔ منڈی مین ان دستون کا پہنچ جانا اس کا مرادف تھا کہ وہ رستہ مین تمام مکانات کو خاکستر اور اون کے باشندون کو تہ تیغ کر آئے ہین۔ شہر کی تاتاری و ترکی فوج اور آبادی کا کچھ حصہ اس منڈی مین جمع ہوگیا ہوا تھا۔ ان بہادرون نے دو گھنٹون تک روسیون کے دل بادل کا جسے پیچھے سے برابر کمک پہنچتی جا رہی تھی کمال مردانگی سے مقابلہ کیا۔ انمین سے ایک متنفس نے امان نہ مانگی اور جب تک اس جلیل القدر جماعت کا آخری مسلمان شہید نہ ہوگیا۔ لڑائی بند نہ ہوئی۔ اور اس اثنا مین روسیون کو تازہ دم دستے لوٹ مار اور خونریزی کے شوق سے بھرے ہوئے نصیب

شہر میں جس کا بقیہ تسبیت حصہ تین دن اونکی رحم پہ چھوڑ دیا گیا۔ لگاتار داخل ہوتے رہے۔

سوررد کا بیان ہے کہ ان چار دنون میں ۳۳ ہزار ترک تہ تیغ اور سخت مجروح ہوئے اور دس ہزار گرفتار کیئے گئے مورخین لکھتے ہین کہ روسیون نے تقریباً چالیس ہزار محافظین کو تہ تیغ کیا اور صرف چند سو جا نبر ہوئے جن کو قیدی بنالیا گیا تھا۔ یہ تعداد صرف جنگ کنندگان کی ہے۔ ہزارہا پیرانہ سال مرد عورتین اور بچے جو شہر میں ہلاک اور بے بس ہو کر ذبح ہوئے علیحدہ رہے۔ ایک شہر کے منہدم مکانات کو ملبہ سے دہوان اٹھ رہا تھا اور بازارون کے فرشون سے خون خشک نہ ہوا تھا کہ سوررو نے دو موزون مصرعون میں قیصرہ کو بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اس فتح کی اطلاع دی۔

بعض مورخون کا خیال ہے کہ سوررو کی یہ ظرافت و مسرت بناوٹی اور نمائشی تھی۔ دل میں اُسکو بھی اس عام خونریزی اور مظالم ناگفتنی پر سخت تاسف ہوا تھا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد اوسنے ایک انگریز سیاح سے ذکر کیا کہ جب قتل عام ختم ہو چکا تو میں اپنے خیمہ میں واپس جا کر روتا رہا تھا۔

کریسی لکھتا ہے کہ روس پہ سالار ہیو بھی شمالی افریقہ کو قدیم و بارونق شہر کارتھج[1] کو جلانے کے بعد اسطرح رو رہا تھا۔ مگر یہ آنسوؤن سے ایسی خونریزی کو داغ کبھی نہین دھل سکتے۔ روسیون نے صرف ایک آدمی ترکون کو خبر پہنچانے کیلیئے جان سلامت لیکر جانے دیا تھا۔ قابل ترین ترکی جرنیلون اور افسرون مین سے اکثر اسمعیل مین ہلاک ہو گئے تھے چنانچہ محاربہ مین بعد ازان ترکون کو مسلسل اور پیہم ہزیمتین اور زکین پہنچتی رہین۔ مگر اسمعیل کے قتل عام سے مسلمانون مین اسقدر جوش بڑہ گیا تھا کہ سلطان سلیم پیچھے سے انکا فوجین بھیجتا رہا لیکن ان بیقاعدہ رنگروٹون کی فوجین روسی جرنیلون کو مزید فتوحات کا مصالح بہم پہنچاتے رہنے کے سوا اور کچھ نہ کر سکین۔ روسی جرنیل کوٹسوف نے جنوری ۱۷۹۱ء مین بابا طاغ کے قریب ایک ترکی فوج کو منتشر کیا اور جولائی مین جنرل رنیپن نے چالیس ہزار روسی فوج سے وزیر اعظم کی ایک لاکھ فوج کو تتر بتر کر دیا۔

انگلستان اور پرشیا کی حلت وسا و معاہدہ جاسی

یہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ انگلستان نے آخر روس کی پیشقدمی اور ازدیاد قوت کے نتائج کی واقعی حقیقت کو سمجھ لیا تھا۔ اور اپنی روش بدل لی تھی۔ اس دوراندیشی کا سہرا ولیم پٹ کے سر پر بندہا تھا اور اپنے ملک کو اپنے پاؤن آپ کلہاڑی مارنے کی پالیسی سے بچانیکا فخر اسی نامور کو جو اس وقت وزیر اعظم تھا حاصل ہوا۔ انگلستان اور پرشیا مین اتحاد ہونیکا بھی اوپر تذکرہ ہو چکا ہے۔ اس مین ہالینڈ بھی شامل تھا اور یہ اتحاد ان تین ریاستون نے ۱۷۸۸ء مین

[1] افریقہ کا مشہور شہر جو ٹیونس کے محل وقوع کے قریب آباد تھا۔ اب کئی صدیون سے کھنڈر پڑا ہے۔ زمانہ عروج مین وہ اٹلی کی پایہ تخت روما کا رقیب گنا جاتا تھا۔ اوسکی بنا کی ٹہیک تاریخ متحقق نہین۔ بعض کا خیال ہے کہ اُسے ڈیڈو نے ۸۶۹ قبل مسیح بنوایا اور بقول دیگر روما کی بنا سے ۷۰ یا ۶۵ برس پہلے آباد کیا تھا۔ ۷۰۰ برس تک شہر مذکور اور وہان کی جمہوری ریاست خوب رونق پر رہی۔ ہنی بال کے حملہ کے وقت اوس کی شان و شوکت کمال عروج پر تھی۔ اس ریاست کے روما کی جمہوری ریاست سے (باقی دوسرے صفحہ پر)

کیا تہا۔ اور اوس وقت اوسکا بڑا مدعا بلجیم اور ہالنڈ کی خانہ جنگیون کا خاتمہ کرنا تہا۔ مگر اس مدعا کے حصول کے بعد بھی اتحاد قائم رکھا گیا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۷۹۰ء مین اون تنازعات کے تصفیہ کے لیے جو قیصر جوسف اور اوسکی بلجئین رعایا کے مابین تھی۔ ہاگ (واقع ہالنڈ) مین جو کانگرس منعقد ہوئی تہی اوسمین ان تینون سلطنتون کے گٹھ نے برخلاف روس کو مدد دی تھی۔ آئندہ روس کی مدد کرنے سے روک دیا تہا۔ جب سنہ ۱۷۸۸ء مین آسٹریا اور ٹرکی کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی تھی تو شاہ پرشیا نے آسٹریا کے حکمران خاندان ہاپسبرگ کی رقابت کے باعث ٹرکی کے ساتھ جارحانہ و مدافعانہ اتحاد ظاہر کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ بلکہ اتحادی عہدنامہ کی شرائط بہی تیار ہو گئی تہین جن کی رو سے شاہ نے کریمیا ٹرکون کو واپس دلانے کا اقرار کر لیا تہا۔ مگر یہ معاہدہ تکمیل کو نہ پہنچا۔ اور اتحاد کا معاملہ رفت گذشت ہو گیا۔ لیکن جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ آسٹریا اور ٹرکی مین سنہ ۱۷۹۱ء مین صلح انہی سلطنتون کے بیچ بچاؤ سے ہوئی تھی۔ اور سنہ ۱۷۹۰ء مین جو کانگرس بمقام ریشن باک (واقع پرشیا) مین ہوئی تھی اوس مین متحد سلطنتون نے اس بیچ بچاؤ کا فیصلہ کیا تہا۔ آسٹریا اور ٹرکی کے تنازعہ سے بکامیابی فارغ ہو کر پرشیا اور انگلستان روس کی طرف متوجہ ہوئے اور دربار روس کو کہا کہ اوسی اصول پر جس کے مطابق آسٹریا نے ٹرکی سے مصالحت کی ہے روس بھی اوس سے صلح کر لے۔

[illegible]

اس اصول کو سفارتانہ اصطلاحات مین بہ بصورت ما قبل جنگ کہتے ہین۔ یعنی ہر فریق اپنی اپنی فتوحات سے دست بردار ہو جائے۔ اور دونون کے مقبوضات جیسے لڑائی سے پہلے تہی ویسی ہی صحیح سالم رہین۔ روس نے اس اصول کو قطعاً مسترد کر دیا اور براہ راست صلح کے متعلق گفتگو کرنے مین ہتک سمجہ کر ہالنڈ کے وزیر پرنس ٹڈروف کی معرفت دربار لندن و برلن کو اپنی تجاویز سے آگاہ کیا۔ اوس کی ایک تجویز یہ تھی کہ صوبجات مالڈیویا۔ والیشیا اور بصربیا کو ایک آزاد ریاست بنا دیا جائے جس کی حکومت ایک عیسائی شہزادہ کے ہاتھ مین رہے۔ اس عیسائی شہزادہ کی چالاک روسی مدبرین نے کوئی تخصیص نہ کی۔ بعض نے خیال کیا کہ کیتھرائن اس ریاست پر اپنے پوتہ کو حکمران بنانا چاہتی ہے۔ دوسرون کا قیاس تہا کہ وہ یہ ریاست اپنی منظور نظر پوٹمکن کے لیے جو علاقہ مذکور پر اوس وقت فی الواقع شاہی طمطراق سے حکمرانی کر رہا تہا قائم کرنا چاہتی ہے۔

بہرحال ملکہ مذکورہ خواہ کسیکو اس علاقہ کا فرمانروا بنانا چاہتی تھی۔ کریمیا کے واقعات سے کل یورپ کو یہ سبق ملگیا ہوا تھا کہ یہ کارروائی آخران صوبجات کے روس کے ساتھ ملحق ہو جانے کا پیش خیمہ ثابت ہو گی۔ چنانچہ انگلستان اور پرشیا نے اس تجویز کو قطعاً مسترد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۵) تین بڑے بڑے محاربے ہوئے جو پیونک محاربات کے نام سے مشہور ہین۔ آخر رومن جنرل سپیو دوم فاتح افریقہ نے ۱۴۶ء قبل مسیح مین اس شہر کو بالکل معدوم و منہدم کر دیا۔ اوس کی فصیل کا محیط ۲۳ میل کا تہا اور جب آگ لگائی گئی تو وہ برابر ۱۷ دن رات جلتا رہا۔ اس بربادی سے پہلے اوس مین ۷ لاکھ کی آبادی تہی۔ سیزر (قیصر) نے اوس کے کھنڈرات پر ایک چھوٹی سی بستی آباد کی۔ اور رومن قیصر ایڈرین نے شہر کا کچھ حصہ از سر نو تعمیر کر کے اوس کا نام ایڈریانوپلس رکھا۔ رومیوں سے ۴۳۹ء مین اسے وینڈال قوم نے چھین لیا۔ اور ساتوین صدی مین عرب مسلمان اوسپر متصرف ہوئے +

(مؤلف)

کر دیا۔ اور کیتھرائین کو جب یقین ہوگیا کہ یہ تمنا جو برسوں سے اوس کے سینہ میں جوش مار رہی تھی۔ پوری نہیں ہوسکتی تو وہ بتاسف تمام اوس سے دست بردار ہوگئی۔ مگر وہ حصول متذکرہ بالا سے عشاکوف اور اوس کے علاقہ متصلہ کو مستثنیٰ کردیے جانے اور روس کی حد دریائے نیسٹر تک بڑھا دیے جانے پر بڑے زور سے مُصر رہی۔

انگریزی فرمانروا مدبر پٹ بخوبی جانتا تھا کہ بوگ اور نیپر کے پیمان کا روسی قبضہ میں چلا جانا ٹرکی کی سلامتی اور بالفاظ دیگر انگریزی اغراض کے لیے سخت خطرناک امر ہوگا۔ روس اس جھیل کا مستقل قبضہ مل جانے پر قصبہ نیکولیف و دیگر مقامات میں جہازات وغیرہ تیار کرکے اون کو بحفاظت تمام اوس میں پوشیدہ جمع کرسکیگا۔ اور پھر وہاں سے مناسب موقعہ ملنے پر خاص قسطنطنیہ پر فیصلہ کن حملہ کرنے کے لیے اپنے جمع شدہ جہازات کو اچانک بحیرہ اسود کے رستہ ٹرکی کے پایۂ تخت کو روانہ کرنے کے قابل ہوجائیگا۔ پس ظاہر ہے کہ ایسا مآل اندیش وزیر روس کے اس مطالبہ کو کبھی تسلیم نہیں کرسکتا تھا۔ اوس نے اس مطالبہ پر بھی اعتراض کیا۔ اور اپنے اعتراض کو باوقعت بنانے اور روس کو راہ راست پر لانے کے لیے بحیرہ بالٹک میں انگریزی بیڑہ بھیجنے کا عزم کرلیا۔ چنانچہ انگلستان کی بندرگاہوں میں سنہ ۱۷۹۰ء کے اختتام کے قریب اس بحری مہم کے لیے شب و روز کی سرگرمی و مستعدی سے ضروری سامان تیار کرلیا گیا۔ اور ہالینڈ کو بھی شرائط اتحاد کے رو سے اپنا بیڑہ اس مہم کے لیے بھیجنے کو دستی کہلا بھیجا گیا۔ مگر مسٹر فاکس اور مسٹر برک و دیگر مخالفین کی پرزور مخالفت سے جنہوں نے اپنے مدعا کے حصول کے لیے جائز و ناجائز کوئی وسیلہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ انگلستان کی عام رائے روس سے لڑائی کرنے کی مخالف ہوگئی۔

مسٹر فاکس جیسے اٹھارہویں صدی کے گلیڈسٹون اور اوس کے ہم خیالوں کو اپنے مدعا میں اس لیے بھی کامیابی ہوگئی کہ انگلستان کی تجارت روس کے ساتھ خوب چمکی ہوئی تھی جس کو لازمی طور پر لڑائی سے صدمہ پہنچتا۔ اسطرح تجار بھی فاکس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ سنہ ۱۷۹۱ء کی پارلیمنٹری اجلاس میں اس مسئلہ پر کئی مباحثے ہوئے جن میں مخالف فریق کے مقرروں نے کوئی ایسی بری صفت نہ تھی جو ٹرکی سے منسوب نہ کیا ہو۔ اوسے ظالم اور وحشی ملک بتایا گیا۔ اور کہا گیا کہ اوسے مہذب یوروپین سلطنتوں کے زمرہ میں کبھی شامل نہیں کیا جاسکتا۔ نہ وہ اونمیں شامل ہے۔ اور اگر وہ معدوم ہوجائے تو دول کے موازنہ طاقت پر اس سے کچھ اثر نہیں پڑیگا۔ اس کے برعکس کیتھرائین کی بڑی لمبی چوڑی تعریفیں کی گئیں۔ اوسے مجموعہ اوصاف حسنہ بتایا گیا۔ اور کہا گیا کہ یہ محض پاگلانہ خیال ہے کہ مغربی یوروپ کو روس کی ترقی سے کسیطرح کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ مسٹر فاکس نے کہا کہ اول تو سلطنت عثمانیہ کا معدوم ہوجانا غیر اغلب ہے۔ لیکن اگر ایسا ہوجائے۔ تو یہ امر دنیا کے لیے بہت مفید ہوگا۔ اوس کے ایک چیلے مسٹر وہٹ بریڈ نے جو گذشتہ صدی کا کین میکال سمجھنا چاہیے اپنی تقریر میں کہا۔

"فرض کرلیا کہ قیصرہ اپنی اون تمناؤں میں جو اوسکی طرف منسوب کی جاتی ہیں کامیاب ہوجائے گی۔ قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیگی۔ اور ترکوں کو اون کے تمام یوروپین صوبوں سے نکالدے گی۔ لیکن کیا کوئی منصف مزاج اس سے انکار کرسکتا ہے کہ اگر ایسا ہوجائے تو یہ امر بنی نوع انسان کے لیے نہایت ہی مفید نہ ہوگا"۔ وزراء کے فریق کے مقرروں نے ان بکواسوں کے جواب میں

ممبرون کو انگلستان کے حقیقی اغراض بتا کر سمجھا یا کہ انگلستان کو قیصرہ کی بے اندازہ حرص و طمع کو روکنے اور اس امر کے حفظ ما تقدم کی کسقدر اور کیسی سخت ضرورت ہو کہ روس کی بحری طاقت اولًا بحیرۂ اسود مین اور پھر دارڈ نیلز مین غلبہ نہ پاسکے۔ کیونکہ اگر اسے ان دونون سمندرون مین غلبہ حاصل ہوگیا تو اوسکا لازمی نتیجہ ہوگا کہ پھر بحیرۂ روم مین بھی اوسکی بحری طاقت غلبہ پاجائے گی اور وہان پہنچکر وہ اپنا اصل روپ اختیار کرے گی۔ مگر اوس وقت اوسکی طاقت ایسی بڑھی ہوئی ہوگی کہ پھر تدارک تقریبًا ناممکن ہوگا۔ ان مقررون نے سامعین کو کیتھرائن کے طریق عمل کے جو کہ دراجنبی قومون سے زمانہ پیوست کشیدہ حالات بتلائے اور آخر مین اپنے مخالفون کو سرزنش کی کہ وہ گورنمنٹ پر محض دھڑہ بندی اور رقیبانہ مخالفت کی وجہ سے پارلیمنٹ مین اعتراضون اور حملون کی بھرمار کرکے جیسے انگلستان کے اقتدار کو اوس نامہ و پیام اور گفتگو مین جو مصالحت کو متعلق ہو رہا ہی کم کرنیکا باعث ہوئے ہین۔ سلاعہ کے اجلاس مین بھی اس مسئلہ پر پارلیمنٹ مین طویل مباحثے ہوئے۔ اوس وقت روس اور انگلستان کے تعلقات علانیہ بگڑ چکے تھے۔ اور مسٹر پٹ کو اپنے خیالات اور آراء پچھلے سال کی نسبت بدرجہا زیادہ آزادی سے ظاہر کرنیکا موقع ملگیا تھا۔ کیونکہ سال ماقبل مین ابھی تک تعلقات قطعی طور پر نہین بگڑ چکے تھے۔ اور ابھی صفائی ہوجانے کی توقع باقی تھی۔ مسٹر پٹ اور مسٹر جنکنسن نے جو بعد مین لارڈ لورپول ہوگیا۔ کمال شاندار طریق اور بےنظیر پیرایہ مین بیان کیا ”کہ ہمکو انگلستان کو خارجیہ پالیسی مین ہر وقت مدنظر رکھنا واجب ہی۔ یہ ہے کہ یوروپ مین موازنہ طاقت قایم رکھا جائے یہی اصل الاصول ہی۔ اور موازنہ طاقت کا حقیقی قانون اس امر کا متقاضی ہی کہ بشرط امکان روس کی طاقت کو بڑھنے اور ٹرکی کی طاقت کو گھٹنے نہ دیا جائے“۔

یہ الفاظ آب زر سے لکھے جانے کے قابل اور اس لائق ہین کہ انگلستان کا ہر ایک بہی خواہ انہین ہر وقت مدنظر رکھے مگر افسوس گلیڈسٹون اور اوس کے ہمخیالون نے آخر اس اصل الاصول کو فراموش کر دیا۔ یہی نہین بلکہ بیسرگی زمانہ سے اوس فریق رکنسرویٹیو نے بھی جس کو مسٹر پٹ لارڈ پامرسٹن اور لارڈ بیکنسفیلڈ ایسے مدبرون نے اپنی شمولیت سے ممتاز کیا تھا! انیسوین صدی کے اخیر مین لارڈ سالسبری کی سرکردگی مین اس اصول سے منحرف ہو رہا ہے۔ اور اگر وہ جلد اس غلطی سے متنبہ نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ انگلستان کی حق مین یہ سنگین خطا جسنے چند برسون سے اپنا جلوہ دکھانا شروع بھی کر دیا ہے بہت مضر ثابت ہوگی مین رسالہ ”مفروضہ مظالم آرمینیا“ ”بست سالہ عہد حکومت“ اور ”تاریخ جنگ روم و یونان“ مین موجودہ انگلشیہ وزارت کی اس غلط پالیسی کی خرابیان مفصل بیان کرچکا ہون اعادہ کی ضرورت نہین۔ سنہ ۱۷۹۱ء اور سنہ ۱۷۹۲ء کے یہ مباحثے جو بالخصوص اس وقت خاص غور کے قابل ہین۔ انگلستان کی پارلیمنٹری ہسٹری (تاریخ) کی ۲۹ وین جلد مین مندرج ہین۔ اور وہ انگریزی خوان ناظرین جن کو ٹرکی اور انگلستان کے طبعی اتحاد۔ قدرتی رفاقت اور باہمی تعلقات کے مسائل سے واقفیت پیدا کرنیکا شوق ہو سنہ غرض کیلیے اس سے بہتر کوئی کتاب نہین پائین گے۔

فرانس اس وقت (سنہ ۱۷۹۰ء) انقلاب عظیم کی مشکلات مین جسکی تمہیدی کاروائیان شروع ہوگئی تھین مبتلا ہوگیا

ہوا تھا جس سے آخر تاجداران بوربون کے ہاتھ سے عنان حکومت نہ چھین گئی۔ بلکہ یورپ میں فرانس کا اقتدار بھی بالکل
نابید ہو گیا تھا۔ شاہی حکومت میں جو ابھی تک موجود تھی بہت قدر طاقت نہ رہی تھی۔ تھی کہ روس کے برخلاف وہ دیگر
دول کو شریک ہونے کی ہی فرانس جس کا وزیر برو تیبر ۱۷۸۸ء میں روس کے برخلاف مشترکہ کارروائی کیے جانے کے لئے ہر ایک سے
سلطنت سے درخواست کر رہا تھا۔ اب اس قابل بھی نہیں رہ گیا ہوا تھا کہ فوجی شرکت تو درکنار سفارتی طریق سے ہی انگلستان
و پرشیا وغیرہ کے ساتھ شامل ہو۔ رعیت کی اس عام مخالفت اور سرکشی سے تمام تاجداران یورپ کو دل دہل گئے اور سب
کی توجہ فرانس کی طرف منعطف ہو گئی تھی کہ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ آیا رعیت کامیاب ہوتی ہے یا شاہی
مطلق العنانی۔ بجز ایک روس ایسا ملک تھا جو اس موقعہ کو جب کہ باقی کل یورپ کی توجہ مغربی یورپ کی طرف مبذول تھی
ٹرکی کو پامال کرنے کے لیے غنیمت سمجھ رہا تھا۔

لیکن مسٹر پٹ کی فرزانگی اور تدبر نے حریص و بے اصول کیتھرائن کو اس سے فائدہ نہ اٹھانے دیا۔ مسٹر موصوف کو
فرانس اپنے ٹرکی کے صادق دوست کی امداد کی اس وقت سخت ضرورت تھی لیکن جواب مدد کے قابل ہی نہ رہ گیا تھا۔ اسکے
عوض تائید غیبی سے آسٹریا ایسا ترکوں کا مخالف اوس کا ہم خیال ہو گیا۔ اور ان سب سلطنتوں نے کیتھرائن کو ملامت کرنا شروع
کر دیا کہ وہ لڑائی جاری رکھکر دول یورپ کو مغربی معاملات کی طرف متوجہ ہونے سے باز رکھنے کا باعث ہو رہی ہے جب
زبانی فہمائشوں کا کچھ اثر نہ ہوا تو مسٹر پٹ نے فوجی دباؤ ڈالنے کا انتظام کیا۔ لیکن اسے اپنا بیڑہ بحیرہ بالٹک بھیجنے کی
ضرورت نہ پڑی کیونکہ قیصرہ کو آخر ہوش آگیا اور اوس نے ترکی سرزمین کے اندازہ غصب کا ارادہ ترک کر دیا۔ گو
دریبولا اوسکی فوجوں کو ترکوں پر برابر فتوحات حاصل ہو رہی تھیں اور ان فتوحات سے کبھی کبھی اسے انگلستان و پرشیا کی
دھمکیوں کی کچھ پرواہ نکرنے اپنے پوتے کو تخت قسطنطنیہ پر بٹھانے کا ارادہ پورا کر دینے کا خیال ہو جاتا تھا۔ مگر آخر الامر حزم و
مآل اندیشی کے مشورے غالب آ گئے۔ اور قیصرہ نے مصالحت کے لیے کانفرنس کا منعقد کیا جانا منظور کر لیا۔

اکثر مورخین کا خیال ہے کہ مغربی دول کی دھمکیوں کی بجائے زیادہ تر خزانہ کی تہیدستی اور پولش معاملات کی نئی صورت
نے اس حریصہ کو صلح پر مجبور کیا تھا۔ پولینڈ کے بلند ہمت محب وطن کوسکی اسکو[۱] اور اوس کے رفقا نے پولینڈ کے باقیماندہ آزاد حصہ کا

---

[۱] تیاڈیوس کاسکی اسکو پولینڈ کا مشہور محب وطن گذرا ہے۔ ۱۷۴۶ء میں صوبہ لتھوانیا میں پیدا ہوا اور پہلے وارسا میں اور پھر پیرس
میں فوجی تعلیم پاتا رہا۔ فارغ التحصیل ہو کر وہ فرانس کے عالی ہمت امیر لافیٹ کے ہمراہ جو انکریز سپاہیوں کا ایک جتھا
کہہ گیا تھا۔ امریکہ گیا اور آبادکاروں کیطرف سے انگریزی فوج کے ساتھ لڑتا رہا۔ لڑائی ختم ہونے پر وہ پولینڈ واپس آگیا اور
بادشاہ نے اسے میجر جنرل بنا دیا۔ بمقام ریپ جنکا اوس نے روسیوں کو شکست فاش دی جس سے اوسکی فوجی شہرت دول
یورپ میں مشہور ہو گئی جب روسی ظلم حد سے بڑھ گیا تو ۱۷۹۴ء میں اس نے پولینڈ کی فوج لیکر اوس روسی فوج پر جو وارسا
میں مقیم تھی حملہ کر دیا۔ عام دہقان بھی ورانتی اور کلہاڑیاں لیکر اوس کے ساتھ شریک ہو گئے (باقی دوسرے صفحہ پر)

میں اہم اصلاحات نافذ کرکے ریاست کی فوجی طاقت اور اندرونی حالت کو بہت کچھ سنبھال لیا تھا جس سے کیتھرائن کو بہت فکر لاحق ہو گیا تھا۔ اور وہ جان گئی تھی کہ اگر چندے پولینڈ کی طاقت اسی طرح مضبوط ہوتی چلی گئی تو پھر اُسے ہضم کرنا مشکل ہو جائیگا۔ پس اگر اس ریاست کو لینا مطلوب ہے تو اوسکی اٹھتی ہوئی خوشحالی کو ابھی دبا دینا لازمی ہے۔ اور اس غرض کے لیے سپاہ سوورا اور سوورا سپاہیوں کو ترکوں کے مقابلہ سے ہٹا کر پولینڈ بھیجنا ضروری ہے۔

اسی اثنا میں بمقام ماچین ترکوں کو ایک عظیم زک پہنچ چکی تھی جس پر وزیر اعظم نے روسی جنرل ریپنن سے خط و کتابت نامہ و پیام کے بعد بمقام گالٹز ۱۱ اگست ۱۷۹۱ء کو التوائے جنگ کا معاہدہ کر لیا۔ اور پھر بمقام جاسی صلح کی گفتگو شروع ہو گئی۔ روسی کمانڈر انچیف پرنس پوٹمکن صلح کا سخت مخالف اور صوبجات ڈینیوب کی شاہی کا خبط رکھتا تھا۔ یلغار کرتا ہوا سینٹ پیٹرز برگ سے جاسی پہنچ گیا۔ اور اوس نے آتے ہی ریپنن کی کل کارروائی کو یہ کہکر منسوخ کر دیا کہ جنرل مذکور نے بالا بالا معاہدہ التوائے جنگ کیا ہے۔ اور ایسی سخت شرائط پیش کیں جن سے کانفرنس کے ٹوٹ جانیکا اندیشہ ہو گیا۔ اتنے میں پرنس مذکور کو بخار ہو گیا۔ اور وہ تبدیل آب و ہوا کے لیے اپنی مرغوب خاطر رہائش گاہ قصبہ نیکولیف کو جا رہا تھا راستہ میں ہی مر گیا۔ اس اشد دشمن کے مرتے ہی خواہان صلح کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ اور ۹ جنوری ۱۷۹۲ء کو روس اور ترکی میں باضابطہ صلحنامہ ہو گیا۔ یہ صلحنامہ عہدنامہ جاسی کے نام سے مشہور ہے اس کے رو سے روسی علاقہ دریائے نیسٹر تک بڑھا دیا گیا۔ اور اس دریا کو دونوں سلطنتوں میں حد فاصل قرار دیا گیا۔

اس عہدنامہ میں ایک دفعہ جو پانچویں تھی ہلکی سی عبارت میں اس مضمون کی درج کیگئی کہ عثمانیہ مقبوضات ایشیا کی شمالی مشرقی سرحد کے ترکی کمانڈر خفیہ یا علانیہ کسی بہانہ یا حجت سے ان ممالک اور اقوام کے معاملات میں جو شاہ تفلس و کارتھالینیا کے ماتحت ہیں دست اندازی نکرینگے۔ اور نہ اون کو کسی طرح کا خراج اور محصول لینگے۔ اس شاطرانہ شرط کا اصلی مدعا سمجھنے کے لیے یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کیتھرائن بھی اپنے مورث اعلیٰ پیٹر اعظم کی طرح اون صوبجات پر جو بحیرہ اسود اور بحیرہ خضر کے درمیان ہیں۔ دانت رکھے ہوئے تھی محض اسی لیے نہیں کہ وہ نہایت زرخیز اور بار آور ہیں۔ بلکہ اون فوائد اور آسانیوں کے لحاظ سے بھی جو اون پر قابض ہو جانے سے ترکی علاقجات واقع ایشیا اور ایران پر فاتحانہ فوجکشی کرنے میں حاصل ہو سکتی تھیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۴)۔ اور روسی ریاست سے نکالدیئے گئے۔ مگر جب روسی اور پرشین فوجوں کا ٹڈی دل پہنچ گیا تو وہ شکست یاب ہوا۔ اور پھر سوورف نے ساٹھ ہزار فوج سے وارسا کے قریب اوس کی ۱۲ ہزار فوج کو شکست دیکر کوسکی اسکو کو گرفتار کر لیا۔ روسیوں نے وارسا کے تیس ہزار باشندے قتل کیے۔ اور ۱۷۹۵ء میں روس آسٹریا اور پرشیا نے پولینڈ کو باقیماندہ حصہ کو تیسری مرتبہ آپس میں بانٹ لیا۔ روسی قیصر پال نے کوسکی اسکی کو آخر قید سے رہا کرکے کچھ جاگیر بھی دی تھی اور وہ امریکہ چلا گیا۔ ۱۷۹۸ء میں وہ فرانس گیا۔ جہاں نپولین نے اُسے کئی مرتبہ فوج میں داخل ہو جانے کے لیے کہا مگر اوس نے نہ مانا اور ۱۸۱۶ء میں سوئٹزرلینڈ جا کر کاشتکاری کرنے لگ گیا۔ جہاں دوسرے برس گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ (مؤلف)

کیتھرائین نے ان دونون سمندرون کے درمیان اپنی سرحد پر قلعون کے کئی سلسلے تیار کرادئیے تھا اور بحیرہ خزر مین زبردست بیڑہ ہر وقت موجود رکھتی تھی۔ روسی گماشتے ہر وقت جارجیا۔ امریشیا۔ منگریلیا اور دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستون کی عیسائی حکمرانون کو پیچھے لگے رہتے تھے اور اونہین سلطان روم اور شاہ ایران کی اطاعت سے جن دونون کے وہ عرصہ مدید سے باجگذار چلے آتے تھے منحرف ہوکر روسی قیصرہ کی حمایت مین آجانے کے لیئے بہکاتے رہتے تھے۔ یہ تدابیر شاہزادہ ہرکلییس والی جارجیا پر بالخصوص نہایت کارگر ہوئین۔ قیصرہ نے اوسے نفلس وخرکل کے زار کا لقب عطا کر دیا۔ اور اوس نے ۱۷۸۳ء مین زارینہ کی اطاعت اور وظیفہ قبول کر لیا۔ پس معاہدہ جاسی کی دفعہ پنجم کا یہ مدعا تھا کہ ٹرکی سے ایک طرح یہ تسلیم کرالیا جائے کہ روس ان اہم علاقون کا محافظ اور سرپرست ہے کوہ قاف کی علاقجات کو ہضم کرنے کی اسی خواہش اور اسی زبردست چال نے عہدنامہ قینارجی مین دفعہ ۱۹ کی بظاہر مہمل سی عبارت درج کرادی تھی۔ چند برسون کے بعد جب معاہدہ قربان ہوا تو اس وقت اس پردہ کو قائم رکھنے کی کوئی ضرورت نہین رہی تھی۔ اور اُسے بالکل اٹھاکر روسی مدعا صاف صاف معاہدہ مذکور مین بتا دیا گیا۔ معاہدہ جاسی کی روسے ٹرکی نے زارینہ کو ایک کروڑ بیس لاکھ قرش بطور تاوان جنگ ادا کرنیکا بھی اقرار کیا۔ مگر بعد مین زارینہ نے اس تاوان کو چھوڑ دیا۔ اور اسی پر خوش ہوگئی کہ ترکون نے تاوان دینا منظور کر لیا تہا۔ روس کو نیپر سے لیکر نیسٹر تک کا علاقہ مع عثاکوف کے ملجانے کے ساتھ ہی یہ بھی فایدہ ہوگیا کہ اوس کے علاقجات پولنڈ اور یوکرین کے لیئے سمندر (بحیرہ اسود) کا رستہ کھلگیا۔ اس محاربہ مین تین لاکھ بیس ہزار ترک۔ دو لاکھ روسی اور ایک لاکھ تیس ہزار آسٹروی ضایع ہوئے۔

مگر یہ صلح قیصرہ نے نیک نیتی سے نہین کی تھی۔ اوس نے اسے محض دفع الوقتی کے لیئے منظور کیا تہا۔ اور یہ ارادہ رکھا تھا کہ پولنڈ کی کامل تسخیر سے فارغ ہوکر اپنے مشرقی منصوبہ کو پورا کرنے کے لیئے دول یورپ کو کسی دیگر معاملہ مین منہمک ہونیکا انتظار کیا جائے۔ ۱۷۹۵ء مین پولنڈ کی طرف سے فراغت ہوگئی۔ اور ۱۷۹۶ء مین فرانس کے معاملات نے کل سلطنتون کی توجہ کو اوس طرف پوری طرح مبذول کر لیا۔ جس سے کیتھرائین کو حسب منشاء موقعہ ملگیا۔ کہ اتنے مین اوسی سال اجل پہنچگیا۔ اور سلطنت عثمانیہ سخت خطرناک حملہ سے بچگئی۔

مسٹر ایٹن جو اس وقت سینٹ پیٹرز برگ مین مقیم تہا زارینہ کے مرنے سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے کے ارادون اور تیاریون کی متعلق حسب ذیل تحریر کرتا ہے۔

"یورپ مین ترکون کے برخلاف فوجی کارروائی کرنے کے لیئے جس جس سامان کی ضرورت تھی وہ پولنڈ مین بافراط جمع کر لیئے گئے ہوئے تہے۔ خود پولنڈ مین روسی حکومت اور تسلط ایسی مضبوطی سے قایم ہوگیا تھا کہ اُسے وہان کسی طرح کے فساد وغیرہ ہونیکا اندیشہ نہین رہگیا تھا۔ اوس نے ہنقدر جرار فوج تیار کر لی ہوئی تھی کہ وہ علاوہ جنگ پرتین لاکھ جانباز سپاہی ترکی علاقہ پر بہیج سکتی تھی۔ اور اون کی کمک کے لیئے ڈیڑہ لاکھ آدمی اوس نے اور بہم پہنچا لیئے ہوئے تھے

اوس کا داہنی بیڑہ جو بحیرہ اسود مین تہا کل ترکی نیوی سے بدرجہا زبردست تہا۔ اور اس کے علاوہ اوس نے بیشمار چھوٹے چھوٹے جہاز بہی تیار کر لیئے ہوئے تھے۔ جو تین فیٹ گہرے پانی مین چل سکتے تھے اور اس غرض کے لیئے بنائے گئے تھے کہ انپر ساٹھ ہزار روسی فوج سوار ہو کر تین دن کے عرصہ مین سلطنت عثمانیہ کے پایہ تخت سے چند میلون کے فاصلہ پر جا اُترے۔ تجویز یہ تھی کہ ایکطرف بیڑہ جہازات ترکی جہازون کو ترکی بنادرمین ہی نیست و نابود کر دے اور دوسری طرف اُسیوقت بڑی فوج خشکی کے راستہ قسطنطنیہ پر حملہ کر دے۔ ایشیا کے واسطے یہ انتظام کیا گیا تھا کہ ایک زبردست فوج دربند کے رستہ سرحد کو بھیجدیجئی ہوئی تھی۔ ایرانی خوانین سے وہ عرصہ دراز سے بظاہر بلا غرض و بلا مطلب مشفقانہ سلوک کرتی رہی اور اون کے باہمی تنازعات مین وخل دیتی رہی تھی۔ اوس کے سلوک اور مداخلت کا مدعا اب آکر ظاہر ہوا۔ بحیرہ کاسپین کی منزلی بندرگاہ دربند سے روسی فوج انہی خوانین کے علاقون سے گذر کر ترکی سرحد تک پہنچ سکتی تھی۔ اس لیئے اون کو سالہا سال پہلے ہاتھون پر ڈال لیا گیا تھا کہ ضرورت کے وقت وہ فوج گذرنے کی بخوشی اجازت دیدین۔ پس جب حملہ کا حکم پہنچتا۔ انہی خوانین سے فی الفور سمجھوتہ کر لیا جاتا اور فوج مذکور ترکی ایشیائی صوبجات پر کو دپڑتی۔ اس حملہ کا یہ اثر ہوتا کہ یورپ مین ملعون مین ایشیائی اقوام کے جسقدر سپاہی موجود ہوتے وہ اپنی اپنی چھاونیون اور قلعون کو چھوڑ کر اپنے وطن کی حفاظت کے لیئے اُٹھ دوڑتے۔ اور اسطرح قسطنطنیہ کا رستہ بالکل صاف اور بے پناہ ہو جاتا۔"

بقول کریسی ترکی تاریخ کا اب وہ زمانہ قریب پہنچگیا ہے۔ جس مین ٹرکی کو بھی مجبوری اون محاربات عظیمہ مین جو انقلاب فرانس کی بدولت یوروپ اور بحیرہ روم کے متصلہ ممالک مین ہوئے شامل ہونا پڑگیا تھا۔ اور نیز یہی وہ زمانہ ہے جسمین سلطان سلیم نے اصلاحات جدیدہ کا دور شروع کیا۔ اور خود اسی جدوجہد مین ملک پر سے قربان ہو گیا۔ اور سلطان محمود ثانی نے اصلاح کا کام اپنے ہاتھ مین لیکر اُسے بہ تکمیل پہنچایا۔ اس لیئے سلسلہ واقعات کی بیان کو تھوڑی دیر کے لیئے ملتوی رکھکر مختصر طور پر یہ بتا دینا نامناسب نہ ہوگا کہ اون تبدیلات سے پیشتر جو نظام جدید کے قوانین اور دیگر اصلاحات سے سلطنت عثمانیہ کے انتظام مین وقوع پذیر ہوئے۔ اٹھارہوین صدی کے اختتام پر سلطنت مذکور کی حالت کیا تھی *

باب یازدہم (۱۱)

سلیم ثالث کی اصلاحات سے پہلے سلطنت عثمانیہ کی حالت۔ ملک کی تقسیم اراضی کی لائیتون۔ لواؤن اور قضاؤن۔ پاشاؤن کی تقرریان۔ اعیان۔

سلطنت کی وسعت۔ بدانتظامی اور عام تباہی۔ سلطان کی حکومت کی کمزوری۔ وہابی۔ روس۔ مملوک اور اہالی سوبلیا۔ پاشاؤن کی بغاوتین۔ جاگیری انتظام مین خرابیان۔ محصّلون کا جور وظلم۔ فوجی طاقت کی کمزوری۔ ینگچری و دیگر افواج۔ خاندان عثمانیہ کا کمال انحطاط۔

سلطان سلیم یورپ۔ ایشیا اور افریقہ مین ۲۶ ولائتون یا صوبجات پر حکمران تہا۔ یہ صوبے ۱۶۳ لوا یا کمشنریون مین منقسم تھے۔ اور ہر ایک لوا یا قسمت مین کئی کئی قضا یعنی اضلاع تھے۔ ہر ایک قضا مین ایک ایک منیوسپلٹی موجود تھی قضا کسی بڑے شہر اور اوس کے ملحقات یا چند چھوٹے چھوٹے قصبون اور اون کے ملحقہ دیہات کے دیہاتی پرگنہ پر مشتمل ہوتی تھی۔ ولایت پر تین دُمون کے جھنڈے والا پاشا جو وزیر کا مرتبہ رکھتا تھا حکمران ہوتا تہا یہ پاشا ولایت کی ایک یا چند لواؤن پر تو براہ راست حکومت کرتا اور اپنی حکومت کی دیگر لواؤن کے حکام کی عام نگرانی کیا کرتا تھا۔ ۲۷ لواؤن پر دو دمون کے جھنڈے والے پاشا مامور تھے۔ ان لواؤن اور ولایتون پر عموماً پاشا ایک سال کے لیے مقرر کیے جاتے تھے مگر اکثر یہ ہوتا تھا کہ ایک ہی شخص کئی برسون تک بلکہ اگر وہ ایسا طاقتور ہوتا کہ باب عالی اوسے آسانی کے ساتھ معزول نہ کر سکتا ہو۔ یا وہ اسقدر متموّل ہوتا کہ وقتاً فوقتاً رشوت خوار ممبران دیوان کو نذرانے وغیرہ بھیجکر اون کو خوش رکھ سکتا ہو تو مدت العمر اپنے عہدہ پر قایم رہتا۔ ۲۲ لواؤن پر ازروے رواج پاشا مدت العمر کے لئے مقرر ہوتے تھے۔

گورنر کو صوبہ کے انتظام مین مدد دینے کے لیئے باشندگان ولایت مین سے دو یا تین معتبر اور معزز اشخاص منتخب کئے جاتے تھے۔ اور انکی جماعت صوبہ کی مجلس شورے کہلاتی تھی۔ اور اوسے اعیان پکارا جاتا تھا۔ انکا انتخاب خود باشندگان کرتے تھے مگر باب عالی کی منظوری لازمی ہوتی تھی۔ بعض اوقات اعیان کا عہدہ موروثی ہوتا تہا۔ مگر اس صورت مین بھی باشندون کے حصہ کثیر سے نئے اعیان کی تقرری کا منظور کرانا لازمی ہوتا تھا غیر مذہب رعیت کے لیئے انہی مین سے چند اشخاص علیحدہ علیحدہ بھی ہوتے تھے۔ یہ اپنی اپنی قوم کے خوجہ باشی کہلاتے تھے اور انکا کام یہ ہوتا تھا کہ ضلع کے لیئے جو رقم خراج و محاصل مقرر ہے۔ اوسے ہر ایک خاندان پر علیحدہ علیحدہ تشخیص کرین۔

۲۶ ولائتون کے نام حسب ذیل تھے۔ رومیلیا۔ بوسنیا۔ سلسٹریا۔ جزایر جس مین یونان کا بھی بہت سا حصہ شامل تھا۔ کریٹ۔ اناطولیا۔ مصر۔ بغداد۔ رقہ۔ شام۔ ارض روم۔ سیواس۔ صیدہ۔ شلدر۔ چلدر۔ حلب۔ قرامانیہ۔ دیار بکر۔ ادانہ۔ طرابزون

موصل۔ طرابلس۔ البنان۔ قارص۔ ترسرنہ اول۔ اور دان کئی ضلع اور شہر ایسے بھی تھے جو کسی ولایت مین شامل نہین تھے۔ صوبجات والیشیا۔ و مالڈیویا۔ مکہ و مدینہ اور کردستان کی بھی حالت اسی قسم مین داخل تھی۔ ان علاقون کو گرد نیچے اپنے موروثی سردارون کی ماتحت ہوتے تھے۔ اور سلطان کو سپاہیون کی مقررہ تعداد بہم پہنچاتے رہنے کے سوا اور سب طرح سے آزاد ہوتے تھے۔ ترکمانون کے چھ ضلع بھی اسی حیثیت سے سلطان کی ماتحت تھے۔ بربری ریاستون کے سلطانی گورنمنٹ سے اس وقت جیسے روابط تعلقات تھے۔ وہ سلطان محمد چہارم کے عہد کے حالات مین بیان ہو چکے ہین۔ وہ نہ تو مطلقاً آزاد تھین اور نہ جیسا کہ چاہیے سلطان کی فرمانبرداری کرتی تھین۔

ان علاقون کی تفصیل سے ناظرین کو معلوم ہو سکتا ہے کہ گو ہنگری۔ ٹرینسلوینیا۔ کریمیا اور بحیرۂ اسود و آزاف کو شمالی صوبے سلطنت عثمانیہ کے قبضہ سے نکل گئے ہوئے تھے لیکن پھر بھی اٹھارہوین صدی عیسوی کے ختم ہونے سے پہلے خاندان عثمانیہ اپنی وسیع سلطنت پر حکمران یا فرمانروائی کا دعویدار تھا کہ اگر اوسکی صرف قدرتی مواقع اور طبعی وسایل پیداوار پر ہی خیال کیا جاکر تو بھی وہ دنیا کی وسیع اور متمول ترین سلطنتون مین شمار کیے جانے کے قابل تھی۔ مگر افسوس! مندرجہ بالا صوبون مین سے اکثر پر سلطان سلیم کی حکومت برائے نام ہی نہین پائی جاتی تھی۔ اور تقریباً کل سلطنت مین گورنران اور عمال کی سرکشی اور خود سری سے طوفان بے تمیزی برپا ہو رہا تھا۔ اور رعایا پر ویسی ہی تباہی وارد ہو رہی تھی جیسی کہ شاہی سطوت کی مذکورہ صدر کمزوری کی وجہ سے طبعاً ہونی چاہیے تھی۔

وہابی مکہ و مدینہ کے سوا جن دونون شہرون کو وہ ابھی تک فتح نہین کر سکے تھے تقریباً تمام جزیرۂ عرب پر قابض ہو گئے ہوئے تھے۔ مصر مین گو قاہرہ کے قلعہ پر سلطانی علم لہرا رہا تھا مگر مملوک سردار پاشا اور اوس کے عمال کی کچھ حقیقت نہین سمجھتے تھے۔ شام مین کوہ لبنان کے متوالی۔ دروس اور فلسطین کے کوہستانی علاقہ کے قبائل عملی طور پر بالکل آزاد تھے یہی حالت شمالی یونان۔ اپائرس اور رسولی علاقون کے قبیلون کی تھی۔ مانٹی نیگرو اور ہرزیگوینیا مین بھی یہی نقشہ تھا۔ مالڈیویا اور والیشیا گو بظاہر ٹرکی کو واپس مل گئے ہوئے تھے۔ مگر درحقیقت عثمانیون کے بجائے وہ زیادہ تر روسی اقتدار کے ماتحت تھے شومئی بخت سے صرف وہی قومین جو مذہب، معاشرت اور زبان مین ترکون سے متغایر تھین نہین بگڑی ہوئی تھین۔ بلکہ مسلمان عمال مین سے بھی جو کوئی زبردست ہو جاتے تھے۔ وہ بطور قاعدہ کلیہ نمائشی اور زبانی فرمانبرداری کے سوا اور سب طرح سے مطلق العنان ہو جاتے تھے۔ بغاوت اور خانہ جنگی بڑے بڑے پاشاؤن کا معمولی وطیرہ تھا۔ عکہ کے گورنر جزار پاشا نے خراج و محاصل دینے سے صاف انکار کر دیا۔ سلطانی قاصدون کو کمال بیباکی سے قتل کرا دیتا۔ اور جس علاقہ پر اسقدر جور و ظلم کرتا کہ لوگون نے اوسکا نام ہی جزار یعنی قصاب رکھ دیا تھا۔ اخال تزقا اور طرابزون کے پاشاؤن کی بھی یہی کیفیت تھی۔ بغداد کے پاشا سے کئی برس سے ایک حبہ شاہی خزانہ کو وصول نہ ہوا تھا۔ ودین مین مشہور پسوان اوغلو نے کئی برس اودہم برپا رکھا۔ اور قرب و جوار کے علاقہ کو اجنبی دشمن کی طرح تاخت و تاراج کرتا رہا۔ یہ شخص اعیان ودین مین سے تھا۔ عہد نامہ جاسی کے وقت اوسکا باپ بلاوجہ

کر دیا گیا تھا جسپر وہ حکومت سے بگڑ کر بلقانی علاقہ مین چلا گیا۔ اور آہستہ آہستہ وہان کے قزاقون کا جنہین قرزتلی کہا جاتا تھا جم غفیر جمع کر کے لوٹ مار شروع کر دی۔ اور پھر ودین پر قبضہ کر کے کل علاقہ مین اپنا سکہ بٹھا دیا۔ باب عالی نے کئی دفعہ اوس کے مقابلہ پر فوجین بھیجین جو ناکام واپس لوٹتی رہین۔ آسپر ترکی گورنمنٹ نے اُس سے تعلق اور چاپلوسی سے قابو کرنا چاہا۔ مگر وہ اس تدبیر سے بھی راہ راست پر نہ آیا۔ اسکا مزید ذکر صوبون کی بغاوت مین کیا جائیگا۔

پاشاؤن اور گورنرون کی خودسری کی یہ کیفیت تھی جو بیان ہو چکی ہے جیسا انتظام ایسا درہم برہم ہو تو ملک مین عام بدامنی کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہین ہو سکتی کہین رعایا پاشاؤن کے ظلم سے تنگ آکر بغاوت کر رہی تھی کہین ایک پاشا دوسرے سے لڑ رہا تھا۔ اور اکثر صوبون مین بدمعاشون نے دلیر ہو کر رعایا کا ناک مین دم کر رکھا تھا۔ الغرض ملک کی بربادی اور رعایا کی تباہی کے لیے کوئی ایسا سامان نہ تہا۔ جو موجود نہ ہو جو دسر پاشاؤن سے بڑھ کر خود اُن فرمانرواؤن کے ذریعہ سے جو سلطان کے فرمان تھے رعیت کی تباہی کا باعث ہو رہے تھے۔

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ چند مستثنیات کے علاوہ عام طور پر گورنر ایک سال کے لیے مقرر ہوتے تھے۔ اور یہ تقرریان ہمیشہ نیلام ہو کر حاصل کیجاتی تھین۔ مگر ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ جو شخص مصاحبین اور وزراء سے گورنری حاصل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ وہ گھر سے متمول ہوں۔ یا اپنے پاس اسقدر روپیہ رکھتے ہون جو عہدہ کی قیمت اور رشوتون کے دینے کے لیے کفایت کرے۔ وہ اس غرض کے لیے بالعموم محلہ فنار کے کسی مالدار یونانی یا کسی ارمنی ساہوکار سے رقم مطلوبہ قرض لیا کرتے تھے۔ قرض دہندہ فی الحقیقت اس صوبہ کا جسپر اوس کا مقروض متعین ہو مرتہن ہو جاتا تہا۔ اور رہن بھی باقبضہ ہوتا تھا کیونکہ لازمی طور پر اوس کا معتبر ایجنٹ سکرٹری کی حیثیت مین پاشا کے ساتھ جاتا تھا۔ اور بسا اوقات صوبہ کا واقعی حاکم یہی سکرٹری ہوتا تہا۔ یہ عموماً پایا گیا ہے کہ جب کبھی مفتوح قوم کے کسی فرد کو اپنے حاکمون کی بابت روپیہ کے زور سے کوئی طاقت حاصل ہو جاتی تو وہ فاتحین سے بڑھکر فاتح قوم کے ہم مذہب اور نیز اپنی ہمقوم رعیت پر جور و ظلم کرتا ہے۔ یہی کیفیت ان عیسائی ایجنٹون کی تھی جو کمال سنگدلی اور بیرحمی سے بنام ملک اور اپنے بھائیون کا خون چوسا کرتے تھے۔ ہر سال عہدہ کی تجدید کرانے کی ضرورت پاشاؤن کو اس مالی غلامی سے آزاد نہین ہونے دیتی تھی۔ بعض اوقات باب عالی تقرری سے پہلے ہی نو مقرر شدہ گورنرون سے یہ عہد لیا کرتا تہا کہ وہ کسی یونانی صراف یا ارمنی ساہوکار کی ضمانت داخل کرین۔ کہ صوبہ کی محاصل وقت مقررہ پر بھیجے جاتے رہین گے۔ اس سے ان انسانی درندون اور بدخواہان ملک و قوم کو پاشاؤن پر اور زیادہ اقتدار حاصل ہو جاتا تھا۔ وہ جب چاہتے ضمانت کو منسوخ کرا کر پاشا کو برطرف کرا سکتے تھے۔ اور اون کا یہ اقتدار رعیت کے حق مین اور ستم ڈھاتا تہا۔ ان اور اسی طرح کی اور تدابیرون سے رعایا کا خون بکمال بیدردی سے چوسا جاتا تھا۔ مگر خزانہ شاہی مین بہت ہی کم روپیہ داخل ہوتا تھا۔ ہر ایک ایجنٹ اور اوس کا ماتحت عملہ رعیت کے بدن پر توسود خواری سے بلا بیانی۔ رشوت، جبر و ظلم الغرض ہر سلسلہ سے کپڑا تک نہ چھوڑتے تھے۔ لیکن ان صوبون کا بڑا حصہ خود جو روپیہ دیکر کے پہنے سے بڑے منصبدارون کو حتی الامکان

تھوڑی سے تھوڑی رقم فرد وصولی مین دکھاتے تھے۔ اعیان بھی عموماً پاشا کے ساتھ ان خرابیون مین شریک ہوتے تھے۔ حالانکہ اونکی تقرری کا قاعدہ محض اسی لئے نافذ کیا گیا تھا کہ وہ رعیت کو پاشا اور اوس کے خوشامدیون کی ناجایز کارروائیون اور ستم سے محفوظ رکھنے کا کام دین۔ شاذ و نادر اگر کوئی اعیان متدین اور باحمیت ہوتا اور ان خرابیون مین شریک نہ ہوتا۔ تو پاشا اور اوس کے ساتھیون کے پاس اسکا بہترین علاج موجود تھا کہ کوئی جھوٹا الزام لگا کر اوسے قاضی کے روبرو پیش کر دیتے۔ غرضکہ کی بات ہے کہ جب بدبختی آتی ہے تو سب کے سب ایک ہی رنگ مین رنگے جاتے ہین۔ قاضی صاحبان یعنی مجسٹریٹ بھی عموماً پاشاؤن کیطرح اپنے عہدون پر بذریعہ خرید متصرف اور ویسے ہی ظالم اور خائن ہوتے تھے۔ چنانچہ قاضی صاحب فی الفور اوس بیگناہ کو سزا دے دیتے جس سے وہ رتبہ اعیانی سے برطرف ہو جاتا۔

اپنے اپنے علاقہ مین رعیت کی حیات و ممات پر گورنرون کو کامل اختیار حاصل تھا۔ ہر پاشا شاہی طمطراق سے اپنا دربار اور نیز حاضرباش لشکر قائم رکھتا تھا جن کے اخراجات کے لئے بھی اوسے ہر وقت روپیہ کی ضرورت رہتی تھی جس ضرورت کو کامل اختیارات بآسانی پورا کر دیتے تھے۔ اونکی نگرانی اور خودسری کی روک تھام کے لئے صرف مجلس اعیان ہی ہوتی تھی اور اس مجلس کے ارکان کی کیفیت اور ذلت لکھی جا چکی ہے۔ حکومت کیطرف سے اگر محاصل باقاعدہ بھیجے جاتے رہین تو اور کسی امر پر کبھی کچھ بازپرس نہین ہوتی تھی۔ اور نہ کبھی یہ پوچھا جاتا تھا کہ زرمرسلہ کس طرح جمع کیا گیا ہے۔ ہان جب کبھی کسی صوبہ کی رعیت تنگ آکر شکایتین شروع کر دیتی اور عرصہ تک شکایتون اور فریادون کا سلسلہ قائم رہتا اور ساتھ ہی وہ پاشا جس کی شکایت کیجا رہی ہو دولتمند بھی ہو۔ تو اوس وقت باب عالی گاہ گاہ کروٹ بدلنے پر آمادہ ہو جاتا اور پاشا کو معزول کر دیا جاتا۔ مگر رعیت کی کوئی اشک شوئی نہ ہوتی۔ نہ اوس کے نقصانات کی کچھ تلافی کیجاتی۔ معزول پاشا عموماً قتل اور اوسکا جمع جتھا سلطانی خزانہ مین داخل کر دیا جاتا۔ رعایا ویسی کی ویسی مبتلی رہتی۔ بلکہ نئے گورنر کی تقرری سے بسا اوقات پہلے سے بھی زیادہ گرفتار بلا ہو جاتے۔ کیونکہ معزول و مقتول پاشا تو کئی برسون سے خون چوس چوس کر خوب موٹا ہو گیا تھا۔ اور اوسے غالباً روپیہ کی پہلی جیسی ہوس نہین رہ گئی ہوتی تھی جس کے برعکس جدید گورنر کو ہوس ہی نہین روپیہ کی سخت احتیاج بھی ہوتی تھی۔

ادنے عہدہ دارون بیگون اور آغاؤن کے اختیارات بھی قانوناً اور رواجاً اسی قسم کے تھے جیسے کہ پاشاؤن کے۔ فرق صرف اختیارات کے مدارج مین تھا۔ اسکے علاوہ کل سلطنت مین ایک اور قسم کے چھوٹے چھوٹے ظالمون کا لشکر بھرا پڑا تھا۔ یہ شخص اضلاع کے محاصل کے اجارہ دار تھے۔ جو چار چار پانچ پانچ دیہات کو ایک ایک پرگنہ کے سرکاری محاصل کا اجارہ مدت العمر یا چند برسون کے لیے باب عالی سے حاصل کر لیا کرتے تھے۔ جو اجارے مدت العمر کے لئے ہوتے تھے۔ وہ مقطع کہلاتے تھے اور میعادی اجارے التزامی۔ الغرض اوس وقت ترکی رعایا پر وہی تباہی وارد ہو رہی تھی جو دو ہزار برس پیشتر انہی علاقون پر رومۃ الکبریٰ کی جمہوری ریاست کے انحطاط اور خرابی کے آخری دور مین پروقونسلون (گورنرون) اور پبلیکنون (محصلون) کے ہاتھون

وارد ہوئی تھی۔

میریل صاحب اپنی کتاب تاریخ روما میں اسکی متعلق حسب ذیل تحریر کرتے ہیں: "ہر ہر قوتوں اور فصلوں کے گرد ٹھیکہ داروں کا ایک لشکر موجود رہتا تھا جو سب کو سب اپنے لیے دولت بٹورنے اور اپنے ساتھیوں کی مدد کرنے میں مصروف رہتے تھے جو پر قوتوں اور فصلوں کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے آپ کو اعلیٰ حکومت سے بالکل آزاد سمجھتے تھے۔ اور شتر بے مہار کی طرح اپنی سیہ کاریوں میں مشغول رہتے تھے۔ وہ خود کو کسی طرح مرکزی گورنمنٹ کی طرف سے باز پرس کیے جانے کا مستوجب نہیں سمجھتے تھے محاصل ارضی خراج اور تمام دیگر ٹیکسوں کے اجارے روم میں ٹھیکہ داروں کو ملے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اون اشخاص میں سے ہوتے تھے جن کو وطن میں اعلیٰ ملکی عہدوں پر فائز ہونے کے مواقع حاصل نہ ہوتے تھے۔ اور وہ اپنے اعلیٰ حکام صوبہ کی چشم پوشی اور روم کی مرکزی حکومت اور سیاست کی تباہ حالت سے دلیر ہو کر حکومت اور رعایا دونوں کو یکساں اپنی مکر وحیلوں اور دغا بازیوں سے لوٹتے رہتے تھے"

جاگیری انتظام میں بے اندازہ خرابیاں پیدا ہوں اور بد اعمالی کی غفلت یا کمزوری سے سلطنت کے کئی اہم صوبوں میں مختلف اقوام و مذاہب کی چھوٹی چھوٹی خود سر ریاستوں کے قائم ہو جانے سے بھی سلطنت عثمانیہ کی کمزوری اور بدبختی میں بے حساب اضافہ ہو گیا ہوا تھا۔ سلطان سلیمان کے عہد کے حالات میں جب کہ ترکی سلطنت کا آفتاب اقبال نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ جاگیری طریقہ کا مفصل ذکر ہو چکا ہے جس میں وہ اسباب بھی بتا دیے گئے تھے جن کی وجہ سے ترکی سلطنت میں اس طریقہ سے وہ خرابیاں پیدا نہیں ہو سکی تھیں جو زمانہ وسطی میں تقریباً تمام عیسائی سلطنتوں میں پھیل گئی ہوئی تھیں۔ زمانہ مذکور میں یورپ میں بھی یہی طریق مروج تھا۔ مگر اس کی مشین کے پرزے ایسے ڈھیلے پڑ گئے تھے کہ ہر جاگیردار بجائے خود بادشاہ بن کر اپنے آقائے نعمت کا رقیب اور اپنے علاقہ کی رعایا کے لیے وبال جان ہو گیا ہوا تھا امتداد زمانہ سے ترکی طریق جاگیرداری میں بھی آخر یہی خرابیاں پیدا ہو گئیں۔ اور اٹھارہویں صدی تک پہلا نقشہ بالکل ہی بدل گیا۔ کل ملک اور خاصکر ایشیائی مقبوضات میں ہزاروں موروثی جاگیردار موجود ہو گئے ہوئے تھے۔ وہ اپنے آپ کو عموماً دَرہ بیک (اغایان یا مالکان درہ ملک) کے خطاب سے موسوم کرتے تھے۔ اور اونکی بادشاہ سے تمرد و سرکشی و نافرمانی اور ماتحتوں پر جور و ظلم کرنے سے ملک میں وہی قبیح برائیاں اور خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں جو چند صدی پیشتر جرمنی اور فرانس میں بیرنوں اور نائٹوں کی طفیل اور ہندوستان میں انگریزی سلطنت کی ابتدا سے دور دورہ میں طوائف الملوکی کی وجہ سے برپا ہو رہی تھیں۔ یہ جاگیردار زبانی اور نام نہاد طور پر سلطان اور اوس کے گورنر کی اطاعت کو ماننے ریجھ سے تو انکار نہیں کرتے تھے۔ لیکن یہ کسی سرکاری عہدہ دار کی مجال نہ تھی کہ جاگیردار کے قلعہ میں داخل ہو کر کسی سرکاری حکم کی تعمیل کرا سکے۔ اگر کوئی افسر ایسا کرنے کی جرأت کرتا تو اوس کے ساتھ وہی سلوک ہوتا جو جرمنی کے قیصر فریڈرک ثالث کے قاصد کے ساتھ دریائے رائن کے علاقہ کے کسی جرمن بیرن کے قلعہ میں۔ یا چارلس ہفتم (شاہ فرانس) کے

ایلچی کے ساتھ فرانس کی صوبہ بہ ٹیری یا روئین مین کیا جاتا۔

بقول کریسی اوس زمانہ مین جو پیشیاک کمال بہتری وطوائف الملوکی کا زمانہ تھا جو چھوٹی چھوٹی مقامی طاقتین (جاگیردار و محصل وعہدہ دار وغیرہ وغیرہ) ایکدوسرے کے ساتھ اور مرکزی حکومت سے برسر جنگ تہین۔ اونکی نوعیت و عمر شمار کا پورا پورا بیان ناظرین کو بتانا تقریبًا ناممکن ہے۔ ایک انگریز سیاح سر جان کلم ہوس نے جو بعد مین لارڈ بروٹن ہوگیا تھا گذشتہ صدی کے خاتمہ سے چند سال بعد صوبہ البانیا کے چوچشمہ دید حالات بیان کیئے ہین وہ دوسرے صوبون کی حالت کو اندازہ کرنے کیلیے بخوبی مثال کا کام دیسکتے ہین۔ اوس کا بیان ہے کہ "البانیا مین تقریبًا ہر قسم کی طرز حکومت کا نمونہ پایا جاتا ہے بعض اضلاع اور قصبون پر ایک شخص حسے پاآلا پاشی یا کپتان کا خطاب ملا ہوتا ہے حکمران ہے۔ بعض جگہ قوم کے بڑے حکمران ہین۔ اور کئی مقامات ہین باشندے کیسی کی ماتحت نہین ہین۔ ہر ایک آدمی اپنے خاندان کا بادشاہ ہے بعض جگہ کسیطرح کی حکومت نہین۔ اور اگرچہ وہان بظاہر کوئی بدنظمی نظر نہین آتی مگر یہہ حق الامر ہے کہ وہان کوئی حکمران موجود نہین ہماری سیاحت کے وقت آرگیر وکستروکے قصبۂ عظیم مین یہی کیفیت تھی۔ اکثر حصص مین آغا یا بک اپنے اپنے علاقہ کے خودمختار حکمران ہین۔ باب عالی کی جس نے عثمانیہ عظمت کے زمانہ مین ملک کو متعدد چھوٹے چھوٹے صوبون اور ضلعون مین منقسم کیا تہا بہت کم پروا کیجاتی ہے اور اوس نے صوبون کی جو حدود مقرر کی تہین۔ وہ نسیًا منسیًا ہوگئی اور راوان مین گربڑ پڑ گئی ہوئی ہے۔"

قسطنطنیہ مین مرکزی حکومت کا جو کچھ شائبہ موجود تھا اوس مین بدستور فوجی اور ملکی معاملات مین وزیر اعظم سلطان کا اعلےٰ مشیر اور افسر۔ اور مفتی علماء کے اعلیٰ افسر کی حیثیت سے سلطان کے بعد[1] جو بحیثیت خلیفہ تمام سنی مسلمانون کا مذہبی مقتدا اور سردار تہا اور ہے" اعلےٰ ترین مذہبی افسر تھا۔ وزیر اعظم کے ماتحت قائمقام یعنی نائب صدر اعظم کے علاوہ تاپہ بک ایک افسر ہوتا تھا جو داخلیہ وغیرہ فوجی صیغون کا نگران ہوتا تھا صیغہ خارجیہ رئیس آفندی کی تحویل مین ہوتا تھا۔ چاؤش باشی وزیر اعظم کی عدالت کا نائب میر مجلس و پایۂ تخت کی پولیس کے اعلےٰ افسر کا خطاب تہا۔ دربار کا اعلےٰ مارشل بھی یہی عہدہ دار ہوا کرتا تھا۔ ہر ایک صیغہ کیلیئے متعدد منشاجی (سکرٹری) ہوتے تھے صیغہ مال مین کئی دفتردار یعنی محاسب مقرر تھے۔ انکے علاوہ گورنمنٹ کے مختلف صیغون اور شاہی دربار مین ایشیائی شاہی درباروں کیطرح ہزارون چھوٹے بڑے اور عہدے تھے جن کی تعداد زوال پذیر سلطنتون مین زوال کے ساتھ ساتھ عمومًا بڑہتی چلی جاتی ہے کیونکہ زوال عمومًا بادشاہون کے عیش وعشرت مین پڑجانے سے شروع ہوجاتا ہے اور اسی عیش وعشرت کیوجہ سے نئے نئے سامانون اور نئے رنگ کے آدمیون اور مصاحبون کا جھمگٹا بڑہتا جاتا ہے۔

اب عموماً دیوان[2] تیسری چہے ہفتون مین ایک دفعہ سے زیادہ منعقد نہین ہوا کرتا تھا۔ البتہ صدر اعظم کے معمولی دیکہ

[1] یہ الفاظ سر ایڈورڈ کریسی کے ہین۔ دیکھو انکی تاریخ صفحہ ۱۵۳۔ مؤلف [2] سلطنت کی اعلےٰ مجلس مشورے کا نام

اجلاس اکثر ہوتا رہتا تھا یہ دیوان مجلس عدالت کا بھی کام دیا کرتا تھا۔ اور اوس مین وزیر کے علاوہ قپودان پاشا۔ دو قاضی عسکر اور نشانجی و دفتر دار شامل ہوتے تھے۔ اہم معاملات پر غور کرنے کے لیئے بڑی کونسل طلب کیجاتی تھی۔ اسمین تقریباً جالیس ممبر ہوتے سلطنت کی تمام طبقون کے اعلیٰ افسر اور مقتدا شامل ہوتے تھے اشد ضرورت کے وقت جب کہ کسی اہم ترین معاملہ کا فیصلہ کرنا ہو تو دیوان ایستادہ منعقد کیا جاتا تھا۔ اور اوس مین ارکان دیوان بیٹھنے کے بغیر کھڑے ہو کر معاملہ زیر بحث پر غور و فکر اور مباحثہ کرتے تھے۔

علماء اور بالخصوص مفتی یعنے شیخ الاسلام کی طاقت بہ نسبت سابق بہت بڑہ گئی تھی اور ابھی بڑہتی چلی جا رہی تھی۔ یہی کیفیت املاک اوقاف کی تھی جن کی مقدار بہت بڑہ گئی ہوئی تھی۔ سلطنت کا املاک ارضی و عمارتی کے حصہ کثیر کو وقف ہو جانے دینا اغراض مملکت اور خزانہ شاہی کے لیئے گو بلاشبہ مستحسن امر نہ تہا۔ مگر مالکان جائداد یہ کارروائی عموماً ان خرابیون سے کسیقدر بچے رہنے کے لیئے جو کمال بدانتظامی کی حالت مین ٹرکی کے مالکانِ املاک پر وارد ہوتی تہین کرتے تہے اور نہ فقط شخصی جائدادین بلکہ سالم ضلع کے ضلع اور شہر کے شہر مساجد اور دیگر مذہبی کامون (خانقاہ و مدارس وغیرہ وغیرہ) کے ملکات مین داخل ہو گئے ہوئے تھے۔ اور اون کے متصرف و قابض حسب شرائط وقف لگان یا کرایہ دیتے سے جو بالعموم خفیف ہوتا تھا۔ بلا فکر قابض و دخیل رہتے چلے جاتے تھے۔ اور شاہی حکومت کے ٹکسون اور مقامی حکام کی دستبرد دونون سے محفوظ رہتے تھے۔ یہی مراعات اون اضلاع کے باشندون کو حاصل تہین۔ جو والدہ سلطان اور دیگر بڑے بڑے اشخاص کی خاص ملکیت تھے۔ انکے علاوہ بہت سے ایسے پرگنے بھی تھے۔ جہانکی عیسائی رعایا قدیم رواج یا شاہی سند کے رو سے فاتح قوم کی مداخلت سے بالکل مصئون تھی۔ اور جہان ہر ایک ترک کو رہائش اختیار کرنے کی قطعی ممانعت تھی اوس زمانہ مین جو تھوڑی سی بہت تجارتی رونق اور دولت ٹرکی مین پائی جاتی تھی۔ وہ ایسی ہی رعایتی علاقون کی موجودگی اور اوس خاص استحقاق کی وجہ سے تہی جو غیر ملک کی رعایا کو اپنے ہی ملک کی قوانین اور قونصلون کی ماتحت رہنے کا حاصل تہا۔ مزید برآن کبہی کبہی کوئی منصف مزاج اور قابل شخص بھی گورنری پر مامور ہو جاتے تھے۔ اور وہ کئی خرابیون کا حتے الوسع انسداد کر دیتے تھے۔ اور کبہی کبہی ایسے جابر شخص گورنر ہو جاتے تھے جو اپنے سوا کسی اور فرد کو اپنے علاقہ مین کسیطرح کی زیادتی نہ کرنے دیتے تھے۔ اور خطاکار کو عبرتبخش سزا دیا کرتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص خواہ کیسا ہی ظالم اور کیسا ہی تنقلب

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲)۔ دیوان تہا جس مین سلطان کی عدم موجودگی مین صدر اعظم میر مجلس ہوتا تہا۔ دیگر وزراء اور قاضی عسکر میر مجلس کے داہنے ہاتھ اور دفتر دار و نشانجی بائین ہاتھ نشست کرتے تھے۔ اور تسکرجی جن کے ذمہ ہر محکمہ کے حالات عرض کرنے کا کام سپرد ہوتا تھا۔ صدر اعظم کے سامنے کھڑے ہوتے تہے۔ رئیس آفندی۔ اعلیٰ حاجب اور اعلیٰ منشی کے علاوہ دربار کے کبھی اور اہلکار بھی دیوان مین شریک ہوتے تہے۔ وزیر اعظم بشرط ضرورت اپنے محل مین بہی دیوان کا اجلاس کر سکتا تہا۔ اور مہر سلطانی ہمیشہ اوسکی تحویل مین رہتی تھی۔ مؤلف ؎

ہو۔ رعایا کو اوس سے اسقدر تکلیف اور سختی نہین پہنچ سکتی جیسی کہ ہزارون کے ظلم و ستم سے۔ خواہ وہ کیسی ہی تھوڑی تھوڑی سی مقدار مین کیون نہ کیا جائے۔

ان معاملات کو چھوڑ کر جب سلطنت کے اوس شعبہ کی طرف توجہ کی جائے جس سے اندرونی باغیون یا اجنبی حملہ آورون کے مقابلہ پر سلطان کی حکومت قایم رکھی جاسکتی تھی تو اُسے ایسی ابتر حالت مین پایا جائے گا کہ اوسے دیکھکر اس بات پر تعجب نہین ہوگا کہ عیسائی طاقتین کسطرح ٹرکی پر فتوحات حاصل کر رہی تھین۔ بلکہ اس بات پر کہ روسی و آسٹروی ابتک اوس کا قطعی قلع قمع کرنے مین کیون کامیاب نہ ہوئے۔

انگریز مؤرخ تھارنٹن اپنی تاریخ مین جو سنہ ۱۸۰۷ء مین شایع کی گئی تھی ٹرکی افواج کی دو بڑی اقسام تحریر کرتا ہے ایک تنخواہ دار تھی جسے کاپو قلی (غلامانِ بابعالی) پکارا جاتا تھا۔ اور دوسری بلا تنخواہ جو طوپراقلی کہلاتی تھی۔ تنخواہ دار فوج مین سب سے زبردست اور کثیر التعداد ینگچریون کا دستہ تھا۔ اس فوج کے قیام و عروج و سرکشی کے حالات پہلے مفصل بیان ہوچکے ہین کہ کسطرح دوم عثمانیہ سلطان ارخان کے عہد مین وزیر علاؤالدین اور قرا خلیل جندرلی کی صلاح سے یہ قایم کیا گیا پھر سلطان محمد فاتح اور سلطان سلیمان صاحبقران کے عہد مین اونکی تعداد و باقاعدہ نظام اور طاقت مین کیا اضافہ ہوا۔ بعد ازان اون مین کسطرح خود سری کی بُری عادت راسخ ہوتی چلی گئی۔ آیندہ عیسائی لڑکون کا حسب دستور قدیم اس فوج مین بھرتی کیے جانے کا طریقہ بتدریج ترک اور معطل ہوگیا۔ اور مسلمان بھی اس مین بھرتی ہونے لگ گئے۔ اور کسطرح اوس کی تعداد بے اندازہ بڑھتی گئی۔ اور پھر ینگچریون کے مختلف پیشے اختیار کر لینے سے کسطرح اس فوج کی جنگی طاقت اور قابلیت مین کمی ہوگئی تھی۔ اٹھارہوین صدی کے خاتمہ پر ینگچری فوج کے رجسٹر مین ڈیڑہ لاکھ نام درج تھے۔ جو سلطنت کے مختلف شہرون مین رہائش پذیر تھے۔ اور وہان فوجی اکڑ اور حکومت کی وجہ سے کسیکی کچھ حقیقت نہین سمجھتے تھے۔ اور جہان ساتھ ہی وہ فوجی کامون کو چھوڑ کر مختلف پیشون مین مصروف تھے۔ ڈیڑہ لاکھ کی تعداد کچھ کم نہین۔ مگر اکثر لوگ اون مراعات کے باعث جو ینگچریون کو حاصل تہین۔ بدنیتی سے اپنا نام درج رجسٹر کرا دیتے تھے۔ اور سپاہیانہ قابلیت پیدا کرنے کا کبھی نام تک نہین لیتے تھے۔ پس لڑائی کی وقت اوسیقدر آدمیون کے جو درج رجسٹر تھے حاضر ہو جانے کی کبھی توقع نہین ہوسکتی تھی۔ خود ینگچری سپاہی کتنے ناقابل اور بالکل نکمے اشخاص کو نام طرح طرح کی دھوکہ بازیون سے رجسٹر مین درج کرا دیتے تھے۔ اور افسرون کی ایمائی سب سے گوے سبقت لیگئی ہوئی تھی ہزارون ایسے شخص رجسٹرون مین درج ہوتے تھے جو برسون کو مر چکے ہوتے تھے۔ اور اونکی تنخواہین افسر خود ہضم کرتے رہتے تھے۔ تاہم ینگچریون کا ایسا ضبط جتھا ملک مین موجود ہوگیا ہوا تھا جسے بحالت امن یا صلح بہت ہی بڑی قوت اور اہمیت حاصل تھی۔ وہ بڑے متعصب مسلمان تھے۔ اور چونکہ اونہین علم تہا کہ سلاطین اس فوج کو بنظر اشتباہ دیکھتے ہین۔ وہ اپنی طرف سے خوب ہشیار رہتے تھے۔ اور نظام ملک مین اگر ذرہ سی اصلاح بھی کیجاتی تھی تو اُسے نفرت اور شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ اگر رعایا پر سختی کرنے یا بالا دست حکام اور حکومت کے برخلاف جب دل چاہا بغاوت کر دینے کے جو استحقاق

اونہون نے خود ہی اپنے لیے قایم کر لیے ہوئے تھے۔ اگر اون مین حقیقت سپاہیانہ اور دست اندازی ہوتی اون کو شبہہ ہو جاتا تو وہ سب متفق ہو کر بر سر فساد ہو جاتے۔

ینگچریون کے علاوہ تنخواہ دار فوج مین ایک دستہ توپچیون کا تھا۔ اونکی تعداد تیس ہزار درج رجسٹر تھی۔ وہ بھی ینگچریون کیطرح سلطنت کے بڑے بڑے شہرون مین پھیلے ہوئے تھے۔ اور اس بات کے پابند تھے کہ حکم ملتے ہی اپنی اپنی پلٹنون کے جھنڈے تلے جمع ہو جائین۔ قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل کے شاہی محلات کو باغبان برابر پہلے کیطرح مسلح رکھے جاتے تھے اور اونکی جمعیت کو بھی کم نہین ہونے دیا جاتا تھا۔ یہ پہلے کیطرح سے سلطان کے باڈی گارڈ (ذاتی محافظین) کا کام دیتے تھے۔ ان پہلے دستون کے علاوہ باقاعدہ فوج پیدل کے اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے دستے تھے سپاہیون اور سلحدارون کے پرانے رسالے بھی بدستور قایم تھے۔ مگر اون کی تعداد اور قابلیت مین بہت کمی ہو گئی ہوئی تھی۔ بے قاعدہ فوج یعنے طوبراقلی مین زیادہ اون جاگیردارون کے دستے ہوتے تھے جن کو بہم پہنچانیکا تیمارات اور زعامتون کے قابضون نے ذمہ لیا ہوا تھا۔ مگر جاگیری طریقہ کی متذکرہ صدر خرابیون کی وجہ سے ان دستون کی جمعیت کی نسبت یقین کے ساتھ نہین کہا جا سکتا تھا کہ وہ اسقدر ہو گی۔ اس کے علاوہ اونمین فوجی قابلیت تقریباً ناپید ہو گئی ہوئی تھی۔ اور اون مین سے جو میدان جنگ مین پہنچ گئے ہون اونپر بھی یہ بھروسہ نہین ہو سکتا تھا کہ وہ محاربہ کے خاتمہ تک موجود رہینگے۔ بھاگ نہین جائینگے۔

ان قسمون کے علاوہ ایک اور قسم تھی جس کا نام سیری عسکری تھا۔ یہ لوگ عین لڑائی کے موقعہ پہ بھرتی کیے جاتے تھے۔ اور جب تک میدان جنگ مین رہین تنخواہ پایا کرتے تھے۔ جب کبھی ترکی شہر کا محاصرہ ہو جاتا تھا تو دوران محاصرہ مین کام دینے کے لیے بطور قومی محافظین تمام مسلمان مردون کو مسلح کر دیا جاتا تھا۔ (یہ لوگ یرلی نفرات کہلاتے تھے۔ ان کے علاوہ) جو دیگر بیقاعدہ مجاہدین ترکی فوج مین شریک ہو جایا کرتے تھے۔ اونہین دہ جنداللہ کہا جاتا تھا۔

متذکرہ بالا سلطانی افواج باقاعدہ و بیقاعدہ کے علاوہ ہر صوبہ مین ایک علیحدہ علیحدہ فوجی دستہ بھی ہوتا تھا۔ اون کو سپاہی صراط قلی کہلاتے تھے۔ اور اون کو صوبون کے پاشا خود بھرتی کرتے اور اپنے پاس سے تنخواہ دیتے تھے۔ اون کو ہر وقت حاضر باش نہ رہنا پڑتا بلکہ لڑائی کے وقت یا جب لشکر صوبہ مذکور سے گذر رہا ہو طلب کیے جاتے تھے۔ اونکی تین قسمین تھین۔ ایک آذاب یا پاونیر جن کا کام سڑکون کو صاف کرنا تھا۔ دوسرے لاگون جی یعنی سرنگ باز اور تیسرے حصارلی جو توپخانہ کے کام مین توپچیون کو مدد دیا کرتے تھے۔

بعض اوقات اور بالخصوص محاربہ کے آغاز مین ان اقسام مین سے کثیر التعداد فوجین عثمانیہ جھنڈون کے تلے جمع ہو جایا کرتی تھین۔ جنگ کے شروع ہونے پر باب عالی تین لاکھ سپاہی میدان جنگ کو بھیج سکتا تھا۔ اور اگر لڑائی مین فتح و نصرت حاصل ہو تو پھر مجاہدین اور رنگروٹون کی کوئی کمی نہین رہ جاتی۔ مگر اس جم غفیر کا بڑا حصہ محض بیقاعدہ سپاہی ہوتے تھے۔ جو فوجی نظام اور تجربہ سے بالکل ناآشنا ہوتے تھے۔ اور سرکاری طور پر بھی چند مہینون سے زیادہ عرصہ کیلیے

شاذ و نادر ہی بھرتی کیئے جاتے تھے چنانچہ فوج کو پہلی شکست ہوتے ہی وہ ہزاروں کی تعداد میں کمپ سے بھاگ جاتے اور راستہ میں دوست دشمن اور عیسائی مسلمان دونوں کے دیہات کو یکسان لوٹتے کھسوٹتے گہروں کو واپس چلے جاتے۔ البتہ مورچوں اور فصیلوں کے پیچھے اور بالعموم محصورہ علاقہ کی بکھری ہوئی لڑائیوں میں غیر قواعد دان ترک کی بھی طبعی شجاعت اپنا جوہر دکھا جاتی تلوار کا استعمال اون کو بچپن سے سکھایا جاتا تھا جو ایسی موقعہ پر دشمن کے مقابلہ پر اونہیں خوب کام دیتا۔ ترکی سواروں کی شجاعت بھی کچھ کم قابل تعریف نہ تھی۔ وہ ایسی خطرناک زمین سے جس پر سے گذرنے کی دنیا میں شاید ہی کوئی اور فوج سواروں کی کبھی جرأت کرے گذر کر دشمن پر کمال تیزی سے حملہ کر دیتی تھے۔ اور اگر اوس وقت غنیم اون کی حملہ کو روکنے کیلیئے تیار نہ ہوا یا اوس کے پاؤن لڑکھڑا گئے ہوں تو اوسکی تباہی میں کوئی شک نہیں رہ جاتا تہا۔ مگر اس طبعی شجاعت اور تہور کے باوجود یوروپین افواج کے باقاعدہ نظام اور ماہرانہ نقل وحرکت کے مقابلہ پر ترکی فوج جیسا کہ نپولین اعظم نے ایکدفعہ کہا تھا خود سر بلوائیوں کا ایک غیر منظم مجمع معلوم ہوتی تھی۔ دو جرنیل افواج مگر سلیم القیوم کا اس خرابی کی کنہ صاف صاف بتا رہے ہیں۔ ایک یہ کہ سپاہیوں کے پاس ایک ہی جیسے ہتھیار نہ ہوتے تھے۔ اور دوم وہ فوجی قواعد کے نام ونشان سے بھی ناواقف ہوا کرتے تھے۔ فوج پیدل یا کیولری کسی کیلیئے کوئی قاعدہ نہ تھا کہ نہیں فلان ہتھیار استعمال کیا جائے نہ ان فوجوں کو کمپنیوں اور پلٹنوں میں منقسم کر کے کبھی قواعد سکھائی جاتی تھی اور وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کمپنی یا پلٹن کو کسطرح میدان جنگ پر ایک ساتھ رخ بدلنا چاہیئے۔ ہر ایک سپاہی اپنی حسب پسند ہتھیار رکھتا تھا۔ اور لڑائی شروع ہونے پر ہر ایک جسطرح سے چاہتا تھا۔ لڑائی کرتا تھا۔ چنانچہ فرنچ جرنیل بوآنبہ سنت کے ترکی سپاہیوں کی نسبت یہ رائے تحریر کرتا ہے۔

"وہاں نہیں کوئی نظام۔ باقاعدگی یا ثبات موجود نہ تھا۔ وہ پلٹنوں میں صف آراء ہو کر کوچ کرنا تک نہیں جانتے تھے۔ اور بے ترتیب ٹولیوں میں آگے بڑھ کر وحشیانہ تہوّر اور تیزی کے ساتھ یکبارگی غنیم پر ٹوٹ پڑتے تھے"

ترکی افواج میں قدیم سے یہ قاعدہ مروج تہا کہ سپاہیوں کو غنیم کی سپاہیوں کے سر کاٹ کر سر عسکر کے خیمے کے سامنے لانے پر انعام ملا کرتا تھا۔ فی سر ایک خاص رقم مقرر تھی۔ جس سے سپاہی کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ جہانتک ہو سکے مقتول اعداء کے زیادہ سر کاٹے۔

چنانچہ ترکی سپاہیوں کے ایک دوسرے سے جدا ہو جانے اور ایکدوسرے کی مدد کی پروا نہ کرنے کا لڑائی میں ایک بہت بڑا باعث یہ وحشیانہ رسم بھی تھی کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ لڑائی کے ابتدائی مرحلہ میں ترکوں کو غنیم پر غلبہ حاصل ہو گیا مگر سپاہی غنیم کا تعاقب کرنے اور اپنے غلبہ کو قایم رکھنے کی بجائے مقتولین کے سر کاٹنے اور جمع کرنے کیلئے ادہر اودہر بکھر گئے جس سے دشمن کو سنبھلنے کا موقعہ ملگیا اور اوسنے حملہ کر کے شکست کو فتح سے بدلدیا۔

بحری فوج کی حالت غازی حسن اور اوس کے جانشین قپودان پاشاؤں کے جد وجہد کے باوجود ردّی تھی

بھی ابتر ہو رہی تھی ۔

الغرض سلطنت کے ہر شعبہ کی حالت ایسی ناگفتہ بہ تھی کہ اگر یہہ کہا جائے کہ گذشتہ صدی کے خاتمہ کے قریب یعنی آج سے ایک سو برس پہلے سلطنت عثمانیہ کمال انحطاط کے درجہ پر پہونچ گئی تھی تو اس مین ذرہ بھر مبالغہ نہین ہوگا مگر سلطان سلیم مرحوم کی اصلاحات سے ترکی تاریخ کا نیا دور شروع ہو گیا ۔ یہ بالکل درست ہے کہ اوس وقت سے بعد بھی ٹرکی کو کئی سخت زکین اوٹھانی پڑی ہین ۔ اوس مین بیشمار انقلابات ہو چکے ہین ۔ بلکہ ابھی تک ہو رہے ہین اور اوس کے قبضہ سے کئی زرخیز صوبے اور نکل گئے ہین ۔ اور اوس کی کئی فوجین اور بیڑے تباہ ہو چکے ہین مگر ان سب باتون کے باوجود اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ اوس وقت سے ٹرکی کے فرمانرواؤن اور اوس کے مدبرون مین ایک نئی روح سرایت کر گئی ہوئی ہے ۔ اوس کا عمل اگرچہ کئی دفعہ رک گیا ہے مگر وہ معدوم کبھی نہین ہوئی ۔ اور اوس نے گویا ٹرکی کا آخر انجام کچھ ہی ہو پچھلی صدی کے مورخین و ولنی وغیرہ کی ان پیشینگوئیان کو جن کے عنقریب پورا ہو جانے کا وہ باصرار دعوے کرتے تھے ۔ بالکل جھٹلا دیا ہے ۔ ولنی کے الفاظ حسب ذیل تھے :-

"یہ سلطان رعایا کی جہالت سے متاثر ہو کر اوسی کیسا جاہل رہیگا ۔ اور اپنے محل مین بند ہو کر گلستان پڑھتا رہیگا عورتین اور خواجہ سرا بدستور سرکاری عہدون اور منصبون پر اپنے منظور نظر اور لواحقون وغیرہ کو مقرر کرتے اور گورنریان علانیہ فروخت کرتے رہین گے ۔ پاشا بدستور رعایا کو لوٹتے کھسوٹتے اور صوبون کو تلاش محض بناتے رہین گے ۔ دیوان اپنے اوسی تکبر تعصب اور جہالت مین غرق رہیگا ۔ رعایا اسی طرح تعصب اور مذہبی جھگڑے مشتعل ہوتی رہے گی ۔ اور جرنیل بدستور نالایقی اور ناقابلیت کے ساتھ محاربات کرتے اور شکستین اوٹھاتے رہین گے حتی کہ اس سلطنت کی بے ڈول اور متضاد عناصر سے بنی ہوئی عمارت بیخ و بن سے ہل جائے گی ۔ اوس کا مرکز ثقل قائم نہین رہیگا ۔ وہ اژدہار دہم زمین پر آرہیگی اور کل دنیا اس جدید عظیم الشان کھنڈر کو دیکھکر ششدر رہجائیگی"

سر کریسی اسپر ریمارک کرتے ہین کہ ۱۶۲۲ء مین سر طامس رو نے بھی ایسی ہی پیشینگوئی کی تھی ۔ اور ہمارے زمانہ کے کئی جنونی بھی یہی پیشینگوئیان کرتے رہتے ہین ۔ مگر جس طرح روکا قیاس پونے تین سو برس کے عرصہ مین اور ولنی کا قیاس ایک سو برس کے اندر بھی پورا نہین اترا اسیطرح زمانہ حال کے سودائیون کی بکواس کا حشر ہو گا ۔ یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جن اشخاص کے جلد مر جانیکا سب کو یقین ہوتا ہے وہ عمر اً بہت دیر تک زندہ رہتے ہین یہی کیفیت بسا اوقات اون سلطنتون کی ہوتی ہے جن کی نسبت ایسی ہی اندیشے ظاہر کیے جاتے ہون ۔ خاصکر ایسی صورت مین جبکہ یہہ اندیشے اون کو متنبہ کر کے باخبر اور ہوشیار بنا دین ۔ اور خدا کا شکر ہے کہ ان اندیشون ۔ دشمنون کی چالون اور گذشتہ واقعات نے ہمارے موجودہ خلیفۃ المسلمین کو بائیس برسون سے جن کی ذات والا نہاد سے تخت خلافت رونق حاصل

کر رہا ہے۔ یہ خوبی ہوشیار اور متنبہ کر دیا ہوا ہے۔ اور وہ ان خطرات کو مقابلہ کرنیکے ہر طرح سے تیار ہو گئے ہوئے ہین اور برابر تیار رہتے ہین۔

باب (۱۲) دوازدہم

سلیم کی اصلاحات۔ افواج جدید۔ نپولین کی فوجکشی مصر پر۔ ٹرکی اور فرانس مین جنگ۔ روس اور انگلستان سے اتحاد۔ شام و عکہ کی حفاظت فرنچ افواج کی واپسی مصر سے۔ یوروپین دول کی مصالحت عامہ۔ سرویا مین مشکلات کی ابتداء۔ خود سر جاگیردار۔ قراجارج۔ روس و انگلستان سے جنگ۔ انگلستان کے نقصانات۔ روس سے التوائے جنگ۔ سلیم ثالث کا عزل۔ مصطفے چہارم کی تخت نشینی۔ بیرقدار کا مصطفے کو معزول کرنا۔ سلطان محمود ثانی کی تخت نشینی۔ بیرقدار کی شہادت۔ ینگچریون کی ظفریابی اور بظاہر اصلاحات کا خاتمہ۔ روس سے محاربہ کا پھر شروع ہونا۔ اور معاہدہ بخارسٹ۔

معاہدہ جاسی سے روسی محاربہ سے فرصت پاجانے اور زار ینہ کیتھرائن کے عہد نامہ مذکور سے بعد جلد فوت ہو جانے سے عنقریب ہی پھر روس سے لڑائی چھڑ جانے کا اندیشہ نہ رہ جانے سے سلیم کو اندرونی اصلاح کے مشکل اور ضروری کیلیے فرصت ملگئی اور وہ پوری ہمت سے اس کٹھن فرض کے سر انجام مین مصروف ہو گیا۔ اوس نے لیڈ کے شہر جینا مین کیلیے جنہون نے سلطنت کا شیرازہ پراگندہ کر رکھا تھا۔ اوس نے لقریبًا ہر ایک محکمہ کی نمایان فوجی خدمات کیمیٹر آر سپرد کیئے۔ جاگیری انتظام کی قباحتون کو دفعیہ کیلیے اوس نے یہ انتظام ہ بحری فوج کو یوروپین طریقہ پر (باقی دوسرے صفحہ پر)

تجویز کو اس طرح عمل مین لایا جائے کہ جو جاگیردار مرجائے، اوس کی زعامت یا تیمار ضبط کر لیجائے اور آئندہ اوسکی آمدنی سرکاری خزانہ مین داخل ہو کر جدید فوج کے قیام پر صرف کیجائے۔ صوبجات کے حسن انتظام کے لیے پاشاؤن کے اقتدار کو کم کرنے کی تجویز کر کے یہ ارادہ کیا گیا کہ آئندہ پاشا ایک سال کی بجائے تین برسون کے لیے مقرر ہوا کرین اور اگر اوس عرصہ مین گورنر نے اپنی حسن انتظام سے رعایا کو خوش رکھا ہو تو میعاد کے ختم ہونے پر اوسے دوسرے تین برسون کے لیے بھی اپنے عہدہ پر بحال رکھا جائے۔ اس کے ساتھ ہی محاصل کی وصول کے طریقہ مین یہ اصلاح سوچی گئی کہ اجارون کا دیا جانا تا بحقلم موقوف کر دیا جائے اور سرکاری ٹیکس صیغہ مال کے اہلکار براہ راست خود وصول کیا کرین۔ سنٹرل گورنمنٹ یعنی صدر حکومت مین بھی کئی اصلاحات تجویز کیگئین یعنی وزیر اعظم کے اختیارات محدود کر دیے جائین آئندہ وہ تمام اہم معاملات پر دیوان سے مشورہ کر لیا کرے۔ بدستور سابق باختیار خود ایسے معاملات کا تصفیہ نہ کر دیا کرے۔ دیوان مین بارہ اعلیٰ وزرا سلطنت شامل ہون جن مین سے ایک وزیر کا خاص کام یہ ہو کہ وہ اون محاصل کی وصولی کی نگرانی کیا کرے جن سے نئی فوج قایم کرنے کی تجویز کیگئی ہے۔ سرکاری صیغون کی ان اصلاحون کے علاوہ سلیم نے اپنی رعیت کی ہر طبقہ مین تعلیم اور شایستگی کو رواج دینے مین بھی اپنی طرف سے سعی و کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ چھاپہ کے کام کو جو احمد ثالث کے عہد مین پہلے پہل ٹرکی مین رائج ہوا تھا پھر تازہ کر کے اوسے رونق دیگئی۔ اور سلطان کے حکم سے مشہور ریاضی دان عبد الرحمن آفندی کی نگرانی مین فن حرب اور قلعہ بندی کے متعلق بیشمار کتابین فرانسیسی سے ترکی مین ترجمہ کیگئین۔ کل ممالک محروسہ مین جا بجا سلیم کی خاص زیر حمایت اکثر مدرسے بھی قایم ہو گئے۔ سلطان کی اس فیاضی اور علمی سرپرستی سے زیادہ تر فایدہ یونانی رعایا نے اوٹھایا۔ اس قوم نے بیشمار نئے مدرسے قایم کر لیے اور اوس کی پرانے مدرسون مین بھی نئی روح پڑ گئی۔

سلیم ایسا وسیع خیال اور علم دوست تھا کہ چند برسون کے بعد جب اوسے معلوم ہوا کہ یونانیون کی وہ جماعت جو کئی برسون سے روس وغیرہ کے اغوا اور نیز تقاضائے فطرت انسانی سے انقلاب کی کوشش کر رہی تھی۔ اس علمی تحریک سے اپنے ابناء ملک مین ترکون کے برخلاف آزادی کا جوش اور شوق پھیلانے کا کام لے رہی ہے تو اس نیکدل فرمانروا نے یونانی مدارس اور چھاپہ خانون کو بند کر دینے کی بجائے سرکاری خرچ سے اپنے دار الخلافہ مین ایک یونانی مطبع قایم کر دیا اور دار الخلافہ کے یونانی پادریون سے ترکی گورنمنٹ کی حمایت مین کتابین لکھوا کر شایع کرنی شروع کر دین۔ اور اس طریق سے [illegible] الفان گورنمنٹ کی زہریلی سازشون اور کوششون کے اثر کو روکنے کی کوشش کی۔ ۱۸۹۷ء مین اسیطرح کی بدظنی گورنمنٹ انگلشیہ کو ہندوستان کے دیسی مطابع اور اخبارات کی نسبت ہو گئی تھی۔ مگر واقعات مابعد نے ثابت کر دیا کہ یونانی رعایا کی طرف سے ترکی گورنمنٹ کی بدظنی صدی گذشتہ کے اخیر مین جیسی کہ درست اور معقول بنا پر مبنی تھی۔ ویسی ہی گورنمنٹ انگلشیہ کی بے اعتباری محض وہمی اور مفروضہ [illegible] مدارس کے لیے کوئی وجہ موجود نہ تھی۔ باوجود اس نتایج غلط کے

ایک گورنمنٹ نے جسے اس زمانہ مین بھی نیم وحشی ہونیکا خطاب دیا جاتا ہے پورے ایک سو برس ہوئے اون تدارک سے احتراز کیا جس کو موجودہ صدی کے اخیر پر ایک ایسی گورنمنٹ جسپر دنیا بھر مین مہذب ترین گورنمنٹ ہونیکا دعویٰ ہے۔ اور اس کا یہ دعوے کئی باتون مین غلط بھی نہین۔ کمال لاپروائی سے عمل مین لائی۔ اور معترضین کے اعتراضات کی کچھہ پرواہ نکی۔ آخر الذکر گورنمنٹ کا یہ فعل تہذیب و شائستگی کے سطحی اصولون کے لحاظ سے گو برا اور معیوب گنا جائے لیکن ماہران علم سیاست اس کو کبھی مذموم نہین کہین گے۔ بلکہ سلطان سلیم کی اس وسیع خیالی اور فیاض منشی کو قابل اعتراض تصور کرین گے۔ آنحضرت مہذبانہ اصول یا بالفاظ دیگر نرمی سے مخالفون کی چالون کا مقابلہ کرنا چاہتا۔ اور کامیاب نہوا بیس اگر محمد اعظم حضرت گورنمنٹ انگلشیہ کی نسبے اعتباری کرتے بھی ویسے ہی مستحکم قراین ہوتے تو آمین کوئی کلام نہین کہ اگر وہ ویسی ہی نرمی سے کام لیتی تو اغراض ملکداری کیلیے اوسکی یہ نرمی اچھا اثر نہ پیدا کرتی۔ اوسپر اگر کوئی الزام وارد ہو سکتا ہے تو یہی کہ ارسنے مقبول وجہ ہونے کے بغیر اپنے دلمین کیون نسبے اعتباری کو جگہہ دی۔ گو معاملات سلطنت کچھہ ایسے نازک ہوتے ہین کہ نسبے اعتباری کیلیے موہوم سا قرینہ موجود ہونے پر بھی ہوشیار ہوجانا اور حفظ ماتقدم کرلینا کسی طرح قابل گرفت نہین ہوسکتا۔ اور غالباً سلطان سلیم ثالث اور اوسی کے ہمخیال سلاطین کے نرم سلوک کے نتائج سے ہی تجربہ حاصل کرکے موجودہ صدی کے یورپین واضعان قانون کو نہ فقط غیر قوم وغیر مذہب رعایا بلکہ اپنی ہمقوم رعیت کیلیے بھی قانون مطابع اور قانون فتنہ انگیزی کا وضع کرنا سوجھا ہے ؎

جدید افواج

سلطان سلیم نے ترکون کو سیاسی معاملات مین بہترین تعلیم دلانے کیلیے یورپین درباروں مین سفارتین مقرر کرنے اور ان سفارتون مین سفراء کے علاوہ چند نوجوان ترکون کو بھیجکر رہنے کا ارادہ کرکے مستقل سفارتون کے قیام کیلیے یورپین فرمانرواؤن کے پاس درخواست کی۔ انگلستان۔ فرانس۔ آسٹریا اور پرشیا نے تو اس درخواست کو بخوشی منظور کرلیا مگر دربار روس نے مستقل ترکی سفیر کے قیام کو منظور کرنیسے بڑی شادی کے ساتھ پہلو بچالیا۔ ناظرین کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ اور اسی قسم کی اصلاحات سلطنت کی تمدنی و ملکی بہتری و درستی کیلیے نہایت ضروری تھین اور اگر عمل مین آجاتین تو نہایت ہی مفید ثابت ہوتین لیکن سلطان سلیم اچھی طرح سے جانتا تھا کہ نہ فقط سلطنت کو بیرونی حملون سے بچانے کیلیے بلکہ اس اندرونی اصلاح کے نفاذ اور پائیداری کیلیے بھی باقاعدہ منتظم اور وفادار فوج کا ہونا لابدی ہے۔ سلطان سلیم کے سامنے روس کے زار پیٹر اعظم کی مثال موجود تھی جسنے اپنی جدید فوج سے جسکو لیفورٹ نے مغربی یورپ کی افواج کے نمونہ پر آراستہ کیا تھا۔ اندرونی خانہ جنگیون اور بیرونی

ٖ؎ فریڈیکو اس لیفور ایک قدیم سکاچ خاندان کی نسل سے تہا۔ اوس کے بڑے سکاٹلینڈ سے جاکر سوٹزرلینڈ کے شہر جینیوا مین آباد ہوگئے تہے۔ وہ کچھہ عرصہ فرنچ اور ڈچ افواج مین ملازم رہکر روس چلا گیا۔ اور وہان نمایان فوجی خدمات کین۔ زار پیٹر کو تخت پر بٹھلانے مین بھی اوس نے بڑی مدد دی تہی۔ اوس نے روس کی بری اور بحری فوج کو یورپین طریقہ پر (باقی دوسرے صفحہ پر)

دشمنوں دونوں کی کھینچی کر دی تھی۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ بیدار مغز سلیم کو جو یورپ کے مدبروں اور علامہ زمان مصنفون کے خیالات کو بڑے شوق سے دریافت کرتا رہتا تھا۔ گزشتہ صدی کے سب سے سربرآوردہ و آفکار معاملات سیاسیہ یعنے آدم سمتھ کی رائے ضرور معلوم ہوگئی ہوگی۔ اِس نامور ماہر علم تمدن و سیاست مدن کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اوس نے روس کی ترقی کے اسباب کی متعلق حسب ذیل رائے ظاہر کی تھی :-

"اس شخص کو جو اون ترقیوں اور اصلاحات پر جنہیں پیٹر اعظم نے اپنے ملک میں رائج کیا تامل اور احتیاط کے ساتھ غور کرے۔ یہ واضح ہو جائیگا۔ کہ ان سب کا اصل سبب اور موجب باقاعدہ و منتظم مستقل فوج کا قایم کیا جانا ہو"

پچھلی محاربہ میں ترکوں نے روسی فوج سے جو آدمی گرفتار کئے تھے اون میں ایک شخص پیدایشی ترک بھی تھا جو عرصہ دراز سے روسی فوج میں ملازم تھا۔ اور لفٹنٹی کے درجہ تک پہونچ گیا ہوا تھا۔ اور لایق افسر مشہور تھا۔ اسے یوسف پاشا وزیر اعظم کی فوج نے گرفتار کیا تھا۔ وزیر اعظم اوس سے اکثر ترکوں اور روسیوں کے فوجی آواب اور طریق حرب پر بڑے شوق سے گفتگو کیا کرتا۔ اور آخر اوس کی باتیں سُن کر وزیر نے اوس کو یورپین نمونہ پر ایک چھوٹا سا دستہ بنانے کی اجازت دی۔ اس دستہ میں زیادہ تر وہ لوگ شامل کیئے گئے جو نو مسلم تھے۔ وزیر اس چھوٹی سی پلٹن کی قواعد کو عموماً دیکھا کرتا۔ اور خوش ہوا کرتا تھا۔ وہ اِس کھلونے سی کچھ ایسا مانوس ہو گیا تھا کہ لڑائی کے خاتمہ پر وہ اس کمپنی کو اپنے ساتھ واپس لیگیا۔ اور قسطنطنیہ کے قریب ایک گاؤں میں اوسے مقیم کیا۔

سلطان کو جب اِس ننھی سی پلٹن کی خبر ہوئی تو اوس نے اُسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کفار کسطرح لڑتے ہیں۔ چنانچہ ایکدن اوس نے اِس نئی فوج کی قواعد کو جا کر ملاحظہ کیا۔ اور اُسے فوراً معلوم ہو گیا کہ آتشباری کے معاملہ میں یہ سپاہی ترکی فوج پر کیسی فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ اثر او سپر اون کو تیز کرنے کا ہوا۔ اون کے پاس وہی اسلحہ تھے جو عیسائی فوجیں استعمال کرتی تھیں۔ سلطان نے رائے ظاہر کی کہ ایسے ہتھیاروں اور قواعد سے عیسائی افواج کا ترکی عساکر پر فتح پاتے رہنا لازمی امر ہے۔ سلطان نے اِس کمپنی کو قایم رکھے جانے کا حکم دیا۔ اور اوس کے افسر کی جس کا نام عمر آغا رکھا گیا تھا بہت کچھ حوصلہ افزائی کی۔ اِس سلطانی سرپرستی سے عمر آغا اپنی پلٹن میں اور نو مسلمون کو بھی بھرتی کرنے کے قابل ہو گیا۔ کئی مفلس ترک بھی افلاس کی وجہ سے کفار کی قواعد سیکھنے اور اون کی اسلحہ استعمال کرنے پر رضامند ہو کر عمر آغا کی پلٹن میں داخل ہو گئے۔ معاینہ سے کچھ عرصہ بعد سلطان نے اپنے دیوان کو ینگچری فوج میں اِس نئے طریقہ کو رائج کرنے کے مسئلہ پر غور کرنیکا حکم دیا۔ مگر ینگچری یہ سنتے ہی بگڑ گئے جن کو سلطان نے دم دلاسا دیکر راضی کر لیا۔ اور سردست اِس ارادہ کو معرض التوا میں ڈالدیا لیکن عمر آغا کی کمپنی بدستور قایم رکھی گئی۔ اوس وقت یورپ کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۱) آراستہ و مرتب کیا۔ اور صنعت و حرفت اور تجارت کو بہت فروغ دلایا۔ پیٹر اوس کی بہت عزت کرتا تھا اور اوس کے بعد کل سلطنت میں یہی دوسرا مقتدر شخص تھا۔ ۱۶۵۶ء میں پیدا اور ۱۶۹۹ء میں فوت ہوا۔ مولف

تقریباً تمام تاجدار فرانس کی جمہوری رعایا سے جسکو فرنچ رعایا نے شاہی خاندان اور امراء کو بیدخل کر کے[1] ۱۷۹۲ء مین قایم کیا تھا بگڑے ہوئے اور اوس سے مشغول کارزار تھے۔ اونہون نے ٹرکی کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی بہت کوشش کی بلکہ انگلستان نے تو یہان تک وعدہ کیا کہ اگر سلطان فرانس کے برخلاف دوسری طاقتون کے ساتھ متفق ہو جائے تو وہ اوس کو روس سے مفتوحہ علاقہ واپس دلا دے گا۔ مگر سلیم اندرونی اصلاح کو سب سے مقدم اور اس کے لیئے اس فرصت کو غنیمت سمجھتا تھا۔ اوس نے دیگر یوروپین مطلق العنان بادشاہون کے جتھے مین شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح سے فرانس اور ٹرکی مین سفارتانہ تعلقات برابر قایم رہے ۱۷۹۵ء مین فرانس کی جمہوری سلطنت کی طرف سے ڈیسکارشس سابق مارکوئیس ڈی شینٹ کرائکس کی جگہ جنرل البرٹ ڈوبایٹ سفیر ہو کر قسطنطنیہ پہنچا۔ وہ چند جدید توپین معہ مکمل سامان ولوازمات نمونہ کا کام دینے کے لیئے بطور تحفہ مرغوب اپنے ساتھ لایا۔ اوس کے ہمراہ کئی فرنچ توپچی اور انجینیر بھی تھے تاکہ توپچیون کو اتالیقی کا کام دین۔ اور عثمانیہ کارخانجات اسلحہ سازی کو اہتمام مین مدد دین۔ سپاہیون (فوج سواران) اور ینگچریون (فوج پیادہ) کو یوروپین آداب حرب سکھانے کے لیئے وہ فرنچ فوج پیدل وسوار سے چند قواعد آموز سارجنٹ بھی ہمراہ لایا۔ فرنچ توپچیون کی اتالیقی تمکی گولندازون نے بڑی خوشی سے منظور کر لی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ مین ترکی توپون کی صنعت تیاری اور لوازمات مین نمایان ترقی ہو گئی۔ اور ایک چھوٹا سا دستہ سوارون کا بھی یوروپین نمونہ پر مسلح اور قائم کر لیا گیا۔ مگر نیک بخت ینگچریون نے اب بھی فرنگی فوج پیدل کے اسلحہ و قواعد کو اختیار کرنے سے قطعاً انکار کر دیا جسپر ڈوبایٹ کو سارجنٹون کو انہی اتالیقی صرف عمر آغا کی پلٹن تک محدود رکھنی پڑی۔ چند مہینون کے بعد البرٹ ڈوبایٹ فوت ہو گیا۔ اور اوس کے افسر ٹرکی سے واپس چلے گئے۔ مگر حسین قپودان پاشا نے جو نیز سلطان کیطرح نئے طریقہ کے فوائد اور اہمیت سے واقف تھا۔ معدودے چند کو اپنے ماتحت ملازم رکھ لیا اور بڑی بڑی تنخواہین دیکر اور خاص مہربانیون سے چند اور مسلمانون کو عمر آغا کی فوج مین داخل ہونے پر آمادہ کر لیا اس پلٹن کی جمعیت چھ سو تک پہنچ گئی تھی کہ ۱۷۹۸ء مین مصر پر نپولین کے حملہ آور ہونے کی خبر پہنچنے پر ٹرکی اور فرانس مین لڑائی چھڑ گئی ❊

مصر پر نپولین کی فوجکشی اور وہان کا مدبرانہ انتظام

اہالی فرانس کو جو دیگر اقوام یوروپ سے پہلے بیدار ہوئے تھے اور جن کے اکثر فرمانروا اولوالعزم اور بلند خیال گذرے ہین فلپ آگسٹس[2] در صلیبی لڑائیون کے وقت سے ہی مصر پر قابض ہونیکی تمنا چلی آئی ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اس قبضہ سے بحیرہ روم پر اونکا اقتدار قایم ہو جائے گا اور

---

[1] انقلاب عظیم مین کئی نیک دل اور محب وطن امرائے بلکہ معدودے چند شہزادے بھی رعایا کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور اپنے ملک کی طرف سے اپنے رفقاء امیرون اور شاہی خاندان اور اوس کے معاون یوروپین بادشاہون سے (باقی دوسرے صفحہ پر)

مشرق و مغرب کی تجارت اون کے ہاتھ مین آجائے گی۔

یہ تمنا ایک دفعہ پیدا ہو کر حالات زمانہ کے تقاضا سے کئی کئی صدیون تک باقی رہتی رہی ہے۔ مگر فرنچ قوم اور اوس کے حکمرانون کے دلون سے محو کبھی نہیں ہوئی۔ چنانچہ فرنچ بادشاہ لوئی نہم[1] نے جسو ولی لوئی کہا جاتا ہے جب ساتوین صلیبی لڑائی کو لیئے مشرق کیطرف رخ کیا تو سنہ ۱۲۴۸ء مین پہلے اوس نے مصر پر ہی حملہ کیا تھا۔ پانچوین صلیبی لڑائی مین بھی میدان جنگ فلسطین سے مصر کے ساحل پر منتقل کر دیا گیا تھا۔ اگر لوئی نہم اس مہم مین جسو ایک عیسائی مورخ نے اون پاگلانہ مہمون مین سے آخری مہم جنھون نے دو سو برس تک یورپ کی ہر ایک قوم کو پراگندہ خاطر بنائے رکھا تھا۔ لکھتا ہے اگر کامیاب ہو جاتا تو اسمین کوئی شبہ نہین کہ وہ مصر پر مستقل قبضہ کر کے اوسے فرانس کے ساتھ ملحق کر لیتا۔ سنہ ۱۲۷۰ء مین جب لوئی چہارم نے تالتدبیر و جنگجوئی کا عزم کیا تھا تو مشہور عیسائی عالم لیبنیز نے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے[2]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۳) سے لڑتے رہے تھے۔ ان عالی ہمتون نے نئے قانون کے مطابق امیری کا خطاب بخوشی چھوڑ کر موسیو یعنی مسٹر کا سادہ خطاب اختیار کر لیا تھا۔ کیونکہ نئی صورت کے مطابق کسی شخص کو کوئی ذاتی یا خاندانی امتیاز نہین رکھا گیا تھا سب آپس مین بھائی بھائی اور یکسان تھے جیسا کہ اخوت و مساوات و آزادی کا تقاضا ہے۔ مؤلف۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۵۳ کا سلہ۔ فلپ ثانی الملقب بہ آگسٹس اپنے باپ لوئی ہفتم کے بعد سنہ ۱۱۸۰ء مین پندرہ برس کی سن مین تخت فرانس پر بیٹھا۔ اوس کی کم سنی دیکھ کر ہنری ثانی شاہ انگلستان نے فرانس پر حملہ کیا۔ مگر فلپ نے اوسے شکست دیکر پسپا کر دیا۔ اس فتح کے بعد وہ اندرونی اصلاح اور پیرس کی درستی مین کچھ عرصہ مصروف رہا۔ اس اثنا مین اوس نے یہودیون کو کمال سنگدلی اور بیرحمی کے ساتھ اپنی ملک سے بیدخل کیا۔ یہ بڑا متعصب عیسائی تھا۔ سنہ ۱۱۹۰ء مین وہ رچرڈ اول شاہ انگلستان کے ہمراہ فتح بیت المقدس کے لیئے فلسطین کو گیا۔ اور دونون بادشاہون نے عکہ فتح کر لیا مگر یہ جلدی ہی رچرڈ کے رفیقانہ برتاو سے تنگ آکر فرانس واپس چلا گیا۔ رچرڈ کے بعد جب جان شاہ انگلستان ہوا اور اوس کے بھتیجے نے بغاوت کی تو شاہ فرانس نے باغی کی مدد کی۔ جان نے پوپ سے مدد مانگی جس سے انگریزی قوم بگڑ گئی۔ اور اوس نے فلپ کو تخت انگلستان پیش کیا۔ جس نے اپنے بیٹے لوئی کو لنڈن بھیجدیا۔ اور سنہ ۱۲۱۶ء مین تاج انگلستان اوس کے سر پر رکھا گیا۔ مگر جان کو مرتے ہی انگریز امرا نے اوس کے بیٹے ہنری ثالث کی اطاعت قبول کر لی۔ اور لوئی فرانس واپس چلا گیا۔ فلپ سنہ ۱۱۶۵ء مین پیدا ہوا سنہ ۱۲۲۳ء مین فوت ہوا۔ مؤلف۔

[1] فلپ ثانی کا پوتا اور لوئی ہشتم کا بیٹا باپ کے بعد تین سال کی حکمرانی کے بعد فوت ہونے پر سنہ ۱۲۲۶ء مین فرانس کے تخت پر بیٹھا۔ اور ہنری ثالث شاہ انگلستان کو شکست دیکر مفید شرائط پر اوس سے صلح کی۔ ایک دفعہ سخت بیمار ہو جانے پر اوس نے بشرط صحت بیت المقدس کو مسلمانون کے قبضہ سے چھڑانے کی نذر مانی۔ صحت یاب ہو گیا اور چار برس مین جنگی تیاریان مکمل کر کے سنہ ۱۲۴۸ء مین ستر ہزار فوج اور بحری بیڑا لیکر مصر پر حملہ آور ہوا۔ جہان اوس نے سنہ ۱۲۴۹ء مین دمیاط فتح کیا[بقیہ]

اوسنے ہالینڈ کی بجائے مصر پر حملہ کرنیکا مشورہ دیا تہا۔ لوئی چہاردہم کے بعد اکثر فرنچ وزراء اور مدبرین کی رائے مین جو کچھ تغیر آگیا تہا۔ اوس کا اس کتاب مین کئی دفعہ ذکر ہوچکا ہے۔ اور ناظرین کو فراموش نہ ہوا ہوگا کہ لوئی شانزدہم کے وقت ایک خاص کمیشن بلاد مشرق کو اس غرض کیلیے بہیجی گئی تہی کہ ٹرکی کے کن کن مقبوضات پر قبضہ کرلینا مفید ہوگا۔ اور اوس نے کریٹ اور مصر پر متصرف ہوجانے کی سفارش کی تہی۔

شاہی کے بعد جب جمہوری حکومت قایم ہوئی تو ڈایرکٹری مین بہی (انصرام مہام سلطنت کیلیے تین ڈایرکٹر مقرر کیے گئے تہے) اس مسئلہ پر بحث ہوئی اور ایک مشہور شخص مسمی لازوسکی موقعہ پر جاکر رائے قایم کرنے کیلیے ٹرکی بہیجا گیا۔ اوس نے رپورٹ کی کہ فرنچ گورنمنٹ کو پامالی کے اتحاد سے دست بردار ہوکر اوس کے صوبون پر جلد اوس کے ہاتہ سے نکل جارہے ہین قبضہ کرلینا چاہیے۔ اور سب سے اول بیدکارروائی مصر کے متعلق کیجائے۔ وہان سلطانی حکومت محض برائے نام ہے۔ اور ٹرکی فرنچ فوجکشی کا بالکل مقابلہ نہین کرسکے گی۔ ٹرکی چند دنون کی مہمان ہے اور فرانس کو لازم ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۴)۔ دمیاط کو فتح کرلیا۔ اور مسلمانون پر فتحین پائین۔ مگر آخر میں فوج گرفتار ہوگیا۔ چہہ لاکہ درہم دیکر وس برس کیلیے صلح کرلی۔ اور ۱۲۵۱ء مین رہائی پائی۔ اس کے بعد دو برس فلسطین مین رہکر وہ فرانس کو لوٹ آیا۔ ۱۲۷۰ء مین تیونس پر فوجکشی کی۔ مگر تیونس کے سامنے طاعون سے ہلاک ہوگیا۔ مؤلف۔

حاشیہ نمبر ۱ متعلقہ صفحہ ۲۵۵) صرف فرنسیسی ہی نہین بلکہ یورپ کی دیگر اقوام بہی جون جون اون کو ہوش آتا گیا قبضہ مصر کیلیے للچاتی رہی ہین چنانچہ آج اوسپر وہی قوم قابض ہے جو سب سے زیادہ ہوشیار اور مقبوضات بعیدہ کے حصول کے معاملہ مین سب سے زیادہ کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ فرنچ قوم کے بعد پرتگیز قوم کو توسیع سلطنت وحکومت کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس قوم کے ایک نامور بالی واسکوڈیگاما نے ہندوستان جانیکیلیے اس امید کا راستہ دریافت کیا۔ اس واقعہ سے چند برس بعد مشہور پرتگالی مدبر البوقرق کو مصر کی طرف توجہ ہوئی۔ اوس نے سوچا کہ جب تک مصر کو ہندوستان اور یورپ کے مابین درمیانی منزل کا کام دیتی ہے یورپ بحیرۂ قلزم اور دریائے نیل کیوجہ سے وسیلہ بیکار نہ کردیا جائے اوس راستہ کو جو پرتگیزون نے دریافت کیا ہے فروغ حاصل نہین ہوگا۔ اس کیلیے اوسنے یہ سوچی کہ دریائے نیل کے دہارا کو کسی طرح بدلدیا جائے کہ وہ بحیرۂ روم مین گرنے کی بجائے بحیرۂ قلزم مین گرے۔ اس طریق سے مصر تجارت کیلیے بالکل بیکار ہوجائیگا۔ مگر یہ کام اوس کی طاقت سے باہر تہا۔ مگر آخر اوس کا خیال درست ثابت ہوا۔ بحیرۂ قلزم اور دریائے نیل نے اس امید کے رستہ کو زیادہ عرصہ فروغ نہ پکڑنے دیا۔ اور آخر نپولین نے جو نہایت ہوشیار ایک فرانسیسی تہا ہمت وجوانمردی سے ہوئی۔ اس امید کے راستہ کو بالکل بیکار کردیا۔ نپولین نے لوئی چہاردہم کو ان الفاظ سے مخاطب کیا تہا کہ آقائے من تم ان کے ہالینڈیون کو اس طرح کبہی فتح نہین کرسکو گے تمام یورپ اون کا طرفدار ہوجائیگا۔ تم صرف مصر مین اون کو صدمہ پہنچا سکتے ہو۔ ہندوستان کی تجارت کا حقیقی راستہ وہین ہے جب مصر آپ نے لیلیا تو گویا ہالینڈیون کی تجارت کو چہین لیا۔ علاوہ برین بلاد مشرق مین فرانس کا اقتدار (باقی دوسرے صفحہ پر)

اس عمارت کو گرنیسے پہلے اوس کے اہم مقبوضات پر اپنا تصرف قایم کرلے تاکہ فرانس کے مخالفین کو اونپر قابو پانیکا موقعہ نہ ملے۔ ڈائرکٹری نے سابقہ رفاقت کے لحاظ سے اس رپورٹ کو نظر انداز کر دیا اور یہ معاملہ پھر ملتوی ہو گیا۔ مگر تھوڑا ہی عرصہ بعد جمہوری ریاست کے نوجوان جنرل نے اٹلی کی فتوحات سے واپس آکر اوسے دوبارہ تازہ کر دیا۔ فرنچ ڈائرکٹری اوس وقت انگلستان پر حملہ کرنے پر تلی بیٹھی تھی۔ اوس نے بوناپارٹ کو کہا کہ اگر مصر پر حملہ کیا گیا تو انگلستان کی مہم ملتوی ہو جائے گی۔ بوناپارٹ نے جواب دیا کہ سرما سے پہلے انگلستان پر حملہ کرنا ناممکن ہے۔ علاوہ برین انگلستان کو اس کی اطلاع ہو چکی ہے اور وہ خبردار ہو گیا ہوا ہے۔ برعکس اس کے چونکہ مصر پر ناگہاں حملہ کیا جائیگا۔ اور کسی کو اس عزم کی خبر نہین۔ وہان ہمین کوئی مشکل پیش نہین آئے گی۔ مین چند مہینون مین اس مہم سے فارغ ہو کر واپس آجاؤنگا۔ اور شروع سرما مین انگلستان پر حملہ کر دونگا۔ اس وقت موسم بھی اس کام کیلئے موافق ہوگا۔ اور دوسرے انگلستان نے حملہ مصر کی خبر سنکر اپنے ہندی مقبوضات کی حفاظت کیلیئے اپنے بیڑہ کا کچھ حصہ بھی ہندوستان کیطرف بھیجدیا ہوگا۔ اور اس طرح سواحل انگلستان پر اوسکی طاقت کمزور ہو گئی ہوگی۔ قبضہ مصر کے فوائد اوس نے حسب ذیل بیان کیئے۔

"یورپ اور ہندوستان کے درمیان آمد و رفت کرنیکا حقیقی رستہ مصر ہی ہے۔ اور انگلستان کو ہم اوس پر قابض ہونیسے تباہ کر سکتے ہین۔ امریکہ کے جزیرہ سان ڈومنگو کے ہمارے قبضہ سے نکلجانے کی باحسن وجوہ تلافی ہو جائیگی اس سے بحیرہ روم ہمارے تصرف مین ہو جائیگا۔ اور وہ گویا فرانسیسی جھیل بنجائے گا۔ اور اس طرح سے ہم ترکی سلطنت کو قائم رکھنے یا اوسکی تقسیم کے وقت بہترین حصہ لینے کے قابل ہو جائینگے۔ مصر پر قابض ہو جانیسے دو باتین ہمارے اختیار مین ہو جائینگی۔ خواہ مصر کو فرنچ نوآبادی اور بیگوبن بنالین۔ اور خواہ یہ کام لین کہ انگلستان کی ایشیائی مقبوضات کو فتح کرنیکے لیئے بحر قلزم مین زبردست بیڑہ بنائین۔ ہندوستان کی تجارت راس امید کے رستہ زیادہ عرصہ نہین ہوتی رہے گی۔ وہ ضرور مصر کیطرف عود کرے گی۔ شام۔ عرب اور کل افریقہ کی تجارت کی منڈی تو اس وقت بھی قاہرہ ہی ہے۔ ان سب ملک کی تجارت ہمارے ہاتھ مین آجائے گی۔ مصر بہت زرخیز ملک ہے اور ہر قسم کا اناج وہان بافراط پیدا ہوتا ہے۔ پس اوس کا قبضہ امریکہ کی فرنچ نوآبادیون کے چھن جانیکا خاصہ معاوضہ ہو جائیگا۔"

ان فوائد کے علاوہ کسی ذاتی اغراض بھی نپولین کو اس مہم کیلیئے اکسا رہی تھین۔ پیرس کی بیکاری سے وہ اکتا گیا تھا۔ پالیٹکس کیلیئے کوئی نیا میدان موجود نہ تھا۔ اوسے اپنی فوجی عزت اور ناموری کے زنگ آلود ہو جانیکا اندیشہ تھا۔ اور سب سے بڑھکر یہ وجہ تھی کہ وہ ذاتی ترقی اور مشورہ کیلیئے اسے نہایت عمدہ ذریعہ تصور کرتا تھا۔ بلاد مشرق کا خیال اٹلی مین ہی اوس کے دماغ مین پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اس ملک مین شام کو اپنے پرائیویٹ سکرٹری کے ساتھ ٹہلا کرتا ہوا اکثر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۵)۔ ہمیشہ کیلیئے قایم ہو جائے گا۔ اور کل یورپ آپ کی اس فتح پر خوشی منائین گے۔" نپولین کے حملہ سے پہلے فرنچ قونصل مینگالون نے بھی ڈائرکٹری کے پاس اسی مضمون کی متواتر عرضداشتین بھیجی تھین۔ مولف۔

یہ کہا کرتا تھا یورپ چیونٹیون کی پہاڑی ہے۔ یہان کبھی عظیم الشان سلطنتین قائم نہین ہوئین۔ نہ ایسے بڑے بڑے انقلاب وقوع پذیر ہوئے ہین۔ یہ فخر مشرق کو ہی حاصل ہی جہان ساٹھ کروڑ انسان آباد ہین۔ جو کل مذاہب کا مہد اور علوم الہیات کا مخزن ہے بڑا نام صرف مشرق (ایشیا) مین حاصل ہو سکتا ہی۔

ڈائرکٹری بالخصوص ڈائرکٹر لاری ولیبر لیپاکس نے اوسکی سخت مخالفت کی۔ اور جب بوناپارٹ کی دلیلین مؤثر نہ ثابت ہوئین تو اوس نے جوش مین آکر ڈائرکٹری کی خدمت سے مستعفی ہو جانیکا اشارہ کیا۔ لاری ولیبر نے جواب دیا مین ہرگز نہین چاہتا کہ تم استعفا دیدو۔ لیکن اگر تم اُسے پیش کرو۔ تو میری رائے مین اُسکو منظور کر لینا چاہیئے۔

اوس دن کے بعد نپولین نے پھر کبھی استعفی کا لفظ زبان پر نہ آنے دیا۔ آخر اوس کا اصرار غالب آگیا اور مصر پر فوجکشی کی اجازت دیدی گئی۔ مگر یہ راز ایسا پوشیدہ[1] رکھا گیا کہ خود نپولین کے ہمراہی افسرون اور فوج کو بھی مصر مین پہنچ جانے تک مہم کا مدعا نہ معلوم ہوا۔ کل دنیا کو یہی خیال رہا کہ انگلستان پر حملہ کرنے کیلئے یہ تیاریان ہو رہی ہین۔ بعض کی رائے تھی کہ وہ بحیرۂ اسود جانے کی تیاریان ہو رہی ہین تاکہ کریمیا ترکون کو واپس دلا دی جائے۔ چند کا خیال تھا کہ یہ مہم ٹیپو صاحب کی مدد کیلئے ہندوستان کو جا رہی ہے بعد و دی چند نے قیاس ظاہر کیا کہ یہ مہم خاکنائے سویز مین نہر تیار کرنے کیلئے یا خاکنائے کے ایک سرے پر اُتر کر پھر اوسکی دوسری طرف جہازون پر سوار ہو کر براہ بحیرۂ قلزم ہندوستان جانے کیلئے تیار ہو رہی ہے۔

جب سب قسم کی تیاریان مکمل ہو گئین تو نپولین اور اوسکی ہمراہی فوج ۱۹ مئی ۱۷۹۸ء کو فرانس کے جنوبی بندرگاہ طولون سے جہازون پر سوار ہو گئی۔ یہ فرانس کی چیدہ فوج تھی اور اٹلی مین نپولین کے زیر کمان رہ چکی تھی۔ دس ہزار ملاحون کے علاوہ ۳۶ ہزار سپاہی تھے۔ فوج چار سو جہازون پر سوار ہوئی۔ اور اوسکی حفاظت کیلئے پندرہ کلان جنگی جہازون چودہ فرائی گیٹون اور ۷۲ انگبوٹون کا جرار بیڑہ ہمراہ تھا۔ نپولین نے فوج کے علاوہ تقریباً ایک سو علماء و فضلاء مہندس اور جغرافیہ دان اور عربی و یونانی کے پریس بھی ساتھ لیلیئے تھے۔ ۱۰ جون کو بیڑہ مالٹا پہنچا۔ اور وہان کے گرینڈ ماسٹر اور چند فرانسیسی نائیٹون کی سازش سے ناممکن التسخیر حصار جسے سلیمان عظیم الشان کی جرار فوجین اور عظیم الشان بیڑے فتح نہ کرسکے تھے نپولین کے قبضہ مین آگیا۔ نائیٹون نے مالٹا اور اوس کے ملحقہ و ماتحت جزائر کا تصرف باضابطہ طور پر فرانس کے حوالہ کر دیا۔ اس کے عوض مین نپولین نے فرانس کی طرف سے اقرار کیا کہ راسٹاٹ کی کانفرنس مین جو آسٹریا و فرانس مین ہو رہی تھی۔ گرینڈ ماسٹر کو جرمنی مین ایک ریاست دلوا دی جائے گی۔ اور اگر فرانس ناکام رہے یعنی کامیاب نہ ہو تو وہ گرینڈ ماسٹر کو چھ لاکھ فرینک کمشنٹ اور تین لاکھ فرینک سالانہ وظیفہ دیا کرے گا۔ نائیٹون مین سے جو فرنچ قوم کے تھے اونکو۔ سو اور ان مین سے جن کی عمر ساٹھ برس کی تھی انکو ایک ایک ہزار فرینک کی پنشنین عطا کیگئین۔ اور دیگر اقوام کے نائیٹون سے وعدہ کیا گیا کہ اون کو اپنے اپنے ممالک مین انکو طبقہ کیلئے جو جاگیرین

[1] مجلس ڈائرکٹران کے ممبر مجلس نے خود اپنے قلم سے فوجکشی کا حکم لکھکر نپولین کو دیا تھا۔ سکرٹریون سے نہ لکھوایا گیا کہ کہین راز فاش نہ ہو جائے۔ مؤلف۔

وقت میں اونکا قبضہ اونہیں دلا دیا جائے گا۔

تصفیہ شرائط کے بعد جب فرنچ قلعہ میں داخل ہوئے تو ایک ظریف اور زندہ دل فرنچ افسر مسمی کفارلی و ذخائر کا معائنہ اور قلعہ بندیوں کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھا کہ خدا کا شکر ہے کہ قلعہ کے اندر ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے اس کا دروازہ ہمیں کھول دیا۔

نپولین کو حالانکہ معلوم تھا کہ انگریزی بیڑہ نیلسن کے زیر کمان اوسکی تلاش میں پھر رہا ہے۔ مگر اونہو مالٹا ایسے اہم جزیرہ کو رستہ میں فتح یا حاصل کرتے جانا ضروری سمجھا۔ اور وہاں دس دن قیام کیا پھر وہاں تین ہزار فوج چھوڑ کر ۱۹ جون کو سکندریہ کیطرف روانہ ہوگیا۔ انگریزی گورنمنٹ نے امیر البحر نیلسن کو تین جنگی جہازوں کے ساتھ فرنچ بیڑہ مقیمہ طولون کی نگرانی کرنے پر مامور کر رکھا تھا مگر جس دن فرنچ فوج جہازوں پر سوار ہوئی اوس دن ایسی سخت آندھی چلی کہ نیلسن کے جہازات کو سخت نقصان پہنچا اور وہ اون کو درست کرانے کے لیے جزیرہ سینٹ پیری کو چلا گیا۔ اسی اثنا میں فرنچ جہاز طولون سے روانہ ہوگئے۔ اور نپولین پہلے جنوا پھر کارسیکا کے صدر مقام اجاکسیو اور بعد ازاں جنوب اٹلی کے بندرگاہ چیوٹا ویکیا ہوتا ہوا جہاں اس مہم کے لیے علیحدہ علیحدہ دستے تیار کئے گئے تھے۔ مالٹا پہنچ گیا۔ نیلسن یکم جون کو چودہ جنگی جہازوں اور چند فرگیٹوں کی کمک پہنچ گئی تھی جب طولون واپس آیا تو وہاں فرنچ بیڑہ کا نام و نشان نہ پایا۔ وہاں سے وہ اٹلی کے بندرگاہ نیپلز و مالٹہ کو اور اوس جگہ ۲۰ جون کو خبر ملی کہ نپولین مالٹا سے روانہ ہو رہا تھا نیلسن پہنچا اور وہاں فرنچ بیڑہ کے مالٹا کیطرف جاتے ہوئے دیکھے جانے کی خبر سنکر مالٹا کو چلدیا۔ وہاں اوسکو خیال پیدا ہوا کہ نپولین اسکندریہ کیطرف گیا ہے چنانچہ وہ بھی اوس طرف روانہ ہوگیا۔ اور اسکندریہ جاتے ہوئے وہ فرنچ بیڑہ سے صرف چند میلوں کے فاصلے سے گذر گیا لیکن کہر کی وجہ سے اونہیں نہ دیکھ سکا۔ نیلسن اسکندریہ فرنچ جہازات سے پہلے پہنچا۔ اور اونکو وہاں نہ پاکر ڈارڈنیلز کی طرف چلا گیا۔ اور اوس کے چلے جانے کے دو دن بعد یکم جولائی ۱۷۹۸ء کو نپولین اسکندریہ کے بالمقابل پہنچ گیا۔

انگریز مورخین کا بیان ہے کہ نپولین جب تک سمندر پر رہا اوسے انگریزی بیڑہ کی طرف سے اندیشہ لگا رہا مگر فرنچ مورخین کا بیان ہے اور وہ بیان زیادہ درست بھی معلوم ہوتا ہے کہ نپولین اور اوسکی فوج کو انگریزی بیڑہ کے مقابلہ ہو جانے کیطرح کا خطرہ نہیں تھا۔ اور اوس نے ہر جنگی جہاز پر پانچ پانچ سو چیدہ سپاہی بانٹ دیئے تھے جو روزانہ توپوں پر مشق کرتے رہتے تھے۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ مقابلہ ہو جانا نہیں چاہتا تھا کیونکہ بار برداری کے جہاز فوج سے بھرے ہوئے اوس کے پاس تھے۔ اور غنیم کی گولہ باری سے اون میں سے ایک کا بھی غرق ہو جانا ہزاروں جانباز سپاہیوں کا ضائع ہو جانا تھا لیکن اگر مقابلہ ہو جاتا تو وہ اوس کے لیے بالکل تیار تھا۔ اور امیر البحر کو بحری مقابلہ میں غنیم پر فتح پانے کا پورا اطمینان تھا کیونکہ اون کے پاس جنگی جہازوں کی معقول تعداد موجود تھی۔ اسکندریہ کے سامنے پہنچکر اوس نے فوراً وہاں کے فرنچ قونصل کے پاس قاصد بھیجا اور جب انگریزی بیڑہ کی آمد کی خبر سنی تو فوراً فوج کو خشکی پر اتارنے کا عزم کر لیا کہ کہیں غنیم کا بیڑہ

قریب ہی گشت تو کر رہا ہو۔ مگر سکندریہ کی محافظ فوج مقابلہ کے لیے تیار ہو گئی جس کی وجہ سے اوسکو سکندریہ کے بندرگاہ مین داخل ہونا سخت مشکل ہو گیا۔ اسپر اُسنے اپنے بیڑہ کو ساحل کے برابر تھوڑی دور اور آگے بڑہا دیا۔ اوس وقت تک دن بہت گذر چکا تھا۔ اور سمندر تلاطم پر تھا جس کی لہرین بڑے زور کے ساتھ ساحل کی چٹانون کے ساتھ ٹکرا رہی تہین۔ ایسی صورت مین کشتیون کا کنارہ تک پہنچنا محال تہا۔ سمندر کی موجون کا اون کو ایک دوسرے سے ہی ٹکرا کر پاش پاش کر دینے کا خطرہ تھا تاہم نپولین نے بیڑہ کو کھڑا ہو جانیکا حکم دیدیا۔ اور سب سے اول خود کشتی پر سوار ہو کر سب سے پہلے خشکی پر پہنچ گیا۔ سپاہی بھی اپنے نوجوان جرنیل کے ساتھ جانے کے لیے جس کی عمر اوس وقت صرف تیس برس کی تھی۔ واویلا مچانے لگ گئے چنانچہ اون کو بھی جہازون سے کشتیون پر اتارنا شروع کر دیا گیا۔ اور ایک پہر رات رہے تک چار پانچ ہزار سپاہی خشکی پر پہنچ گئے تو نپولین نے اس قدر فوج سے اسکندریہ پر حملہ کرنیکا عزم کر لیا تاکہ ترکون کو وہان کی مورچہ بندی وغیرہ کر لینے کی فرصت نہ مل سکے۔ اوس وقت ایک گھوڑا بھی جہاز سے نہ اترا تھا۔ بوناپارٹ نے اسکی کچھ پروا نہ کی۔ وہ اوسکا سٹاف اور لشکر اکفاری جس کی ایک ٹانگ جنگ مین ضائع ہو چکی تھی پیدل چل پڑے۔ اور چند رہ میل کا ریگستانی فاصلہ طلوع فجر تک طے کر کے اسکندریہ کے سامنے جا پہنچے۔

اسکندریہ کا قدیم شہر تقریبًا ویران پڑا تہا۔ ترک متمول مصری اور یورپین سوداگر نئے شہر مین آباد تھے پرانے شہر کے کھنڈرات مین صرف چند عرب خاندان بستے تہے۔ نئے اور پرانے دونون شہرون کو ایک بوسیدہ شکستہ فصیل احاطہ کئے ہوئے تہی جس کے باہر سب طرف ریت کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ریگستان کو اگر مصر کا مقیاس التہذیب کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

ناظرین کو غالبًا معلوم ہوگا کہ وادی نیل کے سوا باقی تمام ملک ریگستان ہے۔ اور اس وادی کی زمین بھی ریگستانی ہے جسپر نیل کے سیلابون سے مٹی کی تہ جمی ہوئی ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ قابل کاشت ہی نہیں بلکہ زرخیز بنی ہوئی ہے۔ پس مصر مین نیل اور ریگستان .... مین ہر وقت لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ملک مین حکومت مہذب اور باانتظام ہوئی تو وہ نیل کے پانی کو نہرون وغیرہ کے ذریعہ سے اوس کے کنارون سے تا بقدر دور تک پہنچاتے رہکر ریگستان کی حدود کو پیچھے ہٹاتی رہتی ہے۔ اگر بدنظمی کا دور دورہ ہوا تو نہرین وغیرہ حالت کس مپرسی مین پڑ جاتی ہین۔ اور ریگستان کو اپنی حدود آگے بڑہانیکا موقع مل جاتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر یہ کہ نیل کا تصرف دن بدن کم ہوتا جاتا ہے۔ اور صرف اسیقدر زمینین قابل زراعت رہجاتی ہین جو نیل کی طغیانی سے خود بخود سیراب ہو سکتی ہین۔ کہتے ہین کہ زمانہ قدیم مین نیل کے سات دہانے تھے جن کے نشان اب تک موجود ہین۔ مگر اب صرف دو دہانے باقی رہ گئے ہین۔ جن مین جہاز چل سکتے ہین۔ نیل کی یہ دو بڑی شاخین سمندر سے تقریبًا دو سو میل کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتی ہین۔ ان دونون شاخون اور کنارہ سمندر سے جو مثلث بنتا ہے اوسے ڈلٹا کہا جاتا ہے۔ سکندریہ کے طرف والا ضلع تقریبًا اٹہائی سو میل لمبا ہے۔ کل ملک مین یہی علاقہ سب سے زرخیز ہے۔ اسے مصر بحریہ پکارا جاتا ہے۔ اس سے اوپر کے حصہ کو

لے نپولین اپنے ساتھ اٹہائی ہزار چیدہ سوار لایا تہا۔ مگر گھوڑے صرف تین سو تھے۔ باقیماندہ کے لیے اسکو مصر سے گھوڑے ملجانے کی توقع تہی جو پوری ہو گئی۔ مولف۔

مصر وسطیٰ اور اوس سے اوپر کے حصے کو مصر صعید پکارتے ہین۔ وادی نیل کے سوا صرف دو علاقون مین کسیقدر سبزی پائی جاتی ہے۔ یہ دریاے نیل کے بائین کنارے سے کسیقدر فاصلہ پر ریت کے سمندر مین دو جزیرون کی مانند ہین۔ انہی نخلستان پکارا جاتا ہے۔ ایک بڑا۔ اور دوسرا چھوٹا۔ ان تک نہرون کے ذریعہ نیل کا پانی پہنچ سکتا ہے۔ مگر اب تک کسی نے اسطرف توجہ نہین کی خاص مصر مین کبھی بارش نہین ہوتی۔ سو ہانہ نیل پر تمازت آفتاب سے جو ابخرات اوپر جاکر بادل بنتے ہین اونہین موسمی یا تجارتی ہوائین جو مسی جون اور جولائی کے مہینون مین وہان ہر وقت شمال کیطرف سے جنوب کو چلتی رہتی ہین سو ہان ایکدم نہین ٹہرنے دیتین۔ اور حبش اور سمتوائی علاقون کے پہاڑون کیطرف اڑا لیجاتی ہین۔ وہ ابخرات ان پہاڑون سے رک کر اوس جگہ جمع ہوجاتے ہین اور جولائی اگست و ستمبر مین وہان دل کھولکر برستے ہین۔ پھر اسی بارش کا پانی دریاے نیل کے رستہ علاقہ جات حبش وغیرہ کی زرخیز مٹی کو اپنے ساتھ ملا کر مصر مین پہنچتا اور اوسے سیراب کرتا ہے۔ دریا مین جولائی سے طغیانی شروع ہوکر ستمبر کو ختم ہوجاتی ہے۔ اوس وقت سے ترددات کاشت کا کام شروع ہوجاتا ہے۔ اور اکتوبر نومبر دسمبر جنوری اور فروری کے مہینون مین تمام وادی سرسبز باغ دکھائی دیتی ہے۔ مارچ سے موسم گرما کی تمازت پڑنے لگ جاتی ہے۔ اور آفتاب کی گرمی سے زمین پھٹنی شروع ہوجاتی ہے۔ اور بعض جگہ شگافات اتنے بڑے بڑے پڑجاتے ہین کہ زین سواری پر سفر کرنا خالی از خطرہ نہین ہوتا۔ مارچ سے زراعتی کام ختم ہوجاتا ہے۔ مصر مین روغن دار اجناس کی کاشت کا رواج نہین اور بڑے بڑے درخت کہین نہین پائے جاتے۔ لکڑی بہت کمیاب ہے اور عموماً اپلون سے ایندہن کا کام لیا جاتا ہے۔ مصر کے گھوڑے عربی گھوڑون سے کچھ ہی کم قابل تعریف ہوتے ہین۔ اور بافراط پائے جاتے ہین۔ ریگستان کا زندہ جہاز یعنے اونٹ بھی بکثرت ہوتے ہین۔ مرغیان اور بھیڑ بکری بھی افراط کے ساتھ پرورش کیجاتی ہین۔ کسی زمانہ مین مصر مین دو کروڑ کی آبادی تھی۔ مگر فرنچ حملہ کے وقت بیس لاکھ سے زیادہ تھی۔ آجکل ایک کروڑ کے قریب آبادی ہے۔ گذشتہ صدی کے اخیر مین وہان تین بڑی قومین آباد تہین۔ ایک قدیم مصری یعنی قبطی۔ نپولین کی فوجکشی کے وقت انکا شمار دو لاکھ سے زیادہ نہ تھا۔ یہ عیسائی مذہب ہین۔ اور اوس وقت تمام رذیل پیشے انکے ہاتھ مین تھے۔ دوسرے عرب جو آبادی کا بڑا حصہ اوس وقت بھی تھے اور اب بھی ہین۔ یہ عرب فاتحان مصر کی اولاد ہین اور کئی طبقون مین منقسم ہین۔ اعلیٰ طبقہ کے مصری۔ مالکان اراضی۔ عالم۔ قاضی اور مفتی ہین۔ وہ شیخ کہلاتے ہین۔ اور مصر کے اصل امراء وہی ہین۔ ان سے اتر کر چھوٹے چھوٹے زمیندار ہین۔ اور سب سے ادنیٰ غریب کاشتکار اور مزدور لوگ ہین۔ جو فلاحین کہلاتے ہین۔

عربون کی چوتھی قسم بدوی ہے جو کبھی شہرون مین آباد نہین ہوئی۔ اور متصل ریگستانون مین پھرتی رہتی ہے۔ یہ لوگ اکثر کاروانون اور شہرون کی آبادیون کو لوٹتے رہتے تھے۔ فرنچ حملہ کے وقت اونکی کل آبادی لاکھ سوا لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ اور جنگی ہتھیار تلوارین اور بھالے اون مین موجود تھے۔ جو دشمن کو صرف تنگ کرنیکا کام دے سکتے تھے۔ لڑ نہین سکتے تھے۔ تیسری قوم ترکون کی تھی جن کی آبادی قبطیون سے زیادہ نہ تھی۔ مملوک بھی اسی زمرہ مین شامل کئے گئے ہین جو عثمانیہ ترک اور جو سلطان سلیم اول فاتح مصر

کے وقت سے اس ملک مین آباد ہوئے زیادہ تر ینگچری فوج مین شامل تھے۔

مگر یہ بتانے کی چندان ضرورت نہین کہ بعد مین اکثر لوگ عموماً ینگچریون کی سی رعایتین حاصل کرنے کیلئے اپنے نام فوج مین درج کرا دیا کرتے تھے۔ فی الواقع فوجی خدمت دینے والے بہت کم تھے۔ سلطان کیطرف سے قاہرہ مین ایک پاشا مقرر ہوتا تھا جو اپنے معدودے چند ینگچریون سے سلطانی اقتدار کو بمشکل قایم رکھہ سکتا تھا۔ اوس کے اقتدار مین اون ہی پیش بندیون سے جو سلطان سلیم اول نے اوس کے قایم رکھنے کیلئے کی تھین بہت کمزوری و ضعف واقع ہو گیا ہوا تھا سلاطین بوجہ صعوبت اس امر کے تدارک کیلئے کہ کبھی کوئی چالاک اور بلند پرواز پاشا قسطنطنیہ اور مصر مین مسافت عظیم ہونیسے فائدہ اوٹھا کر یا دلیر ہو کر آزاد ریاست قایم کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے مصری گورنر کی طاقت کو گھٹانے کو یکسان رکھنے کیلئے مملوکون کی ایک فوج بھی قایم رہنے دی تھی۔ مگر بعد مسافت آخر اپنی تاثیر پیدا کیئے بغیر نہ رہے۔ لیکن پاشا کی بجائے مملوک قسطنطنیہ سے خود سر اور مصر کے اسطرح سے مطلق العنان مالک بن گئے ہوئے تھے۔ یہ مملوک ۲۴ بیگون کے ماتحت ہوتے تھے جو ہمیشہ چرکستان اور کاکیشیا سے بہی غلام خرید کر اپنی جمعیت کو قایم رکھتے تھے۔ ہر ایک بیگ کے پاس پانسو سے لیکر چھ سو تک غلام ہوتے تھے جن کی پرورش اور گذارہ کا کفیل بیگ ہوتا تھا۔ اور ایسا اکثر ہوتا تھا کہ بیگ مرتے وقت بیٹے کی بجائے کسی غلام کو اپنا جانشین بنا جاتے تھے۔ ہر ایک مملوک یا غلام کی خدمت کیلئے دو فلاح مامور رہتے تھے۔ مملوک شہسواری اور شجاعت مین اپنی نظیر نہین رکھتے تھے۔ انکی کل جمعیت بارہ ہزار سوارون کے قریب تھی۔ اور ۲۴ ہزار فلاح اون کے خدمتگار رہتے تھے۔ ملک کا محاصل یہی بیگ قبطی محصلون کی معرفت وصول کیا کرتے تھے۔ اور ترکی گورنر اون کے ہاتھ مین ایک کٹھ پتلی ہوا کرتا تھا اور سلاطین انکی سرکوبی کیلئے وقتاً فوقتاً مہمین بھیجتے رہتے تھے۔

چنانچہ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے غازی حسن نے کسیقدر انتظام بھی کر لیا تھا مگر روس کے ساتھ محاربہ شروع ہو جانے پر اسے مصر سے چلا جانا پڑا۔ یہ بیگ قانوناً یکسان استحقاق رکھتے تھے۔ مگر وہ عموماً ایک دوسرے کے ساتھ مشغول کارزار رہتے تھے۔ اور جو سب سے طاقتور ہو جاتا۔ وہ سب کا سردار تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ اور ملک کا بادشاہ درحقیقت وہی ہوا کرتا تھا۔ اور ایسا اکثر ہوتا تھا کہ وہ ترکی پاشا یا باب عالی کو محاصل اراضی کے ادا کرنیسے بھی انکار کر دیا کرتا تھا۔

نپولین کی فوجکشی کے وقت دو بیگ سربرآوردہ تھے۔ ایک کا نام ابراہیم بک تھا جو متمول ہوشیار اور طاقتور تھا دوسرا مراد بک تھا جو بہادر شجاع اور گرمجوش نوجوان تھا۔ ان دونون نے باہمی رضامندی سے حکومت کو اسطرح سے آپس مین بانٹ رکھا تھا کہ تمام ملکی امور کا انتظام ابراہیم بک کے ہاتھ مین تھا۔ اور فوجی معاملات مراد بک کے تصرف مین تھے۔ گویا وہ سپہ سالار تھا۔ اور کل مملوک بھی اوسکی ماتحت لڑنے پر دل و جان سے رضامند تھے مصر کی اوس وقت کی حالت کے اس اجمالی بیان کے بعد پھر نپولین کے فوجی کاروائیون کیطرف رجوع کیا جاتا ہے۔

نپولین نے اپنی چالیس ہزار فوج کو تین حصون مین تقسیم کر کے اسکندریہ پر تین طرف سے حملہ کیا۔ ترکون اور عربون نے

فصیل کے پیچھے سے تابڑ توڑ آتشباری کی۔ مگر فرانسیسی فصیل پر چڑھ گئے چڑھتے وقت ایک حصہ کا کمانڈر مشہور کلیبر سب سے پہلے زخمی ہو کر نیچے گرا لیکن حملہ آوروں کی حوصلہ اس سے بھی پست نہ ہوئے۔ وہ برابر شہر میں داخل ہو گئے۔ اور محافظین نے شہر کو پیچھے ہٹ گئے۔ جہان فرنچ مورخ تھیئرز کا بیان ہے کہ ضرور دست بدست لڑائی ہوتی۔ لیکن ایک ترکی کپتان نے بیچ بچاؤ کر کے مصالحت کرا دی۔ نپولین نے اوسکی معرفت کہلا بھیجا کہ وہ مین ملک کو لوٹنے یا اُسے سلطان کی تصرف سے چھیننے کو نہین آیا بلکہ اوسے مملوکون کی دست تظلم سے بچانے اور اون سے ان شرارتون کا بدلہ لینے کے لیے جو وہ فرانسیسی سوداگرون کے ساتھ کرتے رہے ہین۔ مین وعدہ کرتا ہون کہ ملک کی حکومت بحال رکھی جائے گی۔ اور باشندون کو مذہب یا مال و جان اور رسم و رواج مین کوئی دست اندازی نہین کیجائے گی۔“

اس شہر اثناے کے سنی بڑھی محافظین مقابلہ سے دستبردار ہوگئے۔ اور سکندریہ پر نپولین کا قبضہ ہو گیا۔ اسی اثناء مین باقیماندہ فوج بھی خشکی پر اتر آئی تھی۔ جو اپنے جنرل کو مقدمہ شہر مین آملی۔ نپولین نے اوس پالیسی و طریق عمل کا جو کہ مصر مین اختیار کرنا مفید مطلب ہو سکتا تھا پہلے سے ہی تصفیہ کر لیا ہوا تھا۔ اوس نے باب عالی کے متعلق یہ پالیسی پسند کی تھی کہ جس طرح ہو اُسے وہم و اعداد سے بگڑنے اور فرنچ مہمات میں مخل ہونے نہ دیا جائے۔ اور اُسے کہا جائے کہ فرانسیسی صرف مملوکون کو تباہ کرنے کے لیے مصر مین داخل ہوئے ہین پھر بتدریج اُسے یا تو مصر کو بالکل فرانس کے سپرد کر دینے پر راضی کر لیا جائے یا ترکی پاشا بدستور سابق اوسی طرح مین رہنے دیا جا کر مملوکون کی جگہ خود لے لی جائے۔ باشندون کی تالیف قلوب کے لیے جو زیادہ تر عرب تھے اوس نے مشائخ و شیوخ کی دلداری کی پالیسی اختیار کی۔ چنانچہ اوس نے ترکی پاشا، رعایا اور اپنی سپاہ کو نام علحدہ علحدہ اعلان لکھے اور کا ترجمہ عربی زبانمین بھی ہر ایک جگہ مشتہر کرا دیا۔

پاشا کی طرف یہ اعلان بھیجا گیا ”فرنچ گورنمنٹ نے مملوک بیگون کی سرکوبی کے لیے جیسی کہ اس صدی مین ٹیونس اور الجزائر کے بیگون سے برخلاف کئی مرتبہ اپنی فوجین بھیجنی پڑی ہین۔ ایک زبردست فوج مصر کو روانہ کی ہے تم کو جو مقررہ حقوق تھا تو چاہیے تھا ان بیگون کا حاکم۔ مگر جو افسر غلام بنے ہو تُو اون کے ہاتھ مین بالکل بے بس ہو میری آمد پر بالخصوص تمکو خوش ہونا چاہیے تم کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ مین قرآن یا سلطان کے برخلاف کسی امر کا مرتکب ہونے کے لیے نہین آیا تم کو معلوم ہے کہ کل یورپ مین صرف فرنچ قوم ہی سلطان کی دوست ہے۔ پس میرے ساتھ آکر شامل ہو جاؤ۔ اور میرے ساتھ مل کر بیگون کی اس ملعون قوم پر لعنت بھیجو۔“

رعایائے مصر کو نپولین نے اپنے اعلان مین اس طرح مخاطب کیا ”باشندگان مصر تمکو کہا جائیگا کہ مین تمہارے مذہب کو برباد کرنے کیلیے آیا ہون۔ اس پر ہرگز یقین نہ کرنا۔ بلکہ ایسا کہنے والے کو جواب دو کہ مین تمہارے حقوق کو قائم کرنے اور غاصبون کو سزا دینے کے لیے آیا ہون۔ اور کہ مین خدا۔ اوس کے رسولؐ اور قرآن شریف کا ادب اور احترام اوس سے زیادہ کرتا ہون اور اون کا مجھ اوس سے زیادہ پاس ہے جتنا کہ مملوکون کا ہے۔ کیا کوئی ایسا بھی زرخیز قطعہ ہے یا کوئی اچھی زمین

کنیز یا عمدہ گھوڑا یا نفیس عمارت ہی جو مملوکون کی دستبرد سے بچی ہوئی ہو اور جس کو اونہون نے تمہارے تصرف مین رہنے دیا ہو کیا مصر اون کے اجارہ مین آگیا ہوا ہے۔ اگر یہی بات ہی تو وہ اس پٹہ کو پیش کرین جو خدا نے اون کو اس ملک کا دیا ہے مگر نہین خدا عادل اور اپنے بندون پر رحیم ہے۔ اور اوس نے حکم دیدیا ہے کہ مملوکون کی حکومت اب اور زیادہ عرصہ قایم نہین رہے گی۔ ہم فرانسیسی بھی سچے مسلمان ہین۔ کیا ہم ہی وہ نہین ہین جنہون نے اوس[1] پوپ کو جو مسلمانون کو برخلاف جہاد کا وعظ کیا کرتا تہا برباد کیا ہے؟ کیا ہم ہی وہ نہین ہین جنہون نے مالٹا کے نائٹون کو تباہ کیا ہے کیونکہ زہ متعصب پرجیلا رکھتے تھے کہ خدا نے اونہین مسلمانون کے ساتھ لڑتے رہنے کا حکم دے رکھا ہے۔ پس مبارک اور سعید ہین وہ لوگ جو ہمارے ساتھ شامل ہوجائین یا بالکل الگ تھلگ رہین۔ لیکن کمال بدبخت ہونگے وہ لوگ جو مملوکون کے ساتھ شریک ہوکر ہمسے مقابلہ کرین گے"

اپنے سپاہیون کو بونا پارٹ نے یا ین الفاظ مخاطب کیا: "تم ایک ایسی فتح کرنیکے تہیہ کر رہے ہو جس کا اثر دنیا کی تہذیب اور تجارت پر بے اندازہ پڑے گا۔ تم اس سے انگلستان کو ایسا کاری زخم لگاؤ گے جو اوس مہلک وار اور پیام اجل کا پیش خیمہ ہوگا۔ جو بعد ازان تم عنقریب اوسپر وارد کروگے جن لوگون میں اب ہمین رہائش اختیار کرنی پڑے گی وہ مسلمان ہین۔ اور اون کے مذہب کا پہلا اصول یہ ہے کہ خدا ایک ہی اور محمد اوس کا رسول ہی۔ اسکی ہرگز تردید نہ کرنا۔ اون کی ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرو جیسا کہ تم یہودیون اور اطالیون سے کرچکے ہو۔ اون کے مفتیون اور اماموں کا ویسا ہی احترام کرو جیسا کہ تم یہودی اماموں اور عیسائی بشپون کا کرتے رہے ہو۔ انکی مذہبی مراسم اور مساجد کی ویسی ہی حرمت کرو جیسی کہ تم راہب خانون معابد یہودان اور یہودی و عیسائی مذہب کی کرتے رہے ہو۔ رومن افواج سب مذاہب کی حفاظت کرتی تھین۔ تم یہان کی رسم و رواج کو یورپ کی رسم و رواج سے مختلف پاؤ گے۔ تمہین اپنے تئین اون رسومات سے مانوس بنانا چاہئے یہ لوگ جن مین ہم بسنے ہین عورتون کو ویسا نہین سمجھتے جیسا کہ ہم۔ اور یہ یاد رکھو کہ ہر ملک مین زنا بالجبر کے مرتکب صرف بزدل ہی ہوا کرتے ہین۔ سب سے پہلا شہر جو ہم دیکھین گے وہ اسکندریہ کا آباد کیا ہوا ہے ہم قدم قدم پر شاندار یادگارین پائین گے اور پرانے نامورون کے کارنامے ہماری آنکھون مین پھر جائین گے۔ اور وہ اس قابل ہین کہ فرانسیسیون کی عرقِ حمیت اور جوش رقابت اون سے مشتعل ہو"

اسکندریہ پر قابض ہونے کے بعد اوس نے رعایا کی تالیف قلوب کے لئے عدالت کا پہلے جیسا ہی انتظام رہنے دیا اور قاضیون کو اون کے عہدون پر بحال رکھا۔ صرف مملوکون کے ہاتھ مین جو محصول تہا اوسپر ایک فرنچ کمشنر کو مقرر کر دیا کہ صیغہ وصولی محاصل کا تھا۔ دریائے نیل مین طغیانی آنیکا موسم عنقریب شروع ہونے والا تہا۔ اس لئے اوس نے مناسب سمجھا کہ علاقہ مین طغیانی کا سیلاب پہنچنے سے

---

[1] فتح اٹلی اور روم کی طرف اشارہ ہی۔ مؤلف

پہلے پیشقدمی کرکے ڈلٹا اور قاہرہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ تین ہزار فوج کلیبر کے ماتحت جو زخم کی وجہ سے چند مہینہ تک لڑائی کا کام نہیں کر سکتا تھا۔ اسکندریہ میں چھوڑی گئی۔ اور اوس کو صلاح و مشورہ دینے کیلئے شہر کے شیخ اور معززین کی میونسپل کمیٹی قایم کر دیگئی۔ اسکندریہ کے قلعوں اور حفاظتی تعمیرات کی درستی اور تیاری کا کام کرنیل کریٹن کے سپرد کیا گیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں تھوڑے خرچ پر بحیرہ روم کی عروس البلاد کو خوب محفوظ کر دیا۔

ان انتظامات سے فارغ ہو کر نپولین نے فوج کا کچھ حصہ ہلکے ہلکے جہازوں پر سوار کرکے دریا کے رستہ قاہرہ کو روانہ کیا۔ اور اسے حکم دیا کہ رحمانیہ میں نپولین کا انتظار کرے۔ اور خود باقیماندہ فوج لیکر خشکی کے رستہ ۶ جولائی کو رحمانیہ کیطرف چلدیا۔ مقام مذکور کو سکندریہ سے دو سڑکیں جاتی تھیں۔ ایک آباد علاقہ میں سے اور دوسری دمنہور کے راستہ ریگستان میں سے۔ مگر آخر الذکر کی مسافت پہلی سے بہت کم تھی۔ نپولین نے اوسی کو پسند کیا۔ اوسکی فوج کو بہت تشنگی و فاقہ رہا کہ بدوؤں اور عرب سواروں کی چھیڑ چھاڑ سے سخت تکلیف پہنچی۔ سپاہی افسروں پر دل کے پھپھولے بڑی سختی کے ساتھ پھوڑتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا یہی وہ زرخیز ملک ہے جہاں سے کہا جاتا تھا کہ ہمیں اسقدر دولت ملیگی کہ ہر ایک سپاہی مال غنیمت سے فرانس میں چھ چھ ایکڑ زمین خرید سکیگا۔ آخر ۱۰ جولائی کو نیل کے کنارہ پر پہنچ جانے سے ان تکالیف کا خاتمہ ہو گیا۔ اور سپاہ کی بشاشت پھر تازہ ہو گئی۔ مراد بک کو اس پیشقدمی کی خبر پہنچ گئی تھی۔ اور اوس نے قاہرہ میں مملوک فوج جمع کرنی شروع کر دی تھی جسکو جمع ہونے تک وہ بارہ تیرہ سو سوار لیکر دشمن کے کوچ میں مزاحم ہونے کیلئے آگے بڑھ آیا تھا۔

نپولین بیڑہ سے پہلے رحمانیہ پہنچ گیا -- اوس نے بیڑہ کا انتظار کرنے اور فوج کو آرام دلانے کی لیئے ۱۲ جولائی تک وہاں قیام کیا۔ پھر بیڑہ کو پہلے روانہ کرکے خود بھی اوسی دن روانہ ہو گیا۔ مملوکوں کے پاس بھی چھوٹے چھوٹے جہازوں کا جنہیں مصری جرم کہتے ہیں بیڑہ تھا۔ اوس نے فرنچ بیڑہ پر بڑی تیزی سے حملہ کرکے دو گنبوٹ چھین لیئے مگر فرانسیسیوں نے یہ جہاز پھر واپس لے لیئے۔ اور آخر مملوکی بیڑہ پسپا کر دیا گیا۔

یہ معرکہ قصبہ شبراخیت کے قریب ہو ہی رہا تھا کہ نپولین بھی فوج لیکر پہنچ گیا۔ مملوک شہسواری شجاعت شمشیر بازی اور حملہ کی تیزی میں کل دنیا کی فوج سواران میں ممتاز شمار کیئے جاتے تھے۔ اون کو مقابلہ کیلئے نپولین کے پاس صرف فوج پیدل تھی جسے اب پہلی مرتبہ ان بلا کے پھرتیلے شہسواروں سے سابقہ پڑنے والا تھا۔ نپولین نے اپنی پانچوں ڈویژنوں کو پانچ مربعوں کی شکل میں صف بستہ کر دیا۔ توپیں ہر مربع کے زاویوں پر رکھی گئیں۔ اور ہر مربع ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے کئے گئے۔ سامان کمپ مربعوں کے اندر کر لیا گیا۔ مملوک جن کی تعداد بارہ تیرہ سو کے قریب تھی بجلی کیطرح کڑکتے ہوئے ان مربعوں پر جھپٹے۔ مگر فرانسیسیوں کے قدم نہ لرزے۔ اور اونہوں نے حملہ آوروں کو سنگینوں کی نوکوں پر لے لیا۔ مملوکوں کے پاس پستول بھی ہوا کرتے تھے جن کو وہ قریب پہنچکر دشمن پر خالی کر دیتے تھے۔ اور پھر تلوار پکڑ کر اپنے غنیم کو جس کی صفیں حملہ کے تصادم سے پراگندہ ہو گئی ہوتی تھیں کاٹنا شروع کر دیتے تھے۔ مگر فرنچ مربعوں کی پہلی صفیں قایم رہیں۔ مملوک کاوا کاٹ کر دوسری صفوں کیطرف

پلٹے۔ ادہر بھی سنگینون کی یکسان باڑہ موجود تھی۔ وہ کسیطرف نپولین کے مربعون مین سے کسی ایک کا کوئی ضلع نہ توڑ سکے لیکن اثنا مین فریخ آتشباری سے اون کے دو تین سو بہادر قتل ہو چکے تھے جنپر مراد اور اوس کے ہمراہی سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ہوئے قاہرہ کیطرف پھر پلٹ گئے۔

قاہرہ دریائے نیل کے داہنی کنارے پر واقع ہے۔ مراد بک نے دریا کے بائین کنارہ پر اوس میدان مین جو اہرام مصری اور دریا کے درمیان ہے غنیم کے مقابلہ کا انتظام کیا۔ اسغرض کے لیئے اوس نے دس ہزار کے قریب مملوک سوار جمع کر لیئے جن کے ساتھ بیس ہزار پیدل نہر ایک گاؤن مین جسکا نام انبابہ ہے مورچون کے پیچھے رکھے گئے۔ مراد نے پاشا کی بنگچری فوج کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا ہوا تہا۔ ترکی گورنر نپولین کے اعلان کے باوجود مراد کے ساتھ شریک ہو گیا تہا۔ مراد بک کی فوج کے علاوہ کئی ہزار بدوی عرب بھی اس انتظار مین ایکطرف کو کھڑے تھے کہ فرانسیسیون کو شکست ہاتھ آوے اور وہ لوٹ پڑین۔ اور اونکا مال اسباب لوٹ لین اودہر قاہرہ مین ابراہیم ایک ہزار مملوک اور اپنی کل مستورات۔ غلامون اور زر و دولت کو جمع کر کے اس کام کے لیئے تیار بیٹہا تہا کہ اگر مملوک فوج کو شکست ملی تو وہ فی الفور قاہرہ سے شام کیطرف بہاگ جائے۔

نپولین کا مملوک فوج سے ۲۱ جولائی کو مقابلہ ہوا۔ اوس دن اوسکی فوج طلوع آفتاب سے پہلے کوچ کر کے اسیطرف چلی تھی دریا سے آگے بھی اوسے رستہ میں بہت تکلیف اٹھانی پڑی تھی۔ اور راستے کو کوئی شہر جسمین نیا مکان دیکھا گیا ہو ملا تھا جس سے فرنچ سپاہیون کو خیال ہو گیا تھا کہ قاہرہ کا بھی یونہی نام مشہور ہے۔ وہ بھی ویسا ہی اور قصبون کے مانند جھونپڑیون کی کوئی ٹوٹی پھوٹی بستی ہو گی۔ مگر ۲۱ جولائی کو سورج کے نکلنے پر جب اونہین دور سے قاہرہ کی مساجد کے سر بفلک مینار اور گنبد دکھائی دیئے تو خوشی سے اونکی باچھین کھل گئین۔ اور ان میناروں کے ایکطرف اور دوسری طرف اہرام مصری کو دیکھکر وہ کچھ ایسے مبہوت ہو گئے کہ کل فوج کے قدم تھوڑی دیر کے لیئے آگے بڑھنے سے رک گئے۔ فوج کا یہ رنگ دیکھکر نپولین کی سرچشمی اور خوشی کی بھی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ وہ گھوڑے کو ایڑ لگا کر سپاہیون کی صفون کے سامنے چکر لگانے لگ گیا۔ اور ہر صف کو اہرام کیطرف اشارہ کر کے ان سے خطاب کرتا جاتا۔ یہ خیال رکھو۔ ان اہرام کی چوٹیون سے چالیس صدیان تمہین دیکھ رہی ہین۔

دشمن کے قریب پہنچکر نپولین نے اپنی فوج کو کبھی کیطرح پھر مربعون مین صف آراء کر کے آگے بڑہنا شروع کیا اور جب مراد بک نے دہاوا کیا تو اوس کے ڈویژن دشمن کے دہاوے کو روکنے کے لیئے یکبارگی مربع باندہے کھڑے ہو گئے۔ مراد کی یہان بھی فرنچ سنگینون کی باڑ کے سامنے کوئی پیش نہ گئی۔ اوس نے متواتر حملے کیئے جن مین فرنچ آتشباری اور گولون سے سیکڑون مملوک ہلاک ہو گئے۔ آخر مملوکون کی صفین پراگندہ ہو گئین۔ اور وہ صحرا کی طرف یا دریا کے رخ بہاگ گئے۔ اور لڑائی کا خاتمہ ہو گیا۔ تقریباً چھہ سو مملوک لڑائی مین قتل ہوئے اور ایک ہزار کے قریب دریا مین ڈوب گئے۔ فرانسیسی ایک سو کے قریب قتل اور زخمی ہوئے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر مربع بندی ٹوٹ جائے تو نہایت ہی سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ لیکن اگر مربع بندی کی چال کامیاب رہے تو بہت ہی خفیف نقصان ہوتا ہے۔ نپولین نے فتح کے بعد جزادہ مین جہان مراد بک نے عالیشان محل تیار

کیا ہوا تھا قیام کیا۔ فرینچ فاتحین کو غزا اور آبا یہ مین بیشمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ مقتول مملوکون کی لاشون سے بہی اون کو بیکران دولت ملی۔ مملوکون کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنی کل دولت اپنے ساتھ ہمیانیون مین ڈالکر رکھا کرتے تھے۔ لاشون کی کمرون سے ان ہمیانیون کو کھول لیا گیا جن مین سے ہر ایک مین دو دو تین تین سو طلائی دینار پائے گئے۔ میدان کا صفایا کرلینے کے بعد دریا سے مملوکون کی لاشین کئی دن تک اسی غرض سے نکالی جاتی رہین۔ قیمتی شال۔ مرصع زینین اور نادر اسلحہ جو دستیاب ہوئے وہ علیحدہ رہے۔

مملوکون کو شکست ملتے ہی قاہرہ مین بدمعاش فرقہ نے ہر طرف تباہی مچا دی۔ اور تاخت و تاراج کا بازار گرم ہوگیا۔ فرینچ بیڑہ ابھی تک نہین پہنچا تھا۔ اس لیئے نپولین دریا کو عبور کرکے قاہرہ نہین پہنچ سکتا تھا۔ لیکن شہر والے غارتگرون کی دست برد سے ایسے تنگ آگئے کہ اونہون نے دوسرے دن خود قاہرہ کے فرینچ سوداگرون کو نپولین کے پاس بھیجکر اسے شہر مین داخل ہونے کے لیئے کہلا بھیجا۔ اور نپولین نے چند جرم مہیا کرکے کچھ فوج شہر مین بھیجدی جسنے وہان امن قائم کر دیا۔ تیسرے دن نپولین شہر مین داخل ہوا۔ اور مرادبیگ کے محل پر قابض ہو گیا۔

قاہرہ مین بھی فاتح نے وہی پالیسی قائم رکھی جو اسکندریہ مین اختیار کی گئی تھی یعنی کہ انتہا اپنی جاد وبیانی خوش اخلاقی اور نرم برتاؤ سے جامع ازہر کے علما تک سے یہ فتوے لکھا لیا کہ تمام مصریون کو اس منکسر اور عادل فرمانروا کی تابعداری کرنی چاہیئے۔ خداوند کریم کا کمال احسان و فضل ہے کہ اوس نے ہمکو مملوکون کے ظلم سے بچانے کے لیئے یہ فرشتہ رحمت یہان بھیجدیا ہے۔

عدالتون کا انتظام وہی رہنے دیا گیا۔ اور اسکندریہ کی طرح یہان بھی اعیانِ شہر اور شیوخ کی مجلس شورائے قائم کی گئی صرف محاصل کی وصولی اپنی ہاتھ مین رکھی۔ تالیفِ قلوب کی ان تدابیر سے فارغ ہوکر اوسنے بالائی مصر اور دیگر علاقون پر متصرف ہونے کے لیئے مختلف دستے بھیجدیئے۔ ہر ایک جنیل کو رعایا کی تسخیر قلوب کی سخت ہدایت کر دیگئی۔ بعد ازان فوج کو آرام و آسائش کا انتظام کیا۔ اون کو مملوکون کے مکانات مین فروکش۔ اور اونکی خورد و نوش کا با احتیاط بندوبست کیا لیکن ساتھ ہی اون کو عورتون کی عزت و احترام کرتے رہنے کی کمال تاکید کردی۔ فرانسیسی طبیعتاً ندہ دل اور خوش باش ہوتے ہین۔ وہ فوراً عوام کے ساتھ گھل مل گئے۔ اور فاتح و مفتوح مین جو مغایرت ہوا کرتی ہے اوسکا نام و نشان نہ رہا۔

بونا پارٹ نے ہمسایہ ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے کو بھی فراموش نہ کیا۔ ہر سال مصر سے جو حاجیون کا قافلہ مکہ معظمہ جاتا ہے۔ اوس کے لیئے خود انتہو امیر حاج مقرر کیا۔ اور فرینچ قونصلون کی معرفت شمالی افریقہ کی ریاستون کے حکمرانون کو مطلع کر دیا کہ حاجیون کا قافلہ بدستور اس سال بھی روانہ ہوگا۔ اون ممالک کی مسلمانون کے قافلے آئیں ذرہ بھی نہ جھجکین۔ شیوخِ مصر کی معرفت بھی اطلاع شریفِ مکہ کو دیگئی کہ حاجیون کے قافلون کی بدستور حفاظت و حمایت کی جائیگی۔ قاہرہ کا ترکی گورنر ابراہیم بک کے ساتھ بلبیس کو بھاگ گیا تھا۔ اسلئے اور نیز دمشق و عکہ کے ترکی گورنرون کو بھی اطلاع دیگئی کہ فرانس بدستور

باب عالی کا دوست ہی مگر یہ پیشبندیان اب فضول تھین۔ باب عالی اپنے اندرونی ترددات مین صرف یہ چاہتی امن کی حالت مین اس طرح اچانک حملہ کر دیئے جانے اور مصر کے اوپر قابض ہو جانے سے کبھی چشم پوشی نہین کر سکتا تھا مگر باب عالی کی ناراضگی کے ذکر سے پہلے اس موقعہ پر نپولین کے مصری کارنامون کے سلسلہ کو ختم کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے

نپولین نے عرب باشندگان مصر کے رسم و رواج سے پوری واقفیت ہونے کیلئے اون کے جلسون اور تیوہارون مین بڑی خوشی سے شریک ہونا شروع کر دیا چنانچہ وہ دریائے نیل کی طغیانی کے تیوہار مین جو مصر مین سب سے بڑی خوشی کا موقع ہوتا ہے نہایت تزک و احتشام سے کل فوج سمیت شریک ہوا مصر کا کل دار و مدار نیل پر ہے۔ اور اسی لیئے وہان کے باشندے اوسے نہایت محبت بلکہ ادب کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔

طغیانی آ جانے پر دریا کا پانی قاہرہ مین لایا جاتا ہے اور اوس وقت بڑی خوشی منائی جاتی ہے اسے فتح خلیج کہتے ہین اور فتح اسلام سے پہلے اس موقعہ پر مصری ایک نوجوان خوبصورت کنواری لڑکی کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے حضرت عمرو بن العاص نے مصر کو فتح کرنے پر اس رسم کو موقوف کیا تھا۔ اور لڑکی کے عوض اس مضمون کا رقعہ دریا مین پھینکا تھا "اے نیل اگر تو خدا کے حکم سے چڑہتا ہے تو اب بھی چڑھے گا۔ اور اگر اپنی مرضی سے چڑھا کرتا ہے۔ تو نہ چڑھ" پانی نہر کے ذریعہ سے شہر مین لایا جاتا ہے۔ اس نہر کے سرے پر ایک مضبوط بند بنا ہوا ہے جب دریا مین پانی مقررہ انداز تک چڑھ آتا ہے تو اوس وقت اعیان دولت کنارہ دریا پر جمع ہوتے اور اس پشتہ کو کٹوا کر دریا مین پانی نہر کا داخل کرتے ہین۔ یہ رسم عموماً ماہ اگست کے ادا کی جاتی ہے۔ اوس وقت کشتیون کی دوڑ بھی ہوتی ہے نپولین نے اوس دن کل فوج کو صف آرا کیا۔ اپنے ہاتھ سے دوڑ جیتنے والون کو انعام دیئے۔ اور رات کو سارے شہر مین چراغان کرا دی۔ مولود نبوی کی تقریب پر بھی نپولین نے اسی طرح کیا۔ اور بڑی دہوم دہام سے مجلسین کرائین خود جامع مسجد مین جا کر مولود خوان کے ساتھ مصلے پر بیٹھا رہا۔ اور مسلمانون کی طرح درود و تسبیح پڑھتا رہا۔ پھر شام کو شیخ الاسلام کی دعوت مین شریک ہوا۔

ان کارروائیون سے نپولین نے مصری مسلمانون کے دلون کو پورا پورا قابو کر لیا۔ اور اوسکی تعریف و ثنا مین سیکڑون گیت بنائے گئے جن کو چھوٹے چھوٹے بچے بھی بازارون مین گاتے پھرتے تھے۔ ان باتون کے ساتھ ہی وہ نو مفتوحہ ملک کو علم و تہذیب کی نورانی شعاعون سے منور کرنے سے بھی غافل نہ رہا۔ وہ بڑے بڑے علماء و فضلاء اور ماہران علوم جدیدہ کو ہمراہ لیتا گیا ہوا ہی تھا۔ اونکی اب وہان ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کی۔ اور ایک عالیشان محل اور بیش بہا جاگیر اوس کے لیئے وقف کر دی۔ اس انسٹیٹیوٹ کو بعض ممبر ملک کی مساحت اور اوس کا مکمل نقشہ تیار کرنے مین مصروف ہو گئے۔ بعض کے ذمہ کھنڈرات کی دیکھ بھال کا کام ڈالا گیا۔ بعض ملک کی طبعی پیداوارون کی پڑتال مین مشغول ہو گئے۔ کچھ علم ہیئت فلسفہ طبعی اور علم موجودات کے متعلق مشاہدے اور تجربے کرنے لگ گئے۔ اور چند کو یہ کام سپرد کیا گیا کہ کلون۔ نہرون۔ چاہات۔ اور دیگر مہذب وسائل اور یورپ کی معلومات جدیدہ سے کسطرح باشندگان مصر کی حالت کو سدھارا جا سکتا ہے شہر

کی صفائی کے لیے خاص تدابیر کی گئیں۔ دریائے نیل کے پانی صاف کرنے کی تدابیر اور اہالی ملکی پیداوار میں وسعت کرنے
کے لیے جو پیشہ ور یا مدد تیار کیا جا سکے کئی نامور سائنس دان مقرر کیے گئے۔ الغرض ملک کی خوشحالی اور ترقی کے لیے
بھی قاہرہ میں داخل ہوتے ہی نہایت مفید علمی و ملکی کوششیں شروع کر دی گئیں۔
بحیرہ احمر اور وسطانیہ مصر کے تمام علاقوں پر بآسانی تمام فرانس کا تسلط قائم ہو گیا۔ صرف بدوی عربوں سے کہیں کہیں
خفیف سا مقابلہ ہوا۔ بلبیس پر فوج کشی کر کے ابراہیم بیگ کو وہاں سے بھی نکال دیا گیا۔ وہ شام کو چلا گیا۔ البتہ مصر صعید میں
ابھی مراد بیگ موجود تھا۔ لیکن اس کی طرف سے چنداں کوئی اندیشہ نہ تھا۔ نپولین کا جنرل دیساکس فوج لیے ہوئے سرحد
پر تیار بیٹھا تھا کہ دریا کی طغیانی فرو ہوتے ہی اس علاقہ کو بھی مطیع و منقاد بنا لے۔ الغرض مصر میں نپولین کو اپنی مہم میں
کامل اور سریع کامیابی ہو گئی تھی مگر قسمت اُنہی فتوحات کے دوران میں دوسری طرف اُس کے لیے ایک سخت مصیبت
اور شکست کا سامان تیار کر رہی تھی۔ نپولین کو اسکندریہ پر قابض ہوتے ہی سب سے پہلے اپنے بیڑہ کو کسی محفوظ مقام میں
لنگر انداز کرنے کا فکر لاحق ہوا تھا۔

چنانچہ اسکندریہ سے روانہ ہونے کے وقت اُس نے اپنے امیر البحر بروایس کو تاکید کر دی تھی کہ وہ اپنے جہازات
کو انگریزی بیڑہ سے محفوظ رکھنے کے لیے یا تو بندرگاہ اسکندریہ میں داخل کرے خواہ جزیرہ کارفو کو لیجائے
اور اس امر کی خاص طور پر بہت تاکید کی تھی کہ وہ ابوقیر کے سامنے کھلے سمندر میں ہرگز لنگر انداز نہ رکھے کیونکہ لنگر
انداز ہونے کی صورت میں دشمن سے مقابلہ ہو جانے کی نسبت یہ بہت بہتر ہوتا ہے کہ دشمن سے مقابلہ ہونے کے وقت
بیڑہ متحرک ہو۔ بحری افسروں نے پہلے اس مسئلہ پر بحث کی کہ آیا جہازات اسکندریہ کے بندرگاہ میں جس کا گہراؤ نہایت
احتیاط سے معلوم کر لیا گیا تھا داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اس پر باتفاق رائے یہ فیصلہ ہوا کہ اسی اسی توپوں والے
دو جہازوں اور ایک سو بیس توپوں والے جہاز کے سوا اور سب بآسانی داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ان تینوں جہازوں
پر سے بھی انکی توپیں اتار لی جائیں تو وہ بھی داخل ہو سکیں گے۔ امیر البحر نے توپیں اتار کر انکو بندرگاہ میں داخل کرنا
منظور نہ کیا۔ اس کی رائے تھی کہ جہاز داخل تو ہو گئے لیکن اگر دشمن کے چند بھی جہازوں نے ناکہ بندی کر لی تو پھر بیڑہ کا باہر
نکلنا دشوار ہو جائے گا کیونکہ توپوں کے بغیر یہ جہاز بالکل ٹھیرے ہوئے سے پڑے رہیں گے۔ مقابلہ کے لیے بالکل بیکار ہو جائیں گے اور
اگر توپیں چڑھا لی گئیں تو وہ بندر میں بیٹھ جائیں گے۔ باہر نہیں نکل سکیں گے۔ بنا بریں اُس نے کارفو چلے
جانے کا فیصلہ کیا۔ مگر چونکہ اُسے نپولین سے بڑی الفت تھی اور اُس نے اُس کے قاہرہ میں بخیریت پہنچ جانے کی خبر سننے سے
پہلے مصر کے ساحل سے چلا جانا گوارا نہ کیا۔ اور اس خبر کے پہنچنے تک اسکندریہ کے دہانوں کا عرض و عمق ناپتا رہا۔
یہ توقف نہ صرف اس کے بلکہ اس کے ملک کے لیے کمال مضر ثابت ہوا۔ اور اس نے دنیا کی تاریخ میں ایک
عظیم تغیر پیدا کر دیا۔

امیر البحر بروئز کے جہازات ابوقیر کے سامنے جو اسکندریہ سے بجانب مشرق چند میلون کے فاصلہ پر واقع ہے کھلے سمندر مین نیم دایرہ کی شکل مین لنگر زن تھے۔ یہ جہاز تعداد مین تیرہ تھے۔ اور اون کے نیم دایرہ یا قوس کا ایک سرا ایک چھوٹے سے جزیرہ سے جو جزیرہ ابوقیر کے نام سے پکارا جاتا ہے مس کرتا تھا۔ اس جزیرہ پر امیر البحر نے بارہ پونڈ گولہ چلانے والی توپون کی ایک باتری نصب کر دی تھی۔ اور اُسے یہ پختہ یقین تہا کہ مخالف کا کوئی جہاز اس جزیرہ اور اوس کے جہازات کی صف کے درمیان سے گذر کر اوس کے عقب کو نہین جا سکتا۔ اس امر کا اوسے ایسا کامل یقین تھا کہ جزیرہ کی طرف اُسنے اپنی صف مین کمزور ترین جہاز رکھے ہوئے تھے۔ اُسے بڑا فکر اپنی صف کے دوسرے سرے کی بچاؤ کا تھا۔ کیونکہ وہ کھلے سمندر مین تہا۔ اور اوس کی حفاظت کے لیے بازو پر کوئی خشکی موجود نہ تھی۔ اسی لیئے اوس نے بڑے بڑے جہاز ادہر متعین کئے ہوئے تھے۔

علاوہ برین جس رُخ پر اوس نے اپنے جہازون کی صف قایم کی ہوئی تھی۔ اور جدہر سے غنیم اوسپر حملہ آور ہو سکتا تہا۔ ہوا اُس سے مخالف رُخ کو چل رہی تھی۔ جس سے اوس نے خیال کر لیا تھا کہ ایسی مختصر صورت مین کوئی دشمن اوس پر حملہ کرنیکی جرات نہین کرے گا۔ پس بزعم خود سب طرح سے محفوظ ہونیکا انتظام کرکے وہ نپولین کی فتحیابی کی خوشخبری کا منتظر رہا کہ اوس کے سنتے ہی کار فو کو چلدے۔

نیلسن کو بحیرہ مجمع الجزائر سے ہوکر پھر بحیرہ ایڈریاٹک نیپلز اور سسلی جانے پر آخر نپولین کے اسکندریہ پہونچ جانیکا پختہ پتہ ملگیا۔ اور وہ فوراً فرانسیسی بیڑہ سے لڑائی کرنے کے لیئے ادہر روانہ ہو گیا۔ قریب پہونچکر اوس نے ایک ہلکا جہاز غنیم کی وضع اقامت اور طاقت کو معلوم کرنے کے لیئے آگے بھیجا۔ اور اس جہاز نے ابوقیر کے قریب جاکر فرانسیسی بیڑہ کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کر لی۔ فرنچ امیر البحر کے پاس ہلکے جہاز تو بہت تھے۔ مگر اون کو اوس نے اسکندریہ کے بندرگاہ مین داخل کر دیا ہوا تھا۔ اور اپنے جنگی جہازون کی صف کو قریب سمندر مین گشت کرتے رہنے کے لیئے ایک فرائیگیٹ بھی باہر نہ رکھا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکو نہ صرف انگریزی بیڑہ کی آمد کی ہی خبر نہ ہوئی۔ بلکہ انگریزی فرائیگیٹ کی دیکھ بھال کا بھی اُسے علم نہ ہوا اور اس جہاز نے کل نقشہ نیلسن کو جا بتایا۔ جو فی الفور سیدھا ابوقیر کو چل پڑا۔ اور یکم اگست کی شام کو چھ بجے فرنچ بیڑہ کے بالمقابل پہنچ گیا۔ فرنچ امیر البحر اوسوقت کھانا کھا رہا تھا۔ اوسنے اوسی وقت لڑائی کا حکم دیدیا۔ فرانسیسیون کو دشمن کی مطلقاً توقع نہ تھی۔ اور اکثر ملّاح ساحل کو گئے ہوئے تھے۔ فرنچ امیر البحر نے اونکو بلانے کے لیئے فوراً قاصد بھیجدیئے۔ اوسے خیال تہا کہ نیلسن اسی شام کو کبھی حملہ نہین کرے گا اور صبح ہونے تک مین کل سامان مکمل کر لونگا۔ مگر نیلسن نے فی الفور حملہ کرنیکا فیصلہ کرکے کمال دلیرانہ چال چلا۔ اوسنے دیکھ لیا کہ دشمن پر صرف اس طرح فتح حاصل ہوسکتی ہے کہ اوسکی صف کو جزیرہ والے سرے کی پاس سے گذر کر چند جہاز اوس کی عقب مین پہنچا دیئے جائین۔ یہ کام سخت خطرناک تھا۔ مگر بہادر نیلسن ذرا نہ جھجکا۔ اور اوس نے شام کے آٹھ بجے دشمن پر حملہ کر دیا۔ فریقین کے جہازون کی تعداد مساوی تھی۔ نیلسن کو صف کو سرے اور جزیرہ کے درمیان سے اپنے جہاز گذرنے

مین پہلے تو کامیابی نہ ہوئی۔ پہلا جہاز اسی کوشش مین چٹان پر بیٹھ گیا لیکن آخر پانچ جہاز یکے بعد دیگرے اس خطرناک رستہ سے گذر کر فرنچ جہازون کے عقب مین پہنچ گئے۔ باقی دوسری طرف رہے اور اس طرح فرنچ صف کو بیارے کے جہاز دو طرفہ نرغہ مین آ گئے اور سخت معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔ فرنچ صف کے قلب مین امیر البحر برو آیس کا جہاز تھا۔ اوس کی مہیب گولہ باری سے کئی انگریزی جہاز بیکار ہو گئے۔ اور خود نیلسن کے جہاز کو بھی سخت نقصان پہونچا۔ اور اگر اوس وقت فرنچ صف کا میمنہ جس مین پانچ بہترین جہاز تھے قلب و میسرہ کی مدد کو آ پہنچتا تو اسمین کوئی شک نہین کہ وہ بربادی جو فرنچ بیڑہ پر وارد ہوئی انگریزی بیڑہ پر وارد ہوتی۔ مگر میمنہ کے کمانڈر نے تاریکی مین اپنے امیر البحر کے نشان کو جو کمک کے لیے بلا رہا تھا۔ نہ دیکھا اور وہ اپنے جہازون کو لیے ہوئے بیکار کھڑا رہا۔ حالانکہ ایسے موقعہ پر نشان کے بغیر ہی کمانڈر مذکور پر اپنے اعلیٰ افسر کی کمک پر آجانا فرض تھا۔

اس اثنا مین فرنچ امیر البحر زخمی اور پھر گولہ کی ضرب سے تختہ جہاز پر ہی جسے اوس نے زخمی ہونے کے باوجود بھی نہ چھوڑا تھا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور آٹھ بجے اوس کا جہاز میگزین مین آگ لگ جانے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گیا۔ دو اور جہاز بھی اوس وقت تک نابود ہو چکے تھے لیکن باقی پانچون کمال استقلال سے برابر ابھی تک مشغول کارزار تھے۔ اور اگر میمنہ کا کمانڈر ابھی بھی جہاز لیکر لڑائی مین شریک ہو جاتا تو فتح کا پانسہ فرانسیسیون کے حق مین پڑتا۔ کیونکہ انگریزی بیڑہ کا بھی فرانسیسیون سے کچھ کم نقصان نہ ہوا تھا۔ حالانکہ نیلسن کے تیرہ اور برو آیس کے صرف آٹھ جہاز مشغول کارزار تھے۔ مگر میمنہ کے کمانڈر کی بزدلی نے آخر لڑائی کا فیصلہ کر دیا۔ وہ پانچون جہاز لیکر میدان سے ہٹ جانے کے لیے اپنی جگہ سے روانہ ہو گیا۔ رات کی تاریکی مین اوس کے تین جہاز ساحل سے ٹکرا گئے۔ اور باقی دونون کو لیکر جن کے ساتھ دو فریگیٹ بھی آ ملے تھے وہ مالٹا کو چلا گیا ان دو جنگی اور دو ہلکے جہازون کے سوا فرنچ جنگی بیڑہ مین اب کوئی جہاز سلامت نہ بچا۔ نیلسن کو بھی اس قدر نقصان پہونچا کہ وہ ان مفرور جہازون کا تعاقب تک نہ کر سکا۔ مگر جو کچھ اوس نے کر دکھایا وہی کچھ کم نہ تھا۔

نیلسن کی اس شاندار فتح سے نپولین اور اوسکی فوج فرانس سے بالکل بےتعلق ہو گئی۔ انہین فرانس سے کمک پہونچانے یا ملک کو واپس لیجانے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہ گیا۔ اس فتح نے نپولین کے تمام ارادون اور منصوبون پر جو انگلستان اور اوسکی ایشیائی مقبوضات کی فتح کے متعلق باندہ رہا تھا پانی پھیر دیا۔

اس فتح نے باب عالی کو تذبذب چھوڑ کر فرانس سے اعلان جنگ کر دینے پر آمادہ کر دیا۔ اور اس فتح سے کیتھرائن کا جانشین پال زار روس اور شاہ نیپلز فرانس کے برخلاف انگلستان کے ساتھ متحد و متفق ہو گیا۔ اور آسٹریا کو فرانس سے جنگ کرنے کی پھر جرأت پیدا ہو گئی۔

فرنچ فوج کو جب ابو قیر کی تباہی کی خبر پہونچی تو وہاں کے پاؤن تلے سے زمین نکل گئی۔ اور انکی مایوسی حرمان نصیبی اور شکستہ دلی کی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ مگر خوش قسمتی سے نپولین اور کلیبر ایسے جوانمرد اوس کے سپہ سالار تھے۔ [illegible] انکو

بھی تصور ہوا ہوگا۔ اور اون کے دل مین بھی طرح طرح کے وسوسے گذر گئے ہونگے۔ مگر یہی نہین کہ اونہون نے ایطالیہ کے حوصلون کو قایم رکھا۔ بلکہ اپنی ثابت قدمی مردی اور اولوالعزمی سے اپنے سپاہیون کی ہمتون کو بھی پھر تازہ کر دیا۔ اور اس سانحہ رنج افزا کو اون کے دلون سے چند ہی دنون مین فراموش کرا دیا۔

ٹرکی اور فرانس مین جنگ۔ اور روس انگلستان سے اتحاد۔

نپولین نے مصر پر روانہ ہونیسے پہلے ڈایرکٹری کے ساتھ ملکر یہ تجویز کی تھی کہ جسطرح ہو باب عالی کو اس فرنچ حملہ سے ناراض نہ ہونے دیا جائے اور اوسے یہ ذہن نشین کرا دیا جائے کہ فرانس نے مصر کو ملحق کرنے کیلئے اوسپر چڑھائی نہین کی۔ یہ کام مشہور فرنچ مدبر ٹالی منڈ کے سپرد کیا گیا تھا کہ نپولین کی روانگی کے وقت وہ سیدہا قسطنطنیہ چلا جائے۔ اور وہان جاکر سلطان اور اوس کے مشیرون کو فرانس سے برافروختہ نہ ہونے دے۔ مگر ٹالی منڈ لومڑی سے زیادہ زیرک تھا۔ اور جانتا تھا کہ مصر پر فرنچ فوجکشی کی خبر سنتے ہی ترک یکبارگی ایسے مشتعل ہو جائینگے کہ اوس وقت اون کو سمجھانے کی کوشش کرنا ہی فضول نہ ہوگا۔ بلکہ اوس طیش کی حالت مین اون سے جان کو سلامت رکھنا بھی مشکل ہوگا۔ یہ سوچ کر اوس نے قسطنطنیہ جانے کا نام تک نہ لیا۔ اور فرانسیسی سفارت اور فرانسیسی اغراض کا انصرام قائممقام سفیر ایم رفن کے ہی ہاتھ مین رہا۔ حملہ مصر سے پہلو آسٹریا کو شکست دیکر فرانس کی جمہوری ریاست نے وینس کے مقبوضات جزائر ایونین اور سواحلی علاقجات پریویسا وغیرہ پر اپنا قبضہ کرلیا ہوا تھا جس سے بحیرہ روم اور اوس کے سواحل پر فرانس کی تجارت کو اور فروغ ہوگیا تھا۔ اور زیادہ تر اسی غرض کیلئے اب مصر پر چڑھائی کیگئی تھی مگر ابوقیر کی شکست سے نتیجہ توقع کے برعکس نکلا۔

باب عالی کو جس وقت اسکندریہ پر فرنچ حملہ کی خبر پہنچی تو وہ ششدر رہگیا۔ اور فرانس کے مخالف انگلستان کو سلطان سلیم کے بھڑکانے کیلئے جو ابتک دولِ یوروپ کی باہمی جدال وقتال اور نزاع و مخاصمت سے بچا رہا تھا خاصہ موقع ملگیا۔ لیکن سلطان اور اوس کے مشیرون نے یکبارگی اپنے حلیفون کو رفیق سے بگاڑنا مناسب نہ سمجھا۔ بلکہ کچھ عرصہ تک تو انہین یہی خیال رہا کہ انگلستان نے محض ترکون کو اکسانے کیلئے فرنچ حملہ کی خبر خود گھڑ دی ہے۔ فرنچ سفیر بھی عجب مخمصہ مین مبتلا تھا۔ اوسکے اپنی گورنمنٹ سے اس معاملہ کے متعلق کوئی اطلاع یا ہدایت نہین ملی تھی۔ کہ وہ فلان روش اختیار کرے۔ ادہر ترکی وزراء بار بار اوس سے دریافت کرتے تھے کہ بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور دوسرے سفراء کیا کہہ رہے ہین۔ اوس نے پہلے تو بالکل ہی کانون پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ حملہ کی خبر بالکل غلط ہے۔ مگر جب اسکی صداقت مین کوئی شبہ نہ رہ گیا تو نپولین کے اعلان سے آسے یہ عذر لنگ سوجھا کہ فرانس نے سلطان کی حکومت کو زائل کرنے کیلئے نہین بلکہ مملوکون کو پامال کرکے اسے مستحکم کرنے کیلئے اپنی فوج مصر بھیجی ہے یہ وجہ معقول تو ہوسکتی تھی۔ مگر صرف اوس صورت مین جب کہ سلطان سے پہلے استمزاج کر لیا گیا ہوتا۔ اور اوس سے اجازت لیگئی ہوتی ملک پر تصرف کرلینے کے بعد ایسی طفل تسلیون سے سلطان کی کب تشفی ہوسکتی تھی۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ ترک مملوکون کی مسلسل

شورہ پشتی سے بہت تنگ آئے ہوئے تھے۔ مگر سلاطین کا ہمیشہ اونکی سرکوبی کو لیئے مہمیں بھیجتے رہنا صاف بتا رہا تھا کہ ترکی گورنمنٹ اِس قیمتی مقبوضہ کی قدر و منزلت سے بخوبی واقف تھی۔ اور اوس کا قبضہ سے نکلجانا کبھی گوارا نہیں کر سکتی تھی چند ہی ہفتوں بعد نپولین کے انتظامات نے اوس کے ارادوں کے متعلق جو کچھ شک و شبہہ باقی تھا۔ اوسے بھی دور کرکے اوس کا منشا بخوبی واضح کر دیا۔ اور نیز انگریزی وزیرِ اعظم مسٹر پٹ کو فرانس کی غداری بابِ عالی پر روشن کرنے کیلیئے زبردست وجوہات ملگیئن سلطان کا رہا سہا تذبذب فرنچ سفیر کی خاموشی سے کافور ہوگیا۔ اور بابِ عالی نے ۱۱ ستمبر ۱۷۹۸ء کو اعلانِ جنگ دیکر فرنچ سفیر رُفن کو قلعہ ہفت برج میں مقید کر دیا۔ یہ آخری سفیر تھا جس کو اس طرح سے نظر بند کیا گیا۔

ورینولا نسلیس نے نیپلز جاکر اپنے بیڑہ کو پھر درست کر لیا تھا۔ اور بحیرہ مجمع الجزائر کو واپس آگیا تھا سلطان سلیم نے اوسے مرصع قبضہ کی تلوار اور الماس کی کلغی عطا فرما کر سلطانی نوازشات سے سرفراز کیا۔ اور ترار پال نے بھی جو فرانس کے برخلاف اب علانیہ انگلستان کے ساتھ متحد ہوگیا ہوا تھا۔ جہاں کہیں فرنچ سوداگروں کی کوٹھیاں تھیں۔ اون کو تاخت و تاراج کرکے برباد کر دیا۔ اور ممالک محروسہ میں جس قدر فرنچ موجود تھے۔ اون کو گرفتار کرکے باسفرس کے ایشیائی قلعوں میں قید کر دیا گیا۔ مجمع الجزائر اور سمرنا و بیروت وغیرہ میں اگر مسلمانوں نے کسی فرنچ کوٹھی کو باقی بھی رہنے دیا تھا۔ تو اوسے انگریزی بیڑہ نے ترک حکام کو مجبور کرکے غارت کرا دیا۔

الغرض مصر پر حملہ کرنیکا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ تمام بحیرۂ روم میں فرانسیسی تجارت کی بیخکنی ہوگئی۔ لیکن ساتھ ہی یہ بتا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نپولین کو سوجھی تو بہی دور کی تھی۔ اور وہ اس بلا کا اولوالعزم جری تھا کہ اگر اوس کا بیڑہ سوءِ اتفاق۔ یا نلسن کی بہادری یا فرنچ بیڑہ کے کمانڈر کی حماقت یا بزدلی سے برباد نہ ہوجاتا تو ایشیائی فتوحات میں بھی وہ وہی نام پیدا کرلیتا جو اسکندر اور تیمور کو حاصل ہے۔

اعلانِ جنگ سے چونکہ اب روس اور ٹرکی کی اغراض متحد ہوگئی تھیں۔ ۲۳ دسمبر ۱۷۹۸ء کو دونوں سلطنتوں میں اتحادی عہدنامہ ہوگیا۔ جس کے رو سے مدامی صلح کا اقرار اور ایکدوسرے کے مقبوضات کی سلامتی کی ضمانت کیگئی۔ ترکی مقبوضات میں مصر کا نام بالصراحت اور تخصیص کے ساتھ درج کیا گیا۔ ۵ جنوری ۱۷۹۹ء کو انگلستان بھی اِس اتحاد میں شامل ہوگیا۔ اور بعد ازاں نیپلز کی ریاست بھی اون کے ساتھ شریک ہوگئی۔[1]

اعلانِ حرب کے بعد سلطان نے فرانسیسیوں کو مصر سے نکالنے کے لیئے ایک طرف جزیرہ رہوڈس میں ترکی فوج اور بیڑہ دونوں کے جمع ہونیکا اور دوسری طرف شام میں ایک جرار فوج فراہم کیئے جانیکا حکم دیا۔ عکہ کا مشہور جزار پاشا گو بظاہر سلطانی حکومت سے ایک طرح سے بالکل آزاد رہتا تھا۔ مگر اِس نازک موقعہ اور ضرورت کے وقت اوس نے کفار فرنگستان کے مقابلہ کے لیئے سلطانی

[illegible]

[1] سلطان اور اوس کی رفیق سلطنتوں نے بحیرۂ ایڈریاٹک میں بھی فرنچ مقبوضات پر حملہ کیا۔ جس کا مفصل ذکر مصر کی مہمات سے بعد درج کر دیا گیا ہے۔ مؤلف

فوج کا سر عسکر بننا بڑی خوشی سے منظور کر لیا اور شام کی فوج کی اعلے کمان اوس کے حوالہ کر دی گئی۔ رہوڈس میں مصطفے پاشا کے زیر کمان ۱۶ ہزار فوج جمع کرنے کا حکم صادر ہوا تھا۔ سلطانی گورنمنٹ نے بمشورہ انگلستان یہ تجویز کی تھی کہ شامی فوج براہ صحرا سنہ ۱۷۹۹ء کے شروع میں مصر پر حملہ کرے اور اسیوقت رہوڈس والی فوج جہازوں پر سوار ہو کر ابو قیر جا اترے۔ مگر نپولین کی مستعدی اور پیش دستی نے اس دو طرفہ حملہ کی تجویز کو نا عنکبوت کی طرح توڑ دیا۔

سلسلہ واقعات کو مکمل کرنے کے لیئے نپولین کے مصری کارناموں کی داستان ستمبر ۱۷۹۸ء سے شروع کی جاتی ہے۔ ٹرکی کی اعلان جنگ کے وقت مصر صعید پر ابھی تک نپولین کا قبضہ نہ ہوا تھا۔ مگر اوس کا جنرل ڈیساکس جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے اوس علاقہ کی سرحد پر فوج لیئے پڑا تھا۔ نیل کی طغیانی فرو ہو جانے کے بعد اکتوبر میں ڈیساکس نے پیش قدمی شروع کی۔ مراد بک نے پیچھے ہٹ کر سدیمین میں مقابلہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ ۷ اکتوبر کو فریقین میں سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ مصر میں ویسی سخت لڑائی اب تک فرانسیسی فوج کو نہ لڑنی پڑی تھی۔ دو ہزار فرنچ فوج کے مقابلہ پر چار ہزار مملوک اور آٹھ ہزار عرب تھے۔ مملوک حسب معمول کھلے میدان میں اور عرب قلعہ بند فصیلوں کے پیچھے مورچوں میں تھے۔ ڈیساکس نے اپنی سپاہ کو چار مربعوں میں صف آرا کیا جن میں سے دو بڑے تھے اور دو چھوٹے۔ چھوٹے بڑے مربعوں کی دونوں طرف تھے۔ اس لڑائی میں پہلی مرتبہ فرنچ فوج پیدل کی مربع بندی شکست ہوئی۔ بازو کی طرف کا ایک چھوٹا مربع سواروں کے تصادم کی تاب نہ لا سکا۔ اور اوسکی صفیں ٹوٹ گئیں۔ مگر اوس کے سپاہیوں نے یہ عقلمندی کی کہ وہ فوراً زمین پر لیٹ گئے تاکہ دوسرے مربع کی صفوں کو دشمن پر آتشباری کرنیکا موقعہ ملجائے۔ مملوک صف شکستہ مربع میں سرپٹ گذر کر دوسرے مربع پر حملہ آور ہوئے۔ مگر وہاں اونہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی اور کئی گھنٹے متواتر حملہ کرتے رہکر آخر پسپا ہو گئے۔ اور ڈیساکس نے مربع بندی کی شکل میں آگے بڑھ کر مورچوں کو فتح کر لیا۔ جس وقت نفیفیہ اسیف مملوکوں نے بڑا حملہ کا ٹا کر فرنچ مجروحین کو جو پیچھے میدان جنگ میں پڑے ہوئے تھے قتل کر دیا۔ اس کو معاً ڈیساکس نے بھی مورچوں میں غضبناک ہو کر خونریزی کی۔ اس معرکہ میں تین سو فرانسیسی قتل ہوئے۔

سدیمین کو فتح کر کے ڈیساکس آشاروں تک بڑھا چلا گیا۔ اور چند مزید معرکوں کے بعد فرنان تک فرنچ تسلط قائم کر دیا۔ اس علاقہ میں اوس نے جیسی کہ اپنی شجاعت سے ناموری حاصل کی ویسی ہی عدل و انصاف اور رحمدلی سے ہر دل عزیز ہو گیا۔ چنانچہ قاہرہ میں اگر نپولین کو سلطان کبیر پکارا جاتا تھا تو مصر صعید میں ڈیساکس سلطان عادل کے نام سے مشہور تھا۔ ادہر نپولین نے بلبیس پر حملہ آور ہو کر ابراہیم بک کو وہاں سے شام کیطرف بھگا دیا۔ ۲۱ اکتوبر کو مراد بک کو خفیہ جاسوسوں کی اغوا سے قاہرہ میں جو بغاوت ہو گئی تھی وہ بڑی سختی سے فرو کی گئی۔ الغرض موسم سرما کے شروع ہونے تک کل مصر پر فرنچ حکومت بالاستحکام قائم ہو گئی ۔

مہم شام و محاصرۂ عکہ

نپولین کو جب ترکی افواج کے اجتماع اور باب عالی کی تجویز کی اطلاع ملی تو اوسے فوراً سوجھ گئی کہ مصر میں بیٹھا رہکر حملہ کا منتظر رہنا سخت نقصان بخش ہوگا۔ مناسب

بھی ہے کہ خود سبقت کرکے غنیم کے ارادون کو ملیا میٹ کیا جائے۔ اوسے یہ خبر ہو گئی تھی کہ ترکی افواج ۱۷۹۹ء کے موسم بہار مین حملہ کرین گی لیکن اوس موسم مین مصر اور شام کے درمیانی صحرا کو عبور کرکے دشمن پر حملہ آور ہونا تقریباً ناممکن تھا جس پر اوس نے فی الفور جارحانہ پہلو اختیار کر لینے کا عزم کر لیا۔ اوس نے لبنان کے کوہستانی قبائل سے مصر جاتے ہی خط و کتابت شروع کر دی ہوئی تھی۔ (دروز و متولیون خوارجی اسلامی قبائل) اور عیسائی قبیلون نے اوس کو ساتھ شریک ہونے کا وعدہ کر لیا تھا۔ نپولین نے اس جارحانہ کارروائی کے فوائد اپنے مشیرون کے سامنے حسب ذیل پیش کیے۔

"جب ہم نے شام پر حملہ کر دیا تو رہوڈس والی فوج کو حکماً اون کی امداد کے لیے شام آنا پڑے گا۔ پس مصر پر حملہ کرنے والی کوئی فوج نہیں رہ جائے گی سو وہان بالکل امن رہیگا۔ اوسطرح ہم وہان سے بتدریج اور وقتاً فوقتاً اپنی فوج کا حصہ کثیر شام مین منگوا سکنے کے قابل ہو جائین گے۔ اور جب ہم شام پر قابض ہو گئے تو مراد بک اور ابراہیم بک کو ملوک صحاری مصر کے عوض۔ کوہ لبنان کے دروز متولی۔ شام کے عیسائی اور شام کے علاقہ آذو کے تمام عرب شیوخ ہمارے ساتھ شامل ہو جائین گے۔ اور پھر یہ تحریک کل عربستان مین پھیل جائے گی کیونکہ ممالک عثمانیہ کے وہ تمام صوبجات جن مین عربی زبان بولی جاتی ہے۔ انقلاب کے لیے تیار ہو رہے ہین۔ اور محض کسی ایسے شخص کے منتظر ہین جو اس کام کو کر سکے۔ اگر ان معرکون مین کامیاب ہو گئے تو ہم موسم بہار کے وسط تک دریاے فرات کے کنارے تک پہنچ جائین گے۔ اور ۲۵ ہزار چیدہ فرنچ فوج کے علاوہ جو کل دنیا مین شجیع ترین ہے۔ بیشمار توپ خانہ اور ایک لاکھ امدادی عساکر ہمارے پاس ہون گے۔ اوس وقت ہمارے اختیار مین ہوگا کہ اگر سلطان مخالفت سے باز نہ آئے تو قسطنطنیہ پر حملہ کرکے اوسے فتح کرین ۔ اور پھر اوس راستہ سے اپنے ملک کو واپس چلے جائین ۔۔۔ اور اگر اس اثنا مین فرانس سلطان سے دوستانہ تعلقات پھر قایم کر لینے مین کامیاب ہو گیا۔ تو ہم (عراق عرب اور جنوبی ایران کے) صحراؤن سے گذر کر موسم سرما کے آخیر مین ہندوستان پر حملہ آور ہو جائین گے"

مگر جزار پاشا کی شجاعت و ثابت قدمی نے اوس کے تمام ایشیائی منصوبون کو خاک مین ملا دیا۔ جزار نے اپنی فوج کا ہراول عبداللہ پاشا والی دمشق کے ماتحت العریش کو جو فلسطین اور مصر کے علاقہ سینا کی ملحقہ سرحد پر واقع ہے بھیج دیا ہوا تھا۔ اور وہ غزا اور جافا کی حفاظت کا انتظام کرنے کے بعد جنوری ۱۷۹۹ء کے آخیر مین وہان پہنچ گیا ہوا تھا۔ نپولین تیرہ ہزار فوج پیدل۔ نو سو سوار اور ۴۹ توپین لیکر جو کلیبر سورنٹ لاوین اور جنیلون کے زیر کمان تھی شروع فروری مین مصر سے روانہ ہوا۔ نپولین نے مصر مین ایک نئی قسم کی رجمنٹ بھی تیار کر لی ہوئی تھی۔ یہ شتر سوارون کی فوج تھی۔ ہندوستان کے باشندے سانڈنیون کے دم اور تیز رفتاری سے بخوبی واقف ہین۔ اور جانتے ہین کہ یہ جانور ریگستانون مین سو سو میل کی مسافت ایک دم طی کر سکتا ہے۔ نپولین نے یہ رجمنٹ بدوی عربون کی تاخت و تاراج کے انسداد اور اون کے تعاقب کرنے کے لیے تیار کی تھی۔ ہر سانڈنی دو سپاہی ایک دوسرے کی طرف پشت کرکے سوار ہوتے تھے۔ ہم شام مین اس رجمنٹ کو بھی

نپولین نے ساتھ لیلیا۔

علاوہ برین وہ نائب امیر البحر پرّی کو حکم دے گیا کہ وہ اسکندریہ سے تین فرانگیٹون پر قلعہ شکن توپین اور اون کا سامان لیکر شام کے ساحل پر پہنچ جائے۔ نپولین ۱۷ فروری کو قلعہ العریش کے سامنے پہنچا۔ اور خفیف سے مقابلہ کے بعد فوج محافظ نے جس کی جمعیت تیرہ سو آدمیون کی تھی اوس کے آگے ہتھیار ڈالدیئے۔ فاتحین کو وہان بیشمار مال اسباب اور گودام غنیمت مین ملے۔ ابراہیم بک قلعہ مذکور کی مدد کو چلا آرہا تھا۔ نپولین نے اوسے شکست دیکر بھگا دیا۔ اور اوس کا کل کیمپ جس مین بیکران زر و دولت پائی گئی فرنچ فوج کے ہاتھ لگا۔ سپاہیون کو اس مہم مین بھی ریگستان طے کرنے وقت سخت تکلیفین برداشت کرنی پڑی ہین۔ مگر جب وہ یہہ دیکھتے کہ اونکا سپہ سالار بھی بیمار اور کمزور ہونے کے باوجود اون کے دوش بدوش اونکی طرح پیدل چلا جا رہا ہے اور کل دکھ درد مین اونکا شریک حال ہے تو وہ حرف شکایت زبان پر لانے کی جرأت نہین کرسکتے تھے۔ چند دنون کے بعد وہ غزا پہونچ گئے۔ اور یہہ قلعہ بھی بآسانی فرنچ فوج کے قبضہ مین آگیا۔ اور وہان بھی العریش کیطرح سامانِ حرب اور رسد کی وافر مقدار پائی گئی۔ غزا سے یروشلیم کے بندرگاہ جافا (یافا) کی طرف کوچ کیا گیا اور نپولین ۳ مارچ کو وہان پہنچ گیا۔

جافہ کا نام زمانہ قدیم مین جاپہ تھا۔ اوسکی حفاظت کے لیئے بے حد استنگین فصیل موجود تھی۔ اور چار ہزار فوج اوسکی محافظ تھی جس نے حملہ آورون کا ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ ۴ مارچ کو شہر کا محاصرہ کرلیا گیا۔ اور جب گولہ باری سے فصیل مین جابجا رخنے ہوگئے تو نپولین نے ترکی افسر کو اطاعت قبول کرلینے کیلیئے کہلا بھیجا جس کے جواب مین محافظین نے قاصد کا سر قلم کرکے فصیل سے نیچے پھینکوا دیا۔ اسپر نپولین نے ۷ مارچ کو شہر پر حملہ کر دیا۔ اور بنوک سنگین اوسے فتح کرکے تیس گھنٹون تک تاخت و تاراج اور قتل عام کا بازار گرم رکھا یہان سے بھی اوسکو توپ خانہ کا وافر سامان اور دیگر ہر ایک قسم کے گودام ہاتھ آئے۔ فاتحین نے بقول بعض دو ہزار اور بروایت دیگر چار ہزار ترک سپاہی اسیر بھی کیئے تھے۔ فرنچ مورخ تھیر بلا تخصیص عدد کئی ہزار لکھتا ہے۔ مسٹر ایکنگی نپولین کے پرائیویٹ سکرٹری بوریِن کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ ان سپاہیون نے جن مین زیادہ تر آرنوط اور البانوی تھے بونا پارٹ کے ایڈیکانگون (یاورون) بوہارنیس اور کروزیہ کے سامنے بوعدہ امان ہتھیار رکھے تھے۔ اسقدر حجم غفیر کو مصر واپس بھیجنے کیلیئے انکی حراست کو متوسط کم از کم کئی سو سپاہی درکار تھے۔ جن کی نپولین اپنی فوج سے گنجائش نہین نکال سکتا تھا۔ اور نہ اتنی بڑی جمعیت کو وہ آزاد کر سکتا تھا کہ وہ دوسری ترکی فوج مین جاکر شامل ہوجانیسے اوسکی طاقت کو بڑہا دین۔ اس تمہ سے بچنے کے لیئے اوس نے ایک نہایت خوفناک تدبیر سوچی۔ اور ان سب کو قتل کرا دینے کا عزم کرلیا۔ نپولین کے اس فعل پر دوسری قومون کے مورخ ہی نہین بلکہ خود فرنچ وقائع نگار بھی سخت نفرین کرتے ہین۔ البتہ اسقدر اضافہ کرتے ہین کہ مدت العمر مین ایک یہی ظالمانہ فعل اوس سے سرزد ہوا تھا۔ اور وہ بھی غالباً اس وجہ سے کہ وحشی ممالک کی بود و باش سے وہان کی ظالمانہ عادات اوس مین نامعلوم طور پر سرایت کر گئی تھین۔ ان ہی فرنچ مورخون کا بیان ہے کہ فرنچ سپاہیون نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل تو کی مگر بکراہت۔ مسٹر والٹر سکاٹ نے جو

کی بے رحمی اور ترکون کے استقلال اور تسلیم برضائے الٰہی کی کیفیت ان الفاظ مین تحریر کرتا ہے:-

"اسیرون کی جماعت فرنچ پلٹن کے ایک بڑے مربع کے حلقہ مین جافہ سے باہر لیجائی گئی۔ ترکون کو معلوم ہوگیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا مگر انہون نے اوس وقت بھی کسی قسم کی مزاحمت و عاجزی یا شکوہ شکایت نہ کیا۔ قیدی جافہ کے جنوب مشرق میں ساحل کے ریگستانی ٹیلون پر پہنچائے گئے۔ اور وہان اون کو چھوٹی چھوٹی جماعتون میں تقسیم کرکے بندوقون کا نشانہ بنادیا گیا۔ اس خونریزی میں بہت وقت صرف ہوا۔ جو قیدی گولی سے ہلاک نہ ہوئے اونکا کام سنگینون سے تمام کیا گیا۔ سب قیدیون کی ٹھنڈی لاشین ہوتی تھین۔ کیونکہ قتل عام کے وقت سپاہی توڑ کر سمندر مین کود پڑے جن کو وہین بندوقون سے نیست و نابود کردیا گیا۔ جب سب قتل ہوچکے تو اون کی لاشون کو ایک جگہ جمع کرکے ایک بڑا انبار بنادیا گیا۔ جو اب تک نظر آتا ہے۔ مگر اب وہ خونی لاشون کی بجائے سفید ہڈیون کا انبار رہ گیا ہے۔ اور مسافر ادھر سے گذرتے وقت اوس جگہ سے بچکر کاٹ کر پرے ہٹ جاتے ہین تاکہ مغربی تہذیب کی یہ خوفناک یادگار انہین دکھائی نہ دے۔"

یہ قتل عام ۱۰ مارچ ۱۷۹۹ء کو ہوا۔ اپنا پھل دیئے بغیر نہ رہا۔ اس کے بعد فوراً ہی جبکہ فرنچ فوج ابھی جافہ ہی مین تھی۔ اوس مین طاعون پھوٹ پڑی۔ اور ہزارون فرانسیسی اوس سے ہلاک ہوگئے۔

جافہ سے بوناپارٹ عکہ کو روانہ ہوا۔ اس کا قدیم نام ٹولیماس تھا۔ وہ کوہ کارمل کے دامن مین آباد ہے۔ اور شام خاص کی کلید متصور ہوتا ہے۔ نپولین کے رستہ مین یہی ایک رکاوٹ باقی تھی جس کا دور کرلینا فتح شام اور بنا برین کل تمناؤن کے برآنیکا مرادف تھا۔ جزار پاشا زبردست فوج لیئے ہوئے وہان مقیم تھا۔ اور اوس نے شہر کی حفاظت کیلیئے خوب مستحکم مورچے وغیرہ تیار کر لیئے ہوئے تھے۔ سمندر مین انگریزی امیرالبحر سر سڈنی سمتھ مع جنگی جہازون کے اوسکی کمک پر موجود تھا۔ اس انگریز افسر نے پاشائے مذکور کو انجینیر گولنداز اور گولہ بارود بھی بھیجا ہوا تھا۔ ادھر دمشق کیطرف سے بھی بڑا کمک مدد کو ایک فوج چلی آرہی تھی نپولین نے عکہ پہنچتے ہی پاشا کو کمک پہنچ جانے اور نیز اوس کے مورچون کے مکمل ہوجانے سے پہلے حملہ کردینے کا فیصلہ کرکے ۲۰ مارچ کو اوس کا محاصرہ کرلیا۔ اور ترکی مورچون اور چند توپون کے بالمقابل مورچے اور چند قلعے تیار کرلیئے۔ مگر قلعہ شکن توپون کے نہ ہونے سے بہت دقت پیش آئی۔ اسکندریہ سے جو توپخانہ بھیجا گیا تھا اوسے سر سڈنی سمتھ نے رستہ مین چھین لیا تھا۔ نپولین کے پاس صرف سات ۲۴ پونڈر[1]۔ چار بارہ پونڈر اور آٹھ غبارے تھے۔ نپولین کے پاس گولا بھی نہ تھے۔ یہ عجیب مضحکہ خیز و لطیف تدبیر سے حاصل کیئے گئے۔ اوس نے چند سوار کنارہ سمندر پر بھیجدیئے جن کو دیکھکر سر سڈنی سمتھ نے اپنی کل باتریون سے وہان دھار گولہ باری شروع کردی۔ نپولین نے حکم دیدیا کہ سپاہیون کو فی گولہ ۵ پیسے قیمت دیجاوے گی۔ وہ فوراً ایک گئے۔ اور عین گولہ باری کے دوران مین انگریزون کی نادانی پر ہنستے ہوئے گولون کو جمع کرکے لاتے گئے۔ اور اسطرح نپولین کے توپخانہ کو ہر قسم کے ہزارون گولے پہنچ گئے۔

---

[1] یعنی ۲۴ پونڈ یا سولہ سیر وزن کا گولہ چلانے والی توپ۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے نپولین نے خشکی کی طرف سے عکہ کا ۲۰ مارچ کو محاصرہ شروع کر کے دھاوا کرنے والی فوجوں کے بچاؤ کے لیے خندقیں کھدوانا شروع کر دیا تھا۔ اتفاق سے ایک فرانسیسی جنرل نے محصورین کی قلعہ بندیوں کا معائنہ کیا۔ وہ ایک ٹیلہ تک پہنچ گیا جسے اوس نے خیال کیا کہ یہ فصیل قلعہ ہے۔ وہاں تک جاتے ہوئے اوسے راستہ میں کوئی خندق یا پشتہ نہیں ملا تھا۔ اس سے اوس نے خیال کر لیا کہ قلعہ پر حملہ کرنے کے لیے صرف اوس دیوار میں جسے اوس نے فصیل تصور کیا تھا رخنہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ ۲۵ مارچ کو اوس میں شگاف کر دیا گیا اور دھاوے کے لیے سب سامان تیار تھا۔ بلکہ اوس کے لیے آگے بڑھنا بھی شروع کر دیا گیا تھا کہ عین اوس وقت خندق اور پشتہ کی موجودگی کا علم ہو جانے سے اوسے ملتوی کر دیا گیا۔ اور پشتہ کو اڑا دینے کے لیے سرنگ کا کام شروع کیا گیا محصورین سرنگ بازوں پر بندوقوں اور اونچی توپوں سے جو سڈنی اسمتھ نے فرانسیسی جہازوں سے چھینی تھیں سرنگ لگانے والوں پر بڑی سختی سے آتشباری کرتے رہے۔ جزار کے پاس ایک قابل فرانسیسی انجنیر فلیپوکس بھی تھا۔ یہ انجنیر اون لوگوں میں سے تھا جو انقلاب عظیم کے وقت فرانس سے بھاگ گئے تھے۔ سرنگ ۲۸ مارچ کو تیار کر لی گئی۔ لیکن جب اوسے آگ دی گئی تو پشتہ کا صرف تھوڑا سا حصہ گرا۔ تاہم دیوقامت فرانسیسی سپاہیوں نے خندق سے گذر کر جس کا کچھ حصہ پشتہ کے ٹکڑے گر جانے سے کسیقدر بھر گیا تھا دھاوا کر دیا۔ اور فصیل کے ساتھ سیڑھی کھڑی کر دی۔ ترک پہرہ والا اوری دیکھکر کسیقدر سہم گئے۔ مگر اتنے میں حملہ آوروں کا افسر ہلاک ہو گیا۔ اور اوس کے سپاہی شکستہ دل ہو گئے۔ ادہر ترکوں کے حوصلے پھر مضبوط ہو گئے۔ اور انہوں نے فصیل پر واپس آکر ان دو فرانسیسی پلٹنوں پر جو پہلے حملہ آوروں کے پیچھے پیچھے دھاوے کے لیے آگے بڑھ رہی تھیں سخت آتشباری شروع کر دی ان پلٹنوں کا افسر بھی قتل ہو گیا۔ اور حملہ آوروں کو دوبارہ اپنی مدعا میں ناکامی نصیب ہوئی۔

اس کے بعد پشتہ کو گرا کر خندق کو پاٹنے کے لیے پہر ایک اور سرنگ شروع کی گئی۔ یہ ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ یکم اپریل کو نپولین کو خبر پہنچی کہ دمشق سے ملکی فوج قلعہ کی کمک کو چلی ہے۔ نپولین نے محاصرہ کو قائم رکھکر اپنی فوج سے ایک[1] ڈویژن کلیبر کے ماتحت دریائے جارڈن کو بھیجا تاکہ دمشقی فوج کو دریائے مذکور سے عبور نہ کرنے دے۔ عبداللہ پاشا نے جس کے ساتھ سامان رسد کی سینکڑوں گاڑیوں کے علاوہ بارہ ہزار سوار اور تیرہ ہزار پیدل تھے ۴ اپریل کو یعقوب پل سے دریائے جارڈن کو عبور کر لیا۔ اور ۸ اپریل کو ناصرت کی سڑک پر دمشقی فوج ہراول کی کلیبر کے پانسو ہراول سپاہیوں کے جو جونا کی زیر کمان تھے مڈبھیڑ ہو گئی۔ جونا نے ہٹ جانے کی بجائے مربع باندھ کر غنیم سے لڑنا شروع کر دیا۔ اور بہت نقصان پہنچا کر دس ترکی علم چھین لیے۔ مگر آخر کثرت تعداد کے سامنے اوس کی پیش نہ گئی۔ اور اوسے قلب لشکر کی طرف جو پیچھے ہراول کو بلانے کے لیے سرعت سے آگے بڑھا آرہا تھا پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ نپولین کو جب غنیم کی جمعیت کی خبر پہنچی تو اوس نے خود ایک ڈویژن لیکر کلیبر کی مدد پر جانے کا ارادہ کر لیا۔ اسی وقت جزار نے فرانسیسی فوج پر دھاوا کر دیا۔ مگر فرانسیسی توپخانہ اور غباروں نے بھی دھڑا دھڑ گولہ باری کی کہ جزار پھر اپنے مورچوں کو ہٹ جانا پڑا۔ اور نپولین ایک ڈویژن لیکر کلیبر کی مدد کو روانہ ہو گیا۔

[1] نپولین نے ہمہ تمام کی فوج کو چار پیدل ڈویژنوں اور ایک ڈویژن فوج سواران پر تقسیم کیا تھا۔ مؤلف۔

کلیبر کو ہٹانی علاقون میں سے گذر کر ۱۶ اپریل کو موضع فولی کے قریب اوس میدان مین پہنچگیا جو کوہ طابور کے دامن تک پھیلا ہوا ہے۔ ترکی فوج اوس میدان مین مقیم تھی۔ کلیبر کا ارادہ رات کیوقت اچانک ترکی کیمپ پر جا پڑنے کا تھا مگر وہ دن نکلنے سے پہلے وہان پہنچ سکا۔ اور اوسوقت تمام ترکی فوج کو لڑائی کیلئے مستعد پایا۔ فوج پیدل موضع فولی مین مورچون کے پیچھے تھی اور سوار میدان مین۔ کلیبر کے پاس بمشکل تین ہزار فوج پیدل تھی جس کو اوس نے حسب معمول مربع شکل مین مرتب کر لیا۔ ہزار ہا ترک سوارون نے اس مربع پر بڑی سختی اور تیزی سے حملہ کیا۔ مگر وہ اوس کی صفون کو نہ توڑ سکے۔ اور فرنچ توپون اور بندوقون کی آتشباری سے تھوڑی ہی دیر مین مربع کے چارون طرف مقتول ترک سوارون اور اون کے مردہ گھوڑون کے ڈھیر لگ گئے جن سے فرانسیسی صفون کے گرد ایک خاصی پشتہ دار دیوار گوشت و پوست کی بن گئی۔ اور فرانسیسی اسکی آڑ مین اپنے اعداء کی پرغضب پلٹون کو برابر چھ گھنٹون تک روکتے رہنے کی قابل ہوگئے۔

شور حرب ابھی خوب گرم تہا کہ نپولین بھی اپنا ڈویژن لیکر کوہ طابور کی طرف سے میدان مین پہنچگیا۔ اوس نے اپنے دستہ کو دو مربعون مین تقسیم کر کے چپ چاپ اسطرح سے آگے بڑھنا شروع کر دیا کہ کلیبر کے مربع کے ساتھ ملکر دونون مربع مثلث متساوی الاضلاع بنالیں اور عبد اللہ کی فوج ان تینون مین گھر جائے۔ کلیبر اور عبد اللہ کو اسی وقت اون کی آمد کی خبر ہوئی جب کہ نپولین نے قریب پہنچکر توپ سر کئے جانے کا حکم دیا۔ ترک اب تینون طرفون سے تباہی بخش آتشباری کی زد مین گھر گئے۔ سوارون کی قدم اکھڑ گئے اور وہ سراسیمہ وار میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ اسپر کلیبر کی ڈویژن نے جو نپولین کے پہنچ جانے سے گویا پھر تازہ دم ہوگیا تھا فولی پر دھاوا کر دیا۔ اور بزور سنگین اوسے فتح کر کے ترک پیدلون کے خون سے مورچون کو تر کر دیا۔ عبد اللہ کی کل فوج ایک دن مین تقریباً معدوم ہوگئی۔ اوسکا علم کل کیمپ۔ چار سو اونٹ اور بیشمار مال غنیمت فاتحین کے ہاتھ آیا۔ مورت فوج سواران لیکر دریائے جارڈن کے کنارون پر موجود تھا۔ جہان اوس نے ہزار ہا مفرورین کو تہ تیغ کیا۔ علاقہ نابلس کے تمام دیہات نپولین کے حکم سے جلا دئیے گئے۔ اور اوس کی چھ ہزار فوج اپنے سے کئی گنی زیادہ فوج کو پامال کر کے مظفر و منصور عکہ کے کیمپ کو واپس لوٹی۔

درینولا محاصرین اور محصورین ایک دوسرے کی برخلاف لگاتار سرنگین بناتے اور اون کو اڑاتے رہتے تھے۔ اور ایک ایک انچ زمین کیلئے سینکڑون جانین قربان کیجاتی رہی تھیں۔ فرانسیسیون کو محاصرہ کئے اب چھ ہفتے ہوگئے تھے اور اس عرصہ مین کئی پلے فریقین کیطرف سے ہو چکے تہے مگر ہنوز ہنوز اول کا معاملہ تھا۔ اور فرنچ فوج کی مقدار جمعیت نہ تھی کہ ہر ہفتہ سینکڑون کے کٹ جانیسے اوس مین کسیطرح کا ضعف پیدا نہ ہو سکتا۔ اوس کے پیچھے سے فی الفور کوئی کمک نہین پہونچ سکتی تھی۔ وقت اور آدمی دونون چیزین بہت قیمتی تہین۔ ۷ مئی کو سمندر کے رستہ بارہ ہزار فوج کی کمک جزایر یونان کو پہنچ گئی۔ قسطنطنیہ مین یورپ مین معمول پر قوانین پایا گیا تھیں وہ ابھی یہان نہ شامل تھیں۔ اوس نے انتظام محاربہ تک ایسی جو بہادری اور ثابت قدمی دکھائی کہ ترک تو علیحدہ رہے خود نپولین بھی عش عش کرتا تھا۔ جب ایک ساعت بندر مین داخل ہوئی۔ تو

نپولین نے اندازہ لگایا کہ اوسنے خشکی پر اُترنے کے لیئے کم از کم چھ گھنٹے درکار ہونگے پس اگر اس عرصہ میں فرینچ فصیل کو توڑ کر قلعہ اور شہر پر دہاوا کردیں تو یہ کمک محصورین کو کچھ مدد نہ دے سکیگی - اوس نے اوسیوقت چوبیس پونڈر توپوں کو فصیل کے کمزور ترین موقعہ پر گولہ باری کا حکم دیدیا جس میں رات تک شگاف کر لیا گیا - اور فرینچ فوج نے دہاوا کر کے اوس طرف کی مورچہ بندی کو فتح کر لیا - وہاں کی توپوں کو میخیں ٹہونک کر بیکار کر دیا گیا - اور رات مورچوں کے کل محافظین تہ تیغ کر دیئے گئے اب فرینچ فوج آگے بڑہنا ہی چاہتی تھی کہ کمکی فوج جو ابھی جہازوں سے اُتری تھی جلد ایک دستہ وہاں پہنچ گئی - وہ فرینچ افسر جو سب سے پہلے شگاف پر پہنچے تھے قتل یا زخمی ہو گئے - اوسیوقت محافظین کا ایک دستہ دوسری طرف سے باہر نکلکر شگاف والی فرینچ فوج کے عقب میں پہونچگیا - اور اوس کے واپس جانے کے لیئے کوئی راستہ نہ چھوڑا - دو طرفہ نرغہ میں گھر جانے سے فرینچ دستہ جو قلعہ میں داخل ہو گیا تھا گھبرا گیا - اوس کو کچھ سپاہی جس طرح سے بن پڑا اپنے کیمپ کیطرف بھاگ گئے - اور باقی والوں کا کر کے دوڑ کر ایک مسجد میں گھس گئے - اور وہاں مورچہ بند ہو کر جب تک آخری کارتوس نہ چلا لیا مقابلہ کرتے رہے - کارتوسوں کے ختم ہو جانے پر وہ سنگینوں کو آخری دفعت تک لڑتے رہنے کا عزم کر چکے تھے - مگر سڈنی اسمتھ نے جو اون کی بہادری اور شجاعت دیکھکر دنگ رہ گیا تھا بوعدہ امان اون سے ہتیار رکھوا لیئے -

نپولین کی بھی باقیماندہ فوج پہلے دہاوا کرنے والوں کی کمک کیلیئے آگے بڑہی جلی آرہی تھی - اوس نے دان ترکون کو جو فصیل سے باہر نکلکئے تھے نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کر دیا - اور اون میں آٹھ سو کو گرفتار بھی کر لیا - مگر وہ شگاف پر قابض نہ ہو سکی اور جنرل ریمبو کے مارے جانے سے پیچھے ہٹ گئی -

یونا پارٹ کی حالت کی بہبودی کی جو توقع تھی وہ واضح ہو چکی تھی - مگر اوس کے سر پر جنون سوار ہو رہا تھا اسنے ایک اور آخری کوشش کیئے بغیر محاصرہ سے دست بردار ہونا منظور نہ کیا - اوس نے دو دن فوج کو آرام دیکر تیسرے دن بتاریخ ۱۰ مئی حملہ کیا اور فرانسیسی پھر بھی شگاف پر قابض ہو گئے مگر زندہ دیواروں کو پہاڑ کر آگے بڑہنا ناممکن تھا - وہ شگاف سے ایک قدم آگے نہ بڑہ سکے - اور آخر سپاہیوں نے جانیں ضایع کر کر واپس ہٹ گئے - فرینچ فوج کو عکہ کے سامنے بڑے دو مہینے کے قریب ہو گئے تھے - اور اس عرصہ میں اوسے سخت نقصان پہنچ چکا تھا کہ اور زیادہ عرصہ تک اوسکی طاقت سے طرح کمزور کرتے جانا مرتکب حماقت تھی - مقتولین کے علاوہ بارہ سو فرینچ سپاہی جانبر نہ ہو سکے کیمپ میں زخمی پڑے تھے - اور کئی سو طاعون کے بیمار فوجی ہسپتالوں میں سسک رہے تھے - اودھر ترکوں کو مصر کے ساحل پر اُتارنیکا موسم قریب پہنچ گیا تھا - اور یہ خبر موصول ہو گئی تھی کہ ترکی فوج رہوڈس سے روانہ ہو کر دریائے نیل کے دہانہ کے قریب پہونچگئی ہے - پس اگر وہ عکہ کے محاصرہ پر مصر رہتا تو اوسکی طاقت اسقدر کمزور ہو جاتی کہ وہ ان نئے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنیکے بمشکل قابل رہ جاتا - اوسکی بہم کا بڑا مدعا یہ تہا کہ شام اور رہوڈس کی فوجوں کو ملنے نہ دے - جو شام کی ترکی فوج کو پامال کر دینے سے بخوبی حاصل ہو گیا تھا - البتہ بلاد مشرق میں فتوحات کی جو لمبے چوڑے منصوبے اوس نے اپنے دل میں تیار کئے ہوئے تھے اون سے اوسے دست بردار ہونا پڑتا تھا اور مصر

نے اوس کو ایسا کرنے پر مجبور کر دیا جس کا اوسے ہمیشہ افسوس رہا بلکہ جب خوش قسمتی نے اوسے اس واقعہ کے بعد ایسی عروج و مرتبہ پر پہنچا دیا جو بہت تھوڑے لوگون کو حاصل ہوا ہے تو وہ اوس وقت بھی سڈنی سمتھ کا ذکر آجانے پر بے اختیار یہ کہہ اٹھا کرتا تھا "اوس شخص نے میری قسمت پر پانی پھیر دیا"

۲۰ مارچ کو محاصرہ شروع کر کے ۲۰ مئی کو وہ اوس سے دست بردار ہوا ان دو مہینون مین اوس نے آٹھ حملے کئے اور محافظین نے گیارہ دھاوے کیئے۔ روانہ ہونے سے پیشتر پولو دِل کا جہاز نکالنے کیلئے اوس نے شہر پر ایسی سخت گولہ باری کی کہ اوس مین شاید ہی کوئی عمارت کھڑی رہ گئی۔ وہ ریگستان کے رستہ ہی سے مصر کو واپس لوٹا لیکن قابلیت اور سرعت کے ساتھ واپس گیا کہ غنیم کو اوسے گزند پہنچانے کا کوئی موقعہ نہ مل سکا۔ بیماری، لڑائی اور دیگر تکالیف سے اوسکی فوج کا تقریباً تیسرا حصہ یعنی چار ہزار آدمی اس حملہ مین ضائع ہو چکے تھے، اور باقیماندہ مین سے بارہ سو زخمی تھی۔ مراجعت کے وقت وہ کل علاقہ کو برباد کرتا گیا۔ اور جافہ پہنچکر وہان کے قلعون کو بارود سے اڑوا دیا۔ اسی شہر کے ہسپتال مین اوس کے وہ سپاہی پڑے تھے جو طاعون سے بیمار تھے جن کو ساتھ لیجانا تو اس لیئے ناممکن تھا کہ چھوت سے دوسرے بھی بیمار نہ ہو جائین اور چھوڑنا اس لیئے مناسب نہ تھا کہ اونکا کوئی خبر گیران نہ ہوتا اور اول تو ترک ہی اون کو ذبح کر ڈالتے ورنہ وہ بھوک اور بیماری سے تو ضرور ہی مر جاتے۔ ان مشکلات پر غور کر کے نپولین نے اعلیٰ ڈاکٹر ڈس جنالٹس کو کہا میری رائے مین ان مریضون کو زندہ رہنے دینے کی بجائے افیون کھلا کر ہلاک کر دینا اون کے حق مین بڑا رحم ہو گا۔ ڈاکٹر نے اس کا یہ شریفانہ جواب دیا "میرا کام صحت دلانا ہے نہ کہ ہلاک کرنا" انگریز مورخ الیسن کا بیان ہے کہ نپولین یہ جواب سنکر بھی اپنی رائے پر قائم رہا اور مریضون کو زہر دیدیا گیا۔ مسٹر سیکاٹ لکھتے ہین "ایسے مریضون کی تعداد جن کو زہر دیا گیا خود نپولین نے سینٹ ہلینا مین سات یا آٹھ بتائی تھی۔ اوس کے پرائیویٹ سیکرٹری بورین ساٹھ بتاتا ہے انگریز مورخ سر رابرٹ ولسن نے ۵۰۰ لکھی ہے، اور فرنچ مورخ میو تعداد کی تعیین نہین کرتا، مگر زہر کا دیا جانا تسلیم کرتا ہے ایسے کے برعکس تھیئر لکھتا ہے کہ نپولین نے ڈاکٹر کا جواب سنکر اپنے ارادہ سے ہاتھ اٹھا لیا تھا اور کسی مریض کو زہر نہین دیا گیا تھی۔ مختلف روایات نپولین اور ڈاکٹر کی گفتگو سے اوس پیاس ... ثابت نہ دیا ہے" لیکن تھیئر یہ بھی لکھتا ہے کہ آخر نپولین نے ان مریضون کا کیا انتظام کیا آیا وہ ان کو جافہ ہی مین چھوڑ گیا یا مصر اپنے ساتھ لیگیا۔

نپولین ۲۶ دن کے پرصعوبت سفر کے بعد ۱۴ جون ۱۷۹۹ء کو قاہرہ واپس پہنچا۔ اور عین بر وقت پہونچا۔ تمام ملک بغاوت پر آمادہ ہو رہا تھا۔ اور مہدویت کے ایک مدعی نے کئی ہزار کی جمعیت فراہم کر لی ہوئی تھی۔ اوس کا دعوے تھا کہ کوئی ہتھیار اوس پر اثر نہین کر سکتا۔ اور وہ فرانسیسیون کو صرف خاک کی مٹھی پھینک کر ملک سے باہر نکالدیگا۔ مملوک سرداران کے گماشتے بھی اس کے معاون تھے۔ اور دمنہور کی فرنچ فوج کو قتل کر کے اوس پر قبضہ کر لیا ہوا تھا۔ بونا پارٹ نے قاہرہ پہنچ کر

ایک دستہ بھیجکر مہدی کا خاتمہ کردیا۔ اور باقی علاقون مین اوسکی واپسی پر خود بخود امن قائم ہوگیا۔ قاہرہ مین اوسنے اپنی فتوحات پر دہوم دام سے جشن کیئے۔ لیکن اون منصوبون کا جو خاک مین ملگئے تھے نام تک نہ لیا۔ اوس نے باشندگان مصر کے نام جدید اعلان مشتہر کرکے اونہین متنبہ کیا کہ اوسسے اون کے دلون کے خفیہ سے خفیہ بھید بھی معلوم ہوجاتے ہین۔ اونکی بہتری اسی مین ہے کہ جادہ اطاعت و فرمانبرداری سے کبھی قدم باہر نہ نکالین مصریون پر اوس کا کچھ ایسا رعب بیٹھا ہوا تھا کہ اونہون نے اوسکے ان دعوون کو بالکل سچ سمجھ لیا۔ مگر اُسے صرف مصریون کو ہی قابو مین رکھنا ضروری نہین ہورہا تھا بلکہ اپنی فوج اور اوس کے جرنیلون کو بھی۔ تمام فوج مین سخت بیدلی پھیل رہی تھی۔ اس لیئے نہین کہ اون کو کسیطرح کی تکلیف یا خطرہ تھا۔ اون کے پاس سب سامان وافر موجود اور کل لوازمات آسائش و آرام مہیا تھے۔ بلکہ صرف وطن کی الفت اور چاہ کی وجہ سے۔ جو فرانسیسیون کو پردیس مین کہین چین نہین لینے دیتی۔ اون کو مصر مین آئے ہوئے ایک سال گذر گیا ہو تہا۔ اور چھہ مہینون سے وطن کی کوئی خبر نہین سُنی تھی۔ کیونکہ انگریزی بیڑہ کسی فرنچ جہاز کو مصر کے ساحل کے قریب نہین پھٹکنے دیتا تھا۔ کوئی دن ایسا نہین گذرتا تھا کہ جس مین کئی کئی افسر اور جرنیل بونا پارٹ سے رخصت کی درخواست نہ کرتے جن کو وہ عموماً نامنظور کردیتا۔ اور اگر کسی کی درخواست کو منظور بھی کرتا۔ تو ساتھہ ہی زبانی ایسی ناراضگی ظاہر کرتا جس سے پایا جاتا کہ وہ رخصت پر جانے والون کو بزدل سمجھتا ہے۔ ایکدفعہ کل فوج نے ایکہ کرلیا کہ نپولین سے پوچھے بغیر قاہرہ سے اسکندریہ چلدے۔ اور وہان ہی جہازون پر سوار ہوجائے۔ مگر نپولین کا رعب ایسا غالب تھا کہ ان کو یہ ارادہ قوت سے فعل مین لانے کی جرأت نہ پڑی۔ نپولین کے افسر اور جرنیل بھی اوسکی عدم موجودگی مین تو بہت برا بہلا کرتے۔ مگر اوس کے روبرو کسیکو بولنے کا حوصلہ نہ پڑتا۔ البتہ کلیبر نے چند مرتبہ اپنے سپہ سالار سے سخت کلامی کی۔ مگر جلد ہی اونکی آپس مین صلح ہوجاتی۔ جون کا مہینہ اطمینان سے گذر گیا۔ فرنچ فوج بدستور یورپ مین معاملات سے بیخبر تھی۔ اور اون کو کچھ پتہ نہ تھا کہ آسٹریا اور روس کی فوجون نے اٹلی مین فرانس کا قافیہ کیسا تنگ کررکھا ہے۔ اتنا سب کو معلوم تھا کہ یورپ مین حالت مخدوش ہورہی ہے اور لڑائی عنقریب ہوا چاہتی ہے۔ نپولین مفصل حالات معلوم کرنے کے لیئے سخت بیتاب ہورہا تھا لیکن ادہر سے کوئی خبر نہ آتی تھی۔ اس لاعلمی کے باعث وہ اپنے لیئے کوئی مستقل رائے قائم نہین کرسکتا تھا اور اسی تردد مین تھا کہ آیا مصر ہی مین بیٹھا رہے یا یورپ کو واپس چلا جائے کہ اتنے مین ترکی حملہ نے اُسے مصر مین ایک اور نمایان فتح کا سہرا باندھنے کا موقعہ دیدیا۔ اور اوس کے ساتھ ہی اوسے یورپ کے حالات بھی معلوم ہوگئے۔

رہوڈس کی ترکی فوج کی روانگی کا ذکر اوپر ہوچکا ہے۔ وہ مصطفیٰ پاشا والیئے رومیلیا کے زیر کمان تھی۔ جو کئی جہازون پر سوار سڈنی سمتھ کے بیڑہ کی حفاظت مین ۱۱ جولائی کو سکندریہ کے مقابل پہنچی۔ اور ابو قیر کے متصل اوسی موقعہ پر لنگر انداز ہوئی۔ جہان فرنچ بیڑہ تباہ ہوا تھا۔ انگریزی امیر البحر نے فوج کو خشکی پر اُتارنے کیلیئے اوسی جزیرہ نما کو پسند کیا جو فرنچ بیڑہ کی حفاظت کی ایکطرف کو تھا۔ اسکا نام بھی ابو قیر ہے۔ اور وہ سمندر اور جھیل مادیہ کے درمیان واقع ہے۔ اس کے سرے پر ایک قلعہ بنا

ہوا ہے۔ بوناپارٹ نے اسکندریہ کی فوج کے افسر مارمونٹ کو حکم دیا تھا کہ ابو قیر کو مستحکم کر کے موضع ابو قیر کے قلعہ کے گرد بنا ہوا ہے صاف کر دے۔ مگر افسر مذکور نے گاؤں کو برباد نہ کیا۔ اور وہاں کی جھونپڑیوں سے بجائے دیواروں کے کام لیا۔ البتہ موضع مذکور کی حفاظت کے لیے خشکی کی جانب ایک لمبا مورچہ بنا دیا۔ مگر مورچہ کے دونوں سرے سمندر سے نہ ملائے گئے تھے۔ اور جس نقص سے قلعہ بخوبی مستحکم نہ ہو سکا۔ مصطفیٰ پاشا کے زیر کمان پندرہ ہزار ینگچری اور بہت بڑا توپخانہ تھا۔ سوار بالکل نہ تھے۔ ترک دشمن کی تیاری کی کچھ پروا نہ کر کے کمال دلاوری سے خشکی پر اترے۔ اور وہاں پہنچتے ہی شمشیر بدست فوج مورچہ پر حملہ آور ہو گئے۔ اور انہوں نے فی الفور فتح کر کے موضع پر قبضہ کر لیا۔ گاؤں پر ترکوں کا قبضہ ہو جانے سے قلعہ کو زیادہ دیر تک بچائے رکھنا ناممکن تھا۔ چنانچہ وہاں کی فرانسیسی فوج نے ترکوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ مارمونٹ بارہ سو سپاہی لے کر ابو قیر کی کمک کو اسکندریہ سے چل پڑا ہوا تھا۔ مگر راستہ میں یہ سنکر کہ ترک موضع اور قلعہ پر قابض ہو گئے ہیں۔ اور یہ تعداد جہازوں سے اتر چکی ہیں۔ اس سے آگے بڑھنے کی جرأت نہ پڑی۔ اور وہ اسکندریہ کو واپس ہٹ گیا۔

ترک صرف تین سو گھوڑے ساتھ لائے تھے۔ ان کو توقع تھی کہ فوج کے لیے دن کی کمی مراد بک بالائی مصر سے صحرا کے راستہ دو تین ہزار مملوک سواروں کو ساتھ لا کر پوری کر دیگا۔

نپولین ترکوں کے اترنے کی خبر سنتے ہی اسکندریہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ تین ڈویژن اوس نے اپنے ساتھ لیے ڈیساکس کو کہلا بھیجا کہ بالائی مصر کو خالی کر کے قاہرہ واپس آ جائے اور کلیبر اور رینیر دو افسروں کو جو ڈیلٹا میں تھے ابو قیر کے قریب پہنچ جانے کا حکم بھیج دیا۔ اوس نے اپنی افواج کے اجتماع کے لیے موضع برکہ کو جو اسکندریہ اور ابو قیر کے مابین واقع ہے پسند کیا۔ اوسکو بڑا اندیشہ یہ تھا کہ کہیں ترکوں کے ساتھ کوئی انگریزی رجمنٹ بھی شامل نہ ہو۔

مراد بک نے مصطفیٰ پاشا کے حسب الحکم صحرا کے راستہ نشیبی یا بحریہ مصر میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ مگر اوس کا مقابلہ مورت کے ڈویژن سے ہو گیا۔ جو اوسنے شکست دیکر پھر صحرا کو بھگا دیا۔ اور ترکی فوج کو کیولری کی ملنے کی کوئی امید نہ رہ گئی۔ لیکن پھر بھی ترک ایک مورچہ بند مقام میں موجود تھی۔ اور یہ مورچوں کے پیچھے جن تہور اور استقلال کو ساتھ ترک فوج لڑا کی ہے وہ فرانسیسیوں کو بخوبی معلوم تھا۔ بوناپارٹ نے اسکندریہ پہنچکر وہاں کے مورچوں اور کرنیل کرشن کے تعمیر کردہ جدید قلعوں کا معائنہ کیا۔ اور مارمونٹ کو سخت سرزنش کی کہ جب ترکوں نے خشکی پر اترنا شروع کیا تھا۔ اوس وقت اوس پر کیوں نہ حملہ کر دیا۔ وہ ۲۴ جولائی کو اسکندریہ سے روانہ ہوا اور ۲۵ کو جب برکہ کے مقام پر پہنچ گیا۔ ابھی تک اوس کے صرف تین ڈویژن جن میں چھ ہزار آدمی تھے جمع ہوئے تھے۔ نپولین اس بات کا ارادہ کیا کہ ترکی کیمپ پر کل صبح حملہ کر دے لیکن اون میں یا تو فیصلہ دو ڈویژنوں کے پہنچنے کا انتظار کرے۔ اور اون کے آ جانے پر ترکوں پر حملہ کرے۔ مگر ترکی کیمپ کی موجودات اور دیگر حالات کو دیکھ کر اوسکی رائے بدل گئی۔ اور اوس نے فوراً حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اوس نے ترکی مورچوں کے معائنہ سے قیاس کر لیا کہ وہ ترکوں کا

وہان سے بہ آسانی ہٹا کر گاؤن میں دھکیل سکے گا۔ اور پھر گاؤن پر بم کے گولے اور غبارے پھینک کر اونہیں نیست ونابود کر دے گا۔

ترک جزیرہ نما کے پہلے سرے پر جو بہت ہی تنگ ہے مقیم تھے۔ اور اپنی حفاظت کے لیے اونہوں نے مورچوں کی دوہری قطار تیار کرلی ہوئی تھی۔ اونکا کیمپ موضع ابوقیر سے دو میل آگے کو نصب تہا۔ اوس کی دونوں طرف دو ریت کی ٹیلی موجود تھے۔ ایک برلب سمندر اور دوسرا جھیل موڈیہ کے ساحل پر۔ یہ گویا ترکی فوج کے میمنہ ومیسرہ تھے۔ وسط میں ایک چھوٹا سا گاؤن تہا۔ اس گاؤن میں چار ہزار فوج میمنہ کی پہاڑی پر ایک ہزار۔ اور میسرہ کی پہاڑی پر دو ہزار ترکی فوج مقیم تھی۔ یہ اونکی پہلی صف تھی۔ اونکی دوسری صف موضع ابوقیر میں تھی۔ فرانسیسیوں نے جو مورچہ تیار کیا ہوا تھا یہ دوسری صف اوسی کی پناہ میں تھی۔ اور ترکون نے اس مورچہ کو دونون طرف تھوڑا تھوڑا کھود کر سمندر سے ملا دیا ہوا تھا۔ ترکی فوج اور کیمپ کا بڑا حصہ اسی مورچہ کے پیچھے تہا۔ نپولین نے ہر ایک افسر کو چند بٹالین دیکر میمنہ کی پہاڑی پر اور دوسرے کو میسرہ کی پہاڑی پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور مورت کو سوار لیکر ان پہاڑیون کے عقب میں پہونچ جانیکا حکم دیا۔ نپولین کی یہ تدبیر نہایت بہتر ثابت ہوئی۔ دستانگ ترکون کے میمنہ پر حملہ آور ہوا۔ اور مورت سوار لیکر پہاڑی کے عقب میں پہنچ گیا۔ ترک یہ دیکھکر پیچھے ہٹے۔ اور مورت نے اوس وقت اونپر حملہ کرکے سینکڑون کو تہ تیغ کر دیا۔ باقیماندہ سمندر کو ہٹا دیئے گئے۔ مگر اونہوں نے اطاعت قبول کرنے پر سمندر میں گر کر غرق ہوجانے کو ترجیح دی۔ ترکی میسرہ پر بھی ایسی ہی کامیابی ہوئی۔ فرانسیسی جنرل لانیس نے فوج کا پیدل لیکر وہان کے دو ہزار ترکون پر سامنے سے حملہ کر دیا۔ اور مورت میمنہ کے ترکون کا صفایا کرنیکے بعد اونکے عقب میں پہنچ گیا اور وہان کے ترکون کو بھی جو لانیس کے سامنے سے پیچھے ہٹے تھے قتل کر دیا۔ یا سمندر میں ڈھکیل دیا۔ دونون بازوؤن سے فارغ ہوکر دستانگ اور لانیس نے متفق ہوکر پہلی صف کے قلب یعنی گاؤن پر حملہ کیا۔ اوس جگہہ کے ترکون نے حملہ آورون کا دلاوری سے مقابلہ کیا۔ اون کو امید تھی کہ دوسری صف سے اونہیں امداد پہونچے گی۔ اونکا یہ خیال غلط نہ تہا۔ ابوقیر سے ایک دستہ اونکی مدد کے لیے بھیجا گیا تھا۔ مگر مورت اس موقعہ پر بھی پیش بینی کرکے گاؤن کے عقب میں پہونچ گیا ہوا تھا۔ اوس نے کمکی کالم کے حصہ کثیر کو اپنے سوارون سے تہ تیغ کرکے باقیماندہ کو پیچھے ہٹا دیا۔ اس عرصہ میں لانیس اور دستانگ کی بٹالین دوڑ کر گاؤن میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئیں۔ ترک اوس سے باہر نکال دیئے گئے۔ اور وہ چارون طرف بکھر گئے۔ لیکن عقب پر مورت موجود تھا اور اون کے لیے اطاعت مان لینے یا سمندر میں کود پڑنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اونہوں نے آخری صورت کو پسند کیا اکثر بہ تعداد کثیر سمندر میں غرق ہوگئے۔

اس وقت تک چار یا پانچ ہزار ترک قتل یا غرق ہو چکے تھے۔ اور اونکی مورچوں کی پہلی قطار فتح ہوچکی تھی۔ یعنی نپولین کا مدعا حاصل ہوگیا تہا۔ اور وہ اگر چاہتا تو ابوقیر اور انگریزی بیڑے تک پہونچنے تک باقی ترکون پر جو موضع ابوقیر میں گھر گئے تھے گولہ باری کرتے رہنے پر اکتفا کرسکتا تہا۔ مگر اس نے اسی وقت فتح کو مکمل کرنے کا عزم کر لیا۔ اور فوج کو ستانے کے لیے تھوڑی سی

مہلت دیکر دوسری قطار یا صف پر بھی حملہ کر دیا۔ اوس وقت تیسلر ڈویژن بھی جو ریزرو مین رکھا گیا تھا ڈیسانگس اور لانس
کے ڈویژنون کے ساتھ کر دیا گیا۔ لیکن اوس مورچہ کو جو ابوقیر کے محاذ پر بنا ہوا تھا۔ بغیر سنگینون فتح کرنا بچون کا کھیل نہ تھا۔ اسکی
ایک طرف ایک خندق سمندر تک اور دوسری طرف دوسری خندق جھیل آبدبہ تک بنا دیگئی ہوئی تھی۔ اور مورچہ اور ان خندقون
کے پیچھے نو ہزار ترک (ینگچری) موجود تھے۔ مورچہ کے سامنے جو کھلا میدان تہا۔ اوسپر انگریزی جہازون سے دہوان دہار گولہ باری
ہو رہی تھی۔ معمولی ہمت و حوصلہ کا جرنیل ایسے خطرات کا کبھی مقابلہ نہ کرتا۔ مگر نپولین بذات خود ہی کسی خطرہ کی کچہہ پروا نہین
کیا کرتا تھا۔ بلکہ اوسکے اپنے سپاہی بھی اوسی رنگ مین رنگے ہوئے تھے۔ اوسنے بلا درنگ اپنی فوج کو دشمن کے مورچہ پر بڑھا دیا۔ فوج
پیدل کو مورچہ کے قلب اور میسرہ پر اور مورت کیولری کو جو نخلستان مین دشمن کی نظرون سے پوشیدہ کھڑی تھی میمنہ پر حملہ کرنے
اور پہر جہازون کی گولہ باری کی زد مین سے گذر کر جھیل آبدبہ اور مورچہ کے درمیانی کھلے میدان مین پہونچ جانیکا حکم دیا گیا
فرنچ فوج کی ۳۲ وین رجمنٹ اپنی بندوقونکو کندہوپر اوٹہائے ہوئے خندقون کیطرف روانہ ہوئی۔ اور اٹھارہوین رجمنٹ خندق
کے آخری سرے کے عقب مین پہونچگئی۔ ترک مورچہ مین کھڑے ہوکر اونکا مقابلہ کرنیکی بجائے آگے بڑھ آئے اور دست بدست
لڑائی شروع ہوگئی۔ ترکون نے پہلے اپنی بندوقون[1] اور پھر پستولون کو خالی کیا۔ پہر تلوارین سونتلین۔ فرانسیسیون نے سنگینون سے
کام لیا۔ ترک سنگینون کو ہاتھ سے پکڑنیکی کوشش کرتے تھے۔ مگر پیشتر اس سے کہ وہ ایسا کر سکین وہ اون کی پسلیون مین گہس گئی
ہوئی تھین۔ غرضیکہ خوب گہمسان کا رن پڑا۔ اور سخت خونریزی ہوئی جسمین سنگینون کی بدولت ترکون کا زیادہ نقصان
ہوا۔ فرنچ ۱۸ وین رجمنٹ خندق سے گذر کر مورچہ مین داخل ہی ہونے لگی تھی کہ وہان کی فوج کی شدید گولہ باری نے اون کو
پہر مورچہ کے دامن مین گرا دیا۔ اور کئی نامور فرنچ افسر قتل اور مجروح ہوگئے۔

ورینولا مورت نے سوار لیکر تشنہ کرہ صدر میدان کو ترکون سے خالی کرنیکے لئے کئی حملے کیے۔ مگر مورچہ اور انگریزی جہازون
کی دو طرفہ گولہ باری نے اونکی کوئی پیش نہ جانے دی۔ اور انہین مجبوراً پیچھے ہٹ آنا پڑا۔ اوسکے کئی سوار عین مورچہ کی خندقون
تک پہنچ گئے تھے۔ مگر اونکی یہ بہادری محض بیکار ثابت ہوئی۔ اور کل حملہ آور فرنچ دستے فاش شکست کھا کر پسپا ہوگئے۔ نپولین اپنے
سپاہیون کی اس خونریزی کو بیفکری سے دیکھتا رہا۔ وہ اس امر کا منتظر تھا کہ مناسب موقعہ ملتے ہی پہر حملہ کر دے۔ اوسکی خوش قسمتی
سے ایسا موقعہ اسے جلد ملگیا۔ ترک حسب معمول مقتول فرانسیسیون کے سر کاٹنے کیلئے خندقون اور مورچون سے نکلکر سامنے کے میدان
مین بکھر گئے۔ اس طریقہ کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اور اوسکی خرابیان بھی اوسیوقت بیان کیجا چکی ہین اس موقعہ پر اسی قدم

---

[1] ہر ایک ینگچری کے پاس ایک ایک بندوق۔ دو دو پستول اور ایک ایک تلوار ہوتی تھی۔ اور چونکہ اوس زمانہ مین کارتوسی
بندوقین نہین تھین۔ اور بندوق کو منہ کیطرف سے بھرنے مین بہت وقت صرف ہوتا تھا۔ ینگچری حملہ کرتے وقت اپنی بھری ہوئی
بندوقون اور پستولون کو دشمن پر خالی کرکے پہر تلوار پکڑ لیتے تھے۔ مملوک سوارون کا بھی جو سپاہ کے بہادر سپاہی ہین یہی رسم تھی۔ بلکہ اونکی
کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑتے تھے یہی طریقہ تھا عثمانیت۔

طریقے نے فتح کو شکست سے بدل دیا۔

ترکون کے مورچون سے نکلکر منتشر ہونے ہی نپولین کو سوجھ گئی کہ اب وہ موقعہ آگیا ہے جس کا وہ منتظر کھڑا تھا۔ اوس نے ایپز رو دستہ سے دو پلٹنین لینوز چند توپون پر بڑہا دین۔ اور اونہون نے چشم زدن مین اونپر قبضہ کر لیا۔ ادہر میورٹ نے اون رجمنٹ بھی اس خداداد موقعہ سے فائدہ اوٹھا کر مورچہ مین داخل ہوگئی۔ دوسری طرف مورت نے بھی حملہ کر دیا۔ اور پچھلے میدان سے جسپر اب صرف انگریزی جہازون کے گولے پڑ رہے تھے۔ سرپٹ گذر کر ایک چھوٹے سے رخنہ کے راستے سے جو ترکی مورچون کی قطارون مین کہا گیا ہوا تھا۔ اندر داخل ہوگیا۔ ادہر چند لمحون مین ابو قیر کے اندر پہنچ گیا۔ ترک چوطرفہ دشمنون کا نرغہ دیکھ کر بوکھلا گئے۔ وہ سراسیمہ وار ادہر ادہر اٹھ دوڑے۔ اونہون نے سپاہیون نے فراریون کو بیدریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ اونہون نے ترکون کو سنگینون کی باڑ کے آگے دہر لیا۔ اور دھکیلتے دھکیلتے اونہین سمندر مین جا پہینکا جس کی سطح پر تا وقتیکہ ترک غرق نہ ہوگئے چند منٹون تک پگڑیان ہی پگڑیان دکھائی دیتی رہین۔ مورت سوار لیے ہوے مصطفی پاشا کے کیمپ مین گھس گیا۔ دلاور پاشا نے اوس عالم مایوسی کے وقت بھی بلا مقابلہ ہتھیار ڈالنا منظور نہ کیا۔ اوس نے مورت پر پستول سر کیا۔ جس سے وہ کسیقدر زخمی ہوگیا۔ ادہر مورت نے اوسپر تلوار چلائی جس سے پاشا کی دو انگلیان کٹ گئین۔ آخر اسے گرفتار کر لیا گیا۔ اور بونا پارٹ کے پاس بھیجدیا گیا۔

جو فدرسے طبل ترک قتل یا غرقابی سے بچے رہے۔ وہ ابو قیر کے قلعے مین داخل ہوگئے۔ تقریباً بارہ ہزار ترکون کی لاشین اوسی سمندر مین تیر رہی تہین جس مین گیارہ مہینے پہلے اسیطرح فرنچ ملاحون کی لاشین دکھائی دے رہی تہین۔ دو یا تین ہزار گولہ باری یا سنگینون سے ہلاک ہوے۔ اور باقیماندہ کے لیے جو قلعہ مین گھس گئے تھے فاتح کی اطاعت مان لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا یعنی ایک دن مین سالم کی سالم فوج کلہم تباہ و پامال ہوگئی۔ فرنچ مورخین بڑے فخر سے لکھتے ہین کہ تاریخ عالم مین یہ شاید پہلا موقعہ تہا جس مین غنیم کی فوج اسطرح سے تباہ ہوئی۔ کلیبر لڑائی کے ختم ہوجانے کے بعد شام کے قریب پہنچا تھا اوس نے آتے ہی بے اختیار نپولین کو چہاتی سے لگا لیا۔ اور یہ فقرہ جو تھوڑے ہی عرصہ مین شہرہ آفاق ہوگیا کہا۔

"جنیل تم بیشک کل دنیا سے بڑے ہو۔"

اس موقعہ پر بہادر بگڑے نصیب مصطفی کی استقلال اور جوانمردی کا بھی ایک واقعہ ذکر کر دینا نامناسب نہ ہوگا۔ قسمت نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا تہا۔ مگر اوس شجاع کے دم خم مین کوئی فرق نہ پڑا تھا۔ جب اسے نپولین کے سامنے پیش کیا گیا تو بونا پارٹ نے اوس کی دلدہی کو یہ کہا۔ اگرچہ بدقسمتی سے میدان تمہارے ہاتھ مین نہ رہا۔ مگر جو شجاعت تم نے لڑائی مین دکھلائی ہے مین اوسکی اطلاع ضرور سلطان کو پہنچا دونگا۔ جسپر گرفتار نے تنک کر جواب دیا "تجھے یہ تکلیف اوٹھانے کی کوئی ضرورت نہین۔ میرا مالک مجھے تجھ سے بہتر جانتا ہے۔"

مصر سے فرنچ افواج کی واپسی

شام کی فتوحات اور نیز اس فتح سے نپولین کو کم از کم کچھ عرصہ کے لیئے مصر پر ترکی افواج کی حملہ آوری کا اندیشہ نہ رہا تھا اور اوس کی ماتحت فوج کی حالت بھی کچھ ایسی کمزور نہ تھی۔ ایک سال کے معرکوں کے بعد اب بھی اوسکی جمعیت ۲۵ ہزار کے قریب تھی اور یہ ۲۵ ہزار آدمی ایسے تھے جن کو دنیا بھر میں شجاع ترین اور کامل آزمودہ کار کہنا مبالغہ میں داخل نہیں تھا۔ مزید برین باشندگان مصر اور فرنچ حملہ آوروں میں ایک سال کی بود و باش سے بقدر موانست پیدا ہو گئی تھی کہ اب مصر والوں کیطرف سے بغاوت کا تقریباً کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔ پس اگرچہ یوروپ میں فرانس کا قافیہ دن بدن تنگ ہوتا چلا جا رہا تھا لیکن افریقیہ میں اوس کا علم دریائے نیل پر برابر مظفر و منصور لہرا رہا تھا۔ مگر اس کامیابی میں بھی نپولین کی طبیعت کو عجب بے چینی ہو رہی تھی۔ وہ یوروپین معاملات سے بدستور بے خبر تھا۔ ڈائرکٹری اور اوس کے بھائیوں نے جو خطوط روانہ کیئے تھے۔ ادہر ان میں سے کوئی نہ ملا تھا۔ آخرش اوس کی بیکلی حد بہ وحشت کو گذر گئی۔ اسکندریہ کے بندرگاہ میں اوس کے پاس ابھی تک کئی چھوٹے چھوٹے جہاز موجود تھے۔ ان کو اوس نے سمندر میں گشت کرنے کو بھیجدیا۔ اور حکم دیا کہ جو تجارتی جہاز ملے اوسے روک کر یوروپ کے حالات جہاز والوں سے دریافت کریں۔ ادہر ایک افسر بظاہر صلح کی گفتگو اور قیدیوں کے باہمی تبادلہ کے لیئے ترکی بیڑہ پر جو ابوقیر کے انگریزی جہازوں سمیت لنگر ڈالے تھا بھیجا مگر اصل مدعا یہ تھا کہ وہ بیڑہ والوں کی بات چیت سے اور جس طرح بن سکے اسطرح یہ معلوم کرے کہ یوروپ میں کیا ہو رہا ہے۔ سڈنی سمتھ انگریزی امیر البحر نے اس قاصد کی بہت خاطر تواضع کی۔ اور جب اوس قاصد کے انداز گفتگو سے یہ مترشح ہو گیا کہ یوروپ میں فرانس پر جو مصیبتیں وارد ہو رہی ہیں نپولین کو اونکی کوئی خبر نہیں تو بقول فرنچ مورخین بہ کینہ توزی سے نپولین کا دل جلانے کے لیئے اور بقول انگریزی مورخین نپولین کے مرسلہ تحائف اور خوش اخلاقی کے بدلہ اونکو معاوضہ میں بمصداق ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اوسے سال بھر کے اخبارات کی پوری فائل قاصد کے ہاتھ بھیجدی۔ نپولین اخبارات کو لیتے ہی علیحدہ کمرے میں چلا گیا۔ اور ساری رات میں ان کو اول سے آخر تک پڑھ لیا۔ ان سے اوسے اپنے ملک کی مشکلات اور روس و آسٹریا کی متفقہ افواج کی اٹلی میں کامیابی کی مفصل کیفیت معلوم ہو گئی۔ اور اس کے معلوم ہوتے ہی اوس نے آئندہ کے لیئے اپنی رائے قائم کر لی۔ اور خفیہ یوروپ کو پلٹنے کا عزم کر لیا۔ انگریزی جہازات جا بجا بحیرہ روم میں گشت کرتے پھرتے تھے مگر اوس نے قسمت پر بھروسہ کیا اور سمجھ لیا کہ اگر طالع بیدار ہیں تو کسی نہ کسی طرح اون سے بچکر فرانس پہونچ جائے گا۔ اوس نے فرنچ نائب امیر البحر کو اپنے سامنے بلا کر دو فریگیٹ سمندر کے سفر کے لیئے تیار کرنیکا حکم دیا۔ اور کسی سے اپنے ارادہ کا ذکر کرنے کے بغیر ملک کو انتظام کا بند و بست کرنے کے لیئے بعجلت تمام اسکندریہ سے قاہرہ چلدیا۔ وہاں آخر کلیبر کے لیئے جس کے ہاتھ اوس نے کل سیاہ و سفید اور فوج کی کمان چھوڑ جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ہدایات کی طویل یادداشت تیار کی اور اس کام سے فارغ ہو کر فی الفور اسکندریہ کو واپس گیا۔ وہ دونوں

جہازون کی تیاری کا حکم دیا گیا تہا اسکندریہ سے بجانب مغرب چند میل کے فاصلہ پر بہیجدیئے گئے۔ نپولین نے چند افسر ہمراہ لیئے اور ۲۲۔ اگست ۱۷۹۹ء کی رات کو ساحل کے اوس مقام پر جس کے سامنے جہاز لنگرانداز تہے جاکر کشتیون کے ذریعہ اوسی رات جہازون پر سوار ہوگیا تاکہ دن چڑہنے تک وہ انگریزی بیڑہ کے گشت کنندہ جہازون سے بہت دور نکلجائے انگریز مورخین نپولین کی اس کارروائی پر سخت نکتہ چینی کرتے ہین۔ اور اون کا بیان ہو کہ اوس نے اپنی فوج سے سخت بیوفائی کی۔ اور بزدلون کی طرح اون کو مصیبت مین چھوڑکر خود بھاگ گیا۔[1] مگر فرنچ مورخ ان الزامون کی بوجوہات معقول تردید کرتے ہین۔ چونکہ یہ بحث ہمارے مضمون کے دایرہ سے خارج ہے اس لیئے اوسے نظرانداز کر دیا جاتا ہی لیکن تاہم یہہ بتا دینا ضروری ہے کہ کلیبر کے نام جو وہ ہدایتین چھوڑ گیا تہا۔ اون سے یہ کسیطرح مترشح نہین ہوتا کہ وہ فرنچ فوج مقیمہ مصر کی حالت نازک تصور کرتا تھا۔ یا مصر کو فضول محض سمجھکر وہان سے جان بچا کر بہاگ گیا تہا۔ برعکس اس کے یادداشت مذکورہ سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ مصر کے قبضہ کو وہ بڑا ضروری سمجہتا تھا۔ اور تھوڑے کثیر اوس سے دست بردار نہین ہونا چاہتا تھا مصر سے روانہ ہونیسے پہلے ۲۱۔ اگست ۱۷۹۹ء کو اوس نے جو خط کلیبر کے نام لکہا تھا اوسکی چند فقرات حسب ذیل تہی "انگریز ہم کو مصر پر قابض دیکھکر کانپ اوٹھے ہین۔ ہم یورپ کو دکھا دیوینگے کہ ہندوستان کو اون کے ہاتھ سے چھیننے کیلیئے مناسب تدبیر اور ذریعہ کیا ہے۔ انگریزون کو ہندوستان پر اپنے قبضہ کے استحکام کا ابھی یقین نہین۔ اور ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ اگر چالیس پچاس ہزار فرنچ خاندان مصر مین آباد ہو کر اپنے کارخانے اور حکومت وہان قایم کرلین۔ اور اپنے قوانین نافذ کر دین تو فوجی حملہ تو درکنار محض تقاضائے وقت سے ہندوستان فی الفور انگریزون کے ہاتھ سے نکلجائے گا۔ میری طرح تمہین بھی اچھی طرح سے معلوم ہے کہ فرانس کے لیئے مصر کا قبضہ کیا ضروری ہے۔ ہمین یہہ بھی معلوم ہے کہ سلطنت عثمانیہ بربادی کے قریب پہونچ گئی ہے۔ اور عنقریب اوس کے تمام اعضا جدا جدا ہوجاوینگے۔ پس ایسے وقت مصر کو خالی کرنا فرانس کے حق مین مصیبت عظیمہ سے کم نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے بعد کوئی نہ کوئی اور یوروپین سلطنت اوسپر متصرف ہوجائے گی۔"

جنرل کلیبر اور اوس کے ہمراہی افسرون کو نپولین کی اس کارروائی اور بالخصوص اپنی روانگی کو اون سے مخفی رکھنے سے رنج تو ضرور ہوا۔ مگر اونہون نے اپنے فرائض کی تعمیل مین سرِمو کوتاہی نہ کی لیکن تھوڑا ہی عرصہ بعد وہ طرح طرح کی مشکلات مین مبتلا ہوگیا۔ ترکون نے حملہ کرکے آلعریش کو پھر فتح کرلیا۔ ادہر کلیبر کی فوج مین طاعون نمودار ہوگئی جس سے

[1] نپولین کا یہ سفر مخالف ہواؤن کی وجہ سے تقریبًا ڈیڑہ مہینے مین ختم ہوا۔ راستہ مین اوسے کئی دفعہ دور سے انگریزی جہاز دکھائی دیئے۔ مگر اوس کی خوش قسمتی سے دشمن کی نگاہ اوس کے جہازون پر نہ پڑی۔ ۹۔ اکتوبر کو جنوبی فرانس کے بندرگاہ فریجوس مین پہونچا۔ اور اوسی دن پیرس کو روانہ ہوگیا۔ جہان اسی سال ۱۷۹۹ء مین ڈایرکٹری کا خاتمہ کرکے اوسنے کونسل مقرر کی اور خود اوّل قونصل ہوگیا۔ مولف

فوج کی بیدلی میں اور اضافہ ہو گیا۔ ان حالات میں آخر تخلیہ مصر کے لیئے انگریزی امیرالبحر سے نامہ و پیام کرنے میں کوئی بدنامی کی بات نہ دیکھی۔ امیرالبحر مذکور بھی صلح پر آمادہ تھا۔ فریقین میں ۲۹ دسمبر ۱۷۹۹ء کو عہدنامہ ہو گیا جس پر انگلستان کیطرف سے سر سڈنی نے اور فرانس کیطرف سے جرنیل ڈیبباکس اور ایم پوسلگی نے دستخط کیئے۔ اس عہدنامہ میں صرف تین شرطیں تہیں جن کے رو سے باب عالی اور فرانس میں حسب ذیل پیرا قرار ہوا۔ باب عالی فرانس کو اوس کے وہ تمام مقبوضات[1] واپس کر دے جو دوران محاربہ ٹرکی سے فتح کر لیئے تھے۔ سلطنت عثمانیہ اور فرانس کی جمہوری ریاست میں پھر ویسے ہی سابقہ تعلقات قایم ہو جائیں جیسے کہ لڑائی سے پہلے تھے۔ تین مہینوں کے لیئے فریقین میں جنگ ملتوی ہو جائے تاکہ اس عرصہ میں فرنچ فوج مقیمہ مصر معہ سامان و اسلحہ فرانس واپس جانے کی تیاریاں کر لے۔

یہ شرائط کل فریقوں کے لیئے مفید تہیں لیکن وزارت انگلشیہ نے ان کو منظور کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے امیرالبحر متعینہ بحیرہ روم لارڈ کیتھ کی معرفت کلیبر کو کہلا بھیجا کہ سر سڈنی نے بلا اختیار یہ شرطیں کی ہیں مصالحت صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ فرنچ فوج بلا کسی شرط کے اپنے تیئن بطور اسیران جنگ انگلستان کے حوالہ کر دے بہادر کلیبر ایسی ذلت بخش شرط کو کب منظور کر سکتا تھا۔ اوس نے انکار کر دیا۔ اور فریقین کے تعلقات بدستور معاندانہ رہے ۱۸۰۰ء کو شروع میں پھر ٹرکی نے مصر پر مہم بھیجی۔ اور وزیراعظم چالیس ہزار فوج لیکر مصر میں داخل ہو گیا جسکو ۲۰ مارچ ۱۸۰۰ء کو کلیبر نے بمقام ہیلیوپولس[2] (جو قاہرہ کے قریب شمال المشرق میں ایک قدیم قصبہ ہے۔ اور اب کھنڈر پڑا ہوا ہے) شکست فاش دیکر ریگستان کیطرف بھگا دیا۔ اس فتح کے بعد کلیبر نے اپنی خوش اخلاقی اور نرم سلوک سے مراد بک کو بھی جو فرانسیسیوں کا جانی دشمن اور مستعد مخالف تھا۔ اپنا دوست بنا لیا۔ اور اوس نے فرانس کے باجگذار کی حیثیت میں بالائی مصر کے صوبجات جرجہ و صولون کی حکومت قبول کر لی کلیبر نے متذکرہ صدر معاہدہ کے رو سے جو عہدنامہ العریش کے نام سے مشہور ہے قاہرہ کو بھی خالی کر دیا ہوا تھا۔ اوس پر اوس نے اب پھر قبضہ کر لیا۔ اور وہاں فتوحات آئندہ کا منتظر ہو بیٹھا۔

اپریل ۱۸۰۰ء میں کلیبر کو جو باغ میں ٹہل رہا تھا۔ ایک ترک دیوانہ نے قتل کر دیا۔ اور اوس کے بعد فرنچ فوج کی کمان جنرل مینو کے ہاتھ میں چلی گئی۔ کلیبر کی شجاعت۔ لیاقت اور انتظامی قابلیت اسی سے ظاہر ہو رہی ہے کہ اوس نے مصر میں فرنچ اقتدار کو ذرہ بھر ضعیف نہیں ہونے دیا تھا۔ مگر مینو میں بقول تیریں ویسی جنگی قابلیت نہ تھی۔ اوس کی نسبت یہ رائے شاید اس لیئے قایم کی گئی ہے کہ وہ اپنے متقدمون کیطرح مصر میں ترکوں اور انگریزوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ نہ کر سکا تھا جو نپولین نے جزیرہ سینٹ ہلینا میں اوسکی نسبت یہ رائے ظاہر کی تھی۔

وہ کمانڈری کے لیئے جو اوصاف لازمی ہیں وہ سب مینو میں معلوم ہوتے تھے۔ وہ مستعد۔ ہوشیار۔ عالم اور ملکی گورنری کیلیئے نہایت مناسب تھا۔ وہ مسلمان ہو گیا ہوا تھا۔ اوس کی بیہودہ حرکت خواہ کیسی ہی مضحکہ خیز کیوں نہ ہو مگر باشندگان مصر کی

---

[1] ان سے کوہ خرائیہ المرئیہ و پیرا و بیا وغیرہ مراد ہیں۔ مؤلف + [2] لفظی معنی شہر آفتاب یا مدینۃ الشمس ۱۲ +

نظروں میں اوس سے اوسکی بہت وقعت ہو گئی ہوئی تھی۔ اوسکی فوجی قابلیت کی نسبت کسیقدر شبہہ ضرور تھا۔ لیکن اوس کی ذاتی بہادری میں کسیطرح کا کلام نہیں ہو سکتا تھا۔

کلیبر کی انتظامی اور جنگی کامیابی دیکھکر انگلش وزراء کو معاہدہ العریش کو مسترد کر دینے کا سخت افسوس ہوا اور انہوں نے اونہی شرائط پر پھر مصالحت کرنی چاہی مگر اس وقت کلیبر نے اون کی ایک نہ سنی جسپر انگریزی وزارت کو فرانسیسیوں کے مقابلہ پر مجبوراً انگریزی فوج مصر بھیجنی پڑی۔ جو سر رلف ایبرکرامبی کے زیر کمان یکم مارچ ۱۸۰۱ء کو اسکندریہ پہنچی۔ فرنچ فوج کے ساتھ اوسکی کئی معرکہ آرائیاں ہوئیں جن میں عموماً فرانسیسی شکست یاب ہوتے رہے آخر سکندریہ اور قاہرہ کی فرنچ افواج مصالحت کرنے پر مجبور ہو گئیں۔ اور وہ مصر کو چھوڑ کر فرانس کو روانہ ہو گئیں مگر یہ مصالحت بھی اونہی شرائط پر کیگئی جو العریش کے معاہدہ میں درج کیگئی تھیں۔

انگریزی فوج کو ان فتوحات میں بیشمار مال و اسباب غنیمت میں ملا۔ صرف اسکندریہ کے مورچوں سے ۳۱۲ توپیں حاصل ہوئیں اور ۷۷ توپیں فرنچ جہازوں سے اون کے علاوہ ملیں۔ میگزینوں میں دو ہزار چار سو ۵ من بارود اور چودہ ہزار کارتوس توپوں کے پائے گئے۔ ۷۱۵ ملاحوں اور ۵۰۰ سول اہلکاروں کے علاوہ دس ہزار گیارہ فرنچ فوجیوں نے انگریزی فوج کے سامنے ہتھیار ڈالے۔ کل فرنچ فوج کی تعداد جو سکندریہ و قاہرہ کے عہد ناموں مصالحت میں شمار کیگئی تھی ۲۴ ہزار تھی۔ یعنی نپولین کی روانگی کے بعد صرف ایکہزار سپاہی کم ہوئے تھے۔

ٹرکی اور فرانس کے درمیان صرف شام اور مصر میں ہی لڑائی نہیں ہوئی تھی بلکہ بحیرہ ایڈریاٹک کے مشرقی ساحل پر بھی میدان کارزار گرم رہا تھا۔ اور اسطرف ٹرکی کو چند جدید مقبوضات بھی حاصل ہو گئے تھے جو عہدنامہ کامپو فارمیو کے بعد جمہوریہ وینس کی ہزیمت یابی۔ یہ ۱۷۹۷ء میں فرانس اور آسٹریا کے درمیان ہوا تھا۔ دونوں سلطنتوں نے وینس کی جمہوری ریاست کو معدوم کر کے اوس کے مقبوضات آپس میں تقسیم کر لیئے تھے۔ اور اس تقسیم میں جزائر آیونین اور مشرقی ساحل کے قصبات ضلع پریویسا پرجہ۔ ووننتزا۔ اور بٹرنٹو فرانس کے حصہ میں آئے تھے۔ ٹرکی اور فرانس میں اعلان حرب ہوتے ہی یانینا کے گورنر علی پاشا نے جس کا مفصل ذکر آگے آئیگا۔ پریویسا۔ ووننتزا اور بٹرنٹو پر حملہ کر کے اون کو فرانسیسیوں سے فتح کر لیا۔ اس سے تھوڑا ہی عرصہ بعد زار نے بروئے شرائط معاہدہ اتحادی اپنا بیڑہ بحیرہ اسود سے باسفورس کو بھیجدیا جہاں اوس کا بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا گیا۔ اور خود سلطان نے جا کر جہازوں کا معائنہ کیا۔ ڈارڈونیلز سے باہر آ کے ترکی بیڑہ بھی آ ملا۔ اور دونوں بیڑوں نے امیر البحر نیلسن کی حسب ہدایت جزائر آیونین پر حملہ کر کے انہیں فرانسیسیوں سے چھین لیا۔ اس سے فارغ ہو کر ترکی و روسی بیڑے فرانس کے مخالفوں کو کمک دینے اور یورپ کو مدد پہنچانے کے لیئے اٹلی کے سواحل پر گشت کرتے رہے۔ دیکھو کہ عجیب زمانہ کی نیرنگی کیا ہو سکتی ہے کہ تقاضائے وقت اور ضرورت نے سلطنت روس اور ٹرکی ایسے جانی دشمنوں کو بھی ایک ایسے ملک کے برخلاف جو صدیوں سے سچا یا جھوٹا ٹرکی کا دوست چلا آتا تھا آپس میں متحد نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ خلیفۃ المسلمین

اب اوسی یورپ کی مدد کر رہا تھا جس کے متقدمین کئی صدیوں تک فرنگستان کو مسلمانوں کی شکنجی پر اکسا تو رہے تھے ترکی اور روسی بیڑے تو یہ کام کرتے رہے۔ دوسری طرف انگریزی بیڑے کا کچھ حصہ تو شام و مصر کے سواحل پر گشت کرتا رہا۔ اور باقی حصے سے جزیرہ مالٹا کا محاصرہ کر لیا گیا۔ جہاں کے فرنچ گیریژن نے فاقہ سے مجبور ہو کر ۱۸۰۰ء میں جزیرہ کا قبضہ انگریزی امیر البحر کو دیدیا جو اب تک بدستور قائم ہے۔

روس اور ٹرکی نے باہمی سمجھوتہ کر کے جزائر آیونین کو ۱۸۰۰ء میں جمہوری ریاست بنا کر سلطان کی زیر حفاظت کر دیا۔ اور ساحل پریوزہ وغیرہ مقبوضات ترکوں نے فرانسیسیوں سے فتح کر لیئے تھے۔ ادہر بھی روس نے ٹرکی کے قبضہ کو باضابطہ تسلیم کر لیا۔ اس کے عوض اوس نے علاقہ کا کیشیا میں سلطان کی رضامندی سے جارجیا کو اپنے ممالک محروسہ میں ملحق کر لیا۔ مگر ۱۸۰۶ء میں باشندگانِ جزائر نے سلطانی حمایت کو قبول کرنے سے انکار کر کے زار کو اپنا حامی بنانے کی خواہش ظاہر کی جس پر ترکی فوج وہاں سے واپس بلا لیگئی۔ اور روسی وہاں قابض ہو گئے۔ علی پاشا کو ان جزائر پر متصرف ہونے کی بڑی خواہش و تمنا تھی۔ اس لیئے نہیں کہ اون کے الحاق سے اوس کے آقا کی طاقت میں اضافہ ہو بلکہ محض ذاتی نفع اور اپنی طاقت کو بڑہانے کیلئے مگر اوسکی یہ تمنا کبھی پوری نہ ہوئی۔ ۱۸۰۷ء میں جب کہ باہمی تعلقات کی نئی صورت پیدا کی اور روس نے نپولین سے فاش شکستیں کھا کر بمقام ٹلسٹ اوس سے مصالحت کر لی تو یہ جزائر روسی قبضہ سے پھر فرنچ تصرف میں چلے گئے جس سے اونہیں انگلستان نے چھین لیا۔ اور سالہا سال سے مدتوں تک ہفت جزائر کی جمہوری ریاست کا حکمران یا محافظ رہا۔

پریویسیا۔ بٹرنٹو اور ونتسا کو فتح کرنے کے بعد علی پاشا نے پرجہ پر فوجکشی کی۔ مگر وہاں کے ولاور کوہستانی سولیوٹ ن کو مغلوب نہ کر سکا۔ اور وہ برابر چودہ برس تک اوس کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس کے بعد چار برس تک انگلستان اونکا محافظ رہا۔ مگر جب انگلستان نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور باشندگان پرجہ کو شہر حوالہ کر دینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا تو اونہوں نے علی پاشا کی ماتحتی میں رہنے پر جلاوطنی کو ترجیح دی۔ اور شہر اوس کے حوالہ کر کے خود نکل گئے وینیشی ریاست کو ان مقبوضات کا مجمل ذکر اس لیئے اس جگہ کر دیا گیا ہے کہ پھر بار بار اونکا ذکر نہ کرنا پڑے۔

دول یورپ کی مصالحت عام

۱۸۰۰ء میں جزائر آیونین روس کے واحد قبضہ میں چلے جانیکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اسی سال کے اکتوبر مہینہ میں روس نے دوستی کے پیرایہ میں سلطان سے مالڈیویا اور والیشیا کے باشندوں کے حق میں فرمانِ شاہی حاصل کر لیا۔ اس کے روسی اون کو مزید رعایات عطا کر دیگئیں اور سلطان نے عہد کیا کہ ان صوبوں کے حکمران اگر ہ روس کے بلا مشورہ کبھی معزول نہیں کیئے جائینگے۔ اور تاجران و سوداگروں کے سوا کسی ترک کو ان صوبوں میں داخل نہیں ہونے دیا جائیگا۔ اسی سال دول یورپ یعنی فرانس اور اوسکی مخالف عیسائی سلطنتوں میں عام مصالحت ہو گئی۔ اور ۲۵ جون ۱۸۰۲ء کو بمقام آمیئنز واقع فرانس، کل فریقین کے

دکلا وسکے عہدنامہ صلح پر دستخط ہو گئے۔ انگلستان نے ٹرکی کو بھی امیئنز کی کانفرنس مین شریک کرنا چاہا تھا۔ مگر نپولین نے جو اوس وقت فرانس کا آول قونصل تھا نہ مانا۔ اور کہا کہ فرانس ٹرکی سے علیحدہ صلح کرے گا۔ چنانچہ صلح امیئنز کے ساتھ ہی فرانس اور ٹرکی مین علیحدہ صلح کا عہدنامہ ہو گیا جس کے رو سے نپولین نے بابعالی کے تمام مقبوضات اور مصر پر اوس کی کامل حکومت کو تسلیم کر لیا۔ اور سلطان سلیم نے اون تمام مراعات کی جو سابقہ معاہدون اور بالخصوص ۱۷۴۰ء کے عہدنامہ کے رو سے فرانسیسیون کو حاصل تھین تجدید کر دی اور بدوران محاربہ جس قدر مال و اسباب فرنچ سوداگرون کا ضبط کیا گیا تھا اوسے واگذار اور فرنچ محبوسین کو رہا کر دینے کا اقرار کیا۔ اور پرانی مراعات پر یہ رعایت مزید عطا کر دی کہ فرانسیسی تجارتی جہازات کو بحیرہ اسود مین داخل ہونے اور اس مین سفر کرنے کی کامل آزادی حاصل ہو گی۔ باہمی مصالحت ہو جانے پر رفن قلعہ ہفت برج سے رہا کر دیا گیا۔ اور اوس نے بدستور سابق سفارت کا کاروبار شروع کر دیا۔ جنوری سنہ ۱۸۰۳ء مین نپولین نے جنرل برون کو مستقل سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجدیا۔ اور اوس کی اور اوس کے جانشین جنرل سباسٹیانی کی ہمت و کوشش اور قابلیت سے فرانس کا اقتدار قسطنطنیہ مین پھر پہلے ایسا ہی نہین بلکہ اوس سے کہین زیادہ قایم ہو گیا اور فرانس اور ٹرکی مین گہری رفاقت ہو گئی۔

اس مصالحت سے سلیم کو ایک دوسری دفعہ بیرونی محاربہ سے فراغت نصیب ہو گئی۔ جو ۱۸۰۶ء تک اوسے حاصل رہی لیکن اندرونی فتنہ و فساد نے اوسے اس فراغت سے کماحقہ فایدہ نہ اٹھانے دیا۔ وہابیون نے پھر شام پر حملہ کرنا شروع کر دیے اور سنہ ۱۸۰۳ء مین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا جس سے تقریباً تمام عرب پر اون کی حکومت قایم ہو گئی۔ اور انہون نے سنت جماعت عقیدہ کے حاجیون کو طرح طرح کی تکلیفین دینی شروع کر دین۔ حرمین شریفین کا قبضہ سے نکلجانا ہی ٹرکی رعایا کو حکومت سے آزردہ خاطر کرنے کے لیے کچھ کم نہ تھا کہ وہابیون کے تشدد نے اوس آزردگی کو اور تیز کر دیا۔ اور جاہل و متعصب لوگون کو یہ کہنے کا موقعہ ملگیا کہ ملک پر یہ سب عذاب اور مصیبتین سلطان کی بدعتون سے نازل ہو رہی ہین۔ مصر مین بھی بدامنی کا دور دورہ تھا۔ فرنچ فوج کے چلے جانے پر جو ترکی فوج وہان بھیجی گئی تہی مملوک عرصہ تک اوس کا مقابلہ کرتے رہے۔ شام مین جزار پاشا نے پھر وہی مطلق العنانی اختیار کر لی تھی۔ اور رعایا پر بدستور تشدد شروع کر دیا تہا۔ مگر خدا خدا کرکے سنہ ۱۸۰۴ء مین وہ فوت ہو گیا۔ اور شام کی طرف سے بیفکری حاصل ہو گئی۔ ڈینیوب پر سپاہیون اور علوکے وہی دم خم تھے۔ چنانچہ جب وہ کسی طرح مغلوب نہ ہو سکا تو آخر بابعالی نے سنہ ۱۸۰۶ء مین اوس تمام علاقہ کا گورنر تسلیم کرکے اوسے اعلیٰ ترین پاشا کا نشان اور علم بھیجدیا۔

سرویا مین مشکلات کی ابتدا۔ اور خود جاگیردار

مگر سب سے زیادہ اہم۔ اندیشناک اور قابل غور وہ مشکلات تھین جو صوبہ سرویا مین نمودار ہوئین۔ اور جن کی وجہ سے آخر یہ زرخیز اور با موقعہ صوبہ کئی صدیون کی محکومی کے بعد خاندان عثمانیہ کے تسلط سے آزاد ہو کر خود مختار ریاست ہو گیا

ان مشکلات کو برپا کرنے والے اور سرویا کی آزادی کے باعث وہی خود سر ینگچری تھے جو سالہائے دراز تک خاندان عثمان کی طاقت و اقتدار کو بڑھاتے رہے لیکن زبردست اوزار کا کام دینے کے بعد اب کئی نسلوں سے ملک و قوم اور سلطنت کے لئے وبال جان ہو رہے تھے۔ چنانچہ سرویا کی مشکلات نے اس سخت ضرورت کو اور بھی اچھی طرح سے محسوس کرا دیا کہ جب تک اس شورہ پشت ٹولے کا ستیاناس نہ کیا جائے ملک کی خیر نہیں۔

سرویا ۴ اگست ۱۳۸۹ء کی فتح کوسووا کے بعد باضابطہ طور پر عثمانیہ سلطنت میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اور اس کی اراضیات حسب معمول تیماروں اور زعامتوں میں تقسیم ہو کر سپاہیوں (یعنی جاگیردار سواروں اور ان کے افسروں) کو عطا کر دی گئی تھیں۔ ہر صوبہ میں ان فوجی جاگیرداروں کے علاوہ ینگچری یعنے باقاعدہ تنخواہ دار اور پیدل فوج نظام کے دستے بھی مامور رہتے تھے۔ اور بتقاضائے فطرت انسانی دونوں فریق ایک دوسرے کو رشک و حسد اور کبھی کبھی بغض و عناد کی نگاہ سے دیکھتے رہتے تھے۔

چنانچہ امتداد زمانہ سے نظام و نگرانی میں فرق آ جانے پر جب سپاہیوں نے رعایا یعنی سرولی دہقانوں پر سختیاں کرنی شروع کر دیں تو وہ مجبوراً پناہ و حفاظت کے لئے ینگچریوں کی طرف جو خزانہ سلطانی سے تنخواہ پاتے کی وجہ سے ملک پر کسی طرح کا بار نہ تھے رجوع لانے لگے۔ مزید برآں چونکہ عیسائی رعایا سے مذکر بچوں کا سترہویں صدی تک پانچواں حصہ اس فوج میں شامل کر لیا جاتا رہا تھا سرولی رعایا اور ینگچریوں میں خون کا تعلق بھی موجود تھا۔ اور اس طرح ینگچریوں اور سپاہیوں میں دن بدن زیادہ کشیدگی ہوتی گئی۔ لیکن ینگچریوں کی عادات بھی آخر متغیر ہو گئیں۔ مذہبی مغایرت خونی قربت پر غالب آ گئی۔ اور سترہویں صدی سے بعد یہ قرابت بھی بالکل معدوم ہو گئی۔ اور آخر رفتہ رفتہ نظام کے بگڑنے سے خود سری نے ینگچریوں کو بھی رعایا کے حق میں سپاہیوں سے کچھ کم ظالم و سفاک نہ رہنے دیا مگر ساتھ ہی ان دونوں فوجوں میں قدیمی رقابت بھی بدستور موجود رہی۔

انتظام جاگیرداری میں رعیت زمین کے قبضہ سے بیدخل نہیں کر دی جاتی تھی۔ جاگیردار صرف محاصل لینے کا مجاز ہوتا تھا۔ اور کاشتکار کو کاشتکاری اور اپنی فصل سے فائدہ اٹھانے کی قانوناً پوری آزادی تھی۔ علاوہ بریں ابتدائی ترکی سلاطین نے فراخ حوصلگی اور فیاض منشی سے کام لیکر غیر مذہب رعایا کو شروع ہی سے ایسی رعایتیں عطا کر دی تھیں جو مہذب ترین یورپین سلطنتوں نے بھی ابتک اپنی کسی محکوم اور غیر جنس رعیت کو عطا نہیں کیں۔ رعایا اپنے لئے بانتخاب خود اپنے میں سے ہی مجسٹریٹ اور محاصل کے تشخیص کنندگان مقرر اور منتخب کرتی تھی۔ یہ لوگ سرویا میں مڈے کہلاتے تھے البتہ عیسائیوں کے لئے یہ حکم تھا کہ وہ اپنی طرز معاشرت اور ظاہری وضع قطع الگ رکھیں کہ حاکم و محکوم میں تمیز ہوتی رہے۔ مگر بتدریج بادشاہوں میں عیاشی زن پرستی اور کاہلی آتے جانے سے جوں جوں ترکی حکومت کا دبدبہ کم ہوتا گیا جاگیرداروں میں خودسری پیدا ہوتی گئی۔ اور وہ قانون و آئین کو بالائے طاق رکھکر اپنے کاشتکاروں پر جبر و ستم کرنے لگ گئے

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آہستہ آہستہ رعایا میں ناراضگی پھیلتی گئی کئی امن پسند کاروبار اور پیشہ چھوڑ کر قزاقی اور لوٹ مار پر کمربستہ ہو گئے۔ اور باقی ظالموں کے پنجہ سے رہائی پانے کے لیئے موقعہ کے منتظر ہو بیٹھے۔ سرویا والوں کو ایسا موقعہ آسٹریا کے حملوں سے مل گیا۔ چنانچہ جب قیصر جوسف ثانی نے ۱۷۸۸ء میں ٹرکی پر حملہ کیا تو پہلے محاربوں کی نسبت سرولی بہت زیادہ تعداد میں حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اور سواروں اور پیدلوں کے بیشمار دستے تیار کر کے آسٹریوں کو ترکوں کے برخلاف نمایاں مدد دی۔ ان معرکہ آرائیوں سے سرویوں کی نظروں سے ہی عرصہ میں ایسی کایا پلٹ ہو گئی کہ جب صلحنامہ سسٹووا کے رو سے آسٹریا نے صرف اسقدر اقرار لیکر کہ باشندوں کو عام معافی دیدیجاوے سرویا ٹرکی کو واپس کر دیا اور ترکی کمشنر قسطنطنیہ سے صوبہ کا باضابطہ قبضہ لینے گئے تو وہ اپنی عیسائی رعایا کی متغیر شدہ حالت کو دیکھکر بکمال حیران اور کسیقدر خوفزدہ بھی ہو گئے۔ چنانچہ ایک قلعہ کو خالی کرتے وقت جب ایک سرولی رسالہ ٹھیک فوجی آداب کے ساتھ برابر باندھ کر ترکی کمشنروں کے پاس سے گذرا تو ایک ترک آسٹروی افسروں کو مخاطب کر کے بے اختیار پکار اُٹھا "یہ دیکھو تم نے ہماری رعایا کو کیا سے کیا بنا دیا ہے!"

ترکوں نے قبضہ لینے کے بعد ان سرولی رجمنٹوں کو توڑ کر ان کے سپاہیوں کو گھروں کو واپس کر دیا۔ اور ترکی تسلط پھر بدستور قائم ہو گیا۔ مگر قوم میں جو جنگی روح پھونکی گئی تھی۔ وہ پھر کبھی معدوم نہ ہو سکی۔ بلکہ اوسکی طاقت دن بدن بڑھتی گئی۔ لیکن بجائے اس کے کہ یہ طاقت سلطان کی حکومت کے برخلاف استعمال میں لائی جائے شروع شروع میں سرولی سلطان کی حکومت کی تائید میں مسلح ہوئے۔ اس عجیب واقعہ کا باعث موجب وہی ینگچری فوج تھی۔ کل ممالک محروسہ میں اور کسی جگہ اس شورہ پشت جماعت کے افراد کا وحشیانہ ظلم وستم اس حد تک نہ پہنچا تھا جسقدر کہ بلغراد میں۔ سرویا میں فوج مذکور کے افسروں نے بربری ریاستوں کے گورنروں کی تقلید کر کے اپنا لقب بھی ڈے ہی رکھ لیا ہوا تھا۔ ناظرین کو یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ بربری ریاستوں میں بھی خود سر سپاہ نے ہی آزادی اور مطلق العنانی کی بنیاد قائم کی تھی۔ ینگچریان سرویا نہ فقط رعایا پر ہی جور و تشدد کرتے تھے بلکہ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے جاگیرداروں یعنی سپاہیوں سے بھی رعایا سے بدتر سلوک کیا کرتے تھے۔ ترکی گورنر کا اقتدار ایسا برائے نام تھا کہ بدوران محاربہ آسٹروی اوس سے نامہ و پیام کرنے کی بجائے ینگچریوں کے آغا سے خط وکتابت کیا کرتے تھے۔ صلح ہو جانے پر ینگچریوں نے پھر وہی وطیرہ اختیار کر لیا۔ سلیم اس فوج کی شرارتوں سے پہلے ہی تنگ آیا ہوا تھا۔ اوس نے اونکی گوشمالی کا کام اول اول اس سرحدی صوبہ سے شروع کرنیکا مصمم ارادہ کر لیا۔ اوس نے ابوبکر پاشا کو گورنر مقرر کر کے بلغراد بھیجدیا۔ اور بذریعہ فرمان شاہی جو پاشا موصوف کے حوالہ کر دیا گیا ینگچریوں کے تمام شہر اور کل صوبہ سے نکلجانیکا حکم جاری کر دیا۔ ابوبکر پاشا نے بلغراد پہونچکر اس فرمان کو شائع کرنے میں جلد بازی نہ کی۔ وہ ینگچریوں کی طاقت اور سرکشی سے بخوبی واقف تھا۔ سب سے اول اوس نے سرویا کے عیسائی باشندوں کو عام معافی عطا کر کے مطمئن خاطر کیا۔ اور پھر اپنے منصفانہ برتاؤ سے اون کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ ادھر سپاہیوں کو اپنے ساتھ

موافق کرلیا۔ اس کام سے فارغ ہوکر اوس نے شاہی منشاء کی تعمیل پر توجہ کی۔ ینگچری یون کا آغا خفیہ ہلاک کرادیا گیا۔ اور جب ینگچری بلے سر رہ گئے تو فرمانِ سلطانی مشتہر کرکے خود سرویا کو بجبر خارج کردیا۔ مخروج ینگچری بدلہ لینے کے لیئے ویدن کو باغی پسوان اوغلو کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور اونکی تحریک سے اوس نے سرویا پر حملہ کردیا۔ دریںولا آبوبکر کی جگہ حاجی مصطفےٰ سرویا کا گورنر مقرر ہوگیا تھا۔ اور اوس نے بھی اپنے متقدم کے قدم بقدم چلکر سرویون سے ایسا اچھا سلوک کیا تھا کہ وہ اوس کے غلام بے دام ہوگئے ہوئے تھے۔ اور اوس کا نام "میری سرنی" یعنی خیرخواہ سرویان رکھدیا ہوا تھا۔ ان دونوں گورنروں کے وقت رعایا بہ نہایت خوشحال ہوگئی تھی۔ اور تجارت بھی بہت رونق پکڑ گئی تھی۔ حاجی مصطفےٰ نے جسکے پاس کوئی فوج سپاہیوں کے سوا موجود نہ تھی سرویوں کو صوبہ کی حفاظت کے لیئے کھڑا ہوجانیکا حکم دیا جس کی تعمیل میں چاروں طرف سے ہزارہا سرولی بطیب خاطر اپنے گورنر کے پاس جمع ہوگئے اور اپنے سابق ظالمون یعنی ینگچری یون کا قابل تعریف دلاوری سے مقابلہ کرکے اون کو صوبہ سے باہر نکالدیا۔ اور پسوان اوغلو ویدن واپس چلا گیا۔ مگر جب ان واقعات کی خبر ممالک محروسہ کے دیگر حصص بالخصوص خاص پایہ تخت کے ینگچری یون کو پہونچی تو اون کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ رہ گئی۔ اکثر علماء اور عام مسلمانوں نے بھی اون سے اتفاق رائے کیا۔ بقول جرمن مؤرخ رینکی[1] "یہ امر کل مسلمانوں کو سخت ناگوار گذرا کہ پرانے مسلمان صوبہ سے بیدخل کردیئے جائیں۔ اور کفار رعایا کو مسلح کرکے اون کے مقابلہ پر کھڑا کیا جائے"

سلطان کل قوم کی ناراضگی کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ اوسے مجبوراً اپنے عزم کو بدلنا پڑا۔ اور حاجی پاشا کے نام حکم بھیجا گیا کہ وہ ینگچری یون کو بلغراد واپس آجانے دے۔ پاشا نے اِس حکم کی تعمیل تو کردی۔ مگر اِس نرمی کا نتیجہ اچھا نہ نکلا۔ ان نمک حراموں نے سلطانی مہربانی کا مشکور ہوکر آئندہ کے لیئے اپنا طریق عمل درست کرنے کی بجائے پہلے سے زیادہ شرارتیں شروع کردیں۔ وہ اپنے تئیں فاتح سمجھتے تھے۔ اور اونکا خیال تھا کہ سلطان نے دب کر اون سے یہ سلوک کیا ہے۔ اونہوں نے پہلے تو ایک اعلیٰ سرولی افسر کو ہلاک کیا۔ اور پھر پسوان اوغلو کی مدد سے بلغراد پر اپنا تصرف کرکے حاجی مصطفےٰ پاشا کو شہید کردیا۔ اس نالائقی کے بعد انہوں نے ظاہرداری کے لیئے باب عالی کو کوئی اور گورنر بھیجدینے کو لکھا۔ مگر اون کے افعال سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ زمام حکومت اپنے ہی قبضہ میں رکھنے کا عزم کرچکے ہیں۔ اون کے چار اعلیٰ سرداروں نے ڈاہی کا لقب اختیار کرکے کل صوبہ کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ اور ہر ایک ایک ایک حصہ یا ضلع کا گورنر بن بیٹھا مگر اونکا مشترکہ دارالحکومت بلغراد ہی رہا۔ اور وہ عموماً یہیں جمع ہوکر آپس میں صلاح و مشورہ کرتے۔ اور چونکہ اون کی جمعیت چنداں مضبوط نہ تھی۔ اونہوں نے اپنی مدد کو لیئے ایک اور دستہ بوسنیا اور البانیا کی مسلمانوں سے تیار کرلیا۔ اور اسطرح سے

[1] موجودہ صدی کا مشہور مؤرخ ہے۔ پورا نام لیوپولڈ فان رنکہ (یا رینکی) ہے ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوا۔ اوس نے مختلف ممالک کی کئی تاریخیں لکھی ہیں جو نہایت مستند سمجھی جاتی ہیں۔ مؤلف

اپنی طاقت مستحکم کرکے نہ فقط رعایا پر بہی علانیہ اور کہلے بندون جور و ظلم کرنے لگ گئے بلکہ سپاہیون کو بھی اونکی جاگیرون سے نکالکر صوبہ سے بیدخل کر دیا۔ اور کل علاقہ کے مطلق العنان مالک و قابض ہو گئے۔ بوسینیا مین بھی صوبہ سونماک کے رئیس علی بک نے اسیطرح ایک وسیع علاقہ پر تسلط کر لیا ہوا تھا۔ اوس نے بھی بلغراد کے ڈاہیون سے اتحاد کر لیا۔ اور پسوکن اوغلو جو ابھی تک بدستور باغی تھا پہلے سے ہی اون کا شریک اور رفیق تہا۔ الغرض تقریبًا تمام شمالی ٹرکی مین سلطنت کی برخلاف قزاقون اور باغیون کا ایک خاصہ جتھا قایم ہو گیا تھا۔ مخرج منصب دارون نے اپنی مصیبتین اور سختیان عرض کرکے سلطان سے دستگیری کی التجا کی۔ اوہر سرولی رعایا نے بھی جن کی مصیبتون اور تکلیفون کی اب کوئی حد و انتہا ہی نہین رہ گئی تھی ظالمون کے پنجہ سے چھڑائے جانے کے لیئے اپنے شہنشاہ سے التجا کی۔ کل سرولی "نیئون" یعنی مجسٹریٹون نے ایک محضرنامہ قسطنطنیہ بھیجکر اپنی تمام سرگذشت اوس مین موبمو درج کی۔ اور لکھا کہ "اونہین قلاش محض ہی نہین کر دیا گیا بلکہ اون کو مذہب اور ننگ و ناموس مین بھی رخنہ اندازی کیجا رہی ہے کوئی خاوند اپنی بیوی۔ کوئی باپ اپنی لڑکی اور کوئی بہائی اپنی بہن کے ناموس کی سلامت رہنے پر بھروسہ نہین کر سکتا معابد کنائیس۔ پادری۔ راہب سب کو بیحرمت کیا جا رہا ہے" آخر مین اونہون نے ان الفاظ مین سلطان سے فریاد کی۔ "اگر تو ابھی تک ہمارا شہنشاہ ہے تو تو ہمین ان اشقیا سے نجات دلوا۔ یا اگر تو ہمین بچانا نہین چاہتا تو کم از کم ہمین یہ بتا ہی دے تاکہ ہم یہ فیصلہ کرین کہ آیا جنگلون اور پہاڑون کو بھاگ جائین یا کہ دریاؤن مین غرق ہو کر اپنی ناشاد و بدقسمت زندگی کا خاتمہ کر دین"

باب عالی کے پاس جو اس وقت مصر کو فرانس سے چھڑانے کی کوششون مین مصروف تھا ڈاہیون کی سرکوبی کو لیئے کوئی فوج موجود نہ تھی۔ اور وہ دہمکیان دینے سے بڑہ کر کچھ نہین کر سکتا تہا۔ چنانچہ بلغراد کہلا بھیجا گیا کہ "اگر ینگیچری اپنا طریق عمل درست نہین کرین گے تو سلطان اونکی سرکوبی کے لیئے فوج بھیجدین گے۔ لیکن یہ فوج عثمانیہ سپاہیون کی نہین ہوگی۔ کیونکہ مسلمانون کو مسلمانون سے لڑانا پسندیدہ نہین ہو سکتا۔ بلکہ دوسری اقوام اور دوسرے مذہب کے سپاہی بھیجے جائین گے۔ اور اوس وقت تم پر ایسی تباہی وارد ہوگی جیسی کہ پہلے اب تک کسی عثمانی پر نازل نہین ہوئی"

یہ پیغام سن کر ڈاہی ایک دوسرے سے پوچھنے لگ گئے "بادشاہ کا اشارہ کس فوج کیطرف ہو سکتا ہے۔ کیا روسی یا آسٹروی فوج سے اوس کی مراد ہے؟ نہین ایسا نہین ہو سکتا۔ وہ ان اجنبیون کو کبھی اپنے ملک مین نہین لانے لگا" پھر سب باتفاق رائے پکار اٹھے "بخدا بادشاہ کی مراد رعایا سے ہی" اور اون کو یقین ہو گیا کہ سلطان سرولون کو اون کے قومی مجسٹریٹون کے زیر کمان جمع اور مسلح کرنے کے لیئے کسی جرنیل کو بھیجدے گا۔ اونہون نے اس اندیشہ کو دفعیہ کے لیئے تمام ایسے عیسائیون کو جو اپنی وجاہت اور حیثیت یا قومی پرجوشی اور بلند خیالی سے خطرناک ہو سکتے تہے قتل کر دینے کا

عزم بالجزم کر لیا۔ ہر ایک ڈاہی اس فیصلہ کی تعمیل کے لیئے اپنے اپنے علاقہ کو چلدیا۔ اور سب نے ایک ساتھ فروری ۱۸۰۴ء مین یہ مہیب کام شروع کر دیا۔ شروع شروع مین بیشمار سرکردہ سرولی اچانک آفت ناگہانی کے نازل ہوجانے سے موت کا شکار ہو گئے۔ لیکن بعض کو بر وقت خبر ہو گئی۔ اور وہ جان سلامت لیکر بھاگ گئے۔ ان سے فارغ ہو کر ڈاہی عام رعایا کیطرف متوجہ ہوئے۔ جس سے سرویا مین یہ عام یقین ہو گیا کہ ینگچریون نے صوبہ مذکور کی کل عیسائی آبادی کو نیست و نابود کرنے کا قصد کر لیا ہے۔ لیکن رعایا کی ایسی حالت ہو گئی تھی کہ وہ ہاتھ پاؤن ہلائے بغیر خونی قصابون کو سونپ دیتی اور اپنے بچاؤ کے لیئے کوئی جد و جہد نہ کرتی۔ ہزارون دہقان اور گڈریئے جانین بچا کر پہاڑون کی لٹیرون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور جب جانون کی سلامتی سے بیفکر ہو گئے تو اونہین اب یہ فکر لاحق ہوا کہ کسی طرح پھر اپنے املاک اور اراضیات کا قبضہ حاصل کرین اور بخیریت گھرون کو واپس جائین۔ اس سوچ کے ساتھ ہی لازمی طور پر اونہین یہ بھی سوجھ گئی کہ جب تک ظالمون کی بیخکنی نہ کی جائیگی یہ تمنا پوری نہین ہو سکتی۔ اور بیخکنی اوسی صورت مین ہو سکتی ہے کہ کل قوم ہتھیار لیکر کھڑی ہو جائے۔ خیال پیدا ہونے کی دیر تھی کہ ضرورت نے اوسے فی الفور عملی قالب مین ڈھالدیا۔ اور کل سرویا مین قومی جنگ کا انتظام ہو گیا۔ پہاڑی قزاقون نے اس قومی کام مین بڑی سرگرمی سے امداد دی۔ اون کے ماسوا ابھی تک قوم کے کئی مستند قائد اور بہادر سرغنے موجود تھے۔ اونہون نے مختلف اضلاع کے دہقانون کو متفق و متحد کر کے عام بغاوت بپا اور سب جگہہ لڑائی شروع کرا دی۔

ڈاہیون کے فوجی دستے اور گماشتے چشم زدن مین کھلے میدانون۔ دیہات اور تمام چھوٹے چھوٹے قصبون سے مار کر نکالدیئے گئے۔ اور چند ہفتون مین بلغراد اور چند دیگر مضبوط قلعون کے سوا کل سرویا پر سرویون کا تصرف ہو گیا۔ اوس وقت سرویون کو اپنا ایک سپہ سالار مقرر کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور اونہون نے یہ منصب جلیلہ اپنے ایک نامور سردار جارج پٹرووٹش کو پیش کیا۔ سرولی اسے زرنی (سیاہ) جارج اور ترک قرا (سیاہ) جارج پکارتے ہین۔ مگر عام شہرت قرا جارج ہی کی ہوا۔

یہ شخص ایک سرولی دہقان مسمی پٹرونی کا بیٹا اور سنہ ۱۷۶۶ء و ۱۷۶۸ء کے درمیان موضع وشیوی مین پیدا ہوا تھا۔ سنہ ۱۷۸۸ء کے معارکہ مین وہ سرولی مجاہدین کے دستہ مین شامل رہکر ترکون کے ساتھ لڑتا رہا تھا۔ اور معاہدہ ستووا کے بعد کئی برس تک سورون کی پالنے اور اون کی خرید و فروخت کا بیوپار کرتا رہا تھا۔ سرویا مین یہ پیشہ کل دیگر پیشون سے زیادہ فائدہ بخش ہی نہین بلکہ سب سے معزز بھی سمجھا جاتا ہے۔ جب ڈاہیون نے رعیت کو تباہ کرنا شروع کیا تو وہ چراگاہون اور بچے سورون کے گلون کو چھوڑ کر پہاڑون مین بھاگ گیا۔ وہان وہ تھوڑے ہی عرصہ مین زبردست قزاقون مین شمار ہونے لگ گیا۔ اور جب قومی جنگ چھڑ پڑی۔ تو اوس نے بے نظیر سپہ سالارانہ قابلیت اور ذاتی شجاعت کا جوہر دکھائے۔ وہ شاہی شوکت اور ترک و احتشام سے سخت متنفر تھا۔ گو جس زمانہ مین وہ کمال عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اور سرویا بلکہ سرویا کے علاوہ اور بھی صلح

علاقہ کا خود مختار حکمران ہوگیا تھا۔ تو وہ اوس وقت بھی وہی معمولی گڈریون والی پوشاک اور وہی مشہور سیاہ ٹوپی پہنا کرتا تھا۔ اوس کی مزاج بالعموم نرمی کیطرف مائل تھی۔ لیکن مشتعل بھی جلد ہو جاتی تھی۔ اور غصہ کے وقت وہ بالکل بے بس ہو جاتا تھا۔ بحالت غضب وہ مجرم کو خود اپنے ہاتھ سے تلوار یا بندوق سے موت کا طعمہ بنا دیتا۔ اور دوست و دشمن اپنے بیگانے مین کوئی تمیز نہ کرتا تھا۔ وہ گو ظالم نہ تھا۔ لیکن کینہ تو ز نہ تھا۔ اگر وہ کسی سے معافی کا وعدہ کر دیتا تو زبان سے ہی نہین دل سے بھی اوسکی خطا معاف کر دیتا۔ اوس کی استقامت دل منصف مزاجی حب الوطنی اور بوقت ضرورت سخت دلی کا اسی سے پتہ مل سکتا ہے کہ اوس نے اپنے باپ کو بندوق کا نشانہ بنا دیا۔ اور اپنے سگے بھائی کو پھانسی دلوا دیا تھا۔ باپ کو قتل کرنے کا واقعہ اس طرح سے وقوع مین آیا۔

محاربہ آسٹریا کے شروع مین جارج سرویا سے بھاگ کر آسٹرویون کے ساتھ جانے کے لیئے چند سنگروی جہازون کی انتظار مین جو ادسے اور اوس کے رفقاء کو دوسری طرف لیجانے کو آنیوالے تھے دریا ساوے کے کنارہ موضع دولبرکہ کے قریب تین دن تک چھپا رہا۔ اوس کا باپ بھی ساتھ تھا۔ وہ پہلے پہل تو جوش مین آکر چلا آیا۔ مگر ان انتظار کے دنون مین اپنے وطن کے پہاڑون کو دیکھکر جن مین اوسکی تمام املاک موجود تھے اوس کا حوصلہ قایم نہ رہا۔ اور وطن کی زنانہ محبت نے اوس کے جوش کو سرد کر دیا۔ اوس نے اپنے بیٹے کو کہا کہ ترکون کی اطاعت قبول کر لو۔ اور آسٹریا جانے کا عزم فسخ کر دو۔ لیکن جارج نے کچھ پرواہ نہ کی جسپر باپ نرمی سے سختی پر اتر آیا۔ اور کہا کہ اگر تم واپس نہ جاؤ گے تو مین ابھی ترکی حکام کو خبر کر دونگا کہ اونکے دشمنون کے پاس چلے جانے کے لیئے تم اسجگہ چھپے ہوئے ہو۔

جارج نے یہ بات سن کر باپ کی بہت منت عاجزی کی کہ وہ اون کے ساتھ ہی رہے۔ مگر جب اوس نے نہ مانا اور اٹھکر چلدیا تو جارج نے بندوق اٹھا کر اوسے گولی سے ہلاک کر دیا۔ اور کہا "تیرے ایک کا مرجانا ہم سب کو ہلاک ہونے سے بہتر ہے"۔ بھائی اس سے بھی زیادہ قبیح حرکات کی طفیل ہلاک ہوا تھا۔ وہ اپنے بھائی کے منصب پر گھمنڈ کر کے سخت بدچلنی اور عیاشی مین مبتلا ہو گیا جس سے کچھ عرصہ تک تو جارج چشم پوشی کرتا رہا۔ آخر اوس کا اسقدر حوصلہ بڑھ گیا کہ اوس نے ایک معزز خاندان کی سخت پردہ دری کی۔ جسپر لڑکی کے والدین چیختے چلاتے جارج کے پاس پہونچے۔ اور اوسے کہا کہ ایسی ہی کرتوتون اور جرائم کی وجہ سے تو ہم ترکون کے برخلاف کھڑے ہوئے تھے۔ یہ سنکر قرا جارج پر بڑا اثر ہوا۔ اوس نے فی الفور اپنے مجرم بھائی کو مکان کے دروازہ پر پھانسی دلوا دیا اور ماں کو منع کر دیا کہ ایسے نالائق بیٹے کیلئے کوئی ماتمی لباس نہ پہنو۔

قرا جارج اپنی طبیعت کی تیزی سے بخوبی واقف تھا۔ اور اوسکی قوم بھی اوسے منتخب کرنے سے پیشتر ہی اوسکی سخت مزاجی کو جانتی تھی۔ چنانچہ جب قوم کے وکلاء اور مجسٹریٹون کی مجلس نے اوسے سپہ سالار یعنی حکمران بنانا تجویز کیا تو اوس نے اس عہدہ سے بچنے کے لیئے عذر کیا کہ مین حکومت کرنے کا ڈھب نہین جانتا۔ انہون نے جواب دیا "ہم تمہین صلاح و مشورہ دیتے رہین گے" پھر اوس نے عذر کیا کہ مین ایسا تیز طبیعت ہون کہ اس منصب کی لائق نہین ہون مشورہ سننے تک تحمل نہین کر سکونگا۔ اوسکی اقوس

قتل کرنے پر مائل ہو جاؤنگا"۔ قوم کے رؤسا نے جواب دیا کہ "اس وقت ایسی ہی سختی کی ضرورت ہے"۔

جب اوس کی یہ حجت پیش نہ گئی تو اوس نے سپہ سالاری کو منظور کر لیا۔ اور کچھ عرصہ بعد اس کی بجائے "اعلیٰ حکمران" کا لقب اختیار کر لیا۔ کریسی صاحب لکھتے ہیں کہ "اوس کے افعال کو ہم خواہ کیسے ہی جابرانہ اور اوسکی مستعدی کو کیسی ہی ظالمانہ کیوں نہ خیال کریں۔ مگر اسمیں کوئی کلام نہیں کہ اوس نے اپنے ملک کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑا دیا۔ اور کئی برسوں تک اوسکی آزادی کو بے نظیر استقلال اور قابلیت کے ساتھ قائم رکھا"۔ مگر یہی استقلال اور قابلیت آخری دم تک نہ رہی۔ یہی مؤرخ پھر اوسکی نسبت لکھتا ہے کہ "یہ ذہانت کی نیرنگیاں کچھ ایسی ہیں کہ آخرکار یہی شخص حالانکہ وہ ابھی تک شباب کے عالم میں تھا۔ ایسے وقت اور ایسے موقعہ پر جس میں کہ ایک معمولی دل و گردہ کے آدمی سے بھی ثابت قدم رہنے کی توقع کیجا سکتی تھی۔ سخت غیر مستقل مزاج اور بے حوصلہ ہوگیا"۔ لیکن ۱۸۰۴ء میں اوسے منتخب کرتے وقت کسی کو یہ شان و گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ اوسکی پولٹیکل زندگی کا خاتمہ ذلت بخش ہوگا۔ اوس وقت تمام قوم کی آنکھیں اوسیکی طرف لگی ہوئی تھیں۔ وہ فاتح اور کامیاب محب وطن اور مسلمان کی طاقت و حکومت سے محکوم عیسائی اقوام کی آزادی کے اصول کی بنیاد رکھنے والا متصور ہوتا تھا۔

حالات متذکرہ صدر سے یہ نتیجہ نکال لیا جائے کہ سرویا کو آزاد کرانے کا کام ایک سال میں ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا یہ درست ہے کہ محبان قوم کے کھڑے ہوتے ہی ڈاہی سراسیمہ و پریشان مضافات سے نکال دیئے گئے تھے مگر وہ سخت اور جانگداز مقابلہ کے بغیر کامل طور پر مغلوب نہیں کیئے جا سکتے تھے۔ شہروں میں پہنچکر ینگیچریوں نے اپنے رفیق بوسنیا کے علی بک کو مدد کیلئے بلا بھیجا۔ اور ادھر ادن قزاقوں کی کئی جماعتوں کو جنمیں سب قوموں اور مذاہب کے لوگ شامل تھے۔ اور جو قرشلی کہلاتے تھے اپنے ساتھ ملا لیا۔ دوسری طرف سرولی بھی بلا مدد نہ رہے سپاہی یعنی جاگیردار اونکی اعانت پر کھڑے ہوگئے۔ بوسنیا کا پاشا سلطان کے حکم سے صوبہ مذکور کی فوج لیکر اون کی مدد کو پہنچ گیا۔ اور کئی ترک سرویوں کی فوج میں شامل ہوگئے کیونکہ سلطان نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ بشرط امکان سرویا کے ینگیچریوں کو جو اس شورہ پشت قوم کا شریر ترین حصہ تھی۔ اس موقعہ سے فایدہ اوٹھا کر بالکل پامال کر دیا جائے۔ اور اسی غرض کیلئے اوس نے وفادار مسلمانوں کو سرویوں کے ساتھ شامل ہو جانیکا حکم دیدیا تھا نتیجا اس دفعہ بھی غالب رہا لیکن اسمرتبہ سرویوں نے اصرار کیا کہ ان ظالموں کو پہلی طرح بچ جانیکا موقعہ نہ دیا جائے۔ اور جلاوطن کرنے کی بجائے ڈاہیوں اور اون کے ہمراہیوں کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ پاشا کہ انکا ہوا خواہ تھا۔ وہی کیا گیا جو سرویوں کا منشاء تھا۔ اور سوائے اون معدودے چند کے جو کسیطرح بھاگ کر بسوان اوغلو کے پاس پہنچ گئے باقی سب تلوار کی گھاٹ اوتار دیئے گئے۔ اور چاروں ڈاہیوں کے سر سرولی فوج کی کمپ میں بلیوں پر نصب کر دیئے گئے۔

اب قومی جنگ کا مدعا حاصل ہو چکا تھا۔ اور سلطانی نوازشات و انصاف اسی امر کی مقتضی تھیں کہ سرولی اپنی فوج کو لوٹ کر اپنے اپنے کام میں مشغول ہو جائیں۔ چنانچہ پاشا نے اس مضمون کا اعلان صادر کر کے سرویوں کو حکم دیا کہ باغی سزا پا چکے ہوں۔ اب تم ہتھیار رکھکر اپنے اپنے گھروں کو جا کر اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاؤ۔ مگر انسانی فطرت اس حکم کی کب تعمیل ہونے

دیتی تھی۔ سرویوں نے کئی صدیوں کے بعد اب پھر قومیت اور آزادی کے دلفریب درخت کا سرسبز پھل چکھا تھا۔ اور اوس کا نشہ ایسا نہ تھا کہ خالی باتوں سے اتر جائے۔ سرویا اب وہ سرویا نہیں رہ گئے تھے جن میں مسلمانوں کی آنکھیں بند کر کے اطاعت کرتے رہنا طبیعت ثانی ہو گیا ہوا تھا۔ وہ اب قواعد آموز اور فتحمند سپاہی تھے۔ اور عثمانیہ افواج کی چیدہ ترین سپاہ کا مقابلہ کر کے اوس کو شکست دے چکے تھے۔ وہ اب پاشاؤں اور منصب داروں کو نہیں بلکہ اپنی قوم کے سرداروں اور سرگردوں کو اپنے حقیقی حکمران سمجھتے تھے اور انہی کے احکام کو واجب التعمیل خیال کرتے تھے۔ مگر یہ سردار جن میں سے ہر ایک کے پاس جان نثار اور وفادار ہمراہیوں کی جمعیتیں موجود تھیں اور جو اپنی ہمت یا زور سے طاقتور ہو گئے تھے حکومت کے مزون سے جنہیں اونہوں نے ابھی چکھنا شروع کیا تھا کب دستبردار ہونا پسند کر سکتے تھے۔ قوم نے شروع شروع میں تو صرف ظالم داہیوں سے اپنا جان و مال اور ننگ و ناموس محفوظ رکھنے کے لیے ہتھیار اوٹھایا تھا۔ مگر رفتہ رفتہ سرویوں کے دلوں میں اوس چیز کی امنگ پیدا ہو گئی تھی جسے چار سو برس ہوئے مراد اول نے اون سے چھینا تھا۔

اس امنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو لڑائی پہلے سلطان کے مسلمان باغیوں کے ساتھ کی جا رہی تھی وہ اب خود سلطان کے برخلاف جاری رکھا گیا۔ قرہ جارج ایوبک گورنر بوسنیا کی امداد سے بلغراد اور سمندریا پر قابض ہو چکا تھا جب پاشا نے سرویوں کے طور بیطور اور اپنی جمعیت کمزور دیکھی تو وہ مجبوراً صوبہ کو اوس کے حال پر چھوڑ کر اپنے علاقہ کو واپس چلا گیا۔

سروی جانتے تھے کہ سلطان اس اہم صوبہ کا اپنی سلطنت سے جدا ہونا کبھی گوارا نہیں کرے گا۔ اور اوس کو پھر مطیع بنانے کے لیے کوئی دقیقہ کوشش کا اوٹھا نہیں رکھیگا۔ اور ہم میں اسقدر طاقت نہیں کہ تنہا ایک عظیم سلطنت سے زیادہ عرصہ تک آزاد رہ سکیں اس کا تدارک انہوں نے یہ سوچا کہ کسی زبردست عیسائی سلطنت سے مدد مانگی جائے۔ سب سے قریب آسٹریا تھی۔ اور اوسی کی طرف سب سے اول اونکا خیال رجوع ہوا۔ قربت کے علاوہ اون میں سے اکثر آسٹریا کے علم کے نیچے لڑ چکے تھے۔ اور اون کے ابھی تک کئی قبیلے آسٹریا کی حکومت میں موجود تھے۔ مگر پھر خیال آیا کہ آسٹریا پہلے بھی کئی مرتبہ سرویا پر قابض ہو چکے ہیں۔ اور ہر دفعہ ترکوں کو واپس کر دیتے رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوچ لیا گیا کہ آسٹریا اس وقت اپنی مصیبتوں میں مبتلا ہے۔ فرانس اوس کو ان چند برسوں میں دو دفعہ ذلیل کر چکا ہے۔ اسی خطرناک دشمن کے ساتھ اوسکی پھر لڑائی ہوا چاہتی ہے۔ اور وہ اپنی کل ہمت و کوشش سے اس جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ آسٹریا کے بعد قریب ترین دوسری عظیم مسیحی سلطنت روس کی تھی۔ وہ مضبوط اور زبردست بھی تھی۔ اور اب تک اوس کو فرانس یا ترکوں سے شکست نصیب نہ ہوئی تھی۔ بلکہ اوس کا جرنیل سوورو دونوں کو متواتر شکستیں دے چکا تھا۔ مزید برآں روسی صرف عیسائی ہی نہیں بلکہ سرویوں کی طرح کلیسائی یونانی بھی تھے۔ اور اپنے ہم مذہبوں کا جسقدر اون کو پاس تھا۔ وہ سرویوں کو اون متواتر زبانی اور عملی سفارشوں سے معلوم ہو گیا تھا جو وہ اہالی مالڈیویا اور ولیشیا کی بابت باب عالی سے کرتے رہتے تھے۔ ان سب باتوں پر لحاظ کر کے سرویوں نے اگست ۱۸۰۴ء میں ایک ڈیپوٹیشن سینٹ پیٹرزبرگ روانہ کیا۔ جو مفید مطلب جواب لیکر فروری ۱۸۰۵ء میں واپس لوٹا۔ مگر زار نے ساتھ ہی یہ نصیحت کی کہ مناسب ہے کہ علانیہ سرتابی

کرنے سے پیشتر اپنی معروضات سلطان کی خدمت میں پیش کریں۔ روسی سفیر بھی اس معاملہ میں ان کی مدد اور سلطان سے انہیں معافی دلانے کی کوشش کرے گا۔

ناظرین حیران ہوں گے کہ روس اور وہ ٹرکی کو کمزور کرنے کا یہ موقعہ ہاتھ سے جانے دے اور ایک سلطانی صوبہ کی عیسائی باغیوں کو ایسی نصیحت کرے۔ مگر اس وقت نپولین کی فتوحات کے سیلاب نے تمام یورپین فرمانرواؤں کو متفکر کچھ ایسے جھمیلے کر دیئے ہوئے تھے کہ وہ آپس میں لڑنا بھڑنا ہرگز قرین مصلحت نہ سمجھتے تھے۔ علاوہ بریں روس اس زمانہ میں دوستی کے پیرایہ میں سلطان سے وہ باتیں منوانا چاہتا تھا جو غالباً لڑائی کرنے سے حسب مراد ظہور میں نہ آتیں۔ اس لیئے زار نے مصلحت وقت سے مجبور ہو کر یہ چال اختیار کی تھی کہ سرویا والے بھی مایوس نہ ہو جائیں اور ہاتھ سے نہ نکلیں اور سلطان کو بھی برافروختہ ہونے کا موقعہ نہ دیا جائے۔

سرویوں نے زار کی نصیحت پر عمل کر کے سنہ ۱۸۰۶ء کے موسم گرما میں حسب ذیل درخواستیں باب عالی کے سامنے پیش کرنے کے لیئے اپنی طرف سے ایک سفارت قسطنطنیہ روانہ کی۔

(۱) سرویا کے تمام قلعوں میں سرولی فوج متعین ہو (۲) پچھلے[1] فسادوں میں رعایا پر جو مصیبتیں اور تکلیفیں وارد ہوتی رہی ہیں ان کا لحاظ کر کے محاصل اور جزیہ کے کل بقائے معاف کر دیئے جائیں۔ دوسری شرط تو خیر ایسی نہ تھی مگر پہلی بہت کڑی تھی۔ اور ترک اوسے بہ آسانی منظور نہیں کر سکتے تھے۔ بلگریڈ اور اکثر دیگر مقبوضہ مقامات پر ابھی تک مسلمان قابض تھے۔ اگر سرولی ان پر قابض ہو گئے ہوتے تو پھر شاید سلطان کو اس درخواست کے قبول کرنے سے کچھ زیادہ انکار نہ ہوتا۔

جس زمانہ میں یہ درخواستیں پیش کی گئیں۔ وہ سلطان سلیم ثالث کے عہد حکومت میں نہایت نازک اور آزمائش کا موقعہ تھا۔ نپولین نے صلح ہو جانے کے بعد پھر ٹرکی میں بدستور سابق بلکہ پہلے سے بھی زیادہ فرانس کا اقتدار قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی ہوئی تھی۔ ادھر روس انگلستان کی سفارت سے اوس غلبہ کو جو دوستی کے پیرایہ میں اوسے بابعالی پر حاصل ہو گیا تھا برقرار رکھنے کے لیئے جد و جہد کر رہا تھا۔ ان یورپین رقیبوں یا معاندوں کے بالمقابل جوڑ توڑ اور سازشوں کے علاوہ خود عثمانیہ قوم کے بھی دو گروہ ہو گئے ہوئے تھے۔ ایک اصلاح کا طرفدار تھا۔ اور دوسرا لکیر کا فقیر جو پرانے رسم و رواج سے ایک انچ آگے بڑھنا بھی دین و ایمان اور قومیت کے برخلاف سمجھتا تھا۔ اسے سرولی مسئلہ کی نئی شاخ کھڑی ہو گئی۔ اور روس کا ان دونوں سازشوں سے نہایت گہرا تعلق ہو گیا۔ یہاں پر پہلے ٹرکی اور دیگر یورپین دول کے تعلقات اور یورپین معاملات کی مختصر کیفیت درج کر دینی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

---

[1] ایک مورخ کا بیان ہے کہ بقایا کی معافی کی درخواست کی بجائے بیس لاکھ پیاسٹر بطور ہرجانہ تاوان جنگ ملنے کی درخواست کی گئی تھی۔ مؤلف

اوس وقت آسٹریا و انگلستان اور فرانس مین پھر جنگ شروع ہوگئی ہوئی تھی۔ اور امینیز کی صلح کالعدم ہوگئی تھی اس کا ایک بڑا باعث یہ بھی تھا کہ نپولین نے ٹرکی مین کیون اپنا اقتدار بڑھانے کی پھر کوشش شروع کی ہے نپولین کو بلاد مشرق سے اسیطرح سے طبعًا محبت اور اونکی فتوحات کی دلی تمنا تھی۔ وہ سینٹ ہیلینا مین بھی اسبات کا ہمیشہ افسوس کیا کرتا تھا کہ عکہ کی مدافعت نے اوسکی مشرقی فتوحات کو سیلاب کو روک دیا۔ اوسے یقین تھا کہ یوروپ کی قسمت اور اوسکا نیک و بد بہت کچھ اسی پر اسرار لیوانٹ پر منحصر ہے۔ یہ نہ فقط بحیرہ روم بلکہ ہندوستان کی شاہ راہ کی بھی کلید ہے۔ اور لیوانٹ کے ساتھ ہی سلطنت عثمانیہ کے قیام و زوال پر بھی منحصر ہے۔ مگر تمام سابقہ فرنچ گورنمنٹون کیطرح مسیحستان مین اس ایک اسلامی سلطنت کا وجود اوس کے لیے بھی نہایت پیچیدہ معمہ سے کم نہ تھا۔ اور وہ بھی اکثر اس قدرت سے کمال متحیر ہوا کرتا تھا۔ الغرض اس یقین کیوجہ سے اوسکی آنکھین ہر وقت لیوانٹ کیطرف لگی رہتی تھین۔ اور وہ اس امر سے سخت متردد رہتا تھا کہ مغربی معاملات اسکی توجہ اور ہمت کو ایک لحظہ کے لیے مشرق کیطرف متوجہ ہونے کی مہلت نہین دیتے۔ تاہم جہان تک ہوسکتا تھا وہ مشرق سے تعلق رکھنے کی سعی و کوشش کرتا تھا۔ چنانچہ ٹرکی کے ساتھ صلح ہوتے ہی اوس نے کرنیل سباسٹیانی ایسے قابل شخص کو فرنچ اقتدار اور تجارت کو پھر تازہ کرنے کے لیے مصر و شام اور لیوانٹ کو بھیجدیا۔ کرنیل کی سفارت کے مقاصد علانیہ طور پر یہ بیان کیے گئے۔ اسکندریہ کو انگریزی فوج سے خالی کرایا جائے۔ پاشایان مصر و شام کو صلح ہوجانے کی خبر پہنچائی جائے اور اون کو آگاہ کیا جائے۔ کہ پھر تجارتی تعلقات قائم کرنے کے لیے عنقریب فرنچ کمشنر لیوانٹ کے بندرگاہون کو آنے والے ہین۔

سباسٹیانی کی سفارت کی رپورٹ شائع ہوتے ہی فرانس کے مخالف چوکنے ہوگئے اور اونہین یقین واثق ہوگیا کہ نپولین ابھی تک بلاد مشرق کی فتح کے ارادے ہی نہین رکھتا بلکہ اوس نے اون کو علانیہ اس رپورٹ کے پیرایہ مین ظاہر کرنے کی بھی جرأت پیدا کر لی ہے چنانچہ جارج سوم شاہ انگلستان نے اس موقعہ پر پارلیمنٹ اور قوم کو مخاطب کر کے اپنی تقریر مین اس کے متعلق یہ الفاظ کہے ہین۔

یہ فرانسیسی گورنمنٹ مصر اور کارتو کی نسبت بدستور بری نیت رکھتی ہے۔ بلکہ اوسکی نیت بد کا دائرہ اسقدر وسیع ہوگیا ہے کہ اوس نے سلطنت عثمانیہ کی تقسیم تک کا ایما کر دیا ہے۔ اوسکی یہ نیت کرنیل سباسٹیانی کی رپورٹ کی باضابطہ اشاعت اور مصر و شام اور جزائر ایونین مین افسر مذکور اور دیگر فرنچ کارندون کے طریق عمل سے کل دنیا پر واضح ہوگئی ہے۔

ان فقرات سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ شاہ انگلستان یا بالفاظ دیگر اوس کے وزیر مسٹر پٹ کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ فرانس کی جمہوری ریاست بھی شاہی حکومت کی قدم بقدم چلکر اپنے فاتحانہ ارادون پر قائم ہے بلکہ اوس کے ارادے پہلے سے بھی وسیع ہوگئے ہین۔ اور اوس نے ٹھان لی ہے کہ اگر یہ ارادے سلطنت عثمانیہ کو تقویت دینے سے حاصل ہوسکتے ہین تو اسے تقویت پہنچائے اور اگر اوس کے برباد کرنے سے پورے ہوسکتے ہین تو بیدریغ اوسکی تکا بوٹی کر دے۔ انہی ارادون کے اندیشہ سے وزارت انگلشیہ

مالٹا کا قبضہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

لارڈ ہیلیم نے پارلیمنٹ میں بیان کیا کہ "مصر کے برخلاف فرانس کے ارادوں کو روکتے رہنے کے لیئے یہ جزیرہ ضمانت کا کام دیتا ہے۔ اور اس پر انگلستان کا قابض رہنا اشد ضروری ہے" نپولین ایسا اہم جزیرہ کا فرانس کے تصرف سے نکل کر کسی اور زبردست سلطنت کے قبضہ میں چلا جانا کب گوارا کر سکتا تھا۔ چہ جائے کہ وہ سلطنت بجز انگلستان ایسی مخالف اور رقیب ہو۔ اوس نے انگریزی دعا کا جواب دیا کہ "اگر انگریز جو ہندوستان اور امریکہ کی تجارت کو پہلے سے ہی یکہ و تنہا مالک بنے ہوئے ہیں۔ مالٹا پر بھی قابض رہنے دیئے جائیں تو فرانس پھر ہرگز بحری طاقت نہیں رہ جائے گی۔ انگریز فرانسیسی جہازوں اور تجارت کو لیونٹ کی بندرگاہوں اور کل بحیرہ روم سے بھی خارج کر دیں گے" اس جزیرہ سے تو انگلستان کے ساتھ بگاڑ ہوا۔ اور جزائر آیونین کی وجہ سے فرانس کی روس کے ساتھ بگڑ گئی۔ روسیوں نے ان جزائر میں جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے اپنا فوجی دستہ مامور کر رکھا تھا۔ نپولین کو یہی امر ناگوار تھا۔ مگر جب روسیوں نے حکومت بھی اپنے ہاتھ میں لیکر محاصل وصول کرنے شروع کر دیئے۔ اور ان جزیروں میں بیٹھکر البانیا اور مانٹی نیگرو کے باشندوں کو اپنے ساتھ ملانے لگ گئے تو نپولین سے زیادہ صبر نہ ہو سکا۔ آسٹریا بھی فرانس سے جلا بھنا بیٹھا تھا۔ وہ بھی روس اور انگلستان کے ساتھ شامل ہو گیا۔ آمینز کی صلح توڑ دی گئی اور ۱۸۰۵ء میں تینوں سلطنتوں نے فرانس پر حملہ کر دیا۔

اس لڑائی کے شروع ہونے پر روس نے جو کئی برسوں سے ترکی پر ایسا غالبانہ اقتدار قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ مشرقی یا مغربی جدھر چاہے وہ سلطنت عثمانیہ کے تمام وسائل اور محکوم قوموں سے اپنی فاتحانہ کارروائیوں میں حسب منشاء کام لے سکے ان کوششوں کو پہلے سے دگنی سرگرمی سے شروع کر دیا۔

سلیم نے ۱۷۹۸ء سے بعد جب کہ ٹرکی اور روس میں اتحاد ہوا تھا روس کو بہت سے حقوق اور مراعات جن کو عثمانیہ قوم بنظر تشویش و ناراضگی دیکھ رہی تھی عطا کر دی تھیں۔ روس کے بیڑوں کو آبنائے باسفورس اور ڈارڈنیلز سے گذرنے کی عام اجازت ملی ہوئی تھی۔ اس سے قسطنطنیہ کے ترکوں کی ناراضگی اس قدر بڑھ گئی کہ آخر سلطان کو یہ کہنا پڑا کہ اگر روس کی کسی ایسی سلطنت سے جو باب عالی کے ساتھ برسر صلح ہو لڑائی ہو جائے تو اوس کے بیڑہ کو گذرنے کی اجازت نہیں دیجائے گی۔ روس نے ان بیڑوں سے جو بحیرہ اسود سے بحیرہ ایڈریاٹک کو بھیجے گئے تھے جزائر آیونین میں اپنی طاقت بہت بڑھا لی تھی اور مزید برآن جیسا کہ لکھا جا چکا ہے ترک حکام کی فہمائش کے باوجود صوبجات البانیا و مانٹی نیگرو کے باشندوں کو بھرتی کر کے اپنی فوج کی جمعیت کو بھی خاصہ مضبوط کر لیا تھا۔ سنہ ۱۸۰۲ء میں صوبجات والیشیا اور مالڈیویا میں جو دخل اوس نے حاصل کر لیا تھا اوس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ سنہ ۱۸۰۵ء کے شروع میں اوس نے بحیرہ اسود کے جنوب مشرقی ساحل پر سلطان سے حیرت انگیز حقوق حاصل کر لئے یا معاہدہ نے روسیوں کو صوبہ منگریلیا کے دریائے فاسس کی جہازرانی اور اوس کے ساحل پر اپنے بیڑوں کی حفاظت مزید کے لیئے قلعے تعمیر کرنے اور اون میں فوجیں مقیم رکھنے کی اجازت دیدی اور صرف اجازت ہی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ ارض روم کے پاشا کو

تاکیدی احکام بھیجے گئے کہ وہ روسیون کو منتذکرہ صدر فوجی چوکیون کے قیام اور دیگر امور مین مدد دیتا رہے۔ روس اوس وقت ایران سے مشغول کارزار تھا۔ پاشاء مذکور کو اس لڑائی مین بھی ہر طرح سے روسیون کی امداد کرتے رہنے کی تاکید کیگئی روسیون نے اپنی عادت مستمرہ سے کام لیکر اس سلطانی اجازت سے ناجایز فایدہ اوٹھانے مین مطلق دریغ نہ کیا۔ اجازت تو دیگئی تھی صرف دریاء فاسس کے کنارون پر قلعے بنانے کی۔ اور اونہون نے اون اضلاع پر بھی تصرف کرلیا جو دریاء مذکور سے کسیقدر فاصلہ پر تھے۔ اونہون نے قلعہ اناکریہ پر قبضہ کرلیا۔ اور ایک ویسا ہی مضبوط قلعہ بحیرہ اسود کے ساحل پر بھی تعمیر کرلیا۔ آخر جب فرانس سے لڑائی ختم ہوگئی تو روسی گورنمنٹ نے اپنی گذشتہ کامیابیون سے دلیر ہوکر اپنے سفیر ایم اٹالنسکی (ذرزند سوزی) کی معرفت رئیس آفندی سے باضابطہ درخواست کردی کہ یورپ کی موجودہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ ٹرکی اور روس مین نہایت فوری جارحانہ اور مدافعانہ اتحاد ہوجانے۔ اس کے علاوہ ایک عجیب درخواست یہ کیگئی کہ سلطان کی تمام ایسی رعایا جو کلیسائی یونانی مذہب رکھتی ہے آیندہ روس کے قیصر کی حفاظت مین سمجھی جانے۔ اور جب کبھی ترک اونہین ستائین تو باب عالی اس امر کا پابند ہوگا کہ روسی سفیر کی طرف سے اطلاع ملتے پر اس زیادتی کی اصلاح و تلافی کردیا کرے۔ یہ مطالبات وسی وقت پیش کئے گئے جب کہ سرنی ٹیوپیشن نے روس کی علانیہ نصیحت پر اپنی درخواستین باب عالی کے سامنے پیش کی تھین۔

کریسی صاحب کا بیان ہے کہ جب سلطان سلیم نے یہ سنا کہ روس سلطنت عثمانیہ کے تمام ایسے باشندون کو جو کلیسائی یونانی کے پیرو ہین اپنی حمایت مین لینے کا خواستگار ہے تو اپنی سلطنت کی پستی دیکھکر رنج و غصہ سے اوس کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ اور کئی دن تک اوسپر ایسا رنج طاری رہا کہ اوس نے کسی سے گفتگو نہ کی۔ آخر اوس نے دیوان کے ایسے ارکان کو جو روسی رشوتون کے لینے مین بدنام نہتھے طلب کرکے اس معاملہ مین اونکی رائے دریافت کی۔ اون سب نے باتفاق رائے عرض کیا کہ ایسے عہدنامہ پر دستخط کرنے کی بجائے جس سے عثمانیہ طاقت معدوم ہوتی ہو قسطنطنیہ کا کھنڈر ہوجانا اور ان کھنڈرات مین خود دبکر مرجانا اولے و انسب ہے۔

مگر جب وہ اس امر پر غور کرتے تھے کہ بحیرہ اسود کے روسی بندرگاہون مین روس کی بیشمار فوج جمع ہے۔ اور وہ آٹھ دن کے اندر محلسرائے سلطانی کی دیوارون کے نیچے پہنچ سکتی ہین۔ ادہر جزایر ایونین کی روسی فوج نے الفور آلبانیا پر حملہ کرکے البانوی اور یونانی باغیون کی مدد سے بلامزاحمت اڈریانوپل تک بڑھ سکتی ہے۔ جارجیا مین بھی اوسکی جرار فوج موجود ہے جو ابھی حال مین ایران کو مغلوب کرکے فارغ ہوگئی ہے۔ اور دوسری طرف روس کوئنیوب پر حملہ آور ہوکر باغی سرویون کی امداد سے تہوڑے دنون مین بلغاریا پر متصرف ہوسکتا ہے۔ تو اون کے دل بیٹھے جاتے تھے۔

الغرض جب سلیم اور اوس کے مشیرون نے ان باتون پر اور غنیم کے غلبہ اور اپنی کمزوری پر خیال کیا۔ تو یہی صلاح ٹہیری کہ صاف صاف انکار کرنا ہرگز مناسب نہین نہ بہتر مصلحت یہی ہے کہ دفع الوقتی کیجائے۔ اور دشمن کو باتون مین لگا کر بچاؤ کی تدبیر

سوچی جائے۔ شاید اس عرصہ میں دشمن کو ہچکی پڑ جائے یا کوئی اور نیک صورت پیدا ہو جائے اور اس سینہ زوری کا اندیشہ نہ رہ جائے اور خدانخواستہ اگر کوئی صورت حسب مراد ظہور میں نہ آئے تو پھر کوئی علاقہ یا روپیہ دیکر روس کا منہ بند کر دیا جائے۔ ایسی مہلک درخواست کو کبھی منظور نہ کیا جائے۔

اس فیصلے کے مطابق کارروائی شروع کیگئی۔ ترکی وزراء روسی سفیر کو باتوں میں لگانے میں کامیاب ہو گئے اور اوس نے اپنی درخواستوں کے متعلق ترکی وزراء سے بحث مباحثہ کرنا منظور کر لیا جس سے سلطان کو مطلوبہ مہلت مل گئی اور اس اثنا میں خداوند کریم نے اوسکی حسب مراد نتیجہ پیدا کر دیا۔ نپولین کی جب روس اور اوس کے رفقاء انگلستان و آسٹریا سے جنگ چھڑ گئی تو اوس نے جیسا کہ فرانس پہلے بھی ایسے موقعوں پر کیا کرتا تھا۔ باب عالی کو صوبجات ڈینیوب میں روس اور آسٹریا سے لڑائی کرنے پر اکسانے کی کوشش کی۔ اور فرنچ سفیر برون کو اس کے متعلق احکام بھیجے گئے ۱۸۰۶ء میں روس کو جیسا کچھ غلبہ ترکی میں حاصل ہو گیا تھا وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یہی کیفیت انگلستان کی تھی۔ جس نے گو اوس زمانہ میں ترکی سے دوستی کے پیرایہ میں کوئی مادی فایدہ نہ اٹھایا۔ مگر باب عالی کے ساتھ اوس کے برتاؤ کا انداز کسیقدر مربیانہ ضرور تھا۔ وہ باب عالی سے اس طرح پیش آتا تھا جیسے استاد شاگرد سے۔ یا طاقتور دوست اپنے کسی ممنون احسان اور کمزور رفیق سے۔ بیدار مغز سلطان ان باتوں کو بمجبوری گوارا کر رہا تھا۔ اوسے یہ ان دونوں رفیقوں کی غلامی سے نکلنے اور فرانس کے ساتھ پھر سابقہ اتحاد کو تازہ کرنے کیلئے متوجہ ہو گیا۔ مگر وہ کئی وجوہات سے اوس سے فایدہ نہ اٹھا سکا۔ ایک تو دیوان کے اکثر ارکان روس اور انگلستان کے پنشن خوار تھے۔ دوسرے فرنچ سفیر برون سیدھا سادا راستباز اور صاف گو شخص تھا۔ اور ان اوصاف کی باعث ایسے دربار میں جس کے تقریباً کل ارکان راشی اور خائن ہوں سفارت ایسے نازک کام کے قابل نہ تھا۔ مزید برآن باب عالی کی حالت کچھ ایسی خراب ہو گئی ہوئی تھی کہ اوس کی خاص اپنی کوئی پالیسی نہیں رہ گئی تھی جسے سب سے زبردست طاقت پاتا۔ اوسی کے پیچھے ہو چلتا۔ باب عالی کے زعم میں متحدہ سلطنتیں فرانس سے طاقتور تھیں۔ اوس نے برون کی تجاویز کو بہت لاپروائی سے سنا۔ بلکہ نپولین کو جس نے ۱۸۰۴ء میں خطاب قیصری اختیار کر لیا تھا قیصر یا امپرر تسلیم کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ سفیر نے اسپر قسطنطنیہ سے چلے جانے کی دھمکی دی۔ دیوان نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور وہ چلا گیا۔ یہ واقعہ روسی مطالبات کے پیش کئے جانے سے پہلے کا ہے۔ روسی سفیر نے برون کے چلے جانیکے بعد اتحاد کا تقاضا کرکے باب عالی کو ترکی افواج اٹلی میں بھیجنے کیلئے بھی کہا تھا جسکا باب عالی نے دبی زبان سے کچھ وعدہ سا تو کر دیا۔ مگر وہی دفع الوقتی کیلئے۔

ادھر نپولین کو جب اپنے سفیر کی ناکامی کی خبر پہنچی تو وہ ترکی سے ناراض تو بیشک ہوا لیکن اوس نے دوراندیشی سے کام لیکر اس حقارت کا عوض لینے کا خیال نہ کیا۔ اوس نے سوچا کہ اگر مجھے اس محاربہ میں فتح حاصل ہو گئی تو اوس کا اثر ضرور قسطنطنیہ تک پہنچ جائے گا۔ اور اوس وقت باب عالی خود بخود فرانس کیطرف جھک پڑیگا۔ اس کے بعض مشیروں کی رائے اس کے برعکس تھی مثلاً ٹیلی رینڈ چاہتا تھا کہ آسٹریا کو مغلوب کر لینے کے بعد باب عالی سے ایسی شرطیں منوائی جائیں کہ اوسکی شان و شوکت

ظاہر مین تو بدستور قایم رہے۔ مگر در اصل وہ ایک مطیع اور فرمان بردار سلطنت بنجائے۔ اس غرض کے حصول کے لیئے اوس نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ آسٹریا سے اوس کے جرمن صوبجات چھین کر اون کے عوض اوسے صوبجات والیشیا۔ مالڈیویا اور بوسنیا ٹرکی سے دلا دیئے جائین جب آسٹریا دریائے ڈنیوب پر متمکن ہو گئی تو اوس مین اور روس مین ہمیشہ کیلیئے دشمنی ہو جائے گی اور اسطرح سے وہ فرانس کی قدرتی رفیق بن جائے گی۔ اور ساتھہ ہی ٹرکی کی نسبت بھی غرض مطلوبہ حاصل ہو جائے گی مگر نپولین نے اس تجویز کو پسند نہ کیا۔ اور جیسا کہ اوسنے سوچ رکھا تھا۔ اوسے آسٹریا مین فتوحات حاصل ہوتے ہی سلطان سلیم روس اور انگلستان کے دباؤ سے آزاد ہو گیا۔ اور نپولین سے اوس کا گہرا ارتباط ہو گیا۔ ان فتوحات سے جو ۱۸۰۵ء کے موسم خزاں مین نپولین کو آسٹریا مین روسی سرحد کے قریب حاصل ہوئین روس کو وہ پندرہ ہزار فوج جو اوس نے ٹرکی کو دبانے کیلیئے سباسٹوپول مین جمع کر رکھی تھی۔ واپس منگوا لینی پڑی۔ اودہر روسی سفیر کا تقاضا روز بروز کمزور ہوتا گیا اور ترکی وزرا دوسے ہی لین بدن اوس کے ساتھہ زیادہ لاپروائی سے پیش آنے لگ گئے۔

آسٹریا نے جنگ آسٹرلز کی شکست کے بعد ۲۶ دسمبر ۱۸۰۵ء کو بمقام پریسبرگ نپولین سے صلح کا عہدنامہ کر لیا۔ اس کے رو سے نپولین کو آسٹریا سے صوبجات ڈلمیشیا۔ البیریا اور خلیج کٹارو وغیرہ ملے۔ یہ علاقے ٹرکی کی شمال مغربی سرحد کے قریب واقع تھے۔ ان کے ملجانے سے نپولین کے مقبوضات کی سرحد ترکی سرحد سے ملگئی۔ اور اس غرض یعنی ٹرکی کا ہمسایہ بننے کو لیئے نپولین نے یہ صوبے لیئے تھے۔ تاکہ اگر باب عالی کے ساتھہ اتحاد ہو تو وہ اوسے فوراً مدد پہنچا سکے۔ اور اگر برسر عداوت ہو تو اوسکی گوشمالی کر سکے۔ روس نے جو یونان مین برابر سازشون کا جال پھیلا رکھا تھا۔ اور جس کے کماشتون نے مانٹی نگرو کے باشندون سے بغاوت کرا دی ہوئی تھی۔ فرانسیسیون کے قابض ہوتے ہی پہلے خلیج کٹارو پر قبضہ کر لیا۔ اس کے عوض نپولین نے راگوسا پر تصرف کر لیا۔

فرینچ سفیر رفین نے جو چھہ روز کے بعد آگیا تھا معاہدہ پریسبرگ کی نقل وزیر اعظم کے سامنے پیش کر کے فرانس سے اتحاد کر لینے کے فوائد خوب شرح وبسط سے بیان کیئے۔ سلطان نے نپولین کو امپراطور فرانس تسلیم کر لیا۔ اور ۵ جون ۱۸۰۶ء کو اوسکی طرف آسٹریا مین ایک خاص سفیر روانہ کیا۔ اور باضابطہ مراسلہ مین اوس کے بھیجنے کا مقصد ان الفاظ مین ظاہر کیا۔ "یہ ایلچی اس لیئے بھیجا جاتا ہے کہ جس فرمانروا کو مین اپنی سلطنت کا نہایت ہی ضروری، کمال وفادار اور قدیم ترین دوست سمجھتا ہون۔ اوسکی جیسی کچھ محبت اور تعریف میرے دل مین جاگزین ہے۔ اور جو نہایت بھروسہ مجھے اوس پر ہے۔ اوسے نہایت واضح طور پر ظاہر کرے" نپولین نے اسکا حسب ذیل جواب دیا۔

"مین اپنی اس تازہ فتح سے جو سب سے بڑا۔ اور سب سے قیمتی فایدہ اوٹھانا چاہتا ہون یہ ہے کہ اپنے نہایت ہی کار آمد اور قدیم ترین رفیق کی مدد و اعانت کرون۔ معزز سفیر مین اس بات کا تمہین علے رؤس الاشہاد کمال خوشی سے و حلفیہ یقین دلاتا ہون کہ جو چیز عثمانیون کیلیئے مبارک ہوگی۔ وہ فرانس کیلیئے بھی مبارک ہوگی۔ اور جو اون کیلیئے نامبارک وہ فرانس

کے واسطے بھی نامبارک ہوگی۔ مسٹر سفیر نے یہ الفاظ سلطان سلیم کو پہنچا دیے تاکہ جب کبھی میرے دشمن جو اون کے بھی دشمن ہین اون سے دھمکانے کی کوشش کرین تو وہ اِن الفاظ کو یاد کر لیا کرین۔ اوس سے متحد ہے کبھی کوئی نقصان نہین پہنچ سکتا اور جو متحد رہ کر اُسے پھر کسی دشمن سے کسیطرح کا اندیشہ نہین ہو سکتا"

اوسی وقت نپولین نے جنرل سباستیانی کو خاص سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا یا عثمانیہ افواج کی درستی کے لیے وہ اپنے ساتھ کئی افسر بھی لیتا گیا۔ روس کے ساتھ ترکی کی لڑائی ہو جانی اوس وقت نپولین کے لیے نہایت کار آمد تھی [illegible] اسکندر اوّل پرشیا کے شاہ فریڈرک ولیم کو فاتح نپولین کے برخلاف مدد دینے کیلیے تا مقدور کوشش کر رہا تھا۔ یہ بات بھی لازمی طور پر بالکل صحیح ہے کہ یون کے ساتھ لڑائی چھڑ جانے پر زار کو بہت کچھ کنارہ کش ہو جانا ظاہر تھا۔ ابھی قابل اور فوجی ایلچی نے آتے ہی اپنا قصد سلطان سلیم کو بالکل اپنا گرویدہ کر لیا۔ اور سلطان نے اوسکی تحریک سے ویسی پیش بندیاں شروع کر دیں جن سے روس اور انگلستان دونوں سے سلطان ترکی کی لڑائی ہو جانا اغلب بلکہ یقینی امر ہو گیا۔ مگر سفیر مذکور کی کارروائیون اور انکے نتائج کو بیان کرنے سے پیشتر سرویا کے حالات اور چند دیگر اہم اندرونی و بیرونی واقعات و معاملات کا جو اِس عہد مین حادث ہوے ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

امریکہ و طرابلس الغرب

ترکی کا شیرازہ اوس عہد میں جس سے کہ شروع میں کچھ ایسا پراگندہ اور اوس کو ماتحت صوبے کچھ ایسے خود سر اور مرکزی حکومت سے بے تعلق ہو رہے تھے کہ ایک ایسی سلطنت نے جو نوخیز ہونے کے علاوہ یورپ سے بہت بعید اور بے واسطہ بھی تھی۔ ایک عثمانیہ مقبوضہ پر حملہ کر کے کئی برس وہاں میدان کارزار گرم رکھا مگر قسطنطنیہ میں کسیکو خبر تک نہ ہوئی۔ اور حملہ آور خود ہی مقبوضہ مذکور کے گورنر سے صلح صفائی کر کے واپس چلے گئے۔ حملہ آور تو شمالی امریکہ کی ریاستہائے متحدہ تھین۔ اور جس عثمانیہ مقبوضہ پر حملہ کیا گیا وہ شمالی افریقہ کا صوبہ طرابلس الغرب تھا۔ مصر سے فرانسیسی فوج ابھی نکلی نہ تھی کہ اوس کے ہمسایہ صوبہ پر اس امریکن ملک نے حملہ کر دیا۔ [illegible] وہی بحری قزاقی تھی جس کا کئی مرتبہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ [illegible] امریکن تجارتی جہاز [illegible] ۱۸۰۳ء [illegible] طرابلس کے ساحلی قصبوں پر مستقل گولہ باری کرتا رہا [illegible] امریکن جھنڈا ابھی لہراتا رہا قصبہ مذکور میں ایک امریکن [illegible] حکمران پاشا کے برخلاف اسکے بھائی سے بغاوت کرادی۔ اور جب باغی قصبہ مذکور پر متصرف ہو گیا تو [illegible] جھنڈا گاڑ کر دیا۔ اوس وقت امریکن امیر البحر قصبہ طرابلس کا محاصرہ کیے ہوئے تھا جس سے تنگ آکر پاشا نے اوس سے صلح کر لی۔ اور امریکن بیڑہ ساحل طرابلس سے روانہ ہو گیا۔

امیر البحر نے عہد نامہ صلح مین پاشا کے سرکش بھائی کی حفاظت و سلامتی کا کوئی انتظام نہ کیا تھا جسکے [illegible]

پاشا نے باغی پر فوج کشی کر کے اوسے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ نہ صرف ترکی تاریخ بلکہ صوبجات متحدہ کی تاریخ کے لحاظ سے بھی یہ واقعہ کچھ کم اہم نہین۔ لیکن سلیم کے زمانہ مین ٹرکی اور نیز یورپ مین پے در پے ایسے اہم اور ضروری تاریخ واقعات اور حوادث پیش آتے رہے کہ ٹرکی پر جسقدر تاریخین انگریزی زبان مین عام مروج ہین اون مین سے کسی مین بھی اس واقعہ کا ذکر نہین کیا گیا۔ اور اگر جنگ ہسپانیہ و امریکہ کی بدولت یوروپین علماء اور مورخین کو امریکہ کے گزشتہ کارنامون کے معلوم کرنے کی کرید نہ پیدا ہو جاتی تو غالبًا اب تک یہ معاملہ گوشۂ گمنامی مین چھپا رہتا لیکن پروفیسر البرٹ ہارٹ کا بھلا ہو جس نے ستمبر ۱۸۹۹ء کے رسالہ ہارپرز میگزین مین صوبجات متحدہ کی خارجیہ فوجی کارروائیون اور جنگی مداخلتون کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کا بھی ذکر کر دیا۔ اور اوس کی طفیل ہم اوسے یہان درج کر سکے۔ یہ پہلی فوجی مداخلت تھی جو امریکہ نے یوروپ مین کی۔ دوسری چھیڑ چھاڑ جو اب تک آخری ہے ۱۸۵۳ء مین ایک ہنگرین کی طفیل جو امریکن رعایا بننا چاہتا تھا آسٹریا سے ہوئی تھی مگر اوس مین لڑائی تک نوبت نہ پہنچی۔

قرہ جارج کی کامیابی

سرویون کے ڈیپوٹیشن اور اون کے مطالبات کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ترکی وزراء نے روسی سفیر کو تو باتون مین لگا لیا۔ مگر سرویا کا مسئلہ ایسا نہ تھا جو معرض التواء مین ڈالا جا سکے تو سے دوسری عیسائی رعایا کے بھی بگڑنے کا اندیشہ تھا۔ اور معاملہ کو یکسو کرنا ضروری تھا سلطان کے پیش دو ہی صورتین موجود تھین یا تو اون کی درخواستون کو قبول کر لے۔ یا مستعد ہو کر انکی سرکوبی کا انتظام کرے۔ بقول کریسی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے سلطان نے فوجی اصلاحات مین معقول ترقی کر لی تھی۔ فرنچ افسرون نے توپچیون کو بہت کچھ آراستہ کر لیا تھا۔ اور اونکا فوجی اعزاز ینگچریون سے برتر کر دیا گیا ہوا تھا۔ عمر آغا کی چھوٹی سی پلٹن نے عکہ مین کارنمایان کرنے کے بعد ومیلیا مین قزاقون کی بیخکنی کر کے اپنے نام اور شہرت کو اور بڑھا دیا تھا۔ یہ قزاق اسقدر دلیر ہو گئے تھے کہ سنہ ۱۸۰۵ء مین انہین ایڈریانوپل پر حملہ کرنے کی جرات ہو گئی تھی۔ اوس وقت سلطان نے پلٹن مذکور کو ایک کمپنی توپخانہ۔ ایک رسالہ اور تین قرامانی رجمنٹون کے ساتھ قزاقون کے مقابلہ پر جو ینگچریون کو متواتر شکستین دیتے رہے تھے بھیجدیا۔ اور اس جدید فوج نے ہر معرکہ مین باغیون کو شکست دیکر کل صوبہ کو اون سے نجات دلوا دی۔ سلطان نے اپنی نئی فوج کے کارنامے سے خوش ہو کر اوسے انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔ اور دو جدید رجمنٹین نظام جدید مین بھرتی کر لین جن کو جدید ترین فرنچ ترتیب سے مسلح اور ملبس کر کے یوروپین قواعد سکھلانی شروع کر دی گئی اور وہ دستور سے سے بہت مین طاق ہو گئین۔ نئی فوج کی تنخواہ کے لیئے خاص علیحدہ فنڈ مقرر کر دیئے گئے۔ اور چند پاشا بالخصوص عبد الرحمن گورنر قرامانیہ اسپارہ مین سلطان کے سرگرم معاون ہو گئے۔ نئی فوج کی نمایان کامیابی نے قدرتی طور پر سلطان کو اوسکی جمعیت بڑھانے کی ضرورت محسوس کرا دی۔

چنانچہ مارچ سنہ ۱۸۰۵ء مین سلیم نے فرمان سلطانی صادر کر دیا کہ یوروپین صوبجات کے قصبات اور بڑے بڑے دیہات

سے ینگچریون اور دوسرے مسلمان میں سے بیس اور ۶۰ برس کی عمر کے درمیان کے مضبوط اور قد آور جتنی کرنی ممکن تہا سب کو بہا لین۔ اس حکم کے صدور کے وقت سرویا میں ینگچریون کی طاقت معدوم ہو چکی تھی مگر سلطنت کو دوسرے حصوں میں اونکی قوت برابر بر دست تھی۔ ہر جگہ وہ سلطانی حکم کی مخالفت پر کہڑے ہو گئے۔ اور عام مسلمان بھی جہالت اور تعصب سے اون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ صرف قسطنطنیہ میں کوئی ہلچل نہ پڑی جسکی وجہ یہ تھی کہ وہان یہ فرمان شایع نہیں کیا گیا تھا۔ اور روشن خیال شیخ الاسلام نے ماتحت علماء کو خاموش رہنے کی تاکید کر دی تھی۔ ایڈریانوپل میں دس ہزار ینگچری جمع ہو گئے۔ اور اوس قاضی کو جو سلطان کے فرمان کی تعمیل کرنے کی کوشش کر رہا تھا پکڑ کر پھانسی دیدیا۔ کم و بیش یہی کیفیت دوسرے شہرون میں پائی گئی جس سے ظاہر ہو گیا کہ کم از کم سردست مجوزہ اصلاح کا نفاذ ناممکن ہے۔ سنہ ۱۸۰۶ء میں دیوان نے یورپ کی عام حالت کا لحاظ کر کے اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ پیش بندی کر چھوڑنا ضروری سمجھکر قاضی پاشا کو حکم بھیجا تھا کہ وہ نظام جدید کی رجمنٹون کی تعداد بڑھا دے۔ اور اونہیں اپنے صوبہ کے تمام جاگیردارون اور وہانکی دو زبردست قبائل چپان اوغلو اور قرہ عثمان اوغلو کے دو رسالون کے ہمراہ قسطنطنیہ لے آئے۔ سلطان کا خیال تھا کہ جب یہ فوج ڈینیوب پہنچ جائے گی تو وہ اون شہرون کے باشندون کو جنہون نے فرمان سلطانی کی تعمیل سے انکار کر لیا ہے راہ راست پر لا سکے گی۔ اگر فوج قسطنطنیہ پہنچتی ہی آگے بھیجدی جاتی تو شاید یہ مدعا حاصل ہو جاتا۔ مگر سلطان سے یہ غلطی ہو گئی کہ اوس نے فوج مذکور کو اوسکی قواعد وغیرہ دیکھنے کے لئے ایک مہینہ تک دارالخلافہ میں روک رکھا۔ اور اس اثنا میں ینگچریون نے کوہستان رہوڈوپ، بلقان اور پنڈس کے قزاقون کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور عام باشندون کو بھی یہ مشہور کر کے کہ سلطان فرمان کی بالجبر تعمیل کرانے والا ہے مقابلہ پر تیار کر دیا۔

چنانچہ جب قاضی پاشا نے جولائی کے وسط میں کوچ شروع کیا تو دارالخلافہ سے باہر نکلتے ہی قدم قدم پر اوسکی مزاحمت ہونے لگ گئی۔ اس موقعہ پر جب کہ کل مسلمان رعایا برافروختہ ہو رہی تھی سرویون ایسی مسلح اور نبرد آزما رعایا کی خدمات یقیناً کہیں سلطان کو قابل قدر کام دے سکتی تھیں مگر اوس کے رستہ میں کئی مشکلات حائل تھین۔ اول تو سلطان کو یہ یقین مشکل سے ہو سکتا تھا کہ سرویا وغیرہ کے عیسائی جو روس کے دام میں پھنسے ہوئے تھے ایسے نازک موقعہ پر وفاداری سے کام دین گے دوسرے اوسے اندیشہ تھا کہ اگر سرویون سے ایڈریانوپل وغیرہ کے ینگچریون کے برخلاف بھی کام لیا گیا تو کل مسلمان جو پہلے سے ہی ینگچریان سرویا کے برخلاف سرویون سے کام لینے سے سخت ناراض ہو رہے ہیں غالباً فی الفور بغاوت کر دین گے۔ اور اوس وقت سلطان کو مسلمان رعایا کی دلجوئی کی سخت احتیاج تھی۔ روس کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ اور اوس کے حملہ کو روکنے کو لیئے سلطان کا کل دار و مدار مسلمانون پر ہی تھا۔ ان وجوہات سے اوس نے سرویون کی درخواستون کو منظور کر کے اونکو دوست بنانیکا خیال ترک کر دیا۔

در حقیقت قاضی پاشا ینگچریون اور مسلمانون کی مزاحمت سے مجبور ہو کر واپس لوٹ آیا تہا۔ سلطان نے مسلمان رعایا کی

تاراضگی دور کرنے کے لیئے اوسے پھر اپشیا کو واپس بھیجدیا۔ اور ینگچریون کا اقتدار اس قدر بڑھ گیا کہ وزراء جان بچاکر دارالخلافہ سے بھاگ گئے۔ ینگچریون کا آغا وزیر اعظم بنایا گیا۔ اور سلطان کا ہمخیال شیخ الاسلام خود بہ خود برطرف ہو کر جلاوطن ہو گیا۔ ینگچریون کے اس غلبے سے سلطان کو سرویون کی خاطرداری کا خیال بالکل ہی چھوڑ دینا پڑا۔ وہ سلطنت کے دشمن قرار دیئے گئے۔ اور اونکو بزور شمشیر مطیع و منقاد بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ ڈیپوٹیشن کے ارکان قیدخانہ مین ڈالدیئے گئے۔ اور نسا کے گورنر حافظ پاشا کو سرویا مین داخل ہو کر رعایا سے ہتھیار لے لینے کا حکم دیا گیا۔ قرہ جارج نے سرحد پر مقابلہ کر کے اوسکو شکست دی۔ اور پھر بمقام سمندرا عام قومی مجلس جمع کر کے کل ابنائے وطن کو ملک کی آزادی کے لیئے کمربستہ ہو جانیکا اعلان دیا۔ حافظ کی ہزیمت پر البانیا اور بوسنیا کے پاشاؤن نے سرویا مین داخل ہو کر کشت و خون کا بازار گرم کر دیا۔ قرہ جارج نے پندرہ ہزار فوج سے دونون کو علیحدہ علیحدہ شکست دی۔ اور آخر اگست ۱۸۰۵ء مین بمقام سیئر ترکی افواج پر کامل فتح پائی۔ اس پر سفوطری کے پاشا نے ان شرائط پر سرویون سے صلح کر لینی چاہی۔

(۱) سرویا اندرونی طور پر سلطان کے ماتحت خودمختار صوبہ رہے (۲) سرویا ترک جاگیرداروں کو اون کی جاگیرون کا معاوضہ مین چھ لاکھ فلورن ادا کرین۔ (۳) بلغراد کے قلعہ پر ترکی فوج قابض رہے۔ سرویون نے یہ شرطین منظور کر لین۔ مگر دسمبر ۱۸۰۵ء مین سلطان نے اون کو ماننے سے انکار کر دیا جب پر سرویون نے قلعہ بلغراد کو بھی فتح کر لیا۔ اور کل سرویا ترکون سے آزاد ہو گیا۔ ونیز روس نے ٹرکی پر حملہ کر دیا ہوا تھا۔ اس سے سرویون کو خودسری اور آزادی پر قائم رہنے مین اور بھی تقویت پہنچگئی۔

محاربۂ روم و روس۔ انگلستان کا بحری حملہ اور اوس مین ناکامی۔

روس کے غاصبانہ ارادون سے یہ جنگ پہلی ہی ایک طرح سے اٹل ہو رہا تھا۔ نپولین کی مداخلت اوسکے لیئے ایک بہانہ ہو گئی۔ مگر اسمین یونا یا رٹ پر کسی قسم کا اعتراض وارد نہین ہو سکتا تھا۔ اوس نے ٹرکی اور روس مین لڑائی ہونے سے پہلے ایک دو مرتبہ روس و انگلستان سے صلح کر لینے کو لیئے سلسلہ جنبانی کرتے وقت صلح کی مقدم شرط یہ بتائی تھی کہ سلطنت عثمانیہ کی کامل آزادی میری صرف کمال دلی خواہش ہی تنہا ہی نہین بلکہ میری پالیسی کا نہایت مستقل اور مضبوط اصول ہے۔"

جب وہ امن نامہ و پیام مین کامیاب نہ ہوا۔ اور لڑائی برابر جاری رہی تو باب عالی نے بطور حفظ ماتقدم اور اس امر کے انتظام کے لیئے کہ کسی فریق کو مقبوضات عثمانیہ مین یکایک داخل ہونے کی جرأت نہ پڑے۔ مالڈیویا اور والیشیا کے حکمرانون کو اپنے اپنے قلعون مین سامان جنگ و رسد فراہم کر رکھنے اور روسیلیا کے پاشا کو اپنی فوج ڈینیوب کے کنارہ پر جمع کرنیکا حکم بھیجدیا۔ روس نے ان احتیاطی کارروائیون کو بنظر اشتباہ دیکھکر ٹرکی مین بدامنی پھیلانے کے لیئے پہلے سے تیار کر رکھا تھا شروع کر دین۔ اور سرویون کو برانگیختہ کرنے کے بعد اہالی مانٹی نیگرو اور سوریا کو بھی ہتھیار بھیجدیئے۔ اور آخر صوبجات ڈینیوب مین وہی آگ جلنے لگ گیا جو پولنڈ مین جلتا رہا تھا۔

والیشیا کے باشندوں کو بھی ہیسولن اوغلو کی بغاوت کی وجہ سے جو عموماً اس علاقہ کو بھی تاخت و تاراج کرتا رہتا تھا بہت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ اہالی رومانیا نے نپولین کو سب سے زبردست عیسائی فرمانروا دیکھکر اوس کے پاس ڈیپوٹیشن بھیجا کہ وہ رومانیا کو فرانس کی حمایت میں آزاد ریاست بنادے۔ نپولین نے ٹرکی کے کسی صوبہ کو ایسی امداد دینے سے صاف انکار کردیا جسپر کونسٹ رومانوی پھر روس کیطرف ملتجی ہوئے اور اوس کے ایما سے والیشیا کے امراء نے ہیپسیلانٹی کو اور اہالی مالڈیویا نے موروسی کو جو دونوں روس کے بڑے ہواخواہ اور ترکوں کے جانی دشمن تھے۔ اپنا اپنا حکمران منتخب کرلیا۔ باب عالی نے ہیپسیلانٹی کی تقرری منظور کرلی۔ مگر جنرل سباسٹیانی نے جو قسطنطنیہ کو جاتا ہوا کچھ عرصہ بخارسٹ میں ٹھیرا تھا اور پرنس ہیپسیلانٹی کے ارادوں سے بخوبی واقف ہوگیا تھا۔ دربار روس کی چالوں سے سلطان کو آگاہ کرکے دونوں گورنروں کو یک قلم موقوف کردینے کی صلاح دی۔ وزیر اعظم نے اعتراض کیا کہ سنہ ۱۸۰۲ء کے فرمان اور عہدنامہ یاسی کے روسے یہ حکمران جو سات برس کیلیے منتخب کیے گئے ہیں۔ زار کی رضامندی کے بغیر موقوف نہیں کیے جاسکتے۔

سباسٹیانی نے پرائیویٹ ملاقات کرکے سلطان کی خدمت میں عرض کیا کہ ایسی رضامندی کی تب ضرورت ہو جب کہ کسی انتظامی نقص کیوجہ سے موقوف کرنیکا ارادہ ہو نہ کہ اوس صورت میں بھی جب کہ صریح غداری کیجا رہی ہو۔ یہ اظہر من الشمس ہے کہ سرویا کی بغاوت کا بانی مبانی یہی ہیپسیلانٹی ہے۔ سلطان کو سباسٹیانی کی دلیل معقول معلوم ہوئی اور اوس نے ۲۴ اگست سنہ ۱۸۰۶ء کو ہیپسیلانٹی اور موروسی کی موقوفی کا حکم صادر کرکے اونکی جگہ سوزو اور کالی ماکی کو جو دونوں فرانس کے ہواخواہ تھے مقرر کردیا۔ ہیپسیلانٹی پہلے ٹرانسلوینیا کو اور وہاں سے روسی فوج کو بھاگ گیا۔ اوسکی جائیداد ضبط کرلی گئی اور اوسکا معمر باپ قتل کردیا گیا۔ موروسی بہ تعمیل فرمان قسطنطنیہ واپس آگیا۔

فرنچ سفیر کو یہ سفارتانہ فتح ایسی جلد حاصل ہوئی تھی کہ روس کو اوس کی مزاحمت کرنے کیلیے کوئی مہلت نہ ملی اور شکست کی جرأت پر تعجب ہو وہ کسیقدر سنبھلا ہی تھا کہ اوس کے رقیب نے اوسے ایک اور ویسی ہی سخت زک پہنچائی۔

ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ بوناپارٹ نے روس سے صلح کرلینی چاہی تھی۔ اس بارہ میں یہانتک کارروائی ہوگئی کہ عہدنامہ صلح پر روسی سفیر نے دستخط بھی کردیے تھے۔ مگر زار نے اوسکی تصدیق سے انکار کردیا تھا۔ سباسٹیانی نے دیوان کو ذہن نشین کیا کہ روس نے اسواسطے صلح نہیں کی کہ فرانس اوس سے سلطنت عثمانیہ کی سلامتی کی ضمانت چاہتا تھا۔ اور عہدنامہ میں اس مضمون کی شرطیں درج تھیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عہدنامہ مذکور میں جزائر ایونین کی آزادی کی شرط مندرج تھی جس سے روس اوس طرف سے ٹرکی پر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہ جاتا تھا۔ اور دوسری شرط یہ تھی کہ راگوسا کو ٹرکی کی حمایت میں آزاد ریاست بنادیا جائے جنرل سباسٹیانی نے کہا کہ اس عہدنامہ کی رو سے روس کریمیا کی طرح ٹرکی صوبوں پر حملہ کرنے بالوقت میں جسطرح اوس نے جا بجا کا تصرف اور باسفورس سے گذرنے کا استحقاق چھین لیا ہے ترکی صوبوں کو چھیننے کے قابل نہیں رہ جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی جنرل

مذکور نے باب عالی سے مطالبہ کیا کہ آیندہ روس کے کسی جنگی یا فوجی باربرداری جہاز کو جسپر فوج یا سامان حرب بار ہو آبنائے مین سے نہ گذرنے دیا جائے۔ ایسی اجازت دیتے رہنے سے ٹرکی حیادت پر قایم نہین رہیگی۔ اور اس سے فرانس کو بھی عثمانیہ علاقہ سے گذر کر روس کے علاقہ تبیطیر پر حملہ کرنے کا استحقاق حاصل ہو جائے گا۔ پھر باب عالی کو حوصلہ دلانے کے لیئے کہا کہ ڈیلمیشیا مین فرنچ فوج اسی لیئے مقیم ہے کہ سلطنت عثمانیہ کی سلامتی کو قایم رکھے۔ لیکن اگر باب عالی فرانس کے دشمنون کے ساتھ ملگیا۔ تو امپراطور نپولین کو مجبوراً اوس فوج سے باب عالی کے برخلاف کام لینا پڑیگا۔ ترکی گورنمنٹ نے سباسٹیانی کا یہ مطالبہ بھی مان لیا۔ اور تھوڑا عرصہ بعد جب ایک روسی جہاز آبنائے باسفرس مین داخل ہونے لگا۔ تو اوسکو روک دیا گیا۔

انگلستان اور روس کے سفیر مسٹر آربتھ ناٹ اور ایم ڈی اطالنسکی یہ کارروائی دیکھکر متشدر رہ گئے۔ اور اونہین معلوم ہو گیا کہ بابعالی کی پالیسی بالکل بدلگئی ہے۔ انگریزی سفیر نے دیوان کو فہمایش کی کہ وہ فرانس کی انقلابی گورنمنٹ کی دام تزویر مین پھنسکر پرانے رفقاء کو چھوڑنے مین سخت غلطی کر رہا ہے۔

ادہر روسی سفیر نے دہمکی دی کہ اوس کا مالک معاہدہ کی ان خلاف ورزیون کو کبھی گوارا نہین کرے گا۔ اور دونون نے متفق ہو کر تجدید اتحاد اور زبیر موقوف شدہ گورنران والیشیا مالڈیویا کی بحالی کا مطالبہ کیا۔ ترکی وزراء اونکی تہدید و تنبیہ سے سہم گئے۔ اور روس و انگلستان کے مطالبات کو قبول کر لینے پر مائل ہو گئے۔ اونہون نے سوچا کہ فرانس کے اتحاد سے روس کی توجیہ بچاؤ ہو جائیگا۔ مگر انگلستان کے برخلاف یہ اتحاد کسی کام نہین آسکتا۔ انگریزی بیڑہ کل سلطنت کی بحری تجارت کو نیست و نابود کر دیگا۔ علاوہ برین اونہین اسکا بھی پاس تھا کہ اب تک انگلستان خود کوئی فایدہ اوٹھانے کو بغیر ٹرکی کی مدد کرتا رہا ہے۔ ایسے بیغرض دوست سے بگاڑ کرنا مناسب نہین لیکن سباسٹیانی نے یہ کہکر اون کا حوصلہ پھر تازہ کر دیا کہ انگلستان اپنی امور کی خاطر جس سے فی الحقیقت اوسے کوئی نقصان نہین پہونچتا۔ ٹرکی سے بگاڑ کر کے سلطنت عثمانیہ مین اپنی تجارت کو نقصان پہونچانا کبھی منظور نہین کرے گا۔

ترکی وزراء کو سباسٹیانی کی باتون سے جب دلیری ملگئی۔ تو اونہون نے روسی و انگریزی سفراء کے مطالبات کی تعمیل کا ارادہ فسخ کر کے اون کو باتون مین لگائے رکھنے کی پھر وہی پرانی چال چلنے کی کوشش کی۔ مگر اب وہ بھی اس چال کی تہ کو پہنچ گئے ہوے تھے۔ روسی سفیر فی الفور ایک روسی تجارتی جہاز پر جو بندر مین موجود تھا چلا گیا۔ اور پیچانہ راہداری ترکی گورنمنٹ سے منگوا بھیجا۔ اور انگریزی سفیر نے جسو بخار لاحق اور نیوک درہ مین روک رکھا تھا۔ اور وہ خود نہین آسکتا تھا۔ اپنے دوم سکرٹری و سلی پول کو صاف صاف جواب لینے کے لیئے وزراء کے پاس بھیجا۔ سکرٹری مذکور سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا باب عالی پہنچا۔ بارش ہو رہی تھی کیچڑ سے اوس کے سارے کپڑے لت پت ہو گئے۔ وہ اسی ہئیت سے چابک ہاتھ مین لیئے ترکی وزیر خارجہ کے سامنے گئے۔ اور اپنے افسر کا

ملہ قسطنطنیہ کا مضافاتی قصبہ۔ جو باسفرس کے یورپی ساحل پر واقع ہے۔

سفیر کے مطالبات کو رد کر دیا گیا تو اون پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ انگریزی بیڑہ جبرالٹر سے روانہ ہو گیا ہے بصورت انکار وہ آبنائے ڈاردانیلز سے گذر آئیگا۔ اور روسی فوج رومانیہ پر حملہ کر دیگی۔ سکرٹری کا سپاہیانہ انداز اور اوس کے دہمکی آمیز الفاظ اپنا کام کر گئے۔ دیوان نے شیو قسمت معزول شدہ گورنرون کی بحالی کا حکم دیدیا۔ اور روسی سفیر نے خشکی پر واپس آکر اپنا کار منصبی پھر شروع کر دیا۔

سلیم کو اپنے وزراء کی بزدلی سے بہت رنج پہنچا۔ چنانچہ اُنہی دنون سیباسٹیانی سے خفیہ ملاقات کرتے ہوئے سفیر مذکور کو ان الفاظ سے مخاطب کیا "وزراء کے بزدلانہ صلاح و مشورہ کے طوفان بے تمیزی مین اچانک گھر جانے سے مین نے اونکی صلاح کو منظور کر لیا۔ مگر تم یقین رکھو کہ مین قیصر (نپولین) کی پالیسی کی تقلید و پیروی کرتے رہنے اور اوس نظام حکومت کو جو صدیون سے فرانس اور ٹرکی کو ملائے ہوئے ہے اور زیادہ مضبوط اور متصل بنانیکا مصمم ارادہ کر چکا ہون"۔

سیباسٹیانی نے عرض کیا کہ نپولین آپ کی مشکلات کو اچھی طرح سے سمجہتا ہے اس کارروائی سے اونکی دوستی مین کوئی فرق نہین پڑیگا۔ سلیم کو نپولین کی ناراضگی کا ایسا ڈر تہا کہ اوس نے خود اپنے ہاتھ سے بہی ایک خط نپولین کو لکھا جس کے جواب مین (ماہ مارچ ۱۸۰۷ء) اوس نے سلطان کو اپنی دوستی کا یقین دلا کر لکھا کہ "اگر ضرورت ہو تو میری فوج مقیمہ ڈلمیشیا بوسنیا کے راستہ ڈنیوبی صوبجات مین پہنچ سکتی ہے اور فرنچ بیڑا بہی جو کیڈز (ہسپانیہ کا بندر) مین مقیم ہے سلطان کی خدمت کیلئے حاضر ہے وہ باسفورس سے گذر کر کل بحیرہ اسود سے روسی جہازون کو معدوم کر دیگا۔ مین ہولائین منبر اور افسران توپ خانہ بسرعت تمام ڈلمیشیا سے روانہ کرتا ہون"۔

باب عالی کو یقین تہا کہ گورنرون کی بحالی سے روس کو حملہ کرنے کے لیئے کوئی حجت باقی نہین رہجائیگی اور وہ بدی سے باز آجائیگا۔ علاوہ برین نپولین نے حال مین ہی مقام جینا پر پروشی فوج کو شکست فاش دی تہی۔ اور سکندر اول شاہ روس نے حلف اوٹہائی ہوئی تہی کہ وہ پروشیا کو دشمنون کے گزند سے محفوظ رکہیگا۔ پس ترکی وزراء کو اس سے بہی بہت کچھہ اطمینان ہو گیا ہوا تہا۔ اور اونکا خیال تہا کہ زار روس بجائے ترکی پر حملہ کرنے کی بجائے اپنے رفیق شاہ پروشیا کی حمایت و امداد کو مقدم سمجہیگا۔ مگر اونکا یہ خیال غلط نکلا۔ ایماندار زار نے نہ حلف کی کچھہ پروا کی۔ نہ ترکی گورنمنٹ کی تعمیل مطالبات کی۔ وہ ٹرکی پر حملہ کرنے کیلیئے کوئی بہانہ چاہتا تہا یہ ادسے گورنرون کی موقوفی سے ہاتہ آگیا۔ ادہر جب کہ اونکا سفیر اور مسٹر آربتہنات ٹرکون پر اونکی بحالی کا تقاضا کر رہے تہے۔ اوس نے ادہر اوسیوقت فوج کو آگے بڑہنے کا حکم دیدیا تہا۔ چنانچہ بحالی کے احکام ابہی باضابطہ جاری نہ ہونے پائے تہے کہ ۳۵ ہزار فوج جنرل مکلسن کے زیر کمان بلا اعلان جنگ اکتوبر کے اخیر مین مالڈیویا اور ولاچیا مین داخل ہو گئی۔ اور سلطان کو اس حملہ کی اوسوقت خبر ملی جبکہ مخالف کی فوج یاسی پر قابض ہو چکی تہی۔ اور سینیٹر ایس کے کہ ٹرکی اوس کے مقابلہ کیلیئے کوئی فوج بہیج سکے بخشم تمام

والیشیا اور مالڈیویا پر متصرف ہو گیا۔ اور ۲۷ دسمبر ۱۸۰۶ء کو روسی جنرل نے بخارسٹ میں داخل ہو کر عام اعلان کیا کہ اسکی فوج عنقریب ڈینیوب کو عبور کر کے بلگیریا پر حملہ کرے گی۔

روس کی اس جابرانہ کارروائی سے ترکوں میں لازمی طور پر سخت جوش پھیل گیا۔ اور سلطان سلیم بھی اس مخاصمانہ فعل سے درگذر نہیں کر سکتا تھا۔ روسی سفیر سے اس کی کیفیت طلب کی گئی۔ وہ خود اپنے آقا کے اس قابل اعتراض فعل سے متحیر تھا۔ وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔ اوس کے ساتھی انگریزی سفیر کی بھی یہی کیفیت تھی بلکہ اوسے تسلیم کرنا پڑا کہ اگر گورنروں کے مسئلہ کے علاوہ کوئی اور شکایت روس کے پاس تھی تو اوس کے اس فعل سے ترکوں کا ناراض ہونا بالکل حق بجانب ہے۔ ترکوں کی ناراضگی میں دن بدن اسقدر ترقی ہوتی جاتی تھی کہ اگر سباسٹیانی مداخلت نہ کرتا تو روسی سفیر ضرور قلعہ ہفت برج میں قید کر دیا جاتا۔ تاہم اوسکا ایسی حالت میں قسطنطنیہ میں رہنا خالی از خطر نہ تھا۔ وہ ایک انگریزی جہاز پر سوار ہو کر جزیرہ ٹینی ڈوس کو چلا گیا۔ روسیوں نے سباسٹیانی کی مروت کا یہ عوض دیا کہ یاسی کے فرانسیسی قونصل جنرل ایم ریناڈ کو قید کر کے ماسکو بھیج دیا۔

نپولین کو جب روسی حملہ کی خبر پہنچی تو اوسے بھی روس کی اس بیہودگی سے سخت رنج پہنچا۔ ساتھ ہی اوسے کچھ تردد بھی پیدا ہو گیا کہ کہیں باب عالی اس حملہ سے ڈر کر پھر روسی دباؤ میں نہ آجائے لیکن ساتھ ہی خیال کیا کہ اسکی پے در پے فتوحات کا اثر ضرور ڈینیوب تک پہنچیگا۔ اور روس کو مجبوراً اپنی کل فوج یا اوس کا بیشتر حصہ وہاں سے ہٹا لانا پڑے گا۔ اور اسطرح اوس کا زور کم ہو جائیگا۔ باب عالی کو اسکی پرواہ نہیں پڑے گی۔ چنانچہ اوس نے ۲۸۔ اکتوبر ۱۸۰۶ء کو بمقام برلن ترکی سفیر کو اس مضمون کا خط سلطان کے پاس بھیجنے کے لیئے کہا۔ نپولین کے چند الفاظ جو اوس نے سفیر مذکور کو کہے یہ ہیں ۔" جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اوسکی اطلاع اپنے دربار کو دیکر اوسے تسلی دلا دو کہ روسی عثمانیہ سلطنت کے برخلاف کچھ نہیں کرینگے "

نپولین کا خیال ایک حد تک درست بھی ثابت ہوا۔ زار روس کو جنرل آکلسن کی فوج سے ڈویژن جنرل آسن کے زیر کمان جنگ پولینڈ میں شریک ہونے اور بنگسن کی حفاظت کے لیئے واپس منگوانے پڑے۔ مگر والیشیا اور مالڈیویا میں کوئی ترکی فوج نہ تھی۔ میدان بالکل صاف پڑا تھا۔ اور جنرل آکلسن کی باقیماندہ فوج دونوں صوبوں پر بہ آسانی قابض ہو جانے کے لیئے کافی تھی۔

روسیوں کی بیدلی مزاحمت کامیابی اور پیشقدمی دیکھ کر نپولین کو ترکوں کی کمزوری پر بہت رحم آیا اور اوس نے فرانسیسی قوم کو دل سے ترکوں کا مددگار و معاون بنانے اور روس کا دلی منشا معلوم کرنے کے لیئے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر علانیہ اپنا منشا ظاہر کر دیا کہ زار کے ساتھ فرانس کی صلح اس شرط پر ہو سکتی ہے کہ وہ ترکی کی آزادی اور سلامتی کے قیام کی طرف سے اطمینان دلائے اور ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ جب تک روسی والیشیا اور مالڈیویا کو جنپر انہوں نے معاہدوں کی صریح خلاف ورزی کر کے

قبضہ کرلیا ہے خالی نہ کرینگے میں زار اسکندر سے صلح کے متعلق کبھی گفتگو نہیں کرونگا"

۲۹ جنوری ۱۸۰۸ء کو اوس نے فرنچ سینیٹ (دارالامراء) کو اپنے مراسلہ میں ٹرکی اور روس کے متعلق حسب ذیل تحریر کرکے فرنچ قوم کے جوش رفاقت کو ترکون کی تائید میں ابھارنے کی کوشش کی "اگر ایک بڑے شہر (پیرس سے مراد ہے) کے قابل فخر حرم اور نامردانہ لوازمات آرام و آسائش اور سامان عیش و عشرت فرزانہ و دوراندیشی کے صلاح و مشورہ پر غالب آجائین۔ اور فرنچ قوم سلطنت عثمانیہ کو برباد ہوجانے دے۔ تو اس بربادی سے جو خرابیان اور مصیبتین پیدا ہوجائینگی۔ اونکی تلافی کے لیئے آخر ایک دن ہمقدر طول طویل محاربے اور بیشمار لڑائیان کرنی پڑینگی کہ کوئی فرد بشر اوسکا اندازہ نہیں کرسکتا۔ اس صورت مین ہم اپنی اولاد کے لیئے محاربون اور شکستون کا طویل السلسلہ ورثہ چھوڑ جائینگے۔ یونانی قیاصرہ کی کلغی پھر فرش خاک سے بلند ہوجائیگی (یعنی روسی زار جو پیرو یونانی المذہب ہین اگر قسطنطنیہ پر قابض ہوگئے۔ تو گویا یونانی قیاصرہ کی کلغی پھر بلند ہوگئی) بحیرہ بالٹک سے بحیرہ روم تک روس کا اقتدار قائم ہوجائیگا۔ اور پھر ایک وقت ایسا آئیگا کہ ہم مذہبی جنونیون اور وحشیون (روسیون سے مراد ہے) کے ٹڈی دلون کو اپنے صوبون پر حملہ آور ہوتے ہوئے دیکھینگے۔ اور اگر اوس وقت مہذب یورپ اس سیلاب نما معرکہ مین مغلوب و معدوم ہوگیا تو یہ ہماری ہی قابل نفرین لاپروائی کا نتیجہ ہوگا۔ اور آیندہ نسلین ہم پر جسقدر لعن طعن اور ملامت و نفرین کرین ہم اوس کے مستوجب ہونگے۔ اور یہ لاپروائی تاریخ مین ہمارے لیئے نشان رسوائی اور طوق لعنت ہوگا"

جس تاریخ سینیٹ کو یہ خط لکھا گیا۔ اوسی تاریخ نپولین نے مارشل مارمونٹ کو جو ڈلمیشیا کی فوج کا کمانڈر تھا حکم بھیجدیا کہ وہ بوسنیا اور سقوطرے کے پاشاؤن کو اسلحہ سامان حرب صلاح و مشورہ الغرض ہر طرح سے مدد دے۔ اور اون کے پاس اپنے ملٹری افسر بھیجدے جن مین سے چند تو پاشاؤن کے پاس ٹھہرین اور باقی ترکی صوبجات مین دورہ کرکے فرانسیسی امداد کے وعدہ سے افسردہ دلون (یعنی ترکون) کے حوصلے تازہ اور مفید معلومات فراہم کرین۔ نپولین کے قاصد میجر جنرل برٹیھیر نے مارشل مذکور کو یہ بھی پیغام پہنچایا کہ "اگر سلطان سپاہ کی مدد مانگے تو تمہین ۲۵ ہزار فوج مدد کو بھیجدینے کی اجازت دیتے ہین۔ اوس وقت تمہاری یہ فوج فرانس کی گرینڈ آرمی (فوج کلان۔ یہ اوس فوج کا نام تھا جو نپولین کے زیر کمان رہا کرتی تھی) کا انتہائی میمنہ ہوجائیگی۔ لیکن فوج کی روانگی سلطان کی درخواست کرنے پر مشروط ہے خود بخود نہ بھیجنا۔ اور غالب قیاس ہو کہ اس کے بھیجنے کی ضرورت نہیں پڑیگی کیونکہ انگلستان ابھی تک مذبذب ہے۔ اور قرائن سے پایا جاتا ہے کہ وہ بالفعل سے بہرہ صلح رہنا چاہتا ہے"

نپولین کا یہ قیاس بے بنیاد نہ تھا۔ روسی سفیر کے چلے جانے کے بعد انگریزی سفیر قسطنطنیہ مین ہی ٹھیرا رہا تھا۔ اور فرنچ اقتدار غالب آنے اور سلطان کو پھر انگلستان اور روس کے ساتھ ملانے کے لیئے سرگرم کوشش کرتا رہا تھا مگر چونکہ

دونوں سباسٹیانی کی مدبرانہ قابلیت اور نپولین کی فتوحات کے لازمی اثر کا مقابلہ نہ کر سکے تھے تو اب اوس اکیلے کی کیا پیش جا سکتی تھی۔ ادھر سباسٹیانی کو صرف اپنی لیاقت اور اپنے آقا کے نام کا ہی فائدہ حاصل نہ تھا بلکہ ہسپانیہ اور ہالینڈ کے سفراء بھی اوس کے مددگار و معاون تھے۔ آسٹریا کا سفیر بیرن سٹرمر دونوں فریق سے الگ تھلگ رہا۔ اور پرشیا کی دہریت پالی سے اوس کے سفیر کی کچھ وقعت نہ رہ گئی تھی۔ نپولین کی فتوحات اور نیز اوس کے روس کے سر پر پہنچ جانے سے سلیم کو یقین ہو گیا تھا کہ روس سے پچھلی شکستوں کا بدلہ لینے کے لیئے مناسب وقت پہنچ گیا ہے۔ قوم میں پہلے ہی سے جوش پھیلا ہوا تھا۔ آخرش اوس نے روسی جرنیل کے بخارسٹ میں داخل ہونے کے تین دن بعد باضابطہ روس کے برخلاف اعلان جنگ کر دیا۔ سباسٹیانی جانتا تھا کہ انگلستان اب ضرور چھوٹے ہتھیاروں پر اتر آئے گا۔ اوس نے باب عالی کو ڈارڈنیلز اور باسفورس کی مورچہ بندی کی تاکید کی۔ اوسی وقت اوس کے ماتحت افسر جوشیرو[1] ڈی سینٹ ڈینیز جو انجینئروں کی ترکی پلٹن کا کمانڈر تھا دونوں آبناؤں کے قلعوں کی موجودہ حالت پر مفصل رپورٹ سلطان کی خدمت میں پیش کی جس پر افسر مذکور کے تجویز کردہ کاموں کی فوری تعمیر کے لیئے سلطانی حکم صادر کر دیا گیا۔

انگریزی سفیر نے جب دیکھا کہ کل کھیل بگڑ گیا ہے۔ اور ترکی علانیہ فرانس کے ساتھ شریک ہو گئی ہے تو وہ کھل کھیلا اور کھسیانا ہو کر ایسی شرطیں پیش کیں جن کی منظوری کی کسی احمق سے احمق کو بھی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ شرطیں یہ تھیں کہ سباسٹیانی کو بلاد عثمانیہ سے نکال دیا جائے۔ مالڈیویا اور ولاچیا روس کو دیئے جائیں۔ ترکی بیڑہ اور نیز ڈارڈنیلز کے قلعے اور باتریاں انگلستان کے حوالہ کر دیجائیں۔ بصورت انکار قسطنطنیہ پر حملہ کر دیا جائے گا۔

ترکی وزیر خارجیہ نے ان فضول اور طفلانہ شرائط کو سن کر جو جواب دیا اوس کی معقولیت اور باوقار برجستگی کے خود انگریز مؤرخین معترف ہیں۔ رئیس آفندی نے مسٹر آربتھنٹ کو جو بعد میں سر ہو گئے تھے پہلے یہ کہا کہ تم خود ہی انصاف کرو کہ ترکی قیام صلح کے لیئے کیسی کیسی کوششیں کر رہی ہے۔ بلکہ خفتیں اوٹھاتی رہی ہے مگر صلح و امن کو توڑنا پسند نہ کیا۔ کیا محض اسی غرض کے لیئے سلطان نے موقوف شدہ گورنروں کو خود بخود بحال کر دینے کی خفت نہیں اوٹھائی تھی۔ پہلے روس نے ترکی علاقہ اور ترکی افواج پر حملہ کیا ہے اور سلطان کو مجبوراً اعلان جنگ کرنا پڑا ہے۔ ہم کو امید ہے کہ انگریزوں ایسی روشن خیال اور مہذب قوم باب عالی کے صبر و تحمل اور چشم پوشیوں کی جو وہ محض قیام امن کی خاطر کرتا رہا ہو ضرور قدر کرے گی۔ اور اب اپنے بچاؤ میں ہتھیار اوٹھانے پر اوسے حق بجانب سمجھے گی۔ لیکن اگر انگلستان نے روس کو سلطان کے برخلاف مدد دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو وہ طاقت کو طاقت سے روکیگا۔ (یعنے کلہ بہ کلہ جواب دیگا) اور اس ناشدنا منصفانہ اور جابرانہ تعصب اور سینہ زوری سے مخلصی پانے کے لیئے خداوند کریم پر بھروسہ رکھیگا۔ اور یاد رکھو کہ اگر ترکی کی قسمت میں بربادی ہی

[1] یہ افسر بعد میں جرنیل ہو گیا تھا۔ اور کئی برس فرانس کی طرف سے یونان میں سفیر رہا تھا۔ اوس نے ۱۷۹۲ء سے لیکر ۱۸۴۴ء تک سلطنت عثمانیہ کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ مولف

مقصد ہو۔ تو وہ اپنے دارالخلافہ کی حفاظت کرتی ہوئی برباد ہوگی۔ اور سب بیڑہ کہ انگلستان کو وہ قابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ جو لازمی طور پر سلطنت عثمانیہ کی بربادی سے منتج ہوگا۔“

یہ جواب سن کر ارتبہ نالت دل میں تو ضرور قایل ہو گیا ہوگا۔ مگر اپنی حکومت کی پالیسی سے مجبور تھا۔ یہ پیغام سنتے ہی تمام انگریز سوداگروں کو لیکر سفارتی جہاز اینڈ میں پر سوار ہو گیا۔ اور تپیودان پاشا کی مہربانی سے بلا مزاحمت جزیرہ ٹینی ڈوس کے قریب روسی بیڑہ پر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اوس نے دیوان کو پھر ایک خط لکھا کہ میں ابھی تک اپنے تئیں ترکی قلمرو میں تصور کرتا ہوں۔ اور میری رائے میں سلسلہ نامہ و پیام ہنوز منقطع نہیں ہوا۔ سلطان نے جدید قلعوں کی تعمیر کی نگرانی کے لئے حیفی آفندی نام ایک افسر کو ڈارڈنیلز بھیجا ہوا تھا۔ اوسے ریپودان پاشا کو انگریزی سفیر سے گفتگو کرنے کا حکم بھیجا گیا۔ اور انگریزی سفیر نے اپنا ترجمان اول اون کے پاس بھیجدیا۔ جو بظاہر تو صلح و صفائی کے لئے گفتگو کرنے کیلئے بھیجا گیا تھا۔ مگر خفیہ مقصد یہ تھا کہ ان ترکی افسروں کو صلح کے ساتھ تصفیہ ہو جانیکا یقین دلاکر قلعوں کی درستی اور تعمیر سے اون کی توجہ کو ہٹا دے۔ بیاستیانی کے ایڈی کانگ ایم ڈی آسکورز نے مذکورہ بالا افسروں کو سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ انگریزی قاصد کے بھروسہ میں ایسے آگئے تھے کہ انہیں کسی طرح کے خطرہ کے ہونیکا مطلق یقین نہ آتا تھا۔ اتنے میں انگریزی بیڑہ ایڈمرل ڈک ورتھ کے زیر کمان ٹینی ڈوس پہنچ گیا۔ جہاں تین روسی جہاز پہلے سے لنگر انداز تھے۔ انگریزی امیر البحر کو حکم ملا ہوا تھا کہ سیدھا قسطنطنیہ جاکر ترکی بیڑہ کی حوالگی کا مطالبہ کرے۔ اور اگر وہ حوالہ نہ کیا جائے تو اوسکو جلا دے۔ اور شہر پر گولہ باری کرے۔ ترک انگریزی سفارت کو ترجمان کی باتوں پر مطمئن بیٹھے تھے کہ ۱۹ فروری ۱۸۰۷ء کو انگریزی بیڑہ موافق ہوا اور عید کے تیوہار سے فایدہ اٹھاکر جس کیوجہ سے ترک باتریوں کو چھوڑ چھاڑ کر خوشی منانے میں مصروف تھے ڈارڈنیلز میں داخل ہو گیا۔ بیڑہ مذکور میں نو جنگی جہاز تین فرایگیٹ اور تین آتشیں جہاز[1] تھے۔ قپودان پاشا نے انگریزی جہازوں کے قریب پہنچ جانے پر اپنی غفلت کی کچھ تلافی کرنی چاہی۔ کہ اتنے میں چند گولے اوس باتری پر جہاں وہ کھڑا تھا آگرے۔ اور وہ اون سے ایسا ڈرا کہ بیڑہ کو احکام دینے کے بہانہ سے کھسک گیا۔ اوسکی بزدلی نے ترک گولہ اندازوں کو بھی نامرد بنا دیا۔ اور وہ توپوں کے سوبیے اور اسفنج وہیں پھینک کر گولوں کی زد سے پرے ہٹ گئے۔ صرف پانچ افسر اپنی اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔ مگر یہ معدودے چند کیا کر سکتے تھے۔ انگریزی بیڑہ خفیف سا نقصان اوٹھا کر ڈارڈنیلز کے دہانہ سے گذر کر آبنائے میں داخل ہو گیا۔ ترکی بیڑہ جس میں ایک جنگی جہاز ۶۴ توپوں کا۔ چار فرایگیٹ اور چند کارویٹ تھے۔ اس نگار لیتھے گیلی پولی کے قریب لنگر انداز تھا۔ انگریزی جہازوں نے اوسے چشم زدن میں نیست و نابود کر دیا۔ صرف ایک چھوٹا سا جہاز بچا۔ اور اوس نے دشمن کی آمد کی خبر قسطنطنیہ میں پہنچائی۔

---

[1] سے کہ روسی بیڑہ کی جمعیت ساتھ جنگی جہاز اور دو فرایگیٹ بتاتے ہیں۔ ایک اور انگریز مورخ سات جنگی جہاز اور تین فرایگیٹ بتاتا ہے۔ مگر ہمشر کے متن میں درج کر دیے گئے ہیں۔ ان دونوں سے معتبر اور زیادہ وہ بستہ معلوم ہوتے تسلیم ہیں۔ مولف

جس سے وہان عام کھلبلی پڑ گئی۔

انگریزی بیڑہ ۱۰ فروری کو چار بجے شام کے قریب جزائر شہزادگان کے متصل جو قسطنطنیہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پینے اوس زمانہ مین چند گھنٹون کے رستہ پر جزیرہ مارمورا مین واقع ہین لنگر انداز ہوا۔ اور ایک قاصد کے ہاتھ انگریزی سفیر کا الٹی میٹم سلطان کے پاس بھیجا گیا۔ قاصد سے تھوڑی دیر بعد فرنچ افسر بھی ڈارڈنیلز سے پہونچ گئے۔ اور اونہون نے ترکون کی نامردی کا ذکر کرکے قپودان پاشا اور سیفی آفندی کی غفلت اور لاپروائی کی سخت شکایت کی۔ دیوان نے اوسی وقت اول الذکر کو معزول کرکے اوسکی جائداد وغیرہ کی ضبطی اور آخر الذکر کے قتل کر دیئے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ اور پھر یہ خیال کرکے کہ اب کچھ نہین ہوسکتا۔ اوس نے انگریزی سفیر کی شرائط کے مان لینے کا عزم کر لیا۔ شرائط مذکور یہ تھین کہ فرنچ سفیر نے فوراً نکالدیا جائے۔ ترکی اور انگلستان کے ساتھ از سر نو اتحاد کر لیا جائے۔ روس کے جنگی جہازون کو باسفر اور ڈارڈنیلز سے گذرنے کی پھر اجازت دیجائے۔ ترکی بیڑہ انگلستان کے سپرد کر دیا جائے جو اوسی صلح ہوجانیکے وقت تک اپنے کسی بندرگاہ مین رکھیگا۔

سلطان نے بھی دیوان کے فیصلہ سے اتفاق رائے کیا۔ اور اوس نے سباسٹیانی کو کہلا بھیجا کہ مناسب یہی ہے کہ تم قسطنطنیہ سے چلے جاؤ۔ مین فرانس کا بدستور دوست صمیم ہون۔ مگر ضرورت اس امر کی مقتضی ہے۔ شہر بالکل بے پناہ ہے۔ اور رعایا کہہ رہی ہے کہ تم ہی لڑائی کے بانی مبانی ہو۔ ایسی صورت مین تمہین رعایا کے ہاتھ سے گزند پہنچ جانے کا اندیشہ ہے جسکو گورنمنٹ بہ مشکل روک سکیگی۔ سباسٹیانی کے پاس جب سلطانی قاصد پہنچا تو اوس کے تمام افسر اور سکرٹری اوس کے گرد موجود تھے۔ اوس نے قسطنطنیہ سے چلے جانیکے پیغام کا جواب دیا کہ مین یہان اپنے بادشاہ کے حکم سے مقیم ہون اور تا وقتیکہ جبراً نہ نکالدیا جاؤن اوس کے حکم کے بغیر یہان سے نہین جاسکتا۔ پھر ذاتی بحث سے ہٹ کر اوس معاملہ کی نسبت جس کی وجہ سے سلطان کو ایسی درخواست کرنی پڑی تھی یہ کہا۔ اس وقت یہان سلطنت عثمانیہ کی عزت اور آزادی کی بازی لگی ہوئی ہے۔ اگر جوانمردی دکھائی تو وہ سلامت رہیگی۔ ورنہ ہمیشہ کیلئے اوس کو ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ انگریزی امیر البحر کا بیڑہ شہر کا کچھ حصہ بیشک جلا سکتا ہے۔ اور اسطرح کچھ جانین بھی ضائع کر سکتا ہے۔ لیکن بری فوج کے بغیر وہ اس پایہ تخت پر کبھی قبضہ نہین کر سکتا۔ خواہ تم اوس کے دروازے اپنے ہاتھ سے کھول دو۔ اور بلا مزاحمت شہر اوس کے حوالہ کر دو۔ ہر سال تم متواتر آتشزدگیون سے نقصان اوٹھاتے رہتے ہو اور طاعون ان سے بھی زیادہ تمہین نقصان پہنچاتی رہتی ہے۔ کیا تم اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حفاظت کیلئے اس دشمن کا بھی مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے بھی مقابلہ نہین کرنا چاہتے۔ جیسا کہ طاعون اور آتشزدگیون کا کرتے ہو۔ مین کبھی باور نہین کر سکتا کہ سلطان سلیم اپنے شان کے نقیض کمزوری ظاہر کرکے اوس بلند مرتبہ سے جو اوسے اپنے اجداد کی بدولت حاصل ہے نیچے اترنا منظور کرے گا۔ تمہاری فصیلون پر بیشک توپین نصب نہین۔ لیکن تمہارے پاس لوہا، سامان حرب، رسد اور سامان بافراط موجود ہین۔ ان چیزون پر ایک ہمت و شجاعت اور ایزاد کر دو۔ اور تم اپنے اعداء پر غالب ہوگے۔ مین تم سے استدعا کرتا ہون کہ

اپنے آقا کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو کہ مین پورے اطمینان اور بھروسہ کے ساتھ اُسکی ذات سے اپنی مستقل مزاجی اور اپنے عزم کا متوقع ہون کہ جو اوسکی اور اُسکی سلطنت کے شایان ہو۔"

سلطان قاصد کو یہ پیغام دے کر رخصت کرنے کے بعد اوس نے وزراء، ارکان، دیوان اور علماء کے پاس خطوط بھیجکر اُنہین اپنے بزدلانہ فیصلے کی تنسیخ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ اور آخر ہمت و کوشش سے اون کی رگ حمیت کو متحرک کرنے مین کامیاب ہو گیا اور انکو اپنی ہمت طاقت اور وسائل پر اعتبار و بھروسہ ہو گیا۔[۱]

اکثر انگریز مؤرخون کا بیان ہے کہ انگریزی بیڑہ کی آمد کی خبر سنکر باشندگان شہر بھی کمال ہراسان ہو گئے تھے۔ اور اگر انگریزی بیڑہ جزائر شاہزادگان کے پاس کھڑا ہو جانے کی بجائے برابر قسطنطنیہ تک بڑھا چلا جاتا تو شہر کے فتح ہو جانے مین کوئی شک نہین تھا۔ گورنمنٹ اور باشندے دونون سراسیمگی و پریشانی اور خوف و ہراس سے مقابلہ کرنے کے قابل نہین رہ گئے ہوئے تھے مگر سنٹر صاحب کا بیان ہے کہ صرف گورنمنٹ کے ہی حواس باختہ ہوئے تھے۔ باشندے یہی نہین کہ ہراسان نہ ہوئے تھے بلکہ وہ انگریزی جہازون کو دور سے دیکھتے ہی مرنے مارنے پر تیار ہو گئے تھے ینگیچری تیر و تفنگ سے مسلح ہو گئے۔ اور توپچی اپنی اپنی باتریون پر قائم ہو گئے۔ سباسٹیانی قاصدون کے بعد خود بھی بڑی تلاش سے چوری چوری رئیس آفندی سے جا ملا۔ اور اوسے سمجھایا کہ ہوا مخالف چل رہی ہے۔ اور جب تک اسکا رخ یہی رہیگا غنیم کے جہاز آگے نہین بڑھ سکتے۔ اور چند دنون مین پایۂ تخت کی حفاظت کا بخوبی انتظام ہو سکتا ہے۔ وزیر اعظم نے سباسٹیانی سے اتفاق کیا اور دونون کے سمجھانے سے وزیر خارجہ کی بھی رائے بدل گئی۔ ادھر وزیر اعظم نے فوراً سلطان سے سباسٹیانی کی ملاقات کا بندوبست کرا دیا۔ سلیم نے اوسیوقت چند اور مشیرون کو بھی بلا لیا۔ اور آپس مین مباحثہ شروع ہو گیا جس مین سباسٹیانی نے پرجوش تقریر کرکے اپنی رائے کی معقولیت کو قوی دلایل سے واضح کیا۔ اوس نے کہا کہ "تم انگریزون کی گستاخانہ مطالبات کو اگر مان لو تو تمہارا نام دنیا کی ممتاز قومون کی فہرست سے اوسیوقت محو ہو جائیگا تمہارا بیان ہے کہ انگریزی بیڑہ تمہارے شہر کو جلا دیگا۔ اچھا تو پھر کیا ہوا تم اوسے پھر تعمیر کر سکتے ہو کم از کم تمہاری ناموس قومی پر تو حرف نہ آئیگا۔ مگر نہین تمہارا یہ خیال درست نہین۔ ذرا غور تو کرو کہ کیا دشمن تمہاری باتریون کی

سلہ ایک فرنچ امیر بیرن ہری دوسنٹ کا جو اوس وقت قسطنطنیہ مین سباسٹیانی کے ساتھ موجود تھا۔ بیان ہے کہ خود سباسٹیانی کو بھی ایک لحظہ کیلئے اپنی بازی کے ہر جانے اور مخالف کی سفارتی کامیابی کا یقین سا ہو گیا تھا۔ اور گو اُسکی بیان مذکرہ صدر سے کمال عظمت اور اولوالعزمی ٹپکتی تھی تاہم اوس نے اپنی روانگی کیلئے کل تیاریان کر لی تھین۔ اور اگرچہ ہم رتبق نے اوسے بہت حوصلہ دلایا کہ ڈاکٹ ڈینلز کی طرف سے آنے والے بیڑہ کے رستہ مین قسطنطنیہ کے قریب پہنچنے مین بہت سی قدرتی مشکلات حائل ہین مگر اُسے یقین نہ آیا۔ اور اوس نے اپنے بادشاہ کے احکام اور دیگر خطوط خفیہ کاغذ جلا دیے۔ اور ایسی افراتفری مین چلدیئے کہ اپنا نکاح نامہ بھی تلف کر دیا۔ روانگی کیلئے ایک چھوٹا سا جہاز تیار کر لیا گیا۔ اور چونکہ اوسکی بیوی کے ایام بہت قریب پہنچگئے ہوئے تھے۔ اور اُسے جہاز پر سوار کرانا مناسب نہ تھا۔ اوسکی حفاظت کیلئے آسٹرین سفیر کی طرف خط لکھدیا گیا۔ مگر جب سفیر مذکور تک لیجانے کی ضرورت نہ پڑی۔ مؤلف۔

سامنے سے گذرنے کے بغیر شہر کے سامنے پہنچ سکتا ہے۔ اور بائریون کو مقابل سے گذرتے وقت وہ تم سے سوگنا زیادہ خطرہ مین مبتلا نہ ہوگا۔ بفرض محال اگر وہ تمہارے عالیشان دار الخلافہ کو منہدم بھی کر دے تو یہ تو بتاؤ کہ وہ اپنے مٹھی بھر آدمیون سے روپیہ قابض کس طرح ہوسکتا ہے۔ اور ابھی منہدم کرنے سے پہلے اوس کے رستہ مین لڑائی سمندر اور خاصکر مخالف ہواؤن کے خطرات حائل ہین۔ اگر صرف ہوا ہی مخالف چلتی رہی تو وہ یہی نہین کہ کچھ نہین کرسکے گا بلکہ تب تک تمہارے بس مین ہوگا۔ پس صلاح وقت یہی ہے کہ اوسے باتون مین لگائے رکھو۔ اور نامہ و پیام مین جلد بازی سے محترز رہو۔ اس طرح تمہین وقت ملجائیگا۔ میری آخری نصیحت یہی ہے کہ تمہاری سلامتی اور تمہارے اعداء کی ذلت محض تمہارے طریق عمل پر منحصر ہے"

مجلس ابھی گرم ہی تھی کہ جرمنی کے دریاء وسٹولا کے کنارون سے ایک قاصد نپولین کا خط لیئے ہوئے پہنچ گیا۔ جسمین نپولین نے سلطان کو حوصلہ قایم رکھنے کی سخت تاکیدین کی ہوئی تھین خط مذکور کی کچھ عبارت یہان بجنسہ نقل کر دیجاتی ہے "بہ بلند ہمت سلیم۔ اپنے طریق عمل سے ثابت کرکے دکھلا کہ تو محمد کے قابل جانشینون کا لائق اور سپوت بیٹا ہے۔ دیکھ وہ وقت آگیا ہے کہ تو اپنے تئین ان معاہدون سے جو تیرے حق مین مضر ہین آزاد ہو جائے۔ مین تیرا دوست اور تیرا رفیق تیرے لیے موجود ہون۔ اور پولنڈ کی درستی مین مصروف ہون۔ میری ایک فوج (ڈلمیشیا سے) ڈنیوب پر چڑھ کر روسیون کو پاژ دینے آدبوچنے کے لیئے تیار ہے۔ تو اونپر سامنے سے حملہ کر۔ میرا ایک بیڑہ تیرے دار الخلافہ اور بحیرہ اسود کی حفاظت کے لیئے طولون سے روانہ ہونے والا ہے۔ پس ہمت و حوصلہ سے کام لے تجھے اپنی سلطنت کی عظمت کو دوبارہ تازہ کرنے اور اپنے نام کو ہمیشہ کے لیئے یادگار چھوڑ جانے کیلئے پھر ایسا موقعہ کبھی نہین ملیگا"

سباسٹیانی کی تقریر اور اس خط کے مضمون نے سب کے حوصلے ابھار دیئے۔ دیوان نے پہلا فیصلہ منسوخ کرکے مقابلہ کرنیکا فیصلہ کر دیا۔ اور شہر کی حفاظت کا انتظام سباسٹیانی کو سپرد کر دیا گیا۔

انگریزی مورخ سر جان ڈکھورتھ پر بہت ناراض ہین کہ اوس نے کیون فوراً قسطنطنیہ پر حملہ نہ کر دیا۔ اور اگر یہ صحیح کیا تھا تو اپنے الٹی میٹم کے مطابق ہی کیون نہ عمل کیا۔ اوس مین سلطان کو ۲۴ گھنٹون کی مہلت شرائط مان لینے کے لیئے دیگئی تھی۔ معترضین کہتے ہین کہ ان چوبیس گھنٹون کے گذر جانے پر ہی اگر وہ حملہ کر دیتا تو پھر بھی اپنے مدعا مین کامیاب ہوجاتا مگر اس مین انگریزی امیر البحر کا کچھ قصور نہ تھا۔ اصل وجہ توقف و بیکاری کی مخالف ہوا تھی۔ اور اوسکی اس بیکاری سے سباسٹیانی کی جنگی قابلیت اور مدبرانہ لیاقت نے پورا پورا فائدہ اوٹھایا۔ سباسٹیانی نے اپنی حسب مراد فیصلہ کراتے ہی دیوان کیطرف سے سر جان لس آربتھ ناٹ کو الٹی میٹم کے متعلق ایسے انداز سے جواب دیا جس سے اوس کو بالآخر اپنی شرائط کے قبول کر لیئے جانے کا یقین ہو گیا اور اوس نے بیجا شتاب کاری سے کام لینا نامناسب سمجھا۔ اس طرح سباسٹیانی کو مطلوبہ مہلت ملگئی۔ اوس نے محلسرا کے باغات مین اپنے لیئے خیمہ نصب کرا کے اپنے کل افسرون اور تقریباً ایک سو دیگر فرانسیسیون کو فصیلون کے مختلف موقعون پر بائریون کے نصب کرانے اور کام کرنے والون کو حوصلہ دلانے کے لیئے بکھیر دیا۔ سباسٹیانی کی مستقل مزاجی بچہ بچہ تک مین اسپرٹ

کر گئی کل زن و مرد و طفل مسلمان عیسائی یہودی رعیت سب کو سب مٹی ڈھونے۔ دمدمے تیار کرنے اور توپوں کو کھینچ کر اوپر چڑھانے پر مصروف ہو گئے۔ اور کام اس سرعت سے ختم ہونے لگ گیا کہ گویا جنات تعمیر کر رہے ہیں پہلے دن یہ کام کیا گیا کہ بندرگاہ کے دہانہ پر آگن بوٹوں کی دوہری قطار اور سات جنگی جہاز کھڑے کر دیئے گئے۔ اور تین سو توپیں فصیلوں کی باڑیوں میں نصب کر دی گئیں۔ اور پانچ دن نہ گذرے تھے کہ تقریباً بارہ سو توپیں اور ستیا رے (بڑے منھ کی چھوٹی چھوٹی توپیں) چڑھا دی گئیں۔ اور شہر کی حد کے اندر داخل ہونا ناممکن ہو گیا۔ دن بدن رعایا کی پر جوشی میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ خود سلطان کئی دفعہ پیدل زیر تعمیر باڑیوں کا معائنہ کرنے گیا اور وزرا بڑے بڑے اہلکاروں کو ساتھ لیے ہوئے کام کرنے والوں کے حوصلے بڑھانے پھرتے تھے۔ آخر بانیدوں کے دل یہاں تک بڑھ گئے کہ ترک ملاح اپنی نازک نازک کشتیوں پر سوار ہو کر انگریزی جہازوں کے ارد گرد چکر لگانے اور جو انگریزی کشتیاں ایک جہاز سے دوسرے جہاز کو جاتیں ان کو چھیڑنے لگ گئے جب قسطنطنیہ کی حفاظت کا سامان مکمل ہو گیا تو ترکی بیڑہ نے انگریزی جہازوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا جس سے اوسٹیکل رد کا گیا۔

دریں اثنا اربتھنا ناٹ بیمار ہو گیا۔ اور اوس نے نامہ و پیام کا کام بھی امیر البحر کی سپرد کر دیا۔ جو الٹی میٹم کے جواب کی لیے قاصد پر قاصد دوڑاتا رہا مگر جوں جوں باتریاں تیار ہوتی گئیں ترکی وزرا کے جواب جو پہلے مہمل اور ملاطفت کے بھرے ہوئے تھے۔ دن بدن زیادہ دلیرانہ اور سخت ہوتے گئے۔ آخر انگریزی امیر البحر نے جب دیکھا کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرنا ناممکن ہو گیا ہے اور ترک پیچھے ڈارڈنیلز کی بھی ناکہ بندی کر رہے ہیں تو اوس نے سلامتی اسی میں دیکھی کہ جس طرح ہو بحیرہ مارمورا کی پھندے سے باہر نکل کے کھلے سمندر میں پہنچ جائے۔ چنانچہ انگریزی بیڑہ یکم مارچ ۱۸۰۷ء کو لنگر اوٹھا کر واپس چل دیا۔ مگر اوس وقت ترک سب طرح سے تیار تھے۔ وہ بخیر ڈارڈنیلز سے نہ گذر سکا۔ ترکوں نے فرنچ افسروں کی نگرانی میں نئی توپوں سے ہی نہیں بلکہ پرانی قلعہ شکن[1] توپوں سے بھی جو صدیوں سے نہیں چلائی گئی تھیں۔ اور اون میں پتھر کے گولے چلائے جاتے تھے ایسا کام لیا کہ ڈکورتھ بغیر نقصان کثیر اٹھائے بخیر آبنائے سے نہ گذر سکا۔ اوس کے چھ سو آدمی قتل و مجروح اور دو کار روٹ غرق ہوئے۔ اور باقیماندہ جہازوں میں سے بھی اکثر کو کم و بیش صدمہ پہنچا۔ ڈکورتھ ۳ مارچ کو آبنائے سے گذر کر تنی ڈوس کے قریب روسی بیڑے سے جا ملا۔ روسی امیر البحر سینیاون نے تجویز پیش کی کہ ابھی دفعہ دونوں بیڑے ملکر قسطنطنیہ پر حملہ کریں مگر واپسی کے تجربے نے انگریزی امیر البحر کو ایسا تر کرنے دیا۔ اور باب عالی سے پھر نامہ و پیام شروع کرنے کی کوشش کی گئی لیکن سباسٹیانی کا اقتدار کمال کو پہنچ گیا ہوا تھا۔

[1] یہ توپیں پیتل کی ہیں۔ اور انکو دو دو حصے ہیں جو پیچ سے پیوست ملے ہوئے ہیں۔ اور سنگی چبوتروں پر نصب ہیں۔ پہیے کسی کے نہیں۔ بیرن ٹوٹی ٹاٹ نے ۱۷۷۰ء میں جب توپ کو چلا کر دیکھا تھا وہ ملاقاتی کے وقت کی بنی ہوئی تھی۔ اور ایک دفعہ کی چلانے پر ۳۰ چارپن بارود صرف ہوا تھا۔ انہیں توپوں سے دس دس من انگریزی کے سنگی گولے چلائے جاتے تھے۔ ہر ایک توپ کی نال کا قطر ساڑھے دو فیٹ ہے ان سنگی گولوں سے انگریزی جہازوں کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ مؤلف۔

انگریزی سفیر کے مراسلات کا اوس نے ایسا سخت جواب دیا کہ پھر اوس نے سلسلہ جنبانی کا نام نہ لیا۔ دونون امیر البحر بہت سٹپٹائے رہے کہ کسطرح سلطان کو ڈرا دہمکا سکین جب کوئی تدبیر بن نہ آئی تو ڈکورتھ مالٹا کو چلدیا۔ اور وہان سے پانچہزار انگریزی فوج لیکر مصر پر حملہ کر دیا کہ شاید اسطرح سلطان فرانس کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہو جائے۔

دارالسلطنت قسطنطنیہ مین اس فتح پر دہوم دام سے جشن منائے گئے۔ اور ہر کہ و مہ نے سباسٹیانی کو مبارکبادین دین۔ سلطان کے دل مین فرانسیسیون کی عزت و وقعت اور محبت درجہ کمال تک پہنچ گئی۔ اور اپنی ممنونیت کے اظہار کے لیے اوس نے خود مسیو سباسٹیانی کو شاہی باغ مین جاکر سباسٹیانی کو اپنے سامنے بلایا۔ اور سب کے سامنے اوس کا شکریہ ادا کرکے اوسے طبقہ ہلال کے اول درجہ کا نشان عطا فرمایا۔ اور یہی نشان ہسپانوی سفیر مارکوئیس ڈوالمینارا کو جس نے سباسٹیانی کی بہت تائید کی تھی۔ اور نیز فرنچ سفیر کے مشیر ایم رزن کو جس کے تجربہ اور واقفیت نے سباسٹیانی کی مستعدی سے کچھ کم کام نہ دیا تھا عطا کیئے۔

کریسی صاحب کا یہ قول بالکل درست ہو کہ ڈکورتھ کے جہازات گذر جانے سے ترکون کا یہ عام یقین باطل ہوگیا کہ کفار کے جہازات آبنائے سے گذر ہی نہین سکتے شہر کی حفاظت کے لیئے یہ ایسی سد سکندری موجود ہے جو ناممکن التسخیر ہے لیکن ساتھ ہی واپسی کے تجربہ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر محافظین ہوشیار اور بیدار ہون تو آبنائے مذکور مین سے گذرنا ناممکن نہی سہی سخت ترین خطرہ سے کسطرح خالی نہین۔ انگریزی بیڑہ کی ناکام اور نامبارک مراجعت سے قسطنطنیہ و دیگر ملحقہ کے مسلمانون کے جوش اور حوصلے بہت بڑھ گئے۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے ساتھ ہی جاہلانہ تعصب مین بھی بہت اضافہ ہوگیا۔ اور یورپین لوگون اور یورپین رسم و رواج اور آئین و ضوابط سے پہلے سے زیادہ نفرت پھیل گئی۔ اور یورپین طریقون کے رواج دینے کے طرفدار غدار اور دشمن ملت و قوم سمجھے جانے لگے جس کا نتیجہ عنقریب ہی سلیم یا بالفاظ دیگر سلطنت عثمانیہ کے لیئے اچھا نہ ہوا۔

روسی بیڑہ پر حملہ مصر پر انگریزی حملہ

محمد علی بانی خاندان خدیو

ترکون کو جب یہ معلوم ہوا کہ انگریزی بیڑہ تو مالٹا کو چلا گیا ہے مگر روسی جہاز ابھی تک ٹینی ڈوس کے قریب موجود ہین۔ تو سید علی قپودان پاشا نے آبنائے سے نکلکر اوسپر حملہ کر دیا۔ اور اوس کی بحری فوج نہایت شجاعت سے لڑی۔ لیکن فتح کا پانسہ دشمن کے حق مین پڑا۔ اور ترکی امیر البحر پھر دارڈنیلز کو ہٹ آیا۔ اس ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ امیر البحر نے نشانون کے ذریعہ سے جو حکم ماتحت افسرکو دیئے تھے وہ درست نہ سمجھے گئے تھے۔ اس کوتاہی کی پاداش مین نائب امیر البحر کا سر قلم کر دیا گیا۔ تاہم یہ لڑائی فایدہ سے خالی نہ رہی روسی جہازات کو بھی لڑائی مین بہت نقصان پہنچا جن کی مرمت اور درستی کے لیئے روسی امیر البحر کو جزائر ایونین جانا پڑا۔ اور اس طرح سے قسطنطنیہ اور ترکی مقبوضات واقع بحیرہ روم کے درمیان جہازی آمد و رفت کا سلسلہ جاری

جہازون کیوجہ سے بند ہوگیا تھا۔ پھر جاری ہوگیا۔ یہ لڑائی ۱۸۰۱ء مین ہوئی۔

انگریزی فوج کی مصر کی طرف روانگی کا اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ اونہی اسباب و وجوہات سے جن سے نپولین کو مصر پر حملہ کرنے کی تحریک ہوئی تھی انگلستان نے عرصہ دراز سے مصر کے مملوکون سے دوستانہ تعلقات قایم کر رکھے تھے۔ ٹرکی سے علاقہ بگاڑ ہوجانے پر اوس نے خیال کیا کہ اس زرخیز اور اہم ترکی صوبہ پر قبضہ کرلینے کیلئے اب مناسب موقعہ اور معقول بہانہ ہاتھ آگیا ہے۔ مگر کاتبان تقدیر نے اس کام کیلئے ایک اور وقت معین کر رکھا تھا جس مین ابھی پورے ۷۵ برس کا وقفہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انگلستان ایسی ہوشیار ملک کے مدبرین سے یہ غلطی ہوگئی کہ اونہون نے مصر ایسے ملک کو فتح کرنے کیلئے صرف پانچہزار فوج کافی سمجھی۔ مگر اس مین کلام نہین کہ ظاہری اسباب بہت کچھ اون کے مدد و معاون تھے۔ اور اونکی بناء پر انگلستان کو ایسی ایک مہم مین ناعاقبت اندیشی کا ملزم نہین ٹھیرایا جاسکتا۔ مصر سے فرنچ فوج کی روانگی کے بعد کے واقعات کے مجمل بیان سے محولہ بالا اسباب اور انگریزی مہم کی ناکامی کے باعث بخوبی واضح ہوجاینگے۔

فرنچ فوج روانگی کے بعد مصر کو ترکون تھوڑی سی انگریزی فوج اور مملوکون کے تصرف مین چھوڑ گئی تھی۔ باب عالی نے اوس کام کو جسے فرانسیسیون نے شروع کیا تھا پایہ تکمیل پہنچانے کیلئے اپنے گورنر محمد خسرو پاشا کو حکم دیا کہ آیندہ چرکس اور حبشی غلامون کی خرید و فروخت نہ ہونی دیجاوے۔

ناظرین کو غالبًا یاد ہوگا کہ مملوکون کی جماعت کی طاقت کے قیام کا بڑا باعث یہی تھا کہ اوس مین ہمیشہ تازہ دم اور نوعمر نئے غلامون سے بھرتی ہوتی رہتی تھی۔ پاشا نے جب حکم کی تعمیل کرنی چاہی تو مملوک بگڑ گئے۔ اور اپنے دو سرغنہ سرداروں کے عثمان باردیسی اور محمد الفی کے ماتحت جمع ہوکر بمقام ساری چشمہ ترکی فوج کو کامل زک دی۔ خسرو پاشا نے اس شکست کا باعث یہ بتایا کہ اوس کا ایک ماتحت فوجی افسر جو ایک ہزار البانوی سپاہیون کا کمانڈر تھا۔ ترکی فوج مین موجود نہ تھا۔ شکست کے بعد اوس نے اس افسر کو فوج مین اگر شریک ہونیکو لیئے بلا بھیجا۔ مگر اوس کا ارادہ یہ تھا کہ اوسے آتے ہی قتل کرادے افسر مذکور کو پاشا کے ارادہ سے اطلاع ہوگئی۔ وہ اپنے دستہ سمیت قاہرہ مین موجود تھا۔ اسپر وہ مملوکون کے ساتھ ملگیا۔ اونکے دروازہ کھولکر اوسپر اونکا قبضہ و دخل کرادیا۔ محمد علی بانی خاندان خدیویہ بھی افسر تھا۔ جو مقدونیہ کے قصبہ قوالا مین پیدا ہوا تھا۔ قاہرہ مملوکون کا تصرف کرادینے کے بعد اوس نے مع فوج باردیسی کی ملازمت اختیار کرلی۔ اور پھر خسرو پاشا کے مقابلہ کیلئے باہر نکل کر پہلو اوسے دمیاط کی طرف ہٹا دیا۔ اور پھر گرفتار کرکے اوسے جولائی ۱۸۰۲ء مین قاہرہ بھیجدیا۔ تھوڑا عرصہ بعد مملوکون مین پھر پھوٹ پڑگئی جس سے فایدہ اوٹھاکر محمد علی نے اپنی فوج کی جمعیت کو بہت بڑھالیا۔ اور ساتھ ہی خوش سلوکی سے مصریون مین بھی ہر دلعزیزی پیدا کرلی۔

دریںولا باردیسی نے باشندگان قاہرہ پر اسقدر سنگین محصول لگادیئے کہ وہ تنگ آگئے۔ اور اونہون نے باردیسی کو شہر سے خارج کرکے پھر خسرو کو اپنا گورنر بنالیا۔ مگر محمد علی اور دیگر البانوی افسرون نے اوسے پاشا تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ اور اوس کو جہاز

ہوا کرکے قسطنطنیہ بھیجدیا۔ اوسکی جگہہ خورشید پاشا گورنر بنایا گیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جب تک البانیون کا غلبہ ہے ترکی تبک جس طرح پہلے ترکی گورنر مملوکون کی ہاتھہ مین کٹھ پتلی ہوا کرتا تھا۔ اسیطرح اب ان کوہستانیون کے ہاتھہ مین کٹھ پتلی رہیگا چنانچہ جب اوس نے اپنا اقتدار کسیقدر قایم کرلیا۔ تو وہ ان کوہستانیون کو جو فرانسیسیون کو مصر سے نکالنے کے لیئے ترکی فوجین بھرتی ہوکر آئے تھے۔ ملک سے خارج کرنے کے درپے ہوگیا۔ اور کئی البانوی افسرون کو واپس بھیجنے مین کامیاب بھی ہوگیا۔ مگر جب محمد علی کی نوبت آئی تو رعایا نے جسے ہمیشہ محمد علی سے مدد ملتی رہتی تھی۔ اوس کی روانگی کی مخالفت کی۔ اور خورشید کو معزول کرکے اوس کی جگہہ محمد علی کو مصر کا پاشا بنا دیا۔ باب عالی یورپ کی جھگڑون مین ایسا مبتلا تہا کہ اُسے اپنی افریقی مقبوضات کیطرف متوجہ ہونے کی کوئی فرصت نہ ملتی تھی۔ علاوہ برین محمد علی چونکہ خود ترکی فوج کا ہی ایک افسر اور بدین لحاظ ترک تھا۔ اوس کی انتخاب سے باب عالی کو کسیطرح کا اندیشہ نہین ہوسکتا تھا۔ وہ صرف یہ امر مدنظر رکھتا تھا کہ کسیطرح مملوکون کا پھر غلبہ نہ ہونے پائے۔ باب عالی نے محمد علی کو باضابطہ بتاریخ ۹ جولائی ۱۸۰۵ء مصر کا گورنر تسلیم کرکے اوسے سند شاہی بھیجدی۔ اور سالانہ خراج یعنے اون محاصل کی جو صوبہ کے انتظامی اور فوجی اخراجات کے بعد خزانہ سلطانی مین داخل ہونے چاہیئے تھے سالانہ مقدار تین لاکھہ فرش مقرر کردی۔ نئے پاشا نے عنان حکومت ہاتھہ مین لیتے ہی زبردست فوج تیار کرلی۔ اور ملک مین نظام و امن قایم کرنے کی فرانس کے ساتھہ جس کی حملہ آور فوج کے اکثر افسر اور قابل اشخاص مسلمان ہوکر مصر مین ہی مقیم ہوگئے تھے۔ اور وطن واپس نہ گئے تھے دوستانہ تعلقات پیدا کرلیئے۔

مملوک محمد علی کے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر اب پھر بالائی مصر کو ہٹ گئے ہوئے تھے۔ مگر وہ بھی جوڑ توڑ سے بیفکر نہ تھے۔ اونہون نے محمد علی اور ترکون کو مصر سے نکالنے کیلیئے انگلستان سے مدد کی استدعا کی۔ اور ملک کی باہمی تقسیم کا اقرار ہوجانے پر انگریزون نے مملوکون کو مدد دینے کا وعدہ کیا۔ تجویز یہ ہوئی کہ انگریز اسکندریہ پر حملہ کرین۔ محمد علی لازمی طور پر اون کے مقابلہ کیلئے قاہرہ سے روانہ ہوگا۔ اس اثنا مین مملوک بالائی مصر سے حملہ آور ہوکر قاہرہ پر تصرف کرلین۔ اور پھر دونون فوجین محمد علی کو دونون طرف سے بیچ مین لیکر نیست و نابود کردین۔ مگر انگریزون نے فوج اتنی تھوڑی بھیجی کہ وہ محمد علی کی جدید فوج کو پامال کرنے کیلیئے جو فرانسیسی منتوطن اور نو وارد افسرون کی نگرانی مین یورپین اصول پر تیار کیگئی تھی۔ ہرگز کافی نہ تھی۔ اس فوج کی جمعیت صرف پانچہزار تھی جس نے جنرل فریزر کے زیر کمان ۲۰ مارچ ۱۸۰۷ء کو اسکندریہ پر باسانی قبضہ کرلیا۔ اور پھر دمیاط کو بھی لیلیا۔ مگر راشد (رشید) پر حملہ کرنے مین اُسے سخت ناکامی ہوئی اور وہ مجبوراً اسکندریہ کو لوٹ آئی۔ اور محمد علی نے فوج کا کچھہ حصہ قاہرہ کی حفاظت کیلیئے پیچھے چھوڑکر باقی فوج سے انگریزون کا اسکندریہ مین محاصرہ کرلیا۔ اور آخرکئی مہینون کی بیہودہ معرکہ آرائیون سے تنگ آکر جنرل فریزر نے ستمبر ۱۸۰۷ء مین محمد علی سے اس شرط پر صلح کرلی کہ انگریزی فوج کو بعزت مصر سے چلا جانے دیا جائے۔ فریقین نے اسیران جنگ کا تبادلہ کرلیا۔ اور انگریزی جنرل کئی ہزار آدمی بیماری اور جنگ کی نذر کرکے واپس چلا گیا۔ اور انگلستان کو اپنے دوستون کی سازش دلانی کرنے کا یہ ثمرہ ملا کہ اوس کی یہ فوج جو براعظم یورپ مین نپولین کے خلاف اُسے بہت کچھہ کام دیتی یہی نہین کہ کئی مہینے کچھہ کام ہی نہ دیسکی

بلکہ تقریباً ضائع ہو گئی۔

ادھر باب عالی کو جب انگریزی حملہ کی خبر پہنچی تو اس نے انگلستان سے برخلاف اعلان جنگ کرکے کل انگریزی سوداگروں کی جائیداد ضبط کرلی۔ اور فرانس سے باضابطہ اتحادی معاہدہ کرلیا۔ مگر انگریزی وزراء نے اس متوحش پیہم مجبوری یا عاقبت اندیشی سے کام لیکر بات کو زیادہ نہ بڑھنے دیا۔ بلکہ اس ایک غلطی کی تلافی میں سواحل شام اور بحیرہ مجمع الجزائر سے اپنی بیڑوں کو بھی واپس بلا لیا۔ اور اسطرح فریقین میں کشمکش زیادہ نہ بڑھنے پائی۔

انگریزی بیڑہ کے بعد روسی بیڑہ بھی بحر مجمع الجزائر سے نکل چکا تھا۔ اب سواحل شام کی بھی دشمنوں کے جہازوں سے مخلصی ہو گئی۔ اور مصر میں بھی کامیابی کا پانسہ ترکوں کے حق میں رہا۔ الغرض سلطنت کے جنوبی حصص میں ترکوں کو خاصہ غلبہ حاصل رہا۔ شمال میں دریائے ڈینیوب کے کناروں پر ترکی اور روسی فوجیں تقریباً برابر رہیں کسیکو دوسری پر نمایاں فائدہ حاصل نہ ہوسکا۔ روسیوں کے ہاتھ تو نپولین کے حملہ پولنڈ و پرشیا نے باندھ رکھے تھے۔ اور ترک بھی اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے شمال میں اپنی پوری طاقت سے کام نہ لے سکتے تھے۔ چنانچہ یہ محاربہ جو ۱۸۰۶ء میں شروع ہوکر ۱۸۱۲ء میں عہدنامہ بخارسٹ پر ختم ہوا تھا بلحاظ اہمیت اور نتیجہ خیزی میں کل روسی ترکی محاربوں سے اقل ترین مرتبہ رکھتا ہے۔ عرصہ دراز تک سلوبوسیا کی التوائی معاہدہ سے فریقین میں جنگ ملتوی رہا۔ اور اس کے بعد بھی جب شروع ہوا۔ تو ویسی ہی بیدلی سے۔ سلطان سلیم نے علان جنگ کرتے ہی نپولین کے وعدہ امداد سے دلیر ہوکر روس کے مقابلہ کیلئے لمبی چوڑی تیاریاں کرلی تھیں۔ بوسنیا کا پاشا سرولی باغیوں کو روسیوں کے ساتھ ملنے سے روکنے کیلئے سرویا میں داخل ہوگیا تھا۔ اور وزیر اعظم ینگچریوں اور ایشیائی جاگیرداروں کی فوج کے ساتھ شوملہ کو بھیجدیا گیا تھا۔ اور مصطفیٰ بیرقدار رسچک کے پاشا کو جس نے پندرہ ہزار فوج البانیوں کی خود تیار کی ہوئی تھی والیشیا میں داخل ہونیکا حکم دیا گیا تھا۔ نظام جدید کے سپاہیوں کی نسبت قرار پایا تھا کہ وہ باسفورس یا دردانیال کے قلعوں اور ایشیائی چھاؤنیوں میں مقیم رہیں۔ مگر شومئی قسمت سے جو فوج قسطنطنیہ سے میدان جنگ کو بھیجی گئی۔ وہ ڈینیوب تک پہونچنے بھی نہ پائی تھی کہ آپس میں سر پھٹول ہوگئی۔ ایشیائی جاگیرداروں کی فوج کے ساتھ قرمان کے پاشا کی جو سلیم کی اصلاحات کا سرگرم معاون تھا۔ یوروپین طریق پر تیار کی ہوئی پلٹنیں بھی شامل تھیں۔ وہ اس فوج کو لیئے ہوئے چلا جاتا تھا کہ ینگچریوں اور پرانی طریق کی دیگر مخالف افواج کا جم غفیر مقام بابا اسکی جو ادرنہ پر واقع ہے۔ اچانک اسپر ٹوٹ پڑا۔ اتحادی فوج جی توڑ کر لڑی۔ مگر کثرت اعداد نے اوسکی کوئی پیش نہ جانے دی۔ اور وہ شکست کھا کر منتشر ہوگئی۔ انہی خرابیوں کی وجہ سے ترک والیشیا میں روسیوں کی کمزوری سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ادھر مخالفین اصلاح کا پلہ روز بروز بھاری ہوتا جاتا تھا جن کے سامنے آخر سلطان سلیم کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔

فوج ینگچری کی بغاوت اور سلطان سلیم کی معزولی

سلطان سلیم کی بیدار مغزی حب الوطنی اور جانفشانی زندگی ہی میں کسی کو کام نہ دیتی مگر

خود سپاہ کی اصلاح یا نگرانی کیلئے جو اوصاف نہایت ضروری ہیں وہ اوس میں موجود نہ تھے۔ وہ خود جنگی لیاقت نہ رکھتا تھا مزاج برآن منکسر اور رحم دل تھا۔ اور یہ ہی کام نرم دلوں سے پایۂ تکمیل نہیں پہنچتے۔ اسی نرم مزاجی کا اوسے خمیازہ بھگتنا پڑا۔

ناظرین کو صفحات ماقبل سے یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ کل ینگچری فوج اور تقریباً تمام مسلمان رعایا بلا تمیز عالم و جاہل (کیونکہ ہمارے اکثر علماء دین بھی ہماری شامت اعمال سے جاہلانہ تعصب۔ استبداد اور کورانہ تقلید اور مخالفت زمانہ میں جاہلوں سے کم نہیں) سلطان کی اصلاحات فوجی سے ناراض تھی۔ تاہم چند روشن خیال پاشا اور بالخصوص شیخ الاسلام اوس کے ہمخیال تھے اور شیخ الاسلام کیوجہ سے اوس کے ماتحت علماء علانیہ اپنی ناراضگی کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ یہ شیخ الاسلام ۱۸۰۵ء کے شروع میں راہی ملک بقا ہو گیا۔ سلطان نے اوسکی جگہ عطاء اللہ افندی رومیلیا کے قاضی عسکر کو شیخ الاسلام مقرر کیا۔ یہ عطاء اس وقت تک بظاہر سلطان کے ہمخیال بنکر اپنے آپکو اصلاح کا معاون جتاتا رہا تھا۔ یہ سب بناوٹی باتیں تھیں۔ اور صرف سلطان کا منظور نظر بنکے اور اعلیٰ مدارج حاصل کرنیکے لیئے تھیں۔ ورنہ وہ سخت مخالف تھا۔ شیخ الاسلام بننے کے بعد اوسے اپنی خباثت سے کام لینے کا موقعہ ملگیا اسی اثنا میں سلطان نے کسی امر پر اوسے کچھ سرزنش کی جس سے وہ سلطان کی اصلاحات کا ہی مخالف نہ رہ گیا۔ بلکہ خود سلطان کا بھی دشمن جان بنگیا۔ اور موسیٰ پاشا قائممقام وزیر اور ینگچری سرداروں کے ساتھ ملکر سلیم کے برخلاف سازشیں کرنے لگ گیا تحریک گو اسی مکار کی تہی۔ مگر سلطان کو معزول کرانے میں سب سے زیادہ جد و جہد جس دشمن ملک و ملت نے کیا وہ موسیٰ پاشا تہا۔ یہ شخص ۴۰ برس سے دربار میں دخیل تہا۔ اور بظاہر ایسا گریہ مسکین بنا رہتا اور اپنے سے بالا افسروں کی ایسی خوشامد و لجاجت کیا کرتا تھا کہ کسی کو اوس سے کبھی اوس کام کی توقع نہ ہوسکتی تھی جو آخر اوسنے کر دکھایا۔ البتہ جزار پاشا والی عکہ ایک ایسا شخص تہا جو اوس کے خبث باطن کو بھانپ گیا تہا۔ اور اوسنے پیشگوئی کر دی تھی کہ یہ شخص جو بظاہر مسکین و عاجز اور فرمانبردار معلوم ہوتا ہے۔ ویسا ہی اندر سے سیاہ اور شرارت کا پتلا ہے۔ یہ مار آستین سے کم نہیں۔ اور کسی دن سلطنت کو اسکی بدولت بہت مصیبتیں اٹھانی پڑیں گی۔ سلیم اوس کی مسکینی و غربت سے دہوکہ کھا گیا۔ اور اوسنے اس امی کو اس توقع پر قائممقام وزیر کے اہم عہدہ پر مقرر کر دیا کہ وہ اس منصب جلیلہ کی نمائشی شان و شوکت سے مست ہو کر اوس کے اختیارات کو بڑھنے کا کبھی خیال تک نہ کرے گا۔ اوسکی یہ توقع غلط ثابت ہوئی موسیٰ بظاہر سلطان کا ایسا فرمانبردار بنا رہا کہ سلیم کو اوسکی نسبت کسی طرح کا شک و شبہ پیدا نہ ہوا۔ اور ہر وقت علماء و زہاد اور ینگچریوں کے سرداران سے ملگیا۔ انگریزی بیڑہ کو بحیرہ مارمورا سے گئے ہوئے ابھی دو مہینے ہوئے تھے کہ سلطان نے بماہ مئی باسفرس کے قلعوں کی محافظ سپاہ کی وردی میں کسیقدر تغیر کیئے جانے کا حکم دیا۔ اس حکم سے موسیٰ کو اپنی بدذاتی دکھانیکا خاصہ موقع ملگیا۔

ینگچریوں کے ڈینیوب کیطرف بھیجدیئے جانے کے بعد علاقہ طرابزون کے چھ ہزار ایشیائی سپاہی نظام جدید کی فوج کے ساتھ شامل کرکے باسفرس کی باتریوں کی حفاظت پر مامور کر دیئے گئے تھے۔ یہ سپاہی یمق طابیہ لی پکارے جاتے تھے۔ اون کو بھی وہی تنخواہ ملتی تھی جو نظام جدید کے سپاہیوں کی تھی۔ اور دیگر مراعات میں بھی اون سے وہی برتاؤ کیا جاتا تھا۔ سلطان کو امید تھی کہ اس سلوک کا اونپر اثر اور نیز نظام جدید کی فوج کے ساتھ رہنے سے اونپر بہی صحبت کا اثر ہو جائیگا۔ اور وہ خود بخود فوج نظام میں

داخل ہونے پر رضامند ہو جائین گے۔ موسی نے اس حکم سے پہلے ہی اپنے گماشتون کی معرفت فوج ینگ چری کے خیالات سلطان اور جدید فوج کی طرف سے فاسد کرنے شروع کر دیے ہوئے تہے۔ گماشتے ان سپاہیون کو بہکاتے رہے کہ تم دیکھ لو ینگ چری فوج مین شامل ہو ہمین ان بدعتیون کی جنہون نے کفار کے ملبوسات اور رسم و رواج کو سلطنت مین داخل کرکے اسلام کو خراب کرنا شروع کر دیا ہے کیا واسطہ ہے۔ اون کو ملنا سچے مسلمانون کے لیئے موجب شرم ہے۔ سلطان کا تو خیال تہا کہ صحبت و رفاقت ینگ چری ہی نظام جدید مین داخل ہو جانے پر رضامند ہو جائین گے۔ اور ادہر موسی کے قائمقام نے اپنی ابلیسانہ شرارتون سے اون کو الٹا ایسا برگشتہ خاطر کر دیا کہ دونون فوجون کے سپاہیون مین لڑائی جھگڑے برپا ہو گئے۔ سلطان کو اس مخالفت کی کوئی خبر نہ تہی۔ جب موسی نے دیکھا کہ ینگ چری اور نظام جدید مین اسقدر رنجش بڑہ گئی ہے کہ ایک چھوٹی سی چنگاری سے بہی ان مین آتش حرب بھڑک اوٹھے گی۔ تو اوسی سلطان سے تبدیل پوشاک کا متذکرہ صدر حکم صادر کرا دیا۔ اور محمود آفندی اپنے ایک نائب کو ساتھ فوج ینگ چری کی تنخواہ کا بقایا بہیجکر ساتھ ہی اوسنے نظام جدید کی چند وردیان بہی دیدین۔ محمود آفندی نے پہلی تنخواہ تقسیم کی۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ تقسیم تنخواہ کے دن ملازمون مین ایک غیر معمولی سی خوشی پائی جاتی ہے۔ یہی حالت ینگ چری فوج کی تہی کہ محمود آفندی نے وردیان نکالکر سپاہ اور اوس کے افسرون کو سلطان کی منشا سے آگاہ کیا۔ وردیون کو دیکھکر ینگ چری طائفہ جسکو پہلے ہی اچہی طرح سے برگشتہ خاطر کر دیا گیا تہا کسیقدر بڑبڑائے جسپر محمود آفندی نے دہمکی دی کہ بصورت نافرمانبرداری اونہین سزا دیجائے گی۔ اس دہمکی سے ینگ چری فوج کا غصہ اور بڑہ گیا اور اونہون نے ہتہیار اوٹہا لیئے۔ یہ رنگ دیکہکر نظام جدید کے سپاہی جو قریب موجود تہے محمود آفندی کی مدد کو آگئے۔ اور فریقین مین لڑائی شروع ہو گئی۔ یہ تنازعہ پہلے باسفورس کے یورپی ساحل کے قلعہ رومیلی قواق مین ہوا۔ وہان سے دوسرے قلعون مین بہی فوراً خبر پہنچ گئی۔ اور جابجا فوج ینگ چری اور نظام جدید مین تلوار چلنے لگی۔ محمود آفندی بیوک دره کی گہاٹ سے کشتی پر سوار ہوتا ہوا ہلاک کر دیا گیا۔ یہی سلوک ایشیائی ساحل کے قلعون کے کمانڈر کے ساتھ ہوا۔ اور فوج نظام کے سپاہی قلعون کو چہوڑکر اپنی پرانی بارکون مین چلے گئے۔ دیوان نے اطلاع ملنے پر محمود آفندی کے قاتلون کی تلاش کا حکم دیا۔ مگر موسی نے یہ کہکر ٹال دیا کہ اوسکی موت محض اتفاقیہ تہی ینگ چری اطاعت کیلیئے تیار ہین۔ چنانچہ دیوان نے اپنی طرف سے کوئی انتظام فساد کو روکنے کے لیئے نہ کیا۔ لیکن موسی کا یہ صریح دہوکہ تہا ینگ چری ہرگز اطاعت پر مائل نہ تہے۔ سب سپاہی ینگ چری بیوک دره مین جمع ہوئے۔ اور اپنے ایک سردار قباقچی اوغلی کو افسر اعلے مقرر کرکے اوسکو حیات و ممات کا اختیار کل دیدیا۔ اس انتخاب کے بعد تین دن تک بظاہر مشتبہ امن رہا۔ لیکن درحقیقت یہ دن باغیون نے بغاوت کے دائرہ کو وسیع اور اپنی طاقت کے مضبوط کرنے مین صرف کیئے۔

۲۷ مئی کو قباقچی چہہ سو ینگ چری لیکر قسطنطنیہ مین داخل ہوا۔ اوس نے آگے سے پہلے ان تین باتون کی منادی کی (۱) ہر فرنگی۔ رعایا اور ترک کے جان و مال کی حرمت کیجائے گی۔ جو خلاف ورزی کرے وہ واجب القتل ہوگا۔ (۲) مفتی و علما کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہین کیا جائے گا۔ (۳) سب آتہمیدان مین جمع ہوکر اون مطالبات کو تجویز کرین جو باب عالی کو دیئے جانے ضروری

سمجھو جاؤ ین بلا اطلا سے لگی تھی کہ ایک ننگی تلوار زمین پر رکھ دی گئی۔ اور سب اوس کے اوپر سے گزر گئے۔ قبقچی کی کسی نے مزاحمت نہ کی۔ نظام جدید بلا سلطان کے حکم سے بارکون مین بیٹھی رہی۔ کیونکہ موسیٰ نے سلطان کو یقین دلا دیا تھا کہ ینی چری کسی فساد کی نیت سے جمع نہین ہوئے۔ دہشت ان آٹھ سو ینی چری رستے مین قبقچی کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یہ گروہ پہلے بحری فوج کی بارکون کو گیا۔ فوج نے کو رستے پھاٹک بند کر لیے۔ اور مقابلہ کے واسطے تیار ہو گئی۔ مگر باغیون کے پہنچنے سے آخر اوس کے ساتھ شریک ہو گئی۔ اسیطرح فوج توپخانہ نے کیا۔ جس سے باغیون کی جمعیت اسقدر بڑھ گئی کہ اُدھر فوج جدید تو بارکون مین زندگی سے مایوس ہو بیٹھی اور دوسری طرف سلطان کے حواس باختہ ہو رہے تھے۔ قبقچی نے آتمیدان مین جو صدیون سے باغی ینی چریون کا میدان اجتماع چلا آتا تھا پہنچکر بہ نشان تبدل ہر ینی چری پلٹن کی دیگین منگوا کر الٹی رکھوا دین۔ اور اپنے ہمراہیون کو مخاطب کرکے حسب ذیل تقریر کی۔

"میرے دوستو۔ اس گھڑی ہمارے دشمن مقہور ہو گئے ہین۔ خداوند کریم ہماری مدد کرے گا۔ اس امر کا ظہور اوسکی مشیت سے ہے پس ہم عثمانلو کی مملکت سے اوس شجرہ ملعونہ کو جو ینی چریون کی خرابی کا باعث ہوا ہے بیخ و بن سے اکھاڑ دین گے۔ بحکام خدا و رسول نے مسلمانون کو نصاریٰ کے لباس مین آراستہ کرکے کفار کے مشابہ بنا دیا ہے۔ اور دین مین تفرقہ برپا کر دیئے ہین۔ نظام جدید کے سپاہی اسبارہ مین بے قصور ہین۔ اون سے مخاصمت روا نہین ہے بسبب باطن پاشاوں اور تحسین طاشیت مرادون نے جو اس بدعت کے رواج و رونق کا باعث ہین۔ ایمان کی پاکی کو نجاست سے بدل دیا ہے۔ اور فوج ینی چری کے ریزینہ مین جو دولت عثمانیہ کا ستون ہے خلل ڈالدیا ہے اون سے جلد انتقام لینا چاہیے۔"

یہ کہکر اوس نے جیب سے کاغذ نکالا۔ اوس مین اون لوگون کے نام درج تھے جو اوسکی راے مین واجب القتل تھے اور سب سے اول سلطان کے مشیرون اور وزراء کے نام تھے۔ اس فہرست کو پڑھ کر حکم دیا کہ ان لوگون کو لا کر یہان قتل کرو۔ سپاہی گروہ درگروہ شہر مین پھیل گئے کئی سردار گھرون مین قتل کیے گئے۔ اکثر یہودیون و نصاریٰ کے مکانون مین جا چھپے۔ (دفتر سردار ابراہیم نسیم آفندی۔ ابوبکر آفندی حاجی ابراہیم آفندی۔ صافی آفندی و احمد آفندی وغیرہ) زندہ گرفتار ہو کر قبقچی کے سامنے لائے گئے۔ اور آتمیدان مین قتل کیے گئے۔ تین رات شہر مین ہنگامہ عظیم برپا رہا۔ عہدہ داران شہر سے فارغ ہو کر قبقچی نے بستانجی باشی مصاحب سلطانی کو قتل کرنے کے لیے طلب کیا۔ سلطان نے اوس کو دینے سے کچھ تامل کیا۔ بستانجی باشی نے دیکھا کہ اگر کچھ بھی توقف ہوا تو باغی قصر شاہی پر حملہ کرکے بادشاہ کو قتل کر دین گے۔ اوس نے بادشاہ سے التجا کی کہ میرے دینے مین کچھ تامل نہ کیا جاے۔ بادشاہ نے آخر مجبور ہو کر جلاد کو اوس کے قتل کا اشارہ کیا۔ اور اوسکا سر باغیون کے پاس بھجوا دیا۔ سلیم نے ساتھ ہی باغیون کو خوش کرنے کے لیے نظام جدید کی موقوفی کا فرمان صادر کیا۔ اور ظن غالب تھا کہ خود وہ اس فرمان سے خوش ہو جاتے۔ مگر موسیٰ پاشا جسنے اب نقاب اپنے منہ سے بالکل اٹھا دیا تھا اور کھلم کھلا باغیون کے ساتھ جا ملا تھا۔ اور عطاء اللہ نے سرداران ینی چری کو کہا کہ اگر بادشاہ کو تخت پر رہنے دیا گیا تو وہ تابو پانے پر ضرور اس کا بدلہ لیگا۔ قبقچی نے مقتولین کی لاشون کی طرف اشارہ کرکے ہمراہیون کو ان الفاظ سے مخاطب کیا ہے "اے گروہ تمہارے دشمن قتل ہو گئے ہین۔ کیا تمہاری اب تسلی ہو گئی ہے یا نہین۔ علاوہ برین سلطان نے جدید فوج کی موقوفی کا بھی وعدہ کر لیا ہے۔ پس اب کس بات کا خطرہ و اندیشہ ہے؟" اور ساتھ ہی اپنے سے

یہ کہہ دیا کہ "یہ بادشاہ ہمارا دشمن ہے ہم سے کبھی راضی نہ ہوگا۔ اسبارہ میں مفتی سے فتویٰ طلب کرو"۔

سپاہ نے مفتی سے یہ مغالطہ دیدہ استفتا کیا "کیا ایسا بادشاہ جو قرآن کے برخلاف عمل کرتا ہو بادشاہی کے لائق ہے؟"

شیخ الاسلام نے جواب دیا ہرگز نہیں قبقچی نے سپاہ کو جواب شرعی سے آگاہ کیا جسپر سب نے بگڑ بابا ہوکر کہا کہ بادشاہ جدید بنا کو تخت سے اتار کر مصطفےٰ کو تخت نشین کیا جائے۔ قبقچی نے مفتی کو کہا کہ تم قصر شاہی میں جاکر سلیم کو فوج کے اس ارادہ سے مطلع کردو تاکہ اگر وہ خود بخود تخت چھوڑ دے تو جدال و قتال کی ضرورت نہ رہیگی۔ مفتی غمگین صورت بنائے ہوئے سلطان کے سامنے گیا اور ناصح غمگسار بنکر کہا سلطان میں نے کئی دفعہ نصیحت کی اور اسلامی فوج کو بھی روکتا رہا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب فوج ینگچری نے تمہارے چچا زاد بھائی کو سلطان بنا دیا ہے تقدیر کے سامنے دم مارنیکی جگہ نہیں سلطان نے اس کا کچھ جواب دیا۔ اور خاموشی سے اٹھکر اپنے پرانے مکان کو جہاں عمر کے پہلے اٹھارہ برس بسر کیے تھے تنہا چلدیا۔ راستہ میں مصطفےٰ ملا جو تخت پر بیٹھنے کیلئے جا رہا تھا سلیم نے اوسے کہا "بھائی میں نے پرانی فوج کو فنون سپاہگری سے عاطل اور مقابلۂ دشمن میں زبون دیکھکر نظام سلطنت کی تقویت اور اصلاح و فلاح دین کیلئے فرنگیوں کے آئین جنگی کے مطابق نئی سپاہ تیار کی تھی پرانی فوج نے فساد کرکے مجھکو معزول اور تجھکو بادشاہ بنا دیا ہے میں اپنے پرانے گھر جاکر باقی عمر بسر کرتا ہوں تو تخت پر بیٹھ اور حکمت و عقل اور تدبیر سے باتیب بادشاہی کر"۔

مصطفےٰ اکھڑے کھڑے یہ باتیں سنیں۔ اور ایوان شاہی کو چلا گیا۔ اور سلیم شہزادگان کی نظربندی کے محل میں جا پہونچا وہاں مصطفےٰ کا چھوٹا بھائی محمود بھی نظربند تھا سلیم نے اوس سے معانقہ کیا۔ اور دونوں کچھ دیر خوب دل کھولکر روئے سلیم نے بقیہ عمر بھی بیمصرف نجانے دیا۔ اوس نے شہزادہ محمود کو اپنی شاگردی میں لیکر اوسے جہانبانی کے اصول سے واقف کیا اور اپنے دونتائج مطلوبہ نظیر پیش کرکے اوس کو ذہن نشین کر دیا کہ خواہان اصلاح فرمانروا کو نہ صرف اپنے ملک بلکہ اپنی ذات کے بچاؤ کے لیے بھی یہ اجتناب ہیں سے ہے کہ وہ کمزوری اور نرمی سے بچتا رہے سلیم کی یہ نصائح بیکار نہ گئیں محمود نے ان کو دل میں رکھا اور بادشاہ ہونے پر ایسے استقلال اور جوانمردی سے کام لیا کہ جو روگ پے در پے کئی سلطانوں سے دور نہ ہوسکا تھا آخر اس جوانمرد کی ہمت و کوشش سے ہمیشہ کے لیے معدوم ہوگیا۔

سلیم کا عزل اور مصطفےٰ چہارم کا نصب ۲۹ مئی ۱۸۰۷ء کو واقع ہوا۔ ایک انگریز سیاح سر جان ہوب ہوس جو اس واقعہ سے چند ماہ بعد آلبانیا اور ٹرکی کی سیاحت کی تھی سلیم کی بہت تعریف کرتا ہے۔ اوسکا بیان ہے کہ "وہ بہترین اور نہایت نیک سلطان بادشاہوں میں سے ایک تھا بلکہ آخر اپنے ملک کے لیے جو نئی آئین تجویز کرکے اوس کے نفاذ کی کوشش کی تھی کیا بلحاظ عظمت و وسعت تجویز اور کیا بلحاظ مفید و سود مند دستور و تجاویز ہونیکی جدت کے کسی ملک کی تاریخ میں آئین مذکور کی نظیر نہیں ملتی۔ سلیم کی ناکامی کی وجہ یہ ہوئی کہ جیسا کہ "وہ برمحل اور وقت مناسب کو پہنچ جانے سے پہلے الفور اپنا ارادہ قائم نہیں کرسکتا تھا۔ اور مزید برآں جب اوسکی قسمت کی تنفیذ کا موقع پہنچا تو وہ اوس کے لیے تیار نہ تھا تاہم اوسنے جو بیج بو دیا تھا وہ اکارت نہ گیا۔ اور کم از کم قوم اور اوس کے بادشاہوں پر یہ اچھی طرح سے ثابت ہوگیا کہ حکومت اور ینگچری دونوں موجود نہیں رہ سکتے بہر حال آخرالذکر کا معدوم کرنا ضروری ہی اگر دونوں

معدوم ہو جائیں گے۔"

سلیم کے عہد حکومت کے آخری چھ سات برسوں میں وہابیان نجد کو بھی عرب و حجاز میں متواتر فتوحات کر کے انتہائی عروج حاصل ہو گیا تھا۔ مگر اس کے حالات وہابی حکومت کی ترتیب یا اس کے موقعہ پر سلطان محمود ثانی کے عہد کے واقعات میں بیان کئے جائیں گے۔ وہابیوں کے بعد دوسرا اہم معاملہ جس کا اس باب میں ذکر نہیں کیا گیا علی پاشا والی یانیا کا عروج ہے جس کے عروج و زوال کے حالات ایک ہی موقعہ پر درج کر دیئے جائیں گے۔

مصطفیٰ چہارم کا عہد حکومت - نپولین کی پالیسی میں تغیر

مصطفیٰ چہارم فرزند عبد الحمید اول تیس برس کی عمر میں ۲۹ مئی ۱۸۰۷ء کو تخت پر بیٹھا۔ سرداران ینی چری اور ینگچری نے نذریں گذرانیں۔ اور مفتی نے میدانوں میں آ کر با آواز بلند سب کو سنا دیا کہ مصطفیٰ تخت پر بیٹھ گیا ہے۔ اور اس نے وعدہ کیا ہے کہ لشکر جدید کو جلد موقوف کر دیگا۔ اور سپاہ قدیم کا روزینہ بحال رہیگا۔ سپاہ یہ مژدہ سنکر فرحاں و شاداں اپنے اپنے پلٹنوں اور بارکوں کو واپس چلی گئی۔ اور نظام جدید کے سپاہی سلطان کے حکم کے صدور سے پہلے ہی مایوس و شکستہ دل ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلدیئے۔ چنانچہ جب انکے مخالف کامیابی سے سرشار اون کی بارکوں میں گئے تو انہیں بالکل خالی پایا۔ سلطان مصطفیٰ شروع سے ہی اپنے عمزاد بھائی کی اصلاحوں کا مخالف تھا چنانچہ تخت پر بیٹھنے سے پیشتر عرصہ پہلے اوس نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا تھا کہ عثمانیہ عساکر پر اسلئے ذلت پر ذلت وارد ہو رہی ہے کہ سلیم نے یورپین قوم رواج کی تقلید اختیار کر لی ہے جس سے خدا کا غضب الٰہی وارد ہو رہا ہے۔ اور عیسائیوں کی جسارت حد برداشت سے گذر گئی ہے۔ خط کے آخری الفاظ یہ تھے "ہمارا کھیل تمام ہو چکا ہے اور خداوند کریم ایسی صورت میں ہمارے بازوؤں میں کبھی برکت نہیں ڈال سکتا۔"

علاوہ بریں جوانی کا عالم تھا اور عیش و عشرت مرغوب خاطر۔ وہ کل انتظام مشیروں اور وزراء کے سپرد کر کے لہو ولعب میں مشغول ہو گیا۔ جو وزیر باغیوں کے ہاتھ سے بچ بچا کر رہ گئے تھے وہ بحال رکھے گئے۔ اور کل اختیار مفتی عطاء اللہ، موسیٰ پاشا اور قپتچی کے ہاتھ میں رہا لیکن تھوڑا عرصہ بعد موسیٰ معزول کر دیا گیا اور طیار پاشا اوسکی جگہ قائمقام بنایا گیا۔

فوج قدیم کے اکثر اعلیٰ افسر بھی اس انقلاب سے خوش نہ تھے۔ وہ سلیم کو اپنا محافظ اور حامی سمجھتے تھے اور اصلاح کی ضرورت کے قائل تھے۔ چنانچہ ایک دن ینگچریوں کے آغا کی زبان سے جو اصلاح کا طرفدار تھا بے اختیار یہ نکل گیا کہ قسطنطنیہ کے ینگچریوں نے بندوقوں کو ساتھ لشکر ہو جانے سے ہمیشہ کے لئے لازوال رسوائی خرید لیا ہے۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ اسکے سپاہیوں نے اُسے فی الفور قتل کر دیا۔

اس بادشاہ گردی سے کل فوجی کارروائی معطل ہو گئی۔ مگر ترکی کی خوش قسمتی سے انہیں دنوں (۱۴ جون ۱۸۰۷ء) روسی فوج کو بمقام فریڈلینڈ نپولین کے ہاتھ سے شکست فاش ملی۔ اور زار کو اپنی کل فوج مالڈیویا سے واپس منگوا لینی پڑی۔ صرف والیشیا میں تھوڑی سی فوج باقی رہی۔

ان خرابیوں کے علاوہ فوج کی بغاوت سے ترکی کو یہ صدمہ پہنچا کہ نپولین کی پالیسی میں یکلخت تغیر واقع ہو گیا۔ سلیم کی معزولی

کی خبر سنکر اوسے سخت افسوس ہوا مگر ساتھ ہی اوسے ترکون کی اصلاح سے مایوسی ہو گئی۔ عزل کی خبر سنتے ہی یہ الفاظ اوسکی زبان سے نکلے: "انسان ان وحشیون کے لیے کچھ نہین کر سکتا۔ خدا نے مجھے اون سے آزاد کر دیا ہے۔ اب ہم اون کے حصے بخرے کرنے کا انتظام کرتے ہین"

الغرض اوسنے دوستی کا خیال بالکل چھوڑ دیا۔ اور لوئی شانزدہم کی پالیسی اختیار کر لی۔ اوس کا یہ پرانا خیال پھر عود کر آیا کہ سلطنت عثمانیہ کا زوال اٹل ہے۔ اور فرانس کو بجائے روس سے اتحاد کر لینا واجبات سے ہے۔ جب تک یہ اتحاد نہ کیا جائے انگلستان فتح نہین ہو سکیگا۔ یہ کوئی شخص دعوی سے نہین کہہ سکتا کہ آیا نپولین کی پالیسی مین یہ تغیر واقعہ[1] سلیم کے عزل سے پیدا ہوا تھا یا اوس کی نیت پہلے سے ہی بدل گئی ہوئی تھی اور اس عزل سے اوسے بہانہ ہاتھ آگیا تھا۔ قیاس یہی چاہتا ہے کہ گو سلیم کا عزل محض بہانہ بن گیا ہو لیکن کم از کم اوس سے پہلے نپولین کی نیت مین فرق نہین آیا تھا۔ کیونکہ اسی جنگ فریڈلینڈ سے ایک مہینہ پہلے اوس نے بمقام فنکن سٹن بھرے دربار مین بآواز بلند ترکی سفیر کو یہ الفاظ کہے تھے "سلطان سلیم اور مجھ مین ایسا ہی تعلق ہے جو میرے داہنے ہاتھ کو بائین سے ہے جسطرح یہ دونون ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتے اسیطرح ہم بھی نہین ہو سکتے"

مگر بایں ہمہ نپولین بیوفائی کے الزام سے نہین بچ سکتا۔ نہ وہ یہ عذر کر سکتا تھا کہ وہ ترکی قوم کا نہین بلکہ صرف سلیم کا دوست تھا کیونکہ آخرالذکر صورت مین بھی اوس پر یہ الزام وارد ہوتا ہے کہ سلیم کا دوست ابھی تک زندہ تھا۔ اور اگر وہ چاہتا تو ترکی قوم کے علی الرغم اوسے پھر تخت نشین کرا سکتا تھا۔ بہرحال فیصلہ اسی بات پر ہوتا ہے کہ جنگ فریڈلینڈ سے پہلے ترکی کی نسبت اوسکی نیت صاف تھی۔ اوس فتح کے بعد زار کی چکنی چپڑی باتون مین آکر اوس کے ارادون مین فرق آگیا۔ اور حسن اتفاق سے اسی زمانہ مین سلیم کے معزول ہو جانے سے ترکی سے اپنا دامن چھڑا لینے کی حجت ہاتھ آگئی۔ اوسنے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا۔ اور ترکی کی مدد یا سلیم کی دستگیری کا بھولے سے بھی نام نہ لیا فرانس پہلے بھی وقت پر ترکی کو دغا دیتا رہا تھا اسیطرح اب نپولین نے کیا۔ جنگ فریڈلینڈ کے بعد روس اور فرانس مین بمقام ٹلسٹ دونون قیصرون نے بالمشافہ ملاقات کر کے عہدنامہ صلح مرتب کیا جس مین فرانس نے ترکی سے بالکل قطع تعلق کر لیا۔ عہدنامہ مذکور کی دفعات ۲۲-۲۳ و ۲۴ مین ترکی کے متعلق صرف یہ عہد و پیمان ہوا کہ فرنچ کمشنر کی موجودگی مین روسی و ترکی وکلاء التوائے جنگ کی شرائط کا تصفیہ کرین جس کے بعد فریقین مین لڑائی ملتوی ہو جائے۔ اور التوائے جنگ کے معاہدہ پر دستخط ہو جانے سے ۳۵ دن کے اندر روسی فوجین والیشیا اور مالڈیویا کو خالی کر دین۔ مگر جب تک دونون سلطنتون مین قطعی عہدنامہ صلح نہ ہو جائے ترکی فوج صوبجات مذکور مین داخل نہ ہو قطعی صلحنامہ کی تیاری مین جس امر کا دونون فریق (دربار روس اور باب عالی) آپس مین تصفیہ نہ کر سکین اوس کو نپولین بطور ثالث فیصل کر دیگا۔

اس علانیہ عہدنامہ کے ساتھ ہی زار اور نپولین مین ایک خفیہ عہدنامہ بھی ہوا۔ اوسکی ایک شرط یہ تھی کہ اگر اون تغیرات[1] کی وجہ سے جو قسطنطنیہ مین واقع ہوئے ہین۔ باب عالی فرانس کی ثالثی کو منظور نہ کرے یا منظور کرے لیکن نامہ و پیام مصالحت تین مہینون کے عرصہ مین

[1] سلیم کے عزل اور نئے سلطان کی تخت نشینی سے مراد ہے۔ مولف

قابل اطمینان نتیجہ مترتب نہ ہو تو فرانس باب عالی کے برخلاف روس سے متفق ہوجائے گا۔ اور دونوں فریق متعاہد (روس و فرانس) شہر قسطنطنیہ اور صوبہ رومیلیا کے سوا سلطنت عثمانیہ کے باقی تمام یوروپین صوبجات کو ترکوں کی غلامی اور جور و ظلم سے آزاد کرانے کیلئے باہمی سمجھوتہ کرلیں گے۔"

نپولین کے مراسلات بنام سباسٹیانی سے اس سمجھوتہ اور مجوزہ تقسیم کی کیفیت بھی واضح ہو رہی ہے۔ اگر تقسیم کا تصفیہ ہو جاتا تو فرانس کو صوبجات بوسنیا، البانیا، اپائرس، کل یونان، تھسلی اور مقدونیہ ملتے۔[1] آسٹریا کو سرویا دیا جاتا۔ اور روس کو ولاشیا، مالڈیویا، بلگیریا اور دریائے مرزا تک صوبہ تھریس ملتا۔ سلطان کے پاس یوروپ میں صرف قسطنطنیہ اور صوبہ تھریس کا وہ حصہ جو قصبہ عاس اور قصبہ اینوس کے درمیان ہے رہجاتا۔

ترکوں کو جب عہدنامہ ٹلسٹ کی شرائط معلوم ہوئیں تو وہ انہیں سنکر ششدر رہ گئے۔ انہیں امید تھی کہ نپولین جب تک کریمیا اور بیسربیا ترکی کو نہ دلائیگا، روس سے صلح نہیں کرے گا۔ اور انہی ترکوں سے پوچھا تک بھی نہیں اور روس سے صلح کرلی۔ جب معاہدہ ٹلسٹ کی علانیہ شرائط سے ترکوں کو اسقدر حیرت اور تعجب ہوا اور وہ نپولین پر لعن طعن کرنے لگے تو صاف ظاہر ہے کہ اگر اون کو خفیہ عہدنامہ کی متذکرہ صدر شرط بھی معلوم ہوجاتی تو شاید ترکی میں ایک فرانسیسی بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا۔

فرانس نے خود ہی ترکی کو جنگ میں مبتلا کرکے یہ پہلی مرتبہ اوس سے بیوفائی نہیں کی تھی۔ لوئی چہاردہم نے بھی اسیطرح کیا تھا۔ اوس نے پہلے ترکوں کو آسٹریا سے بھڑادیا۔ اور پھر تنہا بمقام رسوک آسٹریا سے صلح کرلی۔ لوئی پانزدہم نے بھی یہی کیا تھا۔ ترکوں کو پولینڈ کی حمایت میں کھڑا کرکے پھر سارا بوجھ اونپر ڈالدیا۔ اور خود کنارہ کش ہوگیا۔ مگر (بقول مسٹر پیرز۔ جو نپولین کی بہت طرفدار ہیں) نپولین کی غداری سب پر فوقیت لیگئی۔ اوسنے غداری ہی نہ کی۔ بلکہ چال بھی غلط چلا۔ غلط چال کی اسے سزا بھی ایسی ملی کہ پہلے کبھی کسی غلط چال پر کسیکو ایسی سزا نہیں ملی تھی۔ کیونکہ یہ امر دنیا سے پوشیدہ نہیں کہ جن اسباب نے آخر اس نامور فاتح کو جزیرہ سینٹ ہلینیا کے زندان میں ڈلوایا تھا۔ ان میں سے ایک بڑا سبب وہ دغا اور بے وفائی بھی تھی۔ جو نپولین نے بمقام ٹلسٹ ترکوں کے ساتھ کی تھی۔

۹ جولائی سنہ ۱۸۰۷ء کو فرنچ جنرل گولی میناٹ عہدنامہ ٹلسٹ ان روسی اور ترک جرنیلوں کے پاس پہنچانے کیلئے جو دریائے ڈینیوب کے کناروں پر ایک دوسرے کے بالمقابل ڈیرے ڈالے ہوئے تھے ٹلسٹ سے روانہ ہوا۔ فریقین نے فرانس کی وساطت قبول کرکے عہدنامہ کا اسقدر حصہ جو اون سے متعلق تھا منظور کرلیا۔ اور ۲۴ اگست سنہ ۱۸۰۷ء کو بمقام سلوبوسیا فرنچ کمشنر کی موجودگی میں فریقین (روسی و ترکی وکلا) نے عہدنامہ التوائے جنگ پر دستخط کردیئے۔ مگر جب قطعی صلح کیلئے بحث مباحثہ شروع ہوا۔ تو اون میں کوئی سمجھوتہ نہ ہوسکا۔ اور کانفرنس کچھہ کئے بغیر برخاست ہوگئی۔ تاہم لڑائی اور دو برس تک شروع نہ ہوسکی۔ البتہ ولاشیا اور مالڈیویا پر روسی برابر قابض رہے۔ بعض وجوہ سے نپولین اور زار الکسندر اول میں رفتہ رفتہ پھر اسقدر نزاع بڑہتی گئی کہ آخر اتحادی معاہدہ فسخ اور دونوں میں جانگداز جدال و قتال

[1] بعض مورخ شام، مصر اور ڈلمیشیا کو بھی فرانس کے حصہ میں اور سرویا کو روس کے حصہ میں شامل کرتے ہیں۔ آسٹریا کو کوئی حصہ نہیں دیتے۔
مولف

شروع ہوگیا۔ انگریز مورخین کا بیان ہے کہ رہنیا و مالڈیویا کے روسی قبضہ کے علاوہ اسی بات پر بھی نزاع بڑھی تھی کہ سکندر مجوزہ تقسیم میں قسطنطنیہ خود لینا چاہتا تھا، اور نپولین[1] اوسے منظور نہ کرتا تھا۔ اس سے کشیدگی بڑھتے بڑھتے پھر نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ اور اس کشیدگی کا نتیجہ ہوا کہ دونوں طامع محروم رہے۔ اور ٹرکی تقریباً محفوظ رہی۔ ادہر نپولین کو اپنی غداری اور بیوفائی کا ثمرہ مل گیا کہ وہ ایسے موقعہ پر جب کہ اوسے ترکوں کی مدد یا کم از کم اس امر کی سخت احتیاج تھی کہ وہ روس کے ساتھ لڑائی جاری رکھیں۔ انہوں نے روس کے ساتھ صلح کر لی۔ اور اس طرح سے روس نے یکسو ہو کر نپولین کی فوج کو ایسا پامال کیا کہ پھر وہ کہیں نہ پنپ سکا۔ فی الحقیقت اوسی وقت سے اوس کا زوال شروع ہوگیا۔

دربار لنڈن عرصہ سے اس تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ دربار قسطنطنیہ سے پھر راہ و رسم پیدا کرنیکا کسی طرح سے موقعہ ملے جب اوسے [illegible] سے ترکوں کی ناراضگی کی خبر ملی تو اوس نے منقطع شدہ تعلقات کی تجدید کے لئے در پردہ سلسلہ جنبانی شروع کر دی۔ اس معاملہ کی مخبری سباسٹیانی کو باب عالی کے اول ترجمان پرنس سوزو کے ذریعہ سے ہوگئی۔ اور اوسنے ترک وزراء پر بدعہدی کا الزام لگا کر کہلا بھیجا کہ مجھے پروانہ راہداری دیدیا جائے میں قسطنطنیہ سے چلا جاتا ہوں۔ انگلستان سے نامہ و پیام کرنے میں اگر ترکی وزراء فی الواقع بدعہدی کے مرتکب بھی ہوئے تھے تو بھی وہ بیچارے حق بجانب تھے۔ پہلے غداری نپولین کی طرف سے ظہور میں آچکی تھی۔ مگر اوسکی طاقت ایسی زبردست تھی کہ ترکی گورنمنٹ بلا خوف و گزند اوسے ناراض نہیں کر سکتی تھی۔ وزراء نے سباسٹیانی کی دھمکی سے ڈر کر انگلستان سے نامہ و پیام یکقلم موقوف کر دیا لیکن پرنس سوزو کو اوس کی نمک حرامی کی سزا دے کر دل ٹھنڈا کر لیا۔ اس نمک حرام یونانی کا اسی اکتوبر ۱۸۰۷ء کو سر قلم کر دیا گیا۔

قپتچی اوغلی سوزو کا دوست تھا۔ اوس نے اپنے ینیچریوں کو بھڑکا کر سوزو کو بچانے کی کوشش کی۔ اور اوسے اسمیں مفتی کی مخالفت کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی جس سے قپتچی اوسکا جانی دشمن ہوگیا۔ اور اوس کی تخریب کے لئے مفتی عطاء اللہ سے سازش کر لی۔ مفتی ان دونوں کا مقابلہ نہ کرسکا۔ اور سلطان نے اوسے ینیچریوں کے شور و غوغا پر جلاوطن کرکے جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے طیار پاشا کو قائممقام بنا دیا۔ مگر کل اختیار سلطنت کی مدت قپتچی کے ہاتھ میں رہا۔ رعایا بھی قپتچی سے خوش تھی۔ سباسٹیانی نے اوسکا پلہ بھاری دیکھکر اوس کو اپنے ہاتھ پر چڑھا لیا۔

---

[1] نپولین نے اس کے متعلق سینٹ ہلینا میں بزبان خود حسب ذیل کہا تھا:۔ "زار اسکندر بہ ہمہ تن ٹرکی کی تقسیم کے خیال میں منہمک تھا۔ ہم دونوں نے اس مسئلہ پر آپس میں کئی دفعہ مباحثہ کیا۔ ابتداءً شروع شروع میں اوسکی تجاویز مجکو بہت خوش آئیں۔ میں نے خیال کیا کہ کل دنیا وحشی ترکوں کے یورپ سے نکال دیئے جانے پر خوشی سے پھولوں میں نہ سمائے گی۔ مگر جب میں نے اوس کے نتائج پر غور کیا، اور یہ دیکھا کہ اس سے روس کی طاقت میں بے حساب اضافہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ٹرکی میں یونانیوں کی بیشمار آبادی ہے۔ اور وہ طبعی طور پر روسیوں سے ملجاتے۔ تو میں نے تقسیم پر رضامند ہونے سے انکار کر دیا میرے انکار کی ایک اور بڑی وجہ یہ تھی کہ اسکندر قسطنطنیہ لینا چاہتا تھا۔ اور میں اسے کسی طرح منظور نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس سے یورپ کا موازنہ طاقت معدوم ہو جاتا تھا۔"

(مؤلف)

اور اوسکی مدرسے ہو ناریہ طلسمات کے باوجود سباسٹیانی کو باب عالی پر وہی اقتدار حاصل رہا جو اوسے سلیم کے وقت میں حاصل تھا لیکن اوسکا قسطنطنیہ میں رہنا دن بدن مشکل ہوتا جاتا تھا ترک اوسکو برابر طعنے دیتے کہ تمہارے شہنشاہ نے ہمیں چھوڑ دیا اور وعدے کر کے پھر گئے۔ اور وہ خود اپنے آقا کی اس کارروائی سے دلہی دل میں نادم تھا۔ اوسنے تبدیلی کی درخواست کر دی۔ اور نپولین نے اوسکی جگہ ایم ڈی لاٹور یا بورگ کو سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجدیا ۔

مصطفیٰ کی معزولی

مصطفیٰ اپنی عیش و عشرت میں مصروف تھا۔ مفتی اور قباقچی کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ طلبا سے بھی قباقچی کی نہ بنی۔ اور وہ رنجیدہ خاطر ہوکر روسچک گیا۔ پاشا مصطفیٰ بیرقدار کے پاس چلا گیا بیرقدار نہ فقط سلطان سلیم کے خیالات سے متفق بلکہ اوس کی ذلت کا بھی جان نثار ہوا خواہ تھا۔ اوسنے محض سلیم کی شفقت و نوازش سے اس قدر ترقی کی تھی۔ وہ اپنے مربی کی معزولی کی خبر سنکر رنجیدہ تو بہت ہوا مگر فوجی فرائض اوسے ڈینیوب کے کنارے روکے رہے ورنہ قسطنطنیہ پہنچکر سلیم کی مدد کرنے میں بیتاب رہے۔ اوسے ینی چری اور مفتی سے دلی عداوت تھی طلبا کے پہنچنے سے اوس کے جوش انتقام اور ساتھ ہی جوش عداوت کو از سر نو تحریک ہو گئی۔ اور سلوبوسیا کے معاہدہ التوائے جنگ سے روسیوں کے مقابلہ سے بھی فراغت ہوگئی تھی۔ وہ سلطان سلیم کو پھر تخت پر بٹھانے بلکہ اوسکا انتقام لینے کے لیے کمربستہ ہوگیا۔ وزیر اعظم چلبی مصطفیٰ پاشا ینی چری فوج لیئے ہوئے شروع سال سے ایڈریانوپل میں مقیم تھا۔ اوسکی طرف بہیج آفندی کو بھیجکر اوسے اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کی۔ اور کہلا بھیجا کہ تمہاری صدارت برائے نام ہے کل وزارت تو مفتی اور قباقچی کر رہے ہیں چلبی مصطفیٰ بیرقدار کے ساتھ متفق الرائے ہوگیا۔ اور اوسنے فوج لیکر ایڈریانوپل آنیکے لیے پیغام بھیجدیا۔ بیرقدار ۱۶ ہزار جان نثار البانوی اور بوسنوی ہمراہ لیکر وزیر اعظم کے پاس پہنچ گیا۔ اسکی آنے سے وزیر کی ینی چری فوج کسیقدر مشوش ہوئی۔ مگر بیرقدار کی تشفی دہنے سے وہ اوس کی طرف سے مطمئن خاطر ہو گئی۔ وزیر نے بیرقدار کو اپنے چند عزیزوں اور دوستوں کیطرف جو قسطنطنیہ میں تھے سفارشی خط لکھدیئے۔ یہ خطوط اور فوج کا ایک زبردست دستہ بیرقدار نے اپنے معتبر حاجی علی آغا کو دے کر اوسے قسطنطنیہ کیطرف بھیجدیا کہ جسطرح ہو باسفورس کے قلعوں پر قابض ہوجائے اور قباقچی کو قتل کر دے حاجی علی مدبر شخص تھا۔ وہ اپنے مدعا میں آسانی کامیاب ہوگیا۔ استنبول پہنچکر اوسنے قباقچی کے ذاتی ملازموں کو اپنے ساتھ گانٹھ لیا۔ اور اونکی مدد سے چار آدمی ہمراہ لیکر آدھی رات کو قباقچی کی خوابگاہ میں گھس گیا۔ آہٹ سنکر قباقچی جاگ اوٹھا۔ مگر حاجی علی نے اوسکو زیادہ مہلت نہ دی۔ اور خنجر آبدار سے اوسکا پیٹ چاک کر کے سر قلم کر لیا۔ اور پھر اپنے ہمراہیوں کے پاس واپس جاکر سر کو روسچک بیرقدار کے پاس بھیجدیا۔ قباقچی کے وارثوں کو جب اس واقع کی خبر ہوئی تو وہ روتے چلاتے ینی چری فوج کے پاس پہونچے۔ اور اونہیں نہ صرف قباقچی کا عوض لینے بلکہ اپنی جان بچانے کے لیے بھی لڑائی کے لیے تیار ہو جانے کے لیے کہا۔ سپاہ مذکور نے لڑائی پڑا وہ ہوگئی۔ مگر حاجی علی آغا کا دستہ ایسا کمزور نہ تھا۔ دوسرے بیرقدار قباقچی کا سر دیکھتے ہی یلغار کرتا ہوا قسطنطنیہ کے مضافات میں پہنچ گیا۔ اور شہر سے چار میل کے فاصلہ پر میدان داؤد پاشا میں خیمہ زن ہوکر سلطان سے فوج ینی چری کی تنخواہ کی موقوفی مفتی اعظم کی معزولی اور اپنے قصور وجسارت کی معافی کے لیئے کہلا بھیجا۔ سلطان بالکل بے بس تھا۔ اوسنے ایسا ہی کیا۔ اور پھر بیرقدار کا شکریہ ادا کرنے کے لیئے کہ اوسنے [illegible] خود

یقینوں اور دیگر مفسدوں سے ہاکی دلوائی جب وہ اوس کو کیمپ میں گیا۔ بیرقدار نہایت نرمی اور عجز و انکسار کے ساتھ پیش آیا۔ اور سلطان خوش و خرم محلسرا کو واپس جاکر پھر اپنے عیش و عشرت میں مصروف ہوگیا۔ اور بیرقدار چند دن تک کیمپ ہی میں معاملات سلطنت کا انصرام کرتا رہا۔ آخر کار شہر میں داخل ہونے کا قصد کیا۔ وزیر اعظم بھی ہمراہ تھا۔ بیرقدار نے اوس سے کہا کہ جو کچھ میں کہوں اوسے قبول کرتے جانے اور ہر حال میں میرے ساتھ شریک ہونے کا وعدہ کرو۔ وزیر نے کسیقدر تامل کیا جس سے ناراض ہوکر بیرقدار نے اوسکو قید کر دیا۔ اور وزارت کی خاتم و نگین اوس سے چھین لی۔ پھر شہر میں داخل ہوکر اعلان کیا کہ روس کے ساتھ صلح ہوگئی ہے اور میں علم مقدس محلسرا میں رکھنے کیلئے واپس لایا ہوں۔ کل رعایا یہ سنکر خوش ہوگئی۔ اور محلسرا سلطانی کے پہلے دروازہ تک اوس کے ساتھ ساتھ گئی۔ اس دروازہ پر ینگچریوں کا پہرہ تھا۔ اونہوں نے بیرقدار کو گذر جانے دیا مگر دوسرے صحن کے پھاٹک پر جو پوستانجی باشی مامور تھے اونہوں نے سلطان مصطفیٰ کے حکم بغیر دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ بیرقدار کو گمان تہا کہ اب کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی۔ میدان جیت لیا ہے۔ اوس نے غضب کیساتھ پوستانجی باشیوں کے افسر کو جواب دیا کہ مصطفیٰ کا نام نہ لو۔ ہمارا اور تمہارا بادشاہ سلیم ہے۔ یہ کہتے ہی اوس نے اپنے سپاہیوں کو دروازہ توڑنے کا حکم دیدیا۔ مگر اوس کے توڑنے کیلئے کچھ وقت درکار تہا۔ یہ وقفہ سلیم کے حق میں مہلک ثابت ہوا۔ مصطفیٰ کو بیرقدار کے اس فقرہ سے اوس کا مقصد معلوم ہوگیا۔ اور آخری امید وقت سلیم اور اپنے بہائی محمود کو فوراً قتل کر دیئے جانیکا حکم دیدیا کیونکہ ان کے ہلاک ہوجانے پر وہ خاندان عثمان کا اکیلا فرد رہ جاتا۔ اور اس سے پھر کوئی ترک ہاتھ لگانے کی بھی جرأت نہ کرسکتا۔ جلاد چشم زدن میں سلیم کے سر پر پہنچ گئے۔ اوس نے اونکا جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ اور اگرچہ وہ تنہا اور نہتا تہا تاہم قریب تہا کہ بیرقدار اوسے آملتا کیونکہ جلاد اوسکو مغلوب نہ کرسکے۔ آخر کمان سے اوس کا گلا گھونٹ ہی رہے تھے کہ بیرقدار کے آدمی دروازہ توڑ کر صحن میں داخل ہوگئے تھے۔ جب وہ اندرونی صحن میں پہنچے تو مصطفیٰ کے خواجہ سراؤں نے سلیم کی بیجان لاش بیرقدار کے سامنے پھینک کر کہا۔ "یہ ہے تمہارا سلطان جسکو تم ڈھونڈ رہے ہو" بیرقدار اپنے مربی کی لاش دیکھکر حواس باختہ ہوگیا۔ اور اوس کے سرہانے دو زانو بیٹھکر زار زار رونا شروع کر دیا۔ یہ کیفیت دیکھکر قپودان پاشا سید علی نے جو بیرقدار کے ساتھ شامل تہا بیرقدار کو کندھے سے ہلا کر للکارا کہ "یہ ماتم و گریہ کا وقت نہیں۔ عورتوں کیطرح آہ و بکا کرنا سپاہی کو زیبا نہیں۔ سلطان سلیم جیسے انسان کا نہیں بلکہ انتقام کا مطالبہ کر رہا ہے۔ اوٹھو اور اوسکا عوض لو۔ اور محمود خان کو تلاش کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی مارا جائے۔ اور آل عثمان کا خاندان مٹ جائے۔ اور خونخوار ظالم (سلطان مصطفیٰ سے مراد ہے) اپنے اعمال کی پاداش سے محفوظ ہو جائے۔"

بیرقدار کو یہ سنتے ہی ہوش آگیا۔ وہ اوٹھ بیٹھا۔ اور سب بلا تحاشا ایوان تخت گاہ میں گھس گئے۔ مصطفیٰ عادتاً وہاں پر عجب شان سے لباس شاہانہ سے سجکر تخت پر آبیٹھا تھا۔ مگر بیرقدار نے تاج و تخت کی کچھ پروا نہ کی۔ اور "تیرا یہاں کیا کام ہے" اسے تخت خالی کرنیکیلئے کہتے ہوئے اوسکو کھینچ کر تخت سے نیچے گرا دیا۔ اور اوسی کمرہ میں جہاں سلیم نظر بند تہا اوسے مقید کر دیا۔

اگرچہ چند منٹوں کی اور دیر ہو جاتی تو مصطفیٰ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوگیا تہا۔ محمود کو ایک وفادار غلام نے ایک آتشدان کی چمنی میں چھپا دیا ہوا تہا۔ قاتل سلیم سے فارغ ہوکر دوسرے کمروں کی تلاش کے بعد خاص اوسی کمرہ میں جہاں محمود چھپا ہوا تھا پہنچ گئے تھے اور

اور ڈھونڈ کر ہر گوشہ و کونہ میں تلاش کرنے ہی لگے تھے کہ محل فاتح البانیوں کے نعروں سے گونج اٹھا۔ یہ نعرہ محمود کی اپنی جان کی سلامتی کی ہی نوید خوش آہنگ نہ تھی بلکہ تاج و تخت شاہی کے حصول کی بھی مژدہ سنانے والی تھی۔ بیرقدار تھوڑی دیر میں محمود کے پاس پہنچ گیا۔ اور ۲۸ جولائی ۱۸۰۸ء کی شام سے پہلے علمبردار کی توپوں کی سلامی نے باشندگان قسطنطنیہ کو اطلاع کر دی کہ مصطفیٰ چہارم کے عہد سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور اب محمود ثانی سلطنت عثمانیہ کا بادشاہ ذی شان ہے۔

محمود ثانی کی تخت نشینی بیرقدار کی وفات۔ ینگچریوں کی کامیابی اور اصلاح کی طرف سے بظاہر مایوسی۔ محاربہ کی تجدید اور صلح

محمود کی عمر اوس وقت ۲۳ برس کی تھی تخت نشینی کے بعد جیسا کہ دستور ہے ایوب میں شمشیر بندی کی رسم ادا کی گئی۔ محمود ثانی الملقب بہ مصلح کی تخت نشینی سے ترکی تاریخ کا نیا دور شروع ہوا۔ اوس کو استقلال اور ہمت خداداد سے تمام پرانی خرابیاں دور کرنے کا سب سے بڑا مقصد کی بنا قائم ہو چکی تھی لیکن یہ کام ایک دن کا نہیں تھا سلطان مرحوم کا کل عہد اس کام پر صرف ہوا۔ اور کبھی دفعہ مخالفان اصلاح کو بھی کامیابی حاصل ہوئی کہ اصلاح کی طرف سے بظاہر نا امیدی ہو جاتی تھی۔

محمود ۱۷۸۵ء (۱۱۹۹ھ) میں پیدا ہوا تھا۔ اوس کو ابتدا سے ہی مطالعہ کا شوق تھا۔ اور نظر بندی کے زمانہ میں ترکی و فارسی علم ادب اور تواریخ کا مطالعہ کرتا رہا تھا۔ سلطنت کی خوش قسمتی سے تخت نشینی سے کچھ عرصہ پہلے اوسے سلیم جیسا قابل و لائق برادر سچا محب قوم و ملت اتالیق مل گیا جس سے اوس نے نہ فقط اصول جہانبانی کے متعلق بہت کچھ استفادہ کیا بلکہ خود اپنے ملک کی ضروریات سے بھی بخوبی واقف ہو گیا۔ اور بادشاہ ہونے کی صورت میں سلیم کی تجاویز و اصلاحات کو عمل میں لانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ایسا موقعہ اوسے ایک سال کے بعد ہی مل گیا۔ اور سلیم اوس وقت جب کہ وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا تو بھی اگر قدرت ہو ایک عظیم سلطنت کا مطلق العنان فرمانروا بن گیا۔ اور حسن اتفاق سے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے ارادوں کو عمل میں لانے کے لیے کافی سامان بہم پہنچ گئے مگر ایسے دوراندیشی سے کام لیکر ادن وسائل سے باوجود حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور جوانی کی امنگ اور اصلاح کے جوش میں آکر جلد بازی کا مرتکب نہ ہوا۔

عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اوس نے مصطفیٰ بیرقدار کو وزارت عظمیٰ کے منصب پر سرفراز کیا جس نے سب سے اول سلیم کے قاتلوں اور مخالفوں کی قطع و برید کی۔ موسیٰ پاشا اور کبھی دیگر نمک حرام فوج ینگچری کے افسروں سمیت قتل کر دیے گئے۔ اور مصطفیٰ کی حرم کی ۴۰۰ کنیزیں دریا میں غرق کرا دی گئیں۔ ایک اطالیا کی مورخ کا بیان ہے کہ سلطان محمود نے خود اپنے ہاتھ سے مصطفیٰ کی شہزادیوں کو اس خطا پر قتل کیا کہ ایک مرتبہ انہوں نے محمود کو سوتے ہوئے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ان جھگڑوں سے فارغ ہو کر بیرقدار نے اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس کام کو اس پیرایہ میں شروع کیا کہ مخالفان اصلاح کو بگڑنے کا موقعہ نہ ملے۔ اس کے لیے اوس نے یہ تدبیر سوچی کہ جدید فوج کو

افواج تدبیر کی ایک قسم کے نام سے تیار کیا جائے۔ یہ قسم فوج سیمنان کے نام سے موسوم تھی۔ اوس نے عمل کارروائی سے پہلے اکثر اعیان سلطنت، علماء ملت، سرداران فوج اور امرائے دولت کو قسطنطنیہ میں جمع کیا۔ اور اونکی منظوری کے لیے حسب ذیل تجاویز پیش کین۔ (۱) ینگچری فوج کی اسامیان آیندہ فروخت نہ ہوا کرین (۲) مجرد ینگچریوں کو بارکوں میں رہنا لازمی گردانا جائے (۳) جو ینگچری بارکوں میں موجود ہوں اور نہ دارالخلافہ سے باہر کہیں فوجی خدمت دے رہے ہوں اونکی تنخواہ ضبط کرلی جائے (۴) ینگچریوں پر اون آلات سلاح اور تجہیزات کے استعمال کو لازمی کر دیا جائے جن کی بدولت کفار کی افواج کو چیرہ دستی حاصل ہو رہی ہے (۵) سیمنوں کی جدید پلٹنیں تیار کی جائیں۔ یہ لوگ نوعمر مسلمانوں سے بھرتی کیے جائیں۔ اور یورپین طریقہ پر مسلح۔ انہیں ینگچریوں کے برابر تنخواہ دیجائے اور انکا اندرونی اہتمام و نظام وہی ہو جو ینگچریوں کا قدیم سے چلا آیا ہے

علماء اور سرداران فوج نے بظاہر بڑی خوشی سے ان تجاویز کو قبول کر لیا۔ مگر انکی رضامندی محض بناوٹی تھی۔ یہ تجاویز پہلی مرتبہ بیرقدار نے پیش کی تھیں اور وہ انکو تصور کر لیا۔ ینگچری دل سے ان تجاویز کے مخالف تھے۔ اور علماء بھی انکو ناپسند کرتے تھے۔ تاہم بیرقدار نے مفتی سے فتویٰ حاصل کر کے ان تجاویز پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ جدید فوج موسومہ سیمن میں شریف مسلمانوں نے تعصب جاہلانہ سے بھرتی ہونا پسند کیا جس سے مقررہ تعداد پوری ہو گئی اور صرف ملازمت کی توقع پر لوگ نوکر رکھے گئے۔ اور اس سے علماء اور ینگچریوں کی ناراضگی میں اور اضافہ ہو گیا۔ اور بیرقدار کو روپیہ کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کو رفع کرنے کے لیے اوس نے کئی دفعہ مساجد اور اوقاف کی املاک کی آمدنی سرکاری مصرف میں لانے کا ارادہ کیا۔ بلکہ اسے ظاہر بھی کر دیتا رہا۔ لیکن کسی وجہ سے وہ عمل میں لانے سے متفکر رہا۔ چند مہینوں کے تجربہ سے گذر جانے سے اسے یقین ہو گیا کہ ینگچری اب جدید فوجی اصلاح سے مانوس ہو گئے ہیں۔ فساد کا اندیشہ کرنا فضول ہے۔ اسلیے اوس نے صرف چار ہزار فوج (جن میں زیادہ تر بوسنویوں کی سپاہی تھی اور اوس کو انپر کمال بھروسہ تھا) دارالخلافہ میں رکھکر باقی کل فوج جسے وہ روسچق سے ساتھ لایا تھا واپس کر دی۔ اسکے علاوہ آٹھ ہزار ایشیائی سپاہ قاضی پاشا کی زیرکمان سقوطرے (سکوتری) میں مقیم تھی۔ اس بارہ ہزار فوج کو اوسنے ینگچریوں کے دبائے رکھنے کے لیے کافی سمجھا۔ مگر بوسنوی اور البانوی سپاہیوں کی روانگی سے دوسرے ہی دن فساد برپا ہو گیا جس کو پہلے مفسدوں کو اسی دن کا انتظار تھا بہانہ ملگیا تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور تیس دن ابھی باقی رہتی تھی کہ بیرقدار نے مفتی کو طلب کیا۔ وہ ہر وقت اپنے ساتھ سواروں کا ایک دستہ رکھا کرتا تھا۔ ایک بازار میں اسقدر ہجوم تھا کہ رستہ بالکل رک گیا ہوا تھا۔ بیرقدار نے اپنی اردلی کے سواروں (چاؤشوں) کو رستہ صاف کرنے کا حکم دیا۔ اور جب لوگ زبانی فہمائش سے نہ ہٹے تو سواروں نے ڈنڈوں سے کام لیا۔ یہ واقعہ ۱۴ نومبر ۱۸۰۸ء کو گذرا۔ اس سے مفسدوں کو لوگوں کے بھڑکانے کا موقع ملگیا۔ کہ وزیر کا دماغ اب اسقدر اونچا ہو گیا ہے کہ وہ آدمیوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ قہوہ خانوں اور مسجدوں میں جا بجا اسکا چرچا ہونے لگ گیا۔ اور علماء بھی ینگچریوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور آغا ینگچریوں کی صلاح و مشورہ سے اسی رات بلوہ کر دینے کا فیصلہ کر دیا گیا۔

چنانچہ بیرقدار اپنے محل میں بیٹھکر سو رہا تھا کہ ینگچریوں نے اوس کے محل اور متصلہ مکانات کو آگ لگا دی۔ اور محل کے معدودے چند محافظوں کو تہ تیغ کر دیا۔ وزیر بعالم سراسیمگی بیدار ہو کر ایک سنگی برج میں پناہ گزین ہو گیا۔ اور وہاں سے دشمنوں کا جان توڑ کر مقابلہ کرتا رہا

بسرج میں بہت سا گولہ بارود رکھا ہوا تھا۔ بقول بعض بیرقدار نے جب دیکھا کہ وہ اب کسیطرح مفسدون کے ہاتھہ سے نہیں بچ سکتا تو اوس نے خود اوسمیں آگ لگا دی۔ اور بروایت دیگر آگ بڑہتی بڑہتی خود بخود وہان تک پہنچ گئی۔ اور بارود کے ساتھہ برج اور بیرقدار بھی اڑگئے۔ باغیون نے وزیر کے محل پر ایسا اچانک حملہ کیا تہا کہ وہ سلطان یا قاضی پاشا کو بھی اطلاع نہ دے سکا تھا۔ اور اون کو ابھی خبر نہ ہوئی تھی کہ اوس کا کام تمام ہوگیا۔ وزیر سے فارغ ہوکر ینگچری فوج سیمین اور محلسرای سلطانی کیطرف متوجہ ہوئے۔ مگر اتنے مین قپودان پاشا مقابلے کے لیے تیار ہوگیا تھا۔ اور قاضی پاشا کی آدہی فوج اسکودار لیے باغیون کو قابو مین رکہنے کیلیئے پیچھے چھوڑ کر باقی چار ہزار سے محلسرای سلطانی کی حفاظت کیلیئے پہونچ گیا تہا۔ قپودان پاشا کے دو جہاز بندرگاہ خلیج گولڈن ہارن میں موجود تھے۔ اونہون نے تہیدعلی کے حکم سے ینگچریون کے آغا کے محل اور بارکون پر گولہ باری شروع کی۔ پندرہ اور سولہ نومبر کو فریقین مین سخت معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ اور شہر مین آگ بکثرت تمام پہیلتی جا رہی تھی جس سے کئی محلے اور تمام سرکاری گودام سامان حرب کے نیست ونابود ہوگئے۔ سلطان محمود محل کی چہت پر کہڑا ہوا اپنے دارالخلافہ کو اسطرح سے برباد ہوتا ہوا دیکھکر کفِ افسوس مل رہا تہا۔ مگر اوسکی کوئی پیش نہ جاتی تھی۔ اتوپیر کی تیم کو توپخانے بھی ینگچریون کے ساتھہ شامل ہوگئے۔ اس سے مفسدون کا پلڑا اسیقدر بھاری ہوگیا کہ اونکا مقابلہ کرنا ناممکن ہوگیا۔ اور باغیون نے محمود کی معزولی اور مصطفی کی بحالی کے نعرے بلند کرنے شروع کر دیئے۔ اسپر سلطان کے ہواخواہون نے ضرورت وقت سے مجبور ہوکر مصطفیٰ[1] اوس کے مسموم لٹکا دیا اور اوسکی چار حامایکنیزکون کو قتل کر دیا۔ محمود خاندان عثمان کا تنہا فرد رہ گیا۔ اور ینگچریون کو مجبورًا اسکی اطاعت تسلیم کرنا پڑا۔ تاہم سلطان نے اونکی وفاداری کیلیئے اونکو حقوق فرمانشاہی صادر کرکے تمام پورے رسم ورواج کے نفاذ کے برخلاف فیصلہ صادر کر دیا۔ باغی خوش وخرم گہرون اور بارکون کو واپس چلے گئے۔ اور پہر پرانا دستور رواج جن میں اپنی لازمی خواہون کو جاری و نافذ ہوگیا۔

[1] یہ امر بہت مختلف فیہ ہے کہ آیا مصطفیٰ محمود کے حکم سے قتل کیا گیا تھا یا کہ اوس کے وزراء نے خود بخود اوسے قتل کر دیا تہا۔ تاہم اسمین کوئی شبہ نہین کہ اگر مصطفیٰ ہلاک نہ کر دیا جاتا تو ینگچری ضرور محمود کو معزول کرکے پہر مصطفیٰ کو تخت پر بٹھلا دیتے۔ ایک ایشیائی مورخ کا بیان ہے کہ مصطفیٰ اس ہنگامہ میں قتل نہین کیا گیا تہا۔ قاضی پاشا۔ رامس پاشا اور شیخ آفندی وغیرہ کے ہلاک ہو جانے اور ینگچریون کے غالب آجانے پر محمود نے اون کو دلاسا و دلیری سے کام کر لیا تہا۔ اس واقعہ سے چند ماہ بعد مصطفیٰ نے امراء ینگچری کو در پردہ خط لکہا کہ محمود کو قتل کرکے مجہے سلطان بناؤ۔ یہ خط ایک عالم کو ملگیا جس نے اوسے علماء کو دکہایا۔ اور وہ سب شیخ الاسلام کے پاس جمع ہوئے۔ اور سب کی صلاح سے منیب آفندی قاضی اسلام بول سلطان کے پاس گیا۔ اور مصطفیٰ کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ سلطان نے قبول نہ کیا۔ اور کہا کہ جب مین اوس کے ارادہ کو روکنے پر قادر ہون تو پہر کیون اوسکی گردن مارنے کا حکم دون۔ قاضی نے اصرار کیا اور دلیل مین یہ حدیث پیش کی "اذا اجتمع الخلیفتان فاقتلوا احدہما" سلطان نے یہ سنکر منہ پہیر لیا۔ اور کچہہ جواب نہ دیا۔ منیب نے پہر کہا کہ سکوت عین رضا ہے۔ پہر بستانجی باشی کو اشارہ کیا اور اوس نے مصطفیٰ کو کمرہ میں جاکے قتل کر دیا۔ مورخ کا بیان ہے کہ منیب کو دیر ہوگئی تو امراء ینگچری خود پشیمان ہوکر قتل مصطفیٰ کی درخواست کرنے کے لیئے سلطان کے پاس حاضر ہوئے۔ آخرکار جب مصطفیٰ کی نعش لایا گیا جسے دیکھکر محمود چشم پرآب ہوگیا۔ اور سب حاضرین کو یہ کہکر کہ مجہے اس وقت اپنی باقی کی زندگانی کا خیال ہے رخصت کر دیا مگر یہ روایت صحیح نہین ہے۔ اتوبر ۱۸۰۸ء کو ہنگامہ کے وقت ہی قتل کیا گیا تہا۔ مولف ۱۲

اور بظاہر اصلاح کیطرف سے کامل مایوسی ہو گئی لیکن قوم میں کئی عقلمند اور مستقل مزاج افراد موجود تھے۔ اور ان کو ان خرابیوں سے تغیر کلی کی ضرورت اور بھی زیادہ محسوس ہو گئی تھی۔ وہ بظاہر خاموش تھے مگر مناسب وقت آجانے پر اوس سے فائدہ اوٹھانے کیلئے تیاریاں کر رہے تھے سب سے بڑھکر خود سلطان محمود چہارم کیطرح اپنے ملک اور قوم کے ان اشد ظالموں اور دشمنوں سے نجات پانے کے لیئے مناسب وقت کی آمد اور وسائل ضروری کے حصول کا منتظر بیٹھا تہا سلطان نے ینگچریوں سے صلح کرنے سے پیشتر اپنے ان خیر خواہ مشیروں اور وزرا کو جو لڑائی میں شہید نہیں ہوئے تھے پہلے سے قسطنطنیہ سے باہر بھیجدیا تہا۔ اور اس طرح سے ان کو ینگچریوں کے پنجہ سے بچا لیا تہا۔

نپولین اور زار اسکندر کے منصوبوں کی کیفیت اور ان کو آپس میں متفق نہ ہو سکنے کا باعث اوپر بتایا جا چکا ہے بلاد عثمانیہ کی ان اندرونی خرابیوں سے اسکندر کو سلطنت عثمانیہ کی باہمی تقسیم کی تجویز کو عمل میں لانے کی درخواست نپولین کے پاس کرنے کی از سر نو تحریک ہو گئی۔ اوس نے نپولین کو لکھا کہ یہ ٹرکی بیمار رہتا ہے جو دیگر وارثوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے بہر حال کسی نہ کسی دن روس کو مل رہیگا اور اوسکی حرص میں سابہلے سے بھی زیادہ ترقی ہو گئی ہوئی تھی۔ بہ تمام سلطنت تو درکنار جن صوبجات کی تقسیم کی تجویز کی گئی تھی۔ اب کے اوس نے تقریباً کل سلطنت کو تقسیم کرنے کی تجویز پیش کی اور کہا کہ بوسنیا اور سرویا بلکہ مقدونیہ کا حصہ بھی دیدیا جائے صرف سالونیکا کا شہر اور بندرگاہ ہرگز نہ دیا جائے۔ نیز البانیا یونان اور کریٹ کے علاوہ تمام جزائر قبرص شام اور مصر کل لیلے۔ اور روس کو والیشیا مالڈیویا اور بلگیریا کے علاوہ تھریس قسطنطنیہ اپنا ڈارڈینلز اور باسفورس کے متصلہ ایشیائی صوبجات بھی دیدیئے جائیں ترکون کے پاس صرف کوہستان .... کا ملک .... رہنے دیا جائے۔ یہی مزید طمع نپولین اور اسکندر میں بگاڑ کرنے کا باعث ہوئی۔ فرنچ سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ مسمی کالین کورٹ نے زار کو سمجھایا کہ قسطنطنیہ اور ڈارڈینلز کسی صورت میں بھی روس کو نہیں دیئے جا سکتے۔ اس سے روس لیوانٹ اور ہندوستان کی تجارت کا مالک ہو جائیگا۔ اور جب چاہے کارفو اور ٹولون وغیرہ کے دروازوں پر نمودار ہو سکے گا زار نے جواب دیا کہ یہ تو بالکل صرف حکم ہے قسطنطنیہ ہماری سلطنت کا صرف ایک سفصلاتی قصبہ رہیگا۔ اور سلطنت کی انتہا پر واقع ہونے کی وجہ سے .... وہ قدر و منزلت نہیں رہے گی جو اب سلطنت عثمانیہ کا دارالخلافہ ہونے کیوجہ سے اوس کو حاصل ہے لیکن چونکہ وہ ہمارے گھر کا پھاٹک .... متصرف ہونا ہمارے لیئے نہایت ضروری ہو گا۔

الغرض زار نے فرانس کو اس امر پر رضامند کرنے کے لیئے کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ اوس نے کبھی دشمنی کبھی .... کی کبھی خفگی دکھلائی۔ دہمکیاں دیں۔ اور کبھی ہمیشہ دوست صادق رہنے کا وعدہ کرکے نپولین جو کچھ بہت چاہے وہی دینے کا اقرار کیا۔ اور کہا کہ دنیا میں جہاں ضرورت پڑے میں نپولین کا ساتھ دونگا۔ مختصر روس نے کوئی اپنا منشا پورا ہونے .... اور کھلم کھلے طور پر ظاہر کیا تھا میں جیسی کہ اس موقعہ پر گفتگوئیں۔ فرنچ سفیر نے اس اصرار سے تنگ آکر کوئی تدبیر نہ دیکھ کر .... تجویز کیا کہ قسطنطنیہ اور آبنائے کو جرمنی کے قصبہ .... ہمبرگ کیطرح جمہوری شہر بنا دیا جائے ....

اور اوس مسئلہ سے الگ فرانس کے قبضہ میں دیدیئے جائیں تو روس بیشک قسطنطنیہ پر قبضہ کرلے۔ روسی سفیر رومانزوف نے کہا کہ ایسا صورت میں زار قسطنطنیہ کو لینے کی بجائے تقسیم کی پہلی تجویز کو ترجیح دے گا۔ الغرض اوس وقت ان دونوں حریفوں کو جو غیر ممکن جسم کے خیالی منافع کی تقسیم پر اس طرح سے جھگڑ رہے تھے اس امر کا وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ ترک تو قسطنطنیہ پر اپنے قبضہ کی چوتھی صدی پوری کرکے تقریباً پانچویں صدی کے وسط تک بھی پہنچ جائیں گے مگر چند ہی برسوں کے بعد روس کے قدیم دارالخلافہ ماسکو سے آگ کے شعلے آسمان تک بلند دکھائی دینے لگے۔ اور سرحدیوں کی بجائے فرانس بھی اوس میں تقسیم ہونے لگے۔ اور کچھ عرصہ بعد فرانس کا دارالخلافہ دو دفعہ یورپ کے سامنے سر تسلیم خم کرے گا۔ اور شہنشاہ نپولین بوناپارٹ افریقہ کے ایک گمنام و نمود جزیرہ میں قیدی بنا ہوا دکھائی دے گا۔

تاہم روس کو فرانس پر یہ بہت فائدہ حاصل تھی کہ وہ ولیشیا اور والاچیا پر قابض تھا۔ اور فرانس کے پاس ترکی سرزمین کا ایک انچ بھی نہ تھا [illegible] اون کا عہد یہ ہوا کہ نظام مملکت روس سے [illegible] بہت پیچیدا ناظرا۔ اور [illegible] معلوم ہوگیا کہ [illegible] روسی [illegible] کی تمیز کرنے میں اوسنے سخت غلطی کی۔ اوسنے اسکندر کو ٹالنے کی بہت کوشش کی اور [illegible] کہا کہ [illegible] سلطنت عثمانیہ کو برباد کرنے میں اوس وقت تک توقف کرنا چاہیئے جب تک کہ ہمیں اس طرف سے بےفکری نہ ہوجائے کہ انگلستان [illegible] وسیع مقبوضات کی تقسیم میں شریک نہیں ہوسکیگا۔ اور [illegible] یہ [illegible] جو [illegible] مقبوضات میں قابض نہیں ہوسکیگا۔

نپولین بڑی غلطی پر [illegible] کہ وہ روس سے قطع تعلق کردینے سے ذرہ بھی تامل نہ کرتا مگر ہسپانیہ میں اوسکی فوج کو [illegible] شکست فاش ملی تھی۔ اور دوسری طرف آسٹریا بھی سرکشی فوجی تیاریاں کر رہا تھا جس سے اوسکو پھر روس سے اتحاد قائم رکھنا ضروری ہوگیا تھا چنانچہ اوسنے دوبارہ ملاقات کرکے زار کو اپنے مطلب پر لانے کیلئے اوس سے مقام ارفرٹ (واقع جرمنی) ملاقات کی۔ اور اوس کو ترکی کی تقسیم کے خیال سے باز رکھکر بتاریخ ۱۲ اکتوبر ۱۸۰۸ء خفیہ معاہدہ کی رو سے یہ تسلیم کرلیا کہ زار ولیشیا و والاچیا اور نیز صوبہ فنلینڈ پر جو حال میں سویڈن سے چھینا گیا تھا اپنا قبضہ برقرار رکھے اور [illegible] پولینڈ کی سلطنت کو دوبارہ قائم نہیں کیا جائیگا۔ اور آخر میں دونوں نے باہم عہد کیا کہ جب تک انگلستان صوبجات مذکور کو روسی سلطنت کا جزو تسلیم کرلے اوس سے صلح کی گفتگو [illegible] نہیں کیجائیگی۔

انگریزی وزارت کو اس عہدنامہ کی خبر [illegible] میں نپولین نے فرانس کی حقیقی پالیسی اور [illegible] کو پورا کرنے کیلئے قرار کر دیا تھا [illegible] ہوگئی تھی۔ اور [illegible] صوبجات ڈینیوب پر روسی قبضہ کی طرف سے سخت تشویش ہورہی تھی۔ اور [illegible] روس اور فرانس کی باہمی سازش کی [illegible] کا تدارک [illegible] یہی سوچا کہ انگلستان اور ترکی میں صلح کرا دے [illegible] ایسا [illegible] ۱۸۰۹ء کو انگلستان اور ترکی میں صلح ہوگئی۔ باب عالی نے روس سے بھی مصالحت کی کو [illegible] مستقل [illegible] پیش کیں کہ گفتگوئے مصالحت ترک کردی گئی [illegible]

۱؎ [illegible] صوبجات ڈینیوب [illegible] گلیشیا [illegible] جاچکا [illegible] تسلیم کرلے [illegible] خود مختاری [illegible]

ٹرکی کو انگلستان سے صلح کرنے سے روکنے کیلئے بہت کچھ دھمکیاں دیں لیکن اون سے بجائے ترکوں کا غصہ اور بڑھتا گیا۔ حتی کہ کل قوم روس کے ساتھ لڑائی شروع کیلئے جانیکا مطالبہ کرنے لگ گئی۔ ہر ترک کی یہی خواہش و تمنا تھی کہ اس دفعہ فیصلہ کن کی لڑائی کیجائے۔ دغاباز دشمنوں اور مکار دوستوں کی ضرورت نہ پڑے جو ہرگز درمیان میں ملتوی نہ کیا جائے۔ وقفہ بہتر ہیں الٰی جو معاہدہ ٹلسٹ کے وقت سے بند تھی پھر شروع ہو گئی۔ اور سلطنت عثمانیہ کے ہر حصہ سے جوق در جوق مسلمان مجاہدین پایہ تخت میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ مگر پہلی بغاوت سے بدنظمی اور بے ترتیبی کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ سلطانی افواج میں کوئی اتحاد نہ رہا تھا۔ اور افسروں کی تابعداری اور فرمانبرداری کا نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ سر رابرٹ اڈیلو انگریزی سفیر ۱۳ جون ۱۸۰۸ء کی یادداشت مراسلہ میں افواج کی سرکشی کی جو کیفیت اپنی گورنمنٹ کو تحریر کرتا ہے۔ وہ سخت قابل افسوس ہے۔ اوس کا بیان ہے کہ کئی مہینوں تک ینگچریوں نے سلطان کے مقرر کردہ وزیر اعظم کو وزیر نہ مانا اور جب تک یہ سرکش راضی نہ ہوئے۔ وزیر مذکور قسطنطنیہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ کوتاہ کلام مصطفیٰ کی موت کے وقت سے لیکر اب تک یہ حالت رہی ہے کہ گویا سلطنت عثمانیہ میں کوئی حکومت ہی موجود نہیں مختلف محکموں کے اعلیٰ افسر اپنے اپنے صیغہ کے کاروبار سے ایک قدم تجاوز نہیں کرتے۔ کوئی شخص کل حکومت کا بوجھ اٹھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تمام ضروری سرکاری کاروبار معطل پڑے ہیں۔ اور صوبجات میں مسلسل بغاوتیں برپا ہوتی رہتی ہیں۔ الغرض گورنمنٹ کے جوڑ ہر جگہ کچھ ایسے ڈھیلے پڑ گئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ جس کام میں قوم بھی اوس کی مددگار ہو اوسے بھی وہ دشمنی سے نہیں چلا سکتی۔ ان خرابیوں کی کنہ اور ماہیت اوس سرگذشت سے جو روس کے ساتھ لڑائی چھڑ جانے پر سرحدوں پر گذری بخوبی واضح ہو سکتی ہے۔

"میں پہلے اطلاع دے چکا ہوں کہ روس کے بیجا مطالبات سے قوم کا جوش مارچ کے آخر میں انتہائی درجہ کو پہنچ گیا تھا اور اس نوبت پر وزارت عثمانیہ میں بھی کسیقدر جان پیدا ہو گئی تھی۔ تمام فوجی صیغوں میں نہایت مستعدی سے کام شروع ہو گیا اور بیڑہ کی تیاری کا حکم صادر کیا گیا۔ اور یہ کام ایسی پھرتی سے کیا گیا کہ دنوں میں دس جنگی جہاز سیلنگ سے ملبس ہو گئے۔ سرحدی قلعوں کو فوجیں اور سامان رسد بھیجنے کا حکم دیا گیا۔ اور ہر روز ہزاروں آدمی باسفورس سے سرحدوں کو جاتے دکھائی دیتے تھے۔ مگر بدقسمتی سے جب وہ ڈینیوب پر پہنچے تو دشمن کے مقابلہ کیلئے فوج میں شامل ہونے کی بجائے مخالف پاشاؤں میں کسی ایک یا دوسرے کے پاس ملازم ہو گئے۔ انمیں سے ایک شمولا کا اعیان ہے۔ اور دوسرے کا نام پہلوان آغا ہے۔ جو ملکی روسی کیمپ کے سامنے ایک دوسرے کے ساتھ خانہ جنگی میں مصروف ملک کو تباہ اور سلطنت کو کمزور کر رہے ہیں۔"

ٹرکی اور روس میں لڑائی شروع ہونے پر ۱۸۰۹ء میں آسٹریا اور فرانس میں بھی پھر جنگ برپا ہو گیا تھا [illegible] کو اتحادی معاہدہ کی وجہ سے نپولین کا ساتھ دینا پڑا لیکن زار کے دل میں ٹرکی کی تقسیم کے معاملات سے نپولین کیطرف سے کدورت [illegible] بیٹھ گئی ہوئی تھی۔ اور مزید برآں وہ اس ترجیح فاتح کی کارروائیوں کو بنظر حسد اور نگاہ رشک سے دیکھتا تھا۔ وہ [illegible] بیدلی کے ساتھ میدان میں آیا۔ مگر انہی وجوہات کے باعث اوسنے اپنی ساری توجہ فرانس اور آسٹریا کی لڑائی کی طرف منعطف [illegible]

اور اپنی بہترین فوج اور قابل ترین جرنیل صوبجات ڈینوب اور پولینڈ سے واپس منگوانے پڑے کہ اگر نپولین کے ساتھ بگڑ جائے تو کام دیں۔ تاہم اوس کے جرنیل بگریشن نے سن مذکور مین ترکون پر چند فتوحات حاصل کرلین یعنی اپریل ۱۸۰۹ء کو اوس نے بمقام سلوبوزیا ترکون کو شکست دے کر قصبات گرگیوا ۔ اسماعیل، طلطش اور ہرسووا فتح کرلیے۔ جس سے روسیون کے قدم دریائے ڈینوب کے دائین ساحل پر بھی جم گئے۔ ترکون نے اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے ۲۲ اکتوبر کو بمقام تاتاریتزا روسیون پر حملہ کیا مگر کوئی قطعی تصفیہ نہ ہوا۔ دونون فریق فتح کے مدعی رہے۔ ایشیا مین روسی افواج نے مشہور بندرگاہ پوتی کو جو بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل اور دریائے فاسیس کے دہانہ پر واقع ہے مفتوح کرلیا۔

روسیون کی ان فتوحات پر مسرور ہونے کی بجائے نپولین نے بڑی خوشی ظاہر کی۔ اور اون سے فایدہ اوٹھا کر اپنے پارلیمنٹ کو بڑے فخر کے ساتھ ہمت روس کے اتحاد سے آگاہ کیا چنانچہ ۳ دسمبر ۱۸۰۹ء کو اوسنے ان الفاظ مین اپنا عندیہ ظاہر کیا ”صوبجات الیریا کے قبضہ سے میری سلطنت عظیمہ کی سرحد دریائے ساؤ تک پہنچ گئی۔ اور سلطنت عثمانیہ سے متصل ہوگئی ہے۔ اور اوس موقعہ سے مین بحیرہ روم اور ایڈریاٹک مین اپنی تجارت کی بخوبی حفاظت کرسکتا ہون۔ اور اگر باب عالی انگلستان کے مہلک مشورون کو سننا چھوڑ دیگا تو مین اوسکی حفاظت کرونگا۔ لیکن اگر وہ اوس کی مکارانہ اور پراز دغا صلاح و مشورہ کے دباؤ مین آگیا تو مین اوسے سخت سزا دونگا۔ میرے دوست اور رفیق قیصر روس نے صوبجات فنلینڈ، مالڈیویا، والیشیا اور گلیشیا کے ایک ضلع کو اپنی وسیع سلطنت مین شامل کرلیا ہے۔ مجھے اوس سلطنت کی ترقی اور خوش نصیبی پر مطلقاً رشک نہین۔“

دوسرے برس (۱۸۱۰ء) کے موسم بہار مین روسیون نے جنرل کامنسکی کے زیر کمان جنگ شروع کرکے ۱۰ جون کو سلسٹریا فتح کرلیا۔ مگر شملا کو جہان وزیر اعظم موجود تھا کئی حملون کے باوجود فتح نہ کرسکے۔ اور ۷ اگست کو رسچک کے سامنے سخت شکست اوٹھائی جس مین خود روسیون کے بیان کے مطابق اون کے آٹھ ہزار آدمی قتل اور زخمی ہوئے۔ اور اسمین کوئی شک نہین کہ اگر بوسنیا کا پاشا روسیون کے شکست کھا کر بھاگتے وقت اون پر قلعہ سے باہر نکلکر حملہ کردیتا تو اونکی کل فوج نیست و نابود ہوجاتی مگر جیسا کہ ابھی بیان ہو کہ اس جنگ مین اکثر دیگر پاشاؤن کی کیفیت تھی سلطان کے افسر کی حیثیت سے کام کرنے کی بجائے ایک خود مختار بادشاہ بنا ہوا تھا۔ وہ بیرقدار کے بعد رسچک کا گورنر بنایا گیا تھا۔ اور بیرقدار کی وفات کے بعد اوسنے باب عالی کی ماتحتی سے آزاد ہوکر رسچک اور اوس کے ملحقہ علاقہ پر خود مختارانہ حکمرانی شروع کردی تھی جب روسیون نے اوس کے شہر پر حملہ کیا تو اوسنے کمال شجاعت سے مقابلہ کیا مگر جب وہ شکست کھا کر بھاگ گئے تو اوسے اونکی کچھ پروا نہ رہ گئی۔ اور اوس نے کھلے میدان مین اونپر حملہ آور ہوکر اپنی طاقت کو کمزور کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وزیر اعظم جسے وہ اپنا حریف سمجھتا تھا شملا مین موجود ہے۔ اور وہ اوس کی کمزوری سے فایدہ اوٹھانے سے دریغ نہین کریگا۔ بعد ازان جب باب عالی سے اوسکی صلح ہوگئی تو وہ اس محاربہ کی آخری لڑائیون مین کمال وفاداری اور مردانگی سے کام دیتا رہا۔ مگر اسی ایک واقعہ سے ناظرین کو معلوم ہوسکتا ہے کہ ترکون کی حالت کیسی ابتر ہو رہی تھی۔ اور سلطان کیسی سخت مشکلات مین مبتلا تھا۔ اسی سال کے موسم خزان مین روسیون نے دوبارہ حملہ کرکے رسچک کے شہر کو فتح کرلیا مگر قلعہ پر بدستور

ترک قابض رہے۔ چنانچہ سنہ ۱۸۱۱ء میں روسی شہر کو آگ لگا کر اُسے خالی کر گئے۔ اس فتح سے چند دن پہلے روسیوں نے بمقام باتن ے ستمبر کو ترکوں کو شکست فاش دے کر ان کا کل توپ خانہ کیمپ اور سامان چھین لیا۔ بعد ازاں سلسترا اور کئی دیگر مشہور مقام ان کے قبضہ میں آگئے۔ مگر شوملا کو فتح کر کے بلقان کو عبور کرنے کی کوششوں میں کامیابی نہ ہوئی۔ سنہ ۱۸۱۱ء میں فرانس کے ساتھ تعلقات ایسے بگڑ گئے کہ ان روسی جرنیلوں کو جو ترکوں کے مقابلہ پر مامور تھے۔ صرف مدافعت پر رہنے کا حکم موصول ہو گیا جس پر ترک لیکر دریائے [illegible] کو عبور کر کے ولاچیا میں داخل ہو گئے۔ اور کئی معرکوں میں روسیوں کو ہزیمتیں بھی دیں۔ مگر آخرش کمانڈروں کی ناقابلیت سے انکی ایک سالم فوج دشمن کے نرغہ میں گھر گئی اور تیس ہزار ترک سپاہیوں نے ۸ نومبر سنہ ۱۸۱۱ء کو روسی جرنیل کوٹوسوف کے سامنے اس شرط پر ہتھیار رکھ دیئے کہ اگر دونوں سلطنتوں میں صلح نہ ہو تو ان کو اسیران جنگ متصور کیا جائیگا۔

درمیان کئی مرتبہ مصالحت کی کوشش کی گئی تھی۔ سنہ ۱۸۱۰ء میں روس نے یہ شرائط پیش کی تھیں۔ مالڈیویا اور والیشیا روس کے حوالہ کر دیئے جائیں۔ جارجیا وغیرہ روسی علاقہ میں شامل سمجھے جائیں۔ چالیس ہزار دینار بطور تاوان جنگ دیئے جائیں اور تا وصولی روپیہ روس۔ وارنا۔ سپاک۔ سلسٹریا اور شوملہ پر قابض رہیگا۔ سنہ ۱۸۱۱ء میں نپولین کے حملے کے خوف سے ان شرائط میں بہت تخفیف کر دی گئی۔ اور کل مطالبات چھوڑ کر روس نے صرف دریائے سرٹ تک روسی حد سمجھے اور تیس ہزار تومن تاوان ادا کئے جانیکا مطالبہ کیا۔ ترک ذرا دریائے سرٹ کی بجائے دریا پرتھ تک کا علاقہ (یعنی بسیریبیا) دینا منظور کیا۔ روس کو لڑائی میں اسقدر غلبہ حاصل رہا تھا کہ وہ اگر اپنی پہلی شرائط پر بھی مُصر رہتا تو شاید ترکوں سے منظور کرا لیتا۔ مگر نپولین پانچ لاکھ جرار فوج لیکر روس کے قلب ملک پر حملہ کرنے کے لیئے بڑھا چلا آرہا تھا اور روس کو اپنے ملک کے بچاؤ کیلئے ایک ایک سپاہی کی ضرورت تھی۔ اور وہ جس شرط پر ترک پاتے اوسی پر صلح کرنے کے لیئے تیار تھا۔ ادہر سلطان کو بھی دشمن کے خطرہ کا علم تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ روس سے بدلہ لینے کا وقت آپہنچا ہے۔ اودہر نپولین نے بھی گذشتہ غلطیوں کی تلافی کے لیئے سلطان سے سلسلہ اتحاد تازہ کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ چنانچہ جب سلطان کو اپنے وزیر اعظم کی کارروائی کی خبر پہنچی تو وہ سخت ناراض ہوا۔ اور پیشکردہ شرائط کی تصدیق سے انکار کر کے نئی فوج کی طلبی اور بھرتی کا حکم دیدیا۔ اوس کے انداز سے پایا جاتا تھا کہ اس مہم سپاہ کی کمان وہ خود اپنے ہاتھ میں لینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ لیکن باب عالی نے اپنے بادشاہ کی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ ایک تو انہیں یہ اندیشہ تھا کہ نپولین کہیں پہلے کیطرح دغا نہ دے۔ دوسرے انگلستان نے روپیہ کی مدد سے اکثر ارکان کو اپنے ساتھ ملا لیا ہوا تھا۔ ادہر انگریزی اور روسی سفراء نے سلطان کو ٹلسٹ اور ارفرٹ کے خفیہ معاہدوں کے مضمون سے مطلع کر دیا۔ نپولین نے سلطان کو اپنے سفیر کی معرفت کہلا بھیجا تھا کہ اگر ترک لڑائی جاری رکھیں اور روس کے مقابلہ پر اپنی پوری طاقت سے کام لیں گے تو وہ نہ صرف صوبجات ڈینیوب بلکہ کریمیا بھی ترکوں کو واپس دلا دیگا۔ مگر اوسکی یہ کوششیں بیسود رہیں۔ اوسکی سابقہ بیوفائی، [illegible] کی خود غرضی اور اکثر ارکان دولت کی غداری نے سلطان کو روس سے صلح کر لینے پر مجبور کر دیا۔ اور فریقین میں ۲۸ مئی سنہ ۱۸۱۲ء کو بمقام بخارسٹ عہدنامہ مصالحت ہو گیا جس نے نپولین کی بربادی میں اسکے اعداء کو کچھ کم مدد نہ دی۔ ماسکو پر حملہ کنندہ فرانسیسی فوج کے میمنہ کو جس

روسی فوج نے تباہ کیا تھا۔ وہ وہی فوج تھی جو ترکون سے صلح ہو جانے پر والڈیویا سے گئی تھی۔ اور اسی نے مینہ کو تباہ کرنے کے بعد نپولین کے قلب لشکر کو ماسکو سے مراجعت کرنے وقت تباہ و برباد کیا تھا۔ معاہدہ بخارسٹ سے ترکون نے معاہدہ ٹلسٹ کا تو بدلہ لے لیا مگر ساتھ ہی نپولین کو روسی حملہ مین مدد نہ دینے سے اپنی گردن پر بھی چھری پھیر لی۔

سرویا کے باغی بھی اس محاربہ مین روس کے ساتھ شریک رہے تھے۔ اور ان کو یقین تھا کہ روسی سرویا کو آزادی دلائے بغیر ٹرکی سے صلح نہ کرین گے۔ مگر روس کو اوس وقت اپنی ایسی پڑی ہوئی تھی کہ وہ ترکون سے اپنا چھٹکارا ہو جانا غنیمت سمجھتا تھا۔ روسی وکلا نے حدود کی نسبت یہ شرط کے بعد جن مین نیسٹر کی بجائے دریا پر وتھ حد فاصل مقرر کیا گیا اور دریا مذکور سے مغربی جانب کا کل علاقہ والڈیویا اور صوبہ والیشیا ٹرکی کو واپس کر دیا گیا۔ سرویا کو ٹرکی کے حوالہ کر کے یہ شرط کی کہ اندرونی معاملات مین سرویون کو خود مختار رکھا جائے۔ اور ان پر نیم محاصل لگائے جائین۔ اور ان محاصل کی وصولی اجارہ داروں کی معرفت نہ ہو۔ بلکہ براہ راست سرکاری تحصیلدار وصول کیا کرین۔ اور کل سرحدی قلعون پر پھر ترکی فوج قابض ہو جائے۔ سرویا مورخ روس کی اس خود غرضی پر سخت ناراض ہین۔ اونکا بیان ہے کہ اس مکار دوست نے خود تو بصرہ بیا لیا مگر سرویون کو دغا دی۔ لیکن ساتھ ہی سرویون اور ترکون کے باہمی تعلقات کی تصریح ایسے مہمل الفاظ مین کی کہ اوسکو آیندہ مداخلت کرتے رہنے کا موقعہ ملتا رہے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سرویا اب کبھی ترکون کی اطاعت نہین مانین گے۔ اور ٹرکی کے ساتھ اونکے جھگڑے تنازعے ہوتے رہین گے۔

ایشیا مین حدود وہی رہین جو پہلے تھین۔ اور روس نے علاقہ جات مفتوحہ اناپہ وغیرہ کو واپس کر دینے کا اقرار کیا مگر خطرہ کا وقت گذر جانے پر اوسکی تعمیل سے اغماض کر گیا۔

باشندگان والیشیا اور والڈیویا کے حقوق قایم رکھے گئے اور باجگذار نے دو برس تک اونھین محاصل معاف کر دینے کا اقرار کیا۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے سلطان روس کے خطرہ سے واقف تھا مگر وجوہات مذکورہ صدر نے اوسکی پیش نہ جانے دی۔ انگلستان نے صرف اکتوار کا ان دولتون ہی کی طرح ز اپنے ساتھ نہین گانٹھ لیا ہوا تھا بلکہ سلطان کے دہمکانے کیلئے بیڑہ جہازات بھی ترکی سمندرون مین بھیجدیا ہوا تھا۔ نیز ممکن ہو سلطان نے یہ خیال کر لیا ہو کہ یورپی دول کی یہ مخاصمت عرصہ دراز تک قایم رہے گی۔ اور اسکی بدولت اوسے اپنے ملک کی اندرونی اصلاح اور استحکام طاقت کیلئے کافی مہلت ملجائے گی۔ اونکو جھگڑے مین مگر ایسے موقعہ کو کیون ہاتھ سے جانے دیا جائے۔

بہرنوع روسیون نے ترکون سے مصالحت ہو جانے پر بہت خوشی منائی کہ جیسا کہ مین رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا مین بندی جہود کی بحث مین لکھ چکا ہون ایک دوسری سلطنت کے سفیر نے روسی سفیر متعینہ لنڈن سے متعجب ہو کر کہا کہ مجھے کوئی ابھی تک ہنسی کہانی دیتی کہ تم لوگ کیون اسقدر خوشی ظاہر کر رہے ہو جس معاہدہ پر تم اسقدر نازان ہو رہے ہو وہ میری رائے مین ردی کاغذ سے زیادہ وقعت نہین رکھتا بلکہ میرا خیال ہے کہ ترکون نے محض تمہین دہوکہ دینے کے لیئے ہی اوسپر دستخط کیئے ہین۔ بعد

ناممکن ہے کہ روسی فوج کے واپس ہٹتے ہی ترک پھر اعلان جنگ نہ کر دیں۔ اور جو ملک تم نے اون سے لیے ہیں اون پر قبضہ نہ کر لیں جہاں تک مجھ کو علم ہے کوئی عیسائی طاقت تو ایسے موقعہ کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اور مجھ کو توقع نہیں کہ ترک بھی اسے جانے دینگے پرنس لیوین روسی سفیر نے جواب دیا کہ تم ترکوں سے واقف نہیں۔ اس عہدنامہ کی سیاہی ہماری نظروں میں ایک لاکھ سپاہیوں کے برابر قیمت رکھتی ہے۔ سپنسر انگریز مورخ اس فقرہ کو نقل کر کے لکھتا ہے کہ اللہ اکبر یہ ہے اعتماد و بھروسہ جو خود روسی اپنے عثمانیہ دشمنوں کے حلفیہ قول و اقرار پر رکھتے ہیں۔"

اس کے بعد یہی مصنف فرنچ لکھتا ہے کہ گو ترکوں پر اکثر مقابلتہً دوسروں کی نسبت زیادہ تر باقاعدہ بدعہدیوں کا الزام دھرا ہوتی رہی ہیں مگر وہ اپنی طرف سے معاہدوں کی ایمانداری سے تعمیل کرتے رہے ہیں۔"

باب (۱۳) سیزدہم

محمود ثانی کا کیرکٹر۔ بغاوت سرویا کا انجام۔ محمد علی پاشا اور مملوک۔ وہابیوں کی ہزیمت۔ علی پاشا کی سرکوبی۔ عیسائی رعایا کی امنگین۔ یونانی باغیانہ کمیٹیان موسومہ بہ ہٹیاریا۔ یونانیونکی بغاوت۔ ابراہیم پاشا فرزند محمد علی کا یونان پر حملہ کرنا۔ نیگچریون کی بیخکنی۔ روس کے ساتھ تنازعہ۔ معاہدہ آق کرمان۔ فرانس انگلستان اور روس کی مداخلت یونانیونکی حمایت مین۔ جنگ ناوارینو۔ محاربہ روس۔ عہدنامہ ایڈریانوپل و یونان کی آزادی۔ فرانس اور اوس کے تعلقات مشرق سے۔ محمد علی کی بغاوت اور ترکی افواج کی ہزیمت۔

روسی امداد۔عہد نامہ خونکار اسکلہ سی۔محمود کی اصلاحات۔مصر سے پھر بگاڑ ہو جانا۔مصری افواج کی فتحیابی۔سلطان محمود کی وفات۔سلطان عبد الحمید کی تخت نشینی۔انگلستان کی امداد سے تنازعہ مصر کا تصفیہ۔

کریسی صاحب اس نامور سلطان کا کیرکٹر جو اس نام کا دوسرا اور اپنے خاندان کا تیسواں فرمانروا تھا تحریر کرنے سے پہلے لکھتے ہیں "وہ روس سے اُسے خطرہ تھا۔ انگلستان سے اُسے اندیشہ تھا۔ فرانس کی طرف سے اُسے خدشہ۔ باغی ینگچریوں اور متمرد علماء سے اوسے خوف تھا۔ وہابیوں۔ مملوکوں۔ سرویوں۔ البانیوں۔ یونانیوں۔ روسیوں۔ کردوں۔ شامیوں اور مصریوں کی بغاوتیں یکے بعد دیگرے اوسکے لیئے وبال جان رہیں۔ اور جا بجا سرکش پاشاؤں کی خودسری سے جو خاندان عثمانیہ کو برباد چھچھت کرکے اپنی اڑھائی اڑھائی اینٹ کی جدا جدا مسجدیں بنانے کی درپے تھے اُسے خطرہ رہا۔ الغرض سلطان محمود کے عہد حکومت پر مصائب و مشکلات کے جو تاریک بادل چھائے رہے اونمیں سے چند ایک یہ ہیں جن کی تفصیل درج ہے۔ اس جوانمرد نے ان کل خطرات کا مقابلہ کیا۔ قسمت نے کئی مرتبہ اوس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ مگر اس عالی ہمت نے کبھی حوصلہ نہ ہارا۔ زمانہ قدیم کے مشہور مدبر اور طلیق اللسان مقرر ڈیماس تھینز نے اصول وضع کیا تھا کہ عزت کے لائق وہی شخص ہے جو عقل و فرزانگی سے کام لیکر آئندہ کی بہتری کے وسائل کو سوچ لے۔ اور پھر اون کے حصول کیلیئے جوانمردی سے کوشش کرے۔ صرف ایسا شخص ہی عزت کے قابل ہے۔ خواہ وہ اپنے مدعا میں کامیاب ہو اور خواہ مخالف حالات کی وجہ سے مجبوراً ناکام رہے۔ اس اصول کے لحاظ سے محمود واقعی اس قابل ہے کہ اوسکا نام ہمیشہ عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جائے"

اس کے بعد صاحب موصوف لکھتے ہیں "ممالک مغرب میں سلطان مرحوم کے کارنامہ زندگی کے اکثر حصص کی جزئیات ابھی تک مفصل معلوم نہیں ہوئیں۔ اس لیئے اوسکی مفصل و مبسوط سوانح عمری لکھنے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ تاہم اوس کے کیرکٹر کے عام خواص بالبداہت نظر آرہے ہیں۔ وہ بزدل یا احمق نہ تھا۔ اور نہ لوئی پانزدہم (شاہ فرانس) کی طرح خود غرض عیاش تھا کہ اپنی سلطنت کی روز افزوں تباہی اور حکومت کی قریب الوقوع زوال کو بہ خوبی سمجھتا ہو مگر دل میں اندازہ لگا کر مطمئن و بیفکر بیٹھا رہے کہ کم از کم میری عمر تک یہ سامان عیش و عشرت اور شان و شوکت قائم رہیں گے۔ میرے بعد فنا و معدوم ہوں تو ہوا کریں مجھے کیا۔ محمود کو کامل مایوسی کے وقت بھی کبھی ایسی نامردانہ خودغرضی اور بزدلانہ نفس پروری کا خیال تک نہ گذرا تھا جو قبائح و خطرات عظیم اوس کے گرد و پیش موجود تھے۔ اون کو دیکھتے ہی محمود واقعی جوانمردانہ ہمت و دلیری سے اون کی مقابلہ کیلیئے تیار ہو گیا۔ اور حرم سرائے عیش و آرام کو ملک و قوم کی خدمتگذاری کیلیئے ہمیشہ کے واسطے تیاگ دیا۔ یہ دعوے کرنا تو صحیح نہ ہوگا کہ اوس سے کبھی کوئی غلطی نہ ہوئی تھی یا اوس سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہوا تھا جو معیوب متصور ہو سکے۔ لیکن ہمیں کوئی

شک نہیں کہ اگر اوس کے کل کارنامہ پر غور کیا جائے تو وہ بیشک بڑا آدمی تھا اور اوس نے مشکلات اور مصیبتوں کے گھسان میں اپنے شاہی خاندان کی جس کی وہ نسل تھا۔ اور اپنی سلطنت کی جو کسی زمانہ میں نہایت شاندار رہ چکی تھی۔ اور جس کو چلانا نہایت صعب و دشوار کام اب اوس کے کندھوں پر پڑا تھا خدمات اور فرائض کو نہایت شریفانہ طور پر ادا کیا۔ اس مختصر سی تحریر میں کیسی نے سلطان مرحوم کے اوصاف ایسی خوبی اور فصاحت سے بیان کر دیئے ہیں کہ میں اوس پر ازدیاد کرنے کی کچھ ضرورت نہیں پاتا۔ اور پھر تاریخی واقعات کیطرف رجوع کرتا ہوں۔

محمود کو عہدنامہ بخارسٹ سے اپنے ملک کے اندرونی معاملات کیطرف متوجہ ہونے کیلئے بہت کچھ مہلت ملگئی۔ اور اوس نے اس مہلت سے فایدہ بھی بہت کچھ اوٹھایا۔ گو نیرنگی قدرت سے اوسے پھر اوسی سے بعد میں سخت نقصان اوٹھانا پڑا یعنی روس کو اس فرصت کے وقت ملک کو اندرونی خرخشوں سے پاک کرنے میں معقول امداد ملی تھی۔ روس نے معاہدہ بخارسٹ کے بعد ٹرکی سے فرانس کے برخلاف اتحادی معاہدہ کرنے کیلئے بہت کوشش کی۔ اور چاہا کہ سلطان روسی افواج کو اپنے علاقہ سے گذر کر فرنچ فوج مقیمہ ڈلمیشیا پر حملہ کرنے کی اجازت دے۔ مگر محمود نے یورپین معاملات اور مسیحی دول کی باہمی محاربوں میں کوئی دخل نہ دیا چنانچہ نپولین کے پہلی عزل کے بعد جب ۱۸۱۴ء میں دول یوروپ نے معاملات یوروپ اور تنازعوں کی اصلاح کیواسطے کہ جنگہاے نپولین کی وجہ سے نقشہ بہت تغیر و تبدل ہو گیا تھا۔ و آینا میں کانفرنس کی تو سلطان کیطرف سے اوس میں کوئی نائب شریک نہ ہوا۔ اور نہ ٹرکی کے متعلق اوس میں کوئی بحث و مباحثہ ہوا۔ مگر اس عدم تذکرہ سے ہی دول یوروپ نے گویا یہ تسلیم کر لیا۔ کہ ٹرکی کا وجود موازنہ طاقت کیلئے ضروری ہے۔ اور یہی ضرورت ہے جسنے اب تک ٹرکی کو عیسائی طاقتوں کے ہاتھ سے بالکل پامال ہو جانے سے بچا یا ہوا ہے۔ اس کانفرنس کے بعد نپولین کے پھر پیرس میں نمودار ہو جانے سے یوروپ میں تہلکہ برپا ہو گیا۔ اور اوس کو قابو کرنے کیلئے دول یوروپ کو پورا زور لگانا پڑا جسکے بعد ٹرکی کے معاندین بالخصوص روس کو اپنی طاقت کو سنبھالنے اور ستانے کیلئے کچھ عرصہ آرام کرنا ضروری ہو گیا اور سلطان کو بیرونی محاربوں سے فرصت ملگئی۔ مگر بدقسمتی سے ملک کی حالت خانہ جنگیوں اور اندرونی بغاوتوں سے ایسی خستہ و خراب ہو رہی تھی کہ سلطان کو سیاسی اور تمدنی اصلاحات کیلئے زیادہ مہلت نہ ملی۔ اور اوسے سب سے اول ان متمکن ناسوروں کے اندمال کا انتظام کرنا پڑا تاہم یہ بلند ہمت اصلاحات سے بھی غافل نہ رہا۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہر بارہ میں بھی کچھ نہ کچھ کرتا رہا۔ اور آخر اتنا کچھ کر گیا کہ تمام دستور و آئین کی کایا پلٹ دی۔

روس کے ساتھ ابھی مصالحت نہ ہوئی تھی کہ سلیمان پاشا حاکم بغداد نے ۱۸۱۰ء میں علانیہ بغاوت کر دی۔ سلطان نے خالد آفندی کو ادہر روانہ کیا اور اوس نے باغی کو قتل کر کے عراق عرب میں کسیقدر امن قائم کر دیا۔ جب روس سے صلح ہو گئی تو سرویا میں پھر فساد برپا ہو گیا۔

بغاوت سرویا کا نتیجہ

اس صوبہ کے متعلق عہدنامہ بخارسٹ میں جو شرائط ہوئی تھیں وہ اوپر درج ہو چکی ہیں لیکن مطابق ترکوں کو پھر سرویا میں دخل ہونے کے حالات ویسے ہی پہلے بغاوت سرویا کے

سلسلہ واقعات کو پھر اس جگہ سے شروع کرنا جہاں اُسے چھوڑا گیا تھا ضروری ہے بیقوطرسے کر پاشا کا شرائط پیش کرنا ایلچیون کا اونہیں قبول کر لینا۔ مگر سلطان سلیم کا اونہیں مسترد کر دینا پہلے لکھا جا چکا ہے۔ سلطان کی نامنظوری پر قراجارج نے شہر بلغراد کو فتح کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ بایں حال سلیمان پاشا کمانڈر قلعہ کو کوئی مدد نہ پہنچا سکا جسپر اوس نے فاقہ سے مجبور ہو کر اس شرط پر قلعہ سرویون کے حوالہ کر دیا کہ اوسکی فوج کو بلا تعرض سرویا سے چلا جانے دیا جائے۔ مگر وہ بلغراد سے چند میل کو فاصلہ پر ہی پہنچا تھا کہ ایماندار سرویون نے اچانک حملہ آور ہو کر سلیمان اور اوس کے ہمراہیون کو تہ تیغ کر دیا۔ اور پھر تمام ترک باشندون پر جو ابھی تک صوبہ کے مختلف شہرون مین مقیم تھے۔ ٹوٹ پڑے۔ اونکا تمام اسباب لوٹ لیا گیا بچّے کمال سنگدلی سے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے۔ مرد ایک زندہ نہ چھوڑا گیا۔ اور اون کی عورتین جنہین کبھی آفتاب نے بھی بے نقاب نہ دیکھا تھا سخت بیحرمتی کے بعد قتل کر دیگیئن یا کنیزکین بنالیگیئن۔

الغرض ۱۸۰۸ء مین سرویا مین ایک مسلمان متنفس باقی نرہ گیا۔ اور سرب قطعاً آزاد ہو گئے سرلی سردارون نے ملک کو آپس مین بانٹ لیا۔ اور ترکون کی املاک پر جشن منایا گیا۔ مگر اس طوائف الملوکی سے صوبہ مین عام طوفان بے تمیزی برپا ہو گیا قراجارج علاقہ شومادیا پر حکمران تھا۔ اور ایک دوسرا سردار مسمی میلاسک ویدین تو وک دو دتیزا سے سمندریا تک علاقہ رود ڈنیک پر۔ آخر اس طوائف الملوکی کو دور کرنے کی بیٹہ بارہ ممبرون کا ایک سینیٹ یا سوویٹ یا مجلس تشخیص قائم کیگئی لیکن جنگی سردار اوسکے فیصلون کی کچھہ پیروا نہ کرتے تھے۔ بدامنی برابر موجود رہی۔ اسپر چند ارکان مجلس نے تجویز پیش کی کہ اس سے تو یہی بہتر ہے کہ ملک پھر ترکون کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور اون سے وہی رعایتین حاصل کیجائین جو باشندگان مالڈیویا اور ولاشیا کو حاصل ہین۔ دوسرون نے کہا کہ روس یا آسٹریا یا فرانس مین سے کسیکی حمایت قبول کیجائے۔ آخر الذکر تجویز پر عمل کر کے قراجارج نے صوبجات الیریا کے فرنچ گورنر کی معرفت نپولین سے ٹرکی کے سلیو باشندون کو اپنی حفاظت مین لے لینے کی استدعا کی نپولین نے اس درخواست کے جواب مین سرلی باغیکو سنہری قبضہ کی ایک تلوار بھیجکر حمایت سے انکار کر دیا۔ اسپر زار سے التجا کی گئی۔ اوسنے فی الفور باغیون کو اسلحہ روپیہ اور فوجی افسر بھیجدیئے۔ اور ساتھہ ہی وعدہ کیا کہ اگر وہ کسی فناری یونانی کو اپنا حاکم بنائین تو روس انہین اپنی حفاظت مین لے لیگا۔ ترک پہلے تو بادشاہ گردیان کیوجہ سے اور پھر روس اور ٹرکی مین ازسرنو جنگ شروع ہو جانیسے باغیون کی سرکوبی کا کوئی انتظام نہ کر سکے۔ اور اون کے حوصلے اسقدر بڑھ گئے کہ ۱۸۱۰ء مین سرویون کی ایک جماعت نے نیلوسک اور دو بری نیانر کے زیر کمان ترکی علاقہ نسا پر اور دوسری جماعت نے قرہ جارج کے زیر کمان صوبہ بوسینیا پر حملہ کر کے قصبہ نووی بازار کا محاصرہ کر لیا۔ اول الذکر جماعت کو ترکون نے شکست دیکر دریا موراو تک کا کل علاقہ پھر فتح کر لیا جسپر جارج کو بوسینیا سے واپس ہٹ آنا پڑا اور یوسف پاشا نے تعاقب کر کے سرلی قصبہ کوٹنسز کا محاصرہ کر لیا۔ اس دو طرفہ حملہ سے سرویون کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ اور اون کے اکثر سرداران نے زار کو ملک کا بادشاہ مشتہر کر دینے کا تقاضا شروع کر دیا۔ اس امر کے تصفیہ کے لیئے جنوری ۱۸۱۱ء مین عام قومی مجلس منعقد کیگئی۔ اوس مین کوئی تصفیہ نہ ہو سکا۔ اور ممبرون نے چند نائب روس کی

ہیڈ کوارٹر میں امداد کی درخواست کرنے بھیجی پر قناعت کی۔ دریں اثنا لانسا کا پاشا تیس ہزار فوج لیکر ملک کو تاخت و تاراج کرتا پھرتا تھا۔ اور اکثر سرولی اپنے اپنے گھروں کی حفاظت کرنے کے لیئے قلعوں کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ قرہ جارج نے پاشا کا مقابلہ کر کے اوسے پسپا کر دیا۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد بوسنوی فوج پر بڑی نمایاں فتح حاصل کی۔ اس معرکہ کے متعلق وہ خود حسب ذیل لکھتا ہے:-

"وہ ہم سے آپہنچے ملجل گئے تھے۔ دو گھنٹوں تک تلوار کی لڑائی کی۔ اور بیشمار ترکوں کو قتل کر کے اون کے سر کاٹ لیئے۔ اون کے ہم سے پانچگنا زیادہ آدمی ضائع ہوئے۔ ایسی بڑی لڑائی ہمنے پہلے کبھی نہ کی تھی"۔ اس لڑائی کے بعد بوسنوی سرویا سے نکل گئے۔ اور بوسینیا و سرویا میں دریائے ڈربنا حد فاصل ہو گیا۔ اس فتح کی بطفیل قرہ جارج کا سکہ انکے ابنائے وطن پر ایسا بیٹھ گیا کہ سینیٹ نے انکو کل قومی سرداروں پر ایک طرح سے شاہی اختیارات عطا کر دیئے۔ اور انکو رعایا کی آسایش کے لیئے دستور العمل وضع کر دیا۔ اوس کو مخالفین جلاوطن کر دیئے گئے جس کسی نے سر اٹھایا اوسے بزور شمشیر مطیع و منقاد بنا لیا گیا۔ اس طرح سے قرہ جارج کل سرویا کا مطلق العنان بادشاہ ہو گیا۔ اور ترکوں کو جو روسیوں کے ساتھ مصروف پیکار تھے اس شخص پر حملہ کرنے کی جرأت نہ رہی۔ نساکر پاشا نے جارج کو کہلا بھیجا کہ اگر تم روسی حفاظت کو چھوڑ دو تو میں تمہیں سلطان سے گورنری کی سند دلا دیتا ہوں۔ جارج نے زار کی بلا اجازت ترکوں سے سلسلہ جنبانی مناسب نہ سمجھکر پاشا کی تجاویز سے روسی جنرل کو آگاہ کیا جس نے اسکا یہ عوض دیا کہ دوسرے برس ترکوں سے مصالحت کر لینے پر بروئے معاہدہ بخارسٹ ترکوں کو سرویا کے تمام قلعوں پر قبضہ کر لینے کا اختیار دیدیا۔

سرولی نے اوس معاہدہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک ترک رعایا کی سلامتی اور حفاظت کا صریح ضابطہ سے وعدہ نہ کریں اونکو سرویا میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اودھر ترکی وزراء مصر تھے کہ سرولی فی الفور تمام قلعے اور ہتھیار سلطانی فوج کے حوالہ کر دیں۔ یہ تنازعہ ابھی جاری تھا کہ ایک نیکبخت و محب قوم و ملت مسلمان ملا پاشا گورنر ودین نے جو وہاں کی سابقہ حاکم پسوان اوغلو کیطرح سلطان سے علانیہ برسر عناد تھا سرولی کو کہلا بھیجا کہ باب عالی کے برخلاف تم مجھ سے متحد ہو جاؤ۔ مگر روس نے جو اوس وقت ٹرکی کو فرانس کے برخلاف اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا تھا اور بنا برین ٹرکی کو مشکلات سے بچانے کا خواہشمند تھا سرولی کو اس اتحاد سے منع کر دیا۔ سرولی اس نصیحت کیوجہ سے یا ملا پاشا کے بعد ازاں راہ راست پر آجانے کیوجہ سے اس اتحاد سے تو باز رہے مگر ترکوں کی اطاعت ماننے سے برابر انکار کرتے رہے۔ اور مقابلہ کیلیئے تیار ہو گئے۔ کل قوم کو جارج نے ترکوں پر طرح طرح کے بہتان لگا کر سخت برافروختہ کر دیا ہوا تھا اور اوس محسن کش قوم نے ابھی چار سال پہلے چار برس کے ترکی سلوک کو فراموش کر کے اون بہتانوں کو سچ سمجھ لیا۔ اس غداری کو گو ضعف مزاج سے منسوب کر کے بھی مجبوراً دل تاسف کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ کاش ترک شروع میں ان لوگوں سے ایسا ہی برتاؤ کرتے تاکہ پھر کوئی غداری کرنے والا باقی نہ رہ جاتا۔ مگر ترکوں کی اسی مروت۔ انسانیت اور رحمدلی کا یہ پھل ہے کہ باوجود طرح طرح کے گذشتہ خطرات کے صدیوں تک انکی

حکومت ابتک قائم ہے۔ حالانکہ اس اثنا مین سینکڑون ظالم ہوئے ہین اور حکومتین نیست و نابود ہو چکی ہین۔ اور کئی خاندان تاج و تخت شاہی سے محروم ہو گئے ہین۔ قراجارج کے عام اعلان کا جو اوس نے قوم کے نام مشتہر کیا حسب ذیل مضمون تھا:۔

"ترکون نے سات برس ہوا ہے کہ ہر ایک سرب کو قتل کر دینے اور اون کی عورتون اور بچون کو غلام اور مسلمان بنا لینے کی حلف اٹھائی ہے۔ اونکا منشا ہے کہ سرب قوم کو بالکل فنا کر کے اونکی جگہہ دوسری قومین سرویا مین آباد کرین۔ مگر کیا یہ وہی ترک نہین ہین جن کو ہم نے اور ہماری قوت نے شکستین دی تھین جبکہ ہم بے ہتیار تھے۔ اب تو ہمارے پاس پانچسو توپین، سات قلعے اور چالیس ہزار مورچے ہین جو ترکون کے خون سے تر ہو رہے ہین"

جب سرب کسی طرح راہ راست پر نہ آئے تو سنہ ۱۸۱۳ء مین ترکی فوج نے سرویا پر حملہ کر دیا اور نگوتین اور کلادووا مین سربون کو فاش شکستین دیکر بھگا دیا اور اوسوا اور نک کل علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ ان متواتر شکستون سے قرہ جارج کا حوصلہ بالکل پست ہو گیا اور وہ اپنے زر و دولت کو جو اوس نے بیشمار جمع کر لی تھی پہاڑون مین دفن کر کے ہنگری کو اور وہان سے روس کو بھاگ گیا۔ اس سے سربون کی رہی سہی ہمت ٹوٹ گئی، ترکون نے سمندریا اور بلغراد کو فتح کر لیا۔ اور پھر کل سرویا کے مالک ہو گئے۔ اور اکثر جنگی و قومی سردار آسٹریا کو بھاگ گئے۔ جہان کی گورنمنٹ نے انہین گرفتار کر کے نظربند کر دیا۔

ترکون سے پھر وہی غلطی ہوئی جس کے وہ ابتدا سے مرتکب ہوتے چلے آرہے تھے۔ اونہون نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر کل سرگروہ باغیون سے ملک کو خالی کرانے کی بجائے نرمی اور دلاسا سے انہین اپنا رفیق بنانے کی کوشش کی مگر گرگ زادہ عاقبت گرگ شود۔ ترکی گورنمنٹ نے میلاس اوبرینووک (قرہ جارج کے بہنوئی) کو جو دوسرے سردارون کے ساتھ ملک سے باہر نہین گیا تھا علاقہ رودنیاک کا حکمران بنایا۔ پر یہ حال تھا کہ یہی چھوٹا سا ناسور تمام جسم پر پھیل گیا۔ اوس نے ۱۸۱۵ء مین سربون کو بغاوت پر آمادہ کر کے اور البانوی فوج پر جو اوس کے علاقہ مین مامور تھی اچانک حملہ کر دیا۔ اور اوسے شکست دیکر بھگا دیا۔

اس کے بعد اضلاع بلغراد اور ولیوو کے باشندے بھی باغیون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جلاوطن جوق درجوق ہر طرف سے ملک مین واپس آنے لگے۔ غرض سال کے ختم ہونے سے پہلے صرف قلعے ترکون کے قبضہ مین رہ گئے۔ باقی تمام صوبے پھر سربون کے متصرف ہو گئے۔ دوسرے برس (۱۸۱۶ء) سلطان نے دو زبردست فوجین سرویا کی سرکوبی کے لیئے روانہ کین۔ مگر اونہین سرحد پر ہی روک لیا گیا۔ اور آگے نہ جانے دیا گیا۔ ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اوس وقت ترکی کی عیسائی رعایا مین عام بے چینی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اون کو کامل یقین ہو رہا تھا کہ "اتحاد مقدس" کے متحد بادشاہ یعنی فرمانروایان روس، آسٹریا و پرشیا ضرور اونکی بہتری کے لیئے کوئی تدبیر کرین گے۔ چنانچہ یہ پہلے ہی سے عیسائی فرمانروایون سے ذرا سا اشارہ ملتے ہی کل سلطنت مین فساد برپا کر دینے پر تیار بیٹھے تھے۔ ادھر باب عالی بھی ان متحدہ بادشاہون کی کانگرس کی کارروائی کو جو ویانا مین بیٹھی ہوئی تھی بنظر تردد دیکھ رہا تھا اور اوسے اندیشہ تھا کہ دین مسیحی کے یہ مقدس مہاتما اور پہلوان کہین تعصب مذہبی سے اندھے ہو کر مسلمان ترکون کے ہی پیچھے نہ

پڑ جائیں۔ اور ان کو یوروپ کی پاک سرزمین سے نکالنے کا فیصلہ نہ کریں اِس اندیشہ کی وجہ سے سلطان اپنی کل فوجی طاقت کو محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اور سرولی رعایا سے لڑائی بہتر نا قرینِ مصلحت تصور نہیں کرتا تھا۔

اور ہر دوسری طرف میرزا محمد علی فرزند فتح علیشاہ قاجار شاہِ ایران کے فرزند نے روسیوں کو ایران کے سرحدی صوبوں سے نکالنے کے بعد شاید اخوتِ اسلامی کے تقاضا سے مجبور ہو کر اِس نازک موقعہ پر جب کہ سلطان کو عیسائیوں کیطرف سے مہمات درپیش تھا فتح بغداد کا عزم کر کے کردستان اور آرمینیا پر حملہ کر دیا۔ اور طبراق و قارص پر کئی لڑائیاں لڑا مگر اسی اثنا میں عارضہ نے اُسکو زہر سے ہلاک کر دیا۔ اور ایرانی لشکر واپس چلا گیا۔ فتح علیشاہ[1] کی یہ کارروائی اسلامی پہلو سے خواہ کیسی معیوب کیوں نہ ہو۔ مگر پولیٹیکل لحاظ سے اوسپر کوئی الزام وارد نہیں ہوتا۔ اسبارہ میں ترک اور ایرانی دونوں یکساں ملزم ہیں ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہو چکا ہے کہ روس کے ایران پر غلبہ پانے اور اوس کے کئی صوبے لے لینے میں ٹرکی نے اوس کی کچھ کم امداد نہ کی تھی۔ اور یہ انہی باتوں کا جواب تھا کہ آخری جنگ روم و روس کے وقت ۱۸۷۷ء میں شاہ ناصر الدین شہید نے سلطان سے بغداد کی واپسی کا مطالبہ کیا تھا۔ مگر پھر بھی اُسے آزیں ہے کہ سلطان کے کہنے سے مذہبی جہت اور پاس کے عوض کشتی پر غالب آگیا اور شاہ مرحوم اپنی مصیبت کے وقت ٹرکی پر چڑھائی کرنے سے محترز رہا جس کا آخر پھل ملگیا۔ اور سلطان کی خلافِ جنگ پر خطور کا علاقہ ایران کو دینا منظور کر لیا۔

الغرض ان وجوہات سے سلطان سرویا پر حملہ کرنے سے محترز رہا۔ اور میلاسک سرجوں نے قرہ جارج کی جگہ سرویا کا حکمران بن گیا تھا۔ نامہ و پیام شروع ہو گیا۔ اوسنے بھی مصالحت کرنے میں اپنی بھلائی دیکھی۔ اور رومیلیا کے پاشا مراشلی کے کہنے پر ایک ڈیپوٹیشن قسطنطنیہ بھیجا۔ جہاں روسی سفیر نے اوسکی بہت تائید کی۔ اور سلطان نے اپنی باغی رعایا سے ان شرائط پر صلح کر لی۔ سب کو عام معافی عطا کر دی گئی۔ مراشلی بلغراد کا پاشا بنایا گیا۔ اور اُسے تاکید کی گئی کہ سرویوں کو اپنی اولاد سمجھے۔ سرولی اعیان کو ملکی و فوجی اختیارات کو تسلیم کیا گیا۔ اور بارہ اعیان کی جنہیں رعایا منتخب کرے بلغراد میں ایک مجلس قائم کی گئی۔ اور تشخیص محاصل کا کام اوس کے سپرد کیا گیا۔ محاصل بہت کم تجویز کیے گئے۔ اور رعایا کی مذہب اور رسم و رواج کی حرمت کا اقرار کیا گیا۔ یعنی درحقیقت سرویا کو پوری خودمختاری عطا کر دی گئی۔ میلاسک اعلیٰ سردار منتخب کیا گیا۔ چند دیگر سرداروں نے اسکی مخالفت کی جن کو میلاسک نے اپنے گماشتوں کے ذریعہ سے قتل کرا دیا یا اوسکی دشمنی کی وجہ سے خود بخود ملک چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ میلاسک نے قرہ جارج کے دستور العمل کو بحال رکھا۔ اور جارج کے بیٹے پنشن مقرر کر دی یہ واقعات ۱۸۱۷ء میں گذرے۔ سال آئندہ میں روس کیطرف سے یونانی رعایا کو آزادی پر آمادہ کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔ اور قرہ جارج روسی مقبوضات جہاں وہ جا کر آباد ہو گیا تھا چھپ کے اپنے وطن کیطرف روانہ ہو گیا۔ اوسکا مدعا یہ تھا کہ سرویا پہنچکر وہاں کے باشندوں سے بغاوت کرادے۔ اور جب کہ ٹرکی کی توجہ ان اوسکو فرو کرنے میں

---

[1] فتح علی شاہ عجب الخلقت شخص تھا۔ دنیا میں سے تنہا۔ اوسکی داڑھی ایک گز سے زیادہ لمبی تھی۔ اور تو سو بیٹیوں کا باپ تھا۔ ۱۷۹۷ء میں تختِ ایران پر بیٹھا اور ۱۸۳۴ء میں فوت ہوا۔ موجودہ خاندان قاجار بانی آغا محمد شاہ کا برادرزادہ تھا۔

مصروف ہون۔ یونان کے کل باشندے باغی ہوکر ایشیا کے یونانی باغیون کے معاون ہوجائین۔ اسطرح تمام ملک مین بغاوت پھیلجانے پر ترک پھر ایشیا کو دھکیل دئیے جائینگے۔ اور ایا صوفیہ کے گنبد پر صلیب کا نشان نصب ہو جائیگا۔ مگر سرویا کی حد پر پہنچتے ہی ایپسلانٹس کو آدمیون نے انکو قتل کردیا۔ اور ایپسلانٹس نے اوسکا سر قسطنطنیہ بھیجدیا۔ روس نے اسیوقت باضابطہ طور پر مشتہر کردیا کہ اوسے جانبین کے منصوبون سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور پھر سلطان نے ایپسلانٹس کو انکی خدمت کے صلہ مین اعلے سردار بنا دیا۔ اور سنہ ۱۸۱۸ء مین رہ بالکلیہ سے سرویا کا خود مختار فرمانروا ہوگیا۔ مگر بظاہر اوس نے پابجائی کی تابعداری سے کبھی انحراف نہ کیا۔ اور سلطان نے بھی اوس سے کبھی تعرض نہ کیا۔ اور اوسی کو غنیمت سمجھا کہ سرزمین مذکور بے مہار ہونے کی بجائے ایک شخص کے ماتحت تو ہین جو اپنی ذاتی اغراض سے مجبور رہکر انقلاب پسند منصوبون مین شریک ہونے سے محترز اور باشندون کو قابو مین رکھے رہیگا۔ لیکن اسمین بہت کم شبہہ ہے کہ اگر بغاوت یونان کی وجہ سے سلطان کیلئے تازہ مشکلات نہ پیدا ہوجاتین تو وہ اس امر کا یقین ہوجانے پر کہ روس اتحاد مقدسہ ٹرکی کے برخلاف کچھ نہین کرنیکا ارادہ رکھتا ضرور ایپسلانٹس کی مطلق العنانی کو رد کرنیکی کوشش کرتا۔ اس یونانی بغاوت کے حالات بیان کرنیسے پہلے اندرونی باغیون کی دو زبردست جماعتون کی سرکوبی کا جو اس تازہ بغاوت سے پہلے وقوع مین آئی ذکر کردینا ضروری ہے ؂

محمد علی پاشا والئے مصر اور مملوکون اور وہابیونکی سرکوبی

یہ دو زبردست جماعتین وہابیون اور مملوکون کی تھین۔ محمود کے مصری پاشا محمد علی نے جو موجودہ صدی کے مشاہیر سلمان مدبرون اور فاتحین مین شمار ہوتا ہے آخر الذکر کو بالکل نیست و نابود اور اول الذکر کی طاقت کو ہمیشہ کیلئے معدوم کیا۔ یہ نامور شخص سنہ ۱۷۶۹ء مین مقدونیہ کے ایک قصبہ الا مین پیدا ہوا تھا۔ اور ترکی فوجمین بھرتی ہوکر مصر مین آیا تھا۔ اوسکے ابتدائی کارنامون اور رفتہ رفتہ مصر کا پاشا ہوجانے کی کیفیت پہلے درج ہوچکی ہے۔ اوس نے اپنے صوبہ کی فوج کو یورپین[1] طریقہ پر تیار کرکے اپنی طاقت کو خوب مضبوط کرلیا تھا اور مصر سے انگریزون کو نکالدینے سے اسکی عام شہرت ہوگئی ہوئی تھی۔

وہابیون کی بغاوت کے ابتدائی حالات پہلے لکھے جاچکے ہین سلاطین کو بیرونی محاربون اور اندرونی خرخشون سے اس تیاہی جماعت کی بیکسو ہوکر سرکوبی کرنے کی کبھی فرصت نہ ملی۔ کبھی کبھی سلطانی فوجین حجاز سے نجد کو بھیجدیجاتین۔ جو پر جوش وہابیون سے شکست کھاکر واپس آجاتین۔ آخر وہابیون کو ہسقدر غلبہ ہوگیا کہ ۲ اپریل سنہ ۱۸۰۳ء کو اونہون نے مکہ معظمہ اور دوسرے برس مدینہ منورہ کو ترکون سے فتح کرلیا جہان اونہون نے کئی بزرگون کی مزارون کے گنبد گرادیئے۔ صرف مزار نبوی کا گنبد اونکی کوششون کے باوجود عمارت کی پختگی کیوجہ سے بچا رہا۔ سنت جماعت حاجیون کو ان متعصبون نے سخت تکلیفین پہنچانا شروع کردیا۔ جس سے تمام مسلمانون مین عام جوش پھیلگیا۔ اور وہ گورنمنٹ سے اس بلائے بیدرمان کے دفعیہ کا تقاضا کرنے لگے تھے۔ خود سلاطین بھی بیفکر نہ تھے۔ اونکی خلافت کا بہت کچھ انحصار حرمین شریفین کے قبضہ پر ہی تھا۔ مگر سلیم اور مصطفے کو اندرونی مشکلات اور بیرونی حملون نے

[1] ترکی فوج کی تیاری و تربیت مین ایک فرانسیسی کپتان سیلوس نے جس نے بعد مین اسلام قبول کرکے سلیمان نام رکھ لیا بہت مدد کی تھی۔

فرصت نہ دی۔ البتہ جب سلطان محمود کو ینگچریوں کے فساد سے مخلصی ملی تو اوس نے محمد علی کو حرمین سے باغیوں کے نکالنے کا حکم دیا۔ محمد علی نے اس خدمت کو بڑی خوشی سے منظور کر لیا۔ مگر ابھی تک اوسکی حکومت ملک میں مستحکم نہ ہوئی تھی۔ اور مملوک بدستور بالائی مصر میں موجود تھے۔ اوس نے ان اندرونی دشمنوں کے ذبیحہ سے پہلے عرب پر چڑھائی کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس امر کے درپے ہو گیا کہ جس طرح ہو پہلے مملوکوں کا ستیاناس کر دیا جائے۔ وہ مملوکوں کے تہور سے واقف تھا۔ اور جانتا تھا کہ میدان جنگ میں مقابلہ کر کے قطعاً پامال کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔ مگر اون کو پامال کرنا بھی ضروری تھا۔ لہذا اوس نے مکر و فریب سے، دلی ارادہ اون کی ذریعہ سے کامیاب ہو گیا۔ پہلے اوس نے مملوکوں سے دوستی لگائی تھی۔ اور اون کو دم دلاسا دے کر بالائی مصر کے ریگستانوں سے قاہرہ میں آ چلنے پر رضامند کر لیا جب وہ سب وہاں جمع ہو گئے تو اونکی عام دعوت کی۔ مملوک سرداروں کو دغا کا شائبہ گمان تک نہ تھا۔ اونہوں نے دعوت قبول کر لی۔ اور بلا خدشہ قلعہ میں چلے گئے۔ محمد علی نے البانوی سپاہی قلعہ کے صحن کے چاروں طرف چھپا رکھے ہوئے تھے۔ جب مملوک وہاں پہنچ تو قلعہ کا پھاٹک بند کر دیا گیا۔ اور البانوی سپاہیوں نے اوپر نا بندوقیں داغنی شروع کر دیں۔ مملوک نہتے اور جگہ تنگ تھی بیشمار اسطرح سے ہلاک ہو گئے۔ باقیماندہ گرفتار کر لیے گئے اور پاشا کے حکم سے ایک ایک کر کے قتل کر دیے گئے۔ بارہ بارہ برس کے لڑکوں پر بھی رحم نہ کیا گیا۔ اور اون کے الحاح و زاری کی کچھ پروا نہ کی گئی۔ تمام کے مملوک اسطرح معدوم کر دیے گئے۔ قدرے قلیل جو دوسرے شہروں میں تھے اون کو وہاں کے حکام نے قتل کر دیا۔ معدودے چند جان بچا کر حبش کو بھاگ گئے۔ اور جو گنتی کے آدمی باقی رہے تھے وہ پاشا کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ مملوکوں کا یہ قتل عام یکم مارچ سنہ ۱۸۱۱ء کو ہوا۔ جس کے بعد محمد علی کی حکومت مصر پر بالاستحکام شروع ہو گئی۔ اور اوسے کسی اندرونی دشمن کا خطرہ نہ رہا۔

ان سے فارغ ہو کر محمد علی نے اپنے فرزند طوسن پاشا کے زیر کمان وہابیوں کے مقابلہ پر فوج روانہ کی جس نے ینبوع۔ [illegible] جدہ پر قبضہ کر کے مدینہ کے قریب بمقام صفرا وہابیوں کو شکست فاش دی۔ اور مدینہ پر متصرف ہو کر وہاں کی کنجیاں سلطان کو بھیجدیں جس کی اس فتح پر ۳ جنوری سنہ ۱۸۱۲ء کو قسطنطنیہ میں دھوم دھام سے جشن کیے گئے۔ دو ماہ بعد مکہ معظمہ بھی فتح ہو گیا۔ اور کعبہ اوس شہر کی کنجیاں بھی پایہ تخت کو بھیجدی گئیں۔ حرمین کے بعد طوسن پاشا وہابیوں کو حجاز کے باقی علاقہ سے نکالنے کیلئے ۱۸۱۵ء تک لڑائی کرتا رہا۔ اور آخر امیر وہابیان عبداللہ بن مسعود بن عبدالوہاب نے طوسن پاشا سے صلح کر لی۔ مگر قسطنطنیہ جا کر سلطان سے معافی مانگنے سے انکار کر دیا۔ طوسن معاہدہ صلح سے تھوڑے عرصہ بعد فوت ہو گیا تھا۔ اور اوس کی جگہ محمد علی نے اپنے دوسرے بیٹے ابراہیم کو بھیجدیا ہوا تھا۔ ابراہیم نے امیر کے انکار پر اوس کے دارالخلافہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اُسے گرفتار کر کے اپنے باپ کے پاس لے آیا جس نے باغی امیر کو قسطنطنیہ بھیجدیا۔ جہاں وہ بقول بعض سنہ ۱۸۱۸ء میں اور بقول کریسی ۱۹ مارچ سنہ ۱۸۱۹ء کو قتل کر دیا گیا۔ اور حجاز و یمن سے وہابی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس فرقہ کے لوگ اب تک بھی نجد میں موجود ہیں۔ اور وہاں کی حکومت انہی کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اب سلطان عبدالحمید خان ثانی الغازی کے حسن تدبیر اور احسان و مروت سے وہ خلافت عظمیٰ عثمانیہ کے جان نثار بہی خواہ ہیں۔ چنانچہ امیر محمد ابن الرشید مرحوم نے سنہ ۱۸۹۷ء کے جنگ روم و یونان میں سلطان المعظم سے درخواست کی تھی کہ اوسے اپنی فوج جس میں کئی ہزار تلوار چلانے والے بہادر ہیں بھیجنے کی

اجازت دیجائے۔ مگر ضرورت نہ ہونیکی باعث سلطان نے اوس کی درخواست شکریہ کے ساتھ نامنظور کر دی تھی۔

اس مہم کی کامیابی سے محمد علی کی طاقت خوب مضبوط بنا پر قائم ہوگئی۔ اور ملک کی خوشحالی اور سلطنت کی آمدنی بڑھانے کیلیئے وہ ان کاموں کی تکمیل میں جنہیں نپولین نے شروع کیا تھا متوجہ ہوگیا۔ اسکندریہ سے قاہرہ تک نہر محمودیہ کھود دی گئی۔ فرنچ فوجی افسروں اور انجینیروں کی نگرانی میں نظام و باقاعدہ فوج اور بیڑہ جہازات کی تعمیر کا انتظام کیا۔ اور جا بجا صنعتی اور اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کر دیئے ۱۸۱۵ء کی عام مصالحت کے بعد سینکڑوں فرنچ افسر جو نپولین کی فوج میں شامل تھے بیکار ہوگئے تھے جس سے اکثر کو محمد علی نے بھاری بھاری تنخواہیں دیکر اپنا ملازم بنالیا کل ملک میں سڑکوں کا جال پھیلا دیا۔ اور دریا اور میں جہازوں کی حفاظت و پناہ اور مرمت کیلیئے لنگرگاہ اور ڈاکس (وہ حوض جن میں جہاز تعمیر یا مرمت کیئے جاتے ہیں) تیار کر دیئے۔ محمد علی کو ان کاموں کیلیئے زر کثیر اور فوج کیلیئے آدمیوں کی ہمیشہ ضرورت رہتی تھی۔ روپیہ کیلیئے اوسنے سخت محاصل لگائے۔ اور فوجی خدمت رعایا پر لازمی کر دی۔ اس سے باشندوں کو تکلیف تو بہت ہوئی لیکن اس طریق سے وہ مستقل اور خوب قواعدداں فوج تیار کرلینے میں کامیاب ہوگیا جس فوج کی عمدگی بغاوت یونان اور خود محمد علی کی سرکشی کے وقت کل دنیا پر آشکارا ہوگئی۔ فتح حجاز کے بعد محمد علی کے فرزند نامدار ابراہیم نے نخلستان سیوہ اور علاقہ جات کاردوفان۔ دارفور اور نوبیا فتح کرکے اپنے باپ کی مقبوضات تقریباً خط استوا تک بڑھا دیئے۔

سرویا اور حجاز کی مشکلات کا ابھی خاتمہ نہ ہوا تھا کہ ۱۸۱۶ء میں انگریزی امیرالبحر نے الجزائر کو قزاقوں کی ماتحتی و تاراج سے تنگ آکر الجزائر پر گولہ باری کی۔ اور وہاں کے ڈے کو انگریز قیدیوں کے چھوڑنے پر مجبور کیا۔ یہ بربری ریاستیں گو دراصل بالکل خودمختار ہوگئی ہوئی تھیں۔ لیکن بظاہر برابر سلطان کے تابع فرمان متصور ہوتی تھیں۔ سلطان کو اندرونی مشکلات کی وجہ سے اس گولہ باری کے معاملہ میں کچھ مداخلت کرنے کی فرصت نہ ملی۔ اور کسیطرح اوسے ضرورت بھی نہ تھی ۱۸۱۱ء میں انگلستان اور ٹرکی میں عہدنامہ ہوچکا تھا کہ اگر اول الذکر کبھی بربری قزاقوں کی سرکوبی کرے تو ٹرکی اسپر ناراض نہ ہوگی۔ مگر انہی دنوں انگلستان نے جزائر ایونین پر بھی قبضہ کرلیا۔ اور اس معاملہ میں بھی ٹرکی بالکل خاموش رہی۔ اور اس کے معاوضہ میں اپنی ماتحت پاشا علی کو علاقہ پرجہ ملجانے پر ہی خوشنود ہوگئی۔

(علی پاشا)

علی پاشا بھی اس صدی کے مشاہیر مسلمانوں میں سے گذرا ہے۔ اوس نے بھی محمد علی کیطرح اپنے بیرونی بازو اور تدبر و استقلال سے اسقدر عظمت و طاقت حاصل کرلی کہ کچھ عرصہ تقریباً کل یونان۔ تھسلی اور البانیا کا خودمختار فرمانروا رہا۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قوم پر ایکطرف سے نحوست و ادبار چھا جائے۔ اوس کے مختلف اجزا باہم متفق رہکر کل جسم کی طاقت کو بڑھانے کی بجائے خودغرضی نفس پروری اور کوتاہ اندیشی سے اپنی اپنی جگہہ میر میران بنکر کل جسم کی تباہی کا موجب ہوجاتے ہیں۔ محمد علی نے اپنی لیاقت اور شجاعت سے بےنظیر عروج حاصل کیا۔ اور اپنی طاقت بھی بہت کچھ مضبوط کرلی۔ مگر اس طاقت و عروج سے جسد سلطنت کو جس کا وہ ایک عضو تھا مدد دینے کی بجائے اُلٹا اوس کی تباہی و بربادی کا کام لیا۔

غلطی علی پاشا والی یانیا سے سرزد ہوئی۔ اگر یہ دونوں پاشا نہایت ہمتی کے ساتھ اپنے آقا یعنی سلطان محمود کی اعانت و امداد پر کمربستہ رہتے تو اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ سلطنت عثمانیہ اون تباہیوں سے ہی نہ محفوظ رہتی جو اسپر وارد ہوئیں بلکہ باغلب وجوہ اوسکی سابقہ عظمت و شوکت پھر عود کر آتی۔ مدد و اعانت تو درکنار اگر یہ دونوں جن کو قسام ازل نے دنیاوی عقل سے بھی معقول حصہ دے رکھا تھا سلطنت کی تخریب کے درپے اور اپنی ڈیرہ اینٹ کی جدا مسجد بنانے پر ہی مصر نہ رہتے تو پھر بھی سلطنت ایسی ضعیف نہ ہوتی اور اوس کے اعداء کو تباہی بخش غلبہ حاصل ہوتا۔ یونانیوں کی بغاوت کے محرک بہت سے اسباب تھے لیکن اگر علی پاشا علانیہ سرکشی پر کمربستہ نہ ہو جاتا تو غالبًا عیسائی رعایا کی آتش بغاوت اسقدر جلد مشتعل نہ ہونے پاتی۔

علی[1] سنہ ۱۷۴۱ء کے قریب بالائی اپائیرس کے قصبہ ٹیپلین میں پیدا ہوا۔ اوس کا خاندان البانوی تھا جس نے عرصہ مدید سے اسلام اختیار کیا ہوا تھا۔ اوس کے باپ ولی بک نے بھائیوں کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر گھربار چھوڑ دیا۔ اور قزاقی اختیار کر لی جب اوسکی جمعیت مضبوط ہو گئی تو اوس نے ٹیپلین واپس آکر اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اور اون کے کل املاک پر قبضہ کر لیا علی ابھی چودہ سال کا ہوا تھا کہ ولی بک مر گیا۔ مگر اوسکی بیوہ خامکو نے خاوند کا پیشہ نہ چھوڑا۔ ایک مرتبہ اوس نے قصبہ گردیکی پر حملہ کیا۔ باشندوں نے مقابلہ کر کے اوس کے ہمراہیوں کو بھگا دیا اور وہ معہ اولاد اون کے قابو آگئی جنہوں نے چھوڑنے سے پہلے اوسکی سخت بے حرمتی کی۔ علی ابو الدین کا سپوت بیٹا تھا۔ اوس نے بھی اٹھارہ برس کی عمر میں راہزنی شروع کر دی۔ اور قزاقوں (رپالکاروں) کی معقول تعداد فراہم کر لی چند برس اسطرح بسر کرنے کے بعد اوس نے باب عالی کی ملازمت اختیار کر کے قسمت آزمائی کی۔ سنہ ۱۷۷۰ء کی بغاوت یونانیان اپنے آثار پیچھے چھوڑ گئی ہوئی تھی۔ اپائیرس کے اکثر جنبدار خودسر ہو گئے ہوئے تھے۔ اور قزاقوں نے مسافروں کی آمد و رفت بند کر دی ہوئی تھی۔ سلطان کو ان خرابیوں کے انسداد کی نہ فرصت تھی۔ اور نہ اوس کے پاس اسقدر وسیع علاقہ کو راہ راست پر لانے کی طاقت۔ علی نے ملازمت سلطانی اختیار کرنے کے بعد ان خودسروں کا انتظام شروع کیا۔ اور ابتدا گھر سے کی۔ اوس نے ضلع ڈلوینو کے تین پاشاؤں پر جن میں ایک اوس کا خسر دوسرا بہنوئی اور تیسرا دوست تھا۔ سرکشی کا الزام لگا کر اونہیں ہلاک کرا دیا۔ اس کے صلہ میں اوس کو دربند پاشا (حاکم شوارع) کا خطاب عطا ہوا۔ اور صوبہ سے قزاقی کی بیخکنی کے لیے چار ہزار البانوی فوج بھرتی کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اوس نے اکثر باغی سرداروں کو مغلوب کر کے اون کی املاک ضبط کر لیں۔ اور ضبط شدہ جائداد منقولہ کا کچھ حصہ ترکی وزراء اور باب عالی کو بھیج دیا۔ انہی دنوں آسٹریا اور ٹرکی میں لڑائی چھڑ گئی۔ اور اوس نے اس محاربہ میں قابل تعریف کام دیا۔ ترکی وزراء نے جن کو وہ ہمیشہ تحفہ تحائف دیتا رہتا تھا۔ اس کے صلہ میں اوسے تھیسلی کے ضلع ترکالہ کا پاشا بنا دیا۔ اوس وقت تک اوس نے اوس وعدہ کا ایفاء کیا جو اوس نے اپنی والدہ کے ساتھ اوس کے مرتے وقت کیا تھا۔ جسکو اپنی بے حرمتی کا آخری دم تک صدمہ رہا تھا۔ اور وہ بار بار اپنے بیٹے کو بدلہ لینے کی نصیحت کیا کرتی تھی۔ گورنری ملنے پر اوس نے

[1] مسٹر جان ڈیون پورٹ مصنف کتاب اپولوجی فار دی محمد اینڈ قرآن (جس کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے اور مظاہر الحق کے نام سے موسوم کیا) نے اس کی مفصل تاریخ عمری لکھی ہے۔ مؤلف

کر دیکھی اور کار خود اسکے باشندون کو تہ تیغ کرکے اون دیہات کو زمین کے ساتھ ہموار کرا دیا۔ اور جس شخص نے خاملکو کی پردہ دری کی تھی اوسے پنج سے چھید وا کر زندہ دہکتی ہوئی کیلون پر کباب کیطرح بھنوا دیا۔ بعد ازان اوس نے چند ہی برسون مین اکر د جیاہ جیبا کی و دلیری اور علانیہ و خفیہ خونریزی سے گرد و نواح کے چھوٹے چھوٹے پاشاؤن اور جاگیردارون کے علاقون پر قبضہ کرلیا۔ اور اسیطرح ایپائرس کی صدر مقام یانینا پر متصرف ہوگیا۔ اور وہان کی رہائش اختیار کرلی۔ مگر وہ باب عالی کو خراج بدستور بھیجتا رہا۔ اور اُسے ناراض ہونیکا موقعہ نہ دیا۔ ادہر عیسائی مسلمان دونون مذاہب کی رعایا کو حسن سلوک سے خوش رکھا۔ ادہر مسلمان درویشون کی صوفیانہ مجالس سماع و سرود مین بخوشی شریک ہوتا اور ادہر عیسائیون کے گرجون مین جاکر زبور اور حمدیہ بند گایا کرتا۔ ملک مین امن قایم ہوگیا۔ اور تجارت کی فروغ سے باشندے مرفہ الحال ہوگئے۔ وہ اون لڑائیون کو جو فرانس کے انقلاب عظیم کے بعد دل یورپ مین برپا ہوگئی تھین بنظر غور دیکھتا رہا۔ اور اون سے اپنے مقبوضات کو وسیع کرنیکا فایدہ اوٹھایا۔ یہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ ۱۷۹۷ء مین ریاست وینس کی بربادی پر اوس کے وہ مقبوضات جو ایڈریاٹک مین اور اوس کے شرقی ساحل پر واقعہ تھے۔ فرانس کو مل گئے تھے۔ اس سے فرانسیسی علی کے ہمسایہ ہوگئے۔ اور اون سے وہ اسطرح پیش آیا کہ اون کو مخلص رفیق ہونیکا یقین ہوگیا۔ مگر جب باب عالی نے فرانس کے برخلاف اعلان جنگ کیا تو علی نے ساحلی قصبہ بُتھرنٹو پر قبضہ کرلیا۔ اور پھر ازفوج سے بندر پریویسا پر حملہ کرکے اُسے بھی فتح کرلیا۔ اور وہان کی نصف آبادی کو تہ تیغ کردیا۔ یہ دونون قصبے فرانس کو مل ہوئے تھے لیکن ابھی تک شہر پارگا پر قبضہ نہ کیا تھا پریویسا کو جاتے وقت راستہ مین بندر نیکوپولس پڑتا تھا اوس نے ویران کیا۔ وہان دو سو آدمی فرانسیسی سپاہی کا موجود تھے۔ اونہون نے لڑائی سے محترز رہا۔ اور اوس شہر پر تصرف نہ کیا۔ متذکرہ صدر دونون شہرون کو لینے کے بعد اوس نے جزائر ایونین کے فرانسیسی گورنر کو اطلاع دی کہ مین نے ان شہرون پر اس لیئے قبضہ کیا ہے کہ کہین انگلستان اور روس اون پر قابض نہ ہوجائین۔ اسی طرح کی چال کر لیئے اوس نے نیکوپولس کو چھوڑ دیا تھا۔ باب عالی نے اوس کی ان فتوحات سے خوش ہوکر اُسے تین دمون کا جھنڈے والا پاشا بنا دیا۔ مگر ساتھ ہی ترکی گورنمنٹ کو اوسکی روز افزون طاقت سے دل مین حسد بھی پیدا ہوگیا تھا۔ جسے علی نے بیش بہا تحائف اہل دربار کو بھیجکر دور کردیا۔

۱۸۰۱ء مین اتفاقاً پاشا علی نے قبیلہ سولیان کی تباہی کی اجازت حاصل کی جو کوہستانی قبیلہ مسیحی المذہب اور یانینا کے شمالی علاقہ مین آباد تھا۔ ۱۷۹۰ء مین روسیون کے اغوا پر دیگر یونانی رعایا کی طرح اوس نے بھی علم بغاوت بلند کردیا تھا۔ اور علاقہ کے دشوار گذار ہونے کی وجہ سے اب تک مغلوب نہین کیا جاسکا تھا۔ علی نے بیشمار فوج سے اون کے علاقہ کا احاطہ کرکے انہین محصور کرلیا مگر کئی مہینون تک اندر نہ داخل ہوسکا۔ آخر ایک درہ کے محافظ سولی سردار نے رشوت لیکر حملہ آورون کو رستہ دیدیا۔ اسلئے سولیون کو ۱۸۰۳ء مین مجبوراً مصالحت کرنی پڑی۔ اور یہ شرط قرار پائی کہ سولی اگر چاہین تو اپنا مال و اسباب لیکر باہتھیار اپنے وطن کو چھوڑ سکتے ہین۔ لیکن اونہون نے سفر شروع ہی کیا تھا کہ علی کی فوجین حملہ کرکے تقریباً سب کو نیست و نابود کردیا۔ سولی عورتون نے ننگ و ناموس کو فاتحین سے محفوظ رکھنے کیلیئے دریا مین گر کر اور گھاٹیون مین خودکشی کرلی۔ اور مرد مقابلہ کرتے کرتے

ہلاک ہوئے۔ صرف تھوڑے سے سولیائی بچے جو بمشکل جزائر ایونین میں پہنچے۔

سولیون کی تباہی سے جنہوں نے اپنے جھنڈوں پر صلیب کا نشان بنایا ہوا تھا یورپ کے متعصب عیسائیوں میں عام جوش پھیل گیا۔ اور کئی یورپین ان کی بہادری نہ صرف ان کے مقابلہ کی وجہ سے بلکہ بہادر قوم کی بربادی پر نہایت غمگین و متاسف ہوئے مگر یورپین گورنمنٹیں نپولین کی طفیل اپنے جھگڑوں میں مبتلا تھیں۔ اور اس وقت سولیون کی تباہی کو ٹرکی کے برخلاف چھیڑ چھاڑ کرنے کے لیے بہانہ بنانے کی فرصت نہ رکھتی تھیں۔ نہ ہی جنوبی یونانی چاہتے تھے تو وہ بھی خاموش ہو گئے۔ اور کہیں ان کی شنوائی نہ ہوئی۔

بابعالی نے اس فتح کے صلہ میں علی کو رومیلی رہبی کا خطاب عطا کیا۔ اس منصب کا رکھنے والا وزیر اعظم کی عدم موجودگی میں افواج سلطانی کا سپہ سالار ہوا کرتا تھا۔ اس منصب پر مامور ہوتے ہی وہ مقدونیہ اور تھریس کے فتنہ پردازوں (زرداقون) کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس کو مخالفین کو توقع تھی کہ وہ اس کام میں کامیاب نہ ہوگا۔ چنانچہ غلط ثابت ہوئی۔ علی نے اسی ہزار سپاہ فراہم کر کے زرداقون اور باغیوں کا ناک میں دم کر دیا۔ اور سب نے آخر نتیجہ کی نیک عملی کے لیے یہ عمال دیکھ کر اطاعت قبول کی۔ دو پاشاؤں پر الزام لگایا گیا کہ وہ باغیوں کی درپردہ امداد کرتے ہیں۔ وہ قتل کر دیے گئے۔ اور رستے کھل گئے۔ اس مہم میں علی نے خود بھی بہت دولت جمع کر لی۔ کوئی شہر ایسا نہ تھا جس سے لُٹنے تاوان اور ہرجانہ یا نذرانہ نہ لیا ہو۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ گورنمنٹ اسکی کامیابی سے متردد ہو رہی ہے۔ اور بابعالی کو شبہ ہے کہ میں آزادی کا ارادہ رکھتا ہوں تو اس نے دوراندیشی سے کام لیکر فوج کو رخصت کر دیا۔ اور خود واپس یانینا چلا آیا۔ اور پھر کوہستانی علاقہ میں کامل طور پر خود مختار حکمران ہو گیا۔ اس کا دربار جاہ و تجمل اور زینت و زیبائش میں شاہی درباروں کی ہمسری کرتا تھا۔ قتل و غصب اور لوٹ کھسوٹ سے اس نے بہت مال و زر جمع کر لیا تھا۔ اس کی املاک کی آمدنی بھی حسن انتظام اور قیام امن سے بہت بڑھ گئی ہوئی تھی۔ اکثر مورخین اس کے زر و دولت کا اندازہ دو ارب روپیہ کے قریب کرتے ہیں۔ نپولین اور انگریز فرمانروایان مغرب بڑے اہتمام سے اسکی خط و کتابت (دوستی) اور وہ باضابطہ طور پر نہ سہی عملاً اس کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے کہ گویا وہ مطلق العنان فرمانروا ہے۔ عام رعیت ہی کو نہیں کل البانیا تھیسلی یونان جزائر ایونین اور خلیج آرٹا کا مالک ہونے کی بڑی تمنا تھی۔ اور خلیج[لہ] مذکور میں بوتھرو ... جنگ روم و یونان میں عام مشہور ہو گئی ہے۔ اور جس کو وہ اپنی سلطنت کا مرکز بنانا چاہتا تھا۔ ایک بیدار شہرہ تیار کرنے کا منشاء رکھتا تھا۔ اس کے ہموطن البانوی ترکی افواج کے شجاع ترین سپاہی تھے۔ یانینا اور ڈوڈونا کے جنگلات میں جہازوں کے لیے وافر اور بہترین لکڑی موجود تھی۔ اور یونانی جو بحیرہ روم کے بہترین ملاح مشہور ہیں بہت تھوڑے پیسے پر ہیں اور بحری فوج کے لیے اس کے پاس ہنر پیشہ ملاح موجود تھا۔ باقی رہا روپیہ۔ اسکی بھی کوئی کمی نہ تھی۔ لیکن اس توقع کا پورا ہونا محال تھا۔ بابعالی کی طبعی مخالفت کے علاوہ

لہ خلیج مذکور کا دہانہ گو بہت تنگ ہے مگر اندر سے اس قدر وسیع ہے کہ کل دنیا کے بیڑے اس میں سما سکتے ہیں۔ پریویزا اسی خلیج کے دہانہ کے شمالی ساحل پر واقع ہے۔ مولف

یوروپ کی مسیحی فرمانروا کبھی ایک نئی اسلامی طاقت کو جس کا شباب اون کے حق مین ہرگز خالی از خطر نہین ہو سکتا تھا قائم نہ ہونے دیتی تاہم وہ آہستہ آہستہ اپنے کام مین مصروف رہا۔ اور ۱۸۱۹ء تک جو اوسکی فتوحات یا مسعدہ مقبوضات کا آخری سال تھا۔ اپنے علاقہ کو بڑہاتا رہا۔ آخری قطعہ علاقہ پرجہ کا تھا ۱۸۱۹ء مین پر یویسا اور بطرنطو کے بعد علی قصبہ پرجہ پر بھی اگر روسیون نے اوسپر قبضہ نہ کر لیا ہوتا تو ضرور حملہ کرتا۔ معاہدہ ٹلسٹ کے بعد روسیون نے قصبہ مذکور فرانس کو واپس دیدیا جس نے وہان تھوڑی سی فوج متعین کر دی۔ باشندگان شہر کو شبہ ہوگیا کہ فرانسیسی فوج شہر کو علی پاشا کے حوالہ کر دینا چاہتی ہے۔ اسلیے اونہون نے انگریزون کو در پردہ پیغام بھیجدیا۔ اور ۱۸۱۴ء مین اس شہر کا پرجہ اون کے حوالہ کر دیا کہ وہ کبھی ترکون کے سپرد نہ کیا جائے مگر اس صریح قرارداد کے باوجود انگلستان نے ۱۸۱۹ء مین پرجہ اور اوس کا علاقہ علی پاشا کے ہاتھ بیچدیا۔ اور اس کے معاوضہ مین سلطان نے جزائر ایونین پر انگریزون کے پورے متسلط ہو جانے پر اعتراض نہ کیا۔ پرجہ کے باشندون نے علی کی ماتحت رہنا منظور نہ کیا۔ اور جزائر ایونین مین جا بسے۔

درینولا علی کی خودسری اور بیباکی مین دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ اور کل دنیا مین یہ مشہور ہو رہا تھا کہ وہ سلطان کی حکومت سے بالکل آزاد ہے۔ آخر اوسنے خراج اور فوجی کمک سے بھی انکار کر دیا۔ اور اوسکی جرأت یہان تک بڑہ گئی کہ اسمٰعیل پاشا نامی ایک صاحب اور افسر کو جو یانیا سے اسکی عداوت کے خوف سے قسطنطنیہ بھاگ گیا تھا۔ اور سلطان نے اوس کو خود اپنے دربار مین ایک عہدہ عطا کر دیا تھا فوری ۱۸۱۰ء مین دو آدمی بھیجکر خاص قسطنطنیہ مین قتل کرا دیا۔ اس سے سلطان کو اوسکی سرکوبی کا موقعہ ملگیا۔ اس سنگین جرم اور حرکت قبیحہ سے علی پولیٹیکل لحاظ سے معتوب سلطانی نہین بلکہ دینی لحاظ سے بھی مرتد و مردود ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے فتویٰ صادر کر کے اوسکو زبانی خارج از دین و مذہب اور خارج از پناہ حکومت قرار دیدیا۔ اور اوسے چالیس دن کے اندر سلطانی عدالت مین حاضر ہونیکا حکم دیا گیا۔ ادہر کل وفادار پاشاؤن اور دیگر رعایاے سلطانی کو خارج کر دینیکا حکم ملگیا۔ علی نے انگلستان سے جو پہلے بھی اوسے کئی دفعہ مدد دیتا رہا تھا التجا کی کہ وہ سلطان سے اوسکی سفارش کرے اور اگر سلطان نہ مانے تو پھر فوجی مدد دے مگر انگلستان نے کسی ایسے شخص کی جسکا آفتاب اقبال ڈہلگیا ہو یا عنقریب ڈہلنے والا ہو پہلے کب مدد کی تھی کہ اب اوسکی کرتا۔ ادہر سے مایوس ہو کر وہ عیسائی رعایا کی طرف متوجہ ہوا۔ سلطان نے اوسکی گرفتاری کیلیے معقول تیاریان کی تھین۔ سمندر کیطرف سے قپودان پاشا نے پرجہ اور پریویسا پر حملہ کیا۔ اور بیس ہزار فوج لیکر خورشید پاشا موریا سے یانیا پر حملہ آور ہوا۔ شروع شروع مین علی کو خفیف سی کامیابی ہوئی مگر سلطان محمود کی مستعدی اور استقلال کا کچھ عکس اوس کے جرنیلون پر بھی پڑ گیا تھا۔ دوسری طرف اونہون نے یہ کہکر سفارشیون کا منھ بھی بند کر دیا تھا کہ جو شخص اس باغی کے حق مین ایک لفظ بھی کہیگا اوس کا سر قلم کر دیا جائیگا۔ علی نے جیسا کہ وہ پہلے اکثر موقعون پر کیا کرتا تھا۔ اس دفعہ بھی اکثر ارکان دیوان کو زر خطیر بطور رشوت بھیجدیا تھا کہ وہ مسعی سفارش کر کے سلطان کو راضی کرین۔ سلطان کی دھمکی نے یہ رستہ بھی بند کر دیا۔ آخری چارہ عیسائی رعایا کی امداد تھی۔ یونانیون کی مجالس ہیٹیار یا سے اوسکا بھی مدت سے تعلق چلا آتا تھا۔ کر

یونانی قزاقوں بلکہ سرلیموں کو بھی مدد کے لیئے بلا بھیجا۔ اور امداد کے عوض ادن کو آزادی دلانیکا اقرار کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کہن سال قومی نمکحرام اور دشمن قوم وملت نے جو قبرمین پاؤن لٹکائے بیٹھا تھا عیسائیوں کا جوش اوبھارنے اور اون کے اندیشوں کو مشتعل کرنے کے لیئے سلطان کے منظور نظر مصاحب حالت آفندی کا خط مشہور کر کے ایک فرضی خط مشتہر کر دیا جس مین لکھا ہوا تھا کہ عنقریب تمام عیسائی سلطان کے حکم سے تہ تیغ کر دیئے جائینگے۔ یونانی عیسائی گو پہلے بھی بغاوت کر چکے تھے اور اب بھی خفیہ مجالس اور اون کے ممبر روسی تحریک سے بغاوت کا مادہ ملک مین پھیلا رہے تھے لیکن پھر بھی وہ ابھی تک علانیہ اُٹھ کھڑے ہونے پر تیار نہ تھے۔ بلکہ علی کی دعوت سے پہلے اکثر یونانیوں نے خورشید پاشا ترکی سپہسالار کو اپنی خدمات پیش کی تھین۔ یہ پاشا فوجی معاملات مین بہت ہی لائق مگر ساتھ ہی تند مزاج اور اکھڑ طبیعت کا آدمی تھا۔ اوس نے یونانیوں کی درخواست کو نفرت کے ساتھ رد کر دیا۔ اس برتاؤ اور حالت آفندی کے مصنوعی خط کی اشاعت نے یونانیوں کو رنجیدہ خاطر اور برافروختہ کر دیا ہتیاریا کے ممبر پہلے ہی اون کو اکسا رہے تھے۔ اب علی پاشا کے قاصدوں کی کل ملک مین پھیلگئی اور ان کے لغوا سے جب کہ ترکی افواج علی کے مقابلہ مین مصروف تھین تمام یونان مین بغاوت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور مالڈیویا سے لیکر موریا تک کل یونانی ہتھیار اوٹھا کر گورنمنٹ کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔ علی کی اس غداری سے گویا ایک زرخیز صوبہ سلطان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور لاکھون مسلمانوں اور اون کے معصوم بچوں اور عورتوں کا خون سفاک یونانیوں کے ہاتھ سے پانی کیطرح بہ گیا۔ مگر اوس نمکحرام کو اوس سے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ اوسکی سرکوبی پر وہی نامور جرنیل مامور تھا جسنے ۱۸۱۳ء مین سرویا کی بغاوت کی بیخکنی کی تھی۔ خورشید پاشا نے یانیا مین اس بڈھے کا کئی مہینے محاصرہ کر کے ایسا ناک مین دم کر دیا کہ آخر اسے اطاعت مان لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ ۵ا فروری ۱۸۲۲ء کو وہ شرائط اطاعت کی تصفیہ کے لیئے شہر سے باہر نکلا۔ مگر ترکی جرنیل کے کیمپ مین پہنچنے سے پہلے ہی اوسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اور خورشید نے اوس کا سر کٹوا کر قسطنطنیہ بھیجدیا۔ جہان اسکو آٹ میدان مین عبرت عامہ کے لیئے ایک ستون پر نصب کر دیا گیا۔ یہ موذی تو اپنی کیفر کردار کو پہنچگیا مگر یونانی باغی اپنے ہم مذہبون کی طفیل آخر اپنے مدعا مین کامیاب ہو گئے ٭

یونانیوں کی بغاوت۔ مجالس ہتیاریا۔ روسی سازش۔ یونانیوں کی سفاکی۔ ابراہیم پاشا کی فتحیابی ٭

یونانیوں کی یہ پہلی بغاوت نہ تھی۔ اس بغاوت کی تحریک بھی پردہ اوسی سلطنت کیطرف سے ہوئی جو پہلے کرتی رہی تھی۔ اور جو پھر کھلم کھلا باغیوں کی معاون ہو گئی۔ اس صدیہ کو اوسی سلطان نے فتح کیا تھا جسنے قسطنطنیہ کو فتح کر کے یونانی سلطنت کو ہمیشہ کے لیئے معدوم کیا تھا۔ مگر اس نیک نیت اور نہایت متحمل فرمانروا نے ہر پیشہ مذہب کے حکام کو مدنظر رکھکر محکوم و مغلوب یونانیوں سے ایسا فیاضانہ سلوک کیا جسکی تاریخ عالم مین بہت کم نظیر ملتی ہے۔ اوس نے یونانیوں کو پوری مذہبی آزادی عطا کی

اون کے بطریق کے اختیارات بحال رکھے۔ دنیاوی معاملات مین بھی اون کو یہان تک مراعات عطا کین کہ تشخیص و وصول محاصل کا کام رعایا کے ہی منتخب کردہ اہلکارون پہ چھوڑ دیا گیا۔ اور ہر عیسائی آبادی اور محلہ کو مقامی (میونسپل) اور مذہبی معاملات کو سرانجام کے لیے کمیٹیان بنانیکا اختیار دیدیا۔ یہی سلوک بعد ازان اور اوس سے پہلے دیگر عیسائی صوبون کے ساتھ ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ یونانیون پر اسقدر بھروسہ ہو گیا کہ وزارت اور سفارت کے مناصب جلیلہ پر بھی اونہین مامور کرنا شروع کر دیا گیا۔ اور جب صوبجات ڈینیوب پر غیر ولایتی گورنر مقرر کرنیکا فیصلہ ہوا تو سلاطین نے اس کام کے لیے یونانیون کو ہی منتخب کیا مگر ان ہنگرامون نے دوستی اور اطاعت کے پیرایہ مین وہ دشمنی کی جو جانی دشمن بھی نہین کرتے۔ اور اپنے ہم مذہبون کو بغاوت پر اکسانے مین کبھی اپنی طرف سے ذرہ بھر کوتاہی نہ کی۔

رعایا پر انتظام مملکت مین خرابی پڑجانے کے بعد بیشک جبر و تعدی ہوتی تھی مگر جیسا کہ پہلے مفصل لکھا جاچکا ہے قانون و رواج کا اسمین کچھ قصور نہ تھا۔ اور ترکی گورنمنٹ اور اوس کے اعلیٰ عمال بھی ایک طرح سے اس الزام سے پاک تھے۔ اونکا قصور یہی تھا کہ نگرانی مین کیون فرق آنے دیا۔ اصل جبر و تعدی کرنے والے وہی لوگ تھے جن کو ترکون نے عیسائی رعایا مین سے ہی منتخب کرکے خوجہ باشی کے نام سے سول انتظام پر مامور کر رکھا تھا۔ ان حضرات کی تعریف پہلے ہوچکی ہے جب تک ترک طاقتور رہے یہ لوگ اونکی پناہ مین رہکر اور اون کے نام سے اپنے ہم مذہبون اور ابنائے ملک کا خون چوستے رہے اور جب رعایا بغاوت پر تیار ہوگئی تو خود مطلق العنان حاکم بننے اور پھر اس طرح بھائیون کا گلا کاٹتے رہنے کے لیے باغیون کے ساتھ شامل ہو گئے۔

صوبہ پر ترکی تسلط ہو جانے کے بعد صرف دو جماعتین ایسی تھین جو اس اقتدار سے آزاد رہی تھین۔ ایک تو کوہستانی تھے جو کوہستان پنڈس اور پارناسس کی دشوار گذار گھاٹیون اور چوٹیون پر رہنے کی وجہ سے کبھی مغلوب نہ ہوسکے۔ اور انہون نے آہستہ آہستہ سرویا اور مقدونیا کے کوہستانیون کی طرح قزاقی کا پیشہ اختیار کر لیا۔ یہ لوگ اپنے ملک مین کلفٹ یا پالی کار اڑکالوم کہلاتے تھے۔ دوسری جماعت جزایر اور ساحلی قصبات کے باشندون کی تھی جو اپنی قدیم ذہانت سے تجارت مین مصروف ہوگئے۔ اس طرح سے محکوم مغلوب ہونے کی بجائے ترکون اور یورپینون کے درمیان تجارتی دلال اور متوسط بن گئے۔ اس دوسری جماعت کے لوگ غیر ممالک کے باشندون کے میل جول اور سفر و سیاحت سے بتدریج بلند خیال اور وسیع النظر ہوتے گئے۔ مقامی اغراض یا اپنے قبیلہ کے معاملات کی محدود دایرہ سے آزاد ہوگئے۔ اور اونکی امنگون کا دایرہ بہت وسیع ہوگیا۔ دیگر حصص کے باشندون کی نسبت اون کی تعلیم کا انتظام بھی عمدہ تھا۔ اس تعلیم سے وہ اپنے بزرگون کے کارنامون سے واقف ہوگئے۔ اور خطہ یونان کو پھر ویسا ہی مشاہیر و فضلا کا گہوارہ بنانے کی خواہش اون کے دلون مین پیدا ہوگئی۔ بیسیون خفیہ مجالس بنام ہیٹیریا قایم ہوئین۔ اون کی بنا پہلے جزایر اور ساحلی قصبات ہی مین پڑی۔ آزادی کی تحریک علم و دولت کے ... والے کوہستانیون ... کوشش عیسائی سلطنتون کی امداد سے فیلکی ہیٹیریا ... ہوگئی۔

بغاوت یونان کا آغاز ہوا اور اوسکو کامیابی تک قایم رہنے کے کئی اسباب ہین جن مین سے اہم ترین کو ہم ذیل مین ...

دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا ہے۔ انہون نے سب سے اول وہ اوس کو قرار دیتے ہین جو سطور مندرجہ ذیل مین لکھا جاتا ہے۔ اون کا بیان ہے کہ:-

"ان اسباب مین سے سب سے مقدم، موثر ترین اور سب سے دیرپا سبب بلاشک وشبہ وہ احساسات اور جذبات تھے جو ہماری (یعنی انسانی) فطرت کے شریف ترین جذبات مین شمار ہوتے ہین" یعنی بالفاظ دیگر مقدم ترین باعث انسانی طبیعت کی شرافت طبعی کا قدرتی تقاضا (آزادی پسندی) تھا۔ اسکی تائید مین وہ یونانی مورخ تری کوپی کے مندرجہ ذیل الفاظ پیش کرتے ہین "ابتدائے محاربہ ومناقشہ سے وہ (یعنی یونانی قوم) خدا اور اوس کے بندون کے سامنے اپنا مدعا ومقصد یہی بتاتی رہی تھی کہ اجنبی کی محکومی کے جوئے کو توڑ کر اپنی قومیت اور اپنی آزادی کو جو مدتون سے کھو چکی تھین پھر زندہ اور تازہ کرے۔ اوس نے ہتھیار اس غرض سے بھی اٹھائے کہ شاید وہ بزور بازو یونان سے اوس قوم کو جو مذہب اور نسل مین اوس سے متغایر تھی۔ اور جس نے صدیون تک اسکو محکوم بنا رکھا تھا اور جو آخر وقت تک اسے اپنا غلام اور اپنے لوگ تلوار کی مفتوح سمجھتی رہی تھی خارج کر سکے۔"

اس کے بعد کریسی صاحب لکھتے ہین کہ ان عام احساسات وجذبات کے علاوہ اکثر کے دلون مین ذاتی عداوت اور نقصانات کی یاد بھی کھٹک رہی تھی۔ مزید برآن یونانیون مین تعلیم کی عام اشاعت ہو جانے سے اور نیز اوس تحریک کے سبب سے جو سلیم ثالث کے عہد مین تعلیم اور علمی اشتغال کو ملی تھی اس قوم مین شجاعت اور ذہانت پیدا ہو گئی تھی علاوہ برین اکثر یونانی اپنی قوم کی روزافزون تجارت سے مشغول ہو گئے تھے اور ان مین مستعدی، اولوالعزمی اور جوانمردی کی سی عادات پیدا ہو گئی تھین چنانچہ جزائر اور ساحلی قصبات کے باشندون نے انیسوین صدی کے پہلے پندرہ برسون کی باہمی جدال وقتال اور نزاع سے جو یورپ مین دول مین برپا رہا خوب فائدہ اوٹھایا۔ بالخصوص نپولین کی خونریزی سے لیوانٹ مین فرنچ تجارت بالکل معدوم ہو گئی تھی۔ اور انگلستان کی تجارت بھی لڑائی کی وجہ سے درہم برہم ہو گئی تھی۔ اوس وقت فرانسیسیون کی جگہ یونانیون نے لے لی کل بحیرہ روم مین ترکی جھنڈے کی حمایت مین اون کے جہازات پھیل گئے۔ بحیرہ کی کل تجارت اون کے ہاتھ مین آ گئی۔ اور بحری مشاغل کا ایسا چرچا ہو گیا کہ صرف دو جزیرون ہائیڈرا اور سپارا کے یونانیون کے کئی سو تجارتی جہاز جنمین بیس ہزار ملاح تھے۔ سمندر مین چلتے تھے مالکان جہازات اور سوداگرون کی نئی جماعت ملکی انتظام مین خواجہ باشیون کی ہمسر اور رقیب ہو گئی۔ ان لوگون نے اپنے بچون کو تعلیم کیلئے دیگر ممالک مین بھیجنا شروع کر دیا۔ اور اپنی قوم کی تعلیم کے لیے نہ صرف جزائر بلکہ ایشیا کوچک اور خود قسطنطنیہ مین بھی مدارس کھول دیئے۔ بحری طاقت کے لیے تو یہ سامان موجود تھا۔ بری فوج کی آراستگی کے لیے کوہستانی قزاقون کے گروہ موجود تھے جو بیشمار ہونے کے علاوہ خود مسلح اور طبعی دلاور بھی تھے۔ رعایا ان لوگون اور اون کے پیشیون کو ذلیل سمجھنے کی بجائے جیسا محکوم ملکون مین اکثر ہوتا ہے انکو اسطرح قومی پہلوان تصور کرتی تھی۔ ان ڈاکوؤن کے علاوہ یونان کے وسطی اور شمالی اضلاع مین مسلح دیسیون کی ایک اور جماعت بھی موجود تھی۔ یہ ایک قسم کی ملیشیا فوج تھی۔ جو خود ترکون کی تجویز اور اجازت سے ڈاکوؤن کی سرکوبی اور قیام امن کے لیے قائم کی گئی تھی۔ مقامی فوج مین صرف یونانی بھرتی تھے۔ اور اون کے افسر بھی یونانی تھے۔

یہ فوج اپنے اپنے علاقہ کے میونسپل حکام یا خوجہ باشیون کے علاوہ ترکی پاشا کی ماتحت ہوتی تھی۔ ان دستون مین عموماً اسی کلیفٹ بھی بھرتی ہوتے رہتے تھے جو پہاڑون سے اترکر مقامی حکام سے صلح کر لیتے اور آئندہ قزاقی سے توبہ کر دیتے یہ لوگ "مسلح کلیفٹ" کہلاتے تھے۔ فوج کا سرکاری نام آرماٹولی تھا اس فوج کی جمعیت و نظام مین ایسی ترقی ہوتی گئی کہ بغاوت سے چند برس پہلے ترکی گورنمنٹ کو فوج مذکور کی طرف سے کسیقدر خدشہ سا پیدا ہوگیا اور اوس نے اس فوج کی جمعیت کو کم کرنے کے لیے بہت کوشش کی مگر اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر آرماٹولی سپاہی علانیہ باغی ہوکر مسلح یا وحشی کلیفٹون کے ساتھ جا ملے۔ ایک اور امر جس سے بغاوت کو نئے اندازہ مدد ملی یہ تھا کہ سلطنت عثمانیہ کے دیگر حصص کی نسبت یونان مین عیسائی رعایا کی آبادی بہت ہی گنجان اور ہر ایک قبیلہ یکجا آباد تھا۔ اس نقص پر نپولین نے سینٹ ہلینا کی نظربندی کے دوران مین سخت اعتراض کیا تھا۔ معاملات مشرقی پر گفتگو شروع ہوجانے پر نپولین نے کہا تھا کہ "سلاطین عثمانیہ نے یونان وغیرہ صوبون مین ایک ہی قوم اور نسل کے عیسائیون کے جم غفیر کو یکجا رہنے دینے مین جنکی آبادی ان صوبون مین ترکون کی آبادی سے بدرجہا زیادہ ہے سخت غلطی کی ہے اور یہی غلطی جلدی یا دیر میں عثمانیون کی بربادی کا باعث ہوگی"۔

لیکن اگر دوسری عیسائی قومین مددگار نہ ہوجاتین تو ان قومی کوششون سے باغیون کی دلیری و شجاعت کے زیر سایہ کچھ نہ بن سکتا جب ترک باغیون پر غالب آگئے تو کل عیسائی قومین یونانیون کے سابقہ علم و ہنر اور عروج کو یاد کرکے اکثر مذہبی تعصب سے مجبور ہوکر اور ایک ایماندار سلطنت محض خودغرضی اور ذاتی اغراض کو پورا کرنے کے لیے باغیون کی حمایت مین کھڑی ہوگئی۔ اور اوس نے بقول کریسی دوسری قومون کے تعصب یا مذہبیت سے اپنا الو سیدھا کرنے کے لیے خوب کام لیا چنانچہ مشہور رسالہ بیان اور صاف گو انگریز ادیب سڈنی اسمتھ ولیم کا بٹ نے صاف کہدیا کہ "یہ بغاوت یونان ایک ایسی لڑائی ہے جو شاعرون اور رودل ہند کے پرامیسری نوٹون کے قماربازون نے روس کے فائدے کیلیئے برپا کر رکھا ہے"۔

یونانی سنہ۱۷۷۰ء کی ناکام بغاوت کے وقت سے ہی مزید کوششون کی فکر مین لگ ہوئے تھے چنانچہ اون کے قومی شاعر مسمی ریگاس نے جس کے گیتون نے لوگون کے جوش ابھارنے مین بہت مدد دی۔ اٹھارہوین صدی کے اختتام پر ترک حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے کل یونانی قوم کو در پردہ اپنے متفق کرلینے کی تجویز کی۔ اس غرض کے لیے جابجا خفیہ مجالس (ہیٹیاریا) قائم کیگئین۔ اور ریگاس کی نگرانی مین اس کام نے خوب ترقی کی مگر سنہ۱۷۹۸ء مین اوس کے مرجانے پر یہ مجالس بھی مفقود ہوگئین سنہ۱۸۱۴ء مین اڈیسہ (جنوبی روس کا بندرگاہ) کے یونانیون نے نکلس سکوفاس کی تحریک پر اس کام کو پھر تازہ کیا۔ اوس نے اس مجلس کا نام ہیٹیاریا فیلیکی یعنی مجلس دوستان مقرر کیا۔ اور اسکو ایتھنز کی علمی سوسائٹی سے جو خوب رونق پر تھی پیوند کردیا اس طرح سے اسکو اپنی مجالس کے مقاصد کو کل خواندہ یونانیون مین فی الفور منتشر کرنے کا موقعہ ملگیا۔ اور ساتھ ہی یہ فائدہ ہوگیا کہ ترکون کو کانون کان خبر تک نہ ہوئی جو مجلس کے علیحدہ رہنے پر شاید حاصل نہ ہوسکتا۔ تھوڑے ہی عرصہ مین نئی مجلس کے ہزارون ممبر ہوگئے کئی یونانی روسی فوج مین افسر تھے انمین سے ایک میجر جنرل۔ ایک کرنیل۔ ایک کپتان تھا۔ اور ایک یونانی مسمی

کاپوڈسٹریا زار روس کا پرائیویٹ سکرٹری تھا۔ یہ سب بھی انجمن میں شریک ہو گئے۔ بانیان انجمن کا بیان تھا کہ خود زار۔ بوہیمیا کا ولی عہد۔ والیشیا کا یونانی گورنر اور کئی دیگر نامور اشخاص بھی اس مجلس میں شریک تھے۔ زار بظاہر ہمیشہ انکار کرتا رہا۔ بلکہ اوس نے کئی دفعہ کہا کہ میں ایسی باغی مجلس کا کبھی ممبر نہیں ہو سکتا۔ مگر اوس کے طریق عمل سے اسکا ابطال ہو رہا تھا۔ اور نتیجہ یہ ہوگیا کہ زار نے محض آسٹریا کے اعتراض سے بچنے کے لیے باغیوں کی امداد سے محترز رہنے کا بظاہر وعدہ کر دیا تھا۔ اس سوسائٹی کی شاخیں جا بجا ہر ملک میں جہاں یونانی آباد تھے پھیل گئیں۔ اوس کا خزانہ میونخ اور پیریا میں تھا اور سنٹرل سیکشن پیٹرزبرگ میں اور مرکز قسطنطنیہ میں۔ اس خفیہ سوسائٹی نے اپنی علیحدہ خفیہ زبان، پوشیدہ علامتیں اور پراسرار و جوش انگیز رسوم مقرر کر رکھی تھیں۔ ممبروں کے لیے سات مدارج تھے تیسرے درجہ پر پہنچنے کے وقت ممبر کو حلف دیجاتی تھی۔ اس حلف سے سوسائٹی کے عام اصول و مدعا کی کیفیت معلوم ہو سکتی ہے۔ حلف یہ تھی۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنے مذہب اور اپنے وطن کے لیے لڑونگا۔ میں اپنے مذہب اپنی قوم اور اپنے ملک کے اعداء سے نفرت رکھونگا۔ اون کو ایذا پہونچاؤنگا۔ اور اون کو بالکل نیست نابود کر دونگا۔ سنہ ۱۸۲۰ء تک ہیٹریا کے تقریباً تمام کلیفٹ، موریا کے کل باشندے یونانی ملاح اور سوداگر انجمن میں شریک ہو چکے تھے۔ چنانچہ انجمن نے جمعیت کو بغاوت کے لیے کافی تصور کر کے زینٹی اجاج کو سردیا میں آتش فساد مشتعل کرنے کے لیے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے اسی سال کیفٹی سردیا کو روانہ کر دیا۔ ہماج کے قتل پر راز فاش ہو جانے سے معاملہ کچھ عرصہ کے لیے پھر سرد پڑ گیا۔ اور روس نے علانیہ بے تعلقی ظاہر کر دی۔ مگر ہیٹاریا برابر اپنے کام میں مصروف رہی۔ آخر تین سال بعد ۱۸۲۰ء میں یورپ کے کل ممالک میں بالعموم اور اٹلی و ہسپانیہ میں بالخصوص آزادی کا خبط اوٹھا۔ رعیت کے دماغ میں جنون کی حد تک سما گیا۔ اس عام جوش سے فائدہ اٹھا کر ہیٹاریا کے بانی مبانیوں نے بھی سن مذکور کے شروع میں عام بغاوت کی تیاریاں شروع کر دیں جس کا پھوٹ پڑنا زیادہ دیر تک ملتوی نہیں رہ سکتا تھا۔ تاہم جیسا کہ لکھا جا چکا ہے اس کا فوری باعث وہی لڑائی ہوئی جو اسی سال کے موسم بہار میں سلطان اور اوس کے ماتحت علی پاشا میں چھڑ گئی۔

سلطان یا اوس کے دیوان کو اس نئے خطرہ کا جو ہیٹاریا کی بدولت یونان میں دن بدن زیادہ خطرناک صورت اختیار کر رہا تھا کچھ علم نہ تھا۔ ورنہ بالغلب وجوہ وہ علی پاشا کی سرکوبی کو اور کسی وقت پر ملتوی کر دیتا۔ سلطان محمود نے اس وقت بظاہر سب طرف سے بے فکری ہونے کی وجہ سے اپنے عہد کے بیشمار صعب ترین کاموں میں سے ایک کو جو باغی اور خود سر ماتحت پاشاؤں کی قطعی سرکوبی کرنا تھا شروع کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ان پاشاؤں نے سلطنت کے اندر بہت سی اپنی علیحدہ علیحدہ ریاستیں بنا رکھی تھیں اور ان میں سے بعض کی حکومت خود سلطانی دربار کے جاہ و تجمل سے بڑھی ہوئی تھی۔ سب سے زیادہ مغرور و سرکش علی پاشا تھا اور اسی کی طرف پہلی توجہ کی گئی۔

ترکی افواج کی روانگی۔ علی کی خیرہ سری اور اوس کے یونانیوں کو بغاوت کی دعوت کرنے کی کیفیت لکھی جا چکی ہے۔ یونانیوں نے ایک ہی وقت جنوب میں خاص یونان اور شمال میں مالڈیویا اور رومانیا میں علم بغاوت بلند کر کے مسلمانوں کو

قتل کرنا شروع کر دیا۔ جنوب میں اس طرح سے ابتدا ہوئی۔ کچھ ترکی فوج خورشید کی کمک کے لیے موریا سے یانینا کو چلی جا رہی تھی ۱۲ فروری سنہ ۱۸۲۱ء کو باشندگان پطراس کی چند سپاہیوں سے تکرار ہو گئی۔ مواد تو پہلے ہی سے پختہ تھا۔ یہ تکرار اوس کے پھوٹنے کے لیے بہانہ ہو گیا۔ باشندگان پطراس نے بغاوت کا جھنڈا ظاہر کر دیا۔ اور پھر گستونی۔ کالاوریتا وغیرہ قصبات متعلقہ بھی اون کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ضلع تری پولتزا کے قائم مقام نے موریا کے تمام لاٹ پادریوں اور خوجہ باشیوں کو بلا بھیجا کہ انہیں رفع فساد اور قیام امن کی فہمائش کرے۔ ان کے دلمیں چور تھا۔ سمجھے کہ جاتے ہی مروا دیے جائینگے۔ نہ گئے۔ اور پطراس کے آرچ بشپ (اسقف) مسمی جرمانوس نے مارچ سنہ ۱۸۲۱ء میں کالاوریتا جا کر عام اعلان کر دیا کہ صلیب کی بادشاہی کا وقت آ گیا ہے۔ پندرہ یونانی فی الفور اس مفسد پادری کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اور اونہوں نے دیہات ملحقہ کے اکثر ترکوں کو کمال سنگدلی سے تہ تیغ کر دیا۔ باقیماندہ بحال تباہ ییاٹو کو بھاگ گئی۔ چند دنوں میں جرمانوس ۔۔۔۔ دس ہزار باغی لشکر کا کمانڈر ہو گیا۔ اور اوسنے قلعہ پطراس کا محاصرہ کر لیا۔ آخر میں یوسف پاشا حاکم سرس نوج لیکر پہنچ گیا۔ اور باغی ہزیمت کھا کر منتشر ہو گئے۔ اس شکست کے باوجود مینا، ارکیڈیا اور مسینیا وغیرہ علاقے یکے بعد دیگرے علم بغاوت بلند کرتے چلے گئے۔

علاقہ بوتیا کے باغیوں نے قصبہ لیواڈیا کو فتح کر کے وہاں کے دو ہزار معصوم مسلمانوں کو طرح طرح کے عذاب پہنچا کر ہلاک کر دیا۔ اور تھوڑے سے عرصہ میں ملک کی کل اطراف و جوانب میں یہ آگ بھڑک گئی۔ شمالی میں علم بغاوت سکندر ییسلانٹی نے بلند کیا۔ یہ شخص انجمن ہٹیریا کا صدر انجمن تھا۔ اوس نے اپنی کل زر و دولت اسی کام پر صرف کر دی تھی۔ زار کی سازش اور شرکت اوس کے افسروں کی کارروائی سے ہی ظاہر ہو رہی ہے۔ بلکہ بعض مورخوں کا تو یہ بیان ہے کہ جب ییسلانٹی نے زار سے دریافت کیا کہ کیا بغاوت کے لیے مناسب وقت یہی ہے تو اوس نے جواب دیا تھا کہ "اگر کل یونان اوٹھ کھڑا ہو تو میرے کاسک اوسکی مدد کو روانہ ہو جائینگے"۔ ۶ مارچ فروری سنہ ۱۸۲۱ء کو یہ مفسد دریائے پرُوتھ کو عبور کر کے مالڈیویا میں داخل ہوا۔ اور ۹ مارچ کو یاسی پہنچ گیا۔ جہاں اوسنے یہ اشتہار دیواروں پر چسپاں کرایا کہ "یونانیو! گھنٹہ بج گیا۔ اپنے مذہب اور اپنے ملک کا بدلہ لینے۔ اور محکومی کا جوا اتار پھینکنے کا وقت پہنچ گیا ہے۔ سب طرفوں سے ہمارے بھائی اور دوست ہماری مدد کو تیار ہیں۔ سرویا۔ سولی۔ تمام باشندگان اپائرس مسلح اٹھ رہے ہیں اور ہمیں بلا رہے ہیں۔ بڑھو۔ بڑھو۔ یونانیو بڑھو۔ انکے علاوہ ایک زبردست طاقت بھی ہمارے حقوق کی محافظ ہے"۔

اس تمہید پر مالڈیویا کے مکرام یونانی گورنر میکائیل سوزو نے صوبہ کی حکومت مفسد ییسلانٹی کے سپرد کر دی اور خود صوبہ کے معزز خاندانوں کے نوجوانوں کو ہٹیریا کے جھنڈے تلے خادمان وطن کی فوج میں بھرتی کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اور خود بھی اس پلٹن میں داخل ہو گیا۔ اس "مقدس پلٹن" نے یاسی کے مسلمان سوداگروں میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑا۔ اونکی عورتوں اور بچوں سے بھی بےحرمتی کرنے کے بعد یہی سلوک کیا گیا۔ اور اون کے مال و اسباب کو لوٹ لیا گیا۔ اس پلٹن کی تیاری کا کام میکائیل کے سپرد کر کے ییسلانٹی اس تحریک کے لیے ولیشیا گیا۔ وہاں بھی ایک "مقدس پلٹن" تیار ہو گئی۔ اور اس نے بھی بالڈیویا میں جس طرح تقدس کا نمونہ پندرہ مارچ کو گلاتز کے بے پناہ و نہتے مسلمان سوداگروں کو خون بیگناہ سے

مگر ولیشیا اور مالڈیویا مین یونانی بہت تھوڑے آباد تھے صرف وہی لوگ وہان تھے جو یونانی گورنرون کے عزیز یا متوسل تھے۔ اصل باشندگان کو اس تحریک سے کوئی دلچسپی نہین ہوسکتی تھی۔ ان مین سے کوئی ہپسلانٹی کے ساتھ نہ شامل ہوا۔ ادہر اوسکی کمبختی سے آسٹریا کو زار کے سمجھانے اور بہکانے کا موقعہ ملگیا۔ آسٹریا اوس وقت اٹلی کے چند صوبون پر قابض تھی۔ اور وہان کے طالین باشندون نے اوس کے برخلاف بغاوت برپا کر رکھی تھی۔ علاوہ برین عام یورپین رعایا کی رائے بھی شاہی حکومتون سے ایسی منحرف ہو رہی تھی کہ تاجدارون کو نہ صرف تاج و تخت بلکہ زندگیون کے بھی لالے پڑے ہوئے تھے۔ آسٹریا مین اتنی زیادتی تھی کہ وہ وہمی اندیشون مین ہی نہین واقعی خطرات مین بھی مبتلا تھی۔ اور ان خطرات نے اوسے ہر ایک قسم کے انقلاب پسند باغیون کا سخت دشمن بنادیا ہوا تھا۔ وہ سچے دل سے ٹرکی کی ہمدرد و معاون ہوگئی۔ اور اوس نے بغاوت پر فقط ناخوشی اور ناپسندیدگی کا اظہار ہی نہ کیا بلکہ روس کو بھی سمجھا کر باغیون کی امداد سے روک دیا۔ ہپسلانٹی نے یاسی کی کامیابی پر زار کو خوشی و امید سے بھرا ہوا خط لکھا۔ زار اوس وقت بمقام لیباک قیصر آسٹریا کے ساتھ کانفرنس مین شریک تھا۔ آسٹرین وزیر اعظم ایم ڈی مٹرنیخ نے زار کو ہپسلانٹی کی (واقعی یا مصنوعی) خط و کتابت فرنچ لبرلون، ہسپانیہ کے آزادی پسندون اور اٹلی کے نوصیون کے ساتھ دکھا کر اوس سے عدم امداد کا وعدہ لیلیا۔ اور یونانی بغاوت روس کی امداد سے محروم ہوگئی۔

زار سکندر کو پیرانہ سالی اور مرض نے متلون مزاج اور کاہل بھی بنادیا تھا۔ اسی وجہ سے کہ وہ یونانی مقصد سے علیحدہ ہوگیا۔ یاسی سے ہپسلانٹی کی روانگی سے چند دن بعد روسی قونصل نے اپنی گورنمنٹ کے حکم سے اعلان کر دیا کہ "روس کو اس تحریک سے کچھ تعلق نہین ہے۔ یہ اوسی پاگلانہ پر جوشی کا جو اس وقت دنیا مین پھیلی ہے ہے۔ اور نیز ایک نوجوان شخص کی ناتجربہ کاری اور بے سمجھی کا نتیجہ ہے"

اس سے دو دن بعد مالڈیویا کی امرا نے سوزو کو یاسی سے خارج کر دیا۔ اور کچھ عرصہ بعد زار نے ہپسلانٹی کو فوجی رتبہ سے برطرف کر دیا۔ اور روسی سفیر نے سلطان کو اپنے آقا کی حیادت اور دوستی کا یقین دلادیا۔ ہپسلانٹی نے روسی گورنمنٹ کے ہاتھ اٹھا لینے سے حوصلہ ہار دیا۔ اور وہ بخارسٹ سے ترمنکس کو چلا گیا۔ سلطان نے بیس ہزار فوج بغاوت کو فرو کرنے کے لیے بھیجدی۔ جو بمقام گالاتز دریاے ڈینیوب کو عبور کر کے ولاشیا مین داخل ہوگئی۔ یاسی کی پلٹن نے جس مین پانسو آدمی تھے۔ دو جگہ ترکون سے مقابلہ کیا۔ اور آخری معرکہ مین دریاے پرتھ کے کنارہ تباہ ہوگئی۔ اس سے فارغ ہوکر ترکی فوج نے ڈراگوشان کے رہنماؤن کی ترتیب ۱۹ جون ۱۸۲۱ء کو ہپسلانٹی پر حملہ کیا۔ اور اس کی مقدس پلٹن کے بارہ سو آدمیون کو نیست و نابود کر دیا۔ ہپسلانٹی ٹرنسلوینیا کو بھاگ گیا۔ وہان آسٹرین حکام نے اوسے گرفتار کر کے جون ۱۸۲۱ء مین قلعہ مونکاز مین نظربند کر دیا۔ جہان وہ ۱۸۲۷ء تک مقید رہا۔ انگلستان نے شروع فساد مین ٹرکی کو روس کے برخلاف یونانی بغاوت مین مدد دینے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن سلطان کو اوسکی نیک نیتی پر جس نے حال مین ہی جزائر آیونین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور علی پاشا کو باب عالی کے برخلاف اکثر جرأت دلائی

رہتا تھا۔ تشک تھا۔ اوس نے اس کی امداد کو قبول نہ کیا۔ واقعات مابعد سے ثابت ہوگیا کہ سلطان کی بدظنی غلط نہ تھی۔

زار روس کی بظاہر علیحدگی کی وجہ اوپر لکھی جا چکی ہے۔ ریٹ باک کے بعد سپانیہ اور اٹلی کے فوضیانہ فسادون کے انسداد و تدارک کے لیئے تاجداران یورپ کی بمقام ویرونا کانگرس منعقد کی تھی۔ اوس مین زار نے بغاوت یونان کے متعلق حسب ذیل الفاظ کہے :-

"ہم یہان انگریزی، فرانسیسی، روسی، پرشوی یا اسٹرین پالیسی پر غور کرنے کے لیئے نہین بلکہ کل کی سلامتی اور بہتری کے لیئے عام پالیسی کے تصفیہ کیلیئے جمع ہوئے ہین۔ اور اسی غرض کے لیئے ہمنے اس "اتحاد مقدسہ" کی بنا ڈالی ہے۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ ٹرکی کے برخلاف مذہبی لڑائی کرنے سے بڑھ کر میرے اغراض اور میری قوم کی اغراض کے لیئے کوئی چیز موافق نہین ہوسکتی۔ اور یونانیون کی بغاوت سے مجھے اوس کا موقعہ بھی ملگیا تھا۔ مگر جونہی ہمنے اس بغاوت مین فوضیانہ یعنی انقلاب پسندی کی علامت کو معلوم کیا ہین اوسیوقت اوس سے علیحدہ ہوگیا۔ مجھے میرے ارادہ سے ہٹانے کیلیئے کوئی کوشش باقی نہین اوٹھا رکھی گئی۔ لیکن ہمنے کسی کی نہین سُنی۔ خداوند کریم نے ۸ لاکھ سپاہی مجھکو اپنی ذاتی اُمنگون کے پورا کرنے کے لیئے نہین بلکہ مذہب کے خلاف اور انصاف کی حفاظت اور ان اصولون کے قیام کے لیئے عطا کیئے ہین جنپر انسانی سوسائٹی کا دارومدار ہے۔"

زار کی طرح دیگر تاجدار اور اونکی گورنمنٹین بھی شروع شروع مین باغیونکی امداد سے علیحدہ رہین۔ لیکن اون کی عام رعایا مذہبی تعصب اور نیز قدیم یونانیون کے علم و ہنر کے احسانات کو یاد کرکے باغیون کی مدد و معاون ہوگئی۔ فرانس، جرمنی اور انگلستان مین جابجا اونکی حمایت مین سوسائٹیان قائم ہوگئین، چندہ کی فہرستین کہولی گئین۔ اور باغیون کو نہ صرف روپیہ، اسلحہ اور سامان حرب سے مدد پہنچائی گئی بلکہ سینکڑون پرجوش والنٹیر بن کر اونکے ساتھ شامل ہوگئے۔ چنانچہ عام مجاہدین کے علاوہ کئی نامور سپاہی اور ادیب بھی انگلستان سے یونان جا پہنچے۔ لارڈ کوکرین (انگریز) نے اپنی بحری لیاقت سے اون کو مدد دی۔ سر رچرڈ چرچ (انگریز) یونانی باغیون کا سپہ سالار بنا۔ جنرل گارڈن اور کپتان فرینک ایسٹنگز نے بھی اون کو قابل قدر فوجی کام دیا۔ عیاش منش اور چلبلا مزاج انگریز شاعر لارڈ بائرن اور اوس کا دوست مسٹر ٹریلانی عام سپاہیون کی حیثیت مین باغیون کے ساتھ شریک ہوگئے۔ فرانس اور جرمنی سے بھی کئی مشہور آدمی باغیون سے جا ملے۔ اور اگرچہ وہ خود نہ گئے مگر بہت سے ادیب اور شعرا بھی قلم و زبان اور روپیہ سے باغیونکی حمایت پر کھڑے ہوگئے۔ انصاف یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ مذہبی تعصب کی بجائے یہ لوگ زیادہ تر پرانے یونانیون ارسطو و فلاطون وغیرہ وغیرہ کے احسانات کو یاد کرکے اس امید مین کہ اونکی اولاد بھی جو مغل حملون کی وجہ سے اب تک معذور رہی ہے آزاد ہوجانے پر بطور سابقہ علم و فضل کا مخزن و منبع ہو جائیگی۔ باغیون کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ مگر صحبت وہم جلیسی اور بعد کے سالہا سال کے تجربہ نے انکے حامیون پر یہ ثابت کر دیا کہ یونانیون سے جو توقع رکھی گئی تھی "وہ غلط تھی"۔ یہ لوگ بحیثیت قوم اس مدد و حمایت کے ہرگز قابل نہ تھے۔ اونکی آزادی اور اس علیحدہ ریاست کی قیام کیلیئے جانب جو دیگر طاقتون کے لیئے مسلسل اور دائمی خطرہ کا باعث

بنی ہوئی ہے۔ اگر فایدہ پہنچا ہے تو صرف روس کو۔ یونانی آزادی سے فایدہ اوٹھانے کا مادہ ہی نہیں رکھتے تھے۔ انہیں کوئی فایدہ نہیں پہنچا۔ دوسری ریاستوں کو یہ فایدہ ہوا کہ مفت کا دردسر ہمیشہ کیلیے خرید لیا اور ترکی کو ضعیف وکمزور کردینے سے مشرقی مسئلہ کو ہمیشہ کے واسطے مخزن مشکلات بنا دیا۔"[1]

اس میں کوئی کلام نہیں کہ اگر یونانیوں کے حامیوں کو ان کے خوص حالات معلوم ہوتے تو محض مذہبی حمیت سے بہت ہی کم لوگ انکی مدد کو آتے چنانچہ کسی منصف مزاج مجاہد وحامی یونان نے یہ بہت پچھتائے۔ اور انہوں نے اپنے تاسف کو علانیہ ظاہر کر دیا۔ فرانسیسی مجاہدین کی ایک جماعت نے فرنچ امیر البحر متعینہ بحیرہ روم کو حسب ذیل خط لکھا۔ "فرانس سے چلنے سے پہلے ہمیں کہا گیا تھا کہ یونانی بڑے بہادر ہیں۔ اور شجاعت ومجد میں اپنے اجداد پر بھی فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر یہاں آکر ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ کمال زرپرست ہیں۔ اور بلا تحاشا زر ونیرات جرائم شنیعہ کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ اور جہالت اور وحشت میں افریقہ کے حبشیوں کے ہم پلہ ہیں۔ ہمیں براہ مہربانی فرانس پہنچا دیا جائے۔"

اسیطرح فرنچ امیر البحر بوجول نے ۲۲ دسمبر ١٨٢١ء کو یعنی جنگ نوارینو کے بعد اپنی گورنمنٹ کو حسب ذیل مراسلہ لکھا۔ "جب میں مشرق کو آیا تو یونانیوں کا بڑا حامی تھا۔ تجربہ نے میری رائے اور اعتقاد کو بدل دیا ہے۔ یہ لوگ حب الوطنی شجاعت اور اتحاد سے معرا ہیں۔ اور اون کے ہر شخص کی یہی خواہش وکوشش ہے کہ کسیطرح دولتمند بن جائے۔ فتنہ وفساد آرزو خصوصیت یہاں انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے۔ کل جزائر اور ساحلی قصبات کے تقریباً کل باشندے بحری قزاق ہیں۔ اور اگر دول یوروپ انکی سرکوبی نہ کرینگی تو دنیا کی تجارت اون کے ہاتھ سے کبھی محفوظ نہ ہوگی۔"

یونانی باغیون نے ١٨٤٩ء کو ارمنی باغیون کیطرح مسلمانون پر ہی دست ظلم دراز نہ کیا۔ بلکہ اپنے ہم مذہب متمولین سے بھی قتل وتاخت وتاراج کی دہمکیان دیکر روپیہ وصول کرتے رہے۔ اور جو ان میں سے انکار کرتا۔ اوسے بیدریغ قتل کر دیتے۔

موریا میں سکندر مپیلانٹی کا چھوٹا بھائی باغیون کا سرغنہ تھا۔ اوس نے قصبہ مونمبا زیا کا محاصرہ کیا۔ اور جان ومال کی حرمت کا اقرار کرکے وہان کے مسلمانون کو شہر حوالہ کر دینے پر راضی کر لیا۔ مگر شہر میں داخل ہوتے ہی ایک متنفس مسلمان کو بلا تمیز عورت ومرد وصغیر وکبیر زندہ نہ چھوڑا۔ فرنچ امیر البحر ہالگان سرکاری مراسلہ مؤرخہ ١٨٢١ء میں اسکی تصدیق کرکے لکھتا ہے کہ مسلمان باشندون نے بدوران محاصرہ عیسائی یونانی باشندون سے ایسا سلوک کیا تہا جیسا بھائی بھائی سے کرتا ہے۔

ترکی افواج علی پاشا کی سرکوبی میں مصروف تھیں۔ اور موریا وشمالی یونان ترکی افواج سے تقریباً خالی تہے۔ میدان خالی ہونے کی وجہ سے بغاوت کا دایرہ دن بدن وسیع ہوتا گیا۔ اور موریا کی تقلید کرکے شمال یونان کے باشندون نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا۔ مفصلات اور دیہات کے مسلمان بیدریغ قتل کر دیئے گئے۔ جو بچ رہے وہ شہرون میں پناہ گزین ہو گئے۔ باغیون نے دیہات سے فارغ ہوکر شہرون کیطرف رخ کیا۔ اور یکے بعد دیگرے طویل یا قلیل محاصرون کے بعد انکو فتح کرنا شروع کر دیا۔ ۹ اگست ١٨٢١ء کو

[1] یہ الفاظ مسٹر میکالکی کے ہیں جس نے انگریزی میں تاریخ عثمانیہ لکھی ہے ۱۲ مؤلف۔

وہ شہر نوارینو پر قابض ہوئے۔ اور وہاں وہ وہ ظلم و ستم کیئے جو آنکھوں نے کبھی دیکھے اور نہ کانوں نے کبھی سُنے تھے چنانچہ خود ایک پادری مسمی فرانسس کا بیان ہے کہ مسلمان نوجوان لڑکیاں ان قاتلوں اور سفاکوں کے ہاتھ سے اپنی عصمت کو بچانے کیلئے بے تحاشا سمندر کو دوڑی جاتی تھیں اور باغی پیچھے سے اون پر گولیاں چلا کر اونہیں قتل و زخمی کر رہے تھے۔ منکوحہ عورتیں بچوں کو کندھوں پر اوٹھائے ہوئے سراسیمہ و پریشان اودہر اودہر بھاگتی پھرتی تھیں۔ اور باغی اونکے کپڑے پارہ پارہ کرکے اون کو برہنہ کر رہے تھے۔ ستر عورتیں کہ جن میں اکثر مندرہیں کو دوڑیں جن کو وہاں گولیوں کا نشانہ بنا دیا گیا۔ بچوں کے سر بندوقوں کے کندوں سے پھوڑ دیئے گئے۔ اور شیر خوار لڑکے اور لڑکیاں کتوں کی لاشوں کی طرح سمندر میں پھینک دیئے گئے۔

الغرض مذکور باغی محاصرہ طویل کے بعد شہر تریپولتزا پر قابض آئے اور تین دن رات وہ وہ ظلم کیئے جن کے بیان سے قلم قاصر ہے۔ آٹھ ہزار مسلمان مرد اور اس سے زیادہ اونکی عورتیں اور بچے قتل کر دیئے گئے۔ وحشیوں سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ اونکی لاشوں کو ہی دفن کر دیتے۔ وہ کھلے میدان میں سڑتی رہیں۔ ہوا کے متعفن ہو جانے سے وبا پیدا ہو گئی۔ اور کل ملک میں پھیل گئی گویا اسطرح سے منتقم حقیقی نے ان ظالم سفاکوں سے شہیدوں کے خون بیگناہ کا عوض لیا۔ انگریز مورخ فنلی وہاں موجود تھا۔ اوس کا بیان ہے کہ یہ اس قتل عام کی نظیر کیا بلحاظ سفاکی و وحشیانہ درندگی کے اور کیا بلحاظ طول مدت تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

جب بیگناہوں کے قتل عام اور ان سفاکیوں کی خبر قسطنطنیہ میں پہنچی تو وہاں کے مسلمانوں میں عام جوش پیدا ہو گیا۔ اور وہ باغیوں کے ممد و معاون یونانی باشندوں سے انتقام کا مطالبہ کرنے لگے۔ مگر شیخ الاسلام نے وعظ و نصیحت سے مسلمانوں کا جوش فرو کر دیا۔ اور اونہیں سمجھایا کہ گنہگاروں (یعنی موریا کے باغیوں) کا بدلہ اون بیگناہ ہمسایوں یعنی قسطنطنیہ کے یونانیوں سے لینا جو انکی مدد سے بعید اور اسلام کی شان کے خلاف ہے۔ اس مروت و احسان کا جو عوض یونانیوں نے ایک مہینہ بعد شریف النفس کو دیا وہ ناظرین کو آگے معلوم ہو جائیگا۔ مسلمانوں کو بیشک عام خونریزی سے روکنا ضروری تھا۔ ویسے ہی باغیوں کی سازشوں اور اون کے شرکا کی تفتیش و تحقیقات لازمی تھی۔ سلطان محمود نے مشتبہ یونانیوں کے مکانوں کی تلاشی اور اونکی کارروائیوں کی کامل تحقیق کا حکم دیا۔ ان تحقیقات سے بیشمار یونانی باشندے ہتھیاروں باغیوں کے ساتھ شریک پائے گئے۔ اور ثابت ہو گیا کہ یونانی بطریق گریگوری اور ایک اعلیٰ ملکی عہدہ دار موروزی جس پر سلطان کو بہت اعتماد تھا باغیوں کا ساتھ شامل ہیں۔ سلطان نے دونوں کی عبرت کیلئے انکی گردن مارنے جانیکا حکم صادر کیا۔ ۲۱ اپریل سنہ ۱۸۲۱ء کو بطریق اپنے محل کے دروازہ کے سامنے پھانسی دیدیا گیا۔ اور کئی اور بشپ اور یونانی اہلکار بھی اور اگر بھی کیفر کردار کو پہنچ گئے۔

اکثر عیسائی مورخین کا بیان ہے کہ اس عتاب سلطانی کے بعد دیگر صوبجات بالخصوص سمرنا میں ترک حکام نے کثیر التعداد یونانیوں کو بے تحاشا قتل و ہلاک کیا۔ اور بیشمار یونانی جان کے خوف سے لوٹ شہر سے بھاگ گئے۔ مگر حق الامر یہ ہے کہ یہ بیان سخت مبالغہ آمیز ہے ہتھیار لیئے چند [illegible] سمرنا میں پہنچ گئے ہوئے تھے جو باغی [illegible] اونہوں نے یونانیوں کو حکومت کی طرف سے ورغلا کے اونمیں عام ہلچل پیدا کر دی۔ اور ارادتی [illegible] وسائل سے جمع کرنا شروع کر دیا۔ اونکو بہروں میں آکر یونانی خاندان سمرنا کے

مہاجرت کر گئے۔ اور ہٹیاریا کے بالی سپاہیون نے یورپ مین مشہور کر دیا کہ وہ ترکی حکام کے جور وظلم سے تنگ آکر بھاگ آئے ہین۔ ارکان ہٹیاریا کی ان الٹیبانہ کارروائیون کی تصدیق فرینچ قونصل مقیمہ سمرنا کے سرکاری مراسلات سے ہوتی ہے جو اوس نے وزیر بحریہ کو لکھے ہین۔ غرض اسیطرح کل بلاد عثمانیہ مین یونانی اور اونکے حامی فتنہ وفساد کی آگ سلگاتے پھرے۔ اور عیسائیون سے طرح طرح کی دھمکیون سے روپیہ جمع کرتے رہے۔ مجمع الجزائر کے باشندے بھی شروع ہی سے اپنے بھائیون کے ساتھ شامل ہوگئے تھے اونھون نے بحری قزاقی اور سواحل کے مسلمانون کو قتل وغارت کرنیکا پیشہ اختیار کرلیا۔ ترکی بیڑہ مین زیادہ تر یونانی ملاح ملازم تھے بغاوت ہوجانے پر وہ سب کے سب کام چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اونکی جگہ نے افسوس نئے آدمی بھرتی نہین ہوسکتے تھے۔ بحری طاقت اسطرح سے مختل ہوگئی۔ اور بحیرہ مجمع الجزائر مین باغیونکی شورہ پشتی مین حیرت انگیز ترقی ہوگئی۔ شیخ الاسلام کا ذکر اوپر ہوچکا ہے اوس کے وعظ ونصیحت سے مسلمانون مین اوس کے برخلاف عام ناراضگی پیدا ہوگئی تھی جس سے مجبور ہوکر سلطان نے اوسے معزول کردیا اور وہ مع کنبہ حجاز کو روانہ ہوگیا جب اوس کا جہاز بحیرہ مجمع الجزائر مین پہنچا تو باغیون کے چند جہازون نے اوسے چارون طرف سے گھیر کر گرفتار اور کل مال واسباب پر قبضہ کرلیا۔ اوس وقت اون کو شیخ الاسلام کی موجودگی کا علم ہوا جب اونھون نے اوسے مع کنبہ گرفتار کرکے پہلے اوس کی بیٹیون کو اوس کے سامنے ذبح کیا پھر باقی مسلمان مسافرون کے ساتھ بھی یہی سلوک کرکے شیخ الاسلام کو سب سے پیچھے سخت عذاب کے ساتھ شہید کیا۔ اور اوس کے احسان کا انھون نے یہ بدلہ دیا۔

بطریق کے قتل سے یونانیون مین اور جوش پیدا ہوگیا۔ ہائیڈرا اور اسپارٹا کے متمول یونانی سوداگر باغیون کے ساتھ علانیہ شریک ہوکر ترکون کے مقابلہ کے لیے جنگی جہازات کی تیاری مین مصروف ہوگئے۔ وہانکے ایک سوداگر لازاری کونڈوریاٹس نے پچاس لاکھ پونڈ چندہ دیکر دوسرے سوداگرون کو باین الفاظ مخاطب کیا۔

"تیس برس سے مین یہان روپیہ دولت جمع کر رہا ہون اب مین اوسے اپنے ملک کی نذر کرتا ہون۔ اور اگر وہ یونان کی آزادی مین کارآمد ثابت ہو تو مین اپنے تئین بہت خوش نصیب سمجھونگا۔ مین امید کرتا ہون کہ ہائیڈرا کے کل متمول میری تقلید کرینگے لیکن اگر وہ ہاتھ پیچھے کھینچین تو کچھ پروا نہین۔ جنگی بیڑہ کی تیاری کے لیے تو مین تنہا ہی زر مطلوبہ دے سکتا ہون" یہ سنکر دوسرے سوداگرون نے بھی پچاس لاکھ پونڈ چندہ دیا۔ کل تجارتی جہاز جنگی بنالیے گئے۔ اور اون پر صلیب کا علم بلند کردیا گیا۔ کل جزائر بغاوت مین شامل ہوگئے۔ اور باغی بیڑہ نے بحیرہ مجمع الجزائر مین کسی ترکی جہاز یا مسلمان کا نام ونشان نہ چھوڑا۔

روس کے پادری بھی بطریق کے قتل سے سخت برافروختہ ہوئے۔ اور اون کے تقاضے پر زار سکندر نے ایکطرف باب عالی کو سخت دھمکی آمیز خط لکھا کہ اگر عیسائیون کا کشت وخون اسیطرح جاری رہا تو اوسے اونکی حمایت کرنی پڑے گی۔ اور دوسری طرف کل یوروپ کو بھی اسطرف توجہ دلائی۔ باب عالی نے جواب دیا کہ کسی سلطنت کو اوس کے اندرونی معاملات مین دخل نہین۔ اور جو تہمام مسلمانون پر لگائے جاتے ہین وہ درحقیقت عیسائیون پر وارد ہوتے ہین عیسائی باغی مسلمانون پر ناگفتہ بہ ظلم کر رہے ہین اور زار عہدنامون کی صریح خلاف ورزی کرکے باغیون کو پناہ اور مدد دے رہا ہے۔ اس جواب کے ساتھ ہی باب عالی نے یونانی ساکنان

مسمی درنبیکو جو روسی سفارت کا صراف تھا اس جرم مین گرفتار کر لیا کہ وہ باغیون کو روپیہ سے مدد دیتا ہے۔ اسپر روسی سفیر سٹروگنوف ۸ اگست سنہ ۱۸۲۱ء کو قسطنطنیہ سے چلا گیا۔ مگر آسٹریا نے انگلستان کے ساتھ ملکر پھر صفائی کرا دی۔ اور زار کو باغیون کی امداد سے روکدیا۔ مصطفےٰ کامل آفندی تاریخ جنگ روم و یونان مین لکھتے ہین کہ انگلستان نے یہ توسط ترکی کی بہتری کے لیے نہین کیا تھا بلکہ محض اسلیئے کہ یونان پر روس کی حمایت قائم نہ ہو جائے۔ جبکہ وہ روس کو روکنے مین کامیاب ہو گیا تو یونانیون کو ممنون احسان بنانے کیلیئے پہلے درپردہ اور بعد ازین علانیہ انکا طرفدار ہو گیا۔ زار بعد مین بھی اس مسئلہ کے متعلق بالعال سے نامہ و پیام کرتا رہا۔ اور آخر کار سنہ ۱۸۲۴ء مین قائممقام سفیر قسطنطنیہ بھیجکر سلطان سے درخواست کی کہ یونان کو تین ریاستون مین تقسیم کرکے باشندون کو وہی حقوق عطا کر دے جو ولیشیا اور مالڈیویا کو حاصل ہین۔ مگر سلطان اور یونانیون دونون نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ تریپولتزا کے فتح ہونیسے پہلے خورشید پاشا نے بیرام پاشا کے زیر کمان بارہ ہزار البانوی فوج قصبہ مذکور کی کمک پر روانہ کی تھی۔ مگر یونانی باغیون نے تھرموپلی ہی مین ہزیمت فاش و بے بہا کر دیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ایتھنز پر بھی باغیون کا قبضہ ہو گیا۔ اور سنہ ۱۸۲۱ء کے ختم ہونے سے پہلے تمام موریا کل جزائر اور تقریباً تمام شمال یونان چند شہرون کے سوا ترکون سے خالی ہو گیا۔ اور باغی سب جگہ غالب ہو گئے۔ مگر پھوٹ اور نااتفاقی انمین بھی زور پر تھی۔ انکی ہر ایک جماعت یہی چاہتی تھی کہ وہی سب کی سربرآوردہ ہو۔ صرف جزائر ہی باغی مرکزی حکومت کے قیام کے خواہان تھے۔ انکی ہمت و کوشش سے بمقام ایپیڈارس کل جماعتون کے وکلاء اور جنگی سردارون کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اور ۱۳ جنوری سنہ ۱۸۲۲ء کو باضابطہ حکومت کی بنیاد قائم کیگئی۔ وضع قوانین کے لیئے ڈیمیٹرس ایپسیلانٹی کو زیر صدارت مجلس وضع قوانین قائم کی گئی۔ انتظامی کاروبار علیحدہ کونسل کے سپرد کئے گئے اور دو شخص وزیر منظر کیئے گئے۔

علی پاشا کے مرجانے پر باغیون کی سرکوبی کیلیئے خورشید پاشا کی فوج فارغ ہو گئی۔ اور اوس نے شروع شروع مین باغیون کو کئی شکستیں دین۔ اوہر قبودان پاشا نے ۱۱ اپریل کو جزیرہ کیوس پر حملہ کرکے وہان کے باغیون کا قلع قمع کر دیا۔ اور کئی ہزار مفسد قتل کر دیئے گئے۔ مگر خورشید پاشا کی فوج متواتر لڑائیون سے دن بدن کم ہوتی گئی۔ اور وہ خود بھی سخت زخمی ہو گیا۔ اُس وقت معالجہ کی فرصت کہان تھی۔ ان زخمون سے وہ راہی ملک بقا ہو گیا۔ اور اوسکی فوج بھی آخر منتشر ہو گئی۔ اوہر شکست کیوس کا بدلہ لینے کیلیئے یونانی باغیون کے دو بحری کپتان کناریس اور [illegible] دو آتشی جہاز لیکر ترکی بیڑہ مین جو جزیرہ مذکور کے قریب ساحل چشمہ پر لنگر انداز تھا گھس گئے۔ اور اُسمین آگ لگا دی جس سے کئی ترکی جہاز تباہ ہو گئے اور تین ہزار ترک ہلاک ہوئے۔ باقیماندہ جہاز ڈارڈنیلز کو واپس چلے گئے۔ جن کو وہان مرمت کرنے کے بعد ترکی امیر البحر یونان کے ساحلی قصبہ ناپلیا کے محصورین کے واسطے جس کے محاصرہ کو بارہ مہینے ہو گئے تھے۔ رسد لیکر روانہ ہوا۔ مگر یونانی کپتان مالیس نے اسے جزیرہ ٹنی ڈوس سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ اور نومبر سنہ ۱۸۲۲ء مین کناریس نے وہان ترکی بیڑہ کو پھر آگ لگا دی اور آدھے جہاز تباہ ہو گئے۔ اس کے بعد ناپلیا بھی فتح ہو گیا۔ اور یونانی حکومت نے اُسے اپنا دار الخلافہ بنا لیا۔

سلطان نے سنہ ۱۸۲۳ء اور سنہ ۱۸۲۴ء مین کئی فوجین باغیون کی سرکوبی پر روانہ کین۔ مگر اون سے کچھ نہ بن سکا۔ [illegible]

بیس ہزار ترکی فوج درہ تھرموپائلی سے گذر کر آگے بڑھی تو اوسے تھسلی میں شکست فاش ملی - اور ایک دوسری فوج کو مقام کارنیتھ میں سخت ہزیمت نصیب ہوئی جس میں دو ہزار ترک ہلاک ہوئے - ترکی بیڑہ نے جزیرہ سارا کو فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو قتل کیا - اور کچھ فوج وہاں اتار دی جسکو ١٨٢٤ء میں یونانی بیڑہ نے تہ تیغ کر دیا - مشہور لارڈ بائرن بھی ١٨٢٣ء میں یونان پہنچ گیا - اوس نے ١٨٢٢ء میں ایک نظم لکھکر یونانی باغی پرنس الیگزینڈر ماوروکورڈاٹو کو نذر کی تھی اس کے دیباچہ میں بائرن کے دوست شیلی نے اپنی گورنمنٹ اور قوم کو یونانیوں کی حمایت نہ کرنے پر سخت مطعون کیا تھا - اور لکھا تھا کہ روس یونان کو آزاد کرانے کا نہیں بلکہ اوسپر قابض ہونیکا خواہشمند ہے اور وہ اس لیے خاموش ہے کہ ترک اوس کے قدرتی اعدا اور یونانی اوس کے مجوزہ غلام آپس میں کٹ مر کر کمزور ہو جائیں اور پھر وہ دونوں کو شکار کرے شیلی نے اپنی گورنمنٹ کو اس دیباچہ میں سخت ظالم اور ترکوں کے مشابہ تحریر کیا تھا - لارڈ بائرن ١٨٢٤ء میں مسولونگھی کے محاصرہ میں وہاں کی مضر آب و ہوا سے بیمار ہو کر فوت ہو گیا

باغیوں کی قایم کردہ حکومت نے پیسارائے سوداگر کونڈوریوٹس کو اعلے عاملانہ اختیارات عطا کر دیے جسنے دوسرے فریقوں سے جدال و قتال کے بعد ناپلیا کو حکومت کا صدر مقام بنایا ٭

مصری فوج کی کامیابی

اتنے میں برسوں میں سقدر ترکی فوجیں ضائع ہو چکی تھیں کہ آخر گورنمنٹ بھی فوجیں بھیجتے بھیجتے تھک گئی - اور وہ شکست خوردہ ہو کر پڑ گئی - باغیوں کی سفاکیوں سے تنگ آکر مسلمانوں نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینا شروع کر دیا تھا - اور کئی ہزار امن پسند یونانی مرد و زن کو تلوار کی گھاٹ اتار دیا تھا - مگر عیسائی باغیوں کے برعکس مسلمان علما نے اس کارروائی پر فوراً نفرین کرنی شروع کر دی اور شیخ الاسلام نے علانیہ کہہ دیا کہ بیگناہ عیسائیوں کو قتل و ہلاک کرنے کی وجہ سے غضب الٰہی کا دریا موجزن ہو گیا ہے اصلی ترکوں کو متواتر ہزیمتیں ملیں بھی تاہم سلطان محمود نے ایشیائی صوبوں سے مزید فوج تیار کرنے کی بہت کوشش کی - مگر کامیاب نہ ہوا - جسپر اوسے اپنے مصری پاشا کی طرف رجوع کرنا پڑا - جسکے پاس بغیر قواعد دان [illegible] کا [illegible] نہ تھا بلکہ خوب تعلیم یافتہ اور باقاعدہ فوج موجود تھی - ١٦ جنوری ١٨٢٤ء کو فوجی کمک بھیجنے کیلئے اوس کے نام فرمان سلطانی صادر کیا گیا - اور وہ ہی مورہ یا اور کریٹ کی گورنری اوس کو تفویض کر دی گئی -

مصری فوج کی روانگی سے پہلے ١٨٢٤ء میں مقام سینٹ پیٹرزبرگ دول یورپ نے مسئلہ یونان پر آپس میں بحث مباحثہ کیا تھا اور سلطان سے یونانیوں کو سیقدر مزید رعایات دینے کی سفارش کی تھی مگر سلطان نے یونانیوں کی کامل [illegible] سے پہلے اون کو کوئی مزید رعایت دینے سے انکار کر دیا تھا - ادھر انگلستان اور آسٹریا مذکورہ بالا یورپین مداخلت کی مخالفت [illegible] نے زیادہ طول نہ پکڑا - اور سلطان [illegible] باغی رہنا تھا [illegible] ٢٤ جون ١٨٢٤ء کو محمد علی نے اپنے آقا [illegible] کے حکم کی تعمیل میں فوج کا بھیجنا بخوشی منظور کر لیا - [illegible] کی تیاری [illegible] میں مصر سے روانہ ہو گیا - اور [illegible]

پندرہ ہزار فوج ابراہیم کے زیر کمان دو برس کا سامان لیکر سکندریہ سے روانہ ہو گئی۔ اس پاشا کو ۶۳ جنگی جہاز ہمراہ ہو لیے۔ ابراہیم پہلے کریٹ گیا۔ یونانی وہان کوئی کمک نہ بھیج سکے تھے۔ جزیرہ کے باغی بآسانی مغلوب ہو گئے۔ اس کے بعد ترکی اور مصری بیڑے باہم متفق ہو گئے۔ اور بحیرہ مجمع الجزائر سے باغیونکی بحری طاقت معدوم کر دی گئی۔ باغیون کے مختلف مخالف فریق اس خطرہ کے وقت بھی آپسمین متفق نہ ہوئے۔ اور بدستور ایک دوسرے کے ساتھ مصروف کارزار رہے۔ ابراہیم پاشا انکی اس نا اتفاقی سے فائدہ اٹھا کر ۲۴ فروری ۱۸۲۵ء کو کریٹ سے موریا کی بندرگاہ مودون مین پہنچ گیا۔ اوس کے ساتھ بارہ ہزار باقاعدہ فوج تھی اوسکی فوج کی باقاعدگی اور اسلحہ کی عمدگی کا اثر فی الفور ظاہر ہو گیا۔ یونانیون نے خشکی پر اترتے ہی ابراہیم پاشا کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔ پھر اس مصری جوانمرد نے پیشقدمی کر کے ۱۸ مئی ۱۸۲۵ء کو ناوارینو فتح کر لیا۔ اور بعد ازان آگے بڑھ کر اور کل اندرونی علاقے کے مشہور مقامات تسخیر کر لیے۔ صرف ناپلیا۔ ایتھنز اور مسولونگی باغیون کے قبضہ مین باقی رہ گئے

ابراہیم کے موریا مین داخل ہوتے ہی سلطان نے بھی رشید پاشا وزیر اعظم کے زیر کمان ۲۰ ہزار فوج شمالی یونان کو بھیجدی تھی۔ رشید نے مسولونگی کا محاصرہ کر لیا جس مین آسترین انجینیئرون نے اوسے بہت مدد دی۔ مگر اہالی شہر کو سمندر کی طرف سے برابر کمک باہر سے پہنچتی رہتی تھی۔ محاصرہ کو عرصہ گذر گیا۔ اور شہر فتح نہ ہو سکا۔ رشید نے ابراہیم پاشا کو بلا بھیجا جو دس ہزار فوج لیکر پھر اس سے روانہ ہو گیا۔ محمد علی نے ۲۳ اکتوبر ۱۸۲۵ء کو ۱۱ ہزار مزید فوج ترکی بیڑہ پر سکندریہ سے بھیجی ہوئی تھی اوس کے پہنچتے ہی دشمن کا قافیہ تنگ ہو گیا۔ اور ۲۲ اپریل ۱۸۲۶ء کو مقام مذکور جو مغربی یونان مین باغیون کا حصن حصین سمجھا جاتا تھا فتح ہو گیا۔ اس کے بعد ابراہیم پھر موریا واپس چلا گیا۔ اور رشید نے ایتھنز جا کر اوسکا محاصرہ کر لیا جو ۱۸۲۷ء کے جون مہینہ مین فتح ہو گیا۔ ان دونون فتوحات مین ترکون نے مفتوحین پر کسی طرح کا جبر و ستم نہ کیا بلکہ ایسے احسان و مروت سے پیش آئے کہ عیسائی مورخین بھی اوس کے مداح ہین۔

الغرض ۱۸۲۷ء کے وسط تک سمندر اور خشکی پر دونون جگہ باغیون کی طاقت تقریباً معدوم ہو گئی۔ اور جیسا کہ مصیبت کے وقت اکثر ہوا کرتا ہے۔ باغیون مین ان ہزیمتون کی وجہ سے پہلے سے زیادہ پھوٹ پڑ گئی۔ خانہ جنگیان شروع ہو گئین اور سلطان کی کامل فتح اور باغیون کی قطعی پامالی در حقیقت مین کوئی شک و شبہ باقی نہ رہ گیا تھا کہ عین اوس موقعہ پر یورپ کی تین عیسائی سلطنتین انگلستان۔ روس اور فرانس باغیونکی حمایت مین میدان مین نکل آئین۔ اور فتح کا ثمر سلطان کے ہاتھ سے چھین لیا۔

ینگچری فوج کی تباہی

بغاوت یونان کے اس آخری مرحلہ کے حالات بیان کرنے سے پہلے روس اور ترکی کے باہمی تعلقات اور سلطنت کے دیگر اہم واقعات کا جن کا مسئلہ یونان پر اثر پڑا تھا ذکر کر دینا ضروری ہے۔ سلطان محمود کے عہد حکومت کا سب سے مشہور واقعہ ینگچریون کی تباہی ہے۔ اس سے سلطنت کی فوجی آئین کی بالکل کایا پلٹ گئی۔ صدیون کا کلنک دور اور آئندہ ترقی کے لیے میدان صاف ہو گیا۔ ملک کی اندرونی اصلاح اور بیرونی دشمنون سے

محافظت کرنے کے لیئے ینگچریون کی تباہی اور فوج نظام کی قواعد و ترتیب اور اسلحہ مین کامل تغیر ہونے کی ضرورت پر پہلے کئی دفعہ بحث ہو چکی ہے۔ سلطان سلیم ثالث کے بعد جس کو سب سے اول یوروپین طریق پر جدید فوج کی تیاری کا خیال پیدا ہوا۔ نہ صرف سال ۱۸۱۲ء کے محاربہ بلکہ بغاوت یونان مین بھی ینگچری فوج کا ناکارہ پن اور رذالت کو ساتھ ثابت ہو گیا تھا۔ اور برعکس اسکے مصری فوج کی فتوحات متواترہ نے یوروپین طریق و قواعد کی فوقیت اور ساتھ ہی یہ امر صحیح کر دیا تھا کہ بندوق و سنگین سے عرب اور قبطی بھی ویسی ہی عمدگی سے کام لیسکتے ہین جیسے کہ روسی یا فرانسیسی۔ اپنے مصری پاشا کی فوج کے مقابلہ پر جب سلطان اپنی سلطنت کے دیگر صوبون کی افواج کو دیکھتا تھا تو اسکو سخت رنج و افسوس ہوتا تھا یہ دیکھکر دل مین سخت نادم ہوتا تھا کہ جو کام عثمانیہ دنیا کے بادشاہون کی طاقت و جرأت سے اب تک باہر رہا تھا۔ اسے اوسکی ایک باجگذار پاشا نے باحسن وجوہ پورا کر لیا ہے۔ اوس نے اس قابل شرم اختلاف کو دور اور ملکون کے بعد ینگچریون کا بھی نام و نشان باقی نہ چھوڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ مگر وہ اس خودسر فوج کی جمعیت اور اوسکی شورہ پشتی سے بخوبی واقف تہا اوسکی سلطنت کا کوئی سال ایسا نہ گذرتا تھا جس مین ان شریرون کی بدولت اوس کے دار الخلافہ کا کچھ نہ کچھ حصہ آگ کی نذر نہ ہو جاتا تھا۔ یا اوسی اون کے مفسدانہ مطالبے پورا نہ کرنے پڑتے تھے۔ یہ بھی ناممکن تہا کہ جسطرح محمد علی نے دہوکہ سے مملوکون کو بلا کر قتل کر دیا تھا۔ اسیطرح ینگچری فنا کر دیئے جاتے ہزارون کا اسطرح سے جمع اور معدوم کرنا قطعًا ناممکن تھا۔ اور اگر ممکن بھی ہوتا تو تو بھی سلطان محمود ایسی مکاری اور دغا بازی کا بھی مرتکب نہ ہوسکتا تہا۔ ساری عمر مین اوس سے کوئی ایسا فعل سرزد نہین ہوا جس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہو کہ بشرط امکان وہ غداری اور مکاری سے کام لینے سے دریغ نہ کرتا۔ وہ سمجھ گیا تہا کہ اس تنازعہ کا فیصلہ آخر قسطنطنیہ کے کوچہ و بازار مین لڑائی سے ہوگا۔ اور بنا برین وہ فوج کے اوس حصہ کی تقویت مین مشغول ہو گیا جو بازاری لڑائیون اور ہنگامون مین سب سے زیادہ کارآمد پایا جاتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب سلطان محمود نے یہ سنا کہ نپولین کے جنرل نے بموسم خزان ۱۷۹۵ء مین میڈرڈ کے بازارون کو باغیون سے صاف کرنے کے لیئے توپون سے کام لیا تہا تو یہ امر سلطان مرحوم کے دل پر ایسا نقش ہو گیا۔ کہ اسکو کبھی فراموش نہ ہوا۔ اوس نے اپنے توپخانہ کو درست کرنا شروع کر دیا اور بتدریج اوس مین ایسے افسر داخل کر دیئے جن کی وفاداری اور استقلال پر اسے کامل بھروسہ تھا۔ چنانچہ جب وہ اپنے عہد حکومت کے اٹھارہوین برس ینگچریون کے ساتھ آخری مقابلہ کے لیئے تیار ہوا تو اوسنے قسطنطنیہ اور اوس کے قرب و جوار مین چودہ ہزار توپچی فراہم کر لیئے ہوئے تھے۔ اور اون پر ایک ایسا کماندر متعین کر دیا ہوا تہا جسکی جان نثاری مین قطعًا کلام نہ تھا اس جنرل کا نام ابراہیم تہا مگر لڑائی کے دن سے بعد اوس کا نام قرہ جہنم یعنی (سیاہ دوزخ) پڑ گیا تھا۔ کیونکہ اکثر اوس کا رنگ بھی سانولا تھا۔ اور دوسرے لڑائی مین سرکش مفسدون کے برخلاف اپنی شرربار توپون سے ایسا کام لیا تھا کہ گویا دوزخ کا کوئی دہانہ کھل گیا ہے۔ محمود نے متوجہ ملنے پر ینگچریون کے آغا کے منصب پر بھی ایسا شخص مقرر کر دیا ہوا تھا جو اوس آقا کی تجاویز سے بدل و جان متفق تھا۔ اس کا نام حسین تھا۔ وزیر اعظم محمد سلیم اپنے سلطان کا جان نثار فرمانبردار اور رضا

شخص تھا۔ علاوہ بریں وفادار ایشیائی سپاہیوں کی بھی معقول تعداد اسکودار میں مقیم تھی جو ضرورت کے وقت فوراً قسطنطنیہ پہنچ سکتے تھے۔ محمود نے علماء کو بھی سمجھا بوجھا کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اور ان کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر دیا تھا کہ کسی وقت تو یہ فوج بے شک اسلام کی سچی خدمتگذار تھی مگر اب اوس کے بدترین دشمنوں میں سے ہے اور علماء اوسکی امداد کرنے سے اسلام کی تخریب کر رہے ہیں۔

سلطان نے کچھ عرصہ پہلے سے شیخ الاسلام کے منصب پر بھی ایسے شخص کو مامور کر دیا ہوا تھا جو ہر طرح سے اوسکی امداد و اعانت کو تیار تھا۔ ان انتظاموں سے فارغ ہو کر سلطان نے ینگچریوں کے معاملات میں رسم و قانون کے مطابق کارروائی شروع کی تاکہ اگر وہ سرکشی کریں تو تلوار سے کام لینے کا الزام اون پر وارد ہو۔ جون ۱۸۲۶ء کو شروع میں مفتی کے مکان پر علماء، وزراء، ارکانِ دولت اور سرداران فوج کی عظیم مجلس جمع ہوئی جس میں محمد سلیم نے سلطان کا فرمان سب کو پڑھ کر سنایا۔ فرمان مذکور کا فارسی ترجمہ تاریخ مصباح الساری سے ذیل میں درج کر دیا جاتا ہے۔ "از ہنگام ابتسام صبح دولت عثمانیہ رعایا و برایا در ظل رافت سایہ حمایت سلاطین اسلام مرفہ الحال و شاد و شکر گزار بودند و حمیت و غیرت سپاہ آن سلاطین با دلیری و شوکت تمام ان اسلام پناہ ہا بروبر بلاد نصاری و عالم فتوحات بیشمار کرد۔ بہر سر جو سلاطین کفرہ فجرہ میسایان تا ہنگام ماتب تجاعان اسلام... ینکالات نیمی و ظفر نصیب سپاہ رایات عالیات منصور و متعالی مرتفع و ایہ نصر من اللہ و فتح قریب خیل ینگچری بکمال اطاعت و جلادت بر سپاہ منسوخ شریف سلطانی و مردی و مردانگی میدادند و بلاد و قلاع کفار بدروزگار را بنصرت تمہا میگشادند لہذا... معقول بالیٰ تسان منقص رو بہ تنزل نہادند... از مدتے این گروہ بالکلیہ طریقہ اسلاف خود را فراموش کردند و نافرمانی و ناہنجاری در رویہ مردمی پیشہ ساختند بجائے ملاہی و ملاعب مصروف و با آزار رعیان بالرتکاب شدند و برسر ہیچ معاش و حرفش بدست... نالائق فروختند... آبا و اجداد و اقبال خود را از دست خود سوختند۔ ... ازین امور شنیع فقط ... راہ یافت و حشمت و اقبال از ایشان رو برتافت حرارت شجاعت از طبایع ... خود زائل کردند و از کسب فنون سپاہگری سراسر جاہل و کاہل شدند ہرگاہ دشمنان ضعف و بیہنری سپاہ ما مشاہدہ ساختند فرصت غنیمت شمردند و دراز دستی و دل دراز کردہ بر کشور ما تاختند۔ پس اے سپاہ ازین غفلت ہشیار شوید و بحال اصلی خویش در روش پیشین باز گردید تا بر ملک خود حصار محکم از جرأت کشیم۔ دشمنان ہیدرین ما از دم تیغ آبدار کشیم۔ ایدون ازیرا کہ ہست کہ صنایع و اختراعات قواعد جنگ و طریق استعمال آلات توپ و تفنگ کہ فرنگیان ایجاد میکنند بوجہ احسن فرا گرفتہ بالادست باشیم و سپاہ دشمنان را در میدان کارزار بجا بدستی و حکمت عملی برہم زنیم۔ دشمنان ما کہ پرایہ ما تدبیر نمودہ ایجاد کردہ اند ما ہم بکار بندیم۔"

فرمان کے بعد وزیر نے خود حسب ذیل تقریر کی: "شکستوں کی شرم اور بے انتہا زر و سامان کے نقصان سے تمام قوم کے دل محزون اور نادم ہو رہے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی شرم کا مقام ہو سکتا ہے کہ یہ باغی یونانی جن کی ہمارے سامنے کبھی کوئی حقیقت ہوا کرتی تھی جو سیلاب عظیم کے سامنے گرد سر کشتوں کی آج کامیابی اور نصرت کے ساتھ ہمارا مقابلہ کر رہے ہیں اور ہم اب تک اس بغاوت کو فرو نہیں کر سکے۔ ینگچری فوج کے رجسٹر ناموں سے تو خوب بھرے ہوئے ہیں اور وہ سب سلطانی خزانہ سے تنخواہ لے رہے ہیں۔ لیکن اگر اون میں ایسے آدمیوں کی تلاش کریں جو قابل جنگ ہوں تو ایک بھی ایسا نہیں ملیگا۔ افسر جب میدان جنگ کو روانہ ہوتے ہیں تو اون کے ماتحت منتظم فوج کی بجائے ہر قسم کے لوگوں کی

ختیر بے شمار بھیڑ ہوتی ہے۔ جو فنون سپاہگری سے محض نا آشنا اور تابعداری یا فوجی تعلیم سے قطعًا بے بہرہ ہوتے ہیں اور ادہر دشمن کے جاسوس کھلے بندون ہمارے درمیان منڈلاتے پہرتے ہیں"

تمہید بہ تقریر کے بعد وزیر اعظم نے حسب ذیل فوجی اصلاحات پیش کین ہ۔ (۱) ینگچریون کے حقوق صرف انہی لوگون تک قایم رہینگے جو با زندہ ہین۔ جو شخص مرتا جائے اسکی آسامی منسوخ ہوتی جائے گی (۲) ینگچریون کی ۵۱ رجمنٹین ہین۔ ہر ایک رجمنٹ مین سے ڈیڑہ ڈیڑہ سو آدمی منتخب کر کے اون کو یوروپین طریق پر فنون حرب اور قواعد سکھائی جاوے (۳) ترقی آیندہ باضابطہ ہوا کرے (۴) اون افسرون اور سپاہیون کو جنہون نے نمایان خدمت کی ہوگی علیحدہ پنشن دیجائے گی کل حاضرین نے ان تجاویز سے اتفاق کیا۔ اور شیخ الاسلام نے فتوے صادر کر دیا کہ جو کوئی شخص انکی مخالفت کرے گا یا فساد برپا کرنے کی کوشش کریگا۔ وہ سزا کا مستوجب ہوگا مسودہ تجاویز پر سب ان دستخط کر دیئے بعد ازان آغائے ینگچریان کی مکان پر بھیجدیا گیا۔ اور ہر پلٹن کے افسرون اور چیدہ سپاہیون نے اپنی اپنی پلٹن کیطرف سے اسپر دستخط کر دیئے۔ اور فوج جدید کے لیئے آدمی منتخب کرنیکا کام فی الفور شروع کر دیا گیا۔ اور ۱۲ جون ۱۸۲۶ء کو چار معلمون نے جن مین سے دو نظام جدید کے افسر تہے افسرون کو اسلحہ جدید کا پکڑنا اور مارچ کرنا سکھانا شروع کر دیا۔ مگر تین دن بھی نہ گذرے تھے کہ ینگچریون نے ۱۴ جون کی رات کو نکث عہد کر کے فساد برپا کر دیا۔ اور وزیر اعظم۔ اپنے آغا اور شیخ الاسلام کے مکانات لوٹ لئیے۔ اور پھر شراب خانون مین گہس کر ساری رات طرح طرح کی بدمعاشیان کرتے رہے سلطان اوس وقت محلسرا مین نہ تہا۔ باسفرس کی محل بشکطاش کو گیا ہوا تہا وزیر اعظم نے محلسرا جا کر سلطان کو مفسدون کی سرکشی کی خبر پہنچائی۔ وہ اونکو مقابلہ کرنے کیلیئے پہلے سے ہی تیار تہا بشکطاش سے فورًا واپس آ کر سنجق شریف (علم مقدس) کھولدیا۔ اور کل مسلمانون کو اپنے خلیفہ اور بادشاہ کے گرد جمع ہونیکا حکم دیدیا گیا جو خلوص نیت سے اپنے بادشاہ کے پاس جمع ہو گئے۔ ادہر فوج توپخانہ باسفرس کے قلعون کے محافظ اور ایشیائی سپاہی قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ ۱۵ جون کی صبحکو جب ینگچریون نے تمام شوارع و بازار سے جوق در جوق آت میدان اور محلسرا سلطانی کیطرف بڑہنا شروع کیا۔ تو قرہ جہنم اور اوس کے گولندازون نے چہرے دار گولون کی بارش شروع کر دی۔ اور ٹہوس گولون نے باغیون کے غول کے غول کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چیر کر لمبے لمبے رخنے ڈالدیئے۔ اسپر باغی محلسرا کا رخ چھوڑ کر آت میدان کو ہٹ گئے۔ اور وہان کچھ عرصہ نہایت ثابت قدمی اور شجاعت کے ساتھ مخالفون پر بندوقون سے آتشباری کرتے رہے۔ مگر بندوق توپ کا کہان تک مقابلہ کر سکتی تہی۔ ٹہوس اور کہلے گولون نے سینکڑون کو پرخچے اڑا دیئے۔ جسپر باقیماندہ فریق حاجی بکتاش (یعنے ینگچری) باقاعدگی کے ساتھ اپنی بارکون کو ہٹ گئے۔ اور اونکی دمدمہ بندی کر کے وفادار سلطانی فوج کے متوقعہ دھاوے کی مدافعت کیلیئے تیار ہو گئے۔ مگر سلطان اور اوس کے افسرون نے فوج کو جو کہ ہمین مڈالا۔ کہ حملہ کر کے بزور شمشیر بارکون کو فتح کرین سلطانی توپخانہ بارکون کی بالمقابل صف آرا کر دیا گیا۔ اور نامراد مفسدون پہ چھینٹے والے اگر

[1] امین سرا۔ قسطنطنیہ مین مقیم رہتی تہیں۔

معمولی گولوں کی مسلسل بوچھار شروع ہوگئی۔ اس آتش سوزاں سے بچنے کے لیئے کئی ینگچری جو سب سے دلاور تھے تلواریں لیکر بارکوں سے باہر نکل آئے۔ مگر بجز اس کے کہ وہ کسیطرح کو بھاگ سکیں تلوار یا گولوں سے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ کئی بدبختوں نے رحم کی التجا کی جن کی کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ یہ جہنم کا نمونہ بارکوں پر برابر گرجتا رہا۔ آخر کار عمارت کو آگ لگ گئی اور قسطنطنیہ کے باقیماندہ ینگچری اپنی بارکوں کے ساتھ جلکر خاکستر ہو گئے۔ اور اس طرح سے وہ فوج جسنے صدیوں سے گورنمنٹ کو بے بال و پر بنا رکھا تھا اور جس نے اوس صبح اپنے شہنشاہ کی گستاخی کر کے اوس کے وزرا کے سر مانگے تھے ہمیشہ کے لیئے فنا و معدوم ہو گئی۔

مقتولین کی تعداد میں بہت اختلاف ہے۔ مگر سب سے زیادہ درست یہی روایت معلوم ہوتی ہے کہ اس لڑائی میں چار ہزار ینگچری ہلاک ہوئے۔ فتح کے بعد سلطان جو تیار فوج کے ساتھ رہا تھا محلسرا کو واپس آگیا۔ قدم قدم پر رعایا نے خوشی کے نعرے بلند کیئے۔ خود سلطان کو اپنی سلطنت کے اشد ترین دشمنوں کی بربادی سے جو کچھ خوشی ہوئی ہوگی۔ اوس کا اندازہ ناظرین بآسانی کر سکتے ہیں۔ وزیر اعظم اور حسین پاشا کے حکم سے تقریباً چھ سو مفسد پایہ تخت میں قتل کیئے گئے۔ اور ۱۷ جون کو سلطان نے فرمانِ سلطانی صادر کر کے ینگچری فوج کا نام عساکر شاہانہ کی فہرست سے ہمیشہ کے لیئے محو کر دیا۔ اونکی جو مسجدیں اور چند بارکیں رہگئی تھیں انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا گیا۔ اونکے علم جلا دیئے گئے۔ اور طبل اور دیگیں توڑ پھوڑ دیگئیں۔ بفتوائے شیخ الاسلام نئی فوج بنام عساکر منصورہ اسلامیہ کے قائم کیئے جانیکا حکم دیا گیا۔ اور وزیر حسین پاشا کو سرعسکر پاشا کا خطاب دیکر اوس کا کمانڈر انچیف (سپہ سالار) مقرر کیا گیا۔ فرمان کے آخری الفاظ یہ تھے "جو کوئی شخص قولاً یا فعلاً قوم کے اس عام فیصلہ کے برخلاف کسی حرکت کا مرتکب ہوگا۔ اوسے فی الفور تہ تیغ کر دیا جائیگا"۔ اس فرمان کی نقل تمام صوبوں کے پاشاؤں اور گورنروں کو بھیجدی گئی۔ اور اونہوں نے بہ تعمیل ارشاد ینگچریوں کو موقوف کر کے نئی فوج بھرتی کرنی شروع کر دی۔ اور جہاں کہیں ینگچریوں نے کچھ بھی مخالفت کی۔ بیدریغ قتل کر دیئے گئے۔ اندازہ لگایا گیا کہ پایہ تخت اور صوبجات میں تین مہینوں کے عرصہ میں چالیس ہزار ینگچری ہلاک ہوئے تھے۔

ینگچریوں کا حاجی بکتاش کے مریدوں سے بہت تعلق تھا۔ یہ درویش کمال متعصب۔ وحشی اور غلیظ ہونے کے علاوہ ہر قسم کی اصلاح اور ترقی کے بھی جانی دشمن تھے اور جیسا کہ بے علم قوموں میں اکثر ہوتا ہے ان جہلا کو عوام پر بہت رسوخ اور تسلط حاصل تھا۔ اپنے فوجی بھائیوں کی حمایت میں یہ درویش فساد برپا کرنے کے درپے ہو رہی تھے کہ سلطان محمود نے لگے ہاتھ اونکا بھی قلع قمع کر دیا۔ ۱۰ جولائی سنہ ۱۸۲۶ء کو ان فقرا کے تین بڑے سرگروہ پھانسی دیدیئے گئے۔ اونکی کل تکیئے ضبط اور خانوادہ کا سلسلہ معدوم کر دیا گیا۔ اور تمام فقرا قسطنطنیہ سے جلاوطن کر دیئے گئے اور ساتھ ہی اون کو حکم دیدیا گیا کہ آیندہ لباس پرانا لباس نہ پہنیں۔

عیسائی دول کی مداخلت اور عہد نامہ آق کرمان

اس کامیابی سے سلطان کو آیندہ کے لیئے بڑی بڑی امیدیں ہو گئیں۔ اور آپ اپنے استقلال و اقبال پر بہت کچھ بھروسہ کرنے لگے۔

۱۸ برسون کی مسلسل تیاریون اور صبر و تحمل کا اُسے ثمرہ مِلگیا تھا۔ اور وہ گویا اب اپنی سلطنت کا حقیقی فرمانروا ہوا تھا۔ ینیچریون کی بربادی سے فارغ ہوتے ہی وہ نئی فوج کی تیاری کے کام مین کمال سرگرمی سے مصروف ہوگیا۔ ایک خاص کمیشن اِس کام کے سرانجام کیلیے مقرر کیگئی۔ اور اوس کے اجلاس کیلیے محلسرا سلطانی کے وسیع صحن مین خیمے نصب کردیے گئے تاکہ سب کام خود سلطان کی آنکھون کے سامنے ہو۔ پہلے اجلاس مین اُسنے حسب ذیل تقریر کی ہے جو مشکلات اور مزاحمتین ینیچری اصلاحات کی راہ مین ڈالا کرتے تھے وہ اب دور ہوگئی ہین۔ اور مین چاہتا ہون کہ آج سے اپنا کل وقت اور اپنی کل ہمت و طاقت اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کی ترقی اور اپنی رعایا کے امن و آسائش کیلیے سلطنت کی عمارت کو اپنے پاک مذہب کے احکام اور قانون کے اصولون کی بنیاد پر قایم کرنے مین صرف کر دون۔ پگڑی کی بجاے طربوش (ترکی ٹوپی) اور یوروپین لباس کا رواج اُسی وقت سے شروع ہوا۔

سنہ ۱۸۲۶ء کے ختم ہونیسے پہلے سلطان نے تیس ہزار فوج یوروپین طریقہ پر قایم کرلی۔ دوسرے برس وہ ایک لاکھ بیس ہزار اور فوج تیار کرنے کا عزم رکھتا تھا۔ اور اُسکا منشا تھا کہ کل اڑھائی لاکھ مستقل فوج نظام جدید کے اصول پر تیار کرے۔ اور اگر اُسے چند برسون کی بھی مہلت ملجاتی تو وہ ضرور اپنے مدعا مین کامیاب ہوجاتا۔ یہ درست ہے کہ اکثر مسلمان اصلاح کے معاملات مین اوس کے معاون نہ تھے۔ اور روشن خیال افراد سے اُسے جیسی کہ چاہیے مدد نہ ملتی تھی۔ تقریباً ہر ایک کام اوسے خود اپنی بے نظیر ہمت و کوشش سے کرنا پڑتا تھا۔ مگر اوس اکیلے کی ہمت بھی کچھ کم نہ تھی۔ وہ اب تک حیرت افزا کارنامے کرچکی تھی۔ اور ہر ایک فتح سے سلطان کو دیگر فتوحات کے حصول کیلیے دس گنا وسایل بہم پہنچ جاتے تھے۔ صوبون کے سرکش اور متمرد ترین پاشا جو تاج و تخت کی تابعداری کو بالاے طاق رکھکر خود مختار بنے ہوئے تھے مر چکے تھے۔ یا برطرف ہوچکے تھے۔ سب سے بڑا اشقی علی پاشا والیِ یانیا تھا جس کا سر عرصہ تک دیگر باغیون کی عبرت کیلیے آستانہ مین نصب رہا تھا۔ وہابی مغلوب اور مملوک نیست و نابود ہوچکے تھے۔ مالڈیویا اور ولیشیا کی بغاوت کامل طور پر فرو ہوچکی تھی۔ اور گو وہ یونان مین ابھی تک زورون پر تھی مگر صاف معلوم ہورہا تھا کہ ابراہیم اور رشید پاشا کی افواج قاہرہ اوسکا بھی جلد تدارک کرلینگی۔ پس پرانے دستور و آئین کی موقوفی کے بعد نئے اور مجوزہ آئین و قوانین اور ضوابط کی پختگی اور بارآوری کیلیے صرف اسکی ضرورت تھی کہ چند برسون تک سلطنت بیرونی حملون سے بچی رہی۔ سلطان محمود کے عہد حکومت کا قابلترین مؤرخ اور فاتح فرانس جرنیل مولٹکی اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ اگر ینیچریون کی بربادی کے بعد ترکی کو دس برسون کیلیے بیرونی دشمنون سے چین نصیب ہوجاتا تو سلطان محمود کی فوجی اصلاحات اس عرصہ مین کسیقدر مستحکم ہوجاتین۔ اور اس قابل اعتماد فوج کی مدد سے سلطان اپنے ملک کے انتظام مین ان ضروری اصلاحات کو رائج و نافذ کرنے کے قابل ہوجاتا جو سلطنت عثمانیہ کے درخت کی سوکھی شاخون مین نئی جان ڈالدیتین اور خود سلطان کو اپنے ہمسایون کے مقابلہ کیلیے خاصہ مضبوط بنادیتین۔ مگر روس نے سلطان کی فوجی اصلاحات کو شگوفہ ہی مین برباد کردیا۔ ان سب پر پانی پھیر دیا۔ سلطان محمود کی بیدار مغزی اور اوسکی مجوزہ اصلاحات کی سودمندی کی

تصدیق خود اوس کے دشمنون کی زبان سے ہو رہی ہے۔ اس تھوڑے سے عرصہ مین ہی ملک کی کایا پلٹ گئی تھی۔ اور اگر چند روز اور مہلت ملجاتی تو بلاشک وشبہ ملک کو اون سے اور بھی بہت زیادہ فائدہ پہنچتا۔ روسی ۲۹-۱۸۲۸ء کے محاربہ مین جدید ترکی فوج کے کارنامون کو دیکھکر جسے قایم ہوئے ابھی ایک دو برس ہی ہوئے تھے۔ اور سلطان کا فوجی انتظام اور اصلاح گویا شروع ہی ہوئی تھی دنگ رہگئے۔ چنانچہ روسی مدبرین پرنس لیون وغیرہ نے سرکاری مراسلتون مین صاف صاف لکھدیا کہ یہ ہماری خوش نصیبی تھی کہ زار نے فوراً ترکی سے لڑائی کردی۔ ورنہ اور چند برسون کے بعد جدید ترکی فوج کا مقابلہ کرنا جسے اب بحالت طفولیت ہی مغلوب کرنا سخت مشکل ہو رہا ہے۔ بالکل ناممکن ہو جاتا۔

ترکی کی بدنصیبی سے ینگچریون کی بربادی سے چند ماہ پیشتر روسی تخت پر نیا زار بیٹھ چکا تھا۔ زار سکندر اول کو انقلاب پسندون اور قومیون سے اسقدر نفرت تھی کہ وہ اوسکی باقی تمام خواہشات اور امنگون پر غالب ہوگئی ہوئی تھی اسی وجہ سے وزیر آسٹریا کے سمجھانے سے وہ یونانی باغیون کی حمایت سے باز رہا تھا۔ مزید برآن آخر عمر مین مراق اور بیماری نے اوس مین وہ سکت اور اولوالعزمی نہین رہنے دی ہوئی تھی جسکا فتوحات کی شوقین بادشاہ مین ہونا لازمی امر ہے۔ وہ دسمبر ۱۸۲۵ء مین فوت ہوگیا۔ اور اوسکی جگہہ اوسکا چھوٹا بھائی زار نکلس اول ۲۴ دسمبر ۱۸۲۵ء کو تخت پر متمکن ہوا۔ وہ عین عالم شباب مین تھا جوانی زورون پر تھی۔ اور فتوحات کی امنگین دلکو بیقرار کر رہی تھین۔ اوسنے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے ہم مذہبون کی حمایت کی آڑ مین پیٹر اور کیتھرائن کی پالیسی کو تازہ اور اپنے ملک کے مورو ثی دشمن (یعنی ترکی) کو پامال کرنیکا عزم کرلیا۔ اس اپنی خواہش وامنگ اور قومیون کے تقاضا کے علاوہ ملک کی اندرونی حالت بھی اس امر کی مقتضی تھی کہ رعایا کی توجہ کو کسی خارجی معاملہ کی طرف منعطف کر دیا جائے۔ نکلس کی تخت نشینی پر سینٹ پیٹرس برگ مین خانہ جنگی برپا ہوگئی تھی جسکو تو جلد فرو کر دیا گیا مگر ملک مین عام بےچینی بدستور موجود تھی۔ ملک سے باہر اس غرض کیلئے ترکی سے تیسرے لڑائی شروع کر دینے سے بہتر کونسا کام ہو سکتا تھا۔ سرویا۔ صوبجات ڈنیوب اور دیگر معاملات کے متعلق باب عالی کے ساتھ عرصہ سے نامہ وپیام ہو ہی رہا تھا۔ روسی وزراء نے امور متنازعہ کے تصفیہ کیلئے تحکمانہ انداز سے تقاضا شروع کر دیا۔ اور اگست ۱۸۲۶ء مین یعنی ینگچریون کی بربادی سے صرف دو مہینہ بعد سلطان کی فوجی کمزوری سے فائدہ اوٹھاکر جو پرانی فوج کو اپنے ہاتھ سے تباہ کر چکا تھا اور نئی فوج کا ابھی کچھ حصہ بھی تیار نہ ہوا تھا۔ باب عالی سے مطالبہ کر دیا گیا کہ سلطان ملات ایشیائی قلعون کو جنہین بروئے معاہدہ بخارسٹ دینے کا اقرار کرکے ابتک نہین دیا گیا۔ روس کے حوالہ کر دے۔ سرویون کو نئے لفور پولیٹیکل حقوق عطا کر دیئے جائین۔ اور صوبجات ڈنیوب کے باشندون کو پھر وہی حقوق ومراعات دیدیئے جائین جو ۱۸۲۱ء کی بغاوت سے پہلے اون کو حاصل تھین۔ اور اس بغاوت کی وجہ سے چھین لیگئی تھین۔ عہدنامہ بخارسٹ مین ان قلعون کی حوالگی کی کوئی تصریح یا تفصیل موجود نہ تھی۔ مگر تکرار کے لیئے کچھ بہانہ تو چاہئے تھا۔ ایسا بہانہ عہدنامہ مذکور کی بعض مہمل عبارتون سے پیدا کر لیا گیا۔

دریں اثنا انگلستان علانیہ باغیوں کا طرفدار ہوگیا ہوا تھا۔ ۲۴ نومبر سنہ ۱۸۲۴ء کو باغیان یونان کی حکومت نے انگلستان سے بیچ بچاؤ کی درخواست کی۔ اس کے جواب میں انگریزی وزیر خارجیہ جارج کیننگ نے اون کو یقین دلایا کہ انگلستان باغیوں اور سلطان میں بیچ بچاؤ کرنے اور جو تصفیہ قرار پائے اوسکی تعمیل کا ضامن ہونے کو تیار ہے یعنی ثالثی کی درخواست کی منظوری کے ساتھ ہی باغیوں کو انگریزی حمایت کی درخواست کرنیکا بھی ایما کر دیا گیا۔ چنانچہ یونان کی باغی حکومت نے اگست سنہ ۱۸۲۵ء میں باضابطہ انگلستان کی حمایت تسلیم کر لی۔ اور انگلستان نے اپنے سفیر متعینہ قسطنطنیہ کو ان شرائط پر سلطان اور اوسکی باغی حکومت کے درمیان مصالحت کرا دینے کی کوشش کرنے کی ہدایت کی کہ یونان کو اندرونی معاملات میں خودمختار ریاست بنا دیا جائے اور وہ سلطان کو سالانہ خراج ادا کرتی رہے۔ سلطان نے انگریزی توسط اور ان شرائط کو جو ترکی اغراض و اقتدار کے حق میں سخت مضر تھیں نہایت حقارت کے ساتھ مسترد کر دیا جس سے انگریزی گورنمنٹ ٹرکی سے سخت کھچ گئی لیکن دیگر سلطنتوں کی کنارہ کشی کے باعث وہ اکیلی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ عوض لینے کے لیئے موقعہ مناسب کی تاک میں ہی بیٹھی ہوئی تھی کہ حسن اتفاق سے زار سکندر اول مرگیا۔ اور نکلس اپنا پرجوش نوجوان روس کا قیصر ہوگیا جسے کسی کے کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ خود ہی ترکوں کے خون کا پیاسا تھا۔ انگلستان ٹرکی کے برخلاف جھٹ روس سے مل گیا ڈیوک آف ولنگٹن کو اتفاق قائم کرنے کے لیئے سینٹ پیٹرزبرگ بھیجدیا گیا۔ اور روسی مطالبات مذکرہ صدر کی تائید کیگئی لیکن اگر روس اکیلا بھی ہوتا تو بھی ترک کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ان مطالبات کو سن کر بگڑے تو بہت مگر فوج کی عدم موجودگی کیوجہ سے لاچار تھے۔ سلطان کو مجبوراً ظالموں کے مطالبے تسلیم کر لینے پڑے۔ فریقین کے وکلا تصفیہ مسائل کے لیئے آق کرمان میں جمع ہوئے۔ اور ۷ اکتوبر سنہ ۱۸۲۶ء کو یعنی روس نے غور و فکر کیلیئے جو سات ہفتوں کی میعاد باب عالی کو دی تھی۔ اوس کے آخری دن عہدنامہ پر دستخط کر دیئے گئے۔ اس معاہدہ کی رو سے جو عہدنامہ آق کرمان کے نام سے مشہور ہے عہدنامہ بخارسٹ کی تائید کی گئی۔ اور ولیشیا اور مالڈیویا کو وہی رعایتیں پھر دیگئیں جو اون کو سنہ ۱۸۰۲ء کے خط شریف اور عہدنامہ بخارسٹ کی پانچویں دفعہ کی رو سے عطا کیگئی تھیں۔ گورنروں کے متعلق قرار پایا کہ آئندہ امرائے ولیشیا اور مالڈیویا اپنی جماعت میں سے انہیں منتخب کیا کریں۔ ہر گورنر سات برس تک اپنے عہدہ پر قائم رہا کرے۔ اور باب عالی کسی ہوسپوڈار (مالڈیویا اور ولیشیا کے گورنروں کا خطاب) کو روس کی بلا رضامندی معزول نہیں کر سکیگا۔ جو مالڈیویا کے امرا سنہ ۱۸۲۱ء کی بغاوت میں شریک ہوگئے تھے اور پھر کیفر کردار سے ڈر کر روسی علاقہ میں بھاگ گئے تھے اون کو اب واپس آجانے اور اپنی املاک و مقبوضات پر متصرف ہونے کی اجازت دیدیگئی۔ سرویا کے متعلق قرار پایا کہ صوبہ کی آئندہ حکومت کیلیئے باب عالی اور سرولی قوم کے وکلاء کی مشترکہ کانفرنس باہمی قرارداد سے ضروری ضوابط وضع کرے۔ اور پھر جو عہدنامہ کا جز متصور ہونگے بذریعے فرمان سلطانی باضابطہ مشتہر کر دیئے جاویں۔ عہدنامہ کی رو سے حسب ذیل بنیادی اصول قائم کر دیئے گئے۔ سرولی عوام کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ وہ اپنے سرداروں کو خود منتخب کیا کرے گی۔ صوبہ میں خودمختار اندرونی سلطنت گورنمنٹ

(حکومت مجاز و مختار) قایم کی جائے گی۔ جو اضلاع سرویا سے جدا کر لیئے گئے ہین وہ پھر اوس کے ساتھ ملا دیئے جائین مختلف محاصل کو جمع کر کے ایک ہی محصول کر دیا جائے۔ تجارت۔ ہسپتالون۔ مدرسون اور مطابع کے قایم کرنے مین رعایا کو پوری آزادی ہوگی۔ اور سوا ایسے وس فوج کے جو قلعون مین متعین رہے کوئی مسلمان سرویا مین بود و باش نہین رکھ سکیگا۔ ان شرائط کے علاوہ اور بھی اسیطرح کی کئی منصر شرائط ٹرکی سے منوائی گئین۔ از انجملہ ایک یہہ تھی کہ بربری قزاقون سے روسی تاجرون کو نقصان پہونچے۔ باب عالی کو اوسکا ہرجانہ ادا کرنا پڑے گا۔ اور اگر باب عالی کسی سلطنت کو جسے پہلے بحیرۂ اسود مین جہاز رانی کی اجازت حاصل نہین آیندہ اس امر کی اجازت دے تو اجازت نہ کو رکیطرح نہ دیگی کہ روسی تجارت کو کچھہ نقصان نہ پہنچ سکے۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ محمود ایسا مستقل مزاج اور غیور سلطان تھا کہ اگر روس مسئلہ یونان مین مداخلت نہ کرنیکا صریح معاہدہ کر کے سلطان کو دھوکہ نہ دیتا تو وہ روس انگلستان کے اتفاق اور اپنی لاچاری کی مطلقاً پروا نہ کرتا اور ان شرائط کو کبھی منظور نہ کرتا۔ منظوری محض عدم مداخلت کے وعدہ کے معاوضہ مین دیگئی تھی۔

یہ عہدنامہ ہی بجائے خود سلطان کیلیئے کچھہ کم ذلت بخش نہ تھا۔ مگر اوس کے دشمنون کے دل ابھی ٹھنڈے نہ ہوئے تھے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ذلتون کے سامان مین مصروف تھے جس کیلیئے بغاوت یونان کا اون کو خوب بہانہ ہاتھہ آگیا تھا۔ ڈیوک آف ولینگٹن ۴ اپریل سنہ ۱۸۲۶ء کو بمقام سینٹ پیٹرزبرگ باغیان یونان کی حمایت کرنے کے متعلق روس سے معاہدہ کر لینے مین کامیاب ہو گیا۔ روس کو گانٹھنے کے بعد انگریزی گورنمنٹ فرانس۔ آسٹریا اور پرشیا کی طرف متوجہ ہوئی اوّل الذکر دونون سے بھی شرکت کی درخواست کی۔ یہ سلطنتین پہلے تو بہت بگڑین کہ روس اور انگلستان آپس مین خفیہ خفیہ ہی کھچڑی پکاتے رہے ہین۔ مگر آخرش مذہبی پاس غالب آگیا۔ اور اونھون نے بھی روس و انگلستان کے تجویز کردہ مسودہ مطالبات پر دستخط کر دیئے اس مسودہ کی تمہید مین درج تھا کہ دستخط کنندہ سلطنتین باب عالی اور یونانیون مین مصالحت اور لڑائی کو ختم کرانے کیلیئے متفقہ کوشش کرنیکا اقرار کرتی ہین۔ اور یہ غرض کیلیئے تجویز کرتی ہین کہ سلطان یونان کو اندرونی انتظام کے لحاظ سے خود مختار ریاست بنا دے۔ اور یہ ریاست ٹرکی کو سالانہ خراج ادا کرتی رہے۔ یہہ مسودہ بیاد داشت انگریزی سفیر مسٹر سٹریٹفورڈ کیننگ نے بتاریخ ۵ فروری سنہ ۱۸۲۷ء باب عالی کے سامنے پیش کر کے کہا کہ دول یورپ شرائط مجوزہ پر توسط کرنے کو تیار ہین۔ اس کا جواب ۱۰ جون سنہ ۱۸۲۷ء کو رئیس آفندی نے حسب ذیل دیا:-

"حضرت جلالت مآب اپنے اور اپنی رعایا کے درمیان کبھی مداخلت کو منظور نہین کرینگے۔ اور کہ آیندہ ایسی کسی تجویز اور درخواست کا جواب نہین دیا جائے گا"

اسی مہینہ ترکی افواج نے ایتھنز فتح کر لیا۔ اور باغیون کی رہی سہی کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ انگلستان جو زمانہ حال کے مسئلہ آرمینیا کی طرح مسئلہ یونان کے وقت بھی روس سے بڑھ کر ٹرکی کا جانی دشمن بنا ہوا تھا اس جواب اور ایتھنز کی فتح سے بہت

جھنجلایا۔ اوسنے دول یورپ کے سامنے تجویز پیش کی کہ سلطان پر متفقہ عملی دباؤ ڈالا جائے۔ روس تو خود اسے بھی اچھا سمجھتا
تھا۔ اوسنے اس تجویز کو فی الفور منظور کر لیا۔ فرانس کا بوربون بادشاہ نپولین کے بعد انگلستان وغیرہ کی طفیل ہی سے پھر
اپنے آبا و اجداد کے تخت پر بیٹھا تھا۔ وہ بھی انگلستان اور روس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ آسٹریا اور پرشیا نے شرکت
سے انکار کر دیا۔ مگر ۱۸۹۸ء کے مسئلہ کریٹ کیطرح پاس مذہبی کے باعث ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ وہ ٹرکی کی مدد نہیں
کریں گی۔ دول ثلاثہ کو اختیار ہے جو مناسب سمجھیں کریں۔ ان تینوں سلطنتوں نے ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کو بمقام لنڈن
آپس میں معاہدہ کیا کہ تینوں ملکر فریقین یعنی سلطان اور باغی یونانیوں میں فی الفور جنگ ملتوی کرا دیں اور پھر قطعی
تصفیہ کا انتظام کریں قطعی تصفیہ کا بنیادی اصول یہ مقرر کیا کہ یونان کو ٹرکی سے جہانتک اندرونی انتظام کا تعلق ہے
جدا کر دیا جائے مگر سلطان بدستور شہنشاہ رہے اور یونان اوسکو سالانہ محصول ادا کرتا رہے۔ اور جب فریقین اس
اصول کو تسلیم کریں تو نئی ریاست کی حدود کی تعیین کر دیجائے۔ اور اگر سلطان اس توسط کو قبول کرنے سے انکار
کرے تو دول متعاہدہ یونانیوں سے سفارتی تعلقات قایم کر دیں۔ اور باغی صوبہ کو خود مختار ریاست تسلیم کر لیں
یہ شرائط فریقین کو سنا دیگئیں۔ اور ان کو ایک مہینہ کی مہلت دیگئی۔ یونانیوں نے جن کا قافیہ تنگ ہو
رہا تھا۔ ان شرائط کو اب بخوشی منظور کر لیا مگر غیور سلطان نے انہیں کمال غضب کے ساتھ مسترد کر دیا۔ سلطان نے
بوجوہات معقول جواب دیا کہ جس ملک کو آزاد کرنے کی تجویز کی جاتی ہے۔ وہ کئی صدیوں سے سلطنت عثمانیہ کا جزو بدن چلا
آتا ہے۔ اور جن کے ساتھ یہ سلطنتیں جو بظاہر باب عالی کی دوستی کا دم بھرتی ہیں۔ سفارتانہ تعلقات قایم کرنا چاہتی
ہیں۔ اور جن کو وہ یونانی گورنمنٹ تسلیم کرنیکا ارادہ رکھتی ہیں۔ وہ ڈاکو محض اور اپنے جایز بادشاہ سے باغی ہیں۔ دنیا
کی تاریخ میں ایسی مداخلت کی پہلے سے کوئی نظیر پائی جاتی ہے جو جایز حکومت کی تمام اصولوں کی بالکل اور قانون دول کے
مخالف ہو جس قانون کی رو سے ہر آزاد سلطنت کو تمام اور ہر ایک اجنبی سلطنت کی بلا مداخلت اپنی رعایا پر حکومت کرنیکا استحقاق
حاصل ہے۔ میں ان جایز حقوق سے ہرگز ہرگز دست بردار نہ ہونگا۔
سلطان کی عذرات ایسی معقول تھی کہ عیسائی مدبرین سے پہلے تو کوئی جواب نہ بن سکا۔ اور اگر ان میں انصاف و عدالت
کا ایک ذرہ بھی ہوتا۔ تو پھر مداخلت کا نام نہ لیتے۔ مگر خود غرضی تعصب اور کینہ انصاف کو کبھی مد نظر نہیں رکھا کرتے۔
کیا ۱۷۹۸ء کی بغاوت آیرلینڈ اور اوس سے پہلے کی بغاوت امریکہ یا ۱۸۵۷ء کے غدر ہندوستان میں انگلستان کبھی کسی غیر
سلطنت کی مداخلت گوارا کرتا۔ یا روس پولنڈ کی بغاوتوں میں کسیکی دست اندازی روا رکھتا۔ ہرگز نہیں۔ یورپین مدبرین
کوئی نظیر ایسی مداخلت کی پیش نہ کر سکے۔ بلکہ اس کے برعکس آئیہ یورپ کو تا ہوا چند برس پہلے ویرونا کی کانگرس میں
اٹلی اور ہسپانیہ کی رعیتوں کے برخلاف قدیم بادشاہی کی حکومت کو قایم رکھنے کا باتفاق رائے فیصلہ کر چکے تھے یہ مدبرین
جن میں انگلستان کا وزیر اعظم کیننگ سب کا لیڈر اور پیشوا بنا ہوا تھا۔ یہ جدید عام اصول بھی قایم کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے

کہ مظلوم کی ظالم کے برخلاف مدد کرنا جائز اور قابل تعریف امر ہے۔ وہ خاص ترکون کے برخلاف اوسی کو مشہور وزیر اعظم احمار کوبہل کے عمل کو بطور سند پیش کرسکتے تھے جس نے اسی بنیاد پر پولینڈ کی جمہوری ریاست کے برخلاف اوسکی کاسکسا تختون کی حمایت کو جائز قرار دیا تھا۔ مگر ایک تو یہ الزامی جواب ہوتا جو کسی وقعت کے قابل نہین ہوتا۔ دوسرے اِس اصول کو قائم کر دینے سے ہر سلطنت معرض خطر مین پڑ جاتی۔ اور جو طاقت دراز دست ہوتی اوسے اپنی ہمسایون کو اِسی اصول کی مصیبت مین ڈالنے کا خاصہ بہانہ ملجاتا۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۲۱ء مین یوروپین مدبرون نے مداخلت کے اصول کو جھجکتے جھجکتے اور دلی آواز مین پیش کیا تھا۔ گو اِس مداخلت کے آخر مین بار بار ہو جانے اور متبداد زمانہ سے طبعی طور پر حجاب کے دور ہو جانے سے چند ہی برسون کے بعد یوروپین دول نے ٹرکی اور دیگر ایشیائی و افریقی کمزور سلطنتون اور ریاستون کو دبانے کیلیے اِس اصول کو ایک معمولی آلہ بنا لیا۔

اوس وقت عیسائی مدبرون نے بڑے غور و تامل کے بعد بڑی وجہ یہ پیش کی کہ خونریزی کے انسداد کیلیے وہ مداخلت کرتے ہین۔ لیکن (بقول اکریسی جی کرشنا قانون بین الاقوام مین اِس مضمون پر مفصل بحث کی ہے) یہ وجہ انصافاً وقانوناً اِس سے زیادہ کوئی کام نہین دے سکتی تھی کہ باہمی نامہ و پیام کا باعث بنایا جاتا۔ لارڈ ڈیوک آف ولنگٹن نے البتہ اِس معاملہ مین صاف صاف کہدیا تھا کہ سفاکی اور ظلم و ستم کے جو الزام ابراہیم پاشا پر لگائے جاتے ہین۔ اگر وہ درست ثابت ہو جائین تو پھر قوانین حرب کی وحشیانہ خلاف ورزی کو روکنے کیلیے عملی دلیرانہ مداخلت جائز ہی نہین بلکہ ضروری ہو جاتی ہے۔ مگر ڈیوک نے بھی قوانین حرب کی خلاف ورزی کو مداخلت کی وجہ قرار دیا۔ نہ کہ عام ہمدردی کے اصول کو۔

تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ جب ۱۸۲۶ء مین ابراہیم نے باغیون کو پے در پے شکستین دین تو یونانی خواہی اپنے دیہاتون کو آگ لگا کر ملک سے بھاگنے شروع ہو گئے۔ اور اون کی گماشتون اور معاونین نے یوروپ مین یہ مشہور کر دیا کہ ابراہیم جون جون آگے بڑھ رہا ہے کل علاقہ کو پامال و برباد کرتا جاتا ہے۔ وہ مردون کو قتل کر دیتا ہے۔ عورتون کو لونڈیان بنا لیتا ہے اور لڑکون کو ختنہ کر کے مسلمان بنا رہا ہے اور اوس نے علانیہ کہدیا ہے کہ باقیماندہ یونانی آبادی کو وہ مصر منتقل کر دیگا۔ اور اونکی جگہہ فیلطون اور عربون کو آباد کر دیگا۔ ڈیوک آف ولنگٹن نے ان الزامات کو سنکر کہا کہ اونکی تحقیقات ضرور کیجائے۔ اور اگر وہ درست ثابت ہو جاوین تو ثالث طاقتون کو مداخلت کا حق حاصل ہو جائے گا۔ مگر جھوٹ آخر جھوٹ ہوتا ہے۔ یہ بہتان ثابت نہوئے اور اونکی تائید مین کوئی شہادت نہ ملی۔ اور نہ کسی نے دی۔ اور مجبور ہو کر دول ثلاثہ کو مداخلت کیلیے اور بہانے ڈھونڈنے پڑے۔

دول ثلاثہ کے مدبرون نے عام ہمدردی انسانی کی بحث کے علاوہ جو فی زمانہ کمزورون کو پامال کرنے کیلیے زبردستون کا مصلحانہ بہانہ بنی ہوئی ہے مداخلت کی معقولیت اور جواز کی تائید مین دوسری دلیل یہ پیش کی کہ تمام مین سے ایک نے توسط

اور ثالثی کی استدعا کی ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ دو فریقوں میں سے ایک کی درخواست پر ثالث کا تقرر اسی صورت میں جائز ہوسکتا ہے جبکہ وہ فریق باغی و سرکش رعیت ہو۔ مداخلت کیلئے کوئی معقول وجہ نہیں ہوسکتی۔ آخر سارا دار و مدار اس بات پر رکھا گیا کہ دوسری سلطنتوں کی رعایا کو جو لیوانٹ کے سمندروں میں تجارت کرتی ہیں جب سے بغاوت شروع ہوئی ہے بحری قزاقوں کی تاخت و تاراج سے سخت اذیتیں اور نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور چونکہ نہ تو ترکی اور نہ یونان ان زیادتیوں کو جو اس بدامنی سے پیدا ہو رہی ہیں روکنے کی طاقت یا خواہش رکھتی ہیں اس لیے ان سلطنتوں کو اپنی رعایا کی حفاظت کیلئے مداخلت کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ مگر یہ بتقول کریسی) ایماندار مدبروں کی یہ حجت بھی بلحاظ موقعہ درست نہ تھی۔ ان تینوں سلطنتوں نے اس وقت مداخلت کی جب کہ سلطان کو باغیوں پر صریح غلبہ ہو چکا تھا۔ اور یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اور تھوڑے سے عرصہ میں آتش فساد بالکل فرو ہو جائیگی۔ اور لیوانٹ میں بدستور وہی امن قائم ہو جائیگا۔ جو صدیوں سے چلا آتا تھا۔ علاوہ بریں اگر انگلستان روس اور فرانس نے بالواقع محض بحری قزاقی کے انسداد کی نیت رکھتے تھے۔ تو یہ کام تو بہت تھوڑی سی بحری فوج سے سرانجام دیا جاسکتا تھا۔ اس قدر جہاز بھیجنے کی جنہوں نے نوارینو میں کام دیا کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور خاصکر سلطان کے جہازوں کو تباہ اور موریا میں فوجیں اتار کر وہاں کی قلعوں کو فتح کرنیکی جس طرح احتیاج نہ تھی۔

الغرض دول ثلاثہ کی یہ مداخلت قانون، انصاف اور رسم و رواج کے مخالف تھی۔ مگر روس تو خیر ترکوں کا موروثی دشمن تھا۔ اور وہ جو کچھ کر گذرتا تھوڑا تھا۔ انگلستان اور فرانس کا یہ فعل (انکی ذاتی اغراض) کے لحاظ سے بھی ان کے حق میں سخت نامناسب بلکہ مضر تھا۔ لیکن مذہبی تعصب اور انتقام کے جوش نے انکی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ اور انہوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار لی۔ کئی صدیوں کے بعد صلیبی لڑائیوں کا منظر پھر دنیا کے سامنے نمودار ہو گیا۔ اور سیحیت اسلام کی بیخکنی کیلئے خم ٹھونک کر میدان میں نکل آئی۔

میعاد مقررہ گذر گئی۔ اور باب عالی نے کوئی جواب نہ دیا۔ دول ثلاثہ کے سفراء نے پھر مشترکہ یادداشت بھیجکر باب عالی کو آگاہ کیا جس کے جواب میں باب عالی نے فقط اپنی جواب مورخہ ۱۰ جون کا حوالہ دیدیا۔ اور کچھ نہ کہا۔ اسپر ترکی کے یوروپین سوداگروں کو روانگی کیلئے تیار رہنے کا اشارہ کر دیا گیا۔ اور تینوں سلطنتوں کے بیڑے ترکی و مصری بیڑوں اور عساکر کی فوجی کارروائی کو روکنے کیلئے باغی صوبہ کے سمندروں میں بھیجدیئے گئے۔

اس متفقہ بیڑہ کی کمان انگریزی امیر البحر سر ایڈورڈ کاڈرنگٹن کے ہاتھ میں تھی۔ مصری کمانڈر ابراہیم پاشا اور مصری و ترکی بیڑے نوارینو میں تھے۔ انگریزی امیر البحر نے جو بقول مسٹر سیکانکی بہادر مگر کسیقدر غیر محتاط اور جلد باز افسر تھا۔ ابراہیم پاشا کو ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کو عہدنامہ لنڈن کی نقل بھیجکر کہلا بھیجا کہ وہ یونانیوں کے برخلاف آئندہ کوئی کارروائی نہ کرے۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں اپنے والد اور اپنے شہنشاہ کے حکم کے بغیر کسی اور کے حکم کی تعمیل نہیں کرسکتا مگر جب اس نے دیکھا کہ امیر البحر لڑائی پر تیار رہیں تو اس نے التوائے جنگ منظور کر لیا لیکن یونانیوں نے فطری مکاری اور غداری سے کام لیکر عہدنامہ کی حرمت کی کچھ پروا نہ کی

اور ایک انگریز معاون افسر کپتان ہیسٹنگز کے زیر کمان کچھ فوج مقام سولون کو فتح کرنے کے لیے جہاں ابھی تک مصری فوج مقیم تھی بھیجی۔ جب ابراہیم کو اسکی خبر ملی تو اوس نے سولون کی کمک کے لیے چند جہاز نوارینو سے بھیجے جن کو متفقہ بیڑہ نے پھر نوارینو واپس کر دیا۔ ابراہیم صبر و شکر کر کے خاموش ہو رہا — کچھ عرصہ بعد وہ کسی کام کے لیے نوارینو سے موریا کے اندرونی علاقہ کو چلا گیا۔ اور انگریزی امیر البحر نے اوسکی عدم موجودگی کو غنیمت سمجھ کر حالانکہ دول ثلاثہ اور ترکی میں سفارتی تعلقات برابر قائم اور مابین باہم برسر صلح تھیں اور کوئی اعلان جنگ نہ ہوا تھا۔ ۲۰ اکتوبر ۱۸۲۷ء کی صبح کو ترکی و مصری بیڑہ پر حملہ کر دیا۔ اور بہانہ یہ بنایا کہ ترکوں نے انگریزی قاصد پر جو امور متنازعہ پر گفتگو کرنے کے لیے کشتی پر سوار ہو کر انگریزی بیڑہ سے ترکی بیڑہ کو گیا تھا گولہ چلایا تھا۔ متفقہ بیڑہ میں دس جنگی جہاز دس فریگیٹ اور چند چھوٹے چھوٹے جہاز تھے۔ اور مصری و ترکی بیڑہ میں صرف چار جنگی جہاز ۱۹ فریگیٹ اور چند چھوٹے چھوٹے مرکب تھے۔ ترکی امیر البحر طاہر پاشا اور مصری کمانڈر محرم بک نے فوج دشمن کے اچانک حملہ آور ہو جانے کے باوجود مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور چار گھنٹوں تک کمال شجاعت سے لڑتے رہے آخر جب کل جہازات تباہ ہو گئے تو طاہر پاشا ایک چھوٹی سی کشتی پر سوار ہو کر دشمن کے جہازات کے حلقہ میں سے نکل گیا۔ اور اس حادثہ مشومہ کی خبر قسطنطنیہ جا پہنچائی۔ متفقہ بیڑہ اچانک حملہ کرنے کی وجہ سے دشمن کی نسبت کو بہت فائدہ میں تھا۔ مگر پھر بھی معرکہ میں اوس نے بھی بے نظیر مردانگی سے کام لیا۔ ترکی جہازات کے علاوہ جو سامنے تھے ایک طرف سے قلعہ نوارینو اور دوسری طرف سے جزیرہ سفاکٹیریا کی باڑیاں بھی اوس پر گولہ باری کرتی رہی تھیں۔ اس لیے اسے بھی بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ مسلمانوں کے نقصان کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ صرف مصری ملاح ۶ ہزار شہید ہو گئے۔

اس لڑائی سے یورپ میں عام تہلکہ برپا ہو گیا۔ قیصر آسٹریا نے سنتے ہی کہا یہ لڑائی یقینی قتل عام تھا۔ ڈیوک آف ویلنگٹن بے اختیار پکار اوٹھا "یہ حادثہ نہایت نامبارک ہوا ہے"۔ اس فقرہ کا اعادہ چند ماہ بعد ۱۸۲۸ء کو اجلاس پارلیمنٹ کے افتتاح کے موقعہ پر جارج چہارم شاہ انگلستان نے اپنی تقریر میں کیا۔ اور پھر یہ ایزاد کیا کہ اس مقابلہ پر جس کی مجھکو ہرگز توقع نہ تھی مجھکو سخت افسوس ہے۔ لوگوں کی زبان پر یہ فقرہ عام ہو رہا تھا کہ "سلطان نے بری فوج تو اپنے ہاتھ سے تباہ کی اور بحری فوج کو اوس کے رفیقوں نے نابود کر دیا" اس واقعہ سے چند سال بعد صدر ریاست متحدہ امریکہ کے پریسیڈنٹ مسٹر جیکسن نے بمقام واشنگٹن انگریزی سفیر سے کہا "انگلستان اور فرانس نے غلط پالیسی پر کاربند ہو کر روس کو اسکی طاقت بڑھانے میں مدد دی ہے۔ اون کو واقعہ نوارینو میں سخت غلطی ہوئی۔ اور ایک دن یہ دونوں سلطنتیں روس کو نوارینو میں مدد دینے کی پاداش میں خون کے آنسوں بہائینگی" یہ پیشینگوئی بحرفہا محاربہ کریمیا میں پوری ہو گئی۔ انگلستان کے منصف مزاج اشخاص نے اس سینہ زوری اور جبر پر ایسی سخت ناراضگی ظاہر کی کہ وزارت کو مجبوراً کہنا پڑا کہ وہ امیر البحر کے فعل سے ناخوش ہے۔ اوس نے احکام سے تجاوز کر کے یہ کارروائی کی ہے۔ اور اسے واپس بلا لیا گیا۔[1] مگر دوسری طرف ترکوں کے ساتھ نامہ پیام

[1] امیر البحر نے وزارت کے اس الزام کو تسلیم نہ کیا تھا اور کہا تھا کہ میں نے صرف احکام کے مطابق کیا ہے (باقی دوسرے صفحہ پر)

کرتے وقت کل الزام ابراہیم پاشا پر لگایا کہ اوس نے عہدنامہ التوائے جنگ کی خلاف ورزی کر کے متفقہ بیڑہ کو لڑائی پر مجبور کر دیا۔ مگر خود فرانسیسی امیر البحر کی سرکاری تحریرات سے اس اتہام کی تردید اور انگریزی امیر البحر کی جسارت انگیز اور مجنونانہ سینہ زوری کی تصدیق ہو رہی ہے۔

جب یورپ میں اس واقعہ سے سخت ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار ہوا تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قسطنطنیہ میں اوسکی خبر پہنچنے پر غیظ و غضب کا دریا جیسا کچھ امڈ آیا ہوگا۔ اوس کا بآسانی قیاس ہو سکتا ہے۔ اگر ینگچری زندہ ہوتے تو یقیناً سب کل عیسائی باشندے تہ تیغ کر دیے جاتے۔ مگر نصفت شعار اور منتظم سلطان نے اپنی مسلمان رعایا کو خوب قابو میں رکھا۔ دول ثلاثہ کے وکلا نے یہ خیال کر کے کہ جنگ نوارینو نے باحمیت سلطان اور اوسکی غیور مسلمان رعیت کی کمر ہمت بالکل توڑ دی ہوگی اب وہ شرائط توسط کو تسلیم کر لیں گے۔ واقعہ مذکورہ پر کسی طرح کا تاسف یا پشیمانی ظاہر کرنے کی بجائے سلطان پر شرائط مذکورہ کو مان لینے کے لیے پہلے سے زیادہ دباؤ ڈالا۔ مگر سلطان اور اوس کے وزرا کا وہی عزم تھا بحری طاقت برباد ہوگئی تھی۔ باغی ملک میں اوسکی فاتح بری فوج تو بدستور موجود تھی۔ اوس نے اس وقت بھی توسط اور مداخلت کو قطعاً مسترد کر کے دول ثلاثہ سے اوسکا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۳) ۔ وزرا اب صرف اپنی بچاؤ کرنے کے لیے مجبوراً ساد کر رہے ہیں لیکن متفق علیہ امر یہ ہے کہ وزارت اور امیر البحر دونوں قصور وار ہیں۔ وزارت نے اوسی لیے احکام دیے تھے جن کی عبارت سے نہیں تو انکے الفاظ اور نفس مضمون سے یہ پایا جاتا تھا کہ نوارینو میں اور لڑائی نہ ہونے دیجائے امیر البحر نے کوڈرنگٹن کے وسائل حرب زائل کر دے۔ دوسری غلطی وزرا سے یہ ہوئی کہ ایسے تند مزاج اور مشتعل طبیعت شخص کو اعلیٰ کمان دیدی۔ امیر البحر کا عندیہ اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ نوارینو کے واقعہ سے پہلے ایک طرف تو اوسنے اپنے ماتحت کپتانوں کو یہ حکم دیا کہ عثمانیہ بیڑہ کے برخلاف جو کارروائی کیجائے اوس میں بجز احتیاط رکھی جائے کہ وہ لڑائی کی نوبت تک نہ پہنچ جائے۔ اور دوسری طرف ابراہیم کو لکھا کہ "اگر مجھے ترکی بیڑہ کو تباہ کرنے کا موقعہ یا بہانہ مل جائے تو میں اوسے کبھی ہاتھ سے نہ دونگا۔"

مشہور انگریز مورخ الیسن تاریخ یورپ کی جلد سوم میں جنگ نوارینو کے متعلق حسب ذیل لکھتا ہے:"اس تمام لڑائی کا ہر پہلو اور اوسکی تمام متعلقہ امور نہایت ہی قابل شرم اور ذلت انگیز ہیں۔ دول ثلاثہ کے طرز عمل اور اون کے وزرا کی ریا اور عیارانہ کارروائیوں کے ثبوت میں یہی کہدینا کافی ہے کہ ابراہیم پاشا نے اس لڑائی کا جو قصہ بیان کیا تھا اور ان امیر البحروں پر جو الزام لگائے تھے وہ کبھی اب تک تردید نہیں کیجا سکی۔ ٹرکی ۶ جولائی ۱۸۲۷ء کے معاہدہ کی پابند نہ تھی۔ اوس نے اوسے منظور نہیں کیا تھا۔ یہ صرف تین سلطنتوں کی آپس میں قرارداد تھی۔ اور اوسکے رو سے اونہوں نے آپس میں یہ اقرار کیا تھا کہ خواہ ٹرکی مانے یا نہ مانے وہ فلاں کام کرینگی۔ اس میں کسی کو انکار نہیں کہ بیشک متحدہ طاقتوں نے ہی لڑائی میں ابتدا کی تھی۔ اور کہ انکی جہازات کا صف جنگ میں مرتب ہو کر خلیج میں داخل ہونا ہی بصراحت معاندانہ فعل تھا۔ یہی صورت میں سلطان کا جواب بالکل حق بجانب اور درست تھا جو حسب ذیل ہے۔ میرا قطعی آخری اور ناقابل تغیر دائمی و اٹل جواب یہی ہے کہ باب عالی یونانیوں کے معاملہ میں کسی غیر سلطنت کی مداخلت کو ہرگز منظور نہیں کرتا۔ اور اون کے متعلق ہر وقت جیسا کہ اپنی مرضی کے مطابق ہی کارروائی کریگا۔"

صریح معاندانہ فعل کے معاوضہ میں مندرجہ ذیل تین مطالبے جو انصاف و قانون کے رو سے بالکل بجا اور واجب تھی
کیے (۱) متحدہ طاقتیں یونانیوں کے معاملہ میں دست اندازی کرنے سے رک جائیں (۲) باب عالی کو اوس کے
تباہ شدہ جہازات کا معاوضہ دیا جائے (۳) ترکی حکومت کی جو بےحرمتی کی گئی ہو اوسکی معافی مانگی جاوے۔ مگر ایسا انداز
سلطنتیں کمزور کے مقابلہ پر انصاف و قانون کو بہت کم مدنظر رکھا کرتی ہیں سفرا نے جواب دیا کہ چونکہ ۶ جولائی ۱۸۲۷ء
کا معاہدہ اب تک نافذ العمل ہے۔ دول متحدہ مداخلت سے باز نہیں آ سکتیں۔ لڑائی میں ابتداء ابراہیم پاشا نے کی تھی اس لیے
باب عالی کسی معاوضہ کا مستحق نہیں۔ اور چونکہ باب عالی کو پہلے مطلع کر دیا گیا تھا کہ اگر اوس نے دول کے مشورہ کو نہ مانا یا
حملہ میں اپنے خود ابتدا کر کے جنگ کو اٹل کر دیا تو اسے جنگ نوارینو ایسے واقعہ کا متوقع رہنا چاہیے۔ اس لیے تو وہ اب
معافی کا بھی مطالبہ نہیں کر سکتا۔ جہاں فریقین میں اسقدر اختلاف ہو وہاں کسیطرح کا سمجھوتہ تقریباً ناممکن تھا۔ دونوں
فریق اپنی اپنی بات پر قائم رہے۔ اور کشیدگی دن بدن زیادہ بڑھتی گئی۔ اور سفرا پہلے جانے پر تیار ہو گئے۔ ترکی وزراء
بخوبی سمجھتے تھے کہ اونکی سلطنت تینوں زبردست طاقتوں کا مقابلہ کرنے کی قوت نہیں رکھتی۔ آخرکار اونہوں نے رفع نزاع کیلیے
یہاں تک مان لیا کہ یونانی موریہ تو سلطنت ہی میں داخل تاہم باغیوں کو قطعی معافی دیدیجائے گی۔ محاصل و جزیہ کے کل
بقایے معاف اور ضبط شدہ املاک واپس کر دیئے جائیں گے۔ تمام سابقہ مراعات بحال کر دیجائیں گی۔ اور آئندہ یونانیوں
پر نہایت نرمی سے حکومت کیجائے گی۔

سفرا نے مجوزہ شرائط کے سوا اور کوئی شرط منظور نہ کی۔ اور ۸ دسمبر ۱۸۲۷ء کو قسطنطنیہ سے چلے گئے۔ روسی سفیر اوڈیسہ
چلا گیا۔ اور فرانسیسی و انگریزی سفراء جزائر ایونین کو۔ باب عالی نے اتمام حجت کیلیے پھر بھی نامہ و پیام کا سلسلہ جاری کرنے کی
کوشش کی۔ اور رئیس آفندی نے اس کے متعلق روسی سفیر کو تحریر بھیجدی۔ مگر اوسنے کوئی جواب نہ دیا۔ اور روس کی سر توڑ
فوجی تیاریوں اور سرحد پر روسی افواج کے اجتماع سے بالصراحت واضح ہو گیا کہ زار نکلس رفع نزاع اور مصالحت نہیں چاہتا
بلکہ لڑائی مول لینے پر تلا بیٹھا ہے۔ حالانکہ روس کی اوس وقت بظاہر سب سلطنتوں سے صلح تھی۔ اور ایران کے ساتھ جو اسکی
لڑائی جاری تھی وہ بھی نومبر ۱۸۲۷ء میں مصالحت پر ختم ہو چکی تھی۔ لیکن وہ تابڑ توڑ نئے رنگروٹوں کو فوج میں بھرتی کر
سلطنت عثمانیہ پر حملہ کرنے کیلیے بحیرۂ اسود کے بندرگاہوں میں سامان حرب اور وسائل باربرداری جمع کر رہا تھا۔ ان
مخالفانہ تیاریوں اور حقارت آمیز برتاؤ کے علاوہ اور بھی کئی معاملات دونوں سلطنتوں میں متنازعہ فیہ تھے۔ روس نے
کئی قلعے ایشیا میں دبا رکھے تھے۔ اور معاہدہ بخارسٹ میں اون کے چھوڑ دینے کا حلفی اقرار کرنے کے باوجود اون پر بدستور
قابض تھا۔ اسیطرح صوبجات ڈنیوب اور سرویا کے متعلق جو خلافات اور تنازعات کو کبھی نہ ختم ہونے والا مخزن تھے۔ کئی امور
پر جھگڑا تھا۔ آخر جب سلطان کو یقین ہو گیا کہ اوس کا ازلی دشمن آئندہ موسم بہار میں حملہ کرنیکا مصمم عزم رکھتا ہے۔ تو سلطان
مرحوم نے بھی حفظ ماتقدم اور دشمن کے مقابلہ کیلیے تیاریاں شروع کر دیں۔ اور ۲۸ دسمبر ۱۸۲۷ء کو فرمان سلطانی صادر کر کے

تمام گورنروان عیسائی دولت اور مسلمانون کو لڑائی کے لیئے تیار رہنے کا حکم دیا۔ فرمان مذکور مین روس پر یہ جو پچاس برس سے سلطنت عثمانیہ کا مسلسل دشمن چلا آتا ہے "بغاوت یونان کو برپا کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اور بیان کیا گیا کہ متعدد عیسائی سلطنتون کی تجاویز کو قبول کر لینا عیسائی رعایا کو خود بغاوت کی ترغیب دینے اور سلطنت و مذہب کو کفار کے حوالہ کر دینے کے برابر تھا جن کا اسلام کو برباد اور مسلمانون کو پامال کرنے کے سوا اور کوئی مقصد و مدعا نہین۔ پچھلی برس جو روس کے دعاوی قبول کر لیئے گئے تھے وہ کسی طرح واجب اور درست نہ تھے مگر محض ضرورت وقت (یعنی بغاوت یونان اور اتحاد دول ثلاثہ) نے مجبور کر دیا اور سلطان نے مسلمانون کی حفاظت و سلامتی کے لیئے اپنی مرضی کے بالکل برخلاف عمل پیرا ہو کر روس سے عہدنامہ (آق کرمان) کر لیا۔"

اس فرمان کے صادر ہونے پر دیوان نے تمام پاشاؤن اور بڑے بڑے شہرون کے اعیان کو بھی سلطنت کے خطرہ سے مطلع اور اس کے دفعیہ کیلیئے تیار رہنے کے واسطے مندرجہ ذیل خفیہ اعلان بھیجا "سابقہ محاربون مین اعدائے دین کا مدعا صرف چند صوبون کو چھیننے کا ہوتا تھا۔ مگر اس لڑائی مین وہ سلطنت عثمانیہ کی کامل بربادی، عثمانیون کو محکوم اور مساجد کو گرجا بنانے کا عزم رکھتے ہین۔ پس تمام ایماندار مسلمان غریب ہون یا امیر اس مشکل کے وقت اس امر کو ہی نظرانداز نہ کرین کہ جہاد اون پر فرض عین ہے، ہمکو اپنے جان و مال کو اس رستہ مین خرچ کرنے سے مطلق دریغ نہین ہونا چاہیئے۔ پیروانِ رسول امین اس دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کرنیکے لیئے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ نہین رکھتے۔"

سلطان محمود بیڑہ کی تباہی، دول متحدہ کے طرز نکث عہد اور اشتعال انگیز جبر و تحکم سے ایسا غضب آلود ہو گیا تھا کہ وہ بے سروسامانی کے باوجود اوس وقت دول متحدہ کے ساتھ لڑائی کر دینے پر آمادہ ہو گیا۔ مندرجہ بالا فرمان بھی اوسی حالت غیظ و اشتعال مین صادر کیا گیا تھا۔ مگر وزرا اور مشیرون کے سمجھانے سے خود اعلان حرب کرنے سے باز رہا۔ لیکن روس ایسے موقعہ کو کب ہاتھ سے جانے دیتا تھا اوسنے فوجی تیاریون کے مکمل ہوتے اور موسم سرما کے گذرتے ہی ۲۶ اپریل ۱۸۲۸ء کو سلطان کے برخلاف اعلان حرب کر دیا۔ زار کی اس کارروائی پر خود ایک انگریز مورخ مسٹر میکانکی[1] جو کچھ تحریر کرتا ہی۔ اوس کا ترجمہ ذیل مین درج کر دیا جاتا ہے "زار نے لڑائی کیلیئے جو وقت منتخب کیا اوس سے اوسکی نیت کا پتہ لگ رہا ہے متحدہ سلطنتون کے ہاتھ سے عثمانیہ بیڑہ کی تباہی اور یونان کے عملی طور پر آزاد ہو جانے کو ابھی کل چھ مہینے ہوئے تھے۔ اور اس قلیل عرصہ مین اون نقصانات کی کچھ زیادہ تلافی کر سکنا جو ٹرکی کو سات برس کی مسلسل لڑائی سے پہنچے تھے بالکل ناممکن تھا۔ سلطان کے پاس ساحل کی حفاظت اور سمندر کے رستہ سے آمد و رفت اور خبر رسانی کا سلسلہ قائم رکھنے کے لیئے ایک جہاز موجود نہ تھا۔ برعکس اس کے روس کا ایک بیڑہ بحیرہ روم مین موجود تھا اور دوسرا سبستوپول سے نکلکر بحیرہ اسود پر قابض ہو گیا ہوا تھا۔ ینگچریون کی بربادی کو جس سے ترکی فوج پیدل کا دایان بازو کٹ گیا تھا ابھی دو برس نہ ہوئے تھے اور اس نقصان کے علاوہ سلطان اس خسارہ مین بھی تھا کہ

[1] اس مورخ نے ۱۸۷۸ء تک خاندان عثمانیہ کی تاریخ تحریر کی ہے +

اکثر ہر لرنے خیال کیے مسلمانان میں قدیم فوج کی تباہی سے دل میں سلطان سے بہت ناراض ہو رہے تھے۔ اور اونکی یہ ناراضی جیسی کہ توقع تھی محاربہ میں بہت مضر ثابت ہوئی۔ الغرض جب وقت زار نے سلطان پر حملہ کیا اوس وقت وہ دو ایسی مصیبتوں میں مبتلا تھا جن سے بڑھ کر بادشاہ کے لیے کوئی مصیبت نہیں ہو سکتی۔ اور وہ مصیبتیں یہ تہیں کہ اوس کے پاس نہ فوج تھی نہ بیڑہ۔ باقی رہا دیگر دول کی امداد کا آسرا۔ سو دول تو درکنار اونمین سے دو علانیہ اوس کے دشمن کے ساتھ موافق تہیں اور باقی دو بالکل نیوٹرل اور بے تعلق بنی ہوئی تہیں۔ پس اتنے خساروں اور کمزوریوں کے ہوتے ہوئے یہ بات پر تعجب نہیں کہ ٹرکی کو محاربہ میں شکست کیسی لگی۔ بلکہ اوپر تعجب ہے کہ وہ بچ کیسے رہی۔ ایسی صورت میں اون وجوہات تعداد پر جن کو روس نے اعلان کا باعث بتایا تھا غور کرنا چندان فایدہ بخش نہیں۔ وہ برسوں سے تیاریان کر رہا تھا۔ اور محض بہانے ڈھونڈ رہا تھا ترکی خواہ عہدناموں کی کیسی پوری پوری تعمیل اور خواہ روس کی کیسی ہی تابعداری کرین جب تک یورپ و ایشیا میں ایک بھی صوبہ اون کے پاس موجود ہے روسیون کو لڑائی کے لیے بہانے اور حجتیں بہم پہنچانے کی کچھ کمی نہیں۔ تاہم سبیل اجمال روسی شکایات کا یہاں ذکر کر دیا جاتا ہے۔

(۱) سب سے پہلے حسب معمول یہ شکایت تھی کہ باب عالی نے معاہدوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور قانون بین الاقوام کے ضوابط کو بالائے طاق رکھدیا ہے۔ بحیرۂ اسود اور باسفورس میں ۱۸۲۶ء کے معاہدہ کے برخلاف روسی تجارت کے رستہ میں مشکلات ڈالتا رہا ہے۔ روس اور ایران میں مصالحت ہو جانے کی مزاحمت کرتا رہا ہے۔ اور سب سے آخر یہ الزام لگایا گیا کہ بالنبال خود تسلیم کیا ہے کہ آق کرمان کا معاہدہ صرف دفع الوقتی کے لیے کیا تھا۔ اور اسکی شرایط کو پورا کرنیکا شروع سے ہی کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ ان بیہودہ شکایتوں اور خلاف ورزیوں کے لیے اعلان جنگ کیا جاتا ہے۔

(۲) باب عالی نے اور تو سب الزاموں کی تردید کر کے اُلٹا روس کو ان بدعہدیوں کا مرتکب بنایا۔ مگر معاہدۂ آق کرمان کی متعلقہ شکایت کی نسبت خاموش رہا کیونکہ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے سلطان نے غصہ میں آکر ۲۰ دسمبر ۱۸۲۷ء کے فرمان میں بیشک وہ بات لکھدی تھی جس کی روسیوں نے شکایت کی تھی لیکن یہ معتبر ذرایع سے تصدیق ہو چکا ہے کہ سلطان نے عہدنامہ پر دستخط کرتے وقت اوسکی شرایط کو نیک نیتی و صدق دلی سے منظور کر لیا تھا۔ مگر جب پہلے روس نے حالانکہ وہ بغاوت یونان میں مداخلت نکرنیکا اقرار کر چکا تھا صریح بدعہدی کر کے اپنی جہازات نوارینو بھیجدیے تو پھر سلطان بھی آق کرمان کے عہدنامہ کی پابندی سے آزاد ہو گیا۔ تاہم اس صادق الوعد اور شریف النفس مسلمان بادشاہ نے فرمان میں یہ نہ کہا کہ آیندہ وہ اس عہدنامہ کی تعمیل نہیں کرے گا۔ بلکہ صرف اپنی مجبوری کو ظاہر کیا۔ کہ باوجود ناواجب ہونیکے اسے روس کے مطالبے ماننے پڑے۔ اور اس فقرہ کو بھی بعد ازاں ترکی گورنمنٹ واپس لے لینے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ لیکن پابند عہد و ایماندار روسی گورنمنٹ کو جس تمام دنیا جانتی ہے کہ کبھی اپنی بات پر قایم نہیں رہی۔ اور جب چاہتی ہے عہدناموں کو بالائے طاق رکھدیتی ہے۔ خاصہ بہانہ ملگیا تھا۔ اوسنے کوئی عذر نہ سنا اور اعلان حرب کر دیا۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ اس کتاب میں محاربہ کے مفصل حالات جو بجائے خود کئی جلدوں میں سماتے ہیں قلم بند کرنے کی مطلق گنجائش نہیں۔ شائقین کرنیل چسنی کی کتاب محاربہ روس و روم ۱۸۲۸ء و ۱۸۲۹ء اور سر ایلیسن کی تاریخ یورپ کی تیسری جلد میں اس کے متعلق دلچسپ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ تاہم مختصر بتا دیا جاتا ہے کہ گو ترک بری طرح سے خسارہ میں تھے۔ بیڑہ جہازات مفقود اور فوج ابھی تک غیر منتظم، نا قواعد دان اور اس میں زیادہ تر کمسن لڑکے جن کو سلطان اپنی مرضی کے موافق سکھانا چاہتا تھا داخل تھے۔ تاہم انہوں نے اپنے ملک و مذہب کی کمال شاندار شجاعت و مردانگی سے محافظت کی۔ اور اگر آخر میں مغلوب ہوئے تو محض ان تین وجہوں سے۔ مشیروں میں اختلافات تھا۔ جنگ کا نقشہ ٹھیک نہ باندھا گیا تھا۔ اور فوج کے سپاہی و افسر ابھی نو آموز تھے۔ باوجود اس کے وہ دو برس تک تن تنہا روس کے قابل ترین سپہ سالاروں اور چیدہ ترین افواج کا مقابلہ کرتے رہے۔ اور جب تک غنیم کا ایک جیش بحیرہ اسود کے بندر بیرغاس میں اور دوسرا بحیرہ روم کے بندر اینوس میں نہ پہنچ گیا تب تک اس غیر مساوی لڑائی سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ نہیں اس وقت بھی نہیں بلکہ اس وقت دست بردار ہوئے جب کہ دول یورپ بالخصوص انگلستان اور آسٹریا کے سفرائے متعینہ قسطنطنیہ نے بھی مصالحت کیلئے متفق ہو کر کوشش کی۔ اور سلطان کو کسی طرح سے جبراً صلح کیلئے مجبور کر دیا۔ مگر اس محاربہ کی داستان شروع کرنے سے پہلے جو دو برس جاری رہا یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بغاوت یونان کا کیا حشر ہوا۔

ابراہیم پاشا نے دول ثلاثہ کے اصرار پر پہلے ہی جنگ ملتوی کر دیا تھا۔ جنگ نوارینو کے بعد تو بالکل ہی خاموش ہو جانا پڑا۔ تاہم اس نے اپنے والد کے بلا حکم موریا کو خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ یونانیوں نے دول ثلاثہ کی تائید سے ۱۸۲۸ء میں باضابطہ حکومت قائم کر لی۔ زار کا پرائیویٹ سکرٹری کونٹ کاپو ڈیسٹریا اعلیٰ حاکم بنایا گیا۔ ۲۷ ارکان کا سینیٹ اس کی امداد کیلئے قائم کر دیا گیا۔ اور فرانس، انگلستان اور روس نے کاروبار چلانے کیلئے مالی امداد دی۔ علاوہ اس گورنمنٹ کے دربار میں اپنے اپنے سفیر بھی مقرر کر دیئے۔ یعنی اسے باضابطہ اور باقاعدہ گورنمنٹ تسلیم کر لیا۔ ترکی مصری افواج نوارینو، مودون، کورون اور پیٹراس وغیرہ قصبات میں خاموش بیٹھی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد رسد کی قلت سے ان کو تکلیف پہنچنی شروع ہو گئی۔ باہر سے دول متحدہ کے بیڑے کوئی کمک یا رسد نہ آنے دیتے تھے۔ ادھر ملک ویران ہو رہا تھا۔ اور اس سے کوئی جنس دستیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر پھر بھی مصری کمانڈر نے جانے کا نام نہ لیا۔ آخر دول متحدہ نے مصری فوج کو موریا سے جبراً نکالنے کا کام فرانس کے سپرد کر دیا۔ اور فرانسیسی لشکر سواحل موریا کی طرف روانہ ہو گیا۔ محمد علی کو جب اطلاع ملی تو اس نے بیٹے کو کہلا بھیجا کہ تین طاقتوں کا مقابلہ ناممکن ہے۔ بغاوت کے فرو کرنے میں تم اپنا فرض ادا کر چکے اب واپس چلے آؤ۔

اسپر ابراہیم نے ۳ اگست ۱۸۲۸ء کو دول متحدہ کے سفراء سے عہد نامہ تخلیہ کر لیا جس کی رو سے قرار پایا کہ ابراہیم اور اسکی فوج اپنے ہی جہازوں پر مصر کو واپس جائے۔ اسیران جنگ کو حوالہ کر دے۔ اور صرف بارہ سو سپاہی ان قصبات کی حفاظت کیلئے جن میں ترک رہائش پذیر ہیں پیچھے چھوڑ جائے۔ اس معاہدہ سے ۲۲ دن بعد فرنچ فوج جنرل میزون کے زیر کمان

نوارینو کے سامنے ہو چکی تھی۔ اور بمقام پٹیالدی جہازون سے خشکی پر اتر آئی۔ مصری فوج ۷ ستمبر کو جہاز پر سوار ہونی شروع ہو گئی۔ اور ترک باقی کل قصبات چھوڑ کر پیٹراس مین جمع ہو گئے جب مذکورہ صد بارہ سو سپاہیون کے علاوہ کل مصری فوج موریا سے چلی گئی۔ تو ۱۶ نومبر ۱۸۲۸ء کو دول ثلاثہ نے باضابطہ طور پر اعلان کیا کہ صرف خونریزی کو روکنے کے لیے موریا کو فرنچ فوج بھیجی گئی ہے۔ اور جب تک قطعی تصفیہ اور مصالحت نہ ہو لے یونان اون کی عارضی حمایت مین رہیگا باب عالی سے درخواست کر دی گئی کہ وہ اس معاملہ کو متعلق دول ثلاثہ سے دوستانہ سمجھوتہ کر لے۔ مزید برآن ان طاقتون نے یونان کے متعلق آپس مین حسب ذیل فیصلہ کیا۔ یونان باب عالی کو پندرہ لاکھ قرش سالانہ خراج دیا کرے۔ تینون سلطنتین ریاست کی حکومت پر کسی عیسائی شہزادہ کو منتخب کرکے مامور کرین۔ مسلمان مالکان اراضی یونان سرزمین سے خارج کر دیے جائین اور اون کو زمینون کا معاوضہ ادا کر دیا جائے۔[له]

اس اعلان کی بنا پر فیصلہ کرنے کے لیے دول ثلاثہ کے سفراء ۱۸ جون ۱۸۲۹ء کو پھر قسطنطنیہ مین داخل ہوئے مگر باب عالی اور یونان دونون نے اس قرارداد کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اور باغی بدستور ترکی علاقہ پر حملہ کرتے رہے اس نزاع کا تصفیہ آخر محاربہ روم و روس کے بعد ہوا۔ اور عہدنامہ ادریانوپل کی رو سے یونانیون کو کامل آزادی مل گئی ۔

له سطور مندرجہ بالا سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ کریٹ مین بھی فرانس۔ انگلستان۔ روس اور اٹلی پچھلے دنون اسی متحدہ مدبرانہ پالیسی پر کاربند ہو کر اپنے مدعا مین تقریباً کامیاب ہو گئے ہین۔ اور نومبر ۱۸۹۸ء مین اس جزیرہ کو ترکی حکام فوجی و ملکی سے بالکل خالی کرا لیا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ سلطان محمود لاکھون جانون اور کروڑون روپیہ کو فدا کرنے کے بعد رضامند ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونان قطعاً علیحدہ ہو گیا۔ اور موجودہ خلیفۃ المسلمین نے بلا محاربہ شرائط مان لینے سے جزیرہ کو اپنی شہنشاہت سے قطعاً جدا نہ ہونے دیا۔ اور غالباً اسی وجہ سے یہی دول بقدر کھلم کھلا تعصب اس موقعہ پر ظاہر نہین کر سکین کہ یونان۔ سرویا۔ رومانیا وغیرہ کی طرح کریٹ سے بھی مسلمان باشندون کے اخراج کو لازمی شرائط قرار دیتین۔ گو عملی طور پر مسلمانون کا اب بھی وہان گذارہ مشکل ہو سکیگا۔ اور غالباً کل مسلم آبادی ہجرت کر جائیگی جس کا سلسلہ ابتدائے بغاوت سے شروع ہے۔ اس مسئلہ کی آخری تصفیہ بحوالہ بالا پرچہ وکیل مورخہ ۲۸۔ نومبر ۱۸۹۸ء مین جو رائے مین ظاہر کی تھی وہ بجنسہ ذیل مین درج کر دیجاتی ہے:۔

"مسئلہ کریٹ عملی طور پر منفصل ہو گیا ہے۔ شروع نومبر مین تقریباً کل ترکی فوج اور اہلکار جزیرہ سے واپس چلے گئے۔ اور تمام دفاتر پر ہر چہار دول متحدہ کے نیم قابض ہو گئے۔ کریٹ کے اس طرح سے سلطان المعظم کی براہ راست حکومت سے نکلجانے پر عام افسوس ظاہر کیا جا رہا ہے۔ اور اکثر کی رائے مین یہ دست برداری سلطان کی سخت کمزوری پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن اگر وہ اس تنازعہ کے ابتدائی حالات پر غور کر لیتے تو غالباً اونہیں ایسی رائے قائم کرنیکا موقعہ نہ ملتا۔ یہ ظاہر ہے کہ دنیا مین کوئی سلطنت ایسی طاقتور موجود نہین ہے جو تین یا چار متفق سلطنتون کا مقابلہ کر سکے۔ پس اگر کوئی اور وجہ نہ ہوتی اور سلطان محض چارون سلطنتون کے دباؤ سے مجبور ہو کر کریٹ کو چھوڑنے پر رضامند ہو جاتے تو بھی اون پر کمزوری کا الزام کسی طرح وارد نہین ہو سکتا۔ لیکن زیر بحث معاملہ مین دول کے اتفاق کے علاوہ ایک اور بھی بھاری وجہ موجود تھی۔ باب عالی جنگ روم و یونان سے چند ماہ پہلے ۱۸۹۶ء کے اخیر اور ۱۸۹۷ء کے (باقی دوسرے صفحہ پر)

محاربہ روس و روم و عہد نامہ ایڈریانوپل

متذکرہ صدر کمزوریوں اور خساروں کے باوجود سلطان محمود نے اس محاربہ میں ایسی مستعدی اور کار آزمائی ظاہر کی کہ دشمن دوست سب حیران رہ گئے روس نے ایسی جرار فوج سے حملہ کیا تھا کہ کل یورپ کو چند دنوں میں ٹرکی کی قسمت کے تصفیہ ہو جانے کی نتیجۃً توقع تھی بحیرۂ اسود اور بحیرۂ روم میں سلطان کی بحری طاقت نہ ہونے کے برابر تھی برعکس اس کے فرانگیٹوں اور دیگر چھوٹے جہازوں کے علاوہ روس کے سولہ مصافی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۹) شروع میں کریٹ کو اندرونی خود مختاری عطا کرنے اور وہاں سے ترکی افواج کو واپس بلا لینے کا وعدہ کر چکا تھا۔ اور اسی وعدہ کی بنا پر دول یورپ نے اپنی نگرانی میں ملکی انتظام کے لیے ترکی فوج کی جگہ چند ارمنی فوجی پولیس قائم کرنی شروع کر دی تھی۔ یونان کی شورہ پشتی سے اس وعدہ کی تعمیل میں اس قدر توقف پڑ گیا کہ عوام بلکہ اکثر خواص کو بھی وعدہ کا وجود ذہن سے کبھی فراموش ہو گیا۔ اور ممکن ہے کہ بعض کو یہ بھی خیال ہو گیا ہو کہ باب عالی اس توقف و التوا سے فایدہ اٹھا کر اکثر دول سے بھی کی طرح ایفائے وعدہ سے اغماض کر جائے گا۔ مگر ایسی توقع رکھنے والے غالباً اسلامی صداقت اور خاصکر ترکوں کی سخن پروری سے ناواقف ہونگے۔ وہاں یہ ممکن تھا کہ ترکی فتوحات سے یونان کے دعاوی کے باطل اور اوسکی سازشوں کے بے اثر ہو جانے سے چونکہ کریٹ کے باغیوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی تھی۔ اور باب عالی وہاں تھوڑے سے تردد کے ساتھ امن و نظام قائم کر سکتا تھا۔ اگر دول یورپ جو بظاہر ترجیح شر کیلیے دست انداز ہوتی تھیں۔ چاہتیں۔ تو باب عالی کو معاملات کی صورت بدلجانے کی وجہ سے ایفاء وعدہ کی پابندی سے آزاد کر دیتیں۔ مگر اونہوں نے مذہبی تعصب یا ذاتی اغراض سے مجبور ہو کر ایسا کرنا پسند نہ کیا۔ اور ایفائے وعدہ کا اصرار کیا۔ اور سلطان المعظم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر وہ چاہتے تو اپنے ہمعصر مسیحی تاجداروں کی طرح طرح طرح کی حجتیں پیش کر سکتے تھے۔ اور انکار کر دینے سے یورپ کے میگزین میں آگ لگا سکتے تھے۔ مگر جس طرح پہلے امر سے انکو اونکی طبعی حق پسندی اور اسلامی تہذیب نے روک دیا اسیطرح دوسرے امر سے فطری امن پسندی اور عامہ خلایق کی بہتری و سلامتی کی خواہش مانع آئی۔ اور جلالتمآب نے کل دنیا پر واضح کر دیا کہ اس خود غرضی جرص و طمع تعصب نفسانی اور نفس پروری کے پرآشوب زمانہ میں ابھی ایسے مردان خدا موجود ہیں جو فتنہ و فساد سے متنفر۔ امن کو دل سے عزیز اور بات کا پاس کرنے والے ہیں۔ اور یہ خاص وہ نہیں ہیں جو بظاہر مدعیان تہذیب و تمدن کہلاتے ہیں۔ اور قیام امن کیلئے تخفیف مصارف فوجی کے بیانکر دلفریب اعلان شایع کر کے اپنی طامعانہ اور غاصبانہ اغراض و مقاصد اور کارروائیوں کو دنیا کی نظر سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بلکہ یہ اوصاف اگر پائے جاتے ہیں تو اوسی قوم میں جسے بالعموم سفاک خونخوار اور وحشی و ظالم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

جن لوگوں کو خیال ہے کہ سلطان نے محض کمزوری اور دباؤ سے کریٹ کو خالی کیا ہے۔ اونکی تسلی کے لیے انگلستان کے مشہور سربرآوردہ اخبار ٹائمز کا ایک ہی فقرہ کافی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ”اگر سلطان کو تہیہ جس کیطرف ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں خفیف سا بھی شائبہ رہتا تو وہ بہ ہتھیار دول کے اعلی مقاصد کی دھمکیوں کی خس برابر بھی پروا نہ کرتے اور یا نہیں ہمیں اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا“ یہ اخبار مذکور کا یہ پیارک

جہاز بحیرہ اسود میں اور ایک بیڑہ جس نے جنگ نوارینو میں کام دیا تھا اور جس میں چھوٹے جہازوں کے علاوہ گیارہ معمولی جہاز تھے بحیرہ مجمع الجزائر میں موجود تھا۔ اور اس بحری اقتدار سے روس نے محاربہ میں بے انتہا فائدہ اٹھایا۔ فریقین کی بری طاقت میں بھی بڑا فرق تھا۔ روس نے ایک لاکھ ۸۵ ہزار فوج جنرل وٹ گن سٹین کے زیر کمان جنوبی ماسکو سے آپ جانتے وقت نپولین کے جیش عظیم کو خوب پامال کیا تھا۔ یورپین میدان جنگ کو روانہ کی۔ اور اگر وہ چاہتا تو اس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰) جیسا کہ روس کے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ گو تعصب اور دلی بغض سے مبرا نہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی صاف طور پر واضح ہو رہا ہے کہ سلطان اگر اسی پاس سخن سے مجبور نہ ہوتے تو تقاضا کنندہ دول کریٹ کو اسی آسانی سے خالی نہ کرا سکتیں۔ بلکہ شاید بالکل ہی نہ کرا سکتیں۔

کریٹ اپنی باموقعہ اور جنگی لحاظ سے نہایت کارآمد جزیرہ کا سلطان کے فوجی تصرف سے نکلجانا بیشک سخت قابل افسوس امر ہے مگر سلطان کا یہ فعل حکمت عملی سے بھی خالی نہیں۔ اونکی بحری طاقت ابھی کمزور ہے کہ وہ خود اوس کے قبضہ سے دیگر بلاد محروسہ کی حفاظت کر لینے کوئی ایسا بڑا کام نہیں لے سکتی تھے۔ اور چونکہ یہ کمزوری بصورت موجودہ سالہائے مدید تک دور نہیں کی جا سکتی تھی۔ اس لیے سنین آئندہ میں بھی اسکا قبضہ چنداں مفید نہیں ہو سکتا تھا۔ اور خود مختار ایشیائی و افریقن ریاستوں کی طرح جو ابھی تک دول یورپ کی تصرف سے محفوظ ہیں سلطنت عثمانیہ کی بھی نہ صرف خیر ہے بلکہ بہتری اسی میں ہے کہ دول یورپ کی آپس میں مٹ بھیڑ ہوا کرے اور ان کے جنگ جدال ہوا کرتے ہیں۔ ان دول کے باہمی تعلقات میں دنیا کے ہر ایک حصہ میں آئے دن جو مزید گتھیاں پڑتی چلی جارہی ہیں۔ اور اون کے اغراض جابجا ایک دوسرے سے نہ فقط رقیبانہ بلکہ مخالفانہ و معاندانہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ اصحاب دانش پژوہ سے پوشیدہ نہیں۔ کریٹ پر سلطان المعظم نے چار طاقتوں کو یکساں حقوق کے ساتھ قابض کرا دینے سے اونکے تعلقات باہمی کو اور زیادہ پیچیدہ اور نازک بنا دیا ہے۔ ہندی میں عام مثل ہے کہ ساجھے کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹا کرتی ہے پس اگر یہ جوعلی جلد کوئی رنگ لے آئے جس کا مزا سلطان خود علیحدہ رہکر چپکے سے لوٹتے رہیں۔ تو چنداں تعجب خیز نہیں ہوگا۔

البتہ ہر چہار دول کے مذہبی تعصب اور خاصکر انگلستان کی غلط پالیسی پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ کچھ عرصہ ہوا لارڈ سالسبری نے اپنی ایک تقریر میں بیان کیا تھا کہ سلطنتیں عموماً بے جا حرص و طمع اور اپنی ذمہ واریوں کو بے اندازہ بڑھاتے چلے جانے سے برباد ہوا کرتی ہیں۔ یہ تنبیہہ بیشک نہایت قابل تعریف اور سنہری حرف تھی۔ مگر افسوس خود لارڈ ممدوح بھی اس پر جیسا کہ چاہئیے کاربند نہیں ہوتے۔ اور کریٹ کے معاملہ میں تو اونہوں نے اسکی صریح خلاف ورزی کرکے اپنے ملک کی ذمہ داریوں کو بہت ہی بڑھا دیا ہے۔ نہ صرف مسئلہ مصر اور مسئلہ چین کے پیچیدہ تنازعات کے ساتھ ملکر شاید اچھا اثر پیدا نہ کریں۔ انگلستان کی رعیتیں دوسری سلطنتوں سے حالانکہ وہ خود بھی کروڑوں مسلمان رعایا پر حکمران ہیں۔ کریٹ میں اپنے مذہبی تعصب کی آگ بقدر ڈھیل کر دی ہے کہ اون کے مقبوضہ کریٹ کے شہروں میں مجوزہ جدید جنڈرمی کی درد ایسی تجویز کی گئی ہے جسے کوئی مسلمان پہننا منظور نہیں کر سکتا۔ اوس پر صلیب کا نشان لگا دیا گیا ہے۔ اور علاوہ برین وردی مذکور کی قطع اور رنگ وہ پسند کئے ہیں جو کریٹ کے عیسائی باغیوں کی وردیوں کا تھا۔ (باقی دوسرے صفحہ پر)

زیادہ بھی بھیج سکتا تھا۔ مگر زار نے صوبجات پولنڈ، فنلینڈ اور بیکرین میں بھی زبردست افواج مقیم رکھنا ضروری تصور کیا اُدھر ایشیا کے ترک مقبوضات پر حملہ کرنے کے لیے پرنس ہنس شیکوف کے ماتحت ۱۰۴ ہزار فوج بھیجدی گئی۔ اس ہزار فوج کے مقابلہ کے لیے سلطان محمود مرحوم صرف ۴۸ ہزار فوج جمع کر سکا۔ اس میں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے زیادہ تر کم سن لونڈے بھرتی تھے۔ کیونکہ سلطان کو خیال تھا کہ کم عمر لڑکوں کو یورپین طرز و آداب سیکھنے میں ترکوں کی سی نفرت نہیں ہو سکتی۔ پرشنوی جنرل بیرن مولٹکی جو کل معارک میں ترکوں کے ساتھ ہو کر لڑ رہا تھا۔ اور انگریز کرنیل چیسنی لکھتے ہیں کہ وہ پرانی ترک فوج کو شاندار جاہ و جلال کے مقابلہ میں ان لونڈوں کی پلٹنوں کو دیکھ کر سخت مایوسی پیدا ہوتی تھی۔ پرانے مسلمان سپاہیوں کی سراپا شجاعت خوب صورت اسلحہ اور شاندار سج دھج کا نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ تاہم اس نئی فوج میں ایک صفت تھی۔ جس کی طفیل وہ سابقہ زمانہ کی بیشمار ترکی فوجوں پر بدرجہا زیادہ فوقیت رکھتی تھی۔ اور وہ صفت یہ تھی کہ یہ فوج حکم مانتی تھی۔ اس قواعد دان فوج کے علاوہ سلطان نے ایشیائی صوبوں سے تقریباً ایک لاکھ جاگیری سپاہی اور مجاہد جمع کیے۔ مگر یورپین صوبجات میں اونکی صلاحات سے ایسی ناراضی پھیلی ہوئی تھی کہ انسے بہت کم مدد ملی۔ خصوصاً صوبہ بوسنیا سے جہاں کے مسلمان شجاعت و نبرد آزمائی میں شہرہ آفاق تھے۔ ایک سپاہی نہ ملا۔ البتہ فوج توپ خانہ وافر اور بخوبی قواعد دان ہی نہیں بلکہ اپنے بادشاہ کی سچی ہوا خواہ اور جان نثار بھی تھی۔ مزید برآں ترکی افواج کو اون شہروں کے مسلمان باشندوں سے بھی جن کا روسیوں نے محاصرہ کیا حسب معمول قابل قدر مدد ملتی رہی۔ ۱۸۲۸ء میں زیادہ تر محاصرے ہی کیے گئے۔ کھلے میدان میں کوئی لڑائی نہ ہوئی۔

حسین پاشا سرعسکر کے پاس ابھی کل فوج جمع نہ ہوئی تھی کہ روسی شروع مئی میں دریائے پروتھ سے عبور کر کے جاسی پر قابض ہوگئے۔ اور مالڈیویا کے ہوسپوڈار جین سٹورڈا کو گرفتار کر لیا۔ ۱۳ مئی کو وہ بخارسٹ پر قابض ہوگئے اور دونوں صوبوں پر روسی دخل و ضبط ہوگیا۔ بعد ازاں روسی سپہ سالار نے فوج کا ایک ڈویژن جنرل روتھ کے زیر کمان سلسٹریا کی طرف اور دوسرا جنرل ویاریات کے زیر کمان ابریلا اور اسمٰعیل پر حملہ کرنے اور وہاں سے مشرقی بلقان کی طرف بڑھنے کو بھیجا۔ فوج حملہ آور کو روسی بیڑہ رسد و سامان حرب برابر پہنچاتا رہا۔

حسین پاشا نے پیشقدمی کر کے اوس روسی فوج کو جس نے سلسٹریا کا محاصرہ کر لیا ہوا تھا پسپا کر دیا۔ مگر بتاریخ ۷ جون مقام ابریلا کی فوج نے ۴۰ دن کی مردانہ مزاحمت و مدافعت کے بعد جس میں چار ہزار روسی ہلاک ہوئے۔ دوسرے ڈویژن کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ جس کے ساتھ ہی مقام ماچین پر بھی روسیوں کا قبضہ ہوگیا۔ اور اونکی پیشقدمی کو لیے دریائے ڈینیوب کا

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۹۱) وہ ربورن کے ہیں۔ حالانکہ یہی مو (جسپر روسی فوج قابض) اور کینیا (جہاں ترکی فوج متصرف ہیں) کے مسلمانوں کا طریق عمل نہایت پسندیدہ رہا ہے۔ کینڈیا میں البتہ انگریزی کمانڈر سر جے مسالیجر نے منشا ظاہر کیا ہے کہ وہ شہر کینڈیا کی جدید چند ایسی میں زیادہ تر مسلمان بھرتی کرے گا۔ لیکن عملی عمل کے وقت آنے تک اوسکی رائے میں بھی تغیر آجاتے +

رستہ کھل گیا۔ بریلہ کے بعد مقامات اسحاقچہ طلچہ اور کستنجہ نے بلا مقابلہ حملہ آوروں کی اطاعت قبول کر لی۔ اور روسی دریائے ڈنیوب کو عبور کر کے بلگیریا میں داخل ہو گئے۔ اور وارنا کا محاصرہ کر لیا گیا۔ اس وقت زار نکلس خود کمان لینے کیلئے بلگیریا پہنچ گیا۔ اور بالا رچک کو اپنا ہیڈ کوارٹر مقرر کیا۔ وہاں سے اس نے شوملہ پر جہاں حسین پاشا کے زیر کمان ۴۰ ہزار فوج موجود تھی پیشقدمی کی۔ اور ایک ستون پر جس سے قسطنطنیہ کا رستہ کھل گیا قبضہ کر لیا مگر بیماری اور فاقہ سے زار کی فوج کا قافیہ تنگ ہو رہا تھا۔ پھر فوج جنرل روڈیگر کے زیر کمان تھی شوملہ کی فوج نے دباؤ کر کے جرنیل مذکور کو اس کی ستون سے نکال دیا۔ ادر وارنا کا محاصرہ پوری سرگرمی کے ساتھ قائم اور اپنی فوج کا دل بڑھانے کیلئے خود زار وہاں موجود تھا۔ مگر روسیوں کی بحری طاقت کے بے انتہا غلبہ اور محاصرہ کی سختی کے باوجود تپودان پاشا محصور بندر کو رسد پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور دوسری طرف وزیر اعظم بیس ہزار فوج بطور کمک لیکر قریب پہنچ گیا۔ لیکن تپودان کی کامیابی اور وزیر اعظم کی کوشش روسی روپیہ۔ وارنا کے کمانڈر عمر ودلی کی غفلت اور یوسف نایب کمانڈر کی غداری کے سامنے بیسود ثابت ہوئیں آخر الذکر بکر ام نے حالانکہ شہر میں رسد وافر[1] اور ... فوج موجود تھی۔ اور کمک قریب پہنچ گئی تھی۔ ۱۱ اکتوبر ۱۸۲۸ء کو شہر زار کے ہاتھ بیچ دیا۔ یعنی بطمع زر غنیم کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے۔ اور شہر اس کے حوالہ کر دیا۔ اس غداری کے بعد یہ ملت فروش فوراً ایک روسی جہاز پر اوڈیسہ کو چلا گیا۔ اور نکلس نے اس نمکحرامی کے صلہ میں کریمیا میں وسیع جاگیریں دیدیں۔ اس فتح پر یورپین ٹرکی میں پہلا محاربہ ختم ہو گیا۔ اور فریقین میں فتح و شکست کا موازنہ تقریباً ایسا مساوی رہا کہ روسیوں کے نقصانات پر لحاظ کر کے بقول بیرن آن مولکی یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ آیا روسی غالب رہے ہیں جنہوں نے وارنا لے لیا ہے۔ یا ترک جنہوں نے حملہ آوروں کو سلسٹریا اور شوملہ کے مقابل سے مار کر بھگا دیا۔

مگر ایشیا میں یہ کیفیت نہ ہوئی۔ روسی بیڑہ نے جو بعد میں وارنا کے محاصرہ میں جا شریک ہوا۔ بحیرہ اسود کے مشرقی ساحل کے بندر اناپہ کو فتح کر لیا۔ بعد ازاں پرنس منش نیکوف نے اس کے متصل بندر پوٹی کو فتح کیا۔ اور پھر پرنس کے جانشین جنرل پاسکیوچ نے قارص اور اس کے بعد اخالتزک کے میدان میں تیس ہزار ترکی فوج کو فاش شکست دیکر قصبہ اخالتزک پر قبضہ کر لیا۔ اور موسم سرما کے آنے سے پہلے پہلے اپنی فاتحانہ قابلیت سے آردہان۔ اخالکالاکی۔ ہرت ونز پر قلعہ اور قلعہ وآیا دین کو بھی تسخیر۔ اور دوسرے برس ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہونے کیلئے رستہ بالکل صاف کر لیا۔ تاہم یورپین میدان جنگ کی ناکامی سے روس سخت خفیف اور دوسرے یورپین حلقوں کی بدنامی و ہونے کیلئے مضطرب ہو رہا تھا۔ اور خدشے سے التجا کر رہا تھا کہ کہیں کوئی اور طاقت اس داغ کو مٹنے سے پہلے ثالثی پر آمادہ نہ ہو جائے۔ انگلستان کا وزیر اعظم ڈیوک آف ولنگٹن

[1] شہر اور قلعوں کی فصیلوں پر ۳۰۰ توپیں نصب تھیں۔ اور ان کے لئے گولہ بارود کافی موجود تھا۔ مزید برآں گو روسی توپوں نے چند مورچوں پر شگاف کر دیئے تھے مگر ابھی تک حملہ نہیں کیا تھا۔ اگر حملہ کیا گیا ہوتا تو اس سے ہی یوسف کی نمکحرامی کچھ پردہ پڑ جاتا۔ یہ محاصرہ ۹۰ دن رہا تھا۔

کیتھولک رعایا کے مطالبات حقوق اور دیگر مخمصوں میں مبتلا تھا۔ فرانس کا بادشاہ چارلس دہم روس کے ہاتھوں پر بکا ہوا تھا۔ پرشیا کیطرف سے بھی کسی قسم کا خدشہ نہ تھا۔ ایک آسٹریا کی سلطنت باقی تھی جس کے دخیل ہونیکا کسیقدر خدشہ تھا۔ کیونکہ ہم مذہبی کے باوجود اوس کا قابل وزیر اعظم جنوب مشرقی یوروپ میں روس کے مقبوضات کی وسعت کو آسٹریا کے حق میں کبھی مفید نہیں سمجھ سکتا تھا۔ چنانچہ یوروپین مدبرین روسیوں کے ناکام رہنے پر اندرونی خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ اونکا بیان تھا کہ روس نے مخالف کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں کیا تھا۔ اور اسی لئے اوس کو ترکی سے اسیطرح واپس ہٹنا پڑا ہے جس طرح نپولین کو ماسکو سے واپس ہونا پڑا تھا۔ مگر جب انہیں روس کے ایشیائی فتوحات کی خبریں پہنچیں تو اونکی خوشی رنج سے بدل گئی۔ اور آسٹریا کی وزیر مترنیخ نے انگلستان، فرانس اور پرشیا سے استدعاء کی کہ دول یوروپ بیچ بچاؤ کرکے فریقین میں صلح کرادیں۔ انگلستان نے اس تجویز کو بنظر استحسان دیکھا۔ مگر فرانس نے ٹکا سا جواب دیدیا۔ چارلس دہم نے لکھا "میں روس سے متحد رہنا چاہتا ہوں۔ اگر زار آسٹریا پر حملہ کرے تو میں اپنی حدود سے تجاوز نہیں کرونگا۔ اور حسب اقتضائے وقت کاربند ہونگا لیکن اگر آسٹریا روس پر حملہ کرے گی تو میں فی الفور آسٹریا پر حملہ کردونگا"

زار کو جب اس نامہ و پیام سے مطلع کیا گیا تو گو اسے ایک گونہ یہ اطمینان ہوگیا کہ آسٹریا کا کسی اور سلطنت نے ساتھ نہیں دیا۔ اور وہ تنہا ایسی جلد کچھ نہیں کرسکے گی۔ تاہم اسے معلوم ہوگیا کہ اگر وہ اپنے دشمن سے کچھ فائدہ اوٹھانا چاہتا ہے تو اسے لازم ہے کہ جھٹ پٹ دشمن پر ایسی کامل فتح حاصل کرے جس سے وہ براہ راست صلح کی سلسلہ جنبانی پر مجبور ہوجائے اور پیشتر اسکے کہ آسٹریا تنہا یا اوروں کو ساتھ ملاکر ثالثی اور مداخلت کا عزم کرے من مانی شرائط پر اوس سے عہدنامہ لکھوالے جب ایک دفعہ ایسا ہوگیا تو پھر وہ شرائط یوروپ کو خواہ کیسی ہی ناگوار کیوں نہ ہوں۔ وہ اونکی منسوخی کے لئے ہتھیار نہیں اوٹھائیگا۔ بہار ۱۸۲۹ء میں سابق سپہ سالار کو معزول کرکے مارشل ڈیبیٹش[1] کو اعلیٰ کمان سپرد کیگئی۔ اور اوسنے سال اول سے بہتر جہاز زیادہ اور بہتر فوج لیکر ڈینیوب کو عبور کیا۔ یہ جرنیل اپنے آقا کے منشاء کو بخوبی سمجھتا تھا۔ چنانچہ ٹھیک اسی طرح عمل پیرا ہوا جس سے منشاء مذکور جلد پورا ہوسکے۔ بیرن مولٹکی اوس کی پیشقدمی اور کارروائی کی نسبت حسب ذیل جامع و مختصر ریمارک کرتا ہے "اوسنے صرف ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ اور صرف ایک میدان پر لڑائی کی۔ اور اسی اپنے دشمن کی سلطنت کے عین قلب میں پہنچگیا۔ جب وہ وہاں پہنچا تو اوس کے پاس فوج محض برائے نام تھی۔ لیکن اس نام اور شہرت سے آیا کہ اس فاتح کا مقابلہ ناممکن ہے"

مارشل ڈیبیٹش نے دریا سے عبور کرکے ۱۸ مئی سنہ ۱۸۲۹ء کو سلسٹریا کا محاصرہ کیا۔ دریا کی طغیانی اور مقام مذکور کے رسد کی ناکہ بندی سے اوسکو وہاں تک پہنچنے میں بہت دقتیں پیش آئیں۔ محاصرہ کو ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ رشید پاشا وزیر اعظم نے سال گذشتہ کی جزوی فتوحات سے دلیر ہوکر جارحانہ پہلو اختیار کیا۔ اور سلسٹریا کو کمک پہنچانے کے لئے شمولا سے

[1] یہ جرنیل پرشوی نژاد تھا۔ چند برس اپنے ملک میں فوجی خدمت کرنیکے بعد زار سکندر اول کا ملازم ہوگیا تھا۔

روانہ ہو کر مقام پراودی کے قریب بتاریخ ۷ مئی روسی جنرل رتھ کو شکست دی۔ اور پھر قصبہ مذکور کا محاصرہ کر لیا۔ اس معرکہ میں ترکی فوج نے کمال شجاعت اور دلاوری ظاہر کی مگر افسروں کی ناقابلیت کیوجہ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکی۔ ڈی بیبش نے پراودی کے محاصرہ کی خبر سنکر سلسٹریا کے محاصرہ پر جنرل کرنسکی کو مامور کیا۔ اور خود فوج کا زبردست دستہ ہمراہ لیکر روسی فوج محصور کی کمک کو روانہ ہوگیا۔ اور چند شاندار کوچ کرکے شوملہ اور پراوادی کے درمیان ایک مناسب مقام پر قابض ہوگیا۔ جہاں سے نکالنے کیلئے وزیر نے اسطرف کا رخ کیا۔ اور ۱۱ جون کو قریبین میں قلعہ شنا والکے میدان میں مقابلہ ہوگیا۔ لڑائی دیر تک ہوتی رہی۔ اور کبھی ذلعہ فتح کا پلڑا کبھی ایکطرف اور کبھی دوسری طرف کو جھکتا جاتا رہا۔ آخر شکست ترکوں کو کامل طرح پہنچی۔ اسلئے نہیں کہ ترکی سپاہی روسیوں سے کمزور ثابت ہوئے۔ بلکہ محض اسلئے کہ ڈی بیبش بحیثیت سپہ سالار رشید پاشا سے زیادہ قابل تھا۔ وزیر اعظم ہزیمت خوردہ فوج کے ساتھ شوملا کو ہٹ گیا۔ اور وہاں اس سے ایک ایسی غلطی سرزد ہوگئی جسکا خمیازہ سلطنت عثمانیہ کو بری طرح سے اٹھانا پڑا۔ اوسنے یہ سوچکر کہ روسی سپہ سالار مزید پیشقدمی کرنے سے پہلے ضرور شوملہ پر حملہ کرے گا۔ اور یہاں اسکے مقابلہ کیلئے کافی فوج نہیں ہے تقریباً تمام اون دستوں کو جو کوہ بلقان کے مختلف دروں کیحفاظت پر مامور تھی شوملہ بلوا لیا۔ اور دروں کی نگہبانی پر تھوڑے تھوڑے سپاہی رہنے دیئے۔ اس مہلک غلطی سے ڈی بیبش کو سلسلہ کوہ بلقان سے جسے اب تک سد سکندری اور ناقابل گذر سمجھا جاتا تھا گذر جانیکا موقعہ ملگیا۔ چنانچہ سلسٹریا کے سر ہوتے ہی جسے جنرل کرنسکی نے ۲۶ جون کو حملہ کرکے فتح کیا جسسے وہانکی محاصرہ کنندہ فوج آزاد ڈی بیبش سے آملی اوسنے بلقان کو عبور کرنے کی تیاری کر لی۔ اور اس دلیرانہ پیشقدمی سے محاربہ کا فیصلہ کر دیا۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ اگر بحیرہ اسود اور بحیرہ مجمع الجزائر ترکی بیڑوں سے خالی اور اول الذکر روس اور دوسرا اوس کے معاونوں اور بیڑوں کی امداد بحر کے تصرف میں نہ ہوتا تو ڈی بیبش اوس جیرہ دستی کے باوجود جو اسے اپنی اعلیٰ قابلیت سے حاصل ہوگئی تھی۔ بلقان کو عبور کرنے کی کبھی جرات نہ کرتا۔ اس بحری اقتدار سے اوس کیلئے بہت آسانیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ فروری میں روسی بیڑہ نے بحیرہ اسود کے مغربی ساحل کی مشہور بندرگاہ سیزوپول کو جو بلقان کے جنوب میں واقع ہے۔ اچانک حملہ آور ہو کر فتح کر لیا تھا۔ اور جولائی میں روسی بیڑہ وافر سامان حرب اور رسد لیکر خلیج برغاس میں پہنچ گیا تھا جس سے ڈی بیبش کی فوج کو پہاڑی دروں میں سے گذرتے وقت اپنے ساتھ رسد و گودام کی گاڑیاں نہ لیجانی پڑیں۔ وہ خواہ بحیرہ اسود کے ساحل کیطرف پیشقدمی کرتا۔ یا بحیرہ مجمع الجزائر کے ساحل کیطرف سمندر کے رستہ اسکو ہر قسم کا سامان پہنچ سکتا تھا بلکہ اوس کیلئے پہلے سے پہنچا دیا گیا تھا۔ ڈی بیبش نے وزیر کی فوج متعینہ شوملہ کی نگرانی کرتے رہنے کیلئے دس ہزار فوج شوملا کے بالمقابل چھوڑ دی۔ اور باقیماندہ کو لیکر آگے بڑھ گیا۔

مگر لڑائی کے علاوہ بیماری و نقاہت سے اسقدر آدمی ضائع ہو چکے تھے کہ باوجودیکہ ڈنیوب سے گذرتے وقت وہ ڈیڑھ لاکھ فوج ساتھ لایا تھا۔ مندکرہ صدر دس ہزار کو پیچھے چھوڑنے پر اوس کے پاس صرف تیس ہزار آدمی باقی رہ گئے تھے۔ یہ اہم کام کرنیکیلئے

بہ فوج بہت کم تھی لیکن اُسنے سوچ لیا کہ فتح سلسترا اور قلعہ شمنو سے غنیم بہت کچھ مرعوب ہوگیا ہوا ہے۔ اور جب وہ
دیکھیگا کہ روسی اوس مزاحمت سے بھی عبور کر آئے ہیں جو ناقابل گذر سمجھی جاتی تھی تو اون کے اوسان چھوٹ جائیں گے
اوسکا یہ خیال غلط نہ نکلا۔ اور اوسکی پیشقدمی کا اخلاقی اثر اوس کے عین حسب توقع پڑا۔ مزید برآن اُسے اچھی طرح سے
معلوم تھا کہ قسطنطنیہ اور دیگر بڑے بڑے شہروں کے علاوہ البانیا اور رومیلیا کی افواج کے افسروں میں بھی بے حد
ناراضی اور شورش پھیلی ہوئی ہے۔ اِنہی باتوں سے حوصلہ پکڑکر اُسنے آخر تاریخ جولائی اپنی فوج کو متعدد دستوں میں تقسیم
کرکے اونہوں نے فوراً اور چوری چوری پہاڑ کو مختلف دروں کیطرف بڑھا دیا۔ جو نو دن کے بعد علیحدہ علیحدہ دروں سے
گذر کر پہاڑ کے جنوب میں پھر آپس میں مل گئے۔ ترکی نگرانی کنندہ دستوں کی جمعیت ہی کیا تھی۔ وہ خفیف سی مزاحمت کر کے تہ تیغ
کردیئے گئے۔ اور جب روسیوں نے شرقی بلقان کی چوٹیوں سے خلیج برغاس کی روشن سطح پر اپنے جہازوں کے جھنڈوں
کو لہراتے دیکھا۔ تو اونکی پرجوشی اور مسرت کا کوئی حد و حساب نہ رہا۔ اور اون کے قدم ایسے ہلکے اٹھنے لگ گئے کہ گویا سامنے
کوئی غنیم موجود ہی نہیں۔ یا اگر کوئی ہے تو کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اور فی الحقیقت اونکی پیشقدمی ایک مسلسل فاتحانہ کوچ بن
رہی تھی لیکن ایسا وقت آکر اونکی حالت دن بدن سخت تباہ اور خطرناک بنا رہا تھا۔ مرض اسہال اور طاعون جنہیں ساتھ
ساتھ لائے تھے ہر روز سینکڑوں کو لقمۂ اجل بنا رہے تھے۔ مگر بدقسمتی سے یہ کمزوری ترکوں کو معلوم نہ تھی۔ اونہیں خیال تھا
کہ کم از کم ایک لاکھ روسی بلقان سے عبور کر آئے ہیں۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ وہ شومنلہ چھوڑنے سے پہلے وزیر کی فوج کو ضرور
نیست و نابود کر آئے ہونگے۔ واژون قسمت سے عقل و ہوش اور دیگر حواس کے ساتھ ہی ترکوں کی قوت باصرہ میں بھی فتور
آگیا تھا۔ قصبہ میسوری کے پاشا نے ایک افسر ڈی تبش کی فوج کی جمعیت معلوم کرنیکے لئے روانہ کیا جس نے بعالم خود رفتگی
واپس آکر جواب دیا۔ "دشمن کے سروں کی نسبت جنگل کے پتوں کا شمار زیادہ آسان ہے"۔ اللہ اکبر۔ مبالغہ بھی ہو تو ایسا ہی۔
خداوند کریم اس ایشیائی شاعری اور مبالغہ پسندی کا ستیاناس کرے یہ ہزاروں گھرانوں کا ہی نہیں سینکڑوں سلطنتوں
کا بھی ستیاناس کرچکی ہے۔ مگر زیادہ تر افسوس اون نااہلوں پر ہے جنہوں نے مسلمان کہلانیکے باوجود صرف شخص واحد کی
روایت پر اعتبار کرلیا۔ حالانکہ شریعت نے اونسے سوا دنیاوی معاملہ کی صداقت کی امتحان کیلئے دو بالغ و عاقل مردوں کی شہادت
کو ضروری اور لازمی قرار دیدیا ہے۔ اس خبرنے رہے سہے ہوش غائب کردیئے۔ اور روسی میسوری۔ برغاس اور انکیالی
بندر آیدوس پر تقریباً بلا مزاحمت قابض ہوگئے۔ ساحل سے ڈی تبش نے اندرون ملک کیطرف بجانب ایڈریانوپل کوچ کیا۔ اور
۲۰۔ اگست ۱۸۲۹ء کو حالانکہ وہیں ایک لاکھ باشندے اور دس ہزار سپاہ موجود تھی۔ یورپین ٹرکی کے سابق دارالخلافہ
اور زمانہ حال کے دوم شہر (ایڈریانوپل) نے بغیر ادنے سے کم ربا زدہ اون خفیف ولاچار روسیوں کی اطاعت قبول کرلی
اور وہاں سے ڈی تبش نے چند دستے روانہ کر کے دیموتیکا۔ اپسالا۔ اور بحیرہ مجمع الجزائر کے بندر اینوس پر قبضہ کرلیا جس سے
اوس کا میمنہ بحیرہ مذکور کے ساحل پر بمقام اینوس قلب بمقام ایڈریانوپل اور میسرہ بحیرہ اسود کے ساحل پر بمقام برغاس میں

قائم ہوگیا۔ اور قسطنطنیہ۔ باسفرس اور ڈارڈنیلز اوسکی لپیٹ مین آگئے۔ ڈی بیش نے اسموقعہ پر نہایت دوراندیشی
اور فرزانگی سے کام لیا۔ اونے اپنے کسی سپاہی کو ترکی قصبات پر قابض ہونے وقت یا رومیلیا مین سے گذرتے وقت
باشندون پر ذراسی بھی سختی کرنے دی۔ اور جو اسکا مرتکب ہوتا اسکو سخت سزا دیتا۔ اسکا یہ اثر ہوا کہ احسان فراموش
عیسائی باشندون نے تو خیر لازمی طور پر خوش ہونا تھا مسلمان باشندون نے بھی جب دیکھا کہ اونکا ننگ و ناموس اور
جان و مال سب طرح سے محفوظ ہے اور اونکے مذہبی اور معاشرتی معاملات مین کسیطرح کی دست اندازی نہین کیجاتی تو وہ
اپنے اپنے کاروبار مین مصروف ہوگئے۔ اگر ڈی بیش یہ نکرتا تو اوسکی قلیل المقدار اور بیمار فوج مسلمان باشندون کے
ساتھ ہی متفرق لڑائیان کرنے مین بہت جلد نابود ہوجاتی۔ اس تین کمزوری کے باوجود اونھون مرعوب دشمن پر اپنی طاقت کا
خوب سکہ بٹھا رکھا۔ اور قابل تعریف مصنوعی استقلال و خود اعتمادی اور فوجی نمائشن سے روز افزون ضعف او شکست
خطرناک اندیشہ کو بڑی عمدگی سے چھپایا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر قسطنطنیہ پر پیشقدمی کیگئی تو یہ راز زیادہ عرصہ نہان نہین رہیگا
قسطنطنیہ مین اوسکی مورچہ بندی کی مضبوطی اور دشواری کے علاوہ اب اسقدر فوج جمع ہوگئی تھی۔ اور وہان کی مسلمان
آبادی جو روسی فوجکو دیکھتے ہی لازمی طور پر سرفروشی پر کمربستہ ہوجاتی اسقدر زیادہ تھی کہ وہ وہان فتحیاب ہونیکا خواب
مین بھی گمان نہین کرسکتا تھا۔ مزید برآن عقب مین بمقام شوملا وزیر کی فوج اوس روسی فوج سے جو اسکی نگرانی کیلئے چھوڑی
گئی تھی بہت زیادہ تھی۔ اور بازو پر سکودری کا پاشا مصطفے تیس ہزار جان نثار البانوی فوج کے ساتھ موجود تھا یہ پاشا
ابتک باب عالی کے احکام کی تعمیل سے انکار کرتا رہا تھا مگر اس نازک زمانہ کے برابر قائم رہنے پر بھروسہ کرنا صریح حماقت تھی پس
ڈی بیش کیلئے جو عجیب خطرناک مخمصہ مین پھنس گیا تھا اب صرف دو صورتین ہین صلح یا تباہی۔ اور حصول صلح کیلئے اوسکو
بظاہر کمال سرگرمی سے مشغول پیکار رہنا لازمی تھا۔ لیکن اگر اوسکے طالع یاور نہ ہوتے تو یہ بناوٹ بھی کب تک چھپ سکتی
تھی۔ اوسکی خوش قسمتی سے قسطنطنیہ مین سخت تشویش اور بد امنی ہی مستولی نہین ہورہی تھی۔ بلکہ ترکی مدبرین اور اکثر یورپین
سفرا بھی روسی فوج کی اصل حالت سے محض بیخبر تھے۔ ڈی بیش کی اس کمال خطرناک اور جھوٹی فاتحانہ پیشقدمی کے برعکس
ایشیا مین روسیون کو واقعی فتوحات حاصل ہوئی تھین۔ گو تصفیہ محاربہ پر کلہم اول الذکر ہی کا اثر پڑا۔ اسی ۱۸۲۹ء کو محاربہ کے
شروع مین ترکون نے اخالتزک پر حملہ کرکے شکست کھائی۔ اور روسی جنرلون نے اونکا تعاقب کرکے پہلے ارض روم اور پھر
طرابزون کے پاشا کو پیدرپے شکستین دین۔ اور آخر کوہستان لوک کو عبور کرکے چند معرکون کے بعد بتاریخ ۹ جولائی ارض روم
کو فتح کرلیا جس کے بعد پاسکیوچ نے طرابزون کیطرف پیشقدمی شروع کردی۔ ان دو طرفہ ہزیمتون کی خبر سے دار الخلافہ
مین سخت ہلچل برپا ہوگئی جس سے فایدہ اوٹھا کر چند بدبختان ازل اور بدخواہان ملک و ملت نے جو ینگچریون کے ہواخواہ تھے
اسی نازک موقعہ پر سلطان و سلطنت کے برخلاف بغاوت کرادینے کا انتظام کردیا۔ مگر سلطان کو بروقت خبر لگ گئی۔ اور اوس کے
اعلے پولیس افسر خسرو پاشا نے قتل عام کرکے اس سازش کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ پاشا موصوف نے اسموقعہ پر بہت سختی سے کام لیا

نہ تھی۔ کام لیا۔ اور یہ کوشش کی کہ کوئی مجرم نہ بچ جائے۔ خواہ ایسا کرنے میں سینکڑوں بیگناہ ہلاک ہو جائیں۔ لیکن اس سختی سے گو ناراضی کا علانیہ اظہار موقوف ہو گیا۔ مگر اندر ہی اندر اوس کی آگ زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلتی گئی۔ اور سب کو یقین ہو گیا کہ اگر آج نہیں تو کل یہ مواد ضرور پھوٹ پڑیگا۔ اور اگر آہین شہر باشندوں کے ہی ہاتھ سے عمارت معدوم ہو جائے تو کچھ بعید نہیں۔ اکثر سپاہی بھی میدانِ جنگ یا مفتوحہ قلعوں سے دار الخلافہ کو بھاگ آئے ہوئے تھے۔ اور ان کی شورہ پشتی سے سب کو زیادہ اندیشہ تھا۔

انگریز مؤرخین کا بیان ہے کہ یورپین سفراء بھی ڈی بیش کی جمعیت کی نسبت اُسی مغالطہ میں تھے جو ترکوں کو ہو رہا تھا۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق کسیقدر اون خطوط سے بھی ہو رہی ہے جو فرنچ اور انگریزی سفراء نے ڈی بیش کو لکھے تھے۔ لیکن یورپین دول کے سفراء کی معمولی چالوں کے لحاظ سے اگر کسی شخص کو اس امر کے ماننے سے انکار ہو۔ اور شک ہو کہ سفراء مذکور یا انہیں سے اکثر یا البعض نے باوجود علم بناوٹی سہم و اندیشہ سے کام لیا تھا۔ تو ایسا شک کرنے میں اُس کی بالیقین غلطی پر نہیں کہا جاسکتا۔ بہرحال یہ یقینی امر ہے کہ سفراء نے ترکی دربار پر جو پہلے سے ہی کچھ کم مرعوب و مرہوب اور حواس باختہ نہیں ہو رہی تھی سخت زور ڈالا کہ روس خواہ کیسی کڑی شرطیں پیش کرے سلطان کو قبول کر کے برضامندی کرکے سلطنت کو کامل تباہی سے بچالو۔ اولوالعزم محمود اس بزدلانہ نصیحت کو ماننے سے عرصہ تک انکار کرتا رہا۔ اور جیسا کہ کریسی نے لکھا ہو کاشکہ اوس وقت ایک مردانہ مشورہ سے سلطان کے مردانہ عزم کی پابندی کرتے رہنے کیلئے اوس کے پاس ایک بھی وفادار دوست موجود ہوتا۔ مگر افسوس ایسا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ برعکس اسکے سلطان پر چاروں طرف سے صلح کر لینے کی مشوروں و تقاضوں کی بھرمار ہو رہی تھی۔ وہ جوانمرد تنہا کب تک ثابت قدم رہتا۔ آخر مان گیا۔ اور انعقاد صلح کیلئے خاص وکلاء روسی کیمپ کو بھیجدیئے گئے۔ ۲۹ اگست سنہ ۱۸۲۹ء کو جنگ ملتوی ہو گیا۔ اور پھر پروشیا اور انگلستان کی وساطت سے قطعی عہدنامہ صلح کی شرائط طے کیگئیں۔ اور ۱۴ ستمبر سنہ ۱۸۲۹ء کو فریقین کے وکلاء نے عہدنامہ ایڈریانوپل پر دستخط کر دیئے۔

اس کے رو سے یورپ میں بدستور دریائے پرتھ دونوں سلطنتوں میں حد فاصل رہا۔ مگر دریائے ڈینوب کے دہانے اور وہاں کے جزائر روس کو ملگئے جس سے وہ وسط یورپ اور بالخصوص آسٹریا کی تجارت کی اس بحری رستہ کے ناکہ کا مالک ہو گیا۔ دریا مذکور کے ڈلٹا (مثلث) کے اوس ساحل کی بیٹی جو ترکی علاقہ کی طرف تھا۔ قرار دیا گیا کہ وہ سات سات میل تک غیر آباد رکھا جائے۔ باقی تمام یورپین فتوحات واپس کر دیگئیں۔ اسیطرح ایشیا میں کیا گیا۔ مگر بندر اناپہ۔ پوٹی اضلاع اخالتزک و اخالکالکی روس نے اپنے پاس رکھے۔ حالانکہ زار نے اعلانِ جنگ میں حلفیہ بیان کیا تھا کہ وہ ہرگز کوئی علاقہ نہیں لینا چاہتا تھا۔ ان علاقہ کے لینے سے جو دریا کور کے طاس کے بالائی حصہ کو متصل ہے۔ علاقہ کاکیشیا کے جنگجو اور بہادر باشندے نہ فقط ترکی بلکہ بحیرہ اسود کے بندرگاہوں سے بھی جہاں سے انہیں بارہا ہتھیار بہم پہنچتے رہتے تھے جدا ہو گئے۔ اور اسیطرح سے

اس علاقہ کے حصول سے روس نے بحیرہ خضر اور بحیرہ اسود کے درمیانی علاقوں کے باشندوں کو مطیع فرمان بنانے کیلئے رستہ صاف کر لیا۔ جارجیا۔ امریشیا۔ منگریلیا اور گوریل کی نسبت بطور تاکید مزید عہدنامہ میں لکھا گیا کہ یہ اور کئی دیگر علاقہ جات کو نہایت عہد دراز سے دوام کیلئے روس سے ملحق ہیں۔ ولاچیا اور مالڈیویا کے لیے قرار دیا گیا کہ آئندہ ہاسپوڈار مدت العمر کیلئے مقرر ہوا کریں۔ اور سلطان خاص خاص صورتوں کے سوا موقوف نہ کر سکیں۔ اور اس حالت میں بھی روس اور باب عالی دونوں کی متفقہ منظوری لازمی ہے۔ دریائے ڈینیوب کے شمالی (بائیں) ساحل پر گرگیو وغیرہ مقامات میں جسقدر ترکی قلعے ہیں اون کو مسمار کر دیا جائے۔ کوئی ترک افسر ان صوبوں کے معاملات میں مداخلت نہ کرے۔ اور آئندہ کوئی مسلمان ان میں رہائش نہ رکھ سکے۔ جو اس وقت وہاں موجود ہیں وہ ڈیڑھ برس کے اندر اپنے املاک فروخت کر کے ہجرت کر جائیں۔ کچھ مزید مراعات سابقہ مراعات شرائط کے علاوہ تھیں جن کی تجدید بھی اس عہدنامہ میں کیگئی۔ الغرض برائے نام شہنشاہت اور قلیل سالانہ خراج کے سوا ان صوبوں کو ترکی سے بالکل مطلق آزاد کر دیا گیا۔ اور خراج کی نسبت بھی یہ شرط لگا دیگئی کہ تاریخ عہدنامہ سے دو سال تک نہ لیا جائے۔ سرویا کی نسبت چھٹی دفعہ میں لکھا گیا کہ عہدنامہ آق کرمان میں اہل سرب کی نسبت جو شرائط قرار پائی تھیں اون پر فی الفور عملدرآمد کیا جائے۔ اور سلطان خط شریف صادر کر کے جسکی نقل ایک مہینہ کے اندر دربار روس کو بھیج دی جائے شرائط مذکورہ کی قطعی تصدیق کر دیں۔ روسی تجارتی جہازوں کو بحیرہ اسود سے بحیرہ روم جانے کی آزادی دیگئی۔ اور قرار پایا کہ باب عالی روسی سوداگروں کے نقصانات کے معاوضہ میں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ فرانک چار قسطوں میں ادا کرے۔ جو روسی رعایا تاجر ترکی میں مقیم ہوں یا سیاحت کریں وہ ترکی قوانین یا حکام کی تابع نہیں ہونگے بلکہ روسی سفرا اور قونصلوں کے احکام کے پابند ہوں گے۔ ترکی حکام کسی روسی جہاز میں خواہ وہ ترکی سمندر میں ہو یا کسی کی بندرگاہ میں داخل نہ ہوسکینگے۔ روسی تاجر (حالانکہ اوس وقت ترکی میں ایک روسی تاجر نہ تھا۔) صرف اسباب پر تین فیصدی محصول دینگے۔ باب عالی کل خطاکاروں کو عام معافی عطا کرے۔ اور پچاس لاکھ پونڈ تاوان جنگ دس قسطوں میں دے یعنی اس کے پاس فوجی بحری اور اندرونی درستی کیلئے کوئی روپیہ نہ رہنے دیا جائے پہلی قسط کی وصولی پر روسی ایڈریانوپل خالی کر جائینگے دوسری کی وصولی پر بلقان سے عبور کر لینگے۔ اور آخری قسط کی وصولی پر عثمانیہ قلمرو سے قطعًا باہر ہونگے یعنی بالفاظ دیگر دس برس ولاچیا اور مالڈیویا پر قابض رہینگے۔

یونان کی نسبت سلطان نے عہدنامہ لنڈن کی شرائط اور دول کے تصفیہ کو منظور کر لینے کا اقرار کیا۔ اور دول نے چند مہینوں کی باہمی نامہ و پیام کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ یونان کو بالکل آزاد قلمرو بنا دیا جائے۔ ترکی کی طرف اس کی حد خلیج ولو اور خلیج آرٹا کے درمیان قائم کیگئی جس سے تھسلی و البانیا ترکی کے سرحدی صوبے بن گئے۔ جزائر یوبوا۔ سپوراڈیس اور سائکلاڈیس بھی نئی ریاست کے حوالہ کئے گئے۔ جزائر ایونین[1] انگلستان کی تحویل میں رہے۔ اور کریٹ اور دیگر جزائر باب عالی کے پاس

[1] ان جزائر کا متن میں پہلے کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے۔ یہ تعداد میں سات ہیں۔ کارفو۔ سفالونیا۔ زانٹی۔ سینٹا مورا۔ اتھاکا۔ سیریگو۔ پکسو

رشوت دیئے گئے انہیں سے کریٹ کو سلطان نے مصر کے پاشا کی ولایت میں شامل کر دیا ہوا تھا سلطان نے اس تصفیہ کو بھی سن ۱۸۳۰ء میں منظور کر لیا۔ اور اس وقت سے سلطنت عثمانیہ کے پہلو میں ایک اور بغلی گھونسلہ موجود ہو گیا جس نے اپنے محسنوں کی طفیل ۱۸۸۲ء میں تھیسلی کو بھی حاصل کر لیا۔ اور سنہ ۱۸۹۷ء میں ترکوں سے شکست کھانے اور تاوان جنگ ادا کرنے کے باوجود سنہ ۱۸۹۸ء کے اخیر میں چار ایماندار مسیحی دول یورپ (فرانس، انگلستان، روس اور اٹلی) نے جزیرہ کریٹ کو بھی جسکی وجہ سے اسی سال یہ قبیل میں ہنگامہ کارزار برپا ہوا تھا شاہ یونان کے دوسرے فرزند جارج کے حوالہ کر دیا یعنی اسکو آخر کار یونان سے ملحق ہو جانے کیلئے راستہ تیار کر دیا۔

عہدنامہ ایڈریانوپل کی شرائط ہی ایسی سخت اور ذلت بخش تھیں کہ معمولی حمیت کا فرمانروا بھی نہیں دیکھ کر چشم پر آب ہو جاتا۔ یہ جاننے کہ محمود مرحوم ایسے غیور اور جری کو ایسی ذلت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ چنانچہ جب آپ نے اس عہدنامہ پر دستخط کیئے تو اس جوانمرد کا استقلال اور حوصلہ جو بڑے بڑے خطرات سے نہ گھبرایا تھا قائم نہ رہ سکا۔ اور آپکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

بقیہ حاشیہ صفحہ (۳۹۹) یہ مجموعہ یونان کے مغرب میں واقع ہے کارفو سب سے بڑا ہے۔ رقبہ ۱۴م میل مربع اور آبادی تقریباً اٹھائی لاکھ ہے یہ جزائر سنہ ۱۸۰۱ء تک سلطنت روما کے مشرقی حصہ کے ماتحت رہے۔ بعد ازاں اٹلی کے جنوبی ضلع کالابریا کے ڈیوک نے ان پر قبضہ کر لیا پھر متعدد تغیرات اور انقلابات کے بعد پندرہویں صدی میں وینس کی جمہوری ریاست نے ان پر قبضہ کر لیا۔ معاہدہ کامپو فورمیو کے رو سے سنہ ۱۷۹۷ء میں وینس کے مقبوضات کا آسٹریا و فرانس میں تقسیم ہو جانا اور ان جزائر کا نپولین کے حصہ میں آنا اور پھر ٹرکی روس اور پھر فرانس کے پاس رہنے کے بعد انگلستان کے زیر قبضہ ہو جانیکا متن میں ذکر ہو چکا ہے۔ سنہ ۱۸۶۲ء میں باشندگان نے جو سب کے سب یونانی کلیسیا کے تھے۔ نے عیسائی حکمران سلطنت یعنی انگلستان کی حکومت و حمایت کے برخلاف بغاوت کر دی جس پر وہاں کے انگریز گورنر سر ہنری وارڈ نے بزور شمشیر فرو کر دیا۔ مگر ناراضی بدستور دنوں پر رہی جس پر مسٹر گلیڈسٹون ہی نے کو خاص کمشنر بنا کر تحقیقات اور رعایا کا عندیہ معلوم کرنے کیلئے موقع پر بھیجا گیا۔ باشندوں نے یکزبان ہو کر کہا کہ جب تک ان جزائر کو یونان سے ملحق نہ کر دیا جائیگا اور انگلستان قبضہ نہ چھوڑے گا ہم کبھی رضامند اور مطمئن نہیں ہونگے۔ انگلستان کیلئے جس نے یونان کو ٹرکی سے آزاد کرا کر مستقل سلطنت بنانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا تھا یہ جواب تازیانہ عبرت تھا مگر ہوس مذہبی یگانگت یہ پالیسی پر غالب آ جاتی ہے اور ٹرکی کے باغی ہمسایوں کی مدد کرنے سے اب تک باز نہیں آیا۔ اور اس طرح سے اپنے راستہ میں کانٹے بوتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے آخری ترکی علاقہ جس پر اس کی نظر عنایت مبذول ہوئی ہے جزیرہ کریٹ ہے۔ اور دیکھئے ابھی کس وقت یہ جابرانہ اور متعصبانہ مداخلت ختم ہوتی ہے۔ خیر یہ تو جملہ
معترضہ تھا جب انگلستان کو یقین ہو گیا کہ
باشندے اپنے عزم سے کبھی نہیں ہٹیں گے تو سنہ ۱۸۶۴ء
یہ تمام جزائر یونان کے حوالہ کر دیئے
(مؤلف)

اوڑا ایسا مایوس و شکستہ دل ہو گیا کہ کئی ہفتوں تک اپنی یا سفری محل واقع تھراپیا سے باہر نہ نکلا۔ تکمیل معاہدہ سے کچھ دنوں بعد روسی سپہ سالار کی حماقت کی قلعی سب پر کھل گئی۔ اوس وقت سلطان کو جو اور رنج پہنچا ہوگا۔ وہ بآسانی قیاس کیا جا سکتا ہے اور اسمین کوئی کلام نہیں کہ اگر ایسا معاملہ کسی یوروپین بادشاہ کو پیش آتا تو وہ فوراً عہدنامہ وغیرہ کو بالائے طاق رکھکر اپنے دشمن کو ملیامیٹ کر دیتا۔ یا کم از کم عہدنامہ سے فوراً منحرف ہو جاتا۔ مگر محمود کے دل میں اوس کے اسلامی اخلاق نے ایسی انحراف کا خیال تک بھی نہ گذرنے دیا۔ خواہ عام دنیادار کچھ ہی کیوں نہ کہیں۔ اور اہل یوروپ اپنی بے ایمانیوں کے باور ہوتے رہنے پر کتنی ہی خوشی و فخر کیوں نہ ظاہر کریں۔ مگر ہمارا یہ یقین ہے کہ صدہا سے دشمنوں اور صعب ترین دشمنوں کے نرغہ میں مبتلا اندرونی مشکلات میں محصور اور زمانہ کی ترقیات جدیدہ میں پسماندہ ہونیکے باوجود سلطنت عثمانیہ کا اب تک موجود و قائم رہنا اسی ایمانداری نیک نیتی اور پاس سخن کی طفیل ہے یہ اخلاقی خوبیاں جو اسلام کا لازمی خاصہ ہیں اگر ان میں نہ ہوتیں تو خواہ وہ مادی ترقی کے معراج پر ہی کیوں نہ پہنچ گئے ہوتے انکا وجود اب تک بالیقین ناپید ہو گیا ہوتا۔

روسی فوج میں وبا اسقدر زوروں پر تھی کہ صلح کا عہدنامہ ہونے تک ڈی اب سک کے پاس صرف پندرہ سولہ ہزار سپاہی رہ گئے اور جب ایڈریانوپل سے روانہ ہونے سے پہلے نومبر میں اوسنے اپنی فوج کا عام جائزہ لیا تو بمشکل تیرہ ہزار سپاہی بہم پہنچ سکے اوس میں جمع ہوئے۔ اس سال کے محاربہ میں دیگر روسی جرنیلوں کی فوجوں کو بھی وبا و طاعون سے ایسا ہی سخت نقصان پہنچا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ ان دو اڑھائی لاکھ روسیوں میں سے جو بلاد عثمانیہ پر حملہ آور ہوئے تھے صرف دس یا پندرہ ہزار روسی دریائے پروتھ کو پھر عبور کر کے اپنے ملک کو واپس گئے۔ یعنی اونکی تقریباً ساری کی ساری فوج اس دوسرے محاربہ میں تلف ہوئی۔ عہدنامہ ہو جانیکے بعد سکوڈرا کے جو البانیا کا صدر مقام ہے کے پاشا نے اسکو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ پاشا ینگچری تھا اور گو اوس کے پاس تیس ہزار البانوی فوج جمع تھی سلطان کے حکم پر ملک بلغاریہ کو عاصیوں کے حملہ سے بچانے کے لئے لڑائی میں شریک نہیں ہوا تھا۔ وہ کوتاہ اندیش جو اس اولوالعزم کے استقلال سے تنگ آئے ہوئے تھے وہ خوش تھے یہ جانتا تھا توقع رکھے بیٹھا تھا کہ سلطان ضرور اسکو مجبور ہو کر پھر سابقہ انتظام اور اونکی خود مختاریوں کو بحال کر دینے کی ضرورت پڑیگی یا رعایا اور ہمسایوں سے مدد کا منتظر ہو جائیگا۔ مگر سلطان نے ایک عارضی مصیبت سے بچنے کے لئے سلطنت کو قیام سے ہاتھ دھونا منظور نہ کیا۔ اور جب الظلم مباہو کا یہ عہدنامہ ہو گیا۔ پاشا مذکور کچھ عرصہ انکار پر ثابت قدم رہا۔ اپنی البانوی فوج سے روسیوں پر حملہ کر دینے کی دھمکی دیتا رہا۔ مگر کیا اوس کمبخت نے کچھ بھی نہ۔ کل مورخ تسلیم کرتے ہیں کہ اگر وہ حملہ کر دیتا تو ڈی اب سک کی فوج میں سے ایک متنفس زندہ نہ بچتا۔ حملہ کر دینے کی صورت میں اوسپر غداری کا الزام بھی وارد نہیں ہو سکتا تھا۔ بہر حال اگر یہ شخص وفاداری کو ہاتھ سے نہ دیتا۔ یا بعد میں ہی روسیوں سے لڑائی کر دیتا۔ بلکہ اگر اور کچھ بھی نہ کرتا تو صلح کی ہی سلسلہ جنبانی نہ ہوتی۔ اور سلطان پر جو عاصی صلح کیلئے روسی سپہ سالار کے پاس سفیر بھیجنے کے لئے متردد یا ڈرانا

تو روسیون کا تجربہ آگے بڑھ سکتے تھے اور نہ پیچھے جا سکتے تھے صرف باہی خاتمہ کر دیتی۔ اور اس محاربہ کا انجام ترکون کے حق مین پروتھ والے محاربے سے بھی جس مین پیٹر اعظم بُرے طرح قابو آگیا تھا۔ بدرجہا بہتر اور مفید ہوتا۔ یورپ وہین میدان جنگ مین اس طرح سے کامیاب ہونے سے ترکی ایشیائی علاقہ مین روسی جنرل پاسکیوچ کی فتوحات کو باوجود محاربہ کو سنہ ۱۸۳۳ء تک آسانی روس کے برخلاف قائم رکھ سکتی۔ اور سنہ ۱۸۳۰ء وہی برس ہے جس مین اہالیان پولینڈ نے روسی حکومت کی جوئے کو گردن سے اتار پھینکنے کیلئے کسی دوسرے کی مدد کے بغیر اپنی ہمت سے آخری جان توڑ کوشش کی تھی۔ اور زار نکلس اول کو اوس کو مقابلہ کیلئے اپنی کل طاقت سے کام لینا پڑا تھا۔ اور ڈیبی آب سک اس مقابلہ مین ہلاک ہوا تھا۔ ادھر فرانس مین دوسرا انقلاب عظیم اسی سال ظہور پذیر ہوا تھا جس سے خاندان بوربون کا آخری بادشاہ چارلس دہم جو روس کا بہت معاون تھا معزول کر دیا گیا تھا۔ الغرض اگر اگست سنہ ۱۸۲۹ء مین ایک معتبر قاصد بھی ایڈریانوپل سے قسطنطنیہ پہنچ جاتا۔ یا سلطان محمود چند سے اور اپنے عزم پر مستقل رہتا جس صورت مین بھی یقیناً اصل حقیقت کچھ دنون بعد معلوم ہو جاتی اور اس طرح یہ لڑائی سنہ ۱۸۳۰ء تک طول پکڑ جاتی تو دنیا کی تاریخ کا کل رنگ ہی بدل جاتا۔ پولینڈ غالباً آج پھر ہمین آزاد ریاست دکھائی دیتا۔ مصر کی بغاوتون اور مصری مسئلہ کا نام بھی سننے مین نہ آتا۔ معاہدہ خونکار اسکلہ سی کبھی وقوع مین نہ آتا۔ نہ انگلستان اور فرانس کو سنہ ۱۸۵۴ء مین روس کے برخلاف لڑائی کرنی پڑتی۔ نہ مسئلہ مشرقی اسقدر طول پکڑتا۔ نہ سلطنت عثمانیہ یورپ۔ افریقہ اور بحیرہ روم مین آج دنیا کو اسقدر محدود نظر آتی۔ اور نہ یورپین مسیحی طاقتون کی رقابت اور حرص و طمع جو نہ صرف مسلمان اور غیر یورپین اقوام کے لیئے ہی وبال جان ہو رہی ہین بلکہ کل دنیا کا امن اور خود انکی اپنی سلامتی بھی اس رقابت اور حرص کیوجہ سے سخت خطرہ و اندیشہ کی معرض ہو رہی ہے آج اسقدر جولانیون پر ہوتین۔

جنرل مفلکی کا بیان ہے کہ روسیون کو ایڈریانوپل تک پہنچنے کیلئے پچیس کروڑ روپیہ اور پچاس ہزار آدمی خرچ کرنے پڑے تھے۔ باینہمہ اونکی حالت ایسی نازک ہو رہی تھی کہ اگر محض خوش قسمتی مدد نہ ہوتی تو اس کل خرچ پر پانی پھر گیا تھا۔ اس عجیب و غریب کامیابی پر روسی گورنمنٹ کا دماغ عرش پر پہنچ جانا طبعی امر تھا۔ اور سے یہ بالکل فراموش ہو گیا کہ باعث فتح تو کیا ایک وقت بخیریت واپسی کی امید بھی موہوم ہو رہی تھی۔ گورنمنٹ مذکور کی تعلی اس باضابطہ مراسلہ سے جو ۱۲ فروری سنہ ۱۸۳۰ء کو روسی وزیر خارجہ نے زار کے بھائی کو لکھا بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ اوس کے الفاظ حسب ذیل ہین :-

"قسطنطنیہ پر پیشقدمی کرنا اور سلطنت عثمانیہ کو برباد کر دینا محض ہماری مرضی پر منحصر تھا۔ کوئی دوسری طاقت ہماری مزاحم نہ ہوتی نہ کسیطرح کے اندیشہ و خطرہ سے ہمین مقابل ہونا پڑتا۔ مگر زار کی رائے مین سلطنت مذکور کو اسقدر کمزور کر کے یورپ مین قائم رہنے دینا کہ روس کی حمایت قبول کر لینا اوس کیلئے ضروری ہو جائے۔ اور آیندہ وہ ہماری خواہشون کے مطابق کاربند ہوا کرے ہماری پولیٹکل اور تجارتی اغراض کیلئے اوس سے بہتر ہے۔ کہ ہم ایک وسیع علاقہ اپنی سلطنت مین ملحق کر لیتے یا سلطنت عثمانیہ کی بجائے چھوٹی چھوٹی عیسائی ریاستین قائم کرا دیتے۔ جو ریاستین یقینی امر ہے کہ تھوڑے سے عرصہ کے بعد ہی طاقتور ہو جاتین

اور صنعت و حرفت اور ثروت مین ہماری رقیب اور ہم پلہ ہوجاتین "

افسوس روسی گورنمنٹ اس پالیسی پر ابھی قائم نہیں اور رہ کا خمیازہ اوٹھا رہی ہے - کونٹ نیسلروڈ روسی وزیر خارجہ اور نزار نکلس کے آخری قیاس کی تصدیق رومانیا اور بلگیریا کی موجودہ حالت سے بخوبی ہورہی ہے - جو اگرچہ ابھی تک روسیا کی رقیب نہین ہوسکین مگر اس کوشش مین مصروف ہین - اور کم از کم اوسکی دست نگر نہین رہ گئین - باقی رہا یہ امر کہ آیا ان عیسائی صوبون اور اونکی رعایا کو جو ٹرکی سے آزاد ہین فی الواقع پہلے سے کوئی زیادہ آسائش حاصل ہوگئی ہے اسکا جواب سرویا و یونان وغیرہ کے دیوالیہ پن اور متواتر اندرونی فتنہ و فساد اور خود عیسائی نویسندگان کے بیان سے بالوضاحت ملرہا ہے - تازہ ترین آزاد صوبہ بلگیریا کی کیفیت **بست سالہ عہد حکومت** سلطان عبد الحمید خان مین مفصل درج ہے - سرویا اور رومانیا کی بھی حالت اخبار خوان پبلک سے پوشیدہ نہین - یونان کی نسبت ترکون کے مہا دشمن ڈیوک آف آرگائل کو سنہ ۱۸۹۷ء مین تسلیم کرنا پڑا تھا کہ یہ یونانی گورنمنٹ یورپ بھر مین بدترین گورنمنٹ ہے " اس وقت بھی جو کچھ اسکی کیفیت ہے وہ **تاریخ جنگ روم و یونان**[۱] سے معلوم ہوسکتی ہے ⁂

انتزاع الجزائر اور فرانس کی بے ایمانی

نپولین کی دوبارہ ہزیمت کے بعد فرانس کا تاج و تخت سنہ ۱۸۱۵ء مین پھر پرانے خاندان بوربون کے سپرد کر دیا گیا تھا - لوئی ہشتدہم نے عنان حکومت ہاتھ مین لیتے ہی لیوانٹ مین ترکی آفتدار کو بہ سابقہ منزلت دلانیکی کوشش شروع کر دی شام کے مارونی عیسائیون سے ارتباط بڑہایا گیا اور بیت المقدس کے متبرک مقامات کی حمایت کی تجدید کرکے قبر مسیح کے گرجے کے راہبون کے وظیفے مقرر کردیے گئے دوسری طرف سلطان کو اوسکی مجوزہ اصلاحات مین مدد دینے کے علاوہ محمد علی پاشا مصر کو اوسکی فوج - مدرسون - سلحہ خانون اور کارخانون کیلیئے بسر پروفیسر اور انجینیر بہم پہنچا کر فرانس کا دوست بنالیا گیا - مگر نپولین کے عہد کے زمانہ مین انگلستان اور روس کا غلبہ اسطرف اسقدر بڑھ چکا تھا کہ لوئی ہشتدہم کی کوششین چندان بارور نہوئین ان دونون سلطنتون کے علاوہ آسٹریا کو بندر وینس پر اور اٹلی کو بندر جنوا پر قابض ہوجانے کی وجہ سے جو دونون شہر زمانہ وسطی مین ایسی زبردست بحری جمہوری ریاستون کے صدر مقام تھے کہ دنیا مین اور کوئی بحری طاقت اوس وقت اونکی مدمقابل نتھی بحیرہ روم کے کنارہ پر بامو قعہ متقدیل گئے تھے - اور ان سے فایدہ اوٹھا کر ان دونون رومن کیتھولک سلطنتون نے بحیرہ مذکور کے سواحل پر جابجا قونصل خانے - گودام گھر اور کنائیس تیار کرلیے تھے - ان حالات کو دیکھکر فرنچ گورنمنٹ پر واضح ہوگیا کہ وہ روس یا انگلستان کے اتحاد کے بغیر لیوانٹ مین بہ سابقہ اقتدار حاصل نہین کرسکتی - اوسنے لوئی شانزدہم کی اوس پالیسی کو جو اوسنے معزولی سے پہلے سلطنت عثمانیہ کے متعلق اختیار کرلی تھی پسند کرکے روس کے اتحاد کو ترجیح دی - اور یہ ارتباط چارلس دہم کے عہد مین جو اپنے بھائی لوئی ہشتدہم کے بعد ۱۸۲۴ء مین

[۱] المعروف بحاربات تھسلی ⁂

تخت نشین ہوا جسقدر بڑھ گیا تھا۔ اوسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یونان کے معاملہ مین گو دست اندازی پہلے انگلستان نے کی تھی مگر اُسے آزادی درحقیقت اسی ارتباط نے دلائی تھی۔ اور یہ پہلے سے فیصلہ ہو چکا تھا کہ اگر انگلستان مخالفت کرے تو روسی و فرنچ بیڑے انگریزی بیڑہ پر حملہ کر دین۔ عام افواہ ہے کہ زار اور چارلس مین ٹرکی کی تقسیم کا بھی سمجھوتہ ہو گیا تھا۔ چارلس نے زار کا قسطنطنیہ پر قابض ہو جانا منظور کر لیا تھا۔ اور زار نے چارلس کو فرانس کی حدود کو قدرتی سرحد یعنے دریاے رہائن تک وسیع کر لینے کی اجازت دیدی تھی۔ چارلس نے اپنے مین ایسا کر سکنے کی طاقت نہ پائی۔ کیونکہ اس صورت مین اُسے آسٹریا اور پرشیا سے نبرد آزما ہونا پڑتا۔ مگر حرص خاموش بھی بیٹھنے نہین دیتی تھی۔ شکار کیطرح چارون طرف نظر دوڑائی۔ جو قدرتی طور پر ٹرکی پر پڑی جسے حال مین ہی اوس کے رفیق نے بہت ضعیف کر دیا ہوا تھا۔ عہدنامہ ایڈریانوپل سے تخمیناً گیارہ مہینے بعد فرانسیسی بیڑہ نے الجزائر پر حملہ کر کے ۴ جولائی ۱۸۳۰ء کو اوسپر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح سے براعظم افریقہ مین بھی ترکی مقبوضات کے انتزاع کی بسم اللہ شروع ہو گئی۔ شمالی افریقہ کی ان بربری ریاستون کے سلطانی حکومت سے عملی طور پر آزاد ہونیکے متعلق پہلے مفصل لکھا جا چکا ہے۔ تاہم وہان کا ڈے سلطان کو اپنا شہنشاہ اور خود کو اوسکا ایک عامل تسلیم کرتا تھا۔ اس غصب سے ایسے دو لاکھ میل مربع کا رقبہ اور تقریباً پچاس لاکھ کی آبادی رکھنے والا علاقہ ترکی حکومت سے جہانتک حالات سے پایا جاتا ہے ہمیشہ کیلیے نکل گیا۔ مگر فرانس کو بھی یہ غصب کچھ پھلا نہین۔ اس ملک کی باحمیت مسلمانون کو زیر کرنے مین اوسے جو جو کچھ مشکلات پیش آئین اور نامور محب ملک و ملت عبد القادر نے اپنے وطن کی آزادی کو قائم رکھنے کے لیے جو جو انمردیان دکھلائین۔ اون کے بیان کیلیے ایک دفتر درکار ہے۔ انکا مختصر ذکر نیچر آف اسلام کے ترجمہ مین کیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام فرانس کا اقتدار کہین بارہ پندرہ برس گذرنیکے بعد قائم ہوا۔ لیکن باوجودیکہ قبضہ کو اب تقریباً ساٹھ برس ہو گئے ہین۔ اس زرخیز صوبہ کی آمدنی وہان کے اخراجات کو بھی مکتفی نہین ہوتی۔ اور گورنمنٹ فرانس کو خاص فرانس کی آمدنی سے اس مقبوضہ پر روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اور کثیر التعداد فوج رکھنی پڑتی ہے ÷

سلطان بحد مسافت۔ اندرونی شورشون اور بحری کمزوری کی وجہ سے اس غصب کو روکنے سے بالکل عاجز تھا۔ تاہم اوسنے طاہر پاشا کو چند جہاز دیکر الجزائر کیطرف بھیجدیا۔ جو کچھ عرصہ بعد بے نیل مرام واپس آگیا۔ چارلس اس بے ایمانی اور غداری کے بعد جو اُسنے اپنے ملک کے قدیم رفیق سے کی او زیادہ عرصہ تخت پر نرہا۔ اسی سال کی جولائی مین انقلابی بغاوت شروع ہو گئی۔ اور سال کے ختم ہونے سے پہلے اُسے تاج و تخت خاندان اورلینز کے شہزادہ لوئی فلپ کے حوالہ کر دینا پڑا۔ اسی اثنا نے روس کے اتحاد کو جو چارلس کی معزولی سے بہت ناراض ہو گیا تھا چھوڑ کر انگلستان سے ارتباط بڑھایا۔ اور ایک جدید عہدنامہ کے روسے جو کانفرنس کے بعد لنڈن مین ہوا یونان اور اوس کے متصلہ جزائر کے رومن کیتھولک باشندونکی حمایت سے دست بردار اور اس شرط پر خوش ہو گیا کہ کیتھولک گرجون اور فرنچ مشنون کے املاک بحال اور رومن کیتھولک

بشپون کو قائم رکھا جائے۔ اور ان کے حقوق و مراعات میں دست اندازی نہ کی جائے۔ بعد ازاں روس نے ٹرکی کو اکسانا شروع کیا کہ پولینڈ کی بغاوت سے فائدہ اوٹھا کر روس پر حملہ کر دے۔ مگر جب یہ معاملہ دوسری یورپین طاقتوں کے کان تک پہنچ گیا تو وہ صاف مکر گیا۔ اور اپنے سفیر کو جس کی معرفت باب عالی کو اکسایا گیا تھا۔ واپس بلا لیا۔ اور اس بے ایمانی اور بزدلی سے لارڈ بائرن کے ان الفاظ کی صداقت کو جو اس نے یونانیوں کو مخاطب کر کے فرانسیسیوں کی بے ایمانی، طوطا چشمی اور خود غرضی کی نسبت کہے تھے صاف طور پر ثابت کر دیا۔ الجزائر کے غاصبانہ اور اس ناجوانہ روش سے فرانس مسلمانوں کی نظروں میں اور بھی حقیر ہو گیا۔

محمد علی کی بغاوت و جنگ قونیہ۔ روسی امداد۔ عہد نامہ خونکار اسکلہ سی۔ بغاوت مکرر سلطان محمود کی وفات ترکوں کی نسبت عبد المجید کی تخت نشینی اور تصفیہ تنازعہ مصر

کل مورخین کا اتفاق ہے کہ یونان کی آزادی، الجزائر کی علیحدگی اور عہد نامہ ایڈریانوپل کے باوجود اگر سلطان محمود ثانی کو دس برس بھی امن و آرام کے مل جاتے تو وہ اپنی اصلاحات کو مکمل کر لیتے اور سلطنت کو وہی مضبوط بنا دینے میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن کاتبان تقدیر نے اس بلند ہمت کی قسمت میں ایک دن کیلئے بھی آرام یا سکون حاصل ہونا نہیں لکھا تھا۔ الجزائر کے ایسے خالص اسلامی علاقہ پر کفار کے قابض ہو جانے سے اسلامی دنیا میں محمود کے اقتدار کو جو ضعف پہنچا تھا وہ حملہ کنندہ فرنچ سپہ سالار مارشل آور مونٹ کے اس اعلان سے جو اوس نے عرب باشندوں کے نام شائع کیا تھا اور بھی بڑھ گیا تھا۔ مارشل مذکور نے اعلان میں ظاہر کیا تھا کہ وہ الجیریا کو ترکوں کی غلامی سے آزاد کرانے کیلئے آیا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ بدقسمتی عموماً ناہموار لغزیدہ ہوتی ہیں۔ ترکوں کی جمہور اقوامی غرور تو مشہور ہی ہے۔ یہ غرور سلطان کے حق میں اور وبال جان ہو گیا تھا۔ جو نہیں سلطنت کی کمزوری اور متواتر قومی نقصانات کو اپنی ذاتی کمزوریوں پر محمول نہیں کرنے دیتا تھا۔ بلکہ تمام مصیبتوں کو سلطان کی فرنگیانہ بدعتوں اور پرانے رسم و رواج کی ترک سے منسوب کرتا تھا۔ مسلمان تقلید کے فقیر رہتے کو اپنے مذہب کا لازمی جزو سمجھے ہوئے تھے۔ اور مذہب کو ایسا نازک آبگینہ بنا رکھا تھا کہ ذرا ذرا سے معاملہ سے اوس کے چکنا چور ہو جانے کا یقین رکھتے تھے۔ چنانچہ جسقدر کوئی شخص راسخ الاعتقاد اور بزعم خود پکا مسلمان تھا۔ اوسیقدر اوس کا دل اس جدت یا بدعت پسند بادشاہ کی اطاعت سے زیادہ متنفر ہو گیا تھا۔ بوسنیا اور البانیا کے مسلمان جو بہ نسبت دیگر صوبوں کے مسلمانوں کے زیادہ جنگ جو اور بہادر تھے۔ ویسے ہی سب سے زیادہ متعصب یا تنگ خیال بھی تھے۔ اور اس لیئے ۱۸۲۸ء اور ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۲ء میں جا بجا جو بغاوتیں ہوئیں ان میں اہالی بوسنیا و البانیا کی بغاوتیں اوروں سے زیادہ سخت تھیں۔ بغداد میں بھی سخت بغاوت برپا ہو گئی تھی۔ اور باشندگان

قسطنطنیہ کی تاریخی دار الخلافہ میں متواتر انقلاب دیکھیوں سے ظاہر ہو رہی تھی لیکن سلطان کا عزم و استقلال اور اوسکے وزیر اعظم رشید پاشا کی قابلیت ان بغاوتوں پر بآسانی غالب آگئی۔ اور اسطرح سلطان کی حکومت ان صوبوں پر پہلے سے زیادہ استحکام کے ساتھ قایم ہوگئی۔ مگر ساتھ ہی یہ نقصان ضرور ہوتا رہا کہ سلطانی خزانہ اور فوجی طاقت کو سنبھلنے کا موقع نہ ملا۔ تاہم سلطان اصلاح کے کام میں بھی برابر مصروف رہا۔ اوسکی یہ مساعی صرف فوج اور ملکی انتظام تک ہی محدود نہ تھین بلکہ طرز معاشرت اور آداب شاہی مین بھی اوسنے یورپین رسم و رواج کا نفاذ شروع کر دیا تھا چنانچہ ان برسون مین اوسنے ملکی و فوجی خدمات کے صلہ مین عطا کئیے جانیکے لیئے نشان افتخار کا طبقہ قایم کیا۔ اور سنہ ۱۸۳۲ء مین عثمانیہ راہنما کے نام سے پہلا ترکی اخبار شائع کرایا۔ مذکورہ صدر اندرونی بغاوتون کے فرو ہونیکے سلطان کو اصلاحات کیطرف یکسو ہوکر متوجہ ہونے کی فرصت ملی ہی تھی کہ محمد علی والیئے مصر کی امنگون نے نہ صرف اون اصلاحات کو ہی معرض التوا مین ڈالدیا بلکہ سلطنت کی بنیاد کو بھی متزلزل کردینے مین کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ آقا و ملازم کا یہ تنازعہ جیسے مصری محب وطن مصطفٰے کامل آفندی جسم و قلب کا تنازعہ لکھتا ہے اسلام کی پولیٹکل طاقت اور خود ترکی و مصر کیلیئے جیسا کچھ مضرت بخش تھا۔ وہ دونون ملکون کی موجودہ حالت سے صاف واضح ہو رہا ہے۔ آفندی موصوف اس مخاصمت پر اپنی کتاب مسئلہ شرقی مین ان بنظیر اور قابل غور الفاظ مین دلی رنج و تاسف کا اظہار کرتے ہین :-

"یہ وہ تنازعہ ہے جس کا ذکر سنتے ہی عثمانیون اور مسلمانون کے دلون پر سخت حیرت و افسوس چھا جاتا ہے۔ تابعین و متبوعین مین جسقدر واقعے جھگڑے و تنازعہ کے گذرے ہین۔ یہ اون سب سے زیادہ سخت و اہم تھا یہ جھگڑا گویا خلافت اسلامیہ کے جسم اور اوس کے قلب کے درمیان تھا۔ اس منحوس مخاصمت و نزاع سے جو مصیبتین دولت عثمانیہ و مصر پر وارد ہوئی ہین اون سے مسلمانون اور عثمانیون کو یہ سبق ہمیشہ کے لیئے ملگیا ہے کہ کسی مجموعہ کے اعضاء کا باہمی بگاڑ صرف مجموعہ کے لیئے ہی نہین بلکہ فرداً فرداً اوس کے ہر ایک عضو کیلیئے بھی مصائب عظیمہ اور بیمارہائے جسمیہ مین مبتلا ہونے کا باعث ہے۔"

محمد علی کی بحری طاقت نوارینو کے معرکہ مین بالکل معدوم ہوگئی تھی۔ مگر اس سرگرم و مستعد البانوی نے اس کمزوری کو تھوڑے ہی عرصہ مین رفع کر دیا۔ اور کئی جنگی جہاز تیار کرلیئے۔ اوسکی بری فوج کی نظام کی عمدگی کا پہلا ذکر ہوچکا ہے۔ جنگ نوارینو کے بعد اوسنے اپنے آقا اور یورپین دول کے تنازعات اور روسی محاربہ مین کوئی دخل نہ دیا۔ اور اس فرصت کو وقت کو ملک کی اندرونی استحکام مین صرف کیا۔ اوسنے مصر کی تمام اراضی پر اپنا مالکانہ قبضہ کر لیا۔ یہ اراضیات تین حصون مین منقسم تھین۔ کچھ مسجدون اور خانقاہون کے نام وقف تھین کچھ پر مملوک قابض تھے۔ اور باقیماندہ پر اشخاص کے ملک مین تھین۔ مملوکون کی مقبوضہ اراضیات پر تو اوسنے بذریعہ فتح اونکی وارث اور جانشین ہونیکی حیثیت سے

مالکانہ تصرف کر لیا۔ اور دیگر اراضیات پر مالکوں اور مساجد وغیرہ کو نقد معاوضہ دیکر۔ اوس نے صرف ملکیت پر ہی قناعت نہ کی بلکہ کاشت کا بھی خود ہی انتظام کرنا شروع کر دیا۔ اور اس طرح سے ملک کا فرمانروا ہونیکے ساتھ ہی مصر کا واحد مالک اور واحد کاشتکار بھی ہو گیا۔ اور ملک کی ہر ایک پیداوار کا نرخ اوسکی مرضی پر منحصر ہو گیا۔ اجناس خوردنی کی کاشت کو کم کرا کر اونسے جا بجا کپاس کی کاشت کا انتظام کیا۔ ان تدابیر سے اوسنے اپنی آمدنی کو تگنی سے زیادہ بڑھا لیا جو مزدور کی اجرت مقطع کر نیکے بعد افواج بری و بحری کی تکمیل۔ انہار وغیرہ کی تیاری اور کارخانوں اور کلوں کے قیام پر کھلے دل سے خرچ کیجاتی تھی۔ اس سے اوسکی طاقت بہت بڑھ گئی۔ لیکن ساتھ ہی فلاحین یعنے ملک کے قدیم کاشتکاروں کی حالت جو اب محض مزدوروں کی حیثیت مین رہ گئے تھے۔ ایسی ردی ہو گئی۔ کہ کئی فلاح اپنی اپنی زیر کاشت اراضیات کو جو انہین ہندوستان و پنجاب کے کاشتکاروں اور زمینداروں کی طرح جان و مال سے کم عزیز نہ تھین چھوڑ چھاڑ کر شام کو بھاگ گئے۔

ازدیاد قوت اور اس کے مقابلہ پر سلطان کی کمزوری سے محمد علی کے دلمین نیک نیتی اور اسلام[1] کی پولیٹیکل طاقت کو بحال رکھنے کی غرض سے یا جیسے کہ بعض عیسائی مورخین کا بیان ہے خود غرضی اور ذاتی منفعت کے خیال سے اپنے مقبوضات کو اور زیادہ بڑھانے اور اونکی حکومت کو اپنے خاندان مین موروثی بنانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ جنوب کیطرف وہ سوڈان و نوبیا کو فتح کر کے خط استوا تک اپنی حکومت بڑھا چکا تھا۔ اوس طرف ترقی و پیشقدمی کی مزید گنجائش نہین رہ گئی تھی۔ افریقہ مین ایک یہی طرف تھی۔ جدھر مصر کی حدود بڑھائی جا سکتی تھی۔ شمال مشرق مین سمندر اور مغرب مین لق و دق صحرا تھا۔ افریقہ سے باہر شام و حجاز ایسے ملک تھے جن پر آسانی پیشقدمی ہو سکتی تھی۔ اور یہ دونون عثمانیہ فتوحات سے پہلے کئی صدیون تک مصر کے ماتحت ہی نہین رہ چکے تھے۔ بلکہ جیسا کہ نپولین کے حملہ کے واقعات مین بتایا جا چکا ہے شام اور مصر ایک دوسرے کے لازم و ملزوم سمجھے جاتے تھے۔ اور نہر سویز کے جاری ہو جانیکے باوجود اب بھی سمجھے جاتے ہین۔ پس ملک گیری کی امنگ پیدا ہونے پر یہ لازمی امر تھا کہ محمد علی کی نظر سب سے پہلے شام پر پڑتی۔ سلطان محمود نے بغاوت یونان مین مدد دینے کے صلہ مین کریٹ کے صوبہ کی گورنری اُسے عطا کر دی تھی۔ عہدنامہ ایڈریانوپل کے بعد محمد علی نے شکایت کی کہ اس کے عوض اوسے شام کا صوبہ عطا ہونا چاہیئے تھا۔ باب عالی نے اس درخواست کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے محمد علی اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لیئے مناسب موقع اور کسی حجت کے ہاتھ آجانیکا منتظر ہو بیٹھا۔ سنہ ۱۸۳۱ء مین اوس کے چند فلاح شام کو بھاگ گئے۔ اس صوبہ پر عبد اللہ پاشا مامور تھا۔ محمد علی اور اس مین پہلے بڑی دوستی تھی۔ مگر چند برسون سے محمد علی اس وجہ سے ناراض ہو گیا ہوا تھا کہ عبد اللہ مصر کی پیداوار کو ناجائز طور پر شام مین لانے والون کی حمایت کیا کرتا تھا۔ محمد علی نے عبد اللہ کو مفرور فلاحون کی واپسی کے لیئے لکھا۔ عبد اللہ نے جواب دیا کہ سلطان کی رعایا اوس کی سلطنت کے جس حصہ مین چاہے رہ سکتی ہے۔ وہ کسی خاص صوبہ مین رہنے پر مجبور نہین کیجا سکتی

[1] اس کی توضیح آگے کیجائے گی۔ مؤلف

اس انکار سے محمد علی کو فوجکشی کا بہانہ ملگیا۔ اور اوس نے اپنے فرزند ابراہیم کو تیس ہزار فوج دے کر شام کی طرف بھیجدیا۔

سلطان کو جب اس فوجکشی کی خبر پہنچی تو اُسنے فرمانشاہی صادر کر کے مصر کے پاشا کو اس مہم سے باز آجانے اور اپنی شکایات کو بارگاہ سلطانی میں عرض کرنیکا حکم دیا۔ اور ساتھ ہی وعدہ کیا کہ اوسکی نفسہ بلفظہ پوری پوری تسکین کر دیجائے گی۔ لیکن محمد علی کے سر پر ملک گیری کا جن سوار تھا۔ اوسنے اپنے شہنشاہ کے فرمان اور الطاف آمیز وعدہ کی کچھ پروا نہ کی۔ جسپر محمود نے باغی کی سرکوبی کیلئے سلطانی افواج اور بیڑہ جہازات کی روانگی کا حکم دیدیا۔ محمد علی نے بڑی فوج کے علاوہ سات مصافی اور کئی دیگر جہاز بھی اس مہم پر مامور کیئے تھے۔ ابراہیم نے غزا۔ یافہ اور حیفہ کو یکے بعد دیگرے چند ہفتوں میں فتح کر کے عبداللہ پاشا کا عکہ میں خشکی اور سمندر دونوں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ نے سلطانی کمک کے انتظار میں کئی ہفتوں تک حملہ آوروں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ مگر جب کوئی کمک نہ پہنچی تو رسد و سامان حرب کی قلت اور سپاہ کی ہلاکت سے مجبور ہو کر اُسنے ۲۷ مئی ۱۸۳۲ء کو شہر حوالہ کر دیا۔ اور اطاعت قبول کر لی۔ ابراہیم نے اُسکو مصر بھیجدیا جہاں اوسکے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا گیا۔

صوبہ شام کی کلید (عکہ) پر قبضہ ہو جانیکے بعد ابراہیم نے دمشق پر پیشقدمی کی۔ اور اوسکی دیواروں کے نیچے ایک زبردست سلطانی فوج کو شکست دیکر جو علی پاشا والیئے دمشق کی زیرکمان اوس کے انتظار میں وہاں مقیم تھی بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گیا۔ ۱۰ جولائی کو حلب کے گورنر محمد پاشا نے بیس ہزار فوج سے جن میں سے ۸ ہزار جدید انتظام کے سپاہی تھی بمقام حمص ابراہیم کی پیشقدمی کو روکنے کی کوشش کی مگر شکست فاش کھائی۔ اور اُسکا کل کیمپ مع سامان بیس توپوں اور پانچہزار اسیر فاتح کے ہاتھ آئے۔ پاشا کے خیمہ سے وہ خط و کتابت بھی جو باب عالی اور سمہن ہوئی تھی ابراہیم کو ملگئی۔ انہیں باب عالی نے محمد علی کے برخلاف اسرار اوسنے ظاہر کیئے ہوئے تھے کہ ابراہیم کو انہیں پڑھ کر بہت غصہ آگیا۔ اور اُسنے اپنی پیشقدمی کو جاری رکھنے کا عزم کر لیا۔ حمص کی ہزیمت کی اطلاع ملنے پر سلطان محمود نے جدید ۳۰ ہزار فوج حسین پاشا کے زیرکمان جس نے ینگچریوں کے نیست و نابود کرنے میں سلطان کو نمایاں مدد دی تھی ابراہیم کے مقابلہ پر روانہ کی۔ مصری فوج نے کہ اطا اور سکندرون کے درمیان بمقام بیلان اوس پر حملہ آور ہو کر اپنے توپخانہ کی طفیل ایسی کامل فتح پائی کہ اسکے بعد حسین کی پاس بمشکل دو ہزار سپاہ باقی رہگئی۔ باقی سپاہ کچھ ہلاک ہو گئی اور کچھ منتشر۔ یہ لڑائی ۲۹ جولائی کو ہوئی۔

ان متواتر ہزیمتوں سے تنگ آ کر سلطان نے اپنے باغی گورنر سے مصالحت کر لینے کی کوشش کی اور اس غرض کیلئے کئی کانفرنسیں بھی ہوئیں مگر اون سے محمد علی کے شام کے چاروں ضلاع کے ملنے پر مُصر رہنے کی وجہ سے کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور سلطان نے محمد رشید پاشا کو البانیا سے بلا کر جہاں کی بغاوت اُسنے تازہ تازہ فرو کی تھی ایشیائی افواج کی کمان اُسکو سپرد کر دی۔ ابراہیم سلسلہ کوہ طارس کو عبور کر کے جو شام کو ایشیائے کوچک سے جدا کرتا ہے بمقام قونیہ خیمہ زن تھا۔ سلطان

کی فوج میں ساٹھ ہزار آدمی تھے مگر پہلے سابقی لشکروں کی طرح اسمیں بھی زیادہ تر خام اور غیر قواعد دان یا نو آموز رنگروٹ تھے جو فوجی فنون سے بے بہرہ ہونیکے علاوہ لڑائی کے بھی چندان مشتاق اور اپنے سلطان کے کچھ بہت خیرخواہ نہ تھے۔ مزید برآن افسر بھی تقریباً ناکارہ محض تھے۔ اس کے برعکس مصری فوج اور اوس کے کمانڈر ابراہیم کی قابلیت اور مہارت کمال کے درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ اس اختلاف عظیمہ کو مدنظر رکھنے سے مصری افواج کی متواتر فتحیابی کوئی تعجب نہیں ہوسکتا۔ فریقین میں قونیہ کے قریب سخت معرکہ آرائی ہوئی آخر چھ گھنٹوں کی خونریز لڑائی کے بعد ترکی فوج شکست کھاکر بھاگ گئی۔ اور رشید پاشا وزیر اعظم اسیر ہوگیا جس کو ابراہیم نے مشرقی آداب کے مطابق خود پہلے سلام کرکے اپنی فوج کی کمان بطور نام نہاد اوسکے سپرد کردی کیونکہ رشید جسکو ماتحت بغاوت یونان میں بھی ابراہیم کام کرتا رہا تھا وزیر اعظم ہونیکے لحاظ سے نہ صرف ابراہیم بلکہ اوس کے باپ محمد علی سے بھی جو خواہ فاتح باغی تھا مگر پھر بھی تاحال ایک عثمانیہ صوبہ کی گورنری کی حیثیت رکھتا تھا منزلت و مرتبت میں بہت زیادہ تھا۔

اس فتح اور رشید پاشا کی اسیری سے کل مزاحمت جو رہ گئی تھی وہ بھی ابراہیم کی فوج میں شامل ہوگئی اور بظاہر قسطنطنیہ تک بڑھتے جانے اور سلطان محمود کو معزول کردینے کے لیئے رستہ بالکل صاف ہوگیا لیکن یہ خیال صرف اونہی یوروپین لوگوں کا تھا جو مصر میں موجود تھے اور مشرقی معاملات کو مغربی خیالات اور دستور کی عینک سے دیکھتے تھے۔ محمد علی یا اوس کے بیٹے کو اس امر کا اوس وقت تک وہم و گمان بھی نہ گذرا تھا۔ یہ محض فرانسیسیوں کا اپنا وہم تھا کہ محمد علی سلطان کو معزول کرکے نیا خاندان قائم کرنا چاہتا ہے۔ تمام عثمانلی عثمان کے خاندان کو مقدس اور محترم سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ابتک خود خاندان کے برخلاف ترکی میں کبھی بغاوت کا اقدام تو درکنار اوسکا خیال تک بھی نہیں کیا گیا۔ وہاں ایسا ہونا ممکن ہی نہیں۔

محمد علی کی خواہش صرف یہ تھی کہ اوسکی ماتحت ولایت کا رقبہ بڑھ جائے اور اوسے اپنی مرضی کے مطابق حکومت کرنے کی آزادی حاصل ہوجائے اور اس آزادی کے عوض اوسکو صرف خراج دینا پڑے۔ ممکن ہے انکو ساتھ ہی اوسکے دل میں اپنی طاقت و قوت دیکھکر اس امر کی خواہش بھی جاگزین ہوگئی ہو کہ جس طرح عباسیہ خلافت کے زمانہ میں عباسیہ خلفاء کے بعض ماتحت گورنروں نے عظیم الشان طاقت و شوکت حاصل کرلی تھی اسیطرح وہ بھی عثمانیہ خلافت کا ایک ویسا ہی طاقتور امیر ہوجائے۔

یوروپین طاقتیں بالخصوص روس ابراہیم کی مسلسل فاتحانہ پیشقدمی سے متشدد و حیران سا رہگیا۔ اور اوسے یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ محمد علی کمزور و کہن سال سلطنت عثمانیہ کی بچی کھچی ٹکڑوں کو جمع کرکے جسکی رگیں پیرانہ سالی کی وجہ سے سرد پڑ گئی ہیں جدید عرب سلطنت قائم کرنیکا ارادہ رکھتا ہے جس کی نئی نئی قوت و طاقت اور تازہ تازہ جوش و ولولہ اور اشتیاق فتوحات عیسائی سلطنتوں اور خاصکر روس کے حق میں بہت خطرناک ہوگا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ یہ ہنگامہ ایک ماتحت پاشا

کی سرکشی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ بہرحال اسی سلطان کو مشکور اور ٹرکی میں اپنا اقتدار بڑھانیکے لیئے عمدہ موقع مل گیا انگلستان کیلیئے بھی یہ نہایت مناسب موقع تھا۔ اور سلطان روس کی نسبت اوسکی امداد اور مداخلت کو بدرجہا زیادہ پسند کرتا مگر اتفاق سے وہ آئرلینڈ کی بغاوت کے مخمصہ میں پھنسا ہوا تھا۔ دوسرے وہاں ابھی تک یہ دستور رائج تھا کہ بنظر کفایت امن کے وقت بری و بحری فوج کے اکثر سپاہی گھروں کو بھیجدیئے جاتے تھے۔ حالانکہ پھر بوقت ضرورت جلدی میں سامان اور ضروری تعداد فراہم کرنے میں اسقدر زیادہ خرچ آجاتا تھا جسکی تلافی کئی برسوں کی کفایت اور تخفیف سے نہیں ہوسکتی تھی۔ اسی کفایت کی وجہ سے انگلستان اوس وقت سلطان کو مدد دینے کے قابل نہ تھا۔ جو امر روس کی غرض خوش بھی کا منشا ہو تہا۔ روسی گورنمنٹ نے فی الفور جنرل موراویف کو خاص سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجدیا۔ اور سلطان کو کہلا بھیجا کہ روس اوسکی مدد کو ہر طرح سے تیار ہے۔ اودہر فرنچ سفیر ایڈمرل روسین نے ابراہیم پاشا کو پیشقدمی سے رک جانیکا پیغام بھیجکر باب عالی کو تحریک کی کہ وہ باغی گورنر کے مطالبات مانکر اوس سے صلح کرے۔

درینولا ابراہیم بروصہ تک پہنچ گیا۔ اور اوسنے اپنا منشا اسکودار (قسطنطنیہ کا ایشیائی مضافات) تک بڑھتے جانیکا ظاہر کرکے کہا کہ وہاں پہنچکر میں علماء دین کو مدعو کرونگا کہ سلطان محمود اور میرے باپ میں جو تنازعہ برپا ہے اسکا تصفیہ کریں۔ بروصہ اسکودار سے خشکی کے رستہ سو ڈیڑھ سو میل سے زیادہ فاصلہ پر نہیں۔ ابراہیم کے وہاں پہنچ جانیسے محمود کو سخت خوف پیدا ہوگیا۔ فرانس اور انگلستان نے فوجی امداد پر آمادگی ظاہر کی نہیں۔ نہ وہ ایسی امداد بروقت دیسکتے تھے اسکے برعکس روس کے پاس اوڈیسہ اور سباسٹوپل میں کافی فوج سامان حرب و رسد اور جہازات موجود تھے۔ اور اوس کے سفیر نے روسی امداد کو پیش بھی کردیا ہوا تھا۔ سلطان نے مجبوراً اپنے دشمن کی دستگیری منظور کرلینے کی ذلت گوارا کی جب موقع گذر گیا تو فرنچ سفیر اور اوسکی گورنمنٹ کی آنکھ کھلی۔ روسین نے ایکطرف اپنی گورنمنٹ کو بیڑہ بھیجنے کی درخواست کی۔ اور دوسری طرف سلطان پر زور ڈالا کہ وہ روسی امداد قبول کرنیسے انکار کردے۔ سلطان نے اس امر کو منظور کرلیا اور محمد علی سے مصالحت کرنیکیلیئے خلیل پاشا سلطان کیطرف سے مصر بھیجا گیا۔ مصری گورنر نے اوسکی احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نکیا۔ مگر اپنے پہلی مطالبوں کو کم کرنا تو درکنار اوسپر یہ اور اضافہ کردیا کہ ایشیاء کوچک کا صوبہ ادانہ بھی شام کے ساتھ اوسکی ولایت میں شامل کردیا جائے۔ یہ معاملہ ابھی طے نہ ہوا تھا کہ ۱۷ فروری ۱۸۳۳ء کو فرانسیسی امیر البحر روسین قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ اور سلطان کی کمک کیلیئے چند جہاز بھی ساتھ لایا۔ اس سے تیسرے دن روس کے چار جنگی جہاز ۲۰ فروری کو سباسٹوپل سے باسفورس کے دہانہ پر پہنچگئے۔ اور چھ ہزار روسی سپاہ خشکی پر اتر آئی۔ اس سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ روس نے سلطان کے انکار بعد کو نظر انداز کرکے اوسکی پہلی منظوری سے فائدہ اوٹھانے میں کچھ بھی درنگ نہ کیا۔ فرنچ امیر البحر روسی بیڑہ کی آمد سے بہت کھچ گیا۔ اور واپس چلے جانے کی دہمکی دی۔ لیکن آخر اسپر رضامند ہوگیا کہ روسی بیڑہ بندر سیزبول کو ہٹ جائے۔ پھر انگریزی سفیر لارڈ پانسان بائی اور رئیس آفندی کے اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل

شرائط مصالحت کیلئے تجویز کیئن :- (۱) ابراہیم سلطنت عثمانیہ کے ان صوبون کو جنپر محمد علی نے کوئی دعوے نہین کیا خالی کر دے (۲) روسی بیڑہ باسفورس سے چلا جائے - (۳) محمد علی کو ضلاع عکہ - بیروت بلیم اور طرابلس دیئے جائین (۴) اور وہ سلطان کی فرمانبرداری اور وفاداری کی ازسرنو حلف اوٹھائے -

یہ شرائط امیر البحر کے ایک ایڈیکانگ ریاور ( ) کی معرفت محمد علی کے پاس بھیجی گئین - اور اوسے کہا بہیجا گیا کہ بصورت انکار فرانسیسی اور انگریزی بیڑے متفق ہو کر اوسپر حملہ کر دین گے - مگر اس دہمکی کے باوجود اوسنے ان شرائط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا - اس انکار کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ دلرکشا ایک فرنچ سفیر متعینہ قسطنطنیہ سلطان کا طرفدار تھا فرنچ قونصل جنرل متعینہ مصر محمد علی کا حامی تہا - اور فرانس کی تائید کے مواعید سے اوس کا حوصلہ بڑہاتا رہتا تہا جس سے محمد علی کو فرنچ سفیر کی دہمکی کے نے بنیاد ہونیکا یقین ہوگیا تھا چنانچہ ۸ مارچ کو اوسنے تجاویز مندرجہ بالا کا حسب ذیل جواب دیا -

"کس استحقاق کی بناء پر میرے حق مین ایسی کڑی شرطین تجویز کیجاتی ہین - کل قوم میرے ساتھ ہے - اور صوبجات رومیلیا اور اناطولیا کے تمام باشندون کو بغاوت پر آمادہ کر دینا صرف میری مرضی پر منحصر ہے - کل عثمانیہ قوم کی قسمت مین تغیرات عظیم پیدا کر سکتا ہون - اس امر کے باوجود کہ مجھسے بیشمار وعدے کیئے جا چکے ہین - اور مین ہر موقعہ پر فتحیاب ہوتا رہا ہون مینے صرف شام پر قناعت کی - اور ان وعدون پر بھروسہ کر کے ٹرکی کو مزید جانی و مالی نقصان سے محفوظ رکھنے کے لیئے اپنی افواج کی پیشقدمی کو روک دیا میری اس سلامت روی و رعایت کا یہ صلہ دیا جاتا ہے کہ مجھے اوس علاقہ کو بھی چھوڑ دینے کیلئے کہا جاتا ہے جسپر مین قابض ہون - کیا یہ فیصلہ میری پولیٹیکل حیات کے خاتمہ کے مترادف نہین ہے "

متذکرہ صدر فتوحات سے جو اسے باسانی حاصل ہوگئی تہین سرمست ہو کر اور نیز یہ جان کر کہ کل مسلمان رعایا اوس سے سلطنت عثمانیہ کی نقصان کو بحال کرنے کی توقع رکھتی ہین - محمد علی کی نیت ہو گئی تہی کہ سلطان محمود کو معزول کرے اوس کے بیٹے عبد المجید کو تخت پر بٹھا دے اور خود اوس کا وزیر اعظم ہو کر کل سلطنت پر حکمرانی کرے - چنانچہ اوس نے یہ تجویز فرانس اور روس کے سامنے پیش بہی کر دی - مگر اونہون نے اوسے منظور نہ کیا - اس سے اوس عام خیال کی پوری پوری تردید ہو رہی ہے کہ محمد علی خود سلطان بننے یا خود مختار بادشاہی قایم کرنے کی خواہش رکھتا تھا - اس خیال کی تردید اوس ایک خط سے بہی ہوتی ہے جو اوسنے لوئی فلپ شاہ فرانس کو نومبر ۱۸۳۲ء مین لکھا تھا - اور نیز اوس گفتگو سے بہی ہو رہی ہے جو ۱۸۳۳ء مین اوسنے ایک فرانسیسی سیاح سے کی تہی - اسسے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اوسکا بڑا مدعا اپنے زیر حکومت علاقہ کی توسیع تہی - اس موقعہ پر اوس گفتگو کو بجنسہ درج کر دینا نامناسب نہ ہوگا "سلطان کو اوسکے صوبہ بغداد سے کیا فایدہ پہنچ رہا ہے - اوسے وہان سے ایک پیسہ کی آمدنی نہین - برعکس اسکے اوسے وہان کے پاشاؤن کی امداد کیلیئے اکثر فوجین بہیجنی پڑتی ہین - لیکن پہر بھی شورہ پشت رعایا وقتاً فوقتاً وہانکے گورنرون کو محصور یا معزول اور بعض کو قتل کرتی ہے

اگر وہ یہ صوبہ مجبوریہ سے تو ہمیں اس سے بہت بڑا خراج ادا کرو یں اور اس ادائیگی کے باوجود بھی فائدہ میں رہتا کیونکہ عراق عرب اور صحرا میں امن قائم ہو جانے سے ہندوستان کی تجارت پھر اسی راستے سے شروع ہو جائیگی۔ یہاں سے ایک راستہ ہندوستان کو جاتا ہے اور دوسرا مصر کو۔ یہ راستہ کل دنیا یورپ۔ باب عالی اور خدیو مصر سے لئے یکساں مفید ثابت ہو۔ مگر انگلستان نہیں چاہتا کہ میں وادی فرات میں نہر سویس (جیسے امن قائم کرنے والی) کا کام دوں۔ وہ تو مجھے وادی نیل میں بھی اس عہدہ پر نہیں دیکھ سکتا جیسے کہ ۱۸۳۳ء میں روس قسطنطنیہ میں ہمارا دیدہ ہوتا گو انہیں کریں سکا اور اس مخالفت کے لئے اوس کے پاس چند وجوہات بھی نہیں مگر اس سے ہمیں سخت تعجب ہوتا رہا ہوں کہ تم نے بھی قسطنطنیہ میں میری موجودگی کو پسند نہ کیا۔ ایسا کرنے سے تم نے اپنا بہت نقصان کیا ہے۔"

لیکن اسمیں کوئی شک نہیں کہ اسکی بیجا حرص وطمع اور اپنے خاندان کے استحکام کی خواہش نے سلطنت عثمانیہ اسلامی کی پولیٹیکل طاقت کو فی الحقیقت ویسا ہی نقصان پہنچایا جیسا کہ ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کو اودھ جیسی صوبجات کے اکثر گورنروں اور عمال کی بغاوتوں اور خود مختاری سے پہنچا تھا۔ اور اگر وہ اس حرکت پر جیسا کہ مسٹر لنین کا اندازہ لگانا ہے آخر وقت تک نادم و متاسف ہوتا رہا ہو تو کوئی تعجب نہیں ہو سکتا۔ مگر اس بحث کو چھوڑ کر پھر سلسلہ داستان شروع کیا جاتا ہے

پیشکردہ شرائط کو مسترد کرنے کے ساتھ ہی محمد علی نے ابراہیم کو پیشقدمی شروع کر دینے اور ان مطالبات کی کامل منظوری تک نہ رکنے کا حکم بھیجدیا۔ ابراہیم فوراً بروصہ سے اسکودار کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر سلطان محمود نے روسی گورنمنٹ کو کمک بھیجنے کیلئے کہلا بھیجا جس نے ۵ اپریل ۱۸۳۳ء کو دس ہزار فوج اسکودار میں اتار دی۔ روسی انجنیروں کی نگرانی میں باسفورس کے قلعوں کو درست و مکمل کیا گیا۔ اور ۴۰ ہزار روسی فوج نے دریائے پروتھ کیطرف بھی کوچ شروع کر دیا۔ انگلستان اور فرانس کے سفراء نے سلطان کو روس کی امداد و مداخلت کے نتائج بد اور خطرات سے متنبہ کر کے محمد علی کے مطالبات کے کچھ حصہ کو قبول کر لینے کی تاکید کی۔ اور سلطان نے اونکی سفارش پر صوبجات دمشق و حلب کا دینا منظور کر لیا۔ فرانسیسی سفیر خود یہ پیغام لیکر ابراہیم کے پاس گیا جس نے اپنے باپ کا حکم دکھا کر بمشکل تسلیم کیا کہ وہ ادنہ تک نہیں بڑھیگا۔ محمد علی آدانہ کے صوبہ پر بھی مصر رہا۔ سلطان نے اس مطالبہ کو بھی بتاریخ ۵ مئی ۱۸۳۳ء منظور کر لیا اور ساتھ ہی اون تمام اشخاص کو جو ابراہیم کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ عام معافی عطا کر دی۔

مسٹر سنیمیئر کی رائے ہے کہ اگر دول مغربیہ کے مدبرین کے دماغ قسطنطنیہ میں روسی فوج کی موجودگی سے نہ چکرا گئے تھے تو وہ غالباً اس سراسر مضر اور منحوس عہدنامہ کی کبھی تکمیل نہ ہونے دیتے جس کو نہایت خطرناک نتائج کے سوا اور کچھ برآمد نہیں ہو سکتا تھا۔ اس عہدنامہ سے ایک آبرو پاشا کی طاقت جسکی قابلیت اور ثروت کو حقیقت سے بہت زیادہ سمجھ لیا گیا ہو انتہا سے اندازہ بڑھ گئی۔ اس سے وہ سلطنت بہت ہی کمزور ہو گئی جسکا مضبوط رہنا دول مغربیہ (فرانس و انگلستان) کیلئے

لازمی سمجھے برابر ہے۔ اور بالآخر اس معاہدہ کی طفیل سلطان اور محمد علی مین دائمی عناد قایم ہوگیا۔ جو امر روس کے سوا اور کسی کے حق مین مفید نہین تہا۔ مگر روس نے ایک ہی فایدہ نہ اوٹھایا۔ بلکہ سلطان سے ایسا عہدنامہ بھی لکھوالیا۔ جو روس کے حق مین نہایت کارآمد تہا۔ یہ معاہدہ خونکار اسکلہ سی کے نام سے مشہور ہے۔ کیونکہ اوس پر مقام مذکور مین جہان روسی فوج مقیم تھی۔ ۸ جون سنہ ۱۸۳۳ء کو دستخط ہوئے تہے۔ اس کے رو سے فریقین نے اقرار کیا کہ ملک کو اندر یا باہر جہان ضرورت ہو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔ لیکن روس کی امداد کیلیے سلطان کو فوج بھیجنے کی احتیاج نہین۔ اس کے عوض وہ روس کی دشمن سلطنتون کے جہازات کو ڈاردنیلز اور باسفورس مین سے گذرنے دے۔ یعنی اندرونی فساد کے موقعہ پر جسے خواہ اوس کے ہی گماشتون نے برپا کرایا ہو۔ اور بیرونی محاربہ کی صورت مین بہی روس کو تو برابر ٹرکی مین فوج بھیجنے کا اختیار ملگیا۔ لیکن ٹرکی کو روس مین فوج بھیجنے کی اجازت نہ دیگئی فرانس اور انگلستان فوراً اس معاہدہ کی تہ کو پہنچگئے۔ اور اون کو معلوم ہوگیا کہ اس کے رو سے قسطنطنیہ اور سلطنت عثمانیہ کی آزادی زار کی مرضی پر موقوف رہگئی ہے۔ اونہون نے اسکی منسوخی کیلیے بہت زور لگایا مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر روسی فوج جہازون پر سوار ہو کر روس کو اور ابراہیم کا لشکر طارس سے عبور کرکے شام و اڈنہ کے علاقہ کو چلا گیا۔ لیکن سلطان محمود نے ان دوستانہ تعلقات سے جو روس سے قایم ہوگئے تہے فایدہ اوٹھانے سے حتی المقدور کوتاہی نہ کی۔ ادرنہ عہدنامہ ایڈریانوپل کے رو سے جو کئی برسون کے لیے روسی مواخذہ قایم ہوگیا تہا۔ اوس سے بہت کچھ مخلصی کرالی اس کے متعلق ۲۹ جنوری سنہ ۱۸۳۴ء کو سینٹ پیٹرز برگ مین نیا عہدنامہ ہوا۔ جس مین روسیون نے ولیشیا اور مالڈیویا سے فوج واپس منگوا لینے کا اقرار کیا۔ اور تاوان جنگ کے تیسرے حصہ کی نقد وصولی کے عوض علاقہ قاف کی صلح و تصیبہ آخالت ترک کو لینا منظور کرلیا۔ اور بالآخر بقیہ تاوان جنگ کی ضمانت مین صرف سلسٹریا پر قابض رہنے کی شرط کی گئی۔

سر ایڈورڈ کریسی کا بیان ہے کہ یہ معاہدہ کوتاہیہ کے تکمیل کے وقت جس کے رو سے مصر کو جدید صوبے دیے گئے یورپ مین عام رائے یہ ہوگئی تہی کہ ٹرکی کا سنبھلنا ناممکن ہوگیا ہے۔ سلطان اسکی طاقت بحال کرنیکے لیے جو کوششین کرتا رہا اور کر رہا ہے وہ بعینہ ویسی ہین جیسی کہ مردہ مین جان ڈالنے کیلیے کیجائین۔ بلکہ اکثر سلطان محمود کو اوس سلطنت کو جلد فنا کرنیکا باعث سمجھنے لگے تہے۔ اونکی رائے مین اوسنے پرانے طریقہ کے چند باقیماندہ ذرائع حیات کو تو معدوم کردیا۔ مگر اونکی جگہہ نئی روح نہین پھونک سکا تہا۔ اور اسمین کوئی شک نہین کہ اگر محمود نہایت شریفانہ مستعدی اور اعلے قابلیت کا صاحب نہ ہوتا تو وہ قونیہ کی لڑائی ایسی کامل تباہی کے بعد اپنے ملک کی اصلاح اور اسکی زندگی سے ضرور مایوس ہوجاتا۔ پہلے بیرونی حملہ اور اندرونی اور پھر ایک باغی گورنر سے اوسکی افواج کو نیست و نابود اوسکی سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا گیا اور زار کو دو مرتبہ اور کتاہیہ کے معاہدون سے بہی زیادہ ذلت بخش معاہدون کے ماننے پر مجبور کردیا۔ انہاں ان مصائب حالات کے

دیکھکر اگر وہ خود بھی اس امر کا معترف ہوجاتا کہ وہ اوس مدعا میں جسکے حصول کیلئے وہ مدت العمر ساعی رہا ناکام
رہا ہے۔ تو کچھ تعجب نہیں ہوسکتا تھا اصلاح کیلئے خون کے دریا بہائے گئے۔ ملک کی پرانی رسم و رواج اور دستور
و آئین پر پانی پھیر دیا گیا۔ اور اسکی خاطر رعیت کی قومی حمیت اور مذہبی خیالات کا بھی پاس نہ کیا گیا۔ مگر اپنی تمام
اس اصلاح سے مطلوبہ مدعا اب تک حاصل نہ ہوا تھا۔ لیکن محمود ان قلیل التعداد واقعی بڑے آدمیوں میں سے تھا جو حرب
ہیچ سمجھکر اختیار کیگئی مہم میں ناکام رہنے سے شکستہ دل نہیں ہوجاتے۔ بلکہ اونکی مستعدی اور جد و جہد میں اضافہ
ہوجاتا ہے۔ وہ اچھی طرح سے جان گیا تھا کہ قدیم طرز حکومت سے بربادی یقینی ہے۔ پس اوسنے اپنے تدارک کو بہتری کی
جادہ اختیار کرلینے دیگر خود آرام کرنے سے بجا اور بہتوں کی طرح انکار کردیا۔ وہ تاڑ گیا تھا کہ اس عام ناراضی کی تہ میں کچھ
اونکی مسلمان رعایا کے دلوں میں سچی اطاعت شجاعت اور قومی حمیت کی دبی ہوئی برابر موجود رہیں۔ اور وہ اس کام
کی قدرت سے بھی بے خود نہ تھا۔ مزید برآں اپنی فاتح قوم کے تعصبات کی باوجود اوسکی بینظیر فرزانگی اور فراخدلی نے
یکساں و منصفانہ برتاؤ سے عیسائی رعیت کی تسخیر قلوب کی پالیسی کی اہمیت اور ضرورت [illegible] واضح کرکے اوسپر کاربند
بھی بنادیا تھا۔ الغرض نیکنامی اور بدنامی کی کچھ پروا نہ کرکے وہ فوج کی درستی تجارت کی ترقی تعلیم کی اشاعت۔
رعایا کے جان و مال کی حفاظت۔ رعایا کے مختلف گروہوں کے باہمی امتیازات نامناسب کو ہٹانے اور آہستہ آہستہ اون
دقتوں سے نجات اور بوجھوں میں سب سے زیادہ تکلیف دہ اور آزردگی پیدا کرنے والوں کو جو خصوصاً عیسائی رعایا کی پشت پر تھے
رفع کرنے میں مشغول رہا۔ اوس مادہ کے تمام یوروپین سیاح سلطان کے اس جوانمردانہ عمل اور اوسکے نیک نتایج کو تسلیم کرتے
ہیں۔ اونکی تحریروں اور بیانات سے انگلستان وغیرہ میں ترکوں کی نسبت لوگوں کے خیالات بہت کچھ نیک ہوگئے
چنانچہ جب ۱۸۳۹ء میں محمد علی کے ساتھ پھر سلطان کی لڑائی ہوگئی تو انگلستان کی گورنمنٹ کی امداد کا باعث جو اوسنے
سلطان کو دی گو زیادہ تر ذاتی خودغرضی ہی تھی لیکن اس نیک خیال کا بھی اوس میں کچھ نہ کچھ دخل ضرور تھا
جو نیک خیال اپنے آپ پر بھروسہ کرنے والے اور اپنی عزت اور خودداری کا پاس رکھنے والے خود بخود دشمنوں میں بھی
پیدا کردیتے ہیں"

سلطان نے صلح ہوتے ہی اپنی فوج کے کئی افسر فوجی تعلیم و تربیت کیلئے مختلف یوروپین افواج میں بھیجے
زیادہ تر پولیس اور نیز اندرونی حفاظت کا کام دینے کیلئے ایک قسم کا قومی ملیشیا قایم کیا۔ جا بجا شفاخانے تعمیر کرائیں۔ اور ملک کو
تہلکہ [illegible] باتوں سے محفوظ رکھنے کیلئے بنادر اور سرحدوں پر قرنطینہ کا انتظام کیا۔ اور جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے عیسائی رعایا
کو بھی ہر امر میں مسلمان رعایا کے ہم پایہ بنانے میں ساعی رہا۔ اسکے متعلق اوسکے اپنے الفاظ حسب ذیل ہیں "ہمارا منشا
اور ارادہ یہ ہے کہ مسلمان صرف مساجد میں مسلمان سمجھے جائیں۔ اور اسیطرح عیسائی صرف گرجوں میں اور یہودی صرف اپنے
معبدوں میں عیسائی یا یہودی تصور کیے جائیں۔ انکی عبادتگاہوں سے باہر جن میں وہ سب کے سب ایک ہی [illegible]

کی پرستش کرنے مین وہ یکسان پولیٹکل حقوق اور سیری پدرانہ حمایت وحفاظت سے بالمساوات متمتع ہون"

ناظرین کو صفحاتِ ماقبل سے معلوم ہوچکا ہے کہ نہ فقط ترکی گورنمنٹ بلکہ اسلام کا ہی ابتدا سے یہی مسلک رہا ہے اس اصول سے جو انحراف ہوتے رہے ہین اونکے ذمہ وار زیادہ تر خود عیسائی فریقین کے عوام کی جہالت - اور کسیقدر مسلمان حکومتون کے عمال ہین مگر پھر بھی عیسائی رعایا کو ہمیشہ اسلامی حکومتون مین وہ آسانیان اور فوائد اور آسایش حاصل رہی ہے جو اکثر عیسائی گورنمنٹون کے ماتحت مسلمان یا غیر مذہب رعایا کو کبھی نصیب نہ ہوئین - لیکن افسوس عیسائی رعایا اور عیسائی سلطنتون کیطرف سے مسلمان اور بالخصوص ترکی کو جو بدی کا صلہ ملتا رہا اور مل رہا ہے - وہ سخت قابل شرم ہے اسلامی حکومتون نے اقتدار وطاقت کے زمانہ مین اپنے محسن کشون کو سلامت رہنے دیا تھا - اور کیون اون سے وہی برتاؤ نہ کیا جو اندلس ہنگری - ریاستہاے بلقان صقلیہ - مالٹا اور یونان مین مسلمانون کے ساتھہ اور آمریکہ و آسٹریلیا مین وہانکے دیسی باشندون سے یوروپین عیسائیون نے کیا ہے - مسلمان حکمرانون کو صرف ترکی مین ہی نہین بلکہ ہندوستان مین غیر مین بھی غیر مذہب محکوم رعایا سے یہی عوض ملا ہے - اندلس سے اسلامی حکومت اور مسلمانون کی بربادی کا باعث ذاتی ناقابلیتون کے بعد جو ہر جگہہ اول سبب ہوتی رہی ہین یہی رعایا کی غداری ہے - ہندوستان سے چغتائی خاندان کی سلطنت کا بڑا باعث مسلمان امرا کی سرکشیون کے علاوہ کون نہین جانتا کہ مرہٹون اور سکھون کی ناشکرانہ بغاوتین نہین لیکن باینہمہ جیسا کہ مین پہلے لکھہ چکا ہون غیر مذہب وغیر قوم رعایا کی قطعی بیخ کنی بھی ذاتی قابلیتون اور ذاتی مستعدی کے جاتے رہنے پر کسی کارآمد نہین ہوسکتی - ہسپانیہ نے امریکہ مین یہی کیا تھا لیکن آج وہ اوس عظیم الشان براعظم مین ایک انچہ زمین کی مالک نہین - اور گو انکی اس کارروائی سے امریکہ مین عیسائیون کے سوا اور کوئی مالکِ اراضی و مالکِ ملک نہین رہگیا تاہم ان عیسائیون کا باہمی عناد اوس عناد اور مخاصمت سے کچھہ کم نہین جو عیسائی اور مسلمان حکومتون مین رہتا چلا آیا ہے پس خواہ کوئی روش اختیار کیجائے یہ دنیا کسی صورت مین دار المحن ہونے سے خالی نہین ہوسکتی - اگر کل دنیا کا ایک مذہب ہوجائے پھر بھی انسانی فطرت کی طفیل یہی جھگڑے اور جنگ وقتال برپا رہین - یہ نتیجہ ہر حالت مین یکسان ہے تو پھر چند روزہ آسایش کی توقع کیلیے سفاکی پر کمربستہ ہونا اور روسیاہی خریدنا صریح نادانی ہے اور اسی لیے اسلام نے جو انسان کو سچی شرافت اور شایستگی سکھاتا ہے غیر مذہب اور غیر قوم رعایا پر ہر طرح کی زیادتی اور سختی سے قطعی ممانعت کردی تھی - اس ممانعت کا ایک راز اگرچہ یہی ہو کہ حاصل کردہ عروج واقتدار کو قایم اور برقرار رہنے کیلیے بطور روبچہ تحریک مدمقابل کا ہونا لازمی ہے جسکی عدم موجودگی مین غالب فریق کا جلد کاہل و آرام طلب ہوجانا یقینی امر ہے - اس بحث کو یہین چھوڑ کر مین پھر بر سر مطلب آتا ہون -

دور اندیش اور سچے مسلمان بادشاہ کی ان اصلاحون سے جنکا ہر جگہہ کم وبیش بگڑتے رہے - ترکی ایشیا کی تجویز سے البانیا اور بوسنیا مین پھر فساد ہوگئے - علوم دستکار - درویشون کا طبقہ جو پہلے دنون مین سیج انجیالی بے تعصبی اور مصلحت

مین ضبط نہین رکھتا تھا سب سے زیادہ برافروختہ ہو رہا تھا۔ اور یہی تنگ خیالی اور تعصب کو علانیہ ظاہر کرنے کو ہی بڑی فخر کی بات سمجھتا تھا چنانچہ ایک دن سلطان محمود غلاطہ کے پل سے گذر رہے تھے کہ ایک درویش نے آ دوڑ کر روک کر ان الفاظ مخاطب کیا "کافر بادشاہ کیا ابھی تک وہ بے غیرتیون سے تو ابھی تک سیر نہین ہوا۔ تجھے اپنی ناشائستہ حرکات کا خدا کے سامنے جواب دینا پڑے گا۔ تو اپنے اجداد کے رسم و رواج کو معدوم - اپنے مذہب کو برباد اور اپنے اور ہمارے سرون پر رسول خدا کا غضب نازل کر رہا ہے" سلطان نے خدام کو حکم دیا کہ "یہ پاگل ہے۔ اسے ہٹا دو۔" یہ سنکر درویش نے جواب دیا "پاگل مین تو نہین۔ تو اور تیرے مشیر پاگل ہو گئے ہین مسلمانو۔ دوڑو یہ خدا کی روح جو مجھے تحریک کر رہی ہے اور جسکی مجھ پر اطاعت لازمی ہے۔ اوس نے مجھے حکم دیا ہے کہ حق الامر صاف صاف کہہ دون۔ اور اسکے عوض مجھ اولیاء کا صلہ عطا کرنیکا وعدہ کیا ہے" خدام نے اسکو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ مگر اوس کے رفقاء نے اوس کی قبر پر گنبد بنا دیا اور وہ عرصہ تک زیارتگاہ عوام رہی۔

ان اصلاحات کی رفتار مین بہر محمد علی کی جنگون سے رکاوٹ پڑ گئی۔ تاریخ و تمدن مین دلی صفائی ہرگز نہین ہوئی تھی۔ اور محمود نے صرف دفع الوقتی کیلئے عہدنامہ کوتاہیہ کی شرائط کو قبول کیا تھا۔ فریقین کی کدورت آخر ۱۸۳۹ء مین پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ اور اس دفعہ بھی اسکا حقیقی باعث محمد علی کے غاصبانہ ارادے اور افعال تھے۔ گو ابنی طرف سے سلطان بھی حجت اور بہانہ ملنے کا منتظر تھا۔ ۱۸۳۸ء کے شروع مین شام کے باشندے محمد علی کی جابرانہ حکومت سے ناراضی کے آثار دکھانے لگ گئے۔ نابلس۔ بیت المقدس اور حیران کے کوہستانیون نے جبریہ فوجی خدمت کے قاعدے کو منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اور شام کے علاوہ یمن و حجاز مین بھی جنکا انتظام بھی محمد علی کے سپرد تھا مصریون کے برخلاف عام سازش برپا ہو گئی۔ محمود نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر محمد رشید کے ماتحت ایک جرار فوج سیواس مین جمع کر دی۔ اتنے مین ابراہیم نے بغاوت کو فرو کر دیا۔ اور ضلع رقہ (جو دریائے فرات پر واقع ہے) اور آورفہ پر جو فرات کے پورب ہے قبضہ کر لیا۔ مگر فریقین مین مقابلہ نہ ہوا۔ دونون لشکر ایک دوسرے کے بالمقابل پڑے رہے۔ ادھر محمد علی نے سرور کائنات کے مزار مقدس سے ترک سپاہیون کا پہرہ ہٹا کر اونکی جگہ مصری سپاہی مقرر کر دئے۔ اور ساتھ ہی خراج دینے سے انکار کر دیا۔ ترک سپاہیون کا پہرہ اٹھ جانے سے سلطان کی خلافت کو سخت صدمہ پہنچتا تھا۔ اور وہ اس امر کو کبھی گوارا نہین کر سکتا تھا۔ لیکن لڑائی شروع کرنے سے پہلے زبانی فہمایش و تہدید سے کام لینا مناسب سمجھا گیا۔ نامہ و پیام شروع ہو گیا۔ محمد علی نے درین اثناء فرانس اور انگلستان کو جو دونون روس کی سابقہ مداخلت کی وجہ سے ہر وقت ہوشیار ہو گئے ہوئے تھے لکھا کہ روس سلطان کو اکسا رہا ہے۔ ہم مینون اوسکے برخلاف آپس مین اتحاد کر لین۔ فرانس و انگلستان نے اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ مگر فریقین مین صلح کرانے کے لئے بدستور ساتھ ہی جب محمد علی نے درخواست پیش کی کہ اوس کے زیر حکومت صوبون کی گورنری اوسکی اولاد مین انہی اختیارات کے ساتھ جو اسے حاصل ہین موروثی کر دیجائے۔ اور پیش کرتے وقت اوس نے حسب ذیل الفاظ کہے "جب مجھ کو ذات اور اپنے نام

کہ اس منصب پر بحال رہنے کیطرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو مین یہ تمام سرکشی چھوڑ دونگا۔ اور اوس وقت اپنی کل بحری و بری افواج باب عالی کے اختیار مین کر دونگا۔ اور اپنے آقا سلطان کا زبردست مددگار اور مؤید ہو جاؤنگا ۔

محمود نے صرف مصر اور عکہ و طرابلس کی حکومت کو موروثی بنانا منظور کیا۔ محمد علی اسپر رضامند نہ ہوا۔ اور شام مین مزید فوج بہرتی کرنی شروع کر دی۔ اوس وقت روس نے انگلستان اور فرانس کو شام اور مصر کا بحری محاصرہ کرنیکی تحریک کی۔ اور ساتھہ ہی اپنا منشا ظاہر کیا کہ اگر وہ متفق نہ ہونگے تو روس اکیلا یہ امر کر گذرے گا۔ انگلستان اور فرانس نے اس تجویز کو نہ مانا۔ اور صلح صفائی سے ہی معاملہ کو سلجھانیکے درپے رہکر اعلان کر دیا کہ فریقین مین سے جو ابتدا کریگا وہ اوسکے برخلاف ہو جائینگے۔ مگر سلطان نے روس کے ایما پر جو ۱۸۳۲ء کیطرح کمک بھیجنے کی تیاریان کر رہا تہا محمد علی کو آخری حکم بھیجا کہ وہ مزار مقدس پر ترکی پہرہ کو قائم کر دے خراج باقاعدہ ادا کرنا منظور کرے۔ اور مصر کی بادشاہی کے دعوی سے دست بردار ہو کر جو حقوق اسے عطا کیئے جائین اونپر رضامند ہو جائے۔ اسکا جواب نفی مین ملنے پر سلطان نے اپنے سپہ سالار اور امیر البحر کو سرکش گورنر پر جو ۲ جون ۱۸۳۹ء کو نافرمان قرار دیا گیا حملہ کر دینے کا حکم دیدیا۔ بری فوج دریائے فرات کے قصبہ بیر مین پہلے سے جمع تہی۔ اور سنین گزشتہ مین کئی برسون کی محنت و کوشش سے ۳۶ چہوٹے بڑے جہازات جنمین ۲۰ مصافی تہے تیار کر لیئے گئے تہے۔ مگر غداری اور خیانت نے سلطان کی کل تیاریون پر پانی پہیر دیا۔ ۲۴ جون ۱۸۳۹ء کو جب حافظ پاشا ترکی سپہ سالار نے بمقام نزیب ابراہیم پر حملہ کیا تو سالم کی سالم پلٹنین اور رسالے جن کے افسران مصر سے رشوتین لی ہوئی تہین سلطانی لشکر کو چہوڑ کر دشمن سے جا ملے۔ ایسی صورت مین مقابلہ کیا ہو سکتا تہا۔ ترکی فوج شکست کہا کر بہاگ گئی اور کل توپخانہ (۱۰۴ توپین) کیمپ، سامان و رسد جنگی میگزین جنمین ۲۰ ہزار بندوقین تہین میدان جنگ مین چہوڑ گئی۔ بیڑہ کی گت اس سے بہی بری ہوئی۔

قپودان پاشا احمد فوزی کو سلطان نے بتاریخ ۸ جون وفاداری اور جان نثاری کی حلف لیکر قسطنطنیہ سے روانہ کیا۔ مگر شام کے بنادر پر حملہ آور ہونیکی بجائے ۱۱ جولائی کو وہ مع کل بیڑہ لیکر شام کے سواحل سے اسکندریہ کی طرف روانہ ہو گیا اور ۱۴ جولائی کو وہان پہنچکر کل جہازات محمد علی کے حوالہ کر دیئے۔ مگر سلطان محمود کو متذکرہ صدر شکست اور واقعہ نمکحرامی کے سننے کا رنج نہ اوٹھانا پڑا۔ اوسکی صحت مسلسل محنت اور وزرات کی کاوش و تردد سے بگڑ گئی ہوئی تہی۔ یکم جولائی ۱۸۳۹ء کو قریب سو صدمے کے قسطنطنیہ مین پہنچنے سے پہلے اوسکا طائر روح جسد خاکی سے پرواز کر گیا۔ اور ایک قومی اولو العزم اور جانباز جس نے قوم اور ملک کیلیئے اپنے ہر طرح عیش و آرام کو حرام کر دیا تہا۔ دنیائے دون سے رخصت ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

سلطان کی وفات پر چند شریرون نے خود ترکی اور بلاد مغرب مین یہ افواہ اوڑا دی کہ محمود کی صحت بکثرت شراب پیتے رہنے سے بگڑ گئی تہی۔ اور یہی عادتِ بد اوسکی موت کا باعث ہوئی۔ مگر مسلمان اطبا ہی نہین بلکہ وہ عیسائی ڈاکٹر بہی جو شاہی معالج تہے اس اتہام کی قطعی تردید کر کے سلطان مرحوم کی اعلے دماغی قوتون اور اوسکی مسلسل محنت کی نسبت

شہادت دیتے ہیں۔ ان ڈاکٹروں کے نام میکارتھی اور کانسٹن ٹائن فرہ تھوڈوری ہیں۔

محمود کے بعد اوسکا بیٹا عبدالمجید تخت نشین ہوا۔ جس کے ذاتی اوصاف اور حالات بیان کرنے سے پہلے مصری معاہدہ کے انجام اور سلطان مرحوم کی اصلاحات کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ محمود کی وفات پر دارالخلافہ میں کسیقدر بےچینی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ مگر خسرو پاشا کے حسن انتظام سے وہ فوراً دب گئے۔ اور اس کے بعد میں نوجوان سلطان نے جو عجیب خطرناک موقعہ پر تخت نشین ہوا تھا خسرو کو وزیر اعظم مقرر کر کے کل اختیارات اوس کے سپرد کر دیئے۔ احمد فیضی کا بیان ہے کہ وہ اس تقرری سے ناراض ہو کر محمد علی سے جا ملا تھا۔ اس نے ابراہیم پاشا نے سکندریہ جانے سے پہلے فرنچ امیر البحر سے حسب ذیل گفتگو کی تھی "خسرو نے ایچانی سے وزارت کے منصب پر تصرف کر لیا ہے۔ وہ روس کے ہاتھ پر بکا ہوا ہے اور اس لیے سلطان محمود کے دوستوں کو تباہ کرنے اور محمد علی کے برخلاف لڑائی شروع کرنیکا خواہشمند ہے تاکہ روس کو سلطنت عثمانیہ میں داخل ہونے اور اقتدار قایم کرنیکا موقعہ ملجائے۔ بنابرین میں نے حافظ پاشا اور محمد علی کے ساتھ ملکر لڑائی کو ختم کرانے۔ اور اسطرح روس کے مقاصد باطلہ کرنے میں رکاوٹ قایم کرنے اور اون سازشیوں کو جو حکومت پر متصرف ہو گئے ہیں برطرف کرنے کا عزم کر لیا ہے" فرنچ امیر البحر نے اسے بہتیرا روکا مگر فوج نے نہ مانا۔ اور ترکی بیڑہ کو سکندریہ لے گیا۔ جس غیر متوقع امداد سے محمد علی نہایت متعجب و مسرور ہوا۔ یورپین قونصلوں نے بیڑہ کو قسطنطنیہ بھیجنے کی فہمائش کی جس کے جواب میں اوس نے کہا کہ جب تک خسرو کو برطرف اور میری حکومت کو موروثی تسلیم نہ کیا جائیگا میں اسے واپس نہیں کرونگا۔

عبدالمجید ایک تو بالطبع امن پسند تھا۔ دوسرے غنیم کا پلہ بہت بھاری ہو رہا تھا۔ ان حالات پر غور کر کے باب عالی نے ۲۷ جولائی ۱۸۳۹ء کو فیصلہ کیا کہ حرمین شریفین کا قبضہ واپس لیکر شام اور مصر پر محمد علی کا موروثی قبضہ تسلیم کر لیا جائے۔ باب عالی یہ تجاویز محمد علی کو ارسال کرنے ہی والا تھا کہ ۲۸ جولائی کو انگلستان۔ فرانس۔ آسٹریا۔ پرشیا اور روس نے مشترکہ یادداشت پیش کر کے باب عالی کو اطلاع دی کہ ان پانچوں سلطنتوں نے اس تنازعہ کے تصفیہ کا عزم کر لیا ہے اور سلطان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ انکی صلاح کے بغیر کچھ نہ کرے۔ باب عالی نے اس مداخلت و ثالثی کا شکریہ ادا کر کے بیان کیا کہ اس بندوبست سے ہر طرح بہتری کی امید ہے۔

لیکن یہ پانچوں طاقتیں جیسا کہ ان دنوں میں آرمینیا اور کریٹ وغیرہ کے مسائل میں بھی دیکھا جا رہا ہے آپس میں کچھ بھی متحد و متفق نہ تھیں۔ ہر ایک کی اغراض مختلف تھیں۔ اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ فیصلہ اوس کے حسب منشا ہو۔ انگلستان۔ آسٹریا اور پرشیا کا منشاء تھا کہ صوبہ شام سلطان کو واپس دلا دیا جاوے۔ فرانس اسکے مخالف تھا۔ آسٹریا نے تجویز پیش کی کہ کانگرس کر لو۔ اسے روس نے منظور نہ کیا۔ فرانس اور انگلستان نے کہا کہ ہمارے جہازوں کو ڈارڈنیلز میں داخل ہو جانے دیا جائے۔ آسٹریا اور روس نے اتحاد سے علیحدہ ہو جانے کی دھمکی دی۔ انگلستان نے تجویز پیش کی کہ محمد علی کے مقبوضہ

بناور کا محاصرہ کر لیا جائے۔ فرانس نے اسمین شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ انگلستان نے پہر دوسری تجویز پیش کی کہ قسطنطنیہ کی حفاظت کیلئے پانچوں سلطنتیں اپنی کچھ کچھ فوج بھیجدیں۔ اسے بہی فرانس نے قبول نہ کیا۔ اس اختلاف کا یہ نتیجہ ہوا کہ انگلستان اور فرانس کے اتحاد میں جو ۱۸۳۰ء سے یورپ میں امن قائم رکھنے کا باعث ہو رہا تہا خلل پڑ گیا اور یہ اشتراکی یورپ کی تین طامع ترین حکمرانوں کے عین منشاء کے مطابق تہا۔ فرانس اوس وقت عجب کشمکش میں مبتلا تہا۔ اوسکی قدیمی پالیسی ٹرکی کے قیام کی موید تھی۔ اور جدید تعلقات نے شاہ فرانس اور گورنر مصر میں گہری دوستی پیدا کر دی تہی۔ اس مخمصہ سے بچنے کیلئے لوئی فلپ کی جدت پسند دماغ نے نئی پالیسی گھڑلی۔ اوسنے سوچا کہ ٹرکی کا سب سے بڑا دشمن روس ہے جسکے مقابلہ کیلئے ٹرکی میں کافی طاقت موجود نہیں نہ اب اسقدر طاقت اسمیں پیدا کیجا سکتی ہے۔ اسکا اب یہی علاج ہے کہ محمد علی کو طاقتور بنا کر روس کے برخلاف ٹرکی کے لیئے ایک زبردست پشت پناہ تیار کر دیجائے۔ یعنی اوسکی رائے میں سلطان اور پاشا دونوں کی موجودگی سلطنت عثمانیہ کے قیام کیلئے ضروری تہی ×
× لیکن وہ یہ نہ سمجہا کہ جب حامل اور پشت پناہ یا قلب لشکر اور عقب میں ہی دشمنی ہو تو سلطنت کی حفاظت کسطرح ہو سکے گی۔ اور اس دشمنی کا برابر قائم رہنا باہمی تعلقات کو تابع و متبوع کے معمولی تعلق اور وضع کے سوا خواہ کسی وضع میں قائم کیا جاتا یقینی امر تہا۔ مزید برآن اس پالیسی سے فرانس پر یہ الزام بہی وارد ہو سکتا تہا۔ کہ وہ .... محض مصر میں اپنا اقتدار بڑہانیکے لیئے پاشا کی حمایت کر رہا ہے

انگلستان کی پالیسی حسب معمول خوب برجستہ تہی۔ وہ ایسی روش پر تہا کہ کسیکو گرفت کا موقعہ ہی نہ ملے۔ اور اپنا الو بہی سیدہا ہوتا رہے۔ وہ محمد علی کی طاقت کو جو اپنی کاشت کردہ اجناس کپاس وغیرہ کی تجارت سے انگلستان کا تجارتی رقیب بن گیا ہوا تہا۔ اور انگلستان کو بحیرہ قلزم اور وادی فرات کے رستوں سے فائدہ نہیں اوٹہانے دیتا تہا۔ اور جس کی زیادہ طاقتور ہو جانیسے انگلستان کے ایشیائی مقبوضات کو بہی سخت اندیشہ ہو سکتا تہا۔ زیادہ نہ بڑہنے دینے بلکہ کم کرانیکے درپے تہا۔ اور اس اپنی ذاتی غرض کو مدنظر رکھکر سلطان کو اوسکے مغصوبہ صوبجات جنپر وہ خود دیگر دول کی رقابت کی وجہ سے متصرف نہیں ہو سکتا تہا۔ واپس دلا دینے سے ٹرکی میں اپنا اقتدار بڑہا لینے کا دوسرا فائدہ اوٹہانا چاہتا تہا۔ روس پر ان دونوں ملکوں کے اختلاف کو دیکہکر کچہہ ایسی خوشی چہا گئی کہ کچہہ عرصہ کے لیئے اوسے اپنی کل آرائیں اور تجویزیں جو وہ ٹرکی کے برخلاف رکھتا تہا۔ فراموش ہو گئیں۔ روس اور انگلستان میں خفیہ نامہ و پیام کے ذریعہ سے اتفاق ہو گیا کہ فرانس کے بغیر اور اگر ضرورت ہو تو اوسکے علی الرغم اس مسئلہ کا تصفیہ کر دیا جائے۔ روس کو فرانس کی طرف سے اندیشہ پیدا ہو گیا تہا کہ لوئی فلپ کے سر میں نپولین کی تقلید کی ہوا بہر گئی ہے۔ اس اتفاق کے بعد چارون سلطنتوں نے فرانس سے اپنی جداگانہ پالیسی کو چہوڑ دینے کی درخواست کی گر در باطن اونکا یہی منشاء تہا کہ وہ متفق نہ ہو اور چاروں سلطنتیں اوسکی شمولیت کے بغیر خود ہی اس مسئلہ کا تصفیہ کر کے فرانس کی تشفی بہی فرا کر کریں۔ چنانچہ فرانس کے

کسیطرح کی اطلاع دینے یا اُسے شمولیت کی تکلیف دیئے بغیر دول اربعہ نے باہمی کے ساتھ ۱۵ جولائی سنہ ۱۸۴۰ء کو
معاہدہ کر لیا۔ اور اس کے رو سے قرار پایا کہ سلطان محمد علی کو مصر کی پاشائی علی الدوام اور ضلع عکا کی گورنری تاحیات
اس شرط پر عطا کرنے پر رضامند ہیں کہ محمد علی دس دن کے اندر اس تصفیہ کو قبول کرے اور فی الفور اپنی افواج شام
عرب اور کریٹ وغیرہ سے واپس بلالے۔ اگر وہ اس تصفیہ کو قبول کرنے میں دس دن تک توقف کرے تو عکا کی گورنری
کا حق زائل ہو جائیگا۔ اور بالآخر اگر وہ قطعی انکار کر دے تو اُسکے کل حقوق زائل ہو جائیں گے۔ اُسکی معزولی کا حکم
صادر کر دیا جائے گا جسکی تعمیل چاروں طاقتیں اور ٹرکی کی افواج متفق و متحد ہو کر کرینگی۔ فرانس کو جب اسکی اطلاع
ہوئی تو وہ مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گیا۔ اکثر مؤرخین کا اسپر اتفاق ہے کہ اسکی شکایت بیجا تھی مگر پالیسی کو غلط
ہونے کو بہی سب تسلیم کرتے ہیں۔ تھیرس نے فی الفور عظیم الشان تیاریاں شروع کر دیں۔ اور اپنی بات کی پچ نباہنے کیلئے
اکیلے ہی سے کل یوروپ کے مقابلہ کیلئے آمادہ ہو گیا۔ تاہم انگلستان کے دلیر وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن نے ان تیاریوں کی کچھ
پروا نہ کر کے انگریزی بیڑہ کو جو امیر البحر اسٹاپفورڈ اور امیر نیپیر کے زیر کمان تھا محمد علی کے انکار کر دینے کی صورت میں
شام کے بنادر پر حملہ کرنیکا حکم بھیجدیا۔ اس بیڑہ نے جسکے ساتھ چند آسٹریا اور ترکی جہاز بھی شامل ہو گئے تھے ۹ ستمبر سنہ ۱۸۴۰ء
کو بیروت پر گولہ باری شروع کر کے ۹ ہزار ترکی فوج کو جو بیڑہ پر سوار تھی خشکی پر اتار دیا۔ کوہستانی قبائل دروز اور مارونی جو
مصری حکومت کی سخت گیری اور زیادہ ستانی سے تنگ آگئے ہوئے تھے فوراً سلطانی افواج کے ساتھ مل گئے۔ اور مصری
فوج اور اُسکے رفقا میں پھوٹ پڑ گئی۔ بیروت کو مصری حکام کو عرب امیر بشیر کی وفاداری پر شبہ ہو گیا جس نے انگریزی
امیر البحر کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور مالٹا کو بھیجدیا گیا۔ چند دنوں کے بعد مصری کمانڈر سلیمان پاشا پر واضح ہو گیا کہ
اگر اُسنے بیروت کو جلد خالی نہ کر دیا تو پھر ابراہیم پاشا کو جا ملنے کیلئے جسنے اپنے باپ اور گورنمنٹ فرانس کے کہنے پر جنگ نزیب کے
بعد پیشقدمی نہیں کی تھی۔ کوئی راستہ نہیں رہجائے گا۔ اور ترکی افواج کل راستوں کو روک لینگی۔ وہ ۱۰ اکتوبر کو بیروت
خالی کر کے ابراہیم کیطرف چلدیا۔ اس پہلی ہی پسپائی کا یہ اثر ہوا کہ مصری فوج سے سپاہی جوق در جوق بھاگنے شروع ہو
ترکوں اور انکے معاونین نے یکے بعد دیگرے لاذقیہ، طرطوس، طرابلس، صیدا، اور جبیل پر قبضہ کر لیا۔ اور ۳ نومبر کو شام کی
کلید یعنی عکہ کا بحری و بری محاصرہ کر لیا گیا۔ چند گھنٹوں کی ہی گولہ باری سے قلعہ کے میگزین میں آگ لگ گئی۔ اور وہی
فوج اُسکے ساتھ اُڑ گئی جنپر باقیماندہ فوج نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور شہر جسکا بہی کچھ حصہ معدوم ہو گیا تھا فاتحین کے حوالہ
کر دیا۔ محمد علی نے یہاں بیشمار سامان حرب و ضرب اور رسد جمع کی ہوئی تہی جسکی بربادی پر اسکی تمام امیدوں کا خاتمہ ہو گیا۔ یہاں
سے فارغ ہو کر امیر البحر نیپیر نے سکندریہ کا رخ کیا۔ اور وہاں پہنچکر محمد علی کو کہلا بھیجا کہ ہٹ دہرمی پر قائم رہنے کی صورت میں
سکندریہ کا بھی وہی حشر ہو گا جو عکہ کا ہوا ہے۔ یہ دہمکی کام کر گئی۔ اور محمد علی نے جسکو یہ بہی یقین ہو گیا تھا کہ اکیلا فرانس کل
یوروپ کے برخلاف اُسکی کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ ۲۷ نومبر سنہ ۱۸۴۰ء کو صرف مصر کی موروثی گورنری پر قناعت کر کے

شام، عرب اور کریٹ سے مصری افواج کو واپس بلا لینا منظور کر لیا، اور اون کو واپس بلا لیا۔ اور ترکی بیڑہ قسطنطنیہ کو واپس بھیجدیا۔ بابعالی نے اس معاہدہ کو انگریزی سفیر لارڈ پانسان بی کے اصرار پر منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اور محمد علی کی جگہ مصر کی گورنری پر ایک اور شخص کو نامزد کر کے محمد علی کو بالکل بیدخل کر دینے کا عزم ظاہر کیا۔ لیکن آخر دیگر دول نے جنہین اب فرانس بھی آسٹریا کی تحریک سے فوجی تیاریون سے باز آ کر شامل ہو گیا تھا۔ باب عالی کو چند مہینون کے نامہ پیام کے بعد رضامند کر لیا۔ اور سلطان نے ۱۳ فروری سنہ ۱۸۴۱ء کو فرمانشاہی صادر کیا کہ مصر کی حکومت محمد علی اور اوس کے خاندان مین موروثی رہیگی۔ لیکن بابعالی کو اختیار ہوگا کہ ایک امیر کے مرنے پر محمد علی کے خاندان مین سے جسکو چاہے امیر مقرر کرے۔ مزید برآن یہ قیود بھی لگائین کہ گورنر مصر کبھی ۱۸ ہزار سے زیادہ فوج نہ رکھے۔ اور محاصل اوسی طرح تشخیص اور وصول کرے جسطرح ٹرکی مین کئے جاتے ہین اور چوتھا حصہ بطور خراج بابعالی کو بھیجا کرے اور بوقت ضرورت فوجی امداد دیا کرے۔ محمد علی نے ان شرائط کو ماننے سے قطعی انکار کر دیا۔ اور فرانس مین پھر جوش بڑھ گیا۔ لیکن مترنیخ آسٹریا کے وزیر اعظم نے بیچ بچاؤ کر کے رشید[1] پاشا کو جو محمد علی کا بہت مخالف تھا برطرف اور رؤف پاشا کو وزیر اعظم مقرر کرا دیا۔ اور سلطان نے جدید فرمان صادر کر کے حکومت مصر کی جانشینی کیلئے وہی قاعدہ منظور کر لیا جو ٹرکی مین رائج ہے، اور جس کے رو سے سلطان کے مرنے پر خاندان کا سب سے بڑا رکن تخت نشین ہوتا ہے۔ اور خراج کا تصفیہ بابعالی اور مصر کی باہمی قرارداد پر چھوڑ دیا گیا۔ محمد علی نے ان شرائط کو بتاریخ ۱۰ مئی سنہ ۱۸۴۱ء قبول کر لیا۔ اور مصری تنازعہ کا خدا خدا کر کے تصفیہ ہو گیا۔ دول یوروپ نے لنڈن مین ۱۳ جولائی سنہ ۱۸۴۱ء کو عام معاہدہ کر کے اس تصفیہ کو تسلیم کر لیا۔ اور ساتھ ہی آبنائے ڈارڈنیلز اور باسفرس کے متعلق اتفاق رائے سے یہ دو دفعات اوس مین ابزاد کر دین:-

دفعہ اول۔ جلالتمآب سلطان روم اعلان کرتے ہین کہ وہ اپنی سلطنت کے قدیم دستور کے مطابق اس امر کا پختہ عزم کرتے ہین کہ صلح کے وقت وہ کسی اجنبی طاقت کے جنگی جہازون کو آبنائے باسفرس اور ڈارڈنیلز مین داخل نہین ہونے دین گے۔

دفعہ دوم۔ اور دوسری طرف جلالتمآب ملکہ برطانیہ کلان آئرلینڈ، قیصر آسٹریا بادشاہ ہنگری و بوہیمیا، شاہ فرانس، شاہ پروشیا اور قیصر روس سلطان المعظم کے اس عزم کی درست کرنے اور اصول متذکرہ صدر کی نگہداشت کرنے کا اقرار کرتے ہین۔ اس عہدنامہ کے رو سے یورپین دول نے ٹرکی کی سلامتی کا ذمہ اوٹھا کر اوسکو پہلی دفعہ باضابطہ طور پر اپنی حفاظت و حمایت اور اتالیقی مین لیلیا۔ اور بقول سٹانلی لین پول ٹرکی کو اس حفاظت و اتالیقی سے جو کچھ فایدہ ہوا

[1] خسرو پاشا تقرری سے چند ماہ بعد فرانس کے اصرار پر معزول ہو گیا تھا، اور اوس کی جگہ رشید وزیر اعظم بنا دیا گیا تھا۔ مولف

وہ توقعات بعد سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے کہ گذشتہ دس کے عرصہ ارکی قطع برید کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

عدن پر انگریزی قبضہ

ڈاردنیلز اور باسفورس کو باضابطہ طور پر ترکی سمندر تسلیم کر لیا جانا ترکی کے حق میں نہایت مفید تھا کیونکہ قانون بین الاقوام کے رو سے عموماً کل بحری راستے اور سمندر کسی واحد سلطنت کے تصرف و قبضہ میں شمار نہیں ہوتے لیکن پھر بھی عہدنامہ خونکار اسکلہ سی روس کو ترکی کے اندرونی معاملات میں خاص صورتوں کے پیدا ہونے پر مداخلت کا جو استحقاق حاصل ہو گیا تھا وہ ابھی تک بدستور قائم تھا۔ اور اس نئے معاہدہ سے اوسکی تاثیر میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا اس فرو گذاشت کی اصلاح کیلئے ترکی۔ انگلستان اور فرانس کو بارہ برس بعد لاکھوں جانیں اور کروڑوں روپیہ پانی پھیرنا پڑا تاہم انگلستان متعدد اخلاقی مفاد کے حصول کے ماسوا اس موقعہ پر بھی مادی فائدہ اوٹھائے بغیر نہ رہا جسطرح اوسنے روس سے ترکی کے مغلوب ہو جانے پر قبرص معاہدہ صلح میں امداد اور دستگیری کے پردے میں ۱۸۷۸ء میں ترکی سے قبرس کا جزیرہ قابو کر لیا تھا۔ اوسیطرح ۱۸۳۹ء میں محمد علی کے برخلاف مدد دینے کی لالچ دلاکر نوجوان اور ناتجربہ کار سلطان عبدالمجید اور اس کے مشیروں سے بحیرۂ قلزم اور بحیرۂ ہند کی کلید یعنے عدن کو حاصل کر لیا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اُس وقت وسنے اپنے وعدہ کو اگرچہ بہت سی مزید ذاتی اغراض جن کی اوپر توضیح ہو چکی ہے مدنظر رکھ لیگئی تھیں کسیقدر پورا کر دیا۔ اور ۱۸۴۸ء میں بالکل بھلا دیا۔ بیشک عدن کی نسبت لکھا ہے کہ سلطان سے براہ راست حاصل کیا گیا تھا لیکن اگر روسی مورخوں کے قول کی پیروی کیجائے تو یہ لکھنا چاہیے تھا کہ انگلستان نے اس اہم مقام کو وہاں کے عرب شیوخ سے جو ترکی کے ماتحت تھے غصب کر کے ترکی کو اس غصب پر رضامند کر لیا۔ یا بالفاظ دیگر اُسنے ایسے وقت غصب کیا جبکہ ترکی میں مصر کے مقابلہ کیطرح اعتراض و مزاحمت کرنیکی نہ تو طاقت تھی اور نہ ایسا کرنا محمد علی کے فساد کی وجہ سے قرین مصلحت۔ اس موقعہ پر روسی مورخ کی[1] روایت کو بجنسہ نقل کر دینا شاید نامناسب نہ ہوگا جو حسب ذیل ہے:-

ایسٹ انڈیا کمپنی کو (یا برٹش گورنمنٹ) اپنے جہازوں کے دخانی کوئلوں کا گودام قائم کرنیکے لیئے ایک سٹیشن کی ضرورت تھی جیسا یہ ضرورت محسوس ہوئی۔ اوسی زمانہ میں جنگی لحاظ سے عدن کی اہمیت بھی جو باب المندب کی کلید ہے اچھی طرح واضح ہو گئی تھی چنانچہ انگریز ناخدایان نے جو خیالی پلاؤ ہی نہیں پکاتے رہتے بلکہ جس کام کی سودمندی محقق ہو جائے اوسے فوراً کر گذرتے ہیں خواہ کسیقدر جان و مال کا نقصان ہو ایسے اہم مقام پر قبضہ کر لینے کا عزم کر لیا تھا اونہوں نے اسپر بالجبر قابض ہو جانیکا ارادہ کیا مگر اسطرح ترکی سے بگاڑ ہو جانیکے اندیشہ سے بالآخر تدبیر و حیلہ سے کارروائی مناسب خیال کی۔ اور یہ چال چلے۔ ایک بڑا جہاز موسومہ دایرۂ دولت جسپر انگریزی علم لہرا رہا تھا۔ عمداً ساحل عدن کی قریب غرق کر دیا گیا۔ عرب ایسے شکار کو کب ہاتھ سے جانے دیتے تھے۔ اونہوں نے چاروں طرف سے اس جہاز کو گھیر ڈال لیا۔ اور کچھ

[1] اس کاروائی ایک روسی فوجی انسپکٹر دوقاف جسکی تحریر کا ترجمہ لفٹنٹ کرنیل گروان نے انگریزی میں کیا ہے۔ مؤلف

اہل جہاز کو قتل کرکے کل مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور عورتوں کو جو جہاز پر تھیں پکڑ لیگئے۔ انگریزی گورنمنٹ نے کپتان ہین کو عدن بھیجا کہ انگریزی علم کی اس بےحرمتی کے معاوضہ و نقصان کے بدل کا مطالبہ کرے۔ کپتان مذکور کو سمجھا دیا گیا کہ وہ پہلے تو شیخ عدن کو خوب دھمکائے اور جب وہ سہم جائے تو اُسے مقام مذکور کی فروخت پر آمادہ کرے کپتان نے جنگی جہاز عدن کے سامنے لاکر کھڑے کر دیئے اور شیخ سے معاوضہ طلب کیا جسنے گولہ باری کے خوف سے غرق شدہ جہاز کے نقصانات کا معاوضہ دینا منظور کر لیا۔ اور زر مطلوبہ ادا کر دیا۔ کپتان نے روپیہ لے لینے کے بعد بندر عدن اور علاقہ ملحقہ کی فروخت کا سلسلہ چھیڑ دیا۔ شیخ نے زر ادا کردہ اور جہازی محاصل کے بدل میں جو اُسے ملا کرتے تھے۔ اور فروخت کے بعد اوسکی یہ آمدنی زائل ہو جاتی ساڑھے بارہ ہزار روپیہ مزید پر بندر کو بیچنا قبول کر لیا۔ اور اس مضمون کا بیعنامہ لکھا گیا۔ لیکن ابھی اوسکی تکمیل نہیں ہوئی تھی اور شیخ کو کوئی پیسہ نہیں دیا گیا تھا کہ کپتان ہین کے مترجم نے شیخ کی مُہر چرالی جسے بیعنامہ پر لگا کر ایک کوڑی ادا کئے بغیر بیعنامہ کو مکمل کر لیا گیا۔ اور بہادر کپتان صاحب بیعنامہ کو جیب میں داخل کرکے کل روپیہ اُٹھوا کر جہاز کو واپس آگئے۔ اور شیخ سے الوداعی ملاقات کی بھی کچھہ پروا نہ کی۔ مگر جب اس امر کی اطلاع محمد علی کے ایک نائب کو جو عدن کے متصلہ علاقہ پر مامور تھا ہوئی۔ تو اوسنے خود عدن پر قابض ہوجانے کی تیاری شروع کر دی جسپر انگلستان نے سلطان کو گورنر مصر کے برخلاف مدد بخشی کی۔ سلطان نے اسے بخوشی منظور کر لیا۔ اور اس مدد کے معاوضہ میں فی الفور انگریزی فوج عدن پر قابض ہوگئی۔ اور بغیر ہینگ لگی نہ پھٹکری ازروئے قانون اور ازروئے قبضہ دونوں طرح سے انگلستان عدن کا مالک ہوگیا۔ زیادہ تماشا کی بات یہ ہے کہ جہاز کے مالک کو بھی کسیطرح کا معاوضہ نہ دیا گیا۔"

اس مادی اور دیگر اخلاقی فوائد کے علاوہ اس اعانت کے صلہ میں انگلستان کو بابعالی کے مشوروں اور ملک میں استقدر اقتدار حاصل ہوگیا تھا کہ یہ کہنا مبالغہ میں داخل نہیں کہ کوئی کام انگریزی سفیر کے بلا استصواب نہیں کیا جاتا تھا۔ اور کل بنادر کی تجارت انگریزوں کے تصرف میں ہوگئی تھی ۔

سلطان محمود کی اصلاحات

سلطان مرحوم نے اپنے ملک کی جو بیشمار قابل قدر خدمات کیں اونمیں سے ایک یہ بھی تھی کہ اُسنے اون شہزادوں کی تعلیم و تربیت میں جنکی نسبت غالب گمان تھا کہ وہ اوسکے بعد تخت نشین ہونگے حتی الامکان کسیطرح کی کوتاہی نہ کی۔ لیکن عام مسلمانوں کی متعصبانہ جہالت اور مخالفت کی وجہ سے اونکی ایسے عمدہ طرز پر تربیت نہ ہوسکی جو اوسکی بڑی خواہش تھی۔ اور اسی وجہ سے وہ نقص جو محلسرا کی رہائش اور عورتوں اور کنیزوں یا متعصب ملاؤں کی صحبت سے پیدا ہوتے ہیں کچھہ نہ کچھہ ان شہزادوں کی طبیعت میں باقی رہے۔ مرحوم کے زندہ فرزندوں میں سب سے بڑا عبد المجید تھا۔ اوسکی عمر تخت نشینی کے وقت صرف ۱۶ برس کی تھی۔ جو عمر کامل تعلیم و تربیت کے باوجود بھی اتنی بڑی سلطنت کی کٹھن اور خطرناک حکمرانی کیلئے بہت ہی تھوڑی تصور ہوتی

مزید برآن اس نوعمر فرمانروا میں وہ عزم شجاعت اور مستعدی بھی نہیں تھی۔ جو ہر فرمانروا کیلئے اگر وہ ملک کیلئے
مفید ہونا چاہتا ہو ضروری ہے۔ تاہم ایک بڑی خوبی یہ رکھتا تھا کہ طبعًا ذہین اور غیر متلون مزاج ہونیکے علاوہ فرمانبردار
اور سعادتمند فرزند تھا۔ محمود نے مرتے وقت اُسے آخری نصیحت یہی کی تھی کہ اصلاح کی تکمیل اور اپنی رعایا کی جملہ اقسام کی
حالت کو بہتر اور ان کے خیالات کو روشن بنانے سے غفلت اور کوتاہی نکرے۔ اسی غرض کیلئے سلطان مرحوم نے
اوسے اصلاحی تدابیر و تجاویز کے اصول بتادئے اور ان کی اہمیت پہلے سے ہی بخوبی ذہن نشین کر دی تھی۔ خوش قسمتی سے
مشیر بھی ایسے ملگئے۔ جو روشن خیال اور اصلاح کے دل خواہاں تھے۔

محمود نے نظم و نسق سلطنت کے ہر شعبہ اور شاخ میں جو تغیر و تبدیل کیئے اونکو مفصل قلمبند کرنیکے لیئے ایک دفتر
درکار ہے۔ بنابرین صرف زیادہ اہم اصلاحات کا مختصر بیان درج کر دیا جاتا ہے۔ نہایت ضروری اور کمال اہم فوجی
اصلاحات کے بعد سب سے اول کام جو سلطان محمود نے ینگچریون کی ظالمانہ غلامی سے رہائی پاتے ہی کیا وہ یہہ تھا کہ فرمان
شاہی صادر کر کے پولیٹیکل مجرموں کی جائیداد ونکی ضبطی کے دستور کو موقوف کر دیا اور گورنروں سے موت و حیات
کا اختیار چھین لیا۔ قبل ازین تمام ایسے شخصوں کی جائیداد جن کو پولیٹیکل جرائم کی علت میں موت یا جلاوطنی کی سزا دیجاتی
ضبط کر لیجاتی تھی۔ جس قبیح دستور سے یہی نہیں کہ مکروہ ترین قسم کے مخبروں اور جاسوسوں کی ایک وسیع جماعت
قائم ہو گئی ہوئی تھی۔ بلکہ حکومت کو بھی ہر وقت ظالمانہ افعال کی تحریک و تحریص ہوتی رہتی تھی۔ پاشاؤں
یعنی گورنران علاقہ کو اس سے پہلے یہ خدائی اختیار حاصل تھا کہ اونکی انگلی کے اشارہ پر انسان فورًا ہلاک کر دیا جاتا
تھا۔ محمود نے تاکیدی و قطعی احکام نافذ کر دیئے کہ آئندہ جب تک باضابطہ تحقیقات کے بعد قاضی (یعنی مجسٹریٹ
یا جج) حکم سزا نافذ اور حکم سزا پر اپنا دستخط ثبت نکرے کوئی پاشا۔ یا آغا یا اور عہدہ دار کسی شخص کو خواہ
وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم موت کی سزا نہیں دے سکتا۔ بلکہ قاضی کا فیصلہ بھی ناطق نہیں ہے۔ ملزم اوس کے
فیصلہ کی اپیل پہلے ایشیا یا یورپ (اناطولیا یا رومیلیا) کے قاضی عسکر کے پاس اور پھر خود سلطان کی
خدمت میں کر سکتا ہے۔

سلطان نے ان منصفانہ احکام کو نافذ کر دینے پر ہی قناعت نکی۔ بلکہ اپنے افعال سے بھی اصلاح کی نظیر
قائم کی۔ انتظام سلطنت کی محنت و مشقت سے دل چرا کر ہر وقت محلسرا میں گھسے رہنے کی بجائے وہ دیوان کے اجلاس
میں باضابطہ شریک ہوتا۔ یہ بدرواج دو صدیوں سے سلیمان قانونی کے وقت سے شروع ہوا تھا۔ اور جیسا کہ پہلے لکھا
جا چکا ہے سلطنت کے تنزل کا ایک یہ بھی بھاری سبب تھا۔ اوقاف کی خرابیوں میں سے بھی اکثر کا انسداد کر کے
اوسنے اونکا انتظام گورنمنٹ کی نگرانی میں کر دیا۔ مگر افسوس عام نارضگی کے زیادہ خطرناک ہو جانے اور کٹر ملاؤں
کو مخالفت کا مزید بہانہ ملجانے کے خوف سے وہ مقننے کو برلن کی نیک نظیر سے فائدہ اوٹھا کر اوقاف کی آمدنیوں کو جو بلا مستثنیٰ

ہر جگہ زیادہ تر مفت خوروں - کاہلوں اور غاصبوں کی بھینٹ چڑھ رہی ہیں استحکام سلطنت و ملت کیلئے سرکاری مصرف میں لانے کی جرأت نہ کر سکا۔ لیکن یہ امر بھی آفرین ہے کہ فوجی جاگیروں کے معاملہ میں جو سلطنت کی محاصل کے حصہ کثیر کو دبائے ہوئے تھیں اوس نے کسی خدشہ کی پروا نہ کی - ان فوجی جاگیروں سے تیماروں اور زعامتوں سے عرصہ دراز سے وہ غرض حاصل نہیں ہوتی تھی جس کے لئے وہ قائم کیگئی تھیں - اوس نے یک قلم ان کل جاگیروں کو ضبط کر کے بیشمار خرابیوں کے منبع کو مسدود اور سلطنت کی آمدنی کو اضعافاً مضاعفہ بڑہا لیا۔ اون مقامی امراء کے اختیارات کی بیخکنی بھی جو درہ بیک کا خطاب رکھتے تھے۔ اور جاگیری طریقہ کے بگڑ جانے سے سلطنت کے تقریباً ہر حصہ میں چھوٹے چھوٹے خود مختار بادشاہ بن گئے ہوئے تھے کچھ کم ہمت و جرأت اور اہمیت کا کام نہ تھا - یہ لوگ اسقدر بیشمار اور اسقدر شورہ پشت ہو گئے ہوئے تھے کہ سلطان جنت مکان آسانی یا سرعت کے ساتھ اس معاملہ میں کامیاب نہ ہو سکا اس غرض کیلئے بیشمار معرکہ آرائیاں ہوئیں - اور عرصہ تک بغاوتوں کا بازار گرم رہا - لیکن محمود کا استقلال رفتہ رفتہ اس خرابی پر بھی غالب آگیا - اور بالآخر کل سلطنت میں جزیرہ قبرس ایسا علاقہ رہ گیا جہاں کے درہ بیکوں کو سابقہ اختیارات شاہانہ حاصل رہے۔ مالی مشکلات کے سلجھاؤ میں بھی اوس نے بیشتر مہارت اور قابلیت ظاہر کی - اور اس معاملہ میں قابلترین کوبرلی وزیر سے بھی گوئے سبقت لیگیا - اوس نے تمام ایسے محاصل جن سے آمدنی تو بہت کم ہوتی تھی مگر رعایا یا رعایا کی بعض اقسام کو اون سے سخت تکلیف پہنچتی تھی یک قلم موقوف کر دیا - اور ۲۲ فروری [illegible] کو فرمان سلطانی جاری کر کے رسد وغیرہ لینے کو جو سرکاری عہدہ داران مقامات میں سے گذرتے یا دورہ کرتے وقت باشندوں سے لیا کرتے تھے سخت ممانعت کر دی جس کی تقلید ۱۸ برس تک ہندوستان میں منصف مزاج انگریز گورنر بھی نہ کر سکے اور [illegible] میں اگر کی بھی تو صرف ایک صوبہ ہی کے بیدار مغز حکمران مسٹر [illegible] نے مالگذاری و محاصل کی بانصافانہ تشخیص کی قسط کے علاوہ دوسری طرح کے تحصیل اور وصولیوں کو ناجائز قرار دیدیا - اس فرمان کے چند الفاظ حسب ذیل ہیں

"یہ کسی سے مخفی نہیں کہ اپنی تمام رعایا کو اذیت رسان کارروائیوں کے برخلاف مدد دینا - اور اون کے بوجھوں کو بڑھانے کی بجائے ہلکا کرتے رہنے کی کوشش کرنا اور اون کے آسائش و اطمینان کو متیقن کرنا مجھ پر فرض ہے پس یہ ظالمانہ افعال خداوند کریم کے حکم اور میرے شاہانہ احکام کے صریح منافی اور نقیض ہیں"

خراج[1] یعنی جزیہ (جسے کریسی اور کل عیسائی مؤرخ تسلیم کرتے ہیں کہ نہایت ہلکا اور سبک ہوتا تھا اور ہے اور مزید برآں اسکے معاوضہ میں جزیہ دہندگان ہر طرح کی فوجی خدمت سے معاف ہو جاتے ہیں) گو مقدار میں ہلکا ہوتا تھا

[1] جزیہ کا صرف فوجی خدمت کا بدل ہونا اس سے مزید بر سر درست ہو جائیگا کہ یونانی اور اناطولی جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے خراج یا جزیہ بالکل ادا نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ فوجی خدمت دیا کرتے تھے - برعکس اسکے [illegible] کے ترک اور مسلمان جو خاص [illegible] کی وجہ سے فوجی خدمت سے معاف کر دیئے گئے تھے برابر جزیہ ادا کرتے تھے - کیا اسکے بعد بھی مخالفین کو جزیہ کی حقیقی ماہیت کے سمجھنے میں کسی طرح کی غلط فہمی باقی رہ سکیگی؟ مؤلف

لیکن عرصہ دراز سے سرکاری محصلون کی بدسلوکی اور متکبرانہ برتاؤ کے باعث غیر مسلم رعایا پر ظلم وستم کرنیکا ارتکاب کیا ہوا تھا۔ متذکرہ صدر فرمان مین عادل و منصف سلطان نے اوسکی تحصیل و تشخیص کے پرانے طریقہ کو بھی منسوخ کر دیا اور حکم دیا کہ آیندہ اوسکی وصول کرنیکے ہر ضلع مین ایک خاص کمیشن مقرر کیا جائے جسمین قاضی اور مسلمان گورنر کے علاوہ کلیسیان یعنے ہر ضلع کی غیر مسلم رعایا کے منتخب کردہ میونسپل ممبر بھی شامل ہون۔ انکے علاوہ اور بھی کئی مالی اصلاحیں کیگئیں جنکا تذکرہ طوالت کا باعث ہوگا۔ یہ انہی اصلاحات کی طفیل تھا کہ یونان۔ والیشیا۔ مالڈیویا سرویا۔ مصر۔ شام۔ علاقہ کاکیشیا اور البانیا کی آمدنیان بالکل بند ہوگئی تھیں۔ اور انکے برعکس فوجی و دیگر اصلاحات معاہدون اور تاوانون کیوجہ سے پہلو کی نسبت خرچ بہت بڑھ گیا تھا لیکن پھر بھی سلطان مرحوم کو کبھی قرض لینے کی ضرورت نہ پڑی۔ اور کل خرچ آمدنی سے کبھی بڑھنے نہ پایا۔ اور مزید خوبی یہ کہ رعیت پر بھی کبھی سختی نہ ہوئی۔ بلکہ اوسکی کئی سختیان دور ہوگئیں۔ خلیفہ مرحوم کی ایک اور بیبدیل اصلاح یہ تھی کہ اوسنے شاہی دربار اور گورنمنٹ کے تمام اور عملہ کو بہت سادہ مگر مستحکم بنا دیا۔ بیشمار اسامیان جو محض مفت خورون اور خوشامدیون کی شکم پروری کا ذریعہ تھیں موقوف کر دین۔ اور تاکہ کفایت شعاری اور رعیت کی خیرخواہی کی زیادہ تر قایم ہو تخفیف کا کام پہلے اپنے شاہی اخراجات سے شروع کیا۔ تمام ایسے عہدے یا منصب جنکے متعلق کوئی کام نہ تھا۔ اور تمام ایسے تنخواہدار اور عہدہ دار جو کسی مفید کام پر مامور نہ تھے بیدریغ منسوخ اور موقوف کر دیئے۔

سلطان مرحوم رحمدلی ہی پر لے درجہ کا تھا۔ بچون سے اوسکو نہایت الفت تھی۔ اور یہ ایسی الفت ہوگی کہ کم لوگون اور بیرحمون مین شاذ و نادر ہی پائی جاتی ہے۔ الغرض یہ ایسی نامور محب قوم و ملت کی طفیل ہے کہ دنیا مین اب تک عثمانیہ خلافت قایم و موجود ہے۔ اور اس مین کوئی شبہ نہین ہوسکتا کہ خداوند نے ایسے نیک بندہ کو اوسکی مساعی حسنہ کے بیبدیل جانکاہیون کا وافر صلہ عطا فرما دیا ہوگا۔ اور رسول مقبول کے دربار مین اوسے ممتاز منزلت حاصل ہوگی۔

اللّٰہم اغفرہ وارحمہ۔

قدیم و جدید ترکی علم ادب

ناظرین کو صفحات ماقبل سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ سلطان محمود کا عہد حکومت ایک ایسے انقلاب و تجدید کا تھا جب خیال اور بیجا و متعصبانہ تقلید سے بیزار ہو کر جمہور اسلامی وسیع خیالی پر کاربند ہو کر ضروریات زمانہ کو پورا کرسکنے کی قابلیت پیدا کرنیکیلئے لازمی استعداد و قابلیت کے حصول کیلئے جوش کے باہم جد و جہد کا زمانہ تھا۔ فریقین مین سالہا سال ایسی سختی سے مقابلہ و مجادلہ جاری رہا کہ عرصہ تک وثوق کے ساتھ نہین کہا جاسکتا تھا کہ کون فریق غالب آئیگا۔ مسلمانونکی خوش قسمتی سے سلطان مرحوم کا استقلال اور مستقلہ عزم و ثبات خطرات عدیدہ و مشکلات عجیبہ کا مردانہ وار مقابلہ کرنے پر آخر غالب آگیا۔ اور انقلابی زمانہ اسطرح سے بخیر و خوبی منقضی ہوکر کیونکہ اس سے بڑھکر خیریت کیا ہوسکتی ہے کہ خاندان عثمانیہ اس انقلابی جد و جہد مین غرق ہو جانیسے

محفوظ اور بالآخر کامیاب رہا) ترقی و صلاح ضروریہ کا دور شروع ہوگیا۔ پولیٹیکل اور مذہبی خیالات کی بدلنے پر قوم کے لٹریچر میں بھی لازمی طور پر تغیر عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت ترکی لٹریچر کی ہوئی جس کے متعلق اس موقعہ پر سلطان اور نئی صلاحات کو دورہ کے حالات شروع کرنے سے پہلے چند سطور کا لکھدینا شاید نامناسب نہ ہوگا۔

محمد چہارم کے عہد کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ ترکی شعراء نے ایرانی طرز کی تقلید شروع کر دی تھی۔ اور نابی نے صائب کی فلسفیانہ اور اخلاقی انداز کی ترکی میں نہایت خوبی سے نقل اُتار کر اپنے قومی لٹریچر میں اوسکو رائج کر دیا تھا۔ احمد ثالث کے عہد (۱۷۰۳ء تا ۱۷۳۰ء) میں سب سے مشہور شاعر ندیم گذرا۔ جو ممتاز ترین قدیم شعراء میں شمار ہوتا ہے۔ اپنے انداز تحریر کا جو تمام متقدم ایرانی و ترکی شعراء کی طرز سے مختلف تھا خود ہی موجد تھا۔ اور اب تک کسی کو اسکی نقل و تقلید کی ہمت نہیں پڑی۔ اوسکی غزلوں میں نہایت ہی موزوں اور برمحل الفاظ کی بے نظیر نشست کی خوبی کے علاوہ ایک بڑا وصف یہ تھا کہ اون سے سامعین کے دلوں کو ایسی شگفتگی اور فرحت بخش تازگی پیدا ہوتی ہے کہ اور کوئی ترکی شاعر اس رنگ کو ایسی عمدگی سے نہیں نبھا سکا۔ غزلوں کے علاوہ اوسنے بہت سے قصائد بھی لکھے۔ جو نفعی کے قصائد سے زیادہ لطیف اور شاندار ہیں اور ان سے کم نہیں۔ اور ساتھ ہی اسکے سوا عمدگی مذاق اور سہل و آسان تشبیہ و استعارہ کا وصف رکھتے ہیں۔ اسکی زندگی کے حالات اسکے سواء بہت کم معلوم ہیں۔ کہ وہ قسطنطنیہ میں رہا۔ اور ابراہیم پاشا وزیر اعظم نے اوسکو اپنے قایم کردہ کتب خانہ کا محافظ مقرر کر دیا تھا۔ اور کہ وہ ۱۷۳۰ء تک ابھی زندہ تھا۔ اسکے ساتھ قدیم عثمانیہ لٹریچر کا کلاسیکل زمانہ ختم ہوا۔ اس لٹریچر کے فروغ کی ابتدا نفعی سے ہوئی۔ اور ندیم کی وفات پر ختم ہوا یعنی احمد اول کی تخت نشینی (۱۶۰۳ء) سے لیکر احمد ثالث کی عزل (۱۷۳۰ء) تک رہا۔

محمد فاتح کے وقت تک کے قدیم ترکی نثر نویسوں کا بھی پہلی جلد میں مجمل ذکر ہو چکا ہے۔ اوس سے بعد کے چند مشہور ناثروں کا مختصر ذکر اس جگہ کیا جاتا ہے۔ سلیمان اول کے عہد میں علی چلپی نے جو انسائیکلوپیڈیا نویسی کا بھی گویا موجد ہے۔ انوار سہیلی کا فارسی سے ترکی میں منظوم ترجمہ کیا۔ جو ہمایون نامہ کے نام سے مشہور ہے۔ علی چلپی کے بعد سعد الدین مشہور ناثر گذرا۔ وہ مراد ثالث کا جسنے (۱۵۷۴ء سے ۱۵۹۵ء تک حکمرانی کی) اتالیق تھا۔ اوسنے اپنے شاگرد کے لیئے خاندان عثمانیہ کے اولین نو تاجداروں کی تاریخ لکھی۔ اور اوسکا نام تاج التواریخ رکھا۔ عثمانیہ ترکوں نے اپنی قوم کے شاہی خاندان اور اپنی سلطنت کی فتوحات کو ضبط تحریر میں لانے میں کبھی لاپروائی نہیں کی یہی وجہ ہے کہ اونکے پاس اس نامور سلطنت کی مکمل تاریخ سلسلہ وار موجود ہے۔ تاج التواریخ اس تاریخی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ اور نہ فقط رنگینی عبارت بلکہ تاریخی صداقت کے لحاظ سے بھی نہایت ممتاز اور بے نظیر مانی گئی ہے۔ اس عالم مؤرخ کی بعض فقرات کا ترجمہ فتح قسطنطنیہ[1]

---

[1] تاج التواریخ کے اوس حصہ کا ترجمہ جو فتح قسطنطنیہ کے متعلق ہے کتاب حالات قسطنطنیہ کے ایک ضمیمہ میں بجنسہٖ درج کر دیا گیا ہے۔ مؤلف۔

کے حالات میں ہو چکا ہے۔ یہ کتاب از اول تا آخر مسجع یعنے نثر منظوم میں لکھی گئی ہے اور جا بجا سر آوردہ ترکی و فارسی شعرا اور خود مصنف کے اپنے اشعار و قطعات کو درج کر دیے جانے سے اوسکی رونق اور دو بالا ہو گئی ہے۔ منتخب الشعرا کے بعد کے شاہی مورخون میں سے نعیمہ صاحب کا کچھ ذکر ضمناً محمد چہارم کے حالات میں ہو چکا ہے۔ خاص ذکر کے لائق ہے اوسکی کتاب میں سنہ ۱۰۹۱ھ سے لیکر سنہ ۱۱۶۰ھ تک کے واقعات درج ہیں۔ اور گو وہ لاادبی اور شگفتگی میں اوسکی تحریر کسی سے کم نہیں۔ لیکن تاج التواریخ کے برعکس اوسکی عبارت نہایت سادہ اور صاف ہے۔ پیچ در پیچ استعارون کنایون اور تشبیہون و استعارون کا نام تک نہیں۔

اولیا افندی بھی جسے ترکون کا ابن بطوطہ یا ابن جبیر یا سر جان منڈیول[1] کہنا غلط یا مبالغہ آمیز نہیں ہو سکتا مشہور ناثر اور سیاح گذرا ہے۔ اوسنے پرانی دنیا کے تینون عظیم براعظمون میں دور و نزدیک کئی سفر کیے اور آخر قسطنطنیہ واپس آکر اپنے کل مشاہدات اور تجربون کو ایک ضخیم کتاب میں قلمبند کیا جس کا ترجمہ تقریباً کل یوروپین زبانون میں ہو چکا ہے مگر افسوس ہندوستان یا ایران کے مسلمانون میں شاید دس شخص بھی زمانہ حال کے اس بلند ہمت مسلمان سیاح کے نام سے واقف نہیں ہونگے۔ ہندوستان کے مسلمانون اور اونکی زبان سے اس اجنبیت اور لاپروائی کے قابل شرم نقص کا مٹانے کے لیے مولف کتاب ہذا انشاء اللہ العزیز سفرنامہ اولیا افندی کا ترجمہ عنقریب شائع کرنے کی کوشش کریگا۔

حاجی خلیفہ نے بھی جو سنہ ۱۰۶۸ھ میں فوت ہوا اور جسے بعض اوقات کاتب چلپی بھی پکارتے ہیں تاریخ علم الرجال جغرافیہ اور دیگر مضامین پر بہت سی بیش قیمت کتابیں تحریر کیں سنہ ۱۷۲۸ء میں ترکی میں پہلی مطبوعہ کتاب جو ایک عربی لغات کا ترکی ترجمہ تھی شائع ہوئی۔ ترکی میں پہلا چھاپہ خانہ ابراہیم پاشا نے قائم کیا تھا جسکا انتظام اور نگرانی ایک ہنگری نومسلم کے سپرد تھی۔

پرانی طرز کے چار بڑے شاعرون میں سے آخری شیخ غالب ہے۔ جو سلطان سلیم ثالث کے وقت میں گذرا۔ اوسکی کتاب حسن و عشق ترکی ذہانت اور نازک خیالی کے بہترین آثار میں شمار ہوتی ہے فضولی نفعی اور ندیم کیطرح شیخ غالب نے بھی تقلید کرنے کی بجائے اپنی ایک خاص طرز اختراع کی۔ جو تمام سابقہ شعرا کے انداز سے بالکل ممیز ہے۔

سلطان محمود کے عہد میں ملکی قانون اور رسم و رواج کیطرح ترکی لٹریچر کا بھی نیا دور آغاز ہو گیا۔ اور اسپر بھی جدید یعنے یوروپین رنگ چڑھنا شروع ہو گیا۔ اور آخر رفتہ رفتہ بالکل یوروپین مذاق کے مطابق ہو گیا۔ اس تغیر کے آثار

[1] اس نامور انگریز سیاح نے تمام مصر فلسطین ترکستان ہندوستان اور چین وغیرہ کی سیاحت میں ۳۴ برس صرف کیے اور پھر لندن واپس آکر اپنا سفرنامہ انگریزی لاطینی اور فرانسیسی میں شائع کیا۔ گرا اس میں ناممکن و محال قصون افسانون کو بھی جا بجا ٹھونس دیا ہے سنہ ۱۳۰۰ء میں پیدا اور سنہ ۱۳۷۲ء میں فوت ہوا۔ اوسکا انگریزی سفرنامہ پہلی مرتبہ سنہ ۱۸۹۱ء میں طبع ہوا۔ مولف

جیسا کہ قاعدہ ہے نظم کی نسبت نثر میں پہلے ہویدا ہوئے اس انقلاب زمانہ کے مشہور ترین شعراء وصیف وعزت مولا اور شاعر خاتونوں میں عفت اور نسیلا ہیں۔ وصف پہلا ترکی شاعر ہے جس نے قسطنطنیہ کی عام بول چال یعنی ٹکسالی زبان میں شعر کہنے کی کوشش کی۔

انیسویں صدی کے وسط میں ترکی لٹریچر کا انقلابی زمانہ ختم ہو کر جو نیا قالب اوس نے اختیار کر لیا تھا اوس کی تکمیل کا دور شروع ہو گیا۔ اور نئے قالب میں روح بھی نئی ڈال گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی لٹریچر نہ فقط ظاہری شکل وصورت بلکہ مذاق وانداز اور سپرٹ میں بھی ایسا بدل گیا ہے کہ آجکل کے مشہور ترین ترکی ادیب کی نظم یا نثر کو موجودہ صدی کے پہلے ربع کا ادیب اول تو سمجھ ہی نہ سکتا۔ اور اگر بمشکل اوسکا مطلب سمجھ بھی لیتا تو اس طرز و مذاق کو سخت ناپسند کرتا۔ چند عشروں میں یکبارگی ایسا تغیر عظیم فرانسیسی زبان اور لٹریچر کے پڑھنے سے جسکا رواج صدی کے صرف تیسرے ربع میں ہی عام ہو گیا تھا۔ واقع ہوا۔ اس مغربی زبان کی تعلیم کا فی الواقع حیرت انگیز اثر پڑا ہے۔ چنانچہ آجکل جو ترک علمی میدان میں شہرت کا طالب ہو۔ اوسکی تمامتر کوشش اسی پر منحصر ہوگی کہ تحریر میں سلاست ہو لیکن آورد اور تصنع کی بو تک نہ پائی جائے تحریر بھی تقریر کیطرح بلا تکلف اور عین فطرت کے مطابق ہو۔ پرانی سجع نویسی اور لمبے چوڑے استعاروں اور کنایوں کا نام ونشان نہیں رہ گیا۔ اونکی جگہ سیدھے سادھے اور صاف صاف الفاظ نے لے لی ہے۔ لکھنے والے کو اب بھی الفاظ کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ مگر رنگینی اور شوخی کیلئے نہیں بلکہ اسلئے کہ ایسے الفاظ منتخب کئے جائیں جو نویسندہ کے مدعا کو صحیح ترین اور بہترین طریق سے ظاہر کر سکیں۔ ڈراما (ناٹک) نویسی کا بھی جسے پہلے ترکی میں کوئی جانتا تک نہ تھا عام رواج ہو گیا ہے۔ اور بڑے بڑے مستند نویسندوں نے لٹریچر کی اس شاخ کو پسند کیا ہے۔ نظم بھی تقریباً یورپین طرز کی ہو گئی ہے اور غزلوں وقصیدوں میں ایک ہی وزن اور ردیف و قافیہ کی پابندی تقریباً بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ زبان میں بھی اسیطرح بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے۔ اکثر پرانے الفاظ بیقاعدہ ہونے کی وجہ سے متروک ہو گئے ہیں۔ اور بیشمار الفاظ کے معانی میں جدید خیالات اور تصورات کو ادا کرنے کی ضرورت کو پورا کرنے یعنی جن کے اظہار کیلئے زبان میں پہلے کوئی انتظام نہ تھا کم وبیش رد وبدل کر دیا گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب دیگر تغیرات بلا مزاحمت نہ ہو سکے تو زبان ایسی پیاری چیز میں قدیم رسم ورواج کے فدائی کب آسانی سے تبدیلی ہونے دیسکتے تھے۔ پرانے ترکی لٹریچر اور ایرانی طرز کے دلدادوں اور تمام نئی چیزوں سے نفرت کرنے والوں نے ان تغیرات کی بڑے زور سے مخالفت کی۔ بلکہ اب تک کر رہے ہیں مگر زمانہ کی رفتار کو کون روک سکتا ہے اس دنیا کے لوازمات میں ہمیشہ تغیر وتبدل اور اونکی تجدید ہوتے رہنا عین فطرت انسانی ہے۔ ترکوں کی خوش نصیبی تھی کہ محکومی سے پہلے اونہوں نے ترقی یافتہ اقوام کی خوبیوں کو جن کے خداوند کریم کی نظروں میں محبوب ہونیکا بدیہی ثبوت اونکی یہی ترقی ہے لینا شروع کر دیا۔ اور اسطرح محکومی کے خطرہ کو بہت کچھ مٹا دیا۔ ورنہ اگر یہی پست خیالی تنگ نظری اور استبداد میں چندے اور مبتلا رہتے تو آج اکثر ایشیائی اقوام کیطرح اونکی آزادی بھی زمانہ گذشتہ کی کہانی ہو چکی ہوتی۔

ان مخالفون نے زور بہت لگایا لیکن آخر میدان ہار گئے اور پیرس نے فیروز کی جگہہ لیلی۔ مگر اسی پر اکتفا کرکے ترقی کو دور کو روک نہین دیا گیا بلکہ سلطان عبد المجید خان ثانی غازی کی بیدار مغزی اور سچی حب الوطنی اور ساتھہ ہی قوم کی مزید خوش قسمتی سے اب دس بارہ برس سے پیرس کی جگہہ برلن کے حوالہ کر دیگئی ہے۔ اور جسطرح اب سے بیس برس پہلے قسطنطنیہ کے ہر گلی کوچہ اور بازار مین پیرس کے نازک خیال اور لطیف طبع بانکون کی زبان یعنے فرنچ سنائی دیا کرتی تہی۔ آج اوسیطرح دوکان دوکان پر مستعد وجفاکش اور نازک خیال کو چھوڑ کر علمی جد وجہد کو مقدم سمجھنے والے بہادرون اور اعلے درجہ کے صناعون تاجرون سائنٹیفک ماہرون ہر فن وعلم مین کمال رکہنے والون اور منتظیم سپاہیون کی قوم یعنے قوم جرمن کی زبان بولی اور سنی جاتی ہے۔ جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ خوش نصیب ترک اور اونکا حقیقی غمخوار اور سچا خیر خواہ ملک و ملت فرمانروا اپنی قوم کو ہر میدان کیلئے تیار کرنے کی ضرورت اور ترقی کے جملہ وسایل تدابیر سے واقف ہی نہین بلکہ اول الذکر کو پورا اور آخر الذکر سے استفادہ کرنے مین بھی کسیطرح کی کوتاہی نہین کر رہا۔ اور یہ اسی کمال دوراندیشی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ترکی ایسی سلطنت کے نہ صرف دار الخلافہ بلکہ دور دراز مقبوضات مین بھی جہان چند برس پہلے علم وفضل کا نام ونشان مفقود تہا اور ابہی کسیکو نہین مشرقی الدماغ اور پہہ مسلمانون کو تعلیم وتعلم کا فدائی دیکہہ رہے ہین۔ محض کتابی و دماغی تعلیم نہین جو قوم کی سینکڑون ضرورتون مین سے صرف ایک کو پورا کرتی ہے بلکہ بطریق احسن صنعت وحرفت اور دستکاری اور فنون کی ادنے واعلے تعلیم کیلئے بہی جسکا انتظام صرف سرکار کی مدد پر نہین چہوڑ کر وہ ذاتی ہمت کوشش سے ہی کر رہے ہین۔

سلطان محمود جنت آشیان نے قوم کو اونکی مخالفت کے باوجود پستی وتنزل سے نکلنے اور ترقی کرنیکے وسایل سے آگاہ کیا اور نئی عمارت کی بنیادین تیار کین۔ اوسکے بیٹے کے عہد مین دوراندیش وزرا نے اس عمارت کو اوپر بڑھایا۔ اور چونکہ فرانسیسیون کی زبان اور خیالات موجودہ ضروریات کی جمیع لوازم کو ساتھہ لیتے ہوئے ہیکے ماسوا بہت کچہہ ایشیائی مذاق سے مشابہت رکہتی تہے اوسکو اپنی قوم کی تعلیم کیلئے پسند کیا جس سلسلہ استفادہ کو باحسن طریق قایم رکہکر سلطان عبد الحمید نے اپنی قوم کو اپنے پاک مذہب کی حقیقی اور خالص تعلیم اور اوس کے برکات سے مستفید کرتے رہنے کے ساتھہ ہی اوس قوم کا شاگرد اور شاگرد رشید بنا دیا ہے جسکی دنیا کے ہر میدان مین حیرت انگیز ترقی کو دیکہکر اور تو اور انگریز اور فرنچ تک انگشت بدندان ہو رہے ہین۔ یہ اسی شاگردی کا اثر ہے کہ قوم کی حقیقی تعلیم وتربیت کے معاملہ مین جو منتظیم تجربہ کیا اور یہ کارروائی عملی طور پر طرابلس الغرب اور کردستان ایسی صوبجات عثمانیہ مین شروع ہو گئی ہے۔ اوسکا عشر عشیر بہی ہندوستان وایران تو کیا کئی یوروپین ممالک تک مین نہین پایا جاتا۔ مگر کجا بود اشہب قلم تاختم۔

یوروپین اور بالخصوص فرانسیسی رنگ نمایان طور پر جن ترک مصنفون کی تحریرون مین پہلے پہل دکہائی دیا وہ عاکف اور رشید پاشا ہین۔ لیکن اصلاح کے اس ابتدائی مرحلہ کو کمال تک پہنچانیکا فخر شناسی آفندی کو حاصل ہے جو ۱۸۷۱ء مین فوت ہوا۔ اس میدان مین کمال بک شاعر اکرم بک اور حامد بک نے شناسی کو منتظیم مدد دی۔ کمال بک ترکی کے

قابل ترین اور کمال ذہین ادیبون مین شمار کیا گیا ہے ۔ اور اوسکے اوصاف وکمالات علمی کے سب معترف ہین ۔ اکرم بک مشہور ادیب مین قسطنطنیہ کے سول کالج مین لٹریچر کا پروفیسر تہا ۔ حامد بک ترکی ڈرامانویسون مین ممتاز ترین گنا جاتا ہی فرانسیسی مذاق کے غلبہ کے زمانہ مین ترکی شاعری کا رنگ و انداز اور اوسکا کمال رقت انگیز اور درد سے بہری ہوتی تہی ۔ اور ترکی شاعر زیادہ تر مرجہائے ہوئے پہول ۔ ناکامیون اور ہجوم افکار کے رنج و صدمہ سے گہل گہل کر عنقریب آغوش لحد مین لیٹنے والی نازنین لڑکی پر رقت انگیز مضامین پر طبع آزمائی کیا کرتے تہے جن کی شیرین مگر حزن آلود نظمون کو پڑھکر خود بخود یہ خیال پیدا ہوجاتا تہا کہ ایک بہادر لیکن رحمدل قوم اپنے انجام کو قریب پہنچتا ہوا دیکہکر جس انجام کا وہ بلا خوف و خطر انتظار کر رہی ہے ۔ لیکن جسکے ٹلجانے کی کوئی توقع نہین رہگئی ۔ غالبًا بعالم بیخبری و محویت بلاکسی قصد کے اس تصور سے اطمینان حاصل کر رہی ہے کہ تمام خوبصورت چیزون کا بہی آخر انجام بہیانک موت ہی ہے مگر خدا کا شکر ہے کہ ترکی قوم اور اوس کے شعرا خیالات و تصورات کی اب یہ کیفیت نہین رہ گئی ۔ ایسے دس پندرہ برس پہلے پولیٹیکل اور تمدنی حالت ہی ایسی مایوسی بخش ہو رہی تہی کہ اگر جدید فرانسیسی شاعری کی زنانہ نازک طبعی اور رقت انگیزی کا اثر نہ بہی ہوتا ۔ تو بہی خود بخود قوم اور اوسکے انشا پردازون پر گردو پیش کے حالات دیکہکر مایوسی کے طاری ہوجانیکے لئے کافی اسباب موجود تہے ۔ لیکن اب جرمنون کے مردانہ لٹریچر کے اثر اور ذاتی استحکام و طمانیت کے عالم سے ترکی لٹریچر اور نظم مین پہر وہی شجاعانہ عزم و استقلال اور مردانہ شگفتگی ۔ فاتحانہ امنگین حب الوطنی کا جوش اور مستقبل امید و نصرت کی بانکپن ٹپک رہی ہے ۔ جو فاتح شام و مصر و ایران و عرب جانبازون کی چیزون ہی ٹپکا کرتی تہی ۔ اور گو فتح تہسلی سے ڈیڑہ سال ہی بعد کریٹ کو نکلجانے سے بظاہر حوصلے پہر کسیقدر سرد پڑ گئے ہین ۔ لیکن ایسی خفیف ناکامیون سے اب اس نئے جوش مین جو فتحمندی کا پیش خیمہ ہے کوئی فرق نہین پڑسکتا ۔ واللہ خیر الناصرین ۔

باب (۱۴)

سلطان عبد المجید کی ملکی و فوجی اصلاحات تنظیمات ۔ اوسکے عہد حکومت کے ابتدائی چند برسون کے واقعات ۔ روسی اغتصاب و سینہ زوری ۔ محاربہ کریمیا عہدنامہ پیرس ۔ خط ہمایون ۔ سلطان عبد العزیز کی تخت نشینی ۔ محاربہ کریٹ

رومانیا و سرویا کی آزادی۔ سلطان کا سفر یوروپ۔ روس کا عہدنامہ پیرس کے اہم حصہ کو منسوخ کر دینا۔ ہرزی گوینا مین فساد۔ ملک کا دیوالہ۔ سلطان عبد العزیز کی معزولی اور شہادت۔ مراد پنجم کی تخت نشینی اور عزل۔ موجودہ خلیفۃ المسلمین عبد الحمید خان ثانی الغازی کی تخت نشینی۔ اون کے عہد کی مختصر تاریخ۔ اور

خاتمہ کتاب۔

یہ پہلے لکہا جا چکا ہے کہ گو سلطان عبد المجید مین کئی کمزوریان مقتضائے سن بالطبیعت تہین لیکن ایک بڑا وصف رکہتا تہا کہ اپنے باپ کا سعادتمند اور فرمانبردار بیٹا تہا اور ملک کی خوش نصیبی سے اوسی اپنے باپ کو تا بقدر ذرا بہر پورا پورا راہبر و سمجہتا تہا۔ چنانچہ تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی مصری مشکلات کے باوصف پہلا کام جسکی طرف وہ متوجہ ہوئے وہ باپ کی شروع کردہ اصلاحات کی تکمیل تہی جسغرض کیلیے اونہون نے تمام سابقہ اور جدید اصلاحات کو یکجا ایک فرمان مین جمع کر دیا۔ اور یہ فرمان ۳ نومبر سنہ ۱۸۳۹ء کو رشید پاشا نے ایک شاہی محل موسومہ گلخانہ مین سلطنت کے تمام بڑے بڑے عہدہ دارون۔ کل مذاہب کے مقتداؤن اور جملہ سفرائے ممالک غیر کے روبرو پڑہ کر سنایا۔ یہ فرمان اسی محل کے نام سے فرمان گلخانہ کے نام سے مشہور ہے اور اسکو تنظیمات بہی کہتے ہین۔ کیونکہ سلطنت کے نظم و نسق کے متعلق اسمین جدید وضع کردہ بنیادی قوانین اور آئین منضبط تہے۔ یہ فرمان بسبب طوالت بجنسہ درج نہین کیا جا سکتا۔ صرف اسکے اہم مطالب کے اندراج پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ سلطان نے تمہید مین بیان کیا کہ یہ فرمان اسغرض سے شایع کیا گیا ہے کہ جدید قوانین کے ذریعہ سلطنت عثمانیہ کو صوبجات کیلیے معقول انتظام کے فوائد اور خوبیون کو حاصل کرنے کی کوشش کیجائے۔ ان قوانین کے اہم مطالب حسب ذیل ہونگے:۔ اول۔ سلطنت کی جملہ رعایا کی جانون اور اونکی ناموس عزت اور املاک کی کامل حفاظت کا بندوبست کیا جائے۔ دوم۔ محاصل کی تشخیص اور وصولی کیلیے کل سلطنت مین یکسان اور باقاعدہ طریقہ مقرر کیا جائے۔ سوم۔ اسیطرح فوج کیلیے سپاہیون کی بہرتی اور فوجی خدمت کی میعاد کی تعیین کا باقاعدہ بندوبست کیا جائے۔ چہارم۔ اجارہ کا قاعدہ منسوخ کر دیا جائیگا۔ پنجم۔ ہر ایک شخص کی حسب حیثیت محاصل وصول کیئے جائینگے۔ ششم۔ ہر ایک صوبہ کی ضرورتون کے حسب حال بری و بحری افواج کے اخراجات کی مقدار کی تعیین کیلیے قانون وضع کیئے جائینگے۔ ہفتم۔ آیندہ ہر ملزم

کی تحقیقات و تجویز بروئے شریعت مطہرہ علی الاعلان ہوا کرے گی۔ اور جب تک باضابطہ حکم سزا قاضی کی عدالت سے صادر نہ ہو کوئی شخص خفیہ یا علانیہ زہر سے یا کسی اور طرح ہلاک نہیں کیا جائیگا۔ کسی شخص کو دوسرے کی ناموس اور عزت پر دراز دستی نہیں کرنی دیجائے گی خواہ وہ کوئی ہو (۸) ہر ایک شخص اپنی ہر ایک طرح کی جائداد پر کامل قبضہ کا استحقاق رکھتا ہے۔ اور اُسے اپنی جائداد کے استعمال کی پوری پوری آزادی حاصل ہو۔ کوئی اسکی مزاحمت نہیں کریگا (۹) ہم اسطرح مجرموں کے بیگناہ ورثا اپنے شرعی حقوق سے محروم نہیں کیے جائینگے اور مجرموں کی جائداد ضبط نہیں کیجائے گی۔

یہ ان شاہی مراعات سے ہماری جملہ رعایا بلا تمیز مذہب و قومیت بلا کسی استثنا کے مستفید ہوگی۔ دیگر معاملات و مسائل کے متعلق جنکا روشن خیال اور بیدار مغز صاحب کی اتفاق رائے سے تصفیہ ہونا لازمی ہے ہماری کونسل عدالت عامہ (جس میں حسب ضرورت نئے رکن اضافہ کیے جایا کرینگے) خاص خاص تاریخوں اور دنوں کو جنہیں ہم مقرر کر دینگے ہمارے وزرا اور اعیان سلطنت کے ساتھ ملکر حفاظت جان و مال اور تشخیص محاصل کے متعلق بنیادی قوانین وضع کرنیکے لیے اجلاس کیا کریگی۔ اور ان مجالس میں ہر ایک شخص کو اپنے خیالات کے اظہار اور اپنی رائے دینے کی پوری آزادی حاصل ہوگی جنگی حیثیت سے ضوابط کے متعلق جنگی کونسل قانون وضع کرے گی یہ کونسل سرعسکر کے محل میں اجلاس کیا کریگی جس وقت یہ قوانین تیار ہو جائیں گے تو ہم ان کو اپنے شاہی دستخط سے مزین کر کے انکے نفاذ کا حکم صادر کر دینگے اور چونکہ یہ جدید آئین محض مذہب و حکومت اور قوم و سلطنت کی استحکام و تقویت کے لیے تجویز کیے گئے ہیں ہم اقرار کرتے ہیں کہ کوئی ایسا امر نہیں کرینگے جو اسکے نقیض ہو۔

سلسلہ واقعات کو شروع کرنے سے پہلے اصلاحی تجاویز کے عمل درآمد کے متعلق چند الفاظ لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے سلطان گو کم عمر اور طبیعت اور عشرت پسند تھا لیکن ساتھ ہی نرم دل منصف مزاج اور نیک نیت بھی تھا۔ اُسنے فرمان صادر کرنے کے بعد فوراً ہی عملی کارروائی بھی شروع کر دی۔ میں سب سے پہلے فوجی اصلاح کا ذکر کرتا ہوں۔ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ سلطان محمود کو روسیوں اور مصریوں کے مقابلہ کے لیے مجبوراً بالجبر اور جلدی میں بھرتی کیے گئے ترک مسلمان لڑکوں کی پلٹنیں جن کی کچھ تربیت بھی جلدی کیوجہ سے نہ ہو سکتی تھی بھیجنی پڑتی رہی تھیں۔ اور اسی وجہ سے ۱۸۲۸ء کو محاربہ روس کے نصیبین جس میں ترکی سپاہ بھی شامل تھی جسکو کئی مہینے تربیت مل چکی تھی دیگر محاربوں میں سلطانی عساکر ترک او ٹھا کر بھاگ جانیکے سوا اور کچھ کام نہ دیا کرتے تھی۔ خط شریف کے صدور پر فوج بھرتی کرنیکا باقاعدہ طریقہ قائم کیا گیا۔ مگر اس کے مطابق فوج کی ترتیب جدید کا کام کئی برسوں کی مسلسل محنت کے بعد رضا پاشا سرعسکر کے وقت ۱۸۴۳ء میں کہیں جا کر مکمل ہوا۔ فوج دو قسموں میں تقسیم کیگئی۔ ایک نظام یعنی ایسی سپاہی جو مامور بخدمت ہوں۔ دوم ردیف یعنی ایسی سپاہی جو نظام کی میعاد پوری کر چکی ہوں۔ اور بوقت ضرورت باعتبار طلب حاضر ہونے کی شرط سے گھروں کو واپس کر دیے گئے ہوں۔ سلطنت

فوجی اضلاع میں تقسیم کیگئی۔ اور ہر ضلع کیلیے فوج کی تعداد معین کر دیگئی۔ اور قاعدہ مقرر کیا گیا کہ بمنشاء خود اگر کافی رنگروٹ بھرتی نہ ہوں تو کمی جبریہ فوجی خدمت کے اصول کے مطابق پوری کیجائے۔ چنانچہ یہ خدمت ہر مسلمان کیلیے جسکی عمر بیس برس یا اس سے زیادہ ہو لازمی کر دیگئی۔ نظام کی خدمت کی میعاد دو برس اور ردیف کی سات برس مقرر کیگئی۔ ردیف کو اوقات مقررہ پر اپنے اپنے ضلع کی چھاونیوں میں مشق قواعد کیلیے حاضر ہونا پڑتا ہے۔ گزشتہ جنگ روم یونان کیطرح اوس زمانہ اور محاربہ کریمیا کے وقت کے مورخین بھی ترکی سپاہی کے اوصاف سپاہیانہ کے معترف اور ترکی افسروں کی نااہلیت اور خیانت کے سخت شاکی ہیں۔ مگر بعض دوراندیشوں نے ساتھ ہی یہ بھی کہدیا تھا کہ یہ خرابیاں ایسی ہیں کہ عمدہ انتظام سے خود بخود رفع ہو جائینگی کیونکہ جب شجاعت اور فرمانبرداری قومی اوصاف ہوں اور ملک میں فوجی تعلیم کیلیئے سرکاری مدارس موجود ہوں تو اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ عمدہ افسروں کو بہم پہنچانیکے لیئے وافر مصالح موجود ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اعلے حکام بروقت ذہین اور قابل اشخاص کی تلاش میں رہیں۔ اور انکی قدر افزائی کرتے رہیں"

انکا یہ قیاس بہت کچھ گزشتہ جنگ روم و روس اور بالتمامہ ۱۸۹۷ء کے محاربہ روم و یونان میں درست ثابت ہو گیا۔ ترکی افسروں نے ثابت کر دیا کہ وہ بھی جنگی اوصاف اور افسری کے لوازمات میں کسی قوم کے افسروں سے کم نہیں رہ گئے۔ ترکی میں فوجی نظم و نسق اصولاً اب بھی یہی ہے پہلے یہ تھا کہ جو مسلمان نوجوان چاہے پچاس پونڈ دیکر فوجی خدمات سے سبکدوش ہو سکتا تھا اب ایسا نہیں رہ گیا۔ لیکن اس انتظام کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ فوجی خدمت اور سلطنت کی حفاظت کا کل بوجھ صرف مسلمانوں اور انہیں سے بھی زیادہ تر ترکوں پر ہے۔ عیسائی مطلقاً آزاد ہیں جسکا لازمی نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی کم اور انکی کاروبار غیر ترقی ہوتے جاتے ہیں۔ اور عیسائی آبادی زیادہ اور وہ خوشحال ہیں اور اور زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور اس خاص عنایت و مرحمت اور رعایت کا شکر گزار ہونے کی بجائے شرارتوں پر آمادہ رہتے ہیں جنکے لیئے انہیں کثرت اموال۔ کثرت آبادی اور کثیر الفرصتی کیوجہ سے کافی وسائل بہم پہنچ جاتے اور کافی تحریکیں ہوتی رہتی ہیں اور پھر الٹے یہ بھی شکایت ساتھ ہی کرتے ہیں کہ ہمکو فوجی خدمت میں نہ لینے سے ترک ہمارے پالیٹیکل حق کو تلف کر رہے ہیں۔ اور غالباً اسی آخر الذکر شکایت کا موقعہ نہ دینے کیلیئے فرمان گلخانہ سے تھوڑا ہی عرصہ بعد یہ فرمان صادر کر دیا گیا تھا عیسائی فوجی خدمت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ مگر افسوس! اسکو انکے لیئے بھی لازمی نہ کر دیا گیا۔ عیسائی ایسے نادان نہ تھے کہ محض فوجی نمود کیلیئے اپنی عمر کا ایک معقول حصہ ملک و وطن کی حفاظت کیلیئے دیتے اور اپنے کاروبار کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتے کسی نے اس اجازت سے فائدہ نہ اوٹھایا۔ اور وہ قانون نسیاً منسیاً ہو گیا اور تعجب ہے کہ پھر کبھی کسی مدبر کو یہ تدبیر نہ سوجھی کہ ہمارے کمال دوراندیش خلیفہ اعظم عبد الحمید خان نے بھی اس مسئلہ کیطرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ انگریز تقریباً ڈیڑھ سو برس سے غیر مذہب و غیر قوم کے لوگوں سے جو محض طمع زر یعنے بطور سبیل معاش فوج میں بھرتی ہوتے ہیں فوجی خدمت لے رہے ہیں۔ اور ان کو

تعداد بہی سی گر نہ فوج کے ساتھ ان وحشی لوگون کی ہموطنون بلکہ ہمقومون اور ہم مذہبون کے مقابلہ پر کہڑا کر دیتے اور انکو لڑاتے رہکر عرصہ مین پچاس لاکھ مربع میل علاقہ فتح اور چالیس کروڑ آدمیون کو محکوم بنا چکے ہین اس پالیسی کی کامل کامیابی کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہی - مگر باین ہمہ سلطان اعظم اور انکے وزراء کا اوس سے مستفید ہونے کی کوشش کرنا کیا سخت تعجب خیز بلکہ نہایت قابل افسوس نہین ہے - انکے ماتحت تقریباً ڈیڑھ کروڑ عیسائی آباد ہین جن سے کم از کم دس لاکھ سپاہی حاصل ہو سکتی ہین - اسیطرح تقریباً اسیقدر عرب وغیرہ ہین جن سے فوجی خدمت نہین لیجاتی - یا وہ نہین دیتی - لیکن اسطرف کئی برسون سے امیر المومنین کی توجہ مبذول ہی - اور کردون اور عراق عرب تمام لگے اکثر عرب قبایل سے فوجی خدمت نہایت عمدگی او ایسی پیرایہ مین لیجانی شروع کر دیگئی ہے کہ ان خود سر اور شوریدہ پشت نیم وحشیون کو اس پابندی سے بھڑکنے اور بگڑ جانیکا ہی اندیشہ نہین رہ گیا - بلکہ وہ خوشی اور شوق سے یہ کام دینے لگ گئے ہین - البتہ خاص عرب کی مسلمان آبادی ابہی سلطنت کو کوئی کام نہین دے رہی - مگر جسیدیہ تدبیر ہو رہی ہے کہ شیوخ کے بیٹون کو دار الخلافہ مین فوجی تعلیم دلانی شروع کرکے تکمیل تعلیم عرب نوجوانون کی حوصلہ افزائی اور سرپرستی کرتے رہنے سے وہان بہی اپنا کام کر رہی ہے اور کامل یقین ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو چند ہی برسون مین یہ شکایت بہی نہین رہ جائے گی کہ عیسائی آبادی سلطنت و وطن کی حفاظت کا کام کیون نہین دیتی افسرون کی تعلیم مین جسقدر مستعدی سے کوشش کیجا رہی ہے وہ ناظرین کو اسی سے معلوم ہو جائیگا کہ صرف ۱۸۹۹ء مین تخمیناً ایک ہزار نوجوان قسطنطنیہ کے جنگی و بحری اعلیٰ کالجون سے لفٹنٹی اور کپتانی کے امتحان مین جو یورپ کے کالجون کی امتحانات سے زیادہ مشکل نہ سہی کم بہی نہین کامیاب ہوئے ہین - اور مزید تکمیل کے لیے کوئی سال ایسا نہین گذرتا جس مین سو سوا سو افسر اور پاس شدگان یا دوسرے جرمنی اور کسیقدر دیگر ممالک کو نہ بہیجے جاتے ہون - واللہ الموفق وعلیہ التکلان -

عبدالمجید دو باتون مین اپنے باپ سے زیادہ خوش نصیب تہا - ایک تو اوسکو عمر پاشا ایسا قابل و لائق سپہ سالار ملگیا جسنے البانیا، کردستان، بوسنیا اور دیگر صوبجات کی بغاوتون کو ہی جو مجوزہ اصلاحات سے نا رضا ہو کر برپا کیگئی تہین فرو کر دیا - بلکہ محاربہ کریمیا و ڈنیوب مین بہی روس مرسیہ کے خوب دانت توڑے - اوس مین بڑی خوبی یہ تہی کہ جنگی قابلیت اور ذاتی شجاعت کے ساتھ ہی رحمدلی اور تدبر مین بہی ممتاز تہا - دوسری خوش نصیبی یہ تہی کہ اوسے محاربہ مصر کے خاتمہ سے ۱۸۵۳ء تک پہر کسی محاربہ مین مبتلا نہ ہونا پڑا - اور اسطرح اوسے ضروری اصلاحات کو نفاذ اور جدید فوجی انتظام کو مستحکم کرنے کیلئے کافی وسعت و مہلت ملگئی جسکی اوسکے مرحوم باپ کو ہمیشہ تمنا رہی - مگر حاصل نہ ہو سکی - مزید خوش نصیبی سے اسی عہد مین انگلستان کیطرف سے ایک واقعی نیک نیت بلند ہمت روشن خیال اور پورا ہمدرد نوع انسان سفیر قسطنطنیہ مین مامور رہا - جو اگرچہ عیسائی ہونے کی وجہ سے اپنے مذہب اور ہم مذہبون کی طبعی طور پر بہت کچھ حمایت کرتا تہا - مگر اس حمایت کی ایک بڑی وجہ یہ بہی تہی کہ وہ عیسائی رعایا کے ساتھ بہتر سلوک کئے جانے کو نیک نیتی سے ٹرکی کیلئے مفید یقین کرتا تہا - انہی اوصاف کی بدولت اوسے سلطان اور اسکے وزراء اور روشن خیال ترکون پر بہت بڑا ایسا اقتدار حاصل ہو گیا تہا - جو اوس سے پہلے یا بعد کسی عیسائی سفیر کو

نصیب نہیں ہوا۔ ترک اسکو ایلچی اعظم کے نام سے پکارتے تھے۔ یہ سفیر سر سٹریٹ فورڈ کیننگ تھا۔ جو ۱۸۵۲ء میں لارڈ سٹریٹ فورڈ ڈی ریڈ کلف ہوگیا۔ اسکا اقتدار اوسکی گورنمنٹ کی اغراض و مفاد کیلئے بھی بے اندازہ فائدہ بخش ثابت ہوا۔ یہ نامور انگریزی مدبر ۱۷۸۶ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۸۰۷ء میں یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کرنیکے پہلے صیغہ خارجیہ میں ملازم ہوگیا اور دوسرے برس اوس مشن کا سیکرٹری ہو کر کوپن ہیگن گیا جو ڈنمارک کی ساتھ مصالحت کرنیکے لیئے گئی تھی۔ انگریزی بیڑہ نے نپولین کی فتوحات کی برگشتہ ہو جانے میں ڈنمارک کا بیڑہ غرق کر دیا تھا۔ اور اس سے دونوں میں بگاڑ ہوگیا ہوا تھا۔ ۲۳ برس کی عمر میں وہ خاص سفیر بن کر قسطنطنیہ گیا۔ اور اپنی گورنمنٹ سے کسی طرح کی تحریک یا ہدایت کو بغیر خود ہی جد و جہد کر کے ۱۸۱۲ء میں روس اور ٹرکی میں عہدنامہ بخارسٹ کرا دیا جس سے روس کو نپولین کی بربادی کیلیئے ڈینیوب سے فوج ہٹانیکا موقعہ ملگیا۔ بعد ازاں سوئٹزرلینڈ آسٹریا۔ اور صوبجات متحدہ امریکہ اور روس میں انگریزی سفیر رہکر ۱۸۲۵ء میں پھر قسطنطنیہ مقرر ہوا۔ اور یونانیوں کو آزادی دلانے میں ساعی رہا۔ ۱۸۲۹ء میں انگلستان واپس آیا۔ ۱۸۳۱ء میں یونان کی نئی ریاست کی حدود کی تصفیہ کیلیئے پھر ٹرکی بھیجا گیا۔ اس سے فارغ ہو کر سپیڈ ہو گیا اور آخر ۱۸۴۱ء کو انجو میں چوتھی مرتبہ قسطنطنیہ بھیجا گیا جہاں وہ ۱۸۵۸ء تک انگریزی سفیر رہا۔ وہ ۱۸۸۰ء میں فوت ہوا۔ یہ سفیر سلطان عبد المجید کا ذاتی دوست بھی تھا اور ممکن ہے سلطان مذکور کی کمزور ارادہ نے بھی سٹریٹ فورڈ کو بہت جاری ہو جانے میں کسیقدر مدد دی ہو۔ لیکن اصلاحات کے بارہ میں خود سلطان کا عزم بھی خوب مستحکم تھا۔ فرمان گلخانہ کے شائع ہونیسے کچھ عرصہ بعد مصری تنازعہ کی بدولت مخالف اصلاح جماعت کو اسقدر غلبہ ہوگیا کہ اصلاحات کیطرف سے مایوسی ہوگئی لیکن تنازعہ مصر کے طے ہو جانے اور کیننگ کے آ جانے پر سلطان کا ہاتھ خوب مضبوط ہوگیا۔ رشید پاشا دوبارہ وزیر اعظم مقرر کر دیا گیا۔ اور اصلاح کا کام شروع ہوگیا جو باندازہ مصنف مزاج اور حامی عیسائیان رشتمال کو مقدس ہوتا تھا۔ روس کو کبھی گوارا نہیں ہو سکتا تھا۔ ان اصلاحات سے خرابیوں کے دور ہو جانے پر ٹرکی کا مضبوط ہوتے جانا اور اندرونی فسادوں کی مفقودگی پر مداخلت کی بہانہ کی گنجائش کا بتدریج معدوم ہوتے جانا یقینی امر تھا۔ اوسکی تو قدیم سے یہی پالیسی تھی کہ خود ملک کی اندر خرابیاں برپا کرکے پھر ان خرابیوں کو علانیہ مداخلت کی حجت بناتا رہے۔ روس کی در پردہ مخالفت کی علاوہ اپنی اپنی سلطنت کو اقتدار کو فوقیت دلانیکے لیئے دیگر دول عظام کے سفراء کی باہمی رقیبانہ چالیں اور سازشیں اور غضب ڈھا رہی تھیں۔ اور اس مصنوعی تحریک و ہلچل سے جو روش کہ اب تک بدستور قائم ہے غریب سلطنت کا کچومر نکلا جا رہا تھا۔ ایسی موقعہ پر مصنف مزاج مسٹر الڈمنڈ اولیور بسند رجہ ذیل قابل غور ریمارک کرتے ہیں۔ "ترکی حکومت میں بیشک کئی اہم نقائص رہے ہیں۔ مگر اصلاح کی خواہش کئی برسوں سے ہویدا ہو رہی تھی۔ جب خواہش کو یورپین سفراء کی ہوسناکانہ چالوں نے ایک خاکسہ بیلے ترک کر دیا۔ کوئی بہتر سے بہتر انتظام کیسا ہی والا ملک ہی کیسی گڑبڑی آزمائشوں اور مشکلات کی مسلسل بوچھار سے نقصان اوٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ چہ جائیکہ ٹرکی ایسی سلطنت کو نقصان نہ پہنچتا۔ اوسکا اپنے فرضی دوستوں اور خفیہ دشمنوں کی مہربانیوں کے باوجود اب تک کامل تباہی سے بچا رہنا ہی اس امر کا بین ثبوت ہے کہ باوصف ہزار ہا عیوب کے ٹرکی با لیقین چند

نہایت بیش قیمت اور نادر اوصاف رکھتی ہو جنکا اثر اگر رکاوٹین نہ پیدا ہوتی رہین تو اُنکی نسبت بدرجہا زیادہ عمدہ پیرایہ مین ظاہر ہوجاتا۔ اور بالآخر ہم عیسائیون کو یہ کبھی نہین فراموش کرنا چاہیئے کہ عبد الحمید نے اپنی رعایا کو ٹالرنشن رکل دیگر مذاہب کو غیر معاندانہ نگاہ سے دیکھنا۔ بےتعصبی کے خیال سے مانوس کر دیا۔ اسکا ثبوت لارڈ شیفٹسبری کی اُس تقریر[1] سے جو اُنھون نے ۱۱ مارچ ۱۸۹۶ء کو دارالامرا مین کی تھی ملتا ہے جس مین اُنھون نے صاف تسلیم کر لیا ہے کہ روس زیادہ تر اسلئے ٹرکی کے معاملات مین مداخلت کرتا ہے کہ وہ ٹرکی بے تعصبانہ پالیسی پر رشک کرتا ہو۔ اور نہین دیکھ سکتا کہ جو وسعت اوس مین نہین۔ وہ اسکے دشمن مین موجود ہو۔ یہ درست ہو کہ ٹرکی مین گاہ گاہ (مثلاً قتل بلغار وغیرہ) عیسائیون کو قتل عام ہوتے رہتے ہین مگر تحقیقات پر اسکے بانی مبانی خود عیسائی ہی پائے جاتے ہین جو محض اس غرض سے کہ ترک مشتعل ہوکر ایسا کرین منشاء خود یا دوسرونکی تحریک سے خود پہلے مسلمانون پر ظالمانہ ظلم وستم کرتے ہین۔ تاہم ان اتفاقیہ امور سے یہ مسلمہ امر واقع نہین چھپ سکتا کہ سالہا سال سے دراز سے ٹرکی مین جمیع مذاہب کو کامل آزادی حاصل ہے۔ بلکہ عبد المجید اور عبد العزیز کے عہد مین ایک عیسائی فرقہ دوسرے عیسائی فرقہ کے سخت ظلم سے بچایا جاتا رہا ہے۔ اگر عیسائی فرقون پر ترکون کی حفاظت کا ہاتھ نہ ہوتا تو وہ آپس مین ہی کٹ کر فنا ہوجاتے۔ الغرض تمام رکاوٹون اور مشکلات کے باوجود اصلاحی کاروائی اپنی مستعدی سے جاری رکھی گئی کہ عبد الحمید کے عہد حکومت کے پہلے چند برسون مین ٹرکی نے حیرت انگیز ترقی کر لی۔ تمام قدیم صنعتین تازہ ہوگئین تجارت اور سوداگری نے خوب فروغ پایا۔ اور اس امید کے پورا ہونے کی غالب توقع ہوگئی کہ ٹرکی بالآخر یورپ مین عادات وخیالات کے رنگ مین رنگی جائے گی ۱۸۴۶ء مین تعلیمی کونسل قائم ہوگئی اور اس سے تھوڑا ہی عرصہ بعد سلطان نے **یونیورسٹی** قائم کر کے پرائمری مدارس کے سلسلہ کو وسیع کر دیا۔ اور جنگی، طبی، و زراعتی کالج قائم کر دیئے۔ وہ دن گذر چکے تھے جب کہ ٹرکی یورپ کے لیے خطرہ کا موجب تھی۔ وہ اب فاتح سلطنت نہین رہ گئی تھی۔ وہ کسی دوسری قوم یا ملک کی آزادی کو چھیننے کی خواہشمند نہین رہ گئی تھی۔ اسکی بڑی آرزو یہی تھی کہ جو کچھ اوس کے پاس رہ گیا ہے اوسے رہنے دیا جائے اور وہ مغربی یورپ کی ترقیون سے استفادہ کر کے اپنی حالت کو درست کرے۔ اس خواہش کی معقولیت اور اسکے قابل تعریف ہونے مین کسیکو کلام نہین ہوسکتا۔ بعض یہ اعتراض کرسکتے ہین کہ مسیحی یورپ مین مسلمان سلطنت کا ہونا خلاف رشتہ اور عجیب نامعقول تناقض ہو۔ مگر یہ دنیا ہے ہی تناقضونکا گھر یعنی اون چیزون کا گھر جو ہماری محدود عقلون کے مطابق متناقض ہین۔ ممکن ہو وہ درحقیقت متناقض نہ ہون۔ مزید برآن یہ سمجھ مین نہین آتا کہ بحیرہ مارمورا اور دریاے ڈینیوب کے درمیان ایک اسلامی حکومت کی موجود ہونے سے عیسویت مین کونسی خرابی پڑ رہی ہے؟ یہ سچ ہے کہ ترکون نے زور شمشیر اور باستحقاق فتح یہ منزلت حاصل کی تھی۔ مگر کونسی فاتح وغالب سلطنت ہو جسکی نسبت یہی نہین کہا جاسکتا۔ اور اگر چار پانچسو برسون کے قبضہ سے کوئی استحقاق جیسا کہ بروئے پولیٹیکل اخلاق اوس کا مفہوم سمجھا گیا ہے نہین پیدا ہوتا تو پھر دنیا مین کوئی بھی

---

[1] یہ تقریر رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا مین درج ہے۔ مؤلف

استحقاق قائم نہیں رہ سکیگا۔

مگر افسوس پہلے تو صرف ایک یا دو سلطنتیں ان منصفانہ دلائل سے متاثر ہونیسے ناقابل تھیں اب تقریباً کل دنیا پر یہی ہوا پھر گئی ہے۔ اور بلا استثناء ہر غالب یورپین قوم کمزوروں کے خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ ٹرکی کی اس حیرت انگیز اندرونی و فوجی ترقی سے روس کو اندیشہ ہوگیا کہ اگر اسکا جلد تدارک نکیا گیا تو پھر ٹرکی کا لشکار ہمیشہ کیلئے ہاتھ سے نکل جائیگا اور یہی اندیشہ اب بھی یورپین دول کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ ٹرکی کو اپنے سیدار مغز فرمانروا کی ظل عاطفت میں سنبھلنے اور مضبوط ہونیکے لئے ایک دم کی بھی فرصت دیں۔ فرق یہ ہے کہ عبد الحمید کے وقت یہ اندیشہ زیادہ تر صرف روس کو ہی تھا اور اب عبد الحمید کے زمانہ میں روس کے ساتھ اور بھی کئی سلطنتیں اس آتش حسد و بغض سے کباب ہو رہی اور ٹرکی کا قافیہ تنگ کر رہی ہیں۔ روس کو ولیکا بخار نکالنے کیلئے ۱۸۷۶ء میں موقعہ ملگیا۔ مگر ٹرکی کی صلح پسندی سے لڑائی نہ ہوسکی۔ مگر جب ایک فریق عزم کر چکا ہو۔ دوسرا کب تک پہلو بچا سکتا ہے آخر ۱۸۷۷ء سے میدان کارزار گرم ہوگیا جس میں انگلستان اور فرانس کو بھی اپنی ذاتی اغراض کی حفاظت اور آئیندہ کی پیشبندی کے لئے ٹرکی کا رفیق ہوکر روس سے جنگ کرنا پڑا۔ اور آخر روس کو نیچا دیکھنا پڑا۔ مگر بایں ہمہ وہ اپنے مدعا میں بہت کچھ کامیاب ہوگیا۔ اور ٹرکی کو اس محاربہ کی بدولت یا اتفاق کی مہربانی سے ایک لازمی اور سخت مہیب بلا یعنی بیرونی قرضہ کی چاٹ (چسکا) لگ گئی جس نے اپنی ظاہری لفریبی سے سادہ لوح ترکوں کے دل و دماغ میں اپنے پنجے ایسی سختی سے گاڑ دیئے کہ وہ بالکل مدہوش ہوکر اوس کے والہ و شیدا ہوگئے۔ اور اسی شیفتگی نے دوستوں کو دشمن اور دشمنوں کو سلطنت اور اسکی جزا (مصر وغیرہ) کے لئے حیات کا مالک بنا دیا۔ مگر محاربہ کریمیا کے شروع کرنے سے پہلے اوس وقت تک کے مشہور واقعات بالاجمال بیان کرنے ضروری ہیں۔

ابتدائی چند برسوں کے واقعات

عبد الحمید کے پہلے ہی سن جلوس میں سرویا کے سابق گورنر کا چھوٹا بیٹا میکائیل سند گورنری حاصل کرنیکے لئے قسطنطنیہ گیا۔ اس واقع کی کسیقدر تشریح ضروری ہے۔

ناظرین کو یہ تو معلوم ہے کہ ۱۸۳۰ء میں سلطان محمود نے سرویا کو ایک طرح سے کامل آزادی عطا کرکے انکو اپنے خاص طرز حکومت منظور کی تھی۔ اور میلوس آبرینوویچ اس ریاست کا حکمران بنایا گیا تھا اس شخص نے عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی جاگیرداری کے سلسلہ کو معدوم کرنے پر کمر چست کرلی اور سلطان محمود کی مشکلات سے فائدہ اٹھا کر چند ملحقہ اضلاع کو سرویا میں شامل کرلیا سلطان نے بامر مجبوری اس غصب سے چشم پوشی کی اس سے میلاس کے حوصلہ اور حرص میں اور اضافہ ہوگیا اور اوسنے محاصل درآمد و برآمد کی آمدنی پر خود متصرف ہوکر دیگر محاصل کی شرح بڑھا دی اور اکثر زمیں املاک پر قبضہ کرلیا۔ رعایا اس ظلم سے تنگ آگئی اور آخر ۱۸۳۸ء میں بغاوت کرکے میلاس سے قوم کے حقوق و مراعات کی نگہداشت اور احترام کی سند حاصل کرلی۔ اور ۱۸۳۸ء میں سلطان نے سرویا کو انتظام کیلئے جدید آئین وضع کرکے میلاس کے اختیارات کو بہت محدود کردیا۔

میلاسک نے روس اور انگلستان کی پاس فریاد کی۔ مگر کسی نے مدد نہ کی بیطرف سرویا پرس ہوکر اُسنے مقابلہ کرنیکی کوشش کی۔ مگر خود رعایا بھی اوس سے ناراض تھی اور سلطان نے محض سرویون کے بچاؤ کیلئے نئی آئین قایم کی تھی۔ اوسی مجبورًا ۱۳ جون ۱۸۳۹ع کو حکمرانی سے دست بردار ہونا پڑا۔ اوسکی جگہہ اُسکا بڑا بیٹا میلان مقرر کیا گیا۔ جو چند دنون بعد مرگیا۔ اور سرویون نے میلاسک کو دوسرے بیٹے میکائیل کو منتخب کیا۔ جو سند حکومت حاصل کرنیکے لیئے قسطنطنیہ گیا۔ عبدالمجید اُس سے مہربانی کے ساتھ پیش آیا۔ اور تحائف بیکران سے مالا مال کرکے اوسکو واپس کیا۔

فساد شام

سنہ ۱۸۴۲ع میں شام کے مغربی علاقہ کے دروزون اور مارونیون مین خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ یہ دونون عرب قبایل ہیں دروز گو اپنے تئین مسلمان کہتے ہین مگر بت پرستون سے انکا مذہب کچھ ہی متفاوت ہے اس قبیلہ کی شورہ پشتی مین اب تک کوئی تخفیف نہین ہوئی۔ ابھی دو تین سال کا ذکر ہے کہ حکومت کو بزور شمشیر انکی بغاوت فرو کرنی پڑی تھی۔ انمین اب اسلام کی اشاعت بھی شروع ہوگئی ہے اور ترکی حکومت انکو اپنے مذہب پر قایم رکھنے اور اوسکے عقاید کو اُنکے دلون مین راسخ کرنیکے لئے جا بجا مساجد و دینی مدارس قایم کر رہی ہے۔ ان لوگون پر جبریہ فوجی خدمت کا قانون بھی جاری کر دیا گیا ہے اور چند کروہ صدر بغاوت اسی قانون کی مخالفت مین کی گئی تھی۔ مارونی کیتھولک عیسائی ہین اس خانہ جنگی کے انطفا پر عمر پاشا مامور کیا گیا جو بالیقین اس مہم مین پورا کامیاب ہوجاتا مگر نیک نیت اور باتدبیر مسیحی دول کسی اندرونی فساد کا سلطانی افواج کے ذریعہ فرو کیا جانا کب گوارا کرسکتے تھے۔ انکے تقاضا و اصرار پر عمر پاشا واپس بلا لیئے گئے۔ اور مصالحت کرا دینے کا کام یورپین قونصلون پر چھوڑ دیا گیا جنکو ہمدردانہ مشورے اپنی ہم مذہبون پر عرصہ تک کچھ اثر نہ کرسکے اور سنہ ۱۸۴۵ع تک آتش فساد مشتعل رہی۔ آخر یہی فیصلہ ہوا جو ایسے فسادات کے موقعہ پر جو ترکی مین عیسائی رعایا کی طرف سے ہو تجویز کیا جاتا ہے اور جسکو عمومًا باب عالی منظور کرلیا جاتا ہے۔ دونون قبیلون کو ایکطرح سے نیم آزادی عطا کردی گئی اور ہر ایک کیلئے اونہی مین سے علیحدہ علیحدہ اعلےٰ سردار مقرر کر دیئے گئے۔ مسیحی بھائیون کی یہ سلوک کرنیکے ساتھ ہی ذاتی مفاد کو بھی نظر انداز نہ کیا گیا۔ فساد کو شروع ہوتے ہی انگلستان اور پروشیا کی پروٹسٹنٹ حکومتون نے سلطان سے یروشلم مین اپنے ہم مذہبون کے لیئے بھی ایک پروٹسٹنٹ بشپ (لاٹ پادری) مقرر کرا دیا۔

سرویا

احسان فراموش میکائیل نے تھوڑے ہی دنون مین سلطانی نوازشات کو فراموش کرکے اپنی ماں کے صلاح و مشورہ سے باپ کی چلن اختیار کرلیئے جس سے ترک اور سرب دونون اوس سے بگڑ گئے۔ قوم نے اوسے دو دفعہ شکست دیکر سرحد پار ہنگری کیطرف بھگا دیا۔ اور عارضی گورنمنٹ قایم کرلی جسنے سنہ ۱۸۴۲ع مین قرہ جارج کے پوتہ الکسندر پطرویچ کو حکمران منتخب کیا۔ باب عالی نے اس انتخاب کو منظور کرلیا اور روس کی اعتراض کے باوجود اس منظوری کو بحال رکھا۔ روس پطرو وسکی پارٹی کو اسلیئے ناپسند کرتا تھا کہ وہ اوسکی اغراض کی مخالف تھی۔

ایران سے تنازعہ۔ عیسائیون کو چند شخصی مراعات کا عطا کیا جانا سنہ ۱۸۴۲ع

کے متعلق ایران اور ترکی میں بگاڑ ہو گیا اور دونوں ملکوں کی سرحدی فوجوں میں تلوار بھی چل گئی مگر انگلستان اور روس نے ثالث بنکر باہم مصالحت کرادی۔ اسی سال والیشیا کی مجلس امرا نے بتاریخ ۴ اکتوبر اپنے حکمران ایکسندر گیکا کو معزول کرکے بیبسکو کو گورنر منتخب کیا۔ پایہ عالی نے اس انتخاب کی مخالفت کی۔ مگر رائیگاں رہی۔ اس نئے گورنر نے ریاست میں کئی اصلاحات رائج کیں سنہ ۱۸۴۳ء میں البانویوں نے تنظیمات کے اُس حصہ سے جو فوجی بھرتی کے متعلق تھا ناراض ہوکر بغاوت کردی۔ اسے عمر پاشا نے جسکی اعلیٰ قابلیت کے جوہر تب ہی سے نمایاں ہونے شروع ہو گئے تھے بآسانی فرو کردیا بغاوت کے دوران میں مسلمان البانوی باغیوں نے کئی عیسائی البانیوں کے دیہات کو لوٹ لیا تھا جس سے یورپ کے ہمدرد پرادر کو شور و غل برپا کرنیکا خاصہ بہانہ ملگیا۔ لیکن پایہ عالی کے استقلال اور سلامت روی نے اُنکو اشتعال انگیز وعظ و نصیحت کا یورپ میں مدبروں پر اثر نہ ہونے دیا۔ اسی سال باہ گست قسطنطنیہ کے چند جوشیلے مسلمانوں نے ایک ارمنی نو مسلم کو جو پھر عیسائی ہو گیا تھا قتل کردیا۔ یورپ کے متعصب عیسائی اس واقعہ سے جیسے کچھ بگڑے ہونگے ناظرین اُسے بآسانی قیاس کرسکتے ہیں۔ مگر صلح کل اور روادار رعیت پرور ترکی گورنمنٹ نے سنہ ۱۸۴۴ء میں قانون نافذ کردیا کہ ہر شخص کو اپنے مذہب میں کامل آزادی حاصل ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنا آبائی مذہب ترک کردے یا نو مسلم پھر اپنا قدیمی مذہب اختیار کرلے تو اوس سے کوئی تعرض نہیں کیا جائیگا۔ ورنہ بطور سابق وہ قتل کا مستوجب ہوگا۔ اسکے ساتھ ہی تفتیش جرائم میں عقوبت رسانی کا قاعدہ۔ کئی اذیت دہ محاصل اور جزیہ جو غیر مسلمانوں سے لیا جاتا تھا موقوف کردیا گیا اور تمام عمال کو تاکید کردیگئی کہ عدالتوں میں غیر مسلم کی شہادت بھی ویسی ہی مستند اور مقبول ہوگی جیسی کہ مسلمانوں کی۔ اسلام اور اوس کے بانی اور خلفائے راشدین نے اس بارہ میں مسلم و غیر مسلم میں کوئی تمیز نہیں رکھی۔ ناظرین کو اس بیان کی تصدیق حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور یہودی مدعی و تنازعہ کے مشہور واقعہ سے جو انہی کے زمانہ خلافت میں گذرا تھا بخوبی ہوسکتی ہے متذکرہ صدر واقعہ سے بعد آجتک یہ کوئی معاند ترکوں پر الزام نہیں لگا سکا کہ کسی شخص کو ترک اسلام کی وجہ سے حکام یا رعایا نے قتل کیا ہو۔ لیکن عیسائیوں کی بلند خیالی اور بے تعصبی کا اسی واقعہ سے پتہ مل سکتا ہے کہ سنہ ۱۸۴۶ء میں قسطنطنیہ کے کیتھولک ارمنوں نے اپنے ان بھائیوں کو جو امریکن پروٹسٹنٹ مشن کے پادریوں کی کوشش سے صرف پروٹسٹنٹ ہوگئے تھے عیسویت کے دائرہ سے خارج نہیں ہوئے تھے بہت بُری طرح سے ذلیل اور کئی ایک کو قتل بھی کردیا۔ اسی سنہ ۱۸۴۶ء میں پایہ عالی کو معلوم ہوا کہ البانیا کے کوہستانی اضلاع کے اکثر باشندے صرف برائے نام مسلمان ہیں۔ در اصل اسلام سے محض بے بہرہ ہیں۔ مگر بجائے اس کے کہ وہ انپر کسیطرح کا جبر کرتا جیسی کہ بعض متعصب عیسائی مورخوں کا بیان ہے۔ اوس نے اونکی ہدایت و رہنمائی کے لیئے علاقہ مذکور میں صالح اور نیکو کار علما بھیجدیئے جسکا یہ اثر ہوا کہ آج اون البانیوں سے بڑھ کر راسخ الاعتقاد اور زندہ دل ملت بہت کم مسلمان ہونگے۔

سنہ ۱۸۴۵ء میں جبل لبنان کے دروز اور مارونی قبیلہ کی خانہ جنگی کی آگ جو برابر سلگتی رہی تھی پھر مشتعل ہوگئی۔ یہ دونوں

قبائل جبل لبنان کے علاقہ میں رہتے ہیں۔ دروزوں نے مارونیوں پر اچانک حملہ کر کے بہت سوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس خونریزی کی ذمہ داری اور مسئولیت یوروپین گورنمنٹوں کے سر پر تھی جنہوں نے ٹرکی کو علیحدہ رکھکر خود انتظام کرنیکا ذمہ لیا تھا۔

اصلاحی کارروائی بھی برابر جاری تھی۔ دیگر معاملات سے فارغ ہو کر سلطان نے تعلیم کیطرف توجہ کی۔ باضابطہ طور پر عثمانیہ یونیورسٹی قائم کر کے اسکو سرکاری تحویل میں رکھا گیا۔ عام تعلیم کے تین مدارج مقرر کئے گئے ابتدائی۔ درمیانی و اعلیٰ۔ ابتدائی تعلیم کا تو کم و بیش ملکمیں انتظام پہلے سے موجود تھا۔ باقی دونوں مدارج کیلئے از سر نو بندوبست کرنا پڑا تعلیمی اصلاح سے ۱۸۸۲ء میں فارغ ہوگئے۔ دوسرے برس انتظامی صیغہ کے تمام سرکاری عہدہ داروں کے فرائض اور ذمہ داریونکی تشریح و تعیین کیلئے باضابطہ کوڈ (مجموعہ قواعد و ضوابط) شائع کیا گیا۔ اور اسی سال ماہ اپریل تجارتی معاملات و مقدمات کے انفصال کیلئے پہلی مرتبہ مشترکہ عدالتیں قائم کیگئیں یعنی ایسی عدالتیں جنمیں ایک مسلمان اور دوسرا یوروپین عیسائی جج ہو اور وہ دونوں ملکر مقدمات کی سماعت اور تصفیہ کریں۔ یکطرف یوروپین سفراء نے یوروپین تجار میں سے دس سربرآوردہ تاجر اور دوسری طرف باب عالی نے دس معزز مسلمان منتخب کئے کہ باری باری اجلاس کیا کریں۔

اسی سال یونان کی ننھی سی ریاست اور ٹرکی میں شاہ یونان کی حماقت سے سفارتی تعلقات ٹوٹ گئے۔ یونانی فوج کے ایک کرنیل مسمی قرآناسوس نے جو بادشاہ کا ایڈیکانگ بھی تھا عثمانیہ سفیر متعینہ ایتھنز سے ٹرکی جانے کیلئے پروانہ راہداری مانگا یہ شخص پہلے کو اکوڈن کا شریر تھا۔ سفیر نے پروانہ دینے سے انکار کر دیا۔ یونانی گورنمنٹ نے سخت الفاظ میں باب عالی کے پاس شکایت کی جو اس حقیر ریاست کو استعمال بخش الفاظ سے بہت ناراض ہوگیا۔ اور اسنے اپنے سفیر کو یونان سے واپس بلا لیا اور شاہ او فضول والی یونان کو جسنے ترکی سفیر کی بھی بے حرمتی کی تھی کہلا بھیجا کہ اگر باضابطہ طریق سے معافی نہ مانگی گئی۔ تو یونانی باشندگان ٹرکی سے بہت سی مراعاتیں واپس لے لی جائیں گی۔ اور ساحلی تجارت سے جو بہت ما یہ یونانیوں کے ہاتھ میں تھی۔ محروم کر دیا جائیگا اور آئندہ کسی یونانی کو دار تربیا میں داخل نہیں ہونے دیا جائیگا۔ چونکہ یہ پیام کو نیم سواکی خاندان کا شہزادہ او تھو ایسا سر کا سید ناکیسے ہوسکتا تھا کہ اپنی حرکات پر نادم ہو۔ وہ اکڑ بیٹھا۔ اور معاملہ بقدر طول کھینچا کہ لڑائی تک نوبت پہنچ جانیکا اندیشہ ہوگیا۔ اس نزاع میں تنہا فرانس یونان کا معاون تھا۔ اس معاونت کی کنہ ابتک سمجھ میں نہیں آئی۔ باقی کل طاقتیں معہ روس باب عالی کے حق بجانب ہونیکی معترف تھیں۔ اور آخر ان کے دباؤ سے یونان نے ۱۸۸۶ء میں ٹرکی سے سرکاری طور پر معافی مانگ لی۔ جس سے بہادر یونان کا اپنے سابق آقا پر یہ پہلا وار تھا جو بسو خالی گیا۔ اور شاید یہی سبب ہے کہ غلط ہونیکا پیشگوئی سنئے آج ٹرکی کی مخالفت سے حسب تمنا فایدہ نہیں اوٹھا سکے یا اور گو اپنے لیپا لک باپوں کی منطرع عنایت سے ۱۸۸۱ء میں تھیسلی و ۱۸۹۸ء کر اجیرہ میں انگلستان سے کریٹ کا لقمہ بھی اسے مل گیا ہو لیکن ساتھ ہی اپنی درگت بھی کسی دفعہ اچھی طرح سے کرا چکا ہو۔

قومی حقوق کا مطالبہ

جو حقوق قابل اہل اسلام نے اتنی مفصل ہونیکے باوجود چھٹی صدی عیسوی میں جبکہ کل دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی بنی نوع انسان کو ہر ایک فرد کو فرداً فرداً اور من حیث القوم عطا فرمائے تھے اور انکی تعلیم دی تھی صدہا سال یورپ بارہ سو برس کے بعد کئی صدیوں کی تعلیم و تہذیب سے مستفیض ہو کر اون سے واقف اور اون کے طالب ہوئے مگر خود مختار اور مطلق العنان بادشاہوں اور خود غرض و نفس پرست امراء انکے ظلم و ستم اور بیدردانہ لاپروائی نے عام رعایا کو اون حقوق کی ضرورت اور شدت سے محسوس کرادی تھی جسکے ہاتھوں سے وہ حقوق عطا کرنے منظور نہ کیئے۔ امریکہ کے یورپین آبادگاروں کی کامیاب بغاوت اور فرانس کا اول انقلاب انہی باتوں کا نتیجہ تھا اس انقلاب کی فرانس کے شاہی خاندان اور اکثر امراء کے علاوہ دیگر عیسائی تاجداران یورپ نے جیسی زبردست مخالفت اور مزاحمت کی تھی وہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔

امریکہ کے آزادی پسند و نیز یورپین مہذب بادشاہوں کی رہنے دار اور صرف اکیلے شاہ و گورنمنٹ انگلستان کے مقابل ہونے سے کامل طور پر اپنے مدعا میں کامیاب ہوگئے اور وہاں انسان کے بلطبعی حقوق حریت مساوات اور اخوت پر عملدرآمد شروع ہوگیا۔ فرانس کے بہت تہہ و بالا ہو کر آزادی بھی کچھ عرصہ تک اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب رہے مگر چند ہی برسوں کے بعد نپولین کی شہنشاہیت نے مساوات کے نام کو یقیناً پھیکا کردیا۔ گو یہ شہنشاہیت خود رعایا نے اپنے سپہ سالار کو دی تھی موروثی شہنشاہوں سے اصولاً اوسکا بہت کچھ مختلف تھی۔ اور جب آخر مخالفان آزادی کا پلہ غالب آگیا اور واٹرلو کی شکست کے بعد فرانس میں تقریباً اوسی پرانی طرز کی بادشاہی جسکے دور کرنے کیلئے باشندوں نے بغاوت کی تھی قایم کردی گئی لیکن آزادی اور حریت کا جو بیج بویا جا چکا تھا اوسکو کوئی جابرانہ طاقت تلف نہیں کرسکتی تھی چنانچہ ۱۸۳۰ء میں نہ فقط فرانس کے باشندوں نے پھر بادشاہی حکومت کے برخلاف بغاوت کردی بلکہ یہ تحریک جرمنی۔ اٹلی۔ ہنگری میں بھی بڑے زور سے پھیل گئی۔ اور انگلستان تک کہ جہاں ایک نیکدل عورت کو فرمانروا ہو جانے کی بدولت گورنمنٹ نے خود بخود ہی رعایا کو بہت سی مراعات عطا کردی تھیں اوس تحریک کے اثر سے محفوظ نہ رہا۔ فرانس کے اس دوسرے انقلاب کی جو اس طرح سے عالمگیر ہوگیا تھا مفصل تاریخ درج کرنے کی نہ اس کتاب میں گنجائش ہے اور نہ ایسا کرنا اوسکے مدعا میں داخل تاہم ضمناً یہ بتا دینا بیمحل نہ ہوگا کہ فرانس میں اس دفعہ بھی باشندوں کی رائے غالب آگئی اور بادشاہی توڑ کر جمہوری سلطنت قایم کردی گئی۔ پرشیا میں جابجا فساد ہوئے اور خاص برلن میں شہر والوں نے ایسی سختی سے آزادی کا مطالبہ کیا کہ شاہ ولیم اول اور موجودہ قیصر جرمن کے دادا کے ہوش و حواس باختہ ہوگئے لیکن آخر چند زبردست اور مستقل مزاج مشیروں کی تائید و اعانت سے وہ رعایا کی شورش پر غالب آگیا۔ اور بادشاہی قایم رہی بسمارک کو سب سے پہلے اسی تنازعہ میں بادشاہ کی طرفداری کرنے کی وجہ سے عام شہرت حاصل ہوئی تھی۔ آسٹریا اور بالخصوص ہنگری میں موجودہ قیصر آسٹریا کے چچا کی حکومت کے برخلاف بغاوت کا جوش خطرناک حد تک بڑھ گیا جسکو آخر روسی افواج کی مدد سے فرو کیا۔ ترکی اس عام تحریک کو بڑی دلچسپی

دیکھتو رہتے مسلمانون کو انکو مذہب و مسیحیون سے یہی حقوق جن کے لیے عیسائی رعایا کٹ مر رہی تھی عطا کر رکھے تھے اور انکو کسی مطالبہ کی ضرورت تھی۔ اسلیئے ترکی گورنمنٹ اسبارہ مین بالکل بیفکر تھی اور اُسے یہ کوئی اندیشہ نہ تھا کہ کہین اوسکی رعایا پر بھی یوروپین رعایا کا اثر نہ پڑجائے۔ بلکہ اسکے برعکس اوسکو یوروپین سلطنتون اور بالخصوص اپنے ایک قدیمی دشمن آسٹریا کی ان اندرونی مشکلات اور تنازعات سے اپنے لیئے بہتری کی بھی کسیقدر امید ہوگئی تھی لیکن جسطرح یونان عیسائیون نے فرانس کی پہلے انقلاب سے متاثر ہوکر بابعال کے برخلاف عام تحریک شروع کردی تھی۔ اوسیطرح یہ دوسری تحریک بھی کی سے ایک اور عیسائی صوبہ مین جو دوسرے صوبون کی نسبت یوروپ والون سے زیادہ میل ملاپ رکھتا۔ اور دو یوروپین سلطنتون کے متصل واقع تھا اپنا اثر ڈالے بغیر نرہی یہ صوبہ مالڈیویا تھا۔ وہانکے اسپیڈارون نے رعایا پر سخت جبر و ستم کیئے تھی زمینداروں اور رعایا نے اس سے بگڑکر ہنگری اور پولنڈ کے باشندون کی بغاوت کی تقلید کردی۔

مالڈیویا سے آزادی پسندی کا سیلاب والیشیا مین داخل ہوا جہانکے باشندون کے مطالبات تا مالی مالڈیویا کے مطالبات کیطرح صرف اسی پر محدود نہ تھے کہ اونکے سابقہ حقوق مین جو برسے عہدنامہ یا ذکو حاصل ہین اور عامل نے انہین بیت اندازی کی ہے پھر بحال کردیئے جائین بلکہ ہنگری اور پولنڈ والونکی طرح بالکل جمہوری رنگ مین رنگے ہوئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ملک کیطرح والیشیا بھی جمہوری ریاست بنا دیا جائے۔ والیشیا کے گورنر پرنس بیسکو نے قومی مجلس کی رائے (بغاوت سے پہلے) جو دہقانی غلامون کو آزاد کرادیا تھا۔ اور ۱۸۴۲ء مین محال پرسٹ کو یکسان کرنیکے لیئے مالڈیویا سے معاہدہ کیا تھا۔ انہی دنون اوسنے حکم نافذ کیا کہ کاشتکار مالکان اراضیات کو سال مین چھ دن مفت زمین کاروبار مین مدد دیا کرین۔ اور پہلے ۱۸۴۴ء مین قومی مجلس کو معطل کردیا۔ پہلے حکم سے کل کاشتکار رنگیدہ رہتے تھے۔ دوسری کارروائی سے کل آبادی ناراض ہوگئی۔ آزادی حریت یا خودسری کی ہوا تو چل ہی رہی تھی۔ رعایا نے بغاوت کردی۔ پرنس بیسکو نے بتاریخ ۲۳ جون ۱۸۴۸ء مطالبات کو قبول کر آئین جدید کو منظور کرلیا۔ مگر رعایا کا اس سے اطمینان نہ ہوا جسپر وہ ملک سے بھاگ گیا اور پرجوش نوجوانون نے ۲۶ جون کو عارضی حکومت جمہوری اصول پر قائم کرکے صوبجات ٹرنسلوانیا بیسریبیا اور بوکووینا کو مدعو کیا کہ اہالی والیشیا کے ساتھ ملکر ایک قائم بالذات ریاست دیانوی سلطنت کے نام سے قائم کرین۔

بابعال نے اس طوفان فساد اور اپنے حقوق شہنشاہی کی حفاظت کرنیکے فی الفور عمر پاشا کے ماتحت معقول فوج اور ایک کمشنر کو ان صوبجات مین بھیجا۔ اور سختی سے کام لینے کی بجائے لطف و دلاسا سے تمام شورش کو فرو کردیا۔ مگر روس ایسے موقعہ کو کب خالی جانے دیسکتا تھا۔ عارضی گورنمنٹ کی تقرری سے دوسرے ہی دن ۱۲ ہزار روسی فوج سرحد سے عبور کرکے مالڈیویا مین داخل ہوگئی۔ بابعال نے اس کارروائی پر معترض ہوکر بلطہ مین بتاریخ ۱۷ اگست دو ڈویژن فوج کو منظم کردیا۔ عارضی گورنمنٹ کے کارکن اس دوطرفہ کشمکش سے گھبراکر بھاگ گئی اور انکے بھاگ جانیسے چند دن ہی بعد ساٹھ ہزار روسی فوج والیشیا پر قابض ہوگئی سلطان نے اپنی طبعی صلح پسندی اور اندرونی اصلاحات کیلیئے قیام امن کی ضرورت کی وجہ سے روس کی اس دست اندازی کو وجہ جنگ

بنا نیسے احتراز کرکے نامہ و پیام سے اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کی چنانچہ ۱۸۴۹ء مین صوبجات ڈینیوب کے متعلق دونون سلطنتون مین بمقام بالطہ لیمان حسب ذیل شرایط قرار پائین :- والیشیا اور مالڈیویا کے ہوسپوڈار دن کو سات سات برس کیلئے سلطان نامزد کیا کرے - چند ترمیمون کے بعد سابقہ قوانین و ضوابط انتظامیہ کو پھر کامل طور پر رائج کیا جائے - دونون سلطنتون مین سے ہر ایک کی ۲۵ ہزار سے لیکر ۳۵ ہزار تک فوج ان صوبون مین مقیم رہے - قیام امن کے بعد انتظام کی تکمیل تک دونون ملکون کی دس دس ہزار فوج رہے - ان صوبون کیلئے دیسی ملیشیا فوج قایم کی جائے - معاملات ریاست کی نگرانی اور انتظام کنندہ کیٹیون کے ممبر مقرر کرنیکے لیئے ایک روسی اور ایک ترکی کمشنر رہے اور یہ صورت سات برس تک قایم رکھی جائے - اس قرارداد کے رو سے سٹرنی نو والیشیا کا اور گھیکا مالڈیویا کا ہوسپوڈار مقرر کیا گیا -

اس عہد نامہ کی سیاہی ابھی خشک بھی نہ ہوئی تھی کہ ٹرکی کیلئے اسی انقلابی تحریک کی طفیل ایک اور مخمصہ پیدا ہو گیا روسی و آسٹرین افواج نے جب ہنگری کی محب وطن جماعت کو تہ تیغ کر کے آزادی و حریت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور محکوم قوم کو کوئی امید باقی نہ رہ گئی تو ایک جم غفیر پناہ لینے کیلئے ٹرکی کو بھاگ گیا - مشہور محب قوم کاسوتھ جو کل ہنگری قوم کا لیڈر تھا بم اور ڈمبنسکی بھی ان پناہ گزینون مین شامل تھے - دربار روس و آسٹریا نے سلطان سے مطالبہ کیا کہ ان لوگون کو جو زار اور قیصر کی نظرون مین سخت مجرم اور غدار تھے حوالہ کر دیا جاوے - جو مرادف تھا کہ ان کو موت کے منہہ مین جھونک دیا جائے عبد المجید نے پناہ گزینون کو حوالہ کرنے سے صاف انکار کر کے کل دنیا پر ثابت کر دیا کہ خواہ وہ بہمن اور کتنی کمزوریان ہون مگر مہمان نوازی اور عالی شرافت و انسانیت مین وہ اپنے جد امجد ارطغرل رحمت باد کا لائق فرزند ہے - صاف انکار پر آسٹریا اور روس نے کہا کہ حوالہ نکرو - ان کو ٹرکی سے ہی نکالدو سلطان نے اسکو بھی مردانگی سے بعید سمجھکر قبول نہ کیا - جسپر آسٹریا اور روس کے متقدان مسیح فرمانروا سخت غضب آلود ہو گئے - روس نے ٹرکی سے سفارتی تعلقات منقطع کر لیئے - اور لڑائی ہر لڑائی اٹل ہو گئی - مگر اس وقت انگلستان کی گورنمنٹ پر ایسے لوگ مامور تھے جو اپنے ملک کی حقیقی بہتری اور وقتی غرض کو اچھی طرح سے سمجھتے تھے - وہ اس معاملہ مین سلطان کے موید ہو گئے اور سلطان کی امداد کیلئے ۳ نومبر ۱۸۴۹ء کو انگریزی بیڑہ دار دانیال کے دہانہ کے قریب خلیج بسیکا مین لنگر انداز ہو گیا - ایسی صورت مین روس نے اپنے خفیہ ارادون کو پورا کرنیکے لیئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اور چند مہینون کے نامہ و پیام کے بعد روس اور ٹرکی مین پھر بظاہر صفائی ہو گئی - ۱۸۵۰ء مین روسی افواج صوبجات ڈینیوب سے واپس منگوا لیگئین - اور سلطان نے ہنگرین اور پولش پناہ گزینون کو آسٹریا کی سرحد سے دور رکھنے کیلئے ایشیائے کوچک مین نظر بند کر دیا جس نظر بندی سے وہ ۱۸۵۱ء مین روس کی مخالفت کے باوجود رہا کر دیئے گئے اور کاسوتھ معہ رفقا امریکہ کے بندر سے بلاد غرب کو روانہ ہو گیا - اس حقیقت کی خلش زار نکلس کے دل سے دور نہ ہوئی - اور آئندہ جب موقع ملا اسکا عوض لینے کا مصمم ارادہ کر لیا جو چار برس کے بعد محاربہ کریمیا کی صورت مین ظاہر ہوا - مگر اس محاربہ کا قریبی سبب ایک اور تنازعہ کو قرار دیا گیا - اس محاربہ اور اسکے اسباب کو حالات درج کرنے سے پہلے اس جگہ چند دیگر اہم واقعات کا ذکر کر دینا ضروری ہے تاکہ پھر سلسلہ کو توڑنا نہ پڑے "

معاملات مصر

محمد علی پیرانہ سالی اور طوالت مرض سے ایسا کمزور ہو گیا کہ اس نے ۱۸۴۸ء کے شروع میں عنان حکومت اپنے فرزند ابراہیم کو سپرد کر دی جس نے ستمبر ۱۸۴۸ء کو قسطنطنیہ جا کر سلطان المعظم سے گورنر جنرل کی سند باضابطہ حاصل کی مگر اسے زیادہ عرصہ حکومت کرنا نصیب نہ ہوا اور اسی سال کے نومبر مہینے میں فوت ہو گیا۔ بابعالی نے محمد علی کے منشا سے متوفی کی جگہ اس کے بھتیجے عباس پاشا کو مقرر کر دیا۔ یکم اگست ۱۸۴۹ء کو محمد علی بھی مر گیا۔ اور بابعالی کو مصر کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ رہ گیا۔ عباس میں اپنے چچا یا دادا کی اولوالعزمی کا عنصر بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ ترکی گورنمنٹ نے اس وقت تو اس بات کو نہایت غنیمت سمجھا مگر محمد علی اور ابراہیم کے بعد مصری حکمرانوں کی پست ہمتی تنگ خیالی اور عشرت پسندی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ اب مصر اور اس کے توابعات نہ حقیقت میں ترکی کے ماتحت میں اور نہ خاندان خدیویہ کے۔ بلکہ ایک تیسری غیر مذہب اور غیر قوم طاقت کل نیک و بد کی مالک بنی ہوئی ہے اگر خدیو مستقل مزاج اور دور اندیش ہوا کرتے تو یہ وسیع سلطنت ترکی کو نہیں اسلام کے قبضہ میں تو رہتی۔ تاہم گو ترکی کو اگر مداخلت نہ کرنے دیتے تو ساتھ ہی یہ بھی تو یقینی امر تھا کہ کسی یورپین طاقت کو بھی ایسا نہ کرنے دیتے۔

جون ۱۸۵۰ء میں سلطان نے فرمان نافذ کیا کہ آئندہ رومن کیتھولک، یونانی کلیسیا، پروٹسٹنٹ اور یہودی چاروں قوموں کے افراد سے ذمی کے عوض باشی ہر صوبہ میں ان افراد کی حیثیت جائداد کے لحاظ سے تشخیص محاصل وصول کر کے اپنے بطریق یا حاکم باشی کی معرفت خزانہ سلطانی میں داخل کیا کریں۔ اصلاحی کارروائی کو برابر جاری رکھ کر ۱۸۵۱ء میں بابعالی نے سلطنت کے تمام صوبجات کو پھر باہم متفق و متحد کرنے کی طرف توجہ کی۔ اور خاص کر مصر پر شاہانہ حقوق کو کامل طور پر قائم کرنے کے لیے بہت کوشش کی گئی۔ عباس پاشا نے ایک انگریزی کمپنی کو اسکندریہ سے قاہرہ تک ریلوے بنانے کا ٹھیکہ عطا کیا۔ بابعالی نے اسے گورنر جنرل کے اختیارات سے متجاوز قرار دے کر اس کی مخالفت کی۔ اور کہا کہ اس معاملہ کی بدولت انگلستان اور مصر میں تنازعہ ہو جانا بہر حال ممکن ہے جس صورت میں یہ ضروری ہو جائیگا کہ یا خود ترکی انگلستان کے مطالبات کی ذمہ دار بنے۔ یا انگلستان بااختیار خود اپنی حق رسی کر لے۔ عباس نے بابعالی کے عذر کو تسلیم کر کے امتیاز کی اجازت سلطان سے حاصل کر لی۔

فرمان گلخانہ کے ضوابط آہستہ آہستہ تمام صوبجات میں باختلاف ان کی صلاحیت و استعداد کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے اور علی قدر ضرورت رائج کیے جا رہے تھے۔ ۱۸۵۲ء میں بابعالی نے عباس کو حکم دیا کہ ان ضوابط کو فی الفور مصر میں رائج کر دے۔ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ مصر کے لیے قوانین وضع کرنے کا اختیار صرف سلطان کو ہی حاصل ہے۔ عباس نے تنظیمات کو نافذ کرنے سے کوئی انکار نہ کیا مگر چند جزئیات پر معترض ہوا جن میں سب سے اہم وہ دفعہ تھی جس کی رو سے گورنروں سے سزائے موت کا اختیار چھین لیا گیا تھا۔ عباس اس دفعہ پر بہت اڑا۔ بلکہ آخر اس معاملہ میں یورپ کی دول عظام کے پاس بھی فریاد کی۔ لیکن آخر چند مہینوں کے بحث مباحثہ کے بعد اسے اس مسئلہ کو بھی مان لینا پڑا۔ اور تنظیمات از اول تا آخر مصر میں نافذ کر دی گئیں۔

اسی سال یہ قاعدہ مقرر کیا گیا کہ سلطنت کے تمام صوبوں میں باشندوں اور شہر کی تنخواہ کا باقاعدہ جمع کر کے سلطان کے پاس بھیجنے کیلئے خاص کمشنر مقرر کیا کریں۔ اسی سال قسطنطنیہ میں علوم ادبیہ اور علوم حکمیہ کی پہلی اکیڈیمی قائم کی گئی اور اسی سال مقامات مقدسہ کے متعلق وہ تنازعہ شروع ہوا جو آخر محاربہ کریمیا کا باعث ہوا۔

محاربہ کریمیا

لیکن یہ تنازعات محض بہانہ تھے، لڑائی کی اصل وجہ یہی قسطنطنیہ کے حصول کی خواہش تھی جو سب سے اول پیٹر کے دل میں پیدا ہوئی تھی اور نکلس نے جیسا کہ صفحات ماقبل سے ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے معاہدہ ایڈریانوپل کے بعد اس مقصد کی تکمیل کیلئے آہستگی اور ملاطفت کی پالیسی اختیار کی جب یہ چال ناکام رہی اور محمد علی کی طفیل ٹرکی کی طاقت مضبوط ہونی شروع ہو گئی تو اُس نے پھر کیتھرائن کی پالیسی پر عملدرآمد شروع کر دیا مگر انگلستان اور فرانس کی علانیہ اور آسٹریا کی در پردہ رقابت نے اُسے انفرادی طور پر ٹرکی پر حملہ کرنے کے راستہ میں کئی مشکلات پیدا کر دی تھیں اس لیے سب سے پہلے زار نے انگلستان کو ساتھ ملانے کی کوشش کی سنہ ۱۸۴۴ء میں وہ انگلستان گیا اور وہاں لارڈ ایبرڈین وزیر خارجہ سر رابرٹ پیل وزیر اعظم اور ڈیوک آف ویلنگٹن سے ٹرکی کے متعلق لمبی چوڑی گفتگوئیں کیں اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ اس سلطنت کا زوال قریب پہنچ گیا ہے۔ لارڈ ایبرڈین جو بعد میں وزیر اعظم ہو گیا زار کا پرانا دوست تھا زار نے انگلستان سے واپس جانے پر اوسکے وزیر خارجہ کونٹ نسلروڈ نے اپنے آقا کے خیالات و تجاویز کو ایک یادداشت میں قلمبند کر کے اوسے انگریزی گورنمنٹ کے پاس بھیج دیا۔ یہ مراسلہ سنہ ۱۸۵۳ء تک مخفی رہا۔ اور کسی کو اس کا علم نہ ہو سکا محاربہ کریمیا سے پہلے انگلستان اور روس اور دیگر دول میں لمبی چوڑی خط و کتابت ہوتی رہی تھی اور اس زمانہ میں ٹائمز کو اس مراسلہ کا پتہ لگ گیا اور اُس نے اُسے شائع کر دیا اوس وقت لارڈ ایبرڈین وزیر اعظم تھا۔ دارالامرا میں ٹائمز کے بیان کی صداقت کے متعلق سوال ہونے پر لارڈ مذکور نے تسلیم کیا کہ دس برس ہوئے وہ زار کی تجاویز کو بیان تک کان دیکر سنا کر تھا اور مذکور نے اپنے خیالات باقاعدہ طور پر باضابطہ مراسلہ میں درج کر کے بھیجنے کی ترغیب دلائی تھی۔ اگر ٹائمز کو اس مراسلہ کی خبر نہ ہو جاتی تو گورنمنٹ اوسے کبھی ظاہر نہ کرتی۔

زار کی یہ تحریک لارڈ ایبرڈین کی موافقت کے باوجود دیگر انگریزی وزرا کی مخالفت کیوجہ سے بے اثر رہی اور زار ٹرکی کے برخلاف کوئی کارروائی نہ کر سکا۔ سنہ ۱۸۴۸ء کی بغاوت ویانا و مالڈیویا سے بھی وہ اسی وجہ سے فائدہ نہ اوٹھا سکا مگر وہ اپنی چالوں میں برابر مصروف رہا۔ اوسکو یقین تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن انگلستان کو ساتھ ملا لیگا اور یا کم از کم کنارہ کش رہنے پر رضامند کر دیگا۔ آسٹریا کو بغاوت ہنگری میں اوس نے اسی لئے مدد دی تھی کہ آسٹریا ممنون احسان ہونے کی وجہ سے روس کی پیش قدمی بجانب قسطنطنیہ کی مزاحمت کے قابل نہ رہ جائے چنانچہ آسٹریا کو اس طرح سے شکر گذار احسان مند بنانے کے بعد روس نے ٹرکی کو زیر کرنے کی مختلف الانواع چالوں کی ریشہ دوانی شروع کر دی۔ پرشیا کا بادشاہ ولیم اول اسکا عزیز تھا داماد اور دوست بھی تھا آسٹریا ہنگری کی بغاوت کی وجہ سے آنکھ اونچی نہیں کر سکتا تھا۔ فرانس انقلاب دوم کی وجہ سے کمزور ہو رہا تھا۔ اکیلا انگلستان

باقی تھا۔ ایکطرف اُسپر روسی جادو کا دام پھیلانے کی کوشش شروع کیگئی اور دوسری طرف مانٹی نیگرو کے بطریق دانیلو کو جو ملکی حاکم بھی تھا، روس بلاکر ٹرکی کے برخلاف بغاوت کرنیکا اشارہ کر دیا گیا۔ اس کمبخت قسیس نے اسپر عمل کیا۔ اور جبل اسود کے تمام عیسائی کوہستانیوں نے علم بغاوت برپا کر دیا۔ باب عالی نے فی الفور جنرل عمر پاشا کے ماتحت سرکشوں کی سرکوبی کیلیے بہت سے عساکر سلطانی روانہ کیے۔ سلطانی اور باغیوں میں کئی لڑائیاں ہوئیں اور آخر باغی سب جگہ پامال کر دیئے گئے۔ یورپ کے متعصبوں کو اس سے حسب معمول غم ہوا اور باب عالی کو دبانیکا خاصہ بہانہ ملگیا۔ اور روس و آسٹریا نے دھمکیاں دکھانی شروع کر دیں لیکن آسٹریا کی خفگی مصنوعی تھی۔ اوسکے وزیر اعظم شوارزنبرگ کی پالیسی اندرونی انتظام ملک کے متعلق خواہ کیسی نا قابل تعریف ہو خارجیہ پالیسی میں وہ نہایت قابلیت دکھا رہا تھا۔ بظاہر اُسنے روس کو خوش کرنیکے لیے باب عالی کو دھمکیاں دیں۔ مگر درباطن ایما کر دیا کہ باغیان جبل اسود کے ساتھ نرم برتاؤ کیا جائے تاکہ روس کو مشکلات جدیدہ کے پیدا کرنیکے لیے بہانہ نہ ملسکے۔ آسٹریا نے پہلا ایسا ۱۸۵۳ء میں کیا اور دوسرے برس باب عالی نے اوسکی نصیحت مانکر باغیان جبل اسود کی غداری سے درگذر کر دیا۔

یہ معاملہ ابھی درپیش ہی تھا کہ ۱۸۵۱ء میں فرانس نے پھر دوبارہ مقامات متبرکہ کا مسئلہ[1] چھیڑ دیا۔ فرانس کو ان مقامات پر جو حقوق حاصل تھے اونکا مفصل ذکر ہوچکا ہے اور یہ بھی بتایا جاچکا ہے کہ کلیسائے یونانی کے پادریوں نے اکثر حقوق کو غصب کر لیا تھا۔ ۱۸۰۸ء میں قبر مسیح کا گرجہ جلگیا۔ اسے یونانیوں نے اپنے خرچ سے تعمیر کیا، اور اس گرجے کے قبضہ کی بدولت رفتہ رفتہ کل مقدس مقامات پر متصرف ہوگئے۔ فرنچ گورنمنٹ متواتر اس غصب کی شکایت کرتی رہی لیکن روس کی پشت پناہی سے کلیسائے یونانی کے معتقدوں کی طاقت اور رسوخ اسقدر بڑھ گیا ہوا تھا کہ باب عالی فرانس کی شکایتوں پر کوئی توجہ نکرتا رہا۔ ۱۸۴۸ء کے انقلاب نے بادشاہی کو توڑ کر فرانس میں جمہوری حکومت قائم کر دی تھی۔ نپولین بوناپارٹ کا بھتیجا ۱۸۴۸ء میں اسکا پریسیڈنٹ مقرر ہوا۔ اوسنے مئی ۱۸۵۰ء میں باب عالی کو توجہ دلائی کہ سابقہ فرامین پر غور کر کے حق حقداروں کو دلایا جائے۔ ترکی گورنمنٹ روس کی کارروائیوں سے برافروختہ تو ہو ہی رہی تھی۔ اوسنے فریقین کے دعاوی کی تنقیح اور کاغذات متعلقہ کی پڑتال کیلیے عیسائی اور مسلمان عہدہ داروں کی ایک مشترکہ کمیشن مقرر کر دی جسنے ۱۵ جولائی ۱۸۵۱ء سے کارروائی شروع کی۔ فرانس نے اٹھ مقامات کی تولیت کا دعوے کیا۔ روس کو ان مقامات کا پھر رومن کیتھولک راہبوں اور پادریوں کے تصرف میں چلا جانا کب گوارا ہوسکتا تھا۔ اوسنے فرانس کے دعاوی کو باطل کرنیکے لیے بہت زور لگایا۔ کمیشن نے کئی مہینوں کی بحث و مباحثے کے بعد فرانس کے حقوق کو تسلیم تو کر لیا مگر ساتھ ہی تجویز پیش کی کہ مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ صورت موجودہ کو قائم رکھا جائے صرف اتنا کر دیا جائے کہ لاطینی کلیسہ مریم میں اور یونانی کنیسۂ مقام صعود میں داخل ہوسکا کریں۔ سلطان نے اس فیصلہ کو نفاذ

[1] یہ مسئلہ درحقیقت ۱۸۴۸ء میں چھیڑا گیا تھا مگر انقلاب کی وجہ سے اس کے متعلق کوئی کارروائی نہیں ہوسکی تھی۔ اوس وقت فرنچ سفیر نے شکایت کی تھی کہ یونانیوں نے بیت اللحم کے گرجہ سے ایک نقرئی ستارہ جو مسیح علیہ السلام کے مقام ولادت کے نشان میں لگا ہوا تھا اٹھا لیا ہے کنیسہ کی بیحرمتی کی ہے۔ مؤلف

فرمان جاری کر دیا۔ اور نپولین نے جو دسمبر ۱۸۵۱ء میں دس برس کے لیئے جمہوری حکومت کا پریسیڈنٹ (حاکم اعلیٰ) اور نومبر ۱۸۵۲ء میں عام رائے سے شہنشاہ بنایا گیا۔ اس فیصلہ کو اگرچہ اوس میں فرانس کے بہت سے دعاوی نظر انداز کر دیئے گئے تھے محض دنیا کی امن کو قائم رکھنے اور جھگڑا ختم کرنے کے لیئے منظور کر لیا مگر روس نے جو خواہ مخواہ بگاڑ کرنے پر ادھار کھائے بیٹھا تھا۔ اور کریمیا کے علاوہ یورپین ٹرکی کی سرحد پر بھی بیشمار فوج اور ذخائر حرب فراہم کر چکا تھا۔ اس فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ ایک عیسائی مورخ مسٹر سیکا اس موقعہ پر نہایت برجستہ اور منصفانہ ریمارک کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"اس مسئلہ کے متعلق ٹرکی پر دو رخی چال چلنے کا الزام لگایا گیا تھا کہ ایک طرف وہ فرانس کو اور دوسری طرف روس کو راضی رکھنے کی کوشش کرتی رہی لیکن یہ اسکے اعداء کا محض بہتان ہے بمصداق گوشت خر دندان سگ [illegible] رومن کیتھولک یا کلیسیائے یونانیوں کے باہمی تنازعات سے کوئی ذاتی تعلق نہ تھا۔ اس نے دونوں فریق کو مقامات متنازعہ کا تھوڑا تھوڑا حصّہ دیکر راضی کرنیکی اپنی کوشش کی کہ وہ دونوں کو کان سے پکڑ کر فلسطین سے باہر نکال دینے کی طاقت نہیں رکھتی تھی جو کہ درست اور مناسب علاج اس جھگڑے کے تصفیہ کا تھا"

زار نے بوجوہات متذکرہ صدر اس موقعہ کو ٹرکی پر حملہ کرنیکے لیئے نہایت مناسب تصور کر کے پرنس منشکوف کو خاص سفیر بنا کر قسطنطنیہ بھیجا۔ اور ایسے مطالبات کیئے جن کو سلطان کبھی منظور نہیں کر سکتا تھا۔ یہ شہزادہ خلاف معمول سفارت کئی فوجی افسر ہمراہ لیکر ۱۱ فروری ۱۸۵۳ء کو سینٹ پیٹرز برگ سے روانہ ہوا۔ اور ۲۸ کو قسطنطنیہ پہنچا۔ سب سے اول آتے ہی فواد پاشا وزیر خارجہ کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ اور پھر یہ تجویز پیش کی کہ سلطان اپنی تمام کلیسائے یونانی کی تابع رعایا پر زار کی مذہبی و دنیوی حمایت کو قبول کر کے اور روس کے ساتھ دائمی اتحاد کا معاہدہ کرے۔ وزراء دولت اس عجیب و غریب مطالبہ کو سنکر جس سے سلطان کی کل عیسائی رعایا روس کے ماتحت ہو جاتی تھی ششدر رہ گئے۔ یہ گفتگو مئی تک برابر جاری رہی۔ اور دریں اثنا [illegible] کا معاملہ منفصل ہو گیا۔ اور نپولین نے مقامات متبرکہ کے متعلق ۱۸۵۲ء کو نظر انداز کر کے اور بھی کئی مطالبات منظور کر لیئے مگر روس مطمئن ہونے کی بجائے روس کی حرص اور زیادہ ہو گئی۔ چنانچہ روس کے خاص سفیر نے نہایت گستاخانہ انداز سے بھرے دیوان میں جا کر اپنا الٹی میٹم ترکی وزراء کو پیش کیا۔ اور پانچ دن کے اندر جواب دینے کا تقاضا کیا۔ اس الٹی میٹم میں حسب ذیل مطالبات کیئے گئے۔ (۱) یہ کہ معاہدہ قانیارجہ کے رو سے روس کو کلیسائے یونانی کا حامی تسلیم کیا گیا تھا اسی طرح اب اس حمایت کو تسلیم کیا جائے۔ (۲) کلیسائے یونانی و روسیہ کی کل مطالبات دربارہ مقامات متبرکہ تسلیم کیئے جائیں (۳) قسطنطنیہ کا یونانی بطریق اعظم جب تک کہ صریح بد چلنی یا کمال غداری کا مرتکب نہ ثابت ہو۔ اپنے عہدے سے برطرف نہ کیا جائے۔ اور اس صورت میں بھی سلطان پہلے زار سے استصواب کیا کرے۔ اس وقت تک سلطان باختیار خود بطریق کو معزول کر سکتا تھا جیسا کہ وہ اب بھی کر سکتا ہے۔

پہلے مطالبہ میں معاہدہ قانیارجہ کا حوالہ بالکل غلط دیا گیا تھا۔ اسکے رو سے روس کو صرف یہ حاصل ہوا تھا کہ وہ کی

پہلے کافی تشریح ہوچکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اسجگہ صرف ایک اعلیٰ محقق انگریز کی رائے درج کر دینا کافی ہوگا۔ ڈاکٹر فلمر لکھتے ہیں کہ تمام سابقہ معاہدوں کی روسے ٹرکی نے جو کچھ تسلیم کیا تھا۔ اوسکا لب لباب یہ تین فقرات ہیں:۔

اول۔ یہ کہ تمام زائرین۔ پادری اور مسافر کسیطرح کا ٹیکس وغیرہ کے بغیر بحفاظت تمام بلاخوف وخطر بیت المقدس اور مقامات متبرکہ کی زیارت کر سکتے ہیں (دوم) یہ کہ موجود الوقت گرجہ متعلقہ سفارتخانہ کے علاوہ روس قسطنطنیہ کے فلاں خاص محلہ میں ایک مقدار نئے گرجے بنا سکتا ہے سنہ ۱۷۴۰ء میں فرانس سے جو معاہدہ ہوا تھا۔ اوسمیں بھی ایک اسی مضمون کی دفعہ درج ہے (سوم) یہ کہ زار کو نہیں بلکہ بابعالی بدستور مسیحی مذہب کا حامی و محافظ رہیگا زار کو مداخلت کا صرف اسقدر استحقاق دیا گیا تھا کہ وہ فلاں کلیسا اور اوس کے پادریوں کے حق میں بابعالی کے پاس سفارش کر سکتا ہے جن سفارشوں کو مخلص بشرط رفاقت بابعالی نے توجہ سننے کا اقرار کیا تھا۔

یہ الٹی میٹم پرنس مذکور نے بتاریخ ۵ مئی سنہ ۱۸۵۳ء میلے بوٹ اور لمبا کوٹ پہنے ہوئے بابعالی کے پیش کیا۔ ۱۳ مئی کو ٹرکی گورنمنٹ نے لارڈ سٹریٹفورڈ ڈی ریڈکلف انگریزی سفیر اور ایم ڈی لاکور فرینچ سفیر کے مشورہ سے صاف انکاری جواب دیا جسپر منشکوف نے اپنے مطالبات کا پھر اعادہ کرکے ۱۸ مئی کو ان دہمکی آمیز الفاظ پر نامہ وپیام کو ختم کیا ہے چونکہ ترکی گورنمنٹ نے کلیسائے یونانی کی حفاظت و نگہداشت کیلئے معقول ضمانت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اسلیئے اب زار خود اسکا انتظام کریگا۔ وہ ۲۱ مئی کو کل ہمراہیوں سمیت قسطنطنیہ سے واپس چلا گیا۔ اور یہ دہمکی دیتا گیا کہ میں اس دفعہ لمبے کوٹ میں آیا تھا۔ اب وردی پہنے عنقریب واپس لوٹونگا۔

لارڈ ایبرڈین کی نسبت لکھا جا چکا ہے کہ وہ روس کا طرفدار تھا لیکن دوسرے وزراء اوس سے زیادہ دوراندیش اور اپنے ملک کی حقیقی بہتری کے موجبات سے واقف تھے۔ اور وہ ٹرکی کا قیام انگلستان کیلئے نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ انکا یہ عزم زار کی ایک تجویز خوانہ حرکت سے اور پختہ ہوگیا۔ نکلس نے انگلستان کو اپنے ساتھ کا منصوبہ کیلئے جنوری اور فروری سنہ ۱۸۵۳ء میں انگریزی سفیر متعینہ سینٹ پیٹرزبرگ سر ہملٹن سیمور سے چند ملاقاتیں کیں۔ اور ہر ملاقات میں اپنا عندیہ تھوڑا تھوڑا کرکے ظاہر کرنیکے بعد آخری ملاقات میں اپنا دلی راز صاف صاف بتا دیا۔ اوسنے کہا کہ ٹرکی ایک بیمار بلکہ نہایت ہی بیمار شخص کے مشابہ ہے۔ ہمیں اوسکے ترکہ کے انتظام کیلئے پہلے سے تیار رہنا لازمی ہے بیمار کی حالت ایسی نازک ہے کہ ہم دیکھتے رہینگے اور اوسکا دم اچانک نکل جائیگا۔ اور اوس وقت اگر پہلے سے انتظام نہ کر لیا گیا ہوا تو سخت افراتفری پڑ جائیگی۔ بقول کریسی نکلس کی اس گفتگو کا گویا یہ لب لباب تھا کہ اگر کوئی شخص بیمار پڑ جائے تو اوسکے وہ سب رشتہ دار ہمسایوں کو چاہیئے کہ بیمار کے گھر گھس کر اوسکا گلا گھونٹ دیں اور مقتول کا کل مال متاع اور مویشی آپس میں بانٹ لیں۔ ایماندار نکلس نے بھی بعینہ اسیطرح کی تجویز پیش کی۔ اوسنے کہا کہ ولاچیا و مولڈیویا تو اب بھی میری حمایت میں اسیطرح سے آزاد ریاستیں ہیں۔ سرویا کا بھی یہی انتظام کر دیا جائے۔ صوبہ بلگیریا کو بھی اسیطرح کی ریاست بنا دیا جائے۔ انگلستان کیلئے مصر جیسا کچھ ضروری ہے وہ مجھ کو پوشیدہ نہیں

کریٹ کی نسبت بھی یہی خیال ہے۔ انگلستان ان دونوں کو بخوشی لے سکتا ہے۔ قسطنطنیہ پر نہ انگلستان یا کسی اور سلطنت کو کبھی قابض نہیں ہونے دے سکتا خواہ اسکے لئے لڑائی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ نہ میں خود اسپر بالکل تصرف کرونگا۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ بعض حالات سے مجبور ہو کر مجھے اوسپر کچھ عرصہ کیلئے بطور امین متصرف رہنا پڑ جائے۔ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوئی اور سلطنت قسطنطنیہ پر قابض نہ ہو بلکہ پرانی بازنطینی سلطنت کے قیام کے بھی مخالف ہوں۔ نہ یونان کو اسقدر وسیع دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ زبردست ریاست ہو جائے اور اس کو میں بالکل ہی ناپسند کرتا ہوں کہ ٹرکی کے مقبوضات کو چھوٹی چھوٹی جمہوری ریاستوں میں منقسم کیا جائے جو کاسوتھوں، مازینیوں[1] اور دیگر یورپین انقلاب پسندوں کا ملجا و ماوا بنجاتی ہیں۔ میں نے تم کو اپنا عندیہ صاف صاف دوستوں اور شریفوں کی طرح بتا دیا ہے اگر انگلستان اور مجھ میں اتفاق ہو جائے تو دوسروں کی مجھے کچھ پروا نہیں۔ "دوسروں" سے اوسکی مراد بقول بعض آسٹریا و فرانس اور بقول دیگر صرف فرانس سے تھی۔ آسٹریا بظاہر اوسکے ہاتھ میں ایسی کٹ پتلی بن رہی تھی کہ دوسرا قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ جب سے نپولین سوم شہنشاہ ہوا تھا زار کو اوسکی طرف سے بہت اندیشہ ہو گیا تھا اور اسے خیال تھا کہ کہیں وہ بھی چچا کیطرح اوسپر پابند کر دے۔ چنانچہ اس گفتگو سے ایک مہینہ پیشتر ہی اوسنے سلطان کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر مقامات مقدسہ کے متعلق فرانس کی دھمکیوں کی مزاحمت کرنے میں ٹرکی کو مدد کی ضرورت ہو تو روس کی کل افواج سلطان کی خدمت میں حاضر ہیں۔

انگریزی سفیر نے اپنی گورنمنٹ کو کل گفتگو کی نقل بھیجی اور اپنی رائے یہ لکھی کہ زار اپنے دل میں قطعی فیصلہ کر چکا معلوم ہوتا ہے کہ ٹرکی کے وجود و بقا دینے کا نہیں اور اسکو برباد کرنے کا وقت پہنچ گیا ہے۔ سفیر مذکور نے زار کو بھی بالمقابل تمہیں جواب دیا تھا کہ ٹرکی بیمار ہے اور شریف آدمیوں کا شعار بیمار و کمزور کو سہارا اور مدد دینا ہوا کرتا ہے نہ کہ گرتے ہوئے مرتے کو مارنا۔ زار نے یہ بھی کہا تھا کہ میں تم سے زیادہ ٹرکی کی زندگی کا خواہشمند ہوں مگر وہ مرچکی ہے اور ہم مردہ میں جان نہیں ڈال سکتے۔ خوش قسمتی سے انگریزی گورنمنٹ کی اوس وقت وہ پالیسی نہ تھی جو اب چند برسوں سے ہو رہی ہے لہذا اس نے غاصبانہ لوٹ میں شریک ہونے سے بھی انکار کیا۔ بلکہ زار کو بھی اوسکے قبیح ارادوں پر سرزنش کی۔ لارڈ کلیرنڈن نے ۵ مارچ ۱۸۵۳ء کو وزارت خارجیہ کا چارج لیتے ہی اوسیدن اپنے سفیر کو زار کی تجویز و گفتگو کے متعلق تحریر کیا کہ ان چند برسوں میں ٹرکی کے زوال کی علامتیں کوئی زیادہ نمایاں یا زیادہ سریع نہیں ہو گئیں بلکہ اسکے برعکس ٹرکی میں ابھی تک بہت سی قوت مدافعت اور اصلاح کا میلان مفقود نہیں۔ انتظامی خرابی اور عمال کی بدرشوتی بیشک موجود ہے اور بہت موجود ہے مگر وہ ایسی نہیں اور نہ وہ اس حد تک پہنچی ہوئی ہے کہ سلطنت کے وجود کیلئے بھی خطرہ پیدا ہو گیا ہو جبتک یہودیوں کے ساتھ سختی سے برتاؤ نہیں کیا جاتا یا ... جو سلوک ترکی

---

[1] مازینی اٹلی کا مشہور محب وطن گذرا ہے ...

حکومت کر رہی ہے۔ وہاں چند گورنمنٹوں کو جو ٹرکی کو وحشی طاقت کہتی اور بنظر حقارت دیکھتی ہیں نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ اللہ اکبر یہی سلطنت جس نے مصر و کریٹ کو لقمہ کو بھی عالی ظرفی اور چشم پوشی سے مسترد کر دیا تھا آج نہ صرف مصر پر ہی قابض ہے بلکہ مصر کے متعلقات پر اپنا شاہی اقتدار قائم کر رہی ہے۔ اور کریٹ کو بھی بقصد یونان کر کے ترکوں کے قبضہ سے نکالنے کا باعث ہوئی ہے۔ کیا زمانہ کی کوئی نیرنگی اس سے زیادہ عجیب و غریب ہو سکتی ہے؟

انگلستان کی طرح سے نکلسن جو لباشی بہ زار نے فرانس کی طرف رجوع کر کے یہی تجویز نپولین کے سامنے پیش کی مگر وہاں بھی اوسکی دال نہ گلی۔ نپولین کئی وجوہات سے زار کے ساتھ متفق نہیں ہو سکتا تھا۔ دونوں اگرچہ امپراطور تھے لیکن ایک عام کی رائے سے ہوا تھا اور دوسرا موروثی استحقاق سے۔ اس لیے پرانی طرز کے بادشاہوں اور جمہوری بادشاہ میں باہمی کدورت کا پیدا ہو جانا لازمی امر تھا۔ نپولین سمجھتا تھا کہ بہر حال دونوں طرزوں میں سے ایک کو مغلوب ہونا پڑے گا۔ اور طبعی طور پر نہ صرف ذاتی مفاد بلکہ اپنے قائم کردہ اصول کی کامیابی کے لیے اوسکے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ روس کی طاقت کو نہ بڑھنے دے۔ اوس وقت نپولین عین عالم شباب میں تھا۔ اور پیرانہ سالی اور بیماری نے جیسا کہ آخری زمانہ میں اوسکی حالت ہو گئی تھی اوس کی دماغی قوا کو کمزور کر کے اوسے غیر مستقل مزاج نہیں بنا دیا تھا۔ وہ اپنے ملک کو نفع نقصان کو اچھی طرح سے سمجھتا تھا۔ مزید براں جمہور نے باتفاق رائے اوسی بادشاہ منتخب کیا تھا۔ مگر قوم کا ایک حصہ اوسکا سخت مخالف تھا۔ یہ حصہ تعداد میں اگرچہ تھوڑا سا تھا لیکن صاحب علم و علم اور جمہوری خیالات پر مشتمل تھا۔ بنا بریں دول یورپ میں اپنا وقار قائم کرنے اور اس مخالفت کو بے حقیقت بنانے کے لیے اوسے کسی نہ کسی میدان میں اور بالخصوص میدان جنگ میں نمایاں کامیابی کا حاصل کرنا ضروری ہو رہا تھا۔ زار کی طامعانہ پالیسی نے اوسکا موقعہ دیدیا۔ اور ذاتی اغراض کی حفاظت کے لیے انگلستان کو بھی جو اس وقت روس کی پیشقدمی کے خطرات سے واقف ہو گیا تھا اوسکے ساتھ شامل ہونا پڑ گیا۔

زار ان شاطرانہ چالوں میں ناکام رہنے سے ایسا کھسیانا ہو گیا کہ مغربی طاقتوں کے علی الرغم ٹرکی پر حملہ کرنیکا عزم کر لیا۔ اوسے امید تھی کہ انگلستان و فرانس اگرچہ اوسکے ساتھ شریک نہیں ہوئے مگر یہ بھی امید نہیں کہ وہ ٹرکی کے مددگار ہو جائیں گے چنانچہ روسی وزیر خارجہ نسلرود نے جب کہ اوسکا خاص سفیر قسطنطنیہ سے روانہ ہوا۔ دول یورپ کو اطلاع بھیجدی کہ روسی افواج عنقریب صوبجات ڈینیوب میں داخل ہونے والی ہیں۔ اور کہ جب تک روسی مطالبات تسلیم نہ کیے جائیں گے وہ انپر قابض رہیں گی۔ روس سلطنت عثمانیہ کے کلیسائی یونانی کے معتقدوں پر ویسی ہی حمایت کا مستحق ہے جو فرانس کو سلطنت مذکور کے کیتھولکوں پر حاصل ہے۔ اس حمایت سے سلطنت عثمانیہ کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہوتا۔

اس اعلان پر فرانس و انگلستان نے بنظر احتیاط اپنے بیڑے جزیرہ ٹینی ڈوس کو بھیجکر اپنے سفرا کو اختیار دیدیا کہ وہ عند الضرورت سلطان کی حفاظت کے لیے ان بیڑوں کو قسطنطنیہ بلا سکتے ہیں۔

اس اعلان سے چند ہفتوں کے بعد زار نے بتاریخ ۲۶ جون ۱۸۵۳ء اپنی رعایا کے نام عام منشور صادر کر کے اوس میں بیان کیا

یہ مجوزہ پیشقدمی کا مدعا صرف پاک مذہب کے حقوق کی حفاظت ہے۔ ٹرکی نے ان حقوق کو بہت کچھ پامال کر دیا ہے اور اب انہیں بالکل ہی معدوم کر دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ بذریعہ صلح و آشتی سے ٹرکی کو بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانی۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ ڈینیوبی صوبجات میں فوج بھیجنی پڑ گئی ہے۔ لیکن وہ لڑائی شروع کرنے یا فتوحات کی غرض سے نہیں بلکہ محض ان حقوق کی نگہداشت کی مطلوبہ ضمانت حاصل کرنے کیلئے بھیجی جائینگی۔"

یوروپین طاقتیں بالخصوص روس کی ڈھٹائی شروع سے تھی۔ بدیہی موجود چیز سے انکار اور ہٹ دھرمی اکثر ظہور میں آتی ہے مگر اس وقت روس نے اپنی سابقہ کرتوتوں اور حیلہ سازی کو بھی مات کر دیا۔ اور روز روشن میں آفتاب کے وجود سے انکار کر دینے کا کمال کل دنیا کو دکھلا دیا۔ عیسائی رعایا کو جو مذہبی آزادی حاصل تھی۔ اوس کو کسی متعصب سے متعصب عیسائی کو بھی انکار نہ تھا لیکن پھر بھی اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہ رکھنے کیلئے سلطان نے زار کے متذکرہ صدر منشور سے تقریباً تین ہفتے پہلے ۶ جون کو فرمان شاہی صادر کر کے یونانی عیسائیوں کے تمام مذہبی حقوق و مراعات کی مزید تصدیق کر دی ہوئی تھی جسکو بیاندازار نے بالکل نظر انداز کر دیا۔ دنیاوی اغراض کیلئے دین کو بہانہ بنانے اور دین فروشی کی کیا کوئی اس سے بڑھ کر مثال ہو سکتی ہے مسٹر میکالکی لکھتا ہے کہ زار نے اپنی اس مراسلہ کی عنوان سے ہی ٹپکتا ہی تھا اس فرمان کے ساتھ ہی سلطان نے انگلستان اور فرانس سے مدد کی درخواست کر دی تھی جن کے بیڑے ۱۳ جون کو خلیج بسیکا میں پہونچ گئے۔ روسی فوج جنرل لوڈرز کے زیر کمان ۲ جولائی کو پروتھ عبور کر کے مالڈیویا میں داخل ہو گئی۔ اور کونٹ نسلرود نے اس کارروائی کی معقولیت اور برجستگی کی تائید میں ایک مراسلہ دول یورپ کو بھیج دیا۔ انگلستان اور فرانس نے اوسکی دلائل کی تردید کر کے اسے غاصبانہ حرکت قرار دیا اور اس اہم مضمون جواب سے دنیا کو خیال ہو گیا کہ اس معاملہ میں فرانس و انگلستان کا متفق ہو جانا غیر غالب نہیں۔

انگلستان اور فرانس نے سلطان سے درخواست کی کہ وہ روس کے اس فعل کو وجہ جنگ قرار نہ دیں۔ انگلستان کی گورنمنٹ کا خیال تھا کہ شاید ابھی نامہ و پیام سے ہی معاملہ رفع دفع ہو جائے۔ آسٹریا بھی مخمصہ میں گرفتار تھی احسان و مروت روس کے ساتھ دینے پر

لہ روس نے جیسی کچھ صلح آمیز پالیسی ٹرکی کے ساتھ اختیار کر رکھی تھی۔ اوسکی کیفیت ایک معزز انگریز مسٹر بلنیٹ کے بیان سے جو چرچل کے چند آزاد شہروں کیطرف سے قسطنطنیہ میں مقیم تھا معلوم ہو جائیگی۔ اوسنے سر کریسی سے زبانی بیان کیا کہ ۱۸۳۵ء میں انگریزی گورنمنٹ نے دو ماہران توپ خانہ۔ ایک کاریگر ہر قسم کے بان اور دیگر گولے بنانیوالا۔ ایک بمب کے گولے تیار کرنے والا اور چند کاریگر باسفورس کے قلعوں کو مضبوط کرنے میں باب عالی کو مدد دینے کیلئے بھیجے۔ مگر روسی سفیر نے مشتعل ہو کر ان افسروں کو کوئی کام نہ کرنے دیا۔ روس کو باب عالی پر ایسا اقتدار حاصل تھا۔ کہ وہ اپنے دارالخلافہ کے سمندری رستہ کی حفاظت کا سامان نکلس کی خلاف مرضی کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ انگریز افسر دو برس یا پانچ برس قسطنطنیہ رہے۔ اور اس عرصہ میں انہوں نے اور انگریزی سفیر نے کئی مرتبہ اپنی تجاویز پر عملدرآمد کرنے کی کوشش کی لیکن روسی سفیر کی مخالفت کچھ نکرنے دیا۔ آخر ایک افسر انجنیئر اور دو غیر مستعملہ لقب ان کو لیکر انگلستان واپس چلا گیا اور دوسرا افسر ایرانی سرحد پر متقرر کر دیا گیا اور تیسرا نشانہ اولی شخص بھی جانتا تھا کہ روس کیلئے باسفورس کی حفاظت نہ ہونے کرنے دینا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ باب عالی روس کے حکم ماننے پر مجبور رہے ہے۔

مجبور کرتا تہا۔ اور ملکی اغراض اوسکے مخالفون کے ساتھ شریک ہونے پر۔ اوسنے اس معاملہ کے سلجہانے کے لیئے تصفیہ کیلیئے دول یورپ کی کانفرنس جمع ہونے کی تجویز پیش کی۔ پرشیا۔ آسٹریا۔ روس۔ انگلستان اور فرانس کے وکلا ویانا مین جمع ہوئے۔ اور انکے فیصلہ کو جو ۳۱ جولائی کو کیا گیا زار نے بتاریخ ۱۰ اگست منظور کرلیا۔ مگر ٹرکی نے پہلے تو اس بنا پر کہ اوسی کے متعلق جو کانفرنس ہوا اوس مین اوسکے وکلا مدعو نہ کیئے گئے تھے اس فیصلہ کو بالکل مسترد کردیا۔ مگر بعد ازان چند ترمیمین پیش کرکے اونکو قبول کرلیئے جانے کی صورت مین فیصلہ کو مان لینے پر رضامند ہوگئی۔ زار نے ان ترمیمون کو بتاریخ ۷ ستمبر نامنظور کردیا جسپر آسٹریا باقی طاقتون سے علیحدہ ہوگئی۔ اور اوسنے بطور خود ایک خاص سفیر قسطنطنیہ بھیجکر سلطان کو سمجہایا کہ وہ کانفرنس کے فیصلہ کو منظور کرلے۔ اس فیصلہ کے رو سے سلطان کو عیسائی رعایا کے حقوق بالتصریح تسلیم اور مقامات متبرکہ مین روسی پادریون کے اقتدار کے متعلق روسی مطالبات منظور کرنے پڑتے تھے۔ روس نے دریائی صوبجات ڈینیوب پر مالکانہ تصرف کرکے اپنا عمل دخل کرلیا تہا جولائی مین ہوسپوڈارون کو حکم دیا گیا کہ آیندہ خراج قسطنطنیہ نہ بھیجا کرین۔ بلکہ روسی گورنمنٹ کے حوالہ کیا کرین جبتک فوجی قبضہ رہے ترکی بادشاہت کے حقوق معطل رہینگے۔ انگریزی گورنمنٹ نے ان صوبون سے اپنے قونصل واپس بلالیئے تھے۔ اور ادہر ترکون مین عام جوش پیدا ہوگیا ہوا تہا یہی وجہ تھی کہ اگر سلطان چاہتا بھی تو کانفرنس کے فیصلہ کو منظور نہین کرسکتا تہا۔ ہر روز ہزارہا اشتہارات پر جوش عبارت مین لکھے ہوئے شہر کی دیوارون پر چسپان کیئے جاتے جن مین صلح پسند وزرا پر نفرین کرنیکے بعد سلطان سے جہاد کے اعلان کی درخواست ہوتی۔ علما مین بھی رفتہ رفتہ عام جوش پھیلگیا۔ وہ کہنے لگے کہ اگر اعلان جنگ نہ کیا گیا تو معزول کردیا جاویگا جسپر ترکی گورنمنٹ نے زیادہ عرصہ خاموش رہنا قرین مصلحت نہ سمجھکر بسرعت تمام فوجین روانہ کرنی بھی شروع کردین۔ ادہر روس بھی صوبجات مقبوضہ مین اپنی جمعیت مضبوط کررہے تھے۔ اونکو دو ڈویژن [illegible] ۱۳ ستمبر کو دو انگریزی اور دو فرانسیسی جہاز ڈارڈنیلز مین داخل ہوگئے۔

زار کے ہنگامہ پر سلطان نے ایک مجلس جس مین عیسائی و مسلمان اعیان ارکان سلطنت کا اول کلان ۲۶ ستمبر کو منعقد کیا جسنے بالاتفاق لیئے اعلان جنگ کے حق مین فیصلہ کیا۔ اور ۵ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو سال ہجری کے غرہ کو تمام مساجد مین سلطان کی طرف سے جنگ کا اعلان پڑھکر سنایا گیا۔ دریائے ڈینیوب کی ترکی افواج پر امور حربیہ عمر پاشا مامور تہا اس نامور کے کارنامے

لہ اسکا اول وطن آسٹریا کے سرحدی صوبہ کروشیا کا ایک قصبہ تھا اوسکا باپ آسٹریا فوج کا ایک افسر تہا۔ اوائل عمر مین اپنے آبا و اجداد کیطرح یہ بھی عیسائی تہا۔ اور اسکا نام میکائیل لٹاس تہا۔ اوسنے قصبہ تھرنسکے فوجی مدرسہ مین تعلیم پائی۔ مدرسہ سے نکلکر فوج مین بعہدہ کیڈٹ بھرتی ہوا۔ پھر اپنے ضلع کی سڑکون اور پلون کا نائب انسپکٹر مقرر ہوا۔ ۲۳ برس کی عمر مین اچانک گورنمنٹ کی ملازمت چھوڑکر ہمسایہ ترکی صوبہ بوسنیا مین چلا گیا۔ اور وہان اسلام قبول کرکے عمر نام رکھ لیا۔ اور ایک مسلمان تاجر کے لڑکون کا اتالیق ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے شاگردون کے ساتھ قسطنطنیہ گیا۔ اور وہانکے فوجی مدرسہ مین مدرس مقرر ہوگیا۔ مدرس ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ خسرو پاشا وزیر جنگ اوسپر مہربان ہوگیا۔ اور اوسنے اسکو اپنے شاگردون مین لیلیا۔ اور زیادہ اپنی بیٹی سے جو بہت متمول تھی اوسکی شادی کردی۔ صوبجات ڈینیوب مین [illegible]

انگلستان کے مشہور افسانہ نویس مسٹر ہنیا الڈرڈ نے ناول کے پیرایہ میں کمال شرح و بسط سے اور بہ قدر چند تصرفات کے جو ناول کی غرض کیلئے ضروری تھے بالکل تاریخی حیثیت سے بیان کئے ہیں ناظرین کو اوسکے ناول سے دریائے ڈینیوب اور محاربہ کریمیا کے حالات بالوضاحت معلوم ہو سکتے ہیں۔ عمر پاشا نے روسی سپہ سالار جنرل گورچکاف کو جو اوس وقت تک اوس مقام پر نہیں ہوا جو ۴ اکتوبر ۱۸۵۳ء کو محاربہ کے وقت روسی ریاستہا ... تمام سلطانی اعلان سے مطلع کر کے اوسے ریاستہائے ڈینیوب کو خالی کر دینے کیلئے پندرہ دن کی مہلت دی جس کے جواب میں زار نے بھی یکم نومبر کو اعلان جنگ صادر کر کے اس میں بھی پہلے نشر کیطرح دین کی خوب ہی تائید کی۔ اور سخت سیاہ دروں منافقوں کیطرح اوسکی عبارت میں صحف الہی کی طرز کا پورا پورا اتباع کیا۔

عمر پاشا نے ترکی افسروں کے خلاف معمول دشمنی ہمدردوں کے بعد اب پہلی مرتبہ میدان جنگ میں حدود سبقت کرنیکا مردانہ پہلو اختیار کیا۔ اور پہلے ترکی سپہ سالاروں کیطرح مدافعت پر رہ کر روسی حملہ کا انتظار کرنے کی بجائے خود ڈینیوب کو عبور کر کے روسیوں پر مردانہ وار حملہ کر دیا۔ اوس نے ۴ نومبر ۱۸۵۳ء کو بمقام آولٹنیتزا اور ۵ نومبر کو بمقام ستاکی ٹیٹ جنرل گورچکاف کو پے در پے دو ذلت آمیز شکستیں پہنچائیں۔ مسٹر ہنیا الڈرڈ نے اپنے مذکورہ صدر تاریخی ناول میں ان شکستوں کی مفصل کیفیت درج کرنیکے ساتھ ہی روسی سپہ سالار کی سراسیمگی اور روسیوں کے شکستہ ہونے اور ستانی کی بھی اچھی طرح سے قلعی کھولی ہے ان معرکوں میں فریقین کا چنداں زیادہ نقصان نہ ہوا مگر پھر بھی ان فتوحات سے نہ صرف یورپ اور روس بلکہ خود ترکی گورنمنٹ کو بھی اپنی فوجی اصلاحات کی قدر و منزلت بخوبی معلوم ہو گئی۔ اور ترکی سپاہ میں مطلوبہ خود اعتمادی اور خودداری پیدا ہو گئی جن اوصاف کا لڑائی میں کامیاب ہونیکے لئے لازمی اور اہم عنصر ہونا صاف ظاہر ہے۔ ایشیائی میدان جنگ میں بھی ترکی سپہ سالار عبدی پاشا کو علیشم پر نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور روس پیچھے ہٹتا ہوا روسیوں کے مضبوط قلعہ سینٹ نقولا پر قابض ہو گیا۔

فرانس اور انگلستان نے اعلان جنگ ہونے پر اپنے بیڑے خلیج بسیکا سے قسطنطنیہ کے متصل باسفورس کے قصبہ بیکوس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۳۔ وہ کچھ عرصہ جنرل خسرو اسکوئی کا یاور رہا۔ پھر خسرو پاشا نے اوسے ولیعہد شہزادہ عبدالمجید کا اتالیق انشا مقرر کرا دیا۔ ۱۸۳۲ء میں وہ اوس فوج میں شامل تھا جو ابراہیم پاشا کے مقابلہ پر بھیجی گئی تھی تین برس بعد شام کے ایک ضلع کا کمانڈر مقرر ہو گیا۔ ۱۸۵۴ء سے جنگ محاربہ کریمیا کے اختتام تک والیشیا یوسینیا۔ والیشیا میں دوسری مرتبہ کریمیا اور آرمینیا میں جو نمایاں خدمات کیں انکا متن میں ذکر درج ہے۔ محاربہ کریمیا کے بعد بغداد کا گورنر جنرل مقرر ہوا مگر معتوب ہو کر جلاوطن کر دیا گیا لیکن پھر دوسرے ہی برس واپس بلا لیا گیا۔ ۱۸۶۱ء میں اوسنے ہرزیگووینا اور بوسنیا کی بغاوت کو پھر زیر کیا اور اس سے فارغ ہو کر سرکش باشندگان مانٹی نیگرو پر حملہ کیا اور اون کے صدر مقام سٹنجی کو فتح کر لیا۔ ۱۸۶۹ء میں وہ عملی خدمت سے مستعفی ہو گیا۔ مگر وزارت کے عہدہ پر اعزازاً بحال رہا۔ ۱۸۰۶ء میں بمقام پلانکی پیدا ہوا اور ۱۸۷۱ء میں بمقام قسطنطنیہ فوت ہوا۔

بندرگاہ کو بھیجے بیشے اور انہیں بشرط ضرورت بحیرۂ اسود میں بھی داخل ہو جانیکا حکم دیدیا۔ مگر اس کارروائی کے باوجود وہ مصالحت کرادینے کی کوششوں سے ابھی تک دست بردار نہ ہوئے۔ اور ان کو اس مساعی میں بالآخر کامیاب ہو جانیکا سینوپ کے غدارانہ قتل عام تک اسیطرح سے پورا پورا یقین رہا۔ روس نے اعلان جنگ میں صاف اقرار کیا تھا کہ وہ اس محاربہ میں جو اس کے خلاف منشا ٹرکی کے ساتھ شروع ہو گیا ہے خود کسی جگہ پیشقدمی نہیں کریگا۔

اقرار اور نیز مصالحت آمیز نامہ و پیام کا بھی سلسلہ جاری رہنے کی وجہ سے ٹرکی کی رفیق طاقتوں نے ان ترکی جنگی جہازوں کی حفاظت کیلئے جو بحیرۂ اسود یا اوسکے بنادر میں موجود تھے کوئی انتظام کرنا ضروری نہ سمجھا۔ ترکی بیڑہ کا بڑا حصہ روسی بیڑہ کے زیادہ طاقتور ہونے کی وجہ سے سینوپ کے بندرگاہ میں سات فریگیٹ تین کارویٹ اور دو چھوٹے دخانی جہاز چھوڑ کر قسطنطنیہ واپس آ گیا تھا۔ زار نکلس نے بڑی بیشرمیوں سے کام لیکر اپنے قول و اقرار کو بالائے طاق رکھدیا۔ اور روسی امیر البحر ناخیموف جسکے پاس چھ جنگی جہاز دو فریگیٹ اور چار دخانی جہاز تھے۔ کہر اور دھند سے فائدہ اٹھا کر جس کی وجہ سے ترکوں کو ان کی آمد کا پتہ نہ ملا۔ بتاریخ ۳۰ نومبر اور بقول بعض ۱۰ نومبر کو ترکی جہازوں کے بالکل قریب پہنچکر تابڑ توڑ گولہ باری شروع کر دی۔ ترکوں نے ناگہان دشمن کی زد میں آ جانیکے باوجود جو گھبراہٹ تھا کمال دلاوری سے مقابلہ کیا اور اطاعت کی بجائے موت کو ترجیح دیکر جبتک کل بیڑہ تباہ نہ ہو گیا برابر لڑتے رہے۔ صرف ایک دخانی کشتی اس عام تباہی سے بچکر آستانہ تک پہنچی اور اس حادثہ جانگداز کی خبر قسطنطنیہ پہنچائی۔ بیڑہ کو تباہ کرنیکے بعد روسی جہازوں نے قصبۂ سینوپ پر بھی گولہ باری کرکے وہاں کے کتنے ہزار باشندوں کو معدوم کر دیا۔ بیڑہ اور شہر میں تقریباً پانچہزار جانیں روسی غداری کی نذر ہوئیں جن میں ترکی امیر البحر عثمان پاشا سخت مجروح ہو کر روسیوں کے ہاتھ اسیر ہو گیا تھا۔ وہ سیواستوپول لیگئے اور وہاں وہ چند دنوں کے بعد زخموں سے فوت ہو گیا لڑائی سے کئی ہفتے بعد تک ترکی ملاحوں کی لاشیں سمندر ساحل پر پھینکتا رہا۔ بندرگاہ میں دو انگریزی تجارتی جہاز بھی لنگر انداز تھے وہ بھی اس گولہ باری سے غرق ہو گئے۔ اکثر انگریزی مورخین انگریزی اور فرانسیسی کمانڈروں کو ملعون کرتے ہیں کہ یہ مانا کہ وہ روسیوں کے غدارانہ حملہ کی وجہ سے سینوپ کو ترکی بیڑہ کی مدد پر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ مگر ان کے پاس کیا جواب ہے کہ اطلاع ملنے پر انہوں نے روسی بیڑہ کو سیواستوپول واپس جاتے وقت پکڑنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ وہ یہ عذر پیش نہیں کر سکتے کہ روس کے بمقابلہ انکی گورنمنٹوں نے ابھی تک اعلان جنگ نہیں کیا تھا۔ روس نے صریح بدعہدی اور نقض عہد کرکے سینوپ پر حملہ کیا تھا۔ اور آداب جنگ کے مطابق انگریزی و فرنچ کمانڈر کا یہ فعل جوابدہی میں بالکل حق بجانب اور درستی پر ہوتا۔

سلطان نے اس واقعہ کی خبر سنتے ہی فرانس اور انگلستان سے اپنے بیڑے بحیرۂ اسود میں بھیجنے کی درخواست کی اور تقریباً ایک ماہ کے نامہ و پیام کے بعد یہ بیڑے ۳ جنوری ۱۸۵۴ء کو بحیرۂ اسود میں داخل ہو گئے جسپر روسی بیڑہ سمندر چھوڑ کر مختلف روسی بنادر میں پناہ گزین ہو گیا۔ لیکن روس کی اس سخت بے ایمانی کے بعد بھی ٹرکی کے عیسائی رفقاء بالخصوص انگریزی گورنمنٹ تے ایک عیسائی بھائی سے بگاڑ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ انگریزی گورنمنٹ کو اس تامل کی بڑی وجہ لارڈ ابرڈین کی عدم موافقت تھی

وہ نہیں چاہتا تھا کہ روس اور انگلستان میں لڑائی ہو۔ اور مسٹر کوبڈن[۱] اور مسٹر برائٹ[۲] جیسے اسی قسم کے متعصبین بھی یہی کہتے کہ اس صدی کے پہلے نصف حصہ کے گلیڈسٹون اور آرگائل کہنا چاہیے۔ عام طور سے لوگ ترکون کے برخلاف ہیں اسلئے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کر رہے تھے۔ اونکی رائے تھی کہ روس کو بلا مزاحمت باسفرس اور قسطنطنیہ پر قابض ہو جانے دینا چاہیے۔ یورپ میں مسلمانون کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ اونکا درست مقام ایشیا ہے۔ یہ پالیسی محض غلط اور مضحکہ خیز ہے کہ انگلستان کی اغراض و مفاد ٹرکی کے قیام کی متقاضی ہیں۔ اسیطرح یہ خیال بالکل لغو ہے کہ ٹرکی ہماری تجارت کی بڑی منڈی ہے۔ ایسے ملک میں جہان کوئی کام و نشان نہ ہو وہ تجارت کو کیا فروغ ہو سکتا ہے۔ ٹرکی کے عیسائیون کیلئے بد سے بدتر عیسائی گورنمنٹ بھی اسلامی حکومت سے زیادہ مفید اور بہتر ہوگی۔"

یہ تقریر مسٹر بلیک کور نے ۷ اگست ۱۸۵۳ء کو پارلیمنٹ میں کی تھی۔ اس کے جواب میں لارڈ پامرسٹن وزیر خارجہ نے کہا۔ "ترکی کی حالت ویسی بوسیدہ نہیں جیسی کہ مسٹر کوبڈن نے بیان کی ہے۔ انکی قیام میں مدد دینا ہمارے لیے ضروری ہی نہیں بلکہ واجب ہی ہے اور وہ اپنی صداقت کی وجہ سے مستحق بھی ہے۔ پچھلے تیس برسون میں وہ زیادہ مستقل ہونے کی بجائے ترقی سوشل اور انتظامی معاملات میں اور بالخصوص مذہبی بے تعصبی میں اسقدر ترقی کی ہے کہ دنیا کے کسی دوسرے ملک نے نہیں کی۔ پس اس

[۱] رچرڈ کابڈن ایک غریب کسان کا بیٹا تھا۔ وہ چھوٹی عمر میں ہی یتیم ہو گیا اور اپنے چچا نے جو لندن میں سوداگر تھا۔ اوس کی پرورش کی۔ بعد ازان وہ مانچسٹر کے ایک کارخانہ میں جہان چھینٹ اور دیگر بنائی جاتی تھی حصہ دار ہو گیا اور اپنے کارخانہ کیطرف سے گاہ گاہ ملک میں گشت کیا کرتا۔ چند برسون کے بعد مصر، یونان اور ترکی کی سیاحت کی اور ۱۸۳۵ء میں شمالی امریکہ گیا۔ یہان سے آکر اوسنے ایک رسالہ انگلستان آئرلینڈ اور امریکہ کے نام سے اور ایک رسالہ بنام روس ۱۸۳۶ء میں شائع کیا۔ ۱۸۳۷ء میں پارلیمنٹ کی ممبری کیلئے ناکام کوشش کرنیکے بعد فرانس، بلجیم اور سوئٹزرلینڈ کی سیر کی اور دوسرے برس جرمنی گیا۔ وہان سے واپس آکر محاصل غلہ کی منسوخی کیلئے کوشش شروع کی ۱۸۴۱ء میں وہ ممبر ہو گیا۔ اوسنے اپنی پرجوش تقریرون سے عام کی رائے کو اپنے موافق بنا لیا اور آخر ۱۸۴۶ء میں محاصل کو منسوخ کرانے میں کامیاب ہو گیا۔ اوسنے بعد تمام یورپ کا سفر کیا جس سے واپس آنے پر ۱۸۴۷ء میں اپنا ملک نے بصلہ خدمت اوسے ستر ہزار پونڈ عام چندہ سے فراہم کیے۔ وہ آزادی تجارت کا بڑا حامی اور جنگ کا سخت دشمن تھا۔ ۱۸۰۴ء میں پیدا اور ۱۸۶۵ء میں فوت ہوا۔

[۲] جان برائٹ ایک کارخانہ دار کا بیٹا تھا۔ وہ محاصل غلہ کے مسئلہ میں کابڈن کا بڑا حامی رہا۔ ۱۸۴۳ء میں پہلا مرتبہ ممبر ہونے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔ مگر دوسرے انتخاب میں کامیاب ہو گیا۔ ۱۸۶۸ء میں وہ اوس وزارت میں شامل تھا جو وزیر گلیڈسٹن کے پاس یہ دستخط ... تھا کہ وہ جنگ جوئی کے خیالات چھوڑ دے۔ یہ شخص بھی کابڈن اور گلیڈسٹون کی طرح سخت متعصب اور ترکون اور مسلمانون کا جانی دشمن تھا۔ ۱۸۷۸ء کے محاربہ میں بھی اسنے روسیون کی طرفداری اور سلطنت عثمانیہ کی مخالفت میں کوئی کسر اوٹھا نہیں رکھی تھی۔ ... ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوا تھا۔

(مؤلف)

جا سکتا ہے اور روس کو [illegible] کہ دوست سلطنت کی بجائے جس قدر ترکی کی تقسیم اور منقسم کرنے کی تدبیر اور کی طرف شوق سے استعمال کرتے ہیں یا ترکی کو مردہ یا قریب المرگ بنایا جا رہا ہے ہم قرار دینے کی بجائے جو زندہ نہ سمجھا جا سکتا ہو۔ میں علانیہ کہتا ہوں کہ اگر تم بھی کرو کہ جو حریص اوس میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اون کو داخل نہ ہونے دو۔ اور جو اوس میں موجود ہیں اور اوسکی بہتری کو لئے کام کر رہے ہیں۔ اونکو اونکے حال پہ چھوڑ دو۔ اور تم دوسری طرف اپنی توجہ کو منعطف کرو تو تم یورپ میں اور کئی ایسے ملک پاؤ گے جو فی الحقیقت [illegible] بیماری [illegible] خطرہ میں ترکی سے بدرجہا زیادہ مبتلا ہیں جیسے دوست [illegible] ہمارا حال اس سے کسی کو انکار نہیں ہوگا کہ ترکی میں کوئی پولنڈ یا [illegible] موجود نہیں ہے۔ اس بات کی تصدیق [illegible] ۵ مارچ ۱۸۷۷ء کو پارلیمنٹ میں علی رؤس الاشہاد بیان کیا کہ ترکی کے مختلف المذاہب اقوام [illegible] کو یکجا رکھنے کا کام صرف مسلمانوں کی حکومت ہی کر سکتی ہے اس کے علاوہ ہم [illegible] بھی بتا رہا ہوں کہ [illegible] ترکی کو روس کے چنگل میں گرفتار رہنے دیں [illegible] دنیا کو [illegible] سلطنت کو قدموں پہ ذلیل قرار ہونے سے محفوظ رکھیں اور یورپ کو حقوق اور اقوام کی آزادی کی حفاظت کریں۔"

ایسے پر جوش اور صادق [illegible] وزرا کی موجودگی کے باوجود انگریزی گورنمنٹ اپنے [illegible] وزیر اعظم اور [illegible] وغیرہ جیسے خطیبوں کی مخالفت کی وجہ سے تمام تجویزات کو بغیر روس سے اعلان جنگ نہیں کر سکتی تھی۔ ۵ دسمبر ۱۸۷۷ء کو [illegible] انگلستان نے آسٹریا اور پرشیا نے [illegible] کر دریافت کیا کہ وہ کن شرائط پہ صلح کے نامہ و پیام کیلئے آمادہ ہو سکتا ہے [illegible] نے اسکا جواب دیا کہ صلح کیلئے مندرجہ ذیل بنیادی اصول لازمی ہیں۔ روس علی الفور [illegible] یورپ خالی کر دے۔ ترکی اور روس میں جو [illegible] پہلے ہو چکے ہیں [illegible] تمام مذاہب کو [illegible] مذہبی آزادی [illegible] ہے۔ اور [illegible] کے متعلق قطعی تصفیہ کیا جائے۔ [illegible] جواب روس کے پاس بھیجا اور ۹ جنوری ۱۸۷۸ء کو [illegible] نے قیام صلح کیلئے آخری کوشش کرکے زار کو دستخطی [illegible] لکھا کہ وہ اپنی پالیسی پہ زیادہ اصرار نہ کرے۔ زار نے جواب دیا کہ روس کی فوجی عزت اب جنگ کی متقاضی ہو رہی ہے۔ اس لئے وہ اپنے مطالبوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ آخر انگلستان اور [illegible] افواج [illegible] پہ ثابت ہوگیا کہ روس اپنے [illegible] ترکی کے حقوق کی [illegible] نہیں بلکہ [illegible] انگریزی [illegible] ہو رہا ہے۔ [illegible] کو فرانس اور دیگر [illegible] کے اصرار پہ اپنی [illegible] تھی۔ اور انگریزی گورنمنٹ نے وہ گفتگو جو زار اور انگریزی سفیر میں ہوئی تھی (اسپیچ [illegible]) شائع کر دی تھی جسکو پڑھنے سے کل انگریزی قوم میں [illegible] کے ماسوا روس کے ساتھ لڑائی کرنے کی خواہش بڑے زور سے پیدا ہوگئی تھی۔ ۱۸۵۴ء کے محاربہ روم و روس کی طرح اوس وقت انگریزی قوم کے جوش [illegible] کو [illegible] اور جس [illegible] کو کند کرنے کیلئے [illegible] گورنمنٹ کا کوئی اعلان [illegible] موجود نہ تھا۔ [illegible] اوس وقت [illegible] بالکل آزاد تھی x x x x آج [illegible] آزادی کی مفقودی کیلئے [illegible] یورپین رفاقت کی بدولت محاربہ کریمیا کے دوران میں [illegible]

قائم ہوئی تھی۔ عام جوش کے علاوہ خود قوم کی مزاج کا منشا ایسا ہی جیسا کہ آگے ظاہر ہو جائیگا۔ روس کی منافقانہ چالون سے
سخت بیزار ہو رہا تھا۔ ادھر زار اپنی گفتگو کے شائع کر دیے جانے سے جسکی رازداری کی اوسنے سخت تاکید کی تھی۔ اور بلا برافروختہ ہوگیا
اور اس برافروختگی نے اوسے مآل کار پر غور و فکر کرنے کے قابل ہی نہیں رکھا۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اوسے کو طرح طرح
کی مخالفت سے یہ یقین بھی ہوگیا تھا کہ انگلستان کا ارادہ پکا نہیں ہے [illegible] اور دوسری طرف پرشیا
آسٹریا اور فرانس [illegible] کی نسبت اس گفتگو میں کہے تھے بہت آزردہ ہوگئے غرض
معاملہ سنورنے کی حد سے گذر گیا۔ ۲۷ فروری ۱۸۵۴ء کو فرانس اور انگلستان نے روس کو ایک الٹی میٹم بھیجدیا [illegible]
۱۵ مارچ کو جسکا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ اور ۲۸ مارچ ۱۸۵۴ء کو فرانس اور انگلستان نے زار کے برخلاف باقاعدہ اعلان جنگ
کر دیا۔ اس اعلان سے پہلے دونون سلطنتون نے باب عالی کو بتاریخ ۱۲ مارچ اپنی امداد کا یقین دلا دیا تھا۔ ۱۰ اپریل ۱۸۵۴ء کو
ٹرکی، فرانس اور انگلستان میں جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کا معاہدہ ہوگیا جس کی رو سے انگلستان نے پندرہ ہزار اور فرانس نے
پچاس ہزار فوج ٹرکی کی مدد کیلئے بھیجنے کا اقرار کیا مگر جنگی ضرورتون کی وجہ سے اکیلے فرانس کو دو لاکھ فوج بھیجنی پڑی۔ اس
عہدنامہ میں دونون رفیق سلطنتون نے روس سے صلح ہو جانے پر پانچ ہفتون کے اندر اپنی افواج واپس بلا لینے کی بھی شرط
کی تھی۔ انگریزی اور فرنچ فوج [illegible] گیلی پولی پہونچی شروع ہوگئی۔ وہان سے اوسکا بڑا حصہ وارنا کو بھیجدیا گیا
اور کچھ فوج تھسلی اور ایپائرس کے یونانیون کی بغاوت کو فرو کرنے پر مامور کی گئی اور اوسنے تھوڑے ہی عرصہ میں ان
صوبون میں امن قائم کر دیا۔

اعلان جنگ کرنیکے بعد فرانس اور انگلستان نے پرشیا اور آسٹریا کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ مگر اول الذکر نے
تو صاف کہدیا کہ وہ کسی فریق کا ساتھ نہیں دیگا۔ اور دوسری نے [illegible] پالیسی اختیار کی کہ آخر دونون فریق کو ناراض کر دیا۔
کبھی وہ یہ فیصلہ کر لیتی کہ انگلستان و فرانس کے ساتھ شریک ہو جائے مگر پھر جلد ہی اس ارادہ کو ملتوی کر دیتی۔ انکی طاقت
اور وسعت سب کی نسبت بہت زیادہ تھی جرمنی کے کئی صوبے اور نیز اٹلی کا بہت سا حصہ بھی اس کے قبضہ میں تھا۔ اٹلی کا
باقی علاقہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستون میں منقسم تھا جن میں سب سے بڑی پیڈمونٹ و سارڈینیا کی ریاست تھی۔ اس ریاست
کے وزیر اعظم کیوور نے کمال دوراندیشی سے تاڑ لیا کہ مغربی یورپ کی دونون طاقتور سلطنتون کو مددگار و معاون بنانیکے لیے
یہ نہایت عمدہ موقع ہے۔ چنانچہ وہ جدوجہد کرکے اس اتحاد میں شامل ہوگیا۔ اور متحدہ سلطنتون کو جنہیں فوجی امداد کی سخت
ضرورت درپیش تھی کریمیا کے معرکہ میں مدد دینے کیلئے پندرہ ہزار فوج بھیجدی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پیرس کی کانفرنس میں اوسکے
وکلاء بھی شریک کیے گئے اور آخر ۱۸۶۶ء میں جب کہ ایکطرف پرشیا نے حملہ کرکے آسٹریا سے کئی جرمن صوبے چھین لیے اس
ریاست نے بھی نپولین سوم کی مدد سے جو خود بھی کریمیا کے دوران میں آسٹریا کی مخالفانہ کارروائیون اور [illegible] سے
سخت ناخوش ہوگیا تھا آسٹریا کو اطالین مقبوضات سے بیدخل کر دیا۔ اور اسطرح آسٹریا کو دس بارہ ہی برسون میں اپنی ناکارہ

پابندی کا ثمرہ مل گیا تھا۔ نتیجہ جیسے اسکی حکومت ٹوٹ گئے۔ اور ساتھ ہی جرمن ریاستوں کی تیسری کے خطرہ سے بھی محروم ہو گئی۔ مگر پاس کی مذہبی و نسلی رقابت کی جوش مارنے جرمنی کے متوفی مدار المہام پرنس بسمارک اور وزراء روس نے اسکو پھر بار دینے کے بعد حسب معمول فی مال منفعت دل ہر مفتوحہ صوبوں کے معاوضہ میں .... ٹرکی سے صوبجات بوسنیا اور ہرزیگووینا دلا کر اسکی تسکین ... تشفی کر دی مگر جیسا کہ قرائن اور آثار بتا رہے ہیں یہ نہ ہاری اور یہ ایا بھی اپنا عمل دینے پر تیار رہنے کی موجودہ پالیسی تو مسئلہ کی آنکھیں موندتے ہی اس تمام سلطنت کو شیرازہ کے پراگندہ ہو جانے میں کیونکہ نہیں۔ یہ اتفاق ہو گیا ہے کہ معاہدہ کریمیا کی طرح ۱۸۵۶ء کے معاہدہ میں بھی انگلیس کے فرزند اسکندر کا ٹرکی کے ہمسایوں کی حمایت و حفاظت کا ادعا کرنا منقض ہو گیا تھا جرمنی، آسٹریا اور روس کے تینوں بحیثیت تاجداروں نے ۱۸۷۲ء میں بعض بیٹیا اور بالطوم خود لینے اور صوبجات بوسنیا اور ہرزیگووینا آسٹریا کو دلانے کے بعد روس کے ٹرکی پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس تجویز کی بناء اسطرح پر قایم ہوئی تھی کہ معاہدہ کریمیا میں پرشیا کے دول متحدہ کو صاف جواب دیدینے سے روس اور اوسکے تعلقات پولیٹیکل طور پر بھی نہایت دوستانہ ہو گئے تھے چنانچہ اسی دوستی کی وجہ سے روس نے ۱۸۶۶ء میں پرشیا کو آسٹریا پر حملہ کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ اور اسی وجہ اور نیز پرانا بدلہ لینے کیلئے ۱۸۷۰ء میں فرانس پر بھی اوسے فوجکشی کرنے کی عام اجازت دیدی تھی۔ چنانچہ ان میں پرشیا کے کامیاب ہو جانے پر زار نے اول تو معاہدہ پیرس کے اوس حقہ کو جو بحیرہ اسود میں اوسکی بحری طاقت کو محدود کرنے کے متعلق تھا کمال بیباکی سے خود ہی مسترد کر دیا۔ اور پھر آسٹریا سے معاہدہ کریمیا میں مدد نہ دینے کا انتقام لینے کا عزم کر کے پرشیا کو اسکی اطلاع دی۔ اور درپردہ لکھی کہ روس کو عجیب کاری سے اٹھانی ہے۔ پرنس بسمارک نے اس تجویز کو ناپسند کر کے روس کو آسٹریا کے مشورہ سے ٹرکی پر حملہ کرنے کا ابھارا۔ اوسطرح تینوں بادشاہوں میں اتحاد ثلاثہ ہو گیا۔ اور اس اتحاد نے ٹرکی کے متعلق وہ فیصلہ کیا جو اوپر منتج ہو چکا ہے۔

پرشیا کے عدم اتفاق سے تمام منصف[1] مزاج یورپ میں سخت متعجب ہو رہے تھے۔ مگر پرنس بسمارک جیسے مدبروں سے نہ تہا انکے ملک کی بہتری جیسا انصاف و ایمان کو مخل ہونے دیں بشرطیکہ اوسکے اپنے ملک کی بہتری ہوتی ہو۔ وہ دوسری سلطنتوں کی

[1] ہماری ملکہ معظمہ کے مرحوم شوہر بھی انہی کے زمرہ میں شامل تھے جن کی بے نظیر سیاست بازی کمال دوراندیشی اور اعلی مدبرانہ قابلیت مندرجہ ذیل خط سے جو شہزادہ مرحوم نے معاہدہ کریمیا کے دوران میں شاہ بلجیم کو لکھا تھا بخوبی واضح ہو رہی ہے "تمام یورپ کی (جس میں بلجیم اور جرمنی بھی شامل ہیں) اہم ترین اغراض سلطنت عثمانیہ کی آزادی اور سلامتی کی مقتضی ہیں۔ اور پھر انکی بہتری کیلئے اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ روس کو شکست دیکر اوسکی خوب گوشمالی کیجائے کیونکہ سب طرح کمزور ریاستوں کیلئے یہ تعلیم نہایت ہی مبارک اور اہم ہوگی کہ جب کبھی کوئی زبردست ہمسایہ انکو تنگ کرنا چاہے تو کل یورپ انکی مدد پر کھڑا ہو کر ظالم کنندہ کا منہ پھیر دے" ... افسوس انگلستان میں بھی ایسے مدبر اور سچے جواں مرد کا اب اس قدر قحط ہو گیا ہے کہ اوسکے مدبر کمزوروں کی امداد سے دست بردار ہی نہیں ہو گئے بلکہ چند برسوں سے ونکی قطع برید اور تقسیم میں بھی دوسری طاقتوں کے ساتھ بخوشی شریک ہونے لگے ہیں۔

بربادی اور لاکھوں کی خونریزی کی بھی کچھ پروا نہیں کیا کرتا تھا سنہ ۱۸۹۹ء کی خونریزیاں اور ٹرکی کی عام تباہی کا اصل باعث جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے وہی تھا۔ اسی نے سنہ ۱۹۰۵ء میں کس غرض سے کہ اٹلی فرانس کے ساتھ متحد ہو جائے اور [illegible] فرانس کو ٹرکی کے شمالی مقبوضہ [illegible] پر قبضہ کر لینے کا اجازہ کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اٹلی جرمنی و آسٹریا کے اتحاد میں شامل ہو گئی۔ اور اس کا نتیجہ انگلستان اور فرانس میں ہمیشہ کے لئے اتفاق قائم رکھنے کا [illegible] کو مصر پر قابض ہو جانے کا اشارہ کر دیا تھا۔ ٹرکی کے مقبوضات کو [illegible] تقسیم کر کے یورپین سلطنتوں میں باہم [illegible] ڈالو اس کے ساتھ ہی اس نے یہ امر بھی مد نظر رکھ لیا تھا۔ اور اسی لئے اس نے جرمنی کو کسی سلطانی علاقہ پر قبضہ نہیں کرنے دیا تھا کہ جب سلطان کو دیگر سب یورپین سلطنتوں بلکہ اپنے سابقہ رفقاء فرانس و انگلستان کے غصہ کا باعث [illegible] اور ان کی دوستی اور رفاقت کی کیفیت اچھی طرح معلوم ہو جائے گی۔ تو وہ لازمی طور پر اسی سلطنت کا طرف دار ہوگا جس نے اونکے ساتھ ایسا برا سلوک نہ کیا ہوگا۔ ایسی سلطنت اون کو جرمنی کے سوا کوئی دکھائی نہ دیگی۔ اس طرح جرمنی ایک ایسی طاقت کو اپنے ساتھ متحد کر سکیگی جس کی فوجی طاقت ان صدمات کے باوجود بھی دنیا کی کسی سلطنت سے کم نہ ہوگی۔ [illegible] میں اس کی پالیسی جیسی کچھ کامیاب ہوئی ہے وہ آج کل دنیا ملاحظہ کر رہی ہے۔ چونکہ اس کتاب میں سلطان عبدالحمید کے عزل کے بعد کے واقعات کو جو تیس سالہ عہد حکومت اور [illegible] کی دیگر تاریخ [illegible] کردہ کتابوں میں درج ہو چکے ہیں تفصیل سے درج کرنا مقصود نہیں۔ اس باب میں جرمن شاطر کی ان چالوں کی مختصر کیفیت درج کر دینا مناسب سمجھا گیا ہے جس کے بعد پھر اصل داستان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

ولی عہد کی بحری قوت [illegible] زیادہ تھی کہ اعلان جنگ ہوتے ہی فرنچ و انگریزی بیڑوں نے تمام [illegible] متعدد جو روسی سلطنت کو سواحل [illegible] قبضہ کر لیا۔ بحیرہ اسود کے روسی بیڑہ کی [illegible] کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ [illegible] سنہ ۱۸۵۴ء کو متحدہ بیڑوں نے جنوبی روس کے [illegible] اوڈیسہ کے فوجی بندر پر گولہ باری کی مگر تجارتی شہر اور تجارتی بندر کو کوئی صدمہ نہیں پہنچنے دیا۔ بحیرہ مذکورہ کے علاقہ قاف کے ساحل پر [illegible] روسی [illegible] قلعہ اور [illegible] قلعہ میں [illegible] بستیاں قائم کر لی ہوئی تھیں۔ اون کو وہ اپنے ہاتھ سے خالی کر کے ساحل [illegible] متحدہ طاقتوں کا ایک بیڑہ سر چارلس نیپیئر کے [illegible] بحیرہ بالٹک میں داخل ہوا جس نے بحیرہ مذکورہ کے شہر روسی بندرگاہ کرانشٹاٹ کی ناکہ بندی کر لی اور جزیرہ الینڈ پر فوج اتار کر تاریخ ۱۶ اگست سنہ ۱۸۵۴ء وہاں کے قلعہ بومارسنڈ پر قبضہ کر لیا۔ اور سنہ ۱۸۵۵ء میں بندر سویبورگ پر گولہ باری کی۔ سر چارلس نیپیئر کو خیال تھا کہ روسی قلعے نہایت احتیاط سے محفوظ کئے گئے ہیں اور [illegible] گولہ باری سے کچھ اثر نہیں ہوگا۔ اور اس کے برعکس اون کی باتیں سے جہازوں کو صدمہ پہنچنے کا قوی احتمال ہے۔ اس اندیشہ سے وہ بحیرہ بالٹک میں کوئی نمایاں کارگذاری نہ دکھا سکا جس کی اوس سے امید کی گئی تھی۔ بحیرہ ابیض میں متحدہ بیڑے نے [illegible] پر آتشباری کی۔ اور [illegible] بیڑہ نے بحیرہ [illegible] میں [illegible] ساحل پر [illegible] گولہ باری کر کے پٹروپاولوسک کی [illegible] کو مسمار کر دیا اور پھر [illegible]

آ مورکے رستہ اندر داخل ہوکر اوس کے کنارے کی روسی بستیوں کو برباد کرنیکا ارادہ کیا مگر اسکی تعمیل نہ ہوسکی۔

دریاء ڈینوب پر شروع نومبر ۱۸۵۳ء کی لڑائیون کے بعد موسم سرما کی وجہ سے روسی و ترکی افواج مین لڑائی ملتوی ہوگئی ہوئی تھی۔ عمر پاشا نے بمقام ودین ڈینوب کو عبور کرکے روسیون پر حملہ کیا تھا ۱۸۵۴ء کے محاربہ کے شروع مین مجاری عثمان پاشا کا بھی جو سرویا کے محاربہ کو بکامیابی ختم کرنیکے بعد چند ماہ ودین مین مقیم رہے تہے اسیطرح کرنیکا ارادہ تھا مگر وزیر جنگ کی ناشناسی سے مجبور ہوگئے تہے۔ سردی کے گذر جانے پر فریقین مین پھر لڑائی شروع ہوگئی۔ عمر پاشا دریاء ڈینوب کی شمالی کنارہ پر ودین کے ہی قریب بمقام کالافت مقیم رہے تہے۔ روسیون نے ایک طرف تو اون کو وہان سے واپس ہٹانیکے لئے کالافت پر حملہ کردیا۔ اور دوسری طرف دریاء ڈینوب کی نچلی حصہ کے مشہور قلعہ سلسترا کا دریا سے گذر کر محاصرہ کرلیا۔ عمر پاشا نے دونون مین ہی مخصم کو پسپا ہٹا دیا مگر سلسترا کا محاصرہ اپریل سے شروع ہوکر برابر جون تک قایم رہا۔ اور اس اثنا مین روسی فوجین شہر کو فتح کرنیکی پیہم کوششیں کرتی رہیں مگر ان کے قابل کماندار موسی پاشا اور اوس کے دو نائب انگریز افسرونکی جوانمردی اور لیاقت کے سامنے اونکو کوئی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ ان دونون افسرونکی شجاعت جوانمردی استقلال اور قابلیت کو تمام مورخ مشہور ہیں۔ ان انگریز افسرون مین سے ایک کا نام نسبتہ اور دوسرے کا بٹلر تھا۔ جو مثل موسی پاشا محاصرہ کے آخری دنون مین شہید ہوگیا ۔۔۔ انگریزی اور فرنچ فوجین گیلی پولی سے اب پہلے وارنا پہنچ گئی تہین کہ اگر روس سلسترا کو فتح کرلیں تو متحدہ فوج اونکی پیشقدمی بجانب بلقان کی مزاحمت کرے۔ مگر روسی متواتر شکستین اوٹھانیکے بعد جن مین اونکی بیشمار جانین ضایع ہوئین۔ جون مین محاصرہ سے دست بردار ہوکر پندرہ جون کو ڈینوب کو پھر عبور کرگئے۔ اور ویشیا مین اونکی حالت ایسی نازک ہوگئی کہ اگر آسٹریا آڑے نہ آجاتی تو عمر پاشا اور تھوڑے دنون مین اون کو بزور شمشیر صوبجات ڈینوب سے خارج کردیتا۔

آسٹریا نے روسی فوجکی عزت برقرار رکھنے کیلئے اپنی فوج ان صوبون مین بھیجدی۔ اور متحدہ دول اور ٹرکی کے ساتھ تجویز چاہی کی کہ انعقاد صلح تک یہ صوبے اوس کے تصرف مین رہنے دئے جائین۔ روس اور ترک دونون وہان سے اپنی فوجین واپس منگوالین۔ انگلستان و فرانس نے باین توقع کہ شاید آسٹریا بھی رعایت سے اتحاد مین شریک ہوجائے سلطان کو اس تجویز کے مان لینے کا مشورہ دیا۔ اور اوسکے مطابق آسٹریا اور دول متحدہ مین معاہدہ ہوگیا۔ دونون صوبون پر آسٹرین فوج عارضی طور پر قابض ہوگئی۔ روسی و ترکی فوجین اپنی اپنے ملک کو واپس چلی گئین۔ اور ڈینوب پر لڑائی ختم ہوگئی۔ آسٹرین فوجنے اس قبضہ کے دوران مین رعایا پر جو جو جبر و ستم کیئے تریتا الذہ نے اون کے پوست کندہ حالات متذکرہ صدر تاول مین تحریر کیئے ہین۔ دول متحدہ نے شروع شروع مین محض صوبجات ڈینوب کو روسیون سے خالی کرانیکے لیئے اعلان جنگ کیا تہا جو مقصد روسی افواج کی واپسی سے حاصل ہوگیا تہا۔ مگر اب نپولین و انگریزی گورنمنٹ کی رائے بدل گئی تھی۔ اونہون نے دنیا کے امن کے قیام کیلئے انکا ہاتھ روس کی طاقت کو اچھی طرح سے کمزور کردینا ضروری تصور کیا۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ اسغرض کیلئے کم از کم سباسٹوپول کے مضبوط قلعہ کو جسے کیتھیرائن نے قسطنطنیہ کا پہاٹک کہا تھا مسمار کردینا ضروری ہے۔ یہ فیصلہ ہوتے ہی انگریزی اور ترکی افواج کے

سپہ سالاروں کی کونسل نے بتاریخ ۱۸ جولائی ۱۸۵۴ء بمقام وارنا کیا۔ محاربہ کریمیا سے قبل کی ڈیڑھ صدی میں روس نے ایسی حیرت انگیز ترقی کی تھی کہ دول متحدہ کا روس سے متوحش ہو جانا کسی طرح بیجا نہیں تھا۔ زار پیٹر اول کی تخت نشینی پر ۱۶۸۹ء میں روس کی آبادی ڈیڑھ کروڑ تھی کیتھرائن ثانی کی تخت نشینی پر ۱۷۶۲ء میں اڑھائی کروڑ اور ۱۷۹۶ء میں اوسکی وفات پر تین کروڑ ساٹھ لاکھ ہوگئی اور سکندر اول کی وفات پر ۱۸۲۵ء میں ۵ کروڑ اسی لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ وسعت سلطنت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس عرصہ میں روس نے سویڈن کی نصف سے زیادہ سلطنت ملحق کر لی تھی پولینڈ سے اسقدر علاقہ غصب کیا تھا جو کل سلطنت آسٹریا کے برابر تھا یورپین ٹرکی سے پرشیا کے برابر اور ایشیائی ٹرکی سے کل یورپین ٹرکی یونان، اٹلی اور سپین کے برابر اور ایران سے انگلستان کے رقبہ کے مساوی علاقہ فتح کر کے اپنے مقبوضات میں شامل کیا تھا۔ محاربہ کریمیا سے قبل تک صرف ۶۴ برسوں میں اوس نے اپنے مقبوضات وسیع یورپ کے برابر مزید علاقے فتح کیے تھے۔ اور برلن، ڈریسڈن، میونک، وائنا اور پیرس کی طرف یعنی بجانب مغرب اپنی حدود سات سو میل، قسطنطنیہ کی طرف یعنی بجانب جنوب مغرب پانسو میل، سٹاک ہولم کی طرف یعنی بجانب شمال مغرب ۶۳۰ میل اور طہران یعنی جنوب مشرق کی طرف ایک ہزار میل بڑھا لیا تھا۔ یہی حالات دیکھکر حریت کے تمام مشغوف مزاج انگریزوں کی یہ پختہ رائے ہو رہی تھی کہ بنی نوع انسان کی مشترک اغراض کیلئے اس روسی لاانتہا جبر و ستم کو روکنے کیلئے لڑائی اشد ضروری ہو گئی

جنگی کونسل کے فیصلہ کے مطابق انگریزی اور فرنچ فوج وارنا سے پانسو جہازوں پر سوار ہو کر ۱۴ ستمبر ۱۸۵۴ء کو کریمیا کے مغربی ساحل بندرگاہ یوپاٹوریا میں داخل ہو گئی۔ ۲۰ ستمبر کو حملہ آوروں اور روسی فوج کے درمیان بمقام آلما پہلی لڑائی ہوئی روسی شکست پا کر میدان سے بھاگ گئی۔ اور سباسٹوپول کا رستہ صاف ہو گیا اس اچانک حملہ سے روسیوں کے ہوش و حواس معطل ہو گئے تھے۔ نپولین کی فوج کشی یعنے ۱۸۱۲ء سے ابتک کوئی غنیم اونکی قلمرو میں داخل نہ ہوا تھا۔ اور کریمیا کی حفاظت کیلئے مضبوط جنگی بیڑہ جہازات اور بیشمار مستحکم قلعوں کے علاوہ زار نے وہاں اسقدر فوج جمع رکھی تھی کہ اسے یہ خیال تک بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ دول متحدہ کبھی اس جزیرہ نما پر حملہ کرنے کا عزم کرینگی۔ مگر دول متحدہ نے نہ فقط حملہ ہی کر دیا تھا بلکہ اونکی فوج زار کی ایک جرار فوج کو فاش شکست بھی دے چکی تھی۔ اور روسی بیڑہ اس سے زیادہ کام نہ دے رہا تھا کہ سباسٹوپول کے بندرگاہ میں پناہ گزین ہو کر اوسکے دہانہ کو چند جہازوں کے غرق کر دینے سے غنیم کے لیے بند کر دے۔ خود سباسٹوپول کی حفاظت کا بندوبست کا انتظام ایسا ناقص تھا کہ اگر حملہ آور جنگ آلما سے بعد فوراً ہی اوسپر پیشقدمی کر دیتے تو وہ بآسانی اوسے فتح کر لیتے لیکن انگریزی سپہ سالار لارڈ ریگلان جنہوں نے شروع صدی کے محاربات ہسپانیہ میں ڈیوک ولنگٹن کا کام دیا تھا اور اوس کے ماتحت قریب چالیس برس کے مسلسل امن و صلح کیوجہ سے اپنی سابقہ مہارت و قابلیت کا بہت سا حصہ فراموش کر چکے تھے۔ اعلی اصول فن حرب کے متعلق سخت غلطیاں سرزد ہوتی رہیں یہی کیفیت فرنچ سپہ سالار مارشل سینٹ ارنا کی تھی۔ البتہ اسقدر فرق ضرور تھا کہ اسکی گورنمنٹ روسی جنگ کی بابت ویسی حالت تھی جیسے برعکس انگریزی گورنمنٹ اور اسکا محکمہ جنگ

فوجی معاملات اور بھی مندرجۂ صدر وجہ کی باعث تقریباً بے بہرہ و نابلد ہوگیا ہوا تھا۔ مگر عام سپاہیوں کی طبعی شجاعت اور استقلال سے ان نقصون کی بہت کچھ تلافی ہو رہی تھی۔ متحدہ افواج کی ناقابلیت اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ چند مہینوں کے محاصرہ سباسٹوپل کے بعد جب انکی گورنمنٹوں نے باب عالی سے نئی فوج بھی وہاں بھیجنے کی درخواست کی اور سلطان نے عمر پاشا کو اس کام پر مامور کیا تو عمر پاشا نے صاف کہلا بھیجا کہ جب تک میری رائے دوسروں کے برابر نہ سمجھی جائے میں اس مہم میں شریک نہیں ہونگا۔ اور استعفا دیدونگا۔ وہ انگریزی فرنچ اور اطالین سپہ سالاروں کی غلطیوں کو برابر دیکھتا رہا تھا اور اسے اندیشہ تھا کہ اگر اوسکی رائے الگ رہی تو غلبہ ہمیشہ انہی سپہ سالاروں کی غلط چالوں کو رہیگا اور اسطرح اوسے انکے فیصلوں کے مطابق عمل کرنا پڑے گا جو عمداً یا غلط ہونے کی وجہ سے اوسکی عزت کو بھی بٹہ لگا دینگے۔ متحدہ گورنمنٹوں نے پہلے تو اس مطالبہ کو قبول کرنیسے انکار کردیا۔ مگر آخر ضرورت نے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور عمر پاشا کے کریمیا پہونچتے ہی لڑائی کا پانسہ پلٹ گیا

الغرض لارڈ رگلن اور سینٹ ارناڈ نے فتح آلما سے فائدہ اوٹھا کر بفور سباسٹوپل جانے کی بجائے پہلے ساحل پر کسی مناسب مقام پر بیڑہ کو ٹھہرا اور قاعدہ کا پتن بنا لینا ضروری سمجھا۔ اور بغرض کیپٹن بل کلاوہ اسکے بندر کی طرف روانہ ہوگئے دینو لا روسی عارضی سراسیمگی اور گھبراہٹ سے ہوشیار ہو کر حفاظتی انتظام میں سرگرمی کے ساتھ مصروف ہوگئے تھے۔ اونہوں نے چند دنوں میں غافلوں کی بے سونکی خیانت اور لاپروائی کی تلافی کر دی۔ سپاہی شہری اور ملاح مورچوں کے بنانے میں نہایت منہمک ہوگئے اور حیرت انگیز قلیل عرصہ میں سباسٹوپل کے گرد مورچوں کے سلسلے قائم اور اونپر توپوں کی قطارین نصب ہوگئیں۔ ان مورچوں میں سے قلبی مورچہ مستولی مورچہ ریدان کے دونوں مورچوں او قلعہ مالاکاف نے محاصرہ کے دوران میں عالمگیر شہرت حاصل کی۔ اپنی معمولی توپوں کے علاوہ بیڑہ کی تمام توپیں بھی جہازوں سے اوتار کر چڑھا دی گئیں۔ اور پندرہ ہزار بحری سپاہ جو اپنے بیڑہ کی تباہی کا انتقام لینے کیلئے تلملا رہی تھی شہر کی محافظ فوج کے ساتھ شامل ہوگئی۔ متحدہ فوج نے بل کلاوہ کے رستہ آگے بڑھ کر سباسٹوپل کے جنوب میں ڈیرے ڈالدیئے اور اسطرف سے سباسٹوپل کا احاطہ کرلیا۔ مگر شہر کی شمالی جانب محصورین کیلئے برابر کھلی رہی شہر کے شمال میں سباسٹوپل کا بندرگاہ تھا۔ اور اسپر روسیوں نے پل بناکر اوس فوج سے جو میدان میں تھی تعلق قائم کر لیا تھا۔ ایسی صورت میں سباسٹوپل کبھی محصور نہیں ہوسکتا تھا۔ بلکہ فریقین کی نسبت یہ کہنا زیادہ درست ہوسکتا تھا کہ دو روسی فوجیں بالمقابل ڈیرے ڈالے ہوئی تھیں جن کو عقب سے برابر کمک رسد پہنچ سکتی تھی۔ متحدہ فوج کو بندر بل کلاوہ۔ اور بندر کامیش کے رستہ سامان پہنچتا تھا۔ سباسٹوپل کے محاصرہ کی کارروائی میں کئی دفعہ روسیوں کی میدانی فوج مزاحم ہوئی۔ چنانچہ اوس کے ساتھ ۲۵۔ اکتوبر کو بمقام بلکلاوا خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ جس میں روسیوں کو آخر پسپا ہونا پڑا۔ یہ معرکہ انگریزی فوج سواران کے متہورانہ دھاوے کی بدولت جسمیں لائٹ برگیڈ کے دو تہائی سوار ہلاک و مجروح ہوئے تھے۔ انگریزی فوج کے کارناموں میں ہمیشہ کیلئے مشہور رہیگا۔ ۵ نومبر کو روسی فوج نے بہ تعداد کثیر انکرمان کی انگریزی چھاؤنی پر صبح کی تاریکی میں اچانک حملہ کردیا۔ مگر فرانسیسی کمک کو بروقت

پہنچ جانے سے شکست نہ دے سکا اور شکاک پسپا ہوئے۔ اس معرکہ میں چار ہزار فرنچ و انگریز اور دس ہزار روسی ہلاک ہوئے۔ سباسٹوپل کو فتح کرنے کے لیے ایک طرف محاصرہ کنندہ فوج سرنگیں کھودنے، مورچے تیار کرنے اور بارتیاں آگے بڑھانے میں مصروف تھی۔ اور دوسری طرف محصورین جنرل ٹوڈلبن کی زیر نگرانی شہر کے استحکامات کو مضبوط اور نئے مورچے تیار کرنے میں مصروف تھے۔ بالآخر متحدہ افواج شدت سرما کی ناگفتہ بہ مصائب و سختیوں کے باوجود روسی افواج کو کریمیا کے ایک گوشے میں بند کر رکھنے میں کامیاب ہو گئیں۔ سردی کے علاوہ بالخصوص انگریزی فوج کو محکمہ کمسریٹ کی نااہلیوں و ڈھیلے پن اور رسد کی بے پایانی سے سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔ ہر طرح کا سامان گرم پارچات، ادویات و سامان رسد بالاکلاوا میں بافراط صندوقوں میں بند پڑا تھا لیکن چند میلوں کے فاصلہ پر انگریزی فوج کے سینکڑوں بہادر سباسٹوپل کے سامنے سردی بھوک اور بیماری سے بے موت کی نذر ہو رہے تھے۔ اپنی بہادر فوج کی یہ نامرادی اور بیکسی دیکھ کر ٹائمز کے جانباز نامہ نگار رسل سے دنیا صبر نہ ہو سکا اور نہ کسی کی لومۃ لائم کی پروا کر کے میدان جنگ سے عمال کی بدانتظامی اور فوج کی مصائب کو درد انگیز حالات پوسٹ کرنے کا مشغلہ شروع کر دیا۔ جنکو پڑھ کر قوم ہمہ تن غضب آلود ہو گئی کہ فروری ۱۸۵۵ء میں لارڈ ابرڈین کی وزارت مستعفی ہو گئی۔ لارڈ پامرسٹن وزیر اعظم بنایا گیا جنکا پاس کی تحقیقات کا بھی موقعہ پایا۔ مس نائٹنگیل مامور کر کے بھیجی گئی اور اس شعبہ شفا خانہ و نظام مدارا کا یہ اثر ہوا کہ بدانتظامی کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی۔ مسٹر گلیڈسٹون نے جو پامرسٹن کی وزارت کا ایک رکن تھا۔ اس کمیشن کے مقرر کیے جانے کی مخالفت کی۔ اور جب اس مخالفت میں کامیاب نہ ہوا تو وزارت سے مستعفی ہو کر ترکی کی مخالفت پر کمربستہ ہو گیا۔[1]

۲ دسمبر ۱۸۵۴ء کو آسٹریا نے فرانس و انگلستان سے روس کے برخلاف جارحانہ و مدافعانہ اتحاد کا معاہدہ کیا۔ گو اس عہد سابق اس عہد کا کبھی ایفا نہ کیا۔ پندرہ جنوری ۱۸۵۵ء کو فرنچ اور انگریزی بیڑوں نے بحیرہ اسود اور بحیرہ آزاف کے روسی سواحل کی ناکہ بندی کر کے تجارتی جہازوں کی آمد و رفت بھی بند کر دی۔ ۲۶ جنوری کو شاہ سارڈینیا نے دول متحدہ سے اتحادی معاہدہ کر کے جنرل مارمورا کے زیر کمان پندرہ ہزار فوج کریمیا بھیج دی۔ فروری میں ۲۵ ہزار ترکی فوج بھی عمر پاشا کے زیر کمان کریمیا پہنچی جس نے ساحل پر اترتے ہی بمقام یوپاٹوریا روسی فوج کو جو حملہ آور ہوئی ۱۷ فروری ۱۸۵۵ء کو سخت شکست دی۔ اور پھر سباسٹوپل پہنچ کر ایسا انتظام کیا کہ سباسٹوپل سے الواقع مسدود ہو گیا۔

۲ مارچ کو زار نکلس کے اچانک مر جانے سے یورپ کو جلد صلح ہو جانے کی توقع ہو گئی۔ اور گو اس کے فرزند سکندر ثانی کے پہلے الفاظ یہ تھے کہ ہماری کوششوں کا مدعا وہی ہو گا جو پیٹر اول، کیتھرائن، سکندر اول اور ہمارے مرحوم باپ کا تھا۔ لیکن پھر بھی یہ توقع بالکل ہی غلط ثابت نہ ہوئی۔ آسٹریا کے ایما پر فریقین کے وکلا پندرہ مارچ کو ویانا میں جمع ہوئے مگر روس نے بحیرہ اسود میں اپنی بحری طاقت کو محدود کیے جانے کو منظور نہ کیا۔ اور کانفرنس ۴ جون کو برخاست ہو گئی۔ روسی سفیر نے اس مطالبہ کے جواب میں کہا تھا کہ پہلے سباسٹوپل کو فتح کر لو پھر ایسے مطالبہ کرنے کی جرأت کرنا۔ اپنے سفراء کی اس ناکامی کے

[1] امیر البحر کی بانی تاریخ ۱۸۹۵ء کے رسالہ نیشنل ریویو میں لکھا ہے کہ مسٹر رسل ٹائمز کے نامہ نگار نے مخفی ... لارڈ ریگلان اور ... کو اسی طرح پیش آیا تھا یا دفتر مخصوص ... کر نہ ... کے سلسلہ ... اور لارڈ ریگلان کی موت کا باعث در حقیقت یہی کمینہ حملے تھے۔

باوجود نوجوان زار جو ۳۶ برس کی عمر میں اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہوا۔ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ ملک کی اندرونی حالت صلح کی سخت متقاضی ہے مگر جھوٹی شیخی اور مصنوعی خودداری اس امر کے اعتراف سے مانع تھی۔ جس کی بدولت دونہ ہزار انسان معصوم طعمۂ اجل ہوگئے۔

ادہر محاصرہ کا کام برابر جاری تھا اور سارڈینیا نے پندرہ ہزار فوج میدان جنگ کو بھیجدی تھی۔ اسی دوران میں نپولین سوم اور ملکہ وکٹوریا نے ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کی۔ ۲۳ مئی کی رات کو روسیوں نے شہر سے نکلکر افواج متحدہ پر دو شب خون مارے مگر نقصان کثیر کے ساتھ پسپا کردیے گئے۔ اس کے بعد متحدہ افواج نے ایک دستہ بھیجکر کرچ اور ینی قلعہ کو مسمار کردیا۔ ادہر متحدہ بیڑے نے آزوف پر قابض ہوکر ٹاگن رگ کو گولہ باری سے منہدم کردیا۔ ان قلعوں کی بربادی سے روسیوں کے پاس پریکاپ کے سوا اور کوئی اسٹیشن رسد و گودام کا نرہ گیا۔ دوسری طرف ترکوں نے بحیرۂ اسود کے مشرقی ساحل کے بندر اناپہ میں داخل ہوکر چرکسوں سے بغاوت کرادی تھی۔ علاوہ قفقاز کے ان محب وطن اور بہادر باشندوں نے جو اونکے شجاع فرمان روا شامل کے کارنامے تو دنیا لنڈن اور مسٹر اولیفینٹ نے اپنی تاریخی ناولوں میں بشرح و بسط تحریر کئے ہیں فرنچ فوج کی سپہ سالاری پیرا اسی ۱۶ مئی سنہ ۱۸۵۵ء سے جنرل پلیسیر مامور تھا جسنے آتے ہی کہدیا تھا کہ وہ ضرور سباسٹوپل کو فتح کریگا ۷ جون کو حملہ کرکے اسی روز گرین مملون اور سفید مورچوں کو وا دا کے فتح کرلیا۔ اور ۱۸ جون کو فرانسیسیوں نے قلعہ مالاکوف پر اور انگریزوں نے قلعہ ریدان پر دھاوا بولا لیکن ۳ ہزار آدمی کٹواکر پیچھے ہٹادیے گئے۔ ۱۶ اگست کو اطالین فوج نے دریا چرنیا کے قریب اکرمن پر روسیوں کو فاش ہزیمت دی۔ سباسٹوپل کے بھی اب آخری دن قریب پہنچگئے تھے۔ ۸۰۰ توپیں شہر اور مورچوں پر دن رات گولے برسا رہی تھیں۔ اس محصورین میں جو ہلاکت برپا ہو رہی تھی اوسکا اسی سے قیاس ہو سکتا ہے کہ محاصرہ کے آخری ۳۰ دنوں میں صرف گولہ باری سے ۱۸ ہزار روسی شمار ہوئے ہونگے۔ مگر آفرین ہے روسیوں کی متہورانہ شجاعت و ثابت قدمی پر۔ وہ آخری وقت تک ایسی بیجگری سے لڑتے رہے کہ گویا اونکے جسم گوشت و پوست کے نہیں فولاد سے بنے ہوئے تھے۔ خوف و ہراس یا جان کی حفاظت کا اونمیں نام و نشان نہ پایا جاتا تھا۔ وہ بالکل سر بکف ہو رہے تھے۔ محاصرہ کے دوران میں فقط شہر پر پندرہ لاکھ گولے برسائے اور سب پھٹکر گئے۔ اور ان ۲۳ دنوں میں اکیلے فرانسیسیوں نے پچاس میل لمبی خندقیں اور ۶۰ اسم نیسٹ طول کی سرنگیں صرف ایک روسی قلعہ کے سامنے تیار کیں۔ اور روسیوں کی جنگی آتشبازی اور گولہ باری کے باوجود جسکی آواز ۶۱-۶۲ میل تک چاروں طرف سنائی دیتی تھی۔ اپنی خندقوں کو بقدر ٹیڑھا لگئے کہ مالاکف کا صرف ایک سو فیٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ محاصرین کی گولہ باری بھی کچھ کم مہیب نہ تھی۔ اوسکی متواتر ضربات سے فصیلیں اور برج ہموار اور سب پر روک کے چھتیں ناپید ہوگئی تھیں۔ سینکڑوں روسی گولنداز اور ہزاروں سپاہی ہر روز ہلاک ہو رہے تھے اور محصورین کو خندقوں کا بند کرنا تو درکنار اپنے مردوں کے اوٹھا لیجانے کی بھی مہلت نہ ملتی تھی۔ فقط ایک دن میں ستر ہزار گولے شہر پر پھینکے گئے تھے۔ اب گویا انجام کا آغاز شروع ہوگیا تھا۔ ۸ ستمبر سنہ ۱۸۵۵ء کی دوپہر کو متحدہ افواج کی باتریاں یکبارگی خاموش

ہوگئیں۔ فرنچ مالاکوف پر اور انگریز ریڈان کے برجے پر چڑھ ٹوٹ پڑے۔ فرانسیسی اپنے حملہ میں کامیاب ہوگئے۔ اور انگریز کچھ عرصہ تک میدان کو نہ لے سکے۔ اور روسیون نے مالاکوف کو پھر فتح کرنے کے لیے پے در پے حملے کیے۔ مگر فرانسیسی ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ اور سباسٹوپل فتح ہوگیا۔ روسیون نے شہر کو مقبرہ بنایا اور خالی کرکے شمال کی طرف ہٹ گئے۔ اور سب چیزون کو آگ لگاتے گئے دریں اثنا قلعہ کلبرن کو متحدہ بیڑون نے اور قلعہ اوچاکوف کو خود روسیون نے اپنے ہاتھ سے تباہ کر دیا۔

کریمیا اور ڈینیوب کی ان شاندار فتوحات کے مقابلہ پر ایشیائی میدان جنگ میں ترکون کو اپنی نااہلی کی وجہ غنیم سے کئی شکستیں اٹھانی پڑین۔ مگر قارص کی فوج نے کئی مہینے دشمن کا کمال مردانگی سے مقابلہ کیا۔ اس فوج کی رہنمائی اور امداد کیلئے دو انگریز جنیل سیمان ولیمز اور ٹیسڈیل اور ایک ہنگرین سمی کمیٹی بھی وہان موجود تھے۔ روسی فوج اس شہر کا کئی مہینون سے محاصرہ کیے ہوئے تھی لیکن کریمیا کے محاربہ نے ٹرکی یا اوسکے رفقاء کو ادھر متوجہ ہونے کی فرصت نہ دی۔ اور نہ محصورین کو کوئی کمک بھیجی گئی۔ باین ہمہ ۲۹ ستمبر ۱۸۵۵ء کو انہون نے شہر سے نکلکر روسیون پر نمایان فتح حاصل کی مگر محاصرہ نہ ٹوٹ سکا اور آخر بھوک اور فاقہ سے مجبور ہوکر ان جانباز بہادرون کو جن کی تعداد بھی اب بہت تھوڑی رہ گئی تھی ۲۵ نومبر ۱۸۵۵ء کو دشمن کے سامنے ہتھیار رکھدینے پڑے۔ فتح سباسٹوپل کے بعد عمر پاشا کو کمک کیلئے قارص کی طرف بھیجا تو گیا مگر ابھی وہ بحیرہ سوخم کلی پر اترنے ہی تھے کہ پہلی خبر یہ پہنچی کہ قارص کے محصورین نے اطاعت تسلیم کرکے شہر غنیم کے سپرد کر دیا ہے۔

متحدہ افواج کے سپہ سالارون کا یہ توقف جنگی لحاظ سے گو سخت نفرین کے قابل تھا۔ لیکن پولیٹیکل لحاظ سے وہ مفید بھی ثابت ہوگیا۔ اس فتح سے روس کی فوجی عزت کچھ نہ کچھ بحال ہوگئی۔ اور وہ صلح کے نامہ پیام پر رضامند ہوگیا۔ ورنہ بصورت ثانی خواہ وہ بالکل ہی فنا کیون نہ ہو جاتا۔ اسکی حمیت جاہلانہ سباسٹوپل کے فتح ہو جانے سے مشتعل ہو جاتی اور غالباً لڑائی اسقدر طول کھینچ جاتی کہ کل فریقون کو لے بیٹھتی اور اسکا نتیجہ بالآخر اچھا نہ ہوتا۔

فتح قارص کے بعد آسٹریا نے پھر صلح کی سلسلہ جنبانی کی۔ اور روس نے ۱۸۵۶ء کو شروع میں دول متحدہ کی پیش کردہ الٹیمیٹم کی شرائط کو معاہدہ صلح کی بنیاد قرار دیے جانے کو اصولاً تسلیم کر لیا جس پر انعقاد صلح کیلئے آسٹریا۔ روس۔ فرانس۔ انگلستان۔ ٹرکی اور سارڈینیا کے سفراء کی کانفرنس پندرہ فروری ۱۸۵۶ء کو پیرس میں منعقد ہوئی۔ اور ۳۰ مارچ ۱۸۵۶ء کو باضابطہ عہدنامہ صلح پر کل سفراء کے دستخط ہوگئے۔ پرشیا نے پہلے اس کانفرنس میں شامل ہونے سے انکار کیا مگر اجلاس شروع ہو جانے سے چند ہفتے بعد شریک ہوگئی۔ اس عہدنامہ کی تمام شرائط اور جو امور کے متعلق ضمنی معاہدہ کی دفعات بالتفصیل رسالہ مفروضہ مظالم آرمینیا میں درج کیجا چکی ہیں۔ اور جن امور میں روس یا دیگر دول نے صریح خلاف ورزیان کین۔ اونکی بھی اس رسالہ میں کافی توضیح کردی گئی ہے۔ یہان صرف اسقدر لکھا جاتا ہے کہ اس عہدنامہ کی بنیاد مندرجہ ذیل اصول قرار دیے گئے تھے (۱) روس صوبجات ڈینیوب کی حمایت کو ترک کرکے اونکی نگرانی سے دستبردار ہوکر انکے اندرونی معاملات میں بھی ہر طرح کی مداخلت کرنیکے دعوی سے دستبردار ہوگا۔ (۲) دریائے ڈینیوب میں جہاز رانی کا اتفاق رہیگا۔ اور اس امر کی نگرانی کے لیے ایک کمیشن مقرر

سمجھے جائینگے جس میں کل دول متعاہدہ کے نائب موجود رہینگے اور پھر سلطنت دریاے ڈینیوب کو زمانہ امن میں دو دو چھوٹے جنگی جہاز مامور کرنے کی مجاز ہوگی نیز روس نے سرحد کی درستی کو منظور کرکے ڈینیوب کے ڈلٹا کا کل علاقہ ٹرکی اور صوبجات ڈینیوب کو حوالہ کردینا قبول کیا (۳) بحیرۂ اسود کو نیوٹرل یعنے ایسا سمندر قرار دیا گیا جو کسی سلطنت کے زیر قبضہ میں نہ ہو اور سب ملکوں کو اوس پر جہازرانی کا یکسان حق حاصل ہو۔ اوس میں تجارتی جہاز رانی کی سب کو اجازت دیگئی۔ اور روس و ٹرکی سمیت کل قوموں کو وہان جنگی جہاز داخل کرنے کی ممانعت کردیگئی۔ اور زور دیا گیا کہ روس کے سواحل پر کوئی بحری یا جنگی سلحخانہ اور کارخانہ یا چوکی قایم نہ کی جائے۔ البتہ ٹرکی اور روس کو سواحل کی نگرانی کیلئے صرف دس دس چھوٹے چھوٹے جہاز رکھنے کی اجازت دیگئی (۴) وہ خط شریف[1] جسکو سلطان عبد المجید نے فروری ۱۸۵۶ء میں صادر کرکے غیر مسلم رعایا کی مراعات کی تجدید و تصدیق مزید کی تھی عہدنامہ صلح میں شامل کیا گیا۔ مگر ساتھ ہی بالتصریح شرط کردیگئی کہ اس اندراج سے کسی سلطنت یا سلطنتوں کو فرداً فرداً یا بالاجتماع سلطان اور اوسکی رعایا کے باہمی معاملات میں مداخلت کرنیکا استحقاق حاصل نہیں ہوا۔

اسی عہدنامہ کی دفعہ ۷ کی رو سے ٹرکی کو یورپ کی دول متمدنہ میں باقاعدہ طور پر شامل کرلیا گیا۔ اور پھر سلطنتوں نے سلطنت عثمانیہ کی آزادی اور اوسکے مقبوضات کی سلامتی کا احترام کرنے اور ضامن ہونیکا اقرار کیا۔ پندرہ اپریل ۱۸۵۶ء کو انگلستان فرانس اور آسٹریا نے ایک علیحدہ عہدنامہ کیا کہ سلطنت عثمانیہ کی سلامتی اور آزادی کو قایم رکھنے کا فرداً فرداً اور بالاجتماع عہد کیا مگر ان عہدوں کی جیسی کچھ نگہداشت کیگئی ہے وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ آج ۱۸۵۶ء کی نسبت ٹرکی کا رقبہ یورپ میں چوتھا حصہ اور افریقہ میں پانچواں حصہ بھی نہیں رہ گیا۔ اور ایشیا میں بھی قطع و برید کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔

نتیجۂ صلح اس معاہدہ سے روس کی شہنشاہی حیثیت بہت کچھ کم ہوگئی مگر مادی طور پر اوسے کوئی دیرپا نقصان نہ پہنچا۔ انڈ ٹیلیس کہتا ہے کہ محض اخلاقی لحاظ سے جو صدمات اوٹھانے پڑے ہوں اونکا بہت جلد تدارک کیا جاسکتا ہے۔ مسٹر لین پول نے بہت ٹھیک لکھا ہے کہ دول متحدہ نے اس فتح سے کوئی فائدہ نہ اوٹھایا۔ اون کو واجب تھا کہ روس کی سرحد کو کوہ قاف اور دریاے ڈینیپر پر ہٹا کر پولینڈ کی ریاست کو پھر زندہ کرتیں۔ جو مغربی یورپ کو روسی تعصب کے برخلاف دیدبانی کے ہتیار کا کام دیتی رہتی۔ ایسا کرنے کی بجاے اونھون نے صرف بسربیا کا چھوٹا سا علاقہ ولاشیا کو دلا دینے اور بحیرۂ اسود میں روس کی بحری طاقت کو محدود کرنے پر اکتفا کیا جس محدودیت کو اوسنے چودہ ہی برس بعد فرانس کے مغلوب و مفتوح ہوجانے پر کمال بیباکی سے منسوخ کر دیا۔ خود ٹرکی کو ان اخلاقی فوائد کے ماسوا کہ یورپ نے اوسکے اندرونی معاملات میں دخل نہ دینے اور اوسکی آزادی کو قایم رکھنے کا اقرار کیا۔ کوئی مادی فایدہ کسی طرح کا نہ ہوا۔ اوسے مغلوب دشمن سے نہ کچھ تاوان جنگ دلایا گیا اور نہ کوئی علاقہ حالانکہ ایسی نمایاں فتح کے بعد فریق غالب کا حق تھا کہ کل سابقہ نقصانات نہ سہی اونکا کچھ نہ کچھ حصہ تو اوسے مغلوب فریق سے واپس دلا دیا جاتا۔ برعکس اسکے

[1] یہ فرمان سلطان نے عالی پاشا وزیر اعظم کے نام صادر کرکے تمام رعایا کو بلا تمیز مذہب و قوم مساوی حقوق عطا فرمائے مزید برآن عیسائیوں کو کل ملازمت گورنمنٹ کے حقوق عطا کرکے اون کو فوج میں بھرتی ہونے کی بھی اجازت دیدی اور مختلف المذہب فریقین مقدمہ کیلئے خاص مختلط عدالتیں قایم کیگئیں۔

اس معاہدہ کی بطفیل دور رفقاء کی مہربانی سے ٹرکی اب پہلی مرتبہ خارجی قرضہ کی بلائے بے درمان میں مبتلا ہوگئی جس کی زہر آلود چاشنی نے بیس ہی برس میں سلطنت کو نیم مردہ بنا دیا۔ یہی غیر مکمل کارروائی کی بدولت انگلستان اور فرانس بھی اس جنگ سے کوئی مستقل فائدہ نہ اوٹھا سکے۔ ورنہ آج ایکطرف روس کی ریلوے ہرات سے نوسے پچانوے میل کے فاصلہ پر اور روسی [illegible] چترال سے بیس پچیس میل کے فاصلہ پر اور دوسری طرف روسی کاسک ہکین اور پورٹ آرتھر چین کو کہانی نہ دیتے تاہم انگلستان کو اپنے سلطان کی یہ دستگیری و امداد خالی از فائدہ نہ رہی بلکہ جلد ہی ایسی کام آمد پائی گئی کہ اگر ٹرکی اور انگلستان میں ایسے برادرانہ تعلقات موجود نہ ہوتے تو غالباً انگلستان کو نہایت سخت نقصان اوٹھانا پڑتا۔ اس سے ایک تو انگلستان کا رسوخ بے اندازہ بڑھ گیا۔ اور تجارت نولیفور تمام قلمرو عثمانیہ میں بے انتہا فروغ پا گئی۔ دوسرے ۱۸۵۷ء کے غدر ہندوستان میں جو شروع تو برہموں کی مہربانی سے ہوا تھا۔ مگر زیادہ تر تباہی انہی بے وقوفی سے مسلمانوں پر وارد ہوئی اس اتحاد نے وہ کام دیا جو لاکھوں سپاہ نہیں دے سکتی تھی۔ ہندوستان کے اکثر مسلمان تو اس توقع میں تھے کہ سلطان روم انگریزوں کے خلاف انکی مدد کیلئے فوج بھیجیں گے۔ مگر اسکے برعکس جب سلطان عبدالمجید نے فرمان شاہی صادر کرکے مسلمانان ہندوستان کو اطاعت و فرمانبرداری اور ملکہ معظمہ کی وفاداری کی تاکید اکید کی تو وہ اپنی نادانی سے متنبہ ہو گئے اور جو معدودے چند شامل ہو چکے تھے سو ہو چکے۔ باقی کل مسلمان یہی نہیں کہ باغیوں کے ساتھ ملنے سے محترز رہے بلکہ سرکار انگلشیہ کی خدمت میں جان و مال سے حاضر ہو گئے۔ اس سلطانی فرمان نے غدر کے آتش فساد میں انگریزوں کو جو بیش بہا کام دیا تھا۔ اسکی تصدیق سر سالار جنگ اول ایسے بلند منزلت مدبر اور باجبروت منتظم کے بیان سے ہوتی ہے اس مرحوم و مغفور حیدرآبادی فرزانہ کے چند فقرات سیاست مہام حکومت کے ضمیمہ مرتبہ مولوی رفیع الدین احمد صاحب کی تاریخ میں سلطان نے جو بے بہا امداد اور بے نظیر سلوک سے انگلستان کی مدد کا پورا پورا عوض اوتار دیا۔ مگر افسوس انگلستان نے دوسرے ہی برس اس برادرانہ مروت کا عوض بہت ہی بری طرح پر چکا دیا۔

جدہ پر گولہ باری

سلطان نے ۱۸۵۵ء میں بردہ فروشی اور تجارت غلامان کی ممانعت کر دی تھی مگر حجاز کے عربیان حکم کی تعمیل سے گریز کرتے رہتے تھے۔ جدہ کے فرنچ اور انگریزی قونصلوں نے اپنے منصبی اختیارات سے تجاوز کرکے خود مداخلت کرنی شروع کی جس سے وہاں کے پرجوش مسلمان بہت برافروختہ ہو گئے اور انہوں نے ۱۸۵۸ء میں عام بلوہ کر دیا جس میں کئی عیسائی قتل اور فرنچ قونصل زخمی ہو گیا۔ انگریزی گورنمنٹ نے خبر پاتے ہی جہاز جدہ کو بھیج دیا۔ اور اس نے بارہ بیس گھنٹے گولہ باری کرکے تقریباً تمام قصبہ کو مسمار اور سینکڑوں بندگان خدا کو ہلاک کر دیا لیکن انگریزی و فرنچ گورنمنٹوں کا غصہ ابھی فرو نہ ہوا۔ اور مجبوراً سلطان کو بھی وہاں ایک خاص کمیشن فوج دیکر بھیجنے پر مجبور کیا۔ اور ترکی کمال نے ان ہی باؤ سے مجبور ہو کر سینکڑوں عربوں کو گرفتار کرکے انگریزی حکام کے سپرد کر دیا جنہوں نے انکو کمال بیرحمی سے قتل کر دیا اور پھر انہی گورنمنٹوں کے ایماء پر شریف مکہ محمد بن عون الشریف مکہ معزول کرکے قسطنطنیہ بھیجا گیا۔

دمشق اسی سال عدم مداخلت کی ایک اور نظیر قائم کیگئی یعنی انگلستان فرانس اور دیگر دول متعاہدہ کے اتفاق رائے سے سلطان کو اس امر کی رضامندی پر مجبور کر دیا کہ ولیشیا اور مالڈیویا باہم ملکر ایک ریاست اور ایک حاکم کے ماتحت کر دیئے جائیں چنانچہ سنہ ۱۸۵۹ء میں اس نئی ریاست نے جسکا نام رومانیا رکھا گیا تھا جرمنی کے شاہی خاندان ہوہن زولرن کے ایک شہزادہ چارلس کو اپنا حکمران منتخب کیا سلطان وقت نے اس انتخاب کو منظور کر لیا اور اسوقت سے یہ ریاست عملی طور پر ٹرکی سے بالکل آزاد اور یورپ کی دول متحدہ کی جماعت میں شریک ہوگئی معاہدہ سنہ ۱۸۵۶ء کے رو سے اس ریاست کو سالانہ خراج کی مقدار چالیس ہزار پونڈ مقرر کیگئی تھی جسکو معاہدہ برلن نے موقوف کرکے رومانیا کو بالکل آزاد اور خود مختار بنا دیا۔ رومانیا کو معاملہ کر بعد ایماندار دول یورپ کو اپنی صفت احترام عہد کے اظہار کا جلدی ایک اور موقعہ ملگیا۔ جبل لبنان کے مارونی اور دروز قبایل کے باہمی عناد و بغض اور قدیمی مخالفت کا کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے سنہ ۱۸۶۰ء میں ان فرقوں میں پھر خانہ جنگی شروع ہوگئی جس میں بھی مارونی قبایل کے برخلاف نیم مسلمان دروز قبائل کو کسیقدر غلبہ حاصل رہا۔ اسی اثنا میں دمشق کے بعض شرارت انگیز اور مفسدہ پرداز عیسائیوں کی بدنیتی سے دمشق میں فساد ہوگیا۔ اور وہاں کے ادنی درجہ کے مسلمانوں نے مشتعل ہوکر چند عیسائیوں کو قتل کر دیا۔ پابند قول و اقرار یورپی دول کسی مسلم قبیلہ کے غلبہ کو کب ٹھنڈے دل سے دیکھ سکتی تھیں انگلستان۔ روس فرانس پروشیا اور آسٹریا نے جھٹ باہم کانفرنس کرکے قیام امن کے لیئے دس ہزار فرانسیسی فوج شام بھیجنے کا فیصلہ کر دیا۔ پانچ طاقتوں کے متحدہ فیصلہ پر اعتراض کرنا فضول تھا۔ سلطان نے اون کو کہدیا کہ جو مناسب ہو کرو مگر دوسری طرف صوبہ شام کے گورنر کو دفع فساد کا تاکیدی حکم بھیجدیا کہ فرنچ فوج کو صوبہ میں داخل ہونیکے بعد پاؤں پھیلانے کا بہانہ نہ مل سکے فواد پاشا نے فرنچ فوج کے پہونچنے سے پہلے ہی باحسن وجوہ امن قائم کر دیا۔ اور سرغنہ مفسدوں کی قرار واقعی گوشمالی کر دی چنانچہ فرنچ فوج جب شام پہونچی۔ تو وہاں سب طرح سے امن و امان پایا۔ مگر باینہمہ فی الفور واپس چلے جانیمیں کسر شان سمجھکر شام کے بعض جنگی مقامات پر کچھ عرصہ کے لیئے تصرف کر ہی لیا اور جب کوئی حجت باقی نہ رہ گئی۔ تو اپنا سا منہ لیکر پندرہ جون سنہ ۱۸۶۱ء کو فرانس واپس چلی گئی اوس وقت یورپ میں اقوام کو غالباً پالیٹکس میں ابھی پوری پوری مہارت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ فقدان حجت کی کبھی شکایت نہ ہوتی موجودہ زمانہ میں کسی یورپین طاقت کو یہی صورت پیش آتی تو وہ پھر دیکھو وہ تا بہ قیامت قیام کیلئے حجتیں پیدا کر لیتی ہے کہ اگر حجتیں خود بخود پیدا نہ ہوں۔ اونکو پیدا کر لینا بھی کچھ مشکل امر نہیں

اس تنازعہ کے فرو ہونیسے چند ماہ بعد سلطان عبدالمجید ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۷ھ کو رہگرائے عالم جاودانی ہوگیا۔ اور اوسکا چھوٹا بھائی سلطان عبدالعزیز تخت خلافت پر متمکن ہوا۔

سلطان عبدالمجید گو شروع میں ہی عشرت پسند اور صلح جو طبیعت کا آدمی تھا۔ مگر آخری عمر میں اوسکی عشرت پسندی بہت ترقی کر گئی تھی۔ اوسکے حرم سرا میں علاوہ چھ سات سو بیبیوں کے بیشمار کنیزیں موجود رہتی تھیں۔ اور احکام مذہبی کا بھی کچھ ایسا زیادہ پابند نہ تھا۔ بلکہ بعض اوقات اکل و شرب ممنوعات سے بھی پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ اوسکی اصلاحی کاموں

نہیں کہا جا سکتا بلکہ اونسے ثابت نہوتی۔ اور اکثر مسلمان اوسکے ذاتی فعال دیکھکر خلافت عثمانیہ سے آزردہ خاطر ہوگئے۔ لیکن اس سے یہ قیاس کر لیا جائے کہ وہ حمیت مذہبی سے بالکل ہی بے بہرہ تھا۔ یا اسلام کی شان و شوکت کی ازدیاد کا خواہشمند نہ تھا اعتقاداً وہ سچا مسلمان تھا۔ عیب اگر تھا تو یہ کہ جیسا کہ شان خلافت کا تقتضا ہے بلکہ جیسا کہ ہر ایک مسلمان کو ہونا چاہیئے تن پسندی اور عیش مزاجی کی وجہ سے احکام شریعت کا ویسا عامل نہیں تھا۔ اوسکی مذہبی حمیت و غیرت کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ فتح کریمیا کی خوشی میں ایک کروڑ دینار سے زیادہ خرچ کرکے مدینہ منورہ کی مسجد نبوی[1] کی عمارتوں میں بہت اضافہ کیا۔ اور ایک پانچواں دروازہ نیا بنوایا یہ عمارت [illegible] ھ میں مکمل ہوئی۔

سلطان مرحوم کے عہد میں سلطنت کی سالانہ اوسط مدخل و مخارج حسب ذیل تھی۔

مصارف			آمدنی		
اخراجات افواج بری	نفقہ برادران سلطان	نفقہ سلطان	خراج	ویرکی	عشر
[illegible] کروڑ	[illegible] لاکھ	[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ	[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ	[illegible] کروڑ	[illegible] کروڑ
مشاہرہ وظیفہ خواران	اخراجات قلاع و سامان جنگ	اخراجات افواج بحری	رسومات	خراج مصر	گمرک
[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ	[illegible] کروڑ	[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ	[illegible] کروڑ	[illegible] کروڑ	[illegible] کروڑ [illegible] لاکھ
وظیفہ بعض اشخاص	اخراجات تعمیر عمارات	اخراجات سفراء و قناصل	خراج سربیا	خراج مالڈیویا	خراج والیشیا
[illegible] لاکھ	ایک کروڑ	ایک کروڑ	[illegible] لاکھ	[illegible] لاکھ	[illegible] لاکھ

میزان [illegible] کروڑ [illegible] لاکھ یعنے تخمیناً [illegible] کروڑ روپیہ ‖ درماہہ حساب اخراجات [illegible] کروڑ

میزان ۱۰ کروڑ ۹ لاکھ قرش یعنی تخمیناً بیس کروڑ روپیہ

سلطان عبدالعزیز کا عہد حکومت

عبدالعزیز مرحوم ۹ جولائی سنہ [illegible] ء کو پیدا ہوا تھا۔ اوس نے تخت نشین ہوتے ہی اون عہدہ داروں کو جو فساد جدید کے مؤتمر تھے کثرت سے برطرف کیا۔ خائن و بددست عمال و اہلکاروں کو برطرف کرکے کارگذار اور قابل آدمی اونکی جگہہ مقرر کیئے اور گذشتہ بنادر کے محاصل کا

[1] اسلام کی اس پہلی مسجد کی مختصر تاریخ ایک مؤرخ حسب ذیل لکھتا ہے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے تیرھویں سال مدینہ مشرفہ کی سمت مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ روز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱ ہجری میں اپنے آفتاب جمال جہان آرا سے اوس مقام کو روشن کیا۔ اور مکان قبا میں ٹھہر کر وہان مسجد شریف کی پہلی بنا ڈالی۔ اور جماعت کو علانیہ نماز پڑھائی ہر ایک شخص نے انصار سے آرزو کی کہ جب تک اقامت کے لیئے محل تیار ہوگا تب تک آنحضرت ہمارے مکان میں سکونت فرما دین آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور فرمایا جہان یہ ناقہ بیٹھہ جاوے وہی بہتر مقام ہوگا۔ اور مہار ناقہ کی چھوڑ دی اراقی دوسرے صفحہ پر

انہیں کو ماہوار بہت بیشی جانیکا قاعدہ موقوف کر دیا تھا سلطان کی ان نا بالغانہ کارروائیوں اور نیز اونکی سادگی مزاج اور عیاشانہ طرز معاشرت سے کل قوم کو سلطنت کے اقبال کے پھر تازہ ہو جانے کی کامل توقع ہوگئی مگر افسوس قوم کی بدبختی سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو شہر مدینہ میں پھرتی ہوئی مالک بن نجار کے گھروں کے مقابل اس موقع سے بیٹھ گئی کہ جہاں اب مسجد نبوی کا دروازہ ہے اور وہ زمین جائے مربد یعنی خرما جمع کرنے کی تھی۔ مالک اس زمین کا سہل بن رافع تھا۔ آپ نے اون کو قیمت دیکر وہ زمین خرید فرمائی۔ اور جو اوس کے چند درخت اور چند کفاروں کی قبریں تھیں کھدوا کر پھینکوا دین۔ اور پھر زمین کو ہموار کرکے اینٹ تیار کی۔ تمام صحابہ اسکی تعمیر کا کام کرنے اور حضرت سرور دین و دنیا بھی حسنت سب کے ساتھ اوٹھاتے تھے جب اینٹیں تیار ہوگئیں تو خرمے کے درختوں کو کاٹ کرنے کے ستون اور شاخوں پتوں سے سقف بنائی۔ مسجد کا پایہ تین گز کا اور بلندی سات گز کی تھی۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف کیا تھا جب کعبۃ اللہ کی طرف قبلہ کرنے کا حکم ہوا تب اسکی بنا میں تبدیل کرکے کعبہ کی طرف جہت قبلہ پھیر دیا۔ خارجہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے جو پہلی مسجد تعمیر فرمائی تھا طول بیس و ستر ہاتھ تھا۔ اور عرض میں ساٹھ ہاتھ تھی علمائے محدثین لکھتے ہیں کہ یہ پہلی بنا تھی۔ دوسری بار دوبارہ کی بنا میں حضرت نے طول بھی سو ہاتھ اور عرض بھی سو ہاتھ رکھا تھا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہوا مگر سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بہت بڑھائی گئی۔ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جیسی کہ خرما کے ستون اور سقف بنائی گئی تھی اس دفعہ بھی ویسا ہی ہوا۔ سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بڑی ترقی و تبدیل بنا میں ہوئی۔ اسکی دیواریں نقشی پتھر اور گچ سے بنوائیں ستون بھی نقشی پتھر کے اور چھت چوب ساج سے مستحکم اور عمدہ بنائی گئی۔ طول اسکا ایک سو ساٹھ اور عرض ایک سو پچاس ہاتھ کا کیا۔ اور دروازے جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چھ تھے ویسے ہی چھ رکھے۔ یہ تعمیر ماہ محرم سنہ ۲۹ ہجری میں ظہور پائی۔ بعدہ خلیفہ ولید بن عبد الملک بن مروان نے اپنے عہد میں مسجد مذکور کا طول دو سو ہاتھ کا اور عرض ایک سو ساٹھ ہاتھ کا بنوایا۔ دیواروں پر طلا کاری کروائی اور محراب و مینار بنوائے۔ اور یہ کام عمر بن عبد العزیز عامل مدینہ منورہ کے اہتمام سے سنہ ۹۱ ہجری میں جلوہ افروز ہوا۔ عہد خلافت بنی امیہ میں کچھ افزونی نہیں ہوئی۔ بعدہ ابو جعفر المنصور خلیفہ بنی عباسیہ نے مسجد نبوی کو علے صاحبہا الف التحیۃ والثناء بہت وسیع کیا۔ صحن اور عمارت مدرسہ کتب خانہ رباط وغیرہ بنوائے۔ پھر سنہ ۱۶۱ ہجری میں ابو عبد اللہ المہدی خلیفہ بغداد نے مسجد شریف کو وسیع کرنیکا حکم کیا۔ اور پچیس ہاتھ بڑھا کر سقف عمدہ مضبوط بنوائی۔ سنہ ۶۵۴ ہجری میں وہاں کے فراش ابوبکر بن اوحد کے غفلت سے چراغدانوں کے روشن رکھنے میں ہوئی تھی .... سقف چوبی وغیرہ میں آگ لگی بڑا نقصان ہوا۔ پھر مستعصم باللہ خلیفہ بغداد نے سنہ ۶۵۵ ہجری میں تعمیر از سر نو شروع کی۔ بعدہ ملک منصور نے ملک مصر سے بہت اسباب تعمیر روانہ کیا۔ اور ملک شمس الدین والی یمن نے باب السلام کی چھت بہت عمدہ بنوائی۔ اسی عرصہ میں ملک منصور معزول ہوگیا اور سیف الدین والی مصر نے بہت اسباب اور معمار بھجوائے اور چاہا کہ عمارت وسیع کرے۔ اسی مدت میں سنہ ۶۵۸ ہجری کے (باقی دوسرے صفحہ پر)

سے سلطان کی یہ سادگی زیادہ عرصہ قائم نہ رہی۔ اور رفتہ رفتہ وہ اپنے بھائی سے بھی زیادہ عیش وعشرت میں منہمک ہو گیا
اور مزید بد قسمتی سے اسکے ساتھ ہی ساتھ اوسے اپنی تدبیر اور لیاقت پر زعم بھی دن بدن زیادہ چڑھتا گیا۔ اور اوس میں

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۷۱) وہ مقتول ہوا۔ بعد ازاں ملک طاہر رکن الدین مصر کا حاکم ہوا۔ اوسنے عمارت مسجد نبوی میں بڑا اہتمام کیا۔ صناعوں کو مصر سے روانہ کیا۔ لاکھوں دینار خرچ کر کے باب الرحمت او باب النساء تک تمام سقف پختہ سنگین بنوائی۔ مگر مسجد اوسی حال پر رہی۔ سنہ ۶۸۹ ہجریہ میں ملک ناصر الدین قلاؤن الصالحی نے شرقی و مغربی جانب سے سقف کی تجدید تعمیر کی۔ الہجریہ میں قبلہ رخ سقف میں دو رواق زیادہ کئے گئے۔ سنہ ۷۵۵ ہجریہ میں ملک اشرف نے سقف تمامی وغیرہ عمارت کو مکمل کی مرمت کروادی۔ سنہ ۸۵۳ ہجری میں ملک طاہر جقمق کی حکومت کے اندر بہت سا تغیر وتبدل ہوا۔ سنہ ۸۸۱ ہجریہ میں حجرہ شریف کی ترمیم از سر نو ہوئی۔ اور مسجد نبوی کی دیواریں وغیرہ نئی بنوائی گئیں۔ سنہ ۸۸۶ھ میں ۱۳ رمضان کو آتش کا بارانی صدمہ ہوا شمس الدین رئیس الخطیب منارہ شریف رئیسیہ پہ فانوس لیکر ذکر و تہجد کیلئے چڑھا۔ اور دوسرے مناروں پر بھی موذن چڑھے۔ اوس وقت ابر کی بڑی گھٹا اور چمک تھی۔ یکا یک منارہ رئیسیہ پر بجلی گری۔ اور منارہ کو توڑ کے سمت مشرق نکل گئی رئیس کا دم تو اوسی وقت بند ہو گیا اور زبانہ برق سے مسجد کی سقف میں آگ لگ اوٹھی۔ لوگوں نے اگرچہ بجھانے میں کوشش کی مگر کچھ سود نہ ہوا۔ ساکنین اکناف اطراف مسجد گھبرا کر گھروں کو چھوڑ کر نکل گئے۔ مگر کوئی کہیں نہیں جاتا۔ باوجود یکہ بعض گھروں کا سقف حرم کے چھتوں کا تھا۔ اور چنگاریاں و شعلے اڑ جاتے تھے مگر کچھ نقصان نہ ہوا۔ تحقیق روایت میں آیا ہے کہ مسجد نبوی کے جلتے وقت سفید پرندے بشکل فانوس کے گرد پھرتے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرندے گھروں کو آگ سے بچاتے تھے غرضکہ دس گھڑی کے اندر تمام مسجد کی چھت و منبر و کتب خانہ وغیرہ اسباب جل گیا۔ مگر چند کتب جو شروع میں نکال کر صحن میں رکھی تھیں بچ گئیں۔ امیر مدینہ اس امر میں سلطان روم کے حکم کا منتظر رہا۔ اثنائے ماہ شوال میں شمس الدین سخاوی قاضی مالکیہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے حجرہ شریف کی آگ بجھاؤ۔ صبح کو اسکی تنقیح ہوئی تو آٹھ جالے میں آگ باقی تھی غرض وہ بھی بجھائی گئی۔ بعدہ تجویز ٹھیری کہ وہاں کا ڈھیر خاکستر جب تک نہ اوٹھایا جاوے آتش خفیہ رہنے کا اندیشہ ہے۔ پھر سبھوں نے متفق ہو کر چند معتمد آدمی اسکے نکالنے کیلئے مقرر کئے۔ جب ڈھیر دور ہوا تو حجرہ کے صندوق غلاف شریف تمام دیکھ بسبب سالم نکلے۔ جب ملک اشرف سلطان مصر کو یہ خبر ہوئی تو لاکھوں ریال اور اسباب معمار بھیجا کر سنہ ۸۸۸ ہجریہ میں تعمیر سقف مسجد شریف اور اوس کے چار دروازوں کے اطراف کی عمارت بنا دی۔ اپنا کئی سال کا خزینہ اس کار خیر میں صرف کیا۔ بعدہ سلطان سلیمان صاحبقران نے روضہ منورہ کا فرش سنگ مرمر کا بنوا دیا۔ سنہ ۹۴۸ ہجریہ میں ایک دیوار پختہ کھینچی گئی تا حد زیارت عثمانیہ کی اصل قدیم عمارت سے ممتاز رہے۔ بعدہٗ سلطان عبدالمجید خان نے مسجد نبوی کے سامنے کے رخ میں گیارہ درجے مقابل گنبد تمام اوسکے پختہ بنوائے۔ اونمیں صد ہا ستون سنگ مرمر و سنگ سرخ و سبز و زعفرانی کے ہر ستون پانچ گز طویل مربع ایک ڈھال کے ہیں کسی معدن میں تیار ہوئے ہونگے (باقی دوسرے صفحہ پر)

ایسی خود نمائی پیدا ہوگئی جو جنون کی حد تک پہنچ گئی تھی کہ یہ قوم سلطنت کی صریح بد قسمتی تھی کہ وہی عبدالعزیز جسنے
تخت نشین ہونے پر اپنے بہائی کی کل عورتون کو عدت کے بعد مطلق العنان کر کے نکاح کی اجازت دیدی ۔۔۔ اور تقریباً کل
کنیزکون کو آزاد کر کے صرف ایک بیوی رکہنے کا منشا ظاہر کیا معزول ہونیکے وقت اسکے حرم سرا مین ایک ہزار کے قریب
بیبیان اور کنیزکیں رکھتا تہا ۔ اگر وہ ملک کی اندرونی صلاح پر اسطرح برابر متوجہ رہتا جیسا کہ شروع شروع مین ہوا تہا تو
اسمین کوئی شک نہین کہ دنیا کے نقشہ پر ترکی مقبوضات آج اسقدر مختصر اور محدود نہ دکہائی دیتے ۔ ابتدا مین وہ ذاتی وظیفہ
کا کچھ بہت سا حصہ سلطنت کے اہم کام پر خرچ کیا کرتا تہا مگر معزول ہونے سے چند سال پیشتر یہ کیفیت ہوگئی تہی کہ وظیفہ
مقررہ سے جوگنی رقم بھی اسکے ذاتی اخراجات کو مکتفی نہ ہوتی تہی شروع شروع مین اُسے فوجی وبحری درستی اور سڑکون
اور ریلوے کی تعمیر کا شوق تہا ۔ پہر عالیشان محلات اور کوٹہیون کی تعمیر اور آرائش کا شیدا ہوگیا ۔ اور اسکی خود نمائی ۔
غفلت اور عشرت پسندی سے خاین و بد طینت اجنبی و ملکی عمال اور اجارہ دارون کو کروڑان روپیہ جو خارجی قرضہ سے
بہم پہنچایا جاتا تہا ہضم کر لینے کا موقعہ ملگیا ۔ اوسکی طبیعت و مذاق مین یہ حیرت انگیز تبدیلی سیاحت یورپ کے وقت سے
ہونی شروع ہوئی ۔ جہانکے لوازمات عیش و عشرت اور سامان تکلفات زیب و زینت نے اُسے ایسا گرویدہ بنالیا کہ وہ
بلاد مغرب کی ترقی و خوشحالی کے اصل بواعث کی تہ تک پہونچنے یا اون کو معلوم کرنے کے قابل ہی نرہگیا ۔ بالفاظ دیگر اس
جلیل القدر نیم ایشیائی اور نیم یورپین فرمانروا پر بھی فرنگستان کی اس سیاحت اقامت چند روزہ کا وہی اثر ہوا جو
خال خال مستثنیات کے ساتھ بالعموم کل ایشیائی نوجوانون پر جو ایک دفعہ یورپ ہو آتے ہین پڑجاتا ہے ۔ مگر اسے ہم ایشیائیون
کی فطرت کا قصور نہین کہہ سکتے ۔ جاپانیون نے اس الزام کیلئے کوئی گنجایش نہین رہنے دی ۔ اور بغیر غرض و بے ریا خالص
محب قوم و ملت مسٹر عزیز احمد لکھنوی مقیم گلاسگو ۔ حاجی گل محمد خان تاجر ٹرینش گاینا اور کئی دیگر ایسے ہی نیک دل و شریف النفس
ہندوستانیون نے بھی اپنے افعال و اعمال سے ثابت کر دیا ہے کہ ایشیائیون کی عام فطرت و طینت پر ایسا دھبہ لگانے کیلئے
کوئی معقول وجہ موجود نہین اگر بعض ایشیائیون پر ایسا اثر ہوا تو اسکا باعث انکی ذاتی کمزوری اور شخصی عیوب تہے اور ایشیائی
اقوام کی بد قسمتی تہی اور ہے کہ یورپ جانیکا زیادہ تر اتفاق ایسے ہی لوگون کو ہوا ۔ اور ہو رہا ہے اس سفر یورپ سے سلطان
ایک اور خبط ساتھ لائے ۔ اون کو اپنے خاندان کے قانون وراثت کو بدلنے کی دہن سماگئی ۔ اور یہ کوشش کرنے لگے کہ آیندہ

(بقیہ صفحہ ۴۷۲) مدور شمسے نکل گئے ۔ اوپر خوشنما سنگین گنبد بنوائے ۔ ہر گنبد کے حلقے مین آیات قرآنی مختلف خطوط مین لکہی ہوئی ہین ایک عجیب نقش
و نگار سے ملایا ہے ۔ ہر ستون کے حلقہ سے پائین و بالا پر بقدر آٹہ گرہ کے نیچے اور اوپر منقا چڑہا ہوا ہے ۔ مسجد نبوی کے اندر کی
پشت پر کام مینا کاری کا بقدر دو گز کے چوڑائی مین سرخ و سبز و سفید بیل بوٹا اوس مین سنہری حروف آیات قرآنی بخط نستعلیق
اور اسمائے رسول پاک لکھے ہوئے ہین ۔ بعض عبارت ایک نیچے جلی قلم سے لکہی ہوئی ہین ۔ غرضکہ اس حویلی کو ساتھ یہ تعمیر جدید بہت ہی اچھی
کر دکہلانے سے تعلق رکھتی ہے ۔ خداوند ہمین اور ہر ایک مسلمان کو اسکی زیارت نصیب کرے ۔

تاج وتخت باپ کی جگہ بیٹے کو منتقل ہوا کرے۔ اور آخر الذکر ولیعہد صاحبین سلطان کے منصوبوں اور خود رائی سے خود بھی تاج وتخت سے محروم ہو گئے مگر پھر بھی یہ تسلیم نہ کرنا بعید از انصاف ہوگا کہ فوج کی درستی اور سامان حرب کی فراہمی وتیاری کا ان کو آخری وقت تک شوق رہا۔ اور اسی شوق کا نتیجہ تھا کہ ۱۸۷۷ء کی جنگ روم و روس میں سرویا اور مانٹی نیگرو سے ایک سال تک لڑائی کے جاری ہو جانے کے باوجود ترکی گورنمنٹ کو سامان حرب کی متعلق کسی طرح کا تردد نہ ہوا۔ ورنہ اوس وقت خزانہ کی ناداری کی جو حالت تھی وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ اور اگر ایسی صورت میں لوازمات حرب بھی بہم پہونچانے پڑ جاتے تو سخت مشکل در پیش آتی۔ البتہ بحری جنگی آہن پوش جہازات کی خرید اور تیاری پر جو کروڑوں روپیہ صرف کئے گئے تھے اون سے اوس جنگ میں کچھ مدد نہ ملی لیکن یہ سلطان مرحوم کا قصور نہ تھا۔ بلکہ امراء بحر اور جنگ کے منتظموں کا۔ جو اگر چاہتے اور انہیں حوصلہ وجرأت ہوتی تو سلطان عبد العزیز کے اس خاص صرف سے اپنے غنیم کے برخلاف بخوبی کام لے سکتے تھے۔

سلطان مرحوم کے ذاتی حالات کو چھوڑ کر جو پندرہ سالہ عہد حکومت کی اکثر خرابی میں جابجا درج کر دیئے گئے ہیں اونکے عہد حکومت کی بڑے بڑے واقعات کیطرف متوجہ ہوتا ہوں سب سے اول ایک واقعہ ۱۸۶۶ء میں گذرا۔ مالڈیویا اور والیشیا یعنی رومانیا کی باشندوں نے یونانی حکمران کے برخلاف بغاوت کرکے اوسکو معزول کر دیا۔ اور مجلس وکلاء نے اجلاس کرکے اس ریاست کی مسند شاہ بلجیم کے بھائی کونٹ آف فلینڈرز کو پیش کی جس کی نامنظوری پر شاہ پرشیا[1] کی ایک چچا زاد بھائی پرنس چارلس کیطرف رجوع کیا گیا۔ اور اوس کی تقرری کا معاملہ کل آبادی کے سامنے پیش کیا گیا۔ باشندگان ریاست نے بکثرت رائے اس انتخاب کو پسند کیا۔ اور بعد ازاں باب عالی نے بھی دیگر دول کی درخواست پر ۱۸۶۶ء میں شہزادہ مذکور کی تقرری کو منظور کر لیا۔

اول بغاوت کریٹ

یہ معاملہ طے ہوا ہی تھا کہ کریٹ کی عیسائیوں نے یونانی گورنمنٹ کی اغواء سے علم بغاوت بپا کر دیا۔ اکثر مؤرخین کا بیان ہے کہ خود یونان کو بھی ایک زبردست سلطنت نے در پردہ مدد کا وعدہ دیکر اوبھارا تھا۔ بغاوت بھی زور پکڑ گئی تھی کہ باب عالی نے یونان کی علانیہ امداد واعانت باغیان سے تنگ آکر اوسسے باضابطہ طور پر اس روش سے باز آجانے کی فہمایش کی۔ مسیحی دول یورپ کا یہ ناز پروردہ فرزند ایک مسلمان گورنمنٹ کی فہمایش یا تنبیہ سے کب درست ہو سکتا تھا۔ اوس نے کچھ پروا نہ کی۔ جسپر دونوں ملکوں میں سفارتی تعلقات منقطع ہو گئے۔ اور قریب تھا کہ لڑائی اٹل ہو گئی جسکے چھڑ جانے پر بالغلب چند اور طاقتیں بھی اس کار زار میں شامل ہو جاتیں۔ مگر آخر حسن اتفاق غالب آئی اور عرصہ دراز کے نامہ پیام کے بعد دول عظام (انگلستان۔ آسٹریا۔ فرانس۔ اٹلی۔ پرشیا اور روس) نے باتفاق رائے ۲۰ جنوری ۱۸۶۹ء یونان کو سخت سرزنش کی اور یہ لکھا کہ قانون بین الاقوام کے اصول جیسے کہ دیگر اقوام پر حاوی ہیں ویسے ہی یونان پر بھی ہیں۔ یہ قانون کسی ملک کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنے کسی ہمسایہ ملک پر حملہ کرنے کو اپنی حدود کے اندر سپاہیوں کی جماعتیں تیار ہونے یا اپنے بندرگاہوں میں

[1] ولیم اول شاہ پرشیا اسی سال ۱۸۶۶ء میں آسٹریا کی جنگ ہفت ہفتہ (سات ہفتوں) میں فتحیاب ہوکر جرمنی کا قیصر ہو گیا تھا ۱۲ مؤلف

جہازوں کو مسلح ہونے دے"

یونانی جب یہ دیکھا کہ جن سے حمایت و امداد کی توقع تھی وہ بھی الٹے ہوگئے ہیں۔ یا ایسی حمایتیں اُنکی بابت میں بے قرین مصلحت نہیں رہ گئی تو وہ اپنی طفلانہ حرکات سے باز آگیا۔ دول یورپ کی وساطت سے ٹرکی و یونان میں پھر دوستانہ تعلقات قایم ہوگئے اور سلطان نے باغی عیسائیوں کو اکثر مطلوبہ رعایتیں عطا کردیں جس سے فتنہ فرو اور کریٹ کی پہلی بغاوت ختم ہوگئی اور ان رعایتوں سے آزادی کی بنیاد قایم ہوگئی جس پر ۱۸۷۸ء، ۱۸۸۹ء اور ۱۸۹۶ء کی بغاوتوں سے مزید عمارت تیار ہوتی گئی۔ اور آخر ۱۸۹۷ء میں حالانکہ اسی کریٹ کی بدولت سال ماقبل میں یونان اور ٹرکی میں لڑائی ہوئی تھی اور یونانیوں کو ہمیں پے در پے زکیں اُٹھانے کے بعد باب عالی کو چھ کروڑ روپیہ تاوان جنگ اور صوبہ تھسلی کے منصوبہ علاقہ کا ٹکڑا سامنے دیکر صلح کرلی پڑی تھی۔ انگلستان۔ روس۔ فرانس اور اٹلی نے ہزارہا معصوم و بیگناہ مسلمان مردوں اور اطفال کی سنگدلانہ خونریزی اور بقیۃ السیف مسلمانوں کی بیکسی اور درماندگی کی کچھہ پروا نہ کرکے کریٹ کو سلطان کی ماتحتی سے عملی طور پر آزاد کرادیا۔ اور آخر نہایت جوڑ توڑ سے یونان کے بادشاہ کے دوسرے بیٹے کو وہاں کا گورنر یا ہائی کمشنر مقرر کردیا۔ مگر یہ سب نمایشی کارروائی ہے۔ ان چاروں طاقتوں میں سے ہر ایک یہی چاہتی ہے کہ کسیطرح یہ اہم جزیرہ اُسکو ملجائے یہی وجہ ہے کہ کمشنر کے مقرر ہوجانیکے باوجود ان طاقتوں نے اپنا فوجی قبضہ جو ۱۸۹۶ء کے اخیر و ۱۸۹۷ء کے شروع میں بظاہر قیام امن کیلئے جزیرہ پر کیا گیا تھا۔ اب تک نہیں اوٹھایا بلکہ اسکے برعکس وہاں برابر جنگی سامان اور ذخایر جمع کررہے ہیں۔ اس آخری بغاوت کے ابتدائی حالات بیست سالہ عہد حکومت کے ضمیموں میں مندرج ہیں اور انتہائی کارروائی اخبار وکیل کی مندرجہ[۱] حاشیہ تحریرات سے جنمیں سے ایک پہلے درج ہوچکی ہے منکشف ہوجاویگی۔

---

[۱] تخلیہ کریٹ کے متعلق جلالتمآب امیر المومنین کی کارروائی کی تائید کرتے ہوئے چند مہینے ہوئے وکیل نے یہ رائے بھی ظاہر کی تھی کہ ممکن ہے سلطان اعظم نے یہ بھی سوچ لیا ہو کہ جزیرہ مذکور کی جو علی شاید اینا رتنگ کہا جائے اور دول یورپ کی باہمی رقابت اور حرص و طمع اس جزیرہ کے لقمہ تر سے یہی تیز اور مشتعل ہوجاوے کہ اسکو ضبط کرنا تقریبًا محال ہوجائے! اور اس طرح وہ آپس میں گتھ جائیں۔ تازہ ترین لاثنی دریورپ میں اخبارات کے مطالعہ سے اس قیاس کو اور تقویت پہنچ گئی ہے۔

المؤید لکھتا ہے یہ عام افواہ ہے کہ کریٹ عنقریب انگلستان اور روس میں اختلاف عظیم کا باعث ہونیوالا ہے۔ کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک کو اندیشہ ہے کہ کہیں دوسرا اُسپر اپنا اجنبی عمل دخل نہ کرلے۔ اگر یہ افواہ درست ہو تو اس تفاؤل یا تطیر (نیک یا بد شگون) کے پورا ہونے میں کوئی شک نہیں رہجاسے گا۔ جو ہمارے ایک فاضل نامہ نگار نے کریٹ کی مستقبل حالت پر مضمون لکھتے ہوئے مندرجہ ذیل بیت میں ظاہر کیا تھا۔ کریٹ یا اہل یوروپا لکم شرر ــ معظم النار من مستصغر الشرر ــ ارے اہل یورپ کریٹ تمہارے لیئے چنگاری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اکثر بڑی سے بڑی آگ ایک چھوٹی سی چنگاری سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی اخبار کا خاص نامہ نگار سکندریہ سے کہتا ہے کہ روسی کریٹ میں جنگی سامان بکثرت بھیج رہے ہیں۔ اس سامان میں ۳ کروڑ

مسلہ کریٹ ابھی منفصل نہ ہوا تھا کہ سرویا کی احسان فراموش و ناشکر گزار حکمران پارٹی نے جو ٹرکی کے دشمنوں کے ہاتھوں بک چکی تھی۔ واویلا مچانا شروع کیا کہ جب تک بلگیریا اور دیگر سرولی قلعوں میں ترک فوج مامور رہے ہمارے صوبہ کی آزادی صرف نمائشی ہوگی۔ ٹرکی کے اعداء کی درپردہ حمایت اور تحریک سے آخر یہ معاملہ یہاں تک بڑھ گیا کہ سربیوں نے اس مطالبہ کے منظور نہ کیئے جانے کی صورت میں تلوار سے کام لینے کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ جس پر انگلستان اور فرانس نے سلطان کو اس درخواست کو قبول کر لینے کی نصیحت کی۔ اور باب عالی نے اپریل ۱۸۶۷ء میں فرمان صادر کیا کہ ترکی افواج کو سرویا کے تمام قلعوں سے واپس منگوا لیا اور اس طرح سے عیسائی بھائیوں کی امداد و حمایت سے یہ صوبہ بھی اپنے سابقہ حکمرانوں سے بالکل آزاد و خود مختار ہو گیا۔ صرف خراج کی کسر باقی رہی جسے عہد نامہ برلن نے اٹھا دیا۔ اس سال سلطان عبدالعزیز نے یورپ کی کئی ممالک کی سیر کی۔ اور لنڈن و پیرس میں کئی کئی دن قیام کیا۔ یہ پہلا عثمانیہ سلطان تھا جو بغرض سیاحت اپنی مملکت کی حدود سے باہر گیا۔ اور یورپ کی سیر کی۔ مگر اس پہلی ہی سیاحت کا جیسا نامبارک اثر سلطنت اور سلطان پر ہوا وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ سیاحت یورپ سے پہلے ۱۸۶۳ء میں وہ مصر بھی گیا تھا۔ ۱۸۶۹ء میں پرنس آف ویلز اور انکی بیگم قسطنطنیہ گئیں۔ سلطان نے نہایت تکلف کے ساتھ مہمانداری کی۔ اور انکے اعزاز میں پہلی مرتبہ قسطنطنیہ میں بال (ریشمی ناچ کا جلسہ) دیا گیا۔

نہر سویز بھی اسی سلطان کے عہد میں تیار ہوئی۔ اسمعیل پاشا نے پہلے بلا اجازت سلطانی اسکا اجارہ فرانسیسی انجینئر ڈی لیسپ کو دیدیا تھا۔ مگر بعد میں سلطان سے باضابطہ اجازت حاصل کر لی۔ بلکہ اس کو اپنے طرز عمل سے ایسا خوش کر دیا کر دیا کہ سلطان نے والی (یعنی گورنر جنرل) کے معمولی خطاب کی جگہ اسمعیل کو ۱۸۶۶ء میں خدیو کا خاص لقب عطا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۵ (۱) توپیں بھی شامل ہیں۔ مزید برآں روسی فوج کے افسر بھی بہت سے یہاں ابھی ان کے پاس پہنچ گئے ہیں جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ فوج مذکور کو جزیرہ سے ہٹانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ نامہ نگار ۲ جنوری کو لکھتا ہے کہ پرنس جارج کے افعال سے واضح ہو رہا ہے کہ وہ درپردہ روس کے فائدہ کیلئے کارروائی کر رہا ہے۔ شہزادہ مذکور کو اس دن سے جب کہ تو جاپان میں زار کی کی جان بچائی تھی روسی خزانہ سے چار ہزار پونڈ سالانہ وظیفہ ملتا ہے۔ روس کی طرح جو صوبہ دامن میں بیشمار سامان حرب بہم پہنچا رہا ہے انگلستان بھی سندیا میں جہاں انکی فوجکی بڑی چھاونی ہے وافر ذخائر حرب جمع کر رہا ہے۔ اٹلی اور فرانس بھی اپنے رفقاء کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ الغرض اگرچہ دول کے بیڑے کریٹ سے رخصت ہو گئے ہیں لیکن ابھی تک تین مقامات سودا، فوالدین اور خانیا پر چاروں طاقتوں کا مشترک قبضہ موجود ہے۔ ریتمو پر صرف روس کا۔ ہرقلیون پر صرف انگریز۔ آستیا پر صرف فرانس اور کیسامو پر صرف اطالین قابض ہیں۔ روس کی کوشش ہے کہ وہ تنہا کل جزیرہ پر قابض ہو جائے۔ اور انگلستان چاہتا ہے کہ مصر کی طرح کریٹ بھی اس کے تصرف میں آجائے۔ ان بیانات کی تصدیق ٹائمز مورخہ ۷ جنوری کے مندرجہ ذیل پیراگراف سے بخوبی ہو رہی ہے۔ مسلمان اور عیسائی نئے کریٹی عالم کی حمایت میں امن و امان ہونے کے آثار (باقی دوسرے صفحہ پر)

اور ساتھ ہی خراج کے دگنا کر دیئے جانیکو ما دفعہ میں خدیوی مسند کی وراثت میں یہ تغیر کر دیا کہ باپ کے بعد بیٹا وارث ہوا کرے۔ اس سے پیشتر مصر میں ترکی طریق وراثت رائج تھا۔ سلطان کے بعد اسمٰعیل نے بھی یورپ کی سیر کی۔ جہاں اُسکی خود مختار بادشاہوں کی سی آؤ بھگت کی گئی۔ ۱۸۶۹ء میں اوسنے نہر سویز کے افتتاحی جلسہ میں نہایت عظیم الشان جلسہ کیا جس میں قیصر آسٹریا اور پرنس آف ویلز بھی شریک ہوئے۔ ان دونوں حرکات سے سلطان نے سخت کبیدہ خاطر ہو کر اپنے سخت ناپسندیدگی ظاہر کی۔ اور اوس نے طویل نامہ و پیام کے بعد آخر اپنی گستاخی سے تائب ہو کر باب عالی کی پیشکردہ شرائط کو منظور کر لیا۔

معاہدہ پیرس جو جنگ کریمیا کا نتیجہ تھا ترکی کے لئے زر و دولت کا صرف تھا اگر ترکی کو کوئی فائدہ حاصل ہوا تو یہی کہ بحیرہ اسود میں روس کی بحری طاقت معدوم کر دی گئی تھی۔ اور بندرگاہ کو لینے اور سے وہاں جنگی جہاز یا اسٹیشن بنانے کی ممانعت ہو گئی تھی۔

اتحاد اسلام

۱۸۷۰ء میں فرانس کو شکست فاش ہو جانے پر جس لڑائی میں ترکی نے بالواسطہ یا بلاواسطہ کچھ دخل نہیں دیا تھا۔ روس کو اس پابندی سے آزاد ہونیکا موقعہ ملگیا کیونکہ اب فرانس طاقتور نہ رہا۔ وہ روس بغیر سے عہدنامہ پیرس کی احترام اور پابندی کرانیکو ہر وقت انگلستان کا ساتھ دینے کو تیار اور اسکام کے قابل بھی تھا مگر اکیلے انگلستان کو اس سخت بدعہدی کی مخالفت کرنیکی جرأت نہ پڑی بلکہ انگلستان گورنمنٹ نے مسٹر گلیڈسٹون کی مہربانی سے روس کو اس بدعہدی کے قانوناً جائز بنانے کی تدبیر بتلا دی۔ اور فروری ۱۸۷۱ء کو لنڈن میں باضابطہ معاہدہ ہو کر عہدنامہ پیرس کی وہ دفعات جو بحیرہ اسود کے متعلق تھیں منسوخ کر دی گئیں۔ ترکی گورنمنٹ زیادہ فونہا اس بیوفائی کی مزاحمت کرنا قرین مصلحت نہ سمجھا۔ مگر اسے مغربی طاقتوں کی بیوفائی سے ایسا صدمہ پہنچا کہ یکایک فواد پاشا کی انگریزی پالیسی کو بدلکر روس سے دوستی کر لینے کا عزم کر لیا۔ اور دوسری طرف یہ یقین کر لیا کہ وہ تنہا کبھی یورپ میں قائم نہیں رہ سکتی۔ اسے تنہائی کی تلافی اعداد کے مقابلہ کر لینے کا تی طاقت بہم پہنچانے اور سلطنت کی قیام کر لینے عام اسلامی اتحاد اور خلافت کی رشتہ کو افریقہ و ایشیا میں مضبوط کرنے کی کوشش شروع کر دی چنانچہ اسی غرض کے لئے ادیب کامل و فاضل اجل احمد فارس آفندی کے اہتمام سے پہلا عربی اخبار الجوائب قسطنطنیہ سے شایع کیا گیا۔ انہی دنوں شاہ ناصر الدین شہید سیاحت یورپ سے فارغ ہو کر قسطنطنیہ گئے۔ اور دونوں مسلمان فرمانرواؤں میں اسلام اور مسلمانوں کی عام پستی اور انکے دوبارہ عروج و ترقی کے اسباب و ذرائع پر لمبی لمبی گفتگوئیں ہوتی رہیں۔ سلطان عبدالعزیز کو معلومات کی وسعت اور بائی کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۷۶) ۔ ظاہر کر رہے ہیں لیکن کریٹ کا بطور سابق دول کی باہمی رقابت کا آماجگاہ رہنا بالکل قرین قیاس ہے۔ ہم ابھی سے بالتفصیل اندازہ نہیں کر سکتے کہ پرنس جارج کو نصب کرنے والا روس ہے۔ اور یہ امر کہ مطلب جنہیں نہیں کہ پرنس کا پہلا کام یہ تھا کہ اوسنے ان مدرسوں اور گرجوں کا بنیادی پتھر رکھا جو روس کے خرچ سے تعمیر ہونگے۔

(ڈانڈ ڈیل ۳۰ جنوری ۱۸۹۹ء)

اسی سے اندازہ ہو سکتا ہو کہ مولانا بالا گفتگوؤن مین سے ایک کے اثنا مین سلطان مرحوم نے مسلمانان ہندوستان کی عام جہالت اور ذلت کا بتاسف ذکر کر کے ارشاد فرمایا کہ ایک خدا کا بندہ سید احمد خان اونکو جگانے کی کوشش کر رہا ہے۔ خدا کرے کہ اسکی مساعی بارور ہون۔ یہ اوس وقت کا ذکر ہے جب کہ سید مرحوم کو ہندوستان مین بھی ابھی عام شہرت حاصل نہین ہوئی تھی مگر سلطان عبدالعزیز شہید اسقدر مسافت بعیدہ کو حائل اور خود اسقدر بلند مقام و منزلت پر قائم ہونے کے باوجود کہ بڑے بڑے جلیل القدر اشخاص کو بھی وہان تک مشکل رسائی ہو سکتی تھی اس عاشق قوم اور ہمدرد ملت کے اوصاف سے واقف ہو گیا تھا۔ افسوس مسلمانون کی بدقسمتی سے یہی سلطان پھر ایسا غافل ہوا کہ چند ہی برسون کے بعد ویسی ہی کارروائیان جو خود اوسکی دار الخلافہ مین اوسکے برخلاف کیجا رہی تہین سازشیون کے وقت مقررہ سے ایک لحظہ بھر بھی پہلے معلوم نہ ہو سکین سلطانی ایما سے اسمعیل پاشا نے اس غرض کو لیے اخبار مصر کو۔ اور جزائر بحر محیط کے مسلمان فرمان روایون سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا لیکن نتیجہ خاک بھی نہ نکلا کسی مسلمان فرمانروا یا کسی مسلمان قوم کے سربرآوردہ اشخاص کو ذاتی اغراض یا ذاتی لہو و لعب یا عیش و عشرت یا تنگ خیالی کے تہ در تہ غلافون اور پردون سے باہر نکلنے کی توفیق نہ ہوئی۔ توفیق ہونا تو در کنار اوسپر خیال تک بھی نہ کیا گیا۔ یہ تدبیر تو یون بیکار گئی۔ اور دوسری تدبیر دو دھاری تلوار سے کم خطرناک نہ تھی۔ نامرادی طالع سے یہ بھی الٹی پڑی کہ سلطنت بیخ و بن تک لرز گئی۔ یہ تدبیر روسی دوستی کی تھی جسکی خطرناکی انگریزی شاعر کے اس مقولہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ اگر تو دشمن سے ایکبار ڈرتا ہو تو دوست سے ہزار مرتبہ ڈرتا رہ۔ جن مدبرون نے یہ پالیسی اختیار کی تھی اون کی نگاہ سے خطرات پوشیدہ نہ تھے چنانچہ اونکا عندیہ اوس وقت کی نیم سرکاری اخبار ترکیا نے مندرجہ ذیل الفاظ مین صاف صاف بتا دیا تہا۔ ترکی نے اپنے قدیمی دشمن روس کیساتھ اسلیے دوستی نہین کی کہ اوسکو روسی گورنمنٹ کے دوستانہ ارادون پر اعتبار ہے بلکہ محض اسلیے بلکہ زیادہ تر اسلیے کہ اوسکو اندیشہ ہے کہ اگر روس سے لڑائی ہو تو اوسکا کوئی مددگار و معاون نہین ہوگا۔ بالفاظ دیگر ان مدبرون کا اصل منشا یہ تہا کہ روس کو کبھی معارض ہونیکا موقعہ نہ دیا جائے اور اس غرض کے لیے روس سے بظاہر دوستی رکھی جائے۔ مگر اس نمایش کو قائم رکھنے کیلیے روسی سفیر سے لازمی طور پر زیادہ خلا ملا رکھنا پڑا۔ روسی سفارت پر اوس وقت جنرل اگناٹیف ایسا عیار شاطر مقرر تھا اسکو متواتر ربط و ضبط سے رفتہ رفتہ آخر سلطان پر جسکی کمزوریان اور نقص پر نظر رکھنے والے تھے ایسا اقتدار حاصل ہو گیا کہ سلطان جدید پالیسی کی اصل غرض و غایت کو بالکل فراموش کر کے اگناٹیف کے ہاتھ مین کٹھ پتلی بن گیا اور اسے اپنا ایسا مخلص دوست اور سچا خیرخواہ سمجھنے لگ گیا کہ اوسکے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ کرتا۔ اور جو صلاح وہ دیتا اوسی پر کاربند ہوتا اس مجنونانہ اعتماد و بھروسا اور دیوانگی کا اسی سے قیاس ہو سکتا ہو کہ جب ۱۸۷۵ء کے شروع مین ہرزیگوینا کے مفسدون نے علم بغاوت بلند کر کے کئی مسلمان دیہات کو خاکستر اور وہانکے باشندون کو تہ تیغ کر دیا۔ اور ترکی گورنمنٹ نے اس بلوہ کے اطفا کیلیے باقاعدہ فوج نظام بھیجنی چاہی تو اگناٹیف نے سلطان کو یہ پٹی پڑھائی۔ ایسی فضول کامون کیلیے نظام فوج بھیجنے کی کیا ضرورت ہے بے قاعدہ فوج کی چند پلٹنین کافی ہین۔ بلکہ اول تو یہی کافی ہے کہ مسلمان باشندون کو مسلح کر دیا جائے۔ سلطان نے کہا کیا

اور جیسا کہ فواد پاشا نے سوچ رکھا تھا مسلمان آبادی نے جو بھڑکی بیٹھی تھی حکم ملتے ہی عیسائیوں کو ستانا کر بدلہ میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کی جس پر کل یورپ میں ترکی حکومت کے برخلاف عام تہلکہ مچ گیا۔ سلطان کو معزولی سے چند برس پہلے متواتر قرض لیتے رہنے اور آخر سود کی ادائیگی بند کر دینے کا بھی اسی نیک بخت نے مشورہ دیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کی زر دوستوں کو ٹرکی سے جیسے وہ دیوالیہ سمجھ بیٹھے تھے کوئی ہمدردی نہ رہ گئی بلکہ اسکی بربادی کے خواہان ہو گئے۔

یہ کل خرابیاں مدبر و وزیرانہ روش عالی پاشا کی بیوقت موت سے واقع ہوئیں۔ اگر خداوند کریم اسے چند برس اور زندہ رکھتا تو یہ خانہ نشینی و دوستی کی تدبیر آستانوں کا ماتا بنتی نہ سلطان عبد العزیز کو یہ اقتدار حاصل ہو سکتا اور شاید مسلمانان کی تجویز بھی بالکل بے اثر نہ رہتی۔ یہ دور اندیش محب قوم ۱۸۷۱ء کے موسم گرما میں فوت ہو گیا۔ اور اس کے بعد کوئی ایسا شخص نہ رہ گیا جو قومی جہاز کی ناخدائی کر سکے۔ یا اگر کوئی موجود تھا تو اسے سلطان پر اقتدار قائم کرنیکا سلیقہ نہ تھا۔ عالی پاشا کے اعلیٰ تدبر اور بے نظیر مآل اندیشی کے ثبوت میں اسکی وزارت کا ایک اہم واقعہ یہاں پر درج کر دینا بے محل نہ ہوگا۔ اکثر ناظرین سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہوگا کہ ٹرکی میں دول اجنبیہ کے قونصلوں کو اپنے اپنے ملک کی رعایا پر جو مثل خاص اختیارات بھی حاصل ہیں ملکی عدالتوں کو انپر مطلقاً کوئی اختیار حاصل نہیں۔ یہ حیرت انگیز مراعات سابقہ سلاطین نے جب کہ ٹرکی کی طاقت نہایت عروج پر تھی اور اسے کسی یورپین طاقت سے کسی طرح کا خوف نہیں تھا۔ یورپین تاجروں کی حوصلہ افزائی کے لیے ممالک یورپ کی عاجزانہ ہند عاؤں پر عطا کی تھیں۔ یہی مراعات سب سے اول فرانس کو عطا ہوئیں پھر اسکی تقلید میں رفتہ رفتہ کل ممالک کو مل گئیں۔ یہ مراعات انگریزی میں کیپی ٹولیشنز اور ترکی میں امتیازات کہلاتی ہیں۔ ٹرکی کے طاقت کے کمزور ہوتے چلے جانے پر ان رعایتوں کی خرابیاں ظاہر ہونی شروع ہو گئیں۔ اور انکی آڑ میں اعدا کو فتنہ اندازیوں کا خوب موقعہ ملگیا۔ ترکی گورنمنٹ کسی اجنبی سے خواہ وہ اس کی مملکت میں سلطنت کے برخلاف کیسا ہی سنگین جرم کا مرتکب ہو کسی طرح کی باز پرس نہ کر سکتی تھی۔ یہ دیکھ کر کتنی ہی ملکی بھی دول اجنبیہ کی رعایا بن کر ترکی قانون کی گرفت سے آزادی حاصل کرنے لگ گئی۔ عالی پاشا نے ان خرابیوں کے انسداد کے لیے ان عجیب اختیارات کی منسوخی کی جو صرف ٹرکی میں ہی اجنبیوں کو حاصل ہیں اور انکی طفیل سلطنت کے اندر کتنی سلطنتیں اور حکومتیں بنی ہوئی ہیں کوشش شروع کی۔ اور سنہ ۱۸۶۹ء میں دول یورپ کو باضابطہ مراسلہ بھیجکر اس بیجا رعایت کی خرابیاں واضح کیں۔ اور ان سے استدعا کی کہ ان رعایتوں سے دستبرداری منظور کریں۔

طویل نامہ و پیام کے بعد ۱۸۷۱ء میں چند دول نے بعض ترمیمیں منظور کر لیں۔ مگر یہ معاملہ ابھی منفصل نہ ہوا تھا کہ عالی پاشا فوت ہو گیا۔ اور اسکے بعد ۱۸۷۵ء میں مدحت پاشا کو صرف اسقدر کامیابی ہوئی کہ دول نے فقط مصر میں ان رعایتوں کے کچھ حصے سے دستبردار ہونا منظور کیا یعنی قونصلوں سے دیوانی مقدمات کے انفصال کا اختیار لے لیے گئے۔ اور ایسے مقدمات کے لیے ۱۸۷۶ء میں مختلط عدالتیں یعنی ایسی عدالتیں جنمیں چند دیسی اور چند مختلف اقوام کے یورپین جج مقرر کیے گئے قائم کیگئیں۔ اپنے اپنے ملک کی رعایا کے برخلاف فوجداری اختیارات قونصلوں کو برابر حاصل رہے۔ مگر مختلط عدالتوں

۱؎ اس نامور مدبر اور مسیحی سلطنت ... (افریقیہ اور ایشیا میں ...) کی بدولت عثمانیہ حکومت باقی ہے۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ کل افریقی مقبوضات عثمانیہ حکمران صرف برائے نام ماتحت رہ گئے تھے۔ عالی پاشا نے ان خرابی کو دور کرنیکے لیے ... طرابلس الغرب کو براہ راست ترکی انتظام میں لیلیا ورنہ آج وہ بھی مصر تیونس اور الجزائر کیطرح شاید یورپین پولیٹیکل کے تصرف میں ہوتا۔ ... کارروائی کو دوسری ...

کو بھی فوجداری کا حق ہو۔ جزوی اختیار دئیے گئے۔ یہ عدالتیں پہلے پانچ برس کے لئے قائم کی گئیں۔ پھر اسی طرح پانچ پانچ برس کے لئے توسیع ہوتی رہی۔ اس جنوری ۱۹۱۱ء کو آخری پانچسالہ میعاد کے گذر جانے پر اور ایک سال کی توسیع منظور ہوئی ہے جس کے بعد شاید یہ موقوف ہو جاویں۔ اور دیگر ممالک کی طرح مصر کی ملکی عدالتوں کو بھی اجنبیوں کے دیوانی اور کسیقدر فوجداری مقدمات کی سماعت و تجویز کا اختیار دیا جائے۔ ٹرکی خاص کی بابت دول نے اس استحقاق کو چھوڑنا منظور نہ کیا چنانچہ وہ بھی ابتک اس مصیبت اور بلائے عظیم میں مبتلا ہے۔ ان امتیازات کی مضرت کا اندازہ ناظرین کو ایک منصف مزاج عیسائی مورخ کے ان الفاظ سے بخوبی ہو جائیگا کہ "کسی قوم کی خود مختاری کو پامال اور بدامنی سازشوں کا بازار گرم رکھنے اور روس کو نقطۂ دوسری قوموں بلکہ خود اپنی نظروں میں بھی ذلیل و خوار بنانے کیلئے اس رواج سے موثر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا۔ یہ رسم مداخلت و دراندازی کرنے کے رشتہ کو ٹرکی کے ساتھ دیگر یورپین سلطنتوں سے متنازع سلوک کرنے کی پالیسی کا ایک اہم جزو ہے جسکا پھل سلطنت عثمانیہ کی تباہی اور مشرق میں روس کی کامل کامیابی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔" (اڈمنڈ اولیویر)۔

ان امتیازات کی مضرتیں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ وہ ہمارے موجودہ امیر المومنین عبد الحمید خان سے تخت نشین ہوتے ہی ایک جنگ عظیم میں مبتلا ہو جانیکے باوجود مخفی نہ رہیں اور اسی جنگ کے دوران میں ماہ نومبر ۱۹۱۴ء میں انہوں نے اس امر کی سخت شکایت کی کہ دول یورپ ٹرکی کی ان مراعات سے نہایت نا مناسب فائدہ اٹھا رہی ہیں مگر ایماندار یورپی طاقتوں پر محض زبانی شکایت سے کیا اثر ہو سکتا تھا۔ اور ان سے یہی عالی ظرفی کا کب اظہار ہو سکتا تھا کہ ایک مسلمان سلطنت کا کسیقدر اپنے ایسا دگرگون ہونا گوارا کرلیں حتی کہ ۱۸۵۶ء کے معاہدۂ پیرس کے اختتام پر جب سلطان اعظم نے شرائط صلح میں ایک یہ بھی شرط پیش کی کہ ترکی مطلوب امتیازات سے محروم کر دیا جائے۔ تو یورپین دول نے محض پولیٹیکل بلکہ مذہبی تعصب دربیر اس اندیشہ سے کہ کہیں دیگر ممالک کے امتیازات کی منسوخی پاتر سہم کیلئے بھی یہ ان کے امتیازات کی منسوخی پاتر سہم سے نظیر نہ پیدا ہو جائے اس شرط کو منظور یا اس پر بحث کرنا تو درکنار اسکو سننا تک گوارا نہ کیا اور خلیفۃ المسلمین کو ان مہذب و ایماندار طاقتوں کے طاقتور جتھوں اور اتحاد کے سامنے صبر و خاموشی سے کام لینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا اور اب آخری مرتبہ بمنزلہ حق الیقین واضح ہو گیا کہ ان ایمانداروں سے انصاف و عدالت کی توقع محض فضول ہے۔ اور تلوار کے زور کے سوا اور کسی طرح سے نہ تو اپنے موجودہ حقوق کی حفاظت ہو سکتی ہے اور نہ ان سے غصب شدہ حقوق واپس ملسکتے ہیں۔

عالی پاشا کے بعد محمود وزیر اعظم ہوا۔ مگر سلطان کو سب سے زیادہ اعتبار آصف واقف آفندی پر رہا۔ جولائی ۱۸۷۲ء میں محمود معزول ہو گیا اور اسکی جگہ مدحت پاشا بغداد کا گورنر مقرر ہوا۔ اسنے سلطان کی ناجائز فضول خرچی کو روکنے کی کوشش کی جسپر اسے برطرف کر کے رشدی کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ جنرل اگناتیف روسی سفیر کے اغوا سے سلطان کو طریق وراثت کی بدلنے اور اپنے بھتیجے مراد کی جگہ اپنے بیٹے یوسف عزالدین کو وارث تاج و ولیعہد بنانے کی خواہش نے بیچین بنانا شروع کر دیا تھا

جس سے اونکی طرف سے محب وطن مسلمانون کے دلون مین اور کدورت پیدا ہو گئی۔ اتنے مین سنہ ۱۸۷۲ء آپہنچا۔ اور روس۔ آسٹریا اور جرمنی مین بعض ترکی مقبوضات کو ہضم کرنیکے لیئے وہ اتحاد ثلاثہ ہو گیا جسکا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس اتحاد کے ہوتے ہی اوسپر عملدرآمد کرنے کی تیاریان شروع کرکے اغتصاب کے لیئے ابتدائی کارروائیون کا آغاز کر دیا گیا۔ ترکی کی احسان فراموش عیسائی رعایا صدیون سے اوس کو اعداء کے ہاتھ مین آلہ کار کا کام دے رہی تھی۔ اسی طرح اب بھی رستہ صاف کرنیکا کام لیا گیا۔ آسٹریا اور روس کی تحریک سے پہلے جولائی سنہ ۱۸۷۵ء مین ہرزیگووینا کے عیسائیون نے بغاوت کر دی۔ پھر مانٹی نیگرو کے غدار کوہستانی مسلمانون کے دیہات پر لوٹ پڑے۔ اور تھوڑا ہی عرصہ بعد بوسنیا کے عیسائی بھی برسر فساد ہو گئے۔ باب عالی نے اونکی سرکوبی کیلیئے غازی مختار پاشا کو مامور کرکے نرمی اور آشتی کی روش کو بھی ہاتھ سے نہ دیا۔ اور چند مہینون مین فساد رفع ہو گیا۔ لیکن یہ امن اون طاقتون کی مہربانی سے جو ٹرکی کی اوٹ مین شکار کھیل رہی تھین زیادہ عرصہ بمشکل قائم رہ سکتا تھا۔

اس تمہیدی کارروائی کے بعد اتحاد ثلاثہ کے ایک شاطر قیصر آسٹریا کے وزیر خارجیہ اندراسی نے جنوری ۱۸۷۶ء مین پہلا پیادہ آگے کیا۔ اوسنے دول یورپ کو ایک گشتی مراسلہ بھیجکر باغیون کو باب عالی سے چند رعائتین دلوانے کی استدعا کی اور اس خوف سے کہ کہین باب عالی اور غیر رازدار طاقتین شروع مین ہی ہتھے سے نہ اکھڑ جائین رعائتین بہت نرم اور شائستہ تجویز کین جن کو باب عالی نے جو بعینہ اصلاح کی رعائتین خود بخود چند ہفتہ پہلے باغیون کو عطا کر چکا تھا۔ بہ خوشی تسلیم کر لیا۔ مگر ایماندار آسٹریا نے دوسری طرف در پردہ باغیون کو ان رعائتون سے انکار کر دینے کا اشارہ کر دیا۔ اور اونہون نے اصلاحی تحریک کی تعمیل مین یہی شرط پیش کین جن سے صوبجات بوسنیا۔ ہرزیگووینا پر ترکی حکومت کا ہی عملی طور پر خاتمہ نہین ہو جاتا تھا۔ بلکہ وہانکے مسلمان زمیندارون کے املاک کا بھی حصہ کثیر جو تقریباً ۲/۳ ہے اوسکے مالک بنکر عیسائی باغیون کے قبضہ مین چلا جاتا تھا۔ کونٹ اندراسی جو پہلی چال چل چکا تھا اب متمدنہ اخلاق و دیانت اور شائستہ پولیٹیکل ایمانداری کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوئے بغیر باغیون کی ان جدید مطالبات کی حمایت نہین کر سکتا تھا اس لیئے یہ کام اتحاد ثلاثہ کے دوسرے شاطر قیصر جرمنی کے وزیر پرنس بسمارک پر چھوڑا گیا۔ اور اسنے دول عظام اور ٹرکی کو بتاریخ ۱۳ مئی سنہ ۱۸۷۶ء ایک گشتی مراسلہ بھیجکر یہ تجویز پیش کی کہ بوسنیا و ہرزیگووینا کے باغیون کو تقریباً وہی رعائتین دلوائی جانے کی استدعا کی جو خود باغیون نے طلب کی تھین۔ فرانس و اٹلی تو فوراً بلا تامل ہمراہ ہو گئے۔ مگر انگلستان کے صیغہ خارجیہ کو اتحاد ثلاثہ کے مقصد و مدعا کی کچھ بھنک پڑ گئی ہوئی تھی۔ اوسنے تاڑ لیا کہ یہ سب اسی مدعا کے حصول کی تمہیدین ہین۔ چنانچہ اوسنے اتفاق کرنیسے انکار کر دیا۔ یہ سلسلہ ابھی درپیش تھا کہ تیسرے شاطر نے بلگیریا مین جسکے باشندے مذہباً و قوماً روسیون سے بہت کچھ ملتے جلتے ہین۔ اور جن کو وہ عرصہ دراز سے بغاوت کا سبق پڑھا رہا تھا شروع مئی سنہ ۱۸۷۶ء مین بغاوت کرا دی۔ اور شیطان سیرت بلغاری عیسائیون نے تمام احسانات کو فراموش کرکے کئی دیہات کے مسلمانون کو بلا تمیز مرد و زن و صغیر کلان کمال سفاکی سے تہ تیغ اور انکے مساکن کو خاکستر کر دیا۔ اس بغاوت کو فرو کرنے پر آغا طیف کے مشورہ سے غیر آئینی فوج اور مسلمان باشندے مامور کیئے گئے جنکی ترکی بہ ترکی کارروائیون کو روس کے انگریز بہی خواہون و درباریون نے متعصبانہ مبالغہ اور رنگ آمیزی سے

ایسی مہیب اور سنگدلانہ ظاہر کیا کہ انگلستان کے اکثر باشندے بھی جو قرضہ کے سود کے التوا سے پہلے ہی برگشتہ خاطر ہو رہے تھے ترکوں کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ اور اسطرح روس نے ایک پتھر سے دو جانور شکار کر لیے۔ ایک تو اس بغاوت سے ترکی کیلیے مزید مشکلات پیدا کر دیں اور ادھر انگریزی گورنمنٹ کو سازش سے کسیقدر روگرداں ہو جانیکی وجہ سے نہ فقط اپنی پالیسی پر وکیٹ تین مقدس مہاتماؤں کی چکنی چپڑی باتوں اور مسیحانہ ہمدردی کے بہروپ میں آ کے متاثر ہو رہی تھی بلکہ اسکے مخالف ہو جانیکا بھی اندیشہ تھا۔ انگریزی قوم میں عام تحریک پیدا کر کے مخالفت کو قابل نہ ہونے دیا اسکے ساتھ ہی کو زمک سرویا اور مانٹی نیگرو کی حکمرانوں کو ترغیب کر دیگئی۔ اور وہ ملک کو بھلا کر اپنے دینی بھائیوں کی امداد و دستگیری کے بہانہ سے ترکی کے شکار میں شریک ہونیکے لیے جنگی تیاریاں کرنے لگ گئے۔ ادھر دیگر ہمسایہ دول کے علاوہ روس کی ان بیہی معاندانہ چالوں اور مخالفتوں کے باوجود سلطان عبدالعزیز کی وارفتگی میں کوئی فرق نہ پڑا بلکہ اسی مکار دشمن کی چالاک سفیر پہلے سے زیادہ قابو ہو گیا۔ ادھر روسی گورنمنٹ خفیہ و علانیہ چالوں اور سازشوں سے سلطنت کی بیخکنی کر رہی تھی۔ اور ادھر اسکا سفیر سلطان کی ناک کا بال بنا ہوا اپنے دلفریب مگر زہریلے مشوروں سے سلطنت کی بنیادوں میں سرنگ لگا رہا تھا۔ اس مہلک جہولیت کے ساتھ ہی سلطان مرحوم کے دماغ میں اپنی قابلیت مدبری کا کچھ ایسا زعم تھا کہ کسی حقیقی خیرخواہ کی گفتگو تک سننے کی برداشت نہ تھی یہ رنگ دیکھ کر محب ملک جماعت سے زیادہ [illegible] سلطان کو معزول کرنے کی صلاح کیگئی۔ اور آخر ۳۰ مئی ۱۸۷۶ء کو بروز سہ شنبہ سلطان عبدالعزیز [illegible] تخت سے اتار دیے گئے اور سلطان عبدالمجید کا بڑا بیٹا شہزادہ مراد جسکو چند روز پیشتر سے عبدالعزیز نے حراست میں کر دیا ہوا تھا مراد خامس کے نام سے تخت

لہ بالت ہمارے کہ [illegible] ترکی کو چھٹی اور رفتہ رفتہ اسکی چال [illegible] کہ ۱۸۷۵ء تک اسکی مقدار ساڑھے [illegible] کروڑ پونڈ ہو گئی جسکا [illegible] ملک ملت کی مزید بدبختی سے مالک غیر اور بالخصوص لنڈن سے حاصل کیا گیا۔ سلطنتوں کو قرضہ کو عموماً قومی قرضہ کہا جاتا ہے حقیقی اسکی قدر زیادہ ہو اسیقدر ملک کو زیادہ خوشحال تصور کیا جاتا ہے مگر ترکی کا قرضہ پیچیدہ رنگ باتیں ہیں [illegible] ضرورتاً قومی یاد [illegible] اسلیے کہا جاتا ہے کہ انکا بڑا حصہ تا ابناء ملک سے ہی حاصل ہوتا ہے اور کسیقدر اسلیے کہ چونکہ اسکو گورنمنٹ نے خود تمام ملک کیلیے قوم کی نائب ہو کر ملک کی بہتری کیلیے برداشت کیا ہوتا ہے اسکی ادائیگی کی ذمہ دار بھی آخر قوم ہی ہوتی ہے اسی تشریح سے یہ قرضہ ملک کی خوشحالی و ثروت کا معیار تصور ہونیکی وجہ معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ اگر قرضہ ابناء ملک سے حاصل کیا گیا ہو تو انکی کثیر المقداری ابناء ملک کی تمول کی بین شہادت ہوگی اور اگر باہر سے حاصل کیا گیا ہو تو صاف ظاہر ہے کہ جب تک دوسرے ملکوں کو اس ملک کی خوشحالی و انتظام ملکی پر اعتبار نہ ہو وہ بھی اپنے روپیہ کو جوکھم میں نہیں ڈال سکتے یہ امر ہے کہ اعتبار و دولت قرار ہے لیکن بدقسمتی سے ترکی کا قرضہ صرف دوسرے ملکوں میں لیا ہوا قرضہ ہے اور اسکی مقدار کی زیادتی اس امر خوشحالی کا معیار نہیں ہو سکتی تھی کہ قرضہ بلکہ سلطنت بعیدہ پر ہونیکی وجہ سے [illegible] کہ سلطان [illegible] قرضہ لیکر [illegible] ترکی کے [illegible] کہا رہی ہے بیس [illegible] پنسال [illegible] میلان [illegible] ایک بالکل نئی آزمائش تھی جسکی [illegible] کی لذت میں [illegible] کی عادت [illegible] بے پرواہ [illegible] قرضہ [illegible] وقت آیا تو ادا کرنا [illegible] ترکی [illegible] سود [illegible] جو [illegible] ہو گئی [illegible]

بٹھلا دیا گیا۔ سلطان معزول با سفر کے محل طوپ قپو میں نظر بند کئے گئے۔ جہاں چوتھے دن بروز اتوار ۱۰ جمادی اول ۱۲۹۳ھ مطابق ۴ جون ۱۸۷۶ء کو انکی لاش خاص کمرہ میں بیجان پائی گئی۔ ترکی گورنمنٹ نے اوس وقت تو یہ ظاہر کیا کہ سلطان مرحوم نے خودکشی کی مگر بعد میں یہ امر بخوبی محقق ہو گیا کہ سلطان مرحوم کو خود شہید کیا گیا تھا لیکن اس گناہ کبیرہ کے ارتکاب یا اسکے مشورہ میں سلطان مراد کو مطلقاً دخل نہ تھا۔ یہ سب کارروائی معزول کنندہ جماعت نے بزعم خود محض ملک کی بہتری اور اس امر کے انسداد کیلئے کہ بلوہ نہ ہو جائے بمنشاء خود کی تھی۔

سلطان مراد کا عزل۔ موجودہ خلیفۃ المسلمین کی تخت نشینی اور خاتمہ کتاب

اس نوجوان و مستعد شہزادہ کی تخت نشینی پر قوم کو بگڑی کے سنورنے کی بہت کچھ امیدیں ہو گئیں اور اوس کے ابتدائی افعال سے ان امیدوں کو بہت سی تقویت پہنچ گئی اپنے ذاتی وظیفہ میں سے تین لاکھ پونڈ کم کر دینے کے علاوہ کئی سلطانی معادن کی آمدنی بھی خزانہ کے سپرد کر دی اور عمال حکام کے نام اصلاح حال کیلئے تاکیدی احکام صادر کر کے خود بھی امور مہام سلطنت کے انصرام میں قابل تعریف سرگرمی سے مصروف ہو گیا مگر اسے تخت پر بیٹھے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا کہ سلطنت کے تفکرات کے ہجوم کے ساتھ ہی ناگہان ایک شدید مرض (سرطان) نے بھی حملہ کر دیا جس سے وہ جانبر تو ہو گیا لیکن نحافت و کمزوری نہایت درجہ کی ہو گئی۔ وہ اس مرض سے ابھی شفایاب نہ ہوا تھا کہ وزراء کو یہ سلطان سے بھی موجودہ مشکلات کو سلجھانے کی امید نہ رہی تھی۔ اور اوسکی زمانہ روائی کو وہ سلطنت کیلئے مضر خیال کرنے لگے۔ چنانچہ وہ بھی صاحب فراش ہی تھا کہ اسکے دیوانہ ہو جانے کی خبر مشہور کر دی گئی اور آخر چند ڈاکٹروں سے اسکی تصدیق کرا کر ۳۱ اگست ۱۸۷۶ء کو اسے بھی معزول کر دیا گیا لیکن اس تصدیق کے فرضی ہونے میں کسیکو کلام نہیں اور اسی سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مراد کے عزل کی اصل وجہ کچھ اور ہی تھی جسکی نسبت اب تک مختلف روایتیں مشہور ہیں انہیں سے ایک یہ ہی روایت زیادہ قرین قیاس معقول اور درست معلوم ہوتی ہے کہ وزراء کو جو سلطان عبدالعزیز کے دور میں سلطنت کی بہتری کیلئے سلطانی اختیارات کا محدود کیا جانا ضروری تصور کرتے تھے توقع تھی کہ نئے سلطان کو اس امر کے تسلیم کرنے سے کوئی عذر نہ ہوگا مگر جب سلطان مراد نے خلاف توقع اس امر کو منظور نہ کیا تو انہوں نے جنکے حوصلے ایک بیرونی اور بیرونی حکمران بادشاہ کی معزولی میں کامیاب ہو جانے سے بہت بڑھ گئے تھے اور اوسکے مقابلہ پر ایک نئے سلطان کو معزول کر دینا کوئی بڑی بات نہ تھی اسکو معزول کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور دنیا کے سامنے کوئی حجت پیش کر سکنے کیلئے مراد کے مرض خفقان میں مبتلا ہو جانے کا شگوفہ چھوڑ دیا اس ہی خیال کی جماعت وزراء کی بیباکی کا اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب انہوں نے اپنا ارادہ سے ولیعہد سلطنت یعنی سلطان مراد کے چھوٹے بھائی شہزادہ عبدالحمید کو مطلع کیا اور جنہوں نے اپنے بھائی کے عزل سے اتفاق کرنے سے انکار کر دیا تو انسے صاف طور پر کہدیا گیا کہ اگر وہ انکار پر مصر رہا تو گورنمنٹ جو مراد کے عزل کا قطعی فیصلہ کر چکی ہے تمہارے استحقاق کی کچھ پروا نہ کرے گی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۳)۔ ادا کیا جائیگا اور باقی نصف کو لیئے تمسک دیئے جائینگے۔ مگر اس نصف کیلئے بھی روپیہ کہاں سے آتا۔ ایک کوڑی ادا نہ ہوئی حتی کہ ہم جولائی ۱۸۷۵ء کو صاف اقرار کرنا پڑا کہ جب تک اندرونی مشکلات رفع نہ ہوں گی ادا نہیں ہو سکتا۔ وزراء پہلے ہی سے بیٹھے تھے صاف دیوالیہ بن کر انکے تحفظ و منصب کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور مسٹر جیسر کا ۱۸۷۵ء میں انگریزوں کی نہایت عزیز تھے وہ بھی بے جوش ہو گئے سچ ہے دیوالیہ ہمیشہ نا ہر دلعزیز ہوتے ہیں

تمہارے چھوٹے بھائی کو تخت پر بٹھا دیگی اس کے ساتھ ہی اس شریف النفس شہزادہ کو دوسرے بڑے بھائی کے زوال تخت مجنون ہونیکا بھی معتبر کرہ سعد رنجی تصدیقوں اور دیگر رعایت اہل سے یقین دلایا گیا۔ جسپر آخر وہ رضامند ہوگیا سلطان مراد پنجم نے تین ماہ کی حکومت کی بعد اسم اگست سالنامہ کو معزول ہو سلطان عبدالحمید تخت خلافت پر رونق افروز ہوگئے۔ اس وقت سلطنت عثمانیہ اور خلافت سینیہ اندرونی و بیرونی اعداء و مخالفین اور مشکلات عدیدہ و خطرات مین جیسی کچھ مبتلا تھی۔ اور ایکے دم تاسی [illegible] لحاظ کرنیسے یہ کہنا کسی طرح مبالغہ میں داخل نہیں ہوسکتا کہ یہ خداوند کریم کی خاص عنایت تھی جو ایسا دور اندیش [illegible] اور مستقل مزاج و بحیثیر طبع اور رحم مجسم سلطان عالم کے اس آخری حصین حصین اور واحد مقصد سلطنت کے تاج و تخت اور مسند خلافت پر متمکن جلوہ نہ

سلہ ذرا دی اس پالیسی پر مین کچھ کہنے کی ضرورت نہیں دیکھتا شہزادی کی سگان کتاب یہ عہد حکومت میں ہمیشہ کیلئے دستی کم از کم ابھی اور عہد جدید کیلئے سلطان وقت کو اختیارات بدستور قائم رہنے کی ضرورت اور یورپ میں آئین و حکومت کو رواج دینے کی مضرت بالوضاحت ثابت کر چکی ہیں۔ اور اس مسئلہ پر میں کسی ہوزانع سر ویا وغیرہ کے خود مختار ہونے پر کافی بحث کر چکا ہون لیکن یہ بتا دینا ضروری ہے کہ مدحت پاشا اور سعید پاشا عبدالحمید نے ان ذرا کی مخالفت کرنے میں تمراد کی طرح جلد بازی سے کام نہ لیا بلکہ شروع شروع میں کچھ دنکہ تم اس سے اتفاق کرتے رہے حتیٰ کہ پارلیمنٹ کی تجویز کو نہ صرف منظور ہی کر لیا بلکہ اسپر عملدرآمد بھی ہو جانے دیا لیکن رہ رہ کر معاملات سلطنت سے واقفیت پیدا کرنے اور اپنی طاقت و قدرت کو مستحکم کرنے سے ایک لحظہ کیلئے بھی غافل نہ رہے اور جب چند مہینوں میں حیرت انگیز حکمت عملی اپنی پوزیشن کو خوب مضبوط کر لیا تو کل قصر سلطنت اور خود وزرا کو چند ہی مہینے کے اندر دو بادشاہ کو دیان کر چکے تھے علیحدہ دارالحکومت سے نفی [illegible] پاشا کو جس نے فروری ۱۸۷۷ء کو اس کے دارالسلطنت سے جلا وطن کر دیا [illegible] کی کارروائی کو برابر جاری رہنے دیا۔ اور اول یورپ بالخصوص انگلستان کے اس تدبیر کا ناکام نظر ہونے کیلئے پارلیمنٹ کی ایک اور اجلاس ابھی ہونے نہ دیا۔

سلہ تخت نشین ہوتے ہی اپنے خاندان کے افراد سے جس شریف النفس سلطان نے جو سلوک کیا وہ اس وقت کے ایک مورخ کی مسند سے ذیل میں درج ہوگا۔ ہر دو سلطان کو تخت نشینی کے بعد سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کے متعلقین کا درماہ مقرر کر دیا سلطان عبدالعزیز خان مرحوم کی والدہ کو چار سو پونڈ ترکی ماہوار اور یوسف عزالدین آفندی فرزند اکبر سلطان مرحوم کو سو لیرا ترکی ماہوار جلال الدین آفندی کو [illegible] لیرا ترکی اور شوکت آفندی کو پندرہ لیرا ترکی حضرت سیف الدین آفندی کو دس ہزار ترکی ماہوار اور شہزادیان سلطان مرحوم [illegible] سلطان [illegible] سلطان کا [illegible] مرحوم کی [illegible] [illegible] آفندی کو ایک [illegible] آشی اور والدہ محترمہ سلطان [illegible] ترکی [illegible] سلطان [illegible] ترکی [illegible] نہیبہ سلطان صاحبزادیان سلطان [illegible] سلطان کے [illegible] سب کو [illegible] سلطان [illegible]

اس مین ... بہت کم شبہہ ہے کہ اول تو وہ بالکل ہی معدوم ہو گئی ہوتی۔ یا کم از کم اس قابل نہ رہ گئی ہوتی کہ اوسکے پیر سنبھلنے کی کچھ بھی امید باقی رہجاتی۔ برعکس اسکے ان گذشتہ ۲۲ برسون مین سلطنت کو پے درپے سخت صدمے پہنچتے رہے ہین اور کوئی سال ایسا نہین گذرنے پایا جس مین یوروپ کی مسیحی شکاریون نے سلطنت کا کوئی نہ کوئی ٹکڑا ہضم نہ کرلیا ہو یا ملک کے کسی نہ کسی حصہ مین مہیب و خطرناک فساد برپا نہ کرا دیئے ہون۔ مگر باین ہمہ سلطنت نے حقیقی ترقی و استحکام کے میدان مین جو حیرت انگیز اور اعجاز نما ترقی کرلی ہے۔ وہ واقف کارون سے پوشیدہ نہین۔ اور اسکا کچھ شمہ ۱۸۹۷ء کی محاربہ روم و یونان مین ظاہر ہو چکا ہے۔ ایک مصری اخبار نے جلالت مآب کی ۵۸ وین سالگرہ ولادت پر الاسلام بالخلیفۃ کی تالیف و عربیہ مبارکباد لکھنے کے بعد حضور ممدوح کے کارنامون کا جو نقشہ اور انکی خدمات اسلامی کا سچا فوٹو چند عربی ابیات مین کھینچا ہے اوس سے کسی منصف مزاج کو خلاف نہین ہوسکتا۔ وہ شعر حسب ذیل ہین:

انتہ الخلافۃ منقادۃ — الیہ تجرر اذیالہا
فلم تک تصلح الا لہٗ — ولم یک یصلح الا لہا
ولو رامہا احد غیرہ — لزلزلت الارض زلزالہا

سرویا اور ریاستی مونٹی نیگرو نے سلطان مراد کے عہد مین ہی یکم جولائی ۱۸۷۶ء کو اعلان جنگ کرکے اپنے آقا محسن کے [illegible] کی تہی۔ مگر اول الذکر کو روسیون کی علانیہ امداد کے باوجود پے درپے شکستون کے سوا اور کچھ نصیب نہ ہوا۔ اور سلطان عبدالحمید کو تخت نشین ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تہا کہ انہین مصالحت کی التجا کرنی پڑی مگر سلطان عالم نے کمال عالی ظرفی سے اونکی خطاؤن سے درگذر کر دیا۔ سنجق شریف[1] بھی اس لڑائی مین بھیجا گیا تہا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۴) - اور دن بدن سلطان کی وقعت ہی بڑہتی جاتی ہے۔ اور دولت کو خوب ماہر ہونے مین بڑی کوشش فرمایا کرنے و تنقیدات و لحاظات جو اگلے زمانہ مین تہا مین سلطان اور وزرا کے تھے سب برطرف کر دئیے گئے۔ اور اب سلطان وزرا کو اپنے حضور مین بٹھلا کر اون سے مقدمات ملکی مین بحث کرواتے ہین •

[1] یہ نشان مقدس بہت پرانا کپڑا ہے۔ چار انگل چوڑا ہے۔ اور وہ ملفوف ایک ازحد نفیس کے خریطہ مین بحفاظت تمام رہتا ہے۔ اور یہ نشان مطہر چار گز بلندی کا ہے۔ اور حضرت خلیفہ سیوم رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا صحیح طلائی حروف سے اسپر کلام قرآن شریف لکھا ہوا ہے کیس کو باربار ہے کہ خوبی و برکت و بزرگی اس نشان مقدس کی بیان سے (باہر ہے) آثار شریف مین جہان یہ نشان رکھا ہوا ہے اور بھی بہت سے تبرکات ہین × × × × × × × × × × مثل نعل مبارک و دندان مبارک آنحضرتؐ و موئے مبارک و کمان و شمشیر مقدس وغیرہ موجود ہین۔ اور یہ نشان خاص حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے دست مبارک کا تیار کیا ہوا ہے اور کپڑا اس نشان مطہر کا حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کا پردہ ہے۔ اور وقت جنگ کریمیا کے یہ نشان متبرک روانہ کیا گیا تہا جسکا ثمرہ و نتیجہ سب پر ظاہر ہے جب یہ نشان (باقی دوسرے صفحہ پر)

اس کتاب میں جمیع حالات آپ کے عہد حکومت کے حالات بالاختصار یا بالتشریح درج کرنے کی احتیاج سے میری دیگر
تالیفات یا ترجمہ کردہ کتابوں نے مستغنی کر دیا ہے خواہشمندوں کو گزشتہ ۲۲ برسوں کی مفصل تاریخ اور اہم وقعات متعلقہ
روم و روس کے حالات غازی عثمان نمیر پلیونا کے کارنامے مقبوضات عثمانیہ کی موجودہ اور سابقہ حالت آپ امیر المومنین کے
عہد سعادت مہد کی ترقیوں اور ان کے اوصاف حمیدہ و اخلاق محمدیہ کی پوری پوری کیفیت تیس سالہ عہد حکومت
وقعات روم محاربات پلیونا مقروضہ مظالم آرمینیا حالات فلسطین ترکی کی موجودہ حالت اور ترکی انگلینڈ اور باہمی
اور محاربات تھسلی وغیرہ کتب سے معلوم ہو سکتی ہے یورپین پالیسی دربارہ خلافت عثمانیہ کے جو ضروری اسرار
معلوم ہو سکتے تھے وہ اس کتاب میں مناسب مقامات پر درج کر دیئے گئے ہیں آخر میں میں ناظرین کرام سے اس کی استدعا کرکے اس
دعا پر اپنی کتاب کو ختم کرتا ہوں کہ خداوند کریم اپنے حبیب روحی فداہ کے صدقہ تمام مسلمانوں کو حاکم ہوں یا محکوم سچی تہذیب
و شائستگی کے انوار سے جو محض شریعت غراء محمدیہ کی عاقلانہ پیروی اور اس کے احکام کے اسرار و نکات اور مسائل کے دقائق
کو سمجھنے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے منور کرے اور ان کو آپس میں متحد و متفق اور ایک دوسرے کے سچے غمگسار اسلام کے سچے خادم اور تمام
ملت کو حقیقی بہبود خواہ بننے کی توفیق عطا کرے اور ان کو سچے مسلمانوں کے اوصاف سے متصف کرکے وہ غیرت پیدا کرے جو قابل
مدبر منتظم سپہ سالار اور لیڈر پیدا کرے جیسے کہ قرون اولیٰ میں مسلمانوں میں پائے جاتے تھے اور اس وقت کے مسلمانوں کی
طرح باقی مسلمانوں کو بھی مبارک لیڈروں کی پیروی اور ان کا ساتھ دینے کی توفیق دے آمین - والصلوٰۃ والسلام علیٰ [illegible]
والحمد للہ رب العالمین ٭

تمت بالخیر

مطبوعہ روز بازار امرتسر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۵) والرغلہ تت کو واپس آتا ہے اس وقت سلطان اور وزیر اعظم مع دیگر وزراء و حاضرین سب ہو کر [illegible] استقبال کرتے تھے
اور سلطان یا وزیر اعظم اپنے سر پیچھے ہوئے مقام مذکورہ تک لا کر عبادت قدیم رکھ دیتے ہیں چنانچہ سرویہ کی لڑائی میں یہ نشان
اس کی برکت اور کرامت سے لواء اسلام نے باغیوں پر فتح پائی جب یہ نشان میدان جنگ میں ایستادہ ہوتا ہے اس کے گرد
تمام سپاہی [illegible] تمام سرداران فوج اس کے سامنے با ادب دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور پھر دیگر میدان جنگ میں
قدم دھرتے ہیں ٭